إِنَّ الرَّحْمَةَ تَنْزِلُ عِنْدَ ذِكْرِ الصَّالِحِيْنَ
(مرقاۃ باب الدعوات)
اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے جہاں اس کے نیک بندوں کا ذکر ہوتا ہے
ہے مبارک جو اُن پر فدا ہوگئی
زندگانی تو بس آنی جانی ملی
فیضِ مرشد کا اختر یہ احسان ہے
اہلِ دل کی طرح زندگانی ملی
رشکِ اولیاء
حیاتِ اختر
۱ مدرسہ بیت العلوم، سرائے میر، انڈیا
۲ جامعہ اشرف المدارس کراچی
۳ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ و مسجد اشرف گلشن اقبال
۴ آخری ایامِ فالج میں حضرت والا کی نشست
۵ مسجد اشرف گلستانِ جوہر

ادارۂ تالیفاتِ اختریہ
گلستانِ جوہر، بلاک ۱۲، کراچی
www.hazratmeersahib.com

سوانح ''رشکِ اولیاء حیاتِ اختر'' کی چند خصوصیات

اس کتاب کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس کے اندر بیان کردہ تقریباً تمام واقعات و حالات صاحبِ سوانح شیخ العرب والعجم حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ان ہزاروں کیسٹوں سے سن کر لکھے گئے ہیں جو حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی حیات میں محفوظ کی تھیں۔ صرف چند باتیں ایسی ہیں جو حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے براہِ راست حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ سے سنی اور لیسٹر (انگلینڈ) اور جنوبی افریقہ کے شہروں ڈربن، آزادوِل، لینیشیا میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر مخلص احباب کی مجلس میں سنائی تھیں۔

دوسری خصوصیت یہ ہے کہ چونکہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی حیاتِ مبارکہ حضرت والا کے تینوں مشائخ (حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ) کے تذکرے کے بغیر نامکمل رہتی، اس لئے ان تینوں مشائخ کا تذکرہ خود حضرت والا کی زبان میں بیان کیا گیا ہے۔

تیسری خصوصیت یہ ہے کہ جس طرح حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دوسرے مجموعۂ کلام ''آئینۂ محبت'' کے آخر میں حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا کلامِ منظوم شامل کر کے چھاپنے کا حکم فرمایا تھا، اسی طرح ایک یادگار کے طور پر اس کتاب کے آخر میں حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالاتِ زندگی شامل کئے گئے ہیں۔
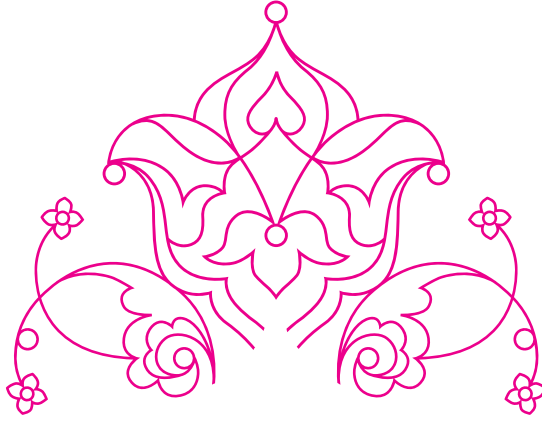
رشکِ اولیاء حیاتِ اختر

محبی ومحبوبی مرشدی ومولائی سراج المِلّت والدِّین شیخ العرب والعجم عارف باللہ قطب زماں
مجددِ دوراں حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مفصل سوانح حیات
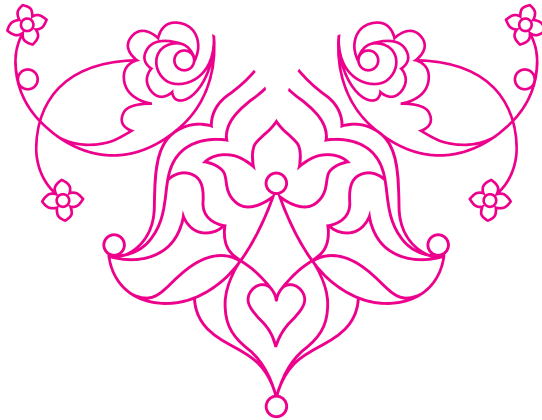
ضروری تفصیل

نامِ کتاب: رشکِ اولیاء حیاتِ اختر

موضوع: شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہ کی مفصل سوانح حیات

جامع و مرتب: حضرتِ اقدس سید عشرت جمیل میرؔ صاحب رحمۃ اللہ علیہ
خادمِ خاص و خلیفہ مجازِ بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

نظرِ ثانی: سہیل احمد عفی عنہ

کمپوزنگ: سید طیب علی سلمہٗ

تزئین و آرائش: راحیل اعجاز سلمہٗ

اشاعتِ اول: ذی الحجہ ۱۴۳۸ھ مطابق ستمبر ۲۰۱۷ء

ناشر: ادارہ تالیفاتِ اختریہ

اجمالی فہرست

(تفصیلی فہرست کتاب کے آخر میں ہے)

زندگی کہتے ہیں کس کو زندگی ہوتی ہے کیا

(از کلام حضرتِ اقدس ڈاکٹر عبدالحئی صاحب عارفیؔ نور اللہ مرقدہ)

اُن کی بزمِ ناز ہی میں اِس کو سمجھا تھا کبھی
زندگی کہتے ہیں کس کو زندگی ہوتی ہے کیا

چشمِ مستِ نازِ ساقی کے پرستاروں سے پوچھ
تشنگی ہوتی ہے کیسی مے کشی ہوتی ہے کیا

دید کے قابل ہے وہ منظر کہ ان کے رُوبرو
اہلِ دل اہلِ نظر کی بے بسی ہوتی ہے کیا

جس[1] نے ساری عمر کی ہو خدمتِ پیرِ مغاں
اُس سے پوچھو میکدے کی زندگی ہوتی ہے کیا

ڈُوب سا جاتا ہے دل رہ رہ کے اُن کی یاد میں
کیا کسی سے کہیئے وجہ بے خودی ہوتی ہے کیا

ذکر اُن کا چھیڑ کر دیکھے کوئی اے عارفیؔ
بے خودی کیا چیز ہے وارفتگی ہوتی ہے کیا

❀ تشنگی: پیاس ❀ رُوبرو: سامنے ❀ پیرِ مغاں: ساقی، مرشد ❀ بےخودی: ہوش کھو بیٹھنا ❀ وارفتگی: فدا ہونا

[1] ۔ اصل شعر میں ''جس نے'' کی بجائے میں نے اور ''اس سے'' کی بجائے مجھ سے تھا۔

قلبِ مضطر

ازکلام حضرت والا قدس سرہ

وہ جس کا نام کہ دنیا میں قلبِ مضطر تھا
فلک پہ جا کے وہ ہم شکلِ ماہ و اختر تھا

تمام عمر تڑپنے کی تھی جو خُو اُس میں
نہ جذب ہو سکا دنیا کا رنگ و بُو اُس میں

میں درد و غم سے بھرا اِک سفینہ لایا ہوں
ترے حضور میں اِک آبگینہ لایا ہوں

تری رضا کا ہے بس شوق و جستجو اس میں
مری ہزار تمنّا کا ہے لہو اس میں

❀ قلبِ مضطر: بیقرار دل ❀ ہم شکلِ ماہ و اختر: چاند اور ستارے کی طرح ❀ خُو: عادت
❀ سفینہ: ناؤ، کشتی ❀ آبگینہ: شیشے کا نازک برتن ❀ جستجو: تلاش

بہت عنوان سوچے اور بہت خاکے بنا ڈالے
مرتب ہو سکا لیکن نہ دردِ دل کا افسانہ
(حضرت عارفی رحمۃ اللہ علیہ)

تمہید سوانح اختر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ

جس مبارک ہستی کی یہ داستانِ حیات ہے، ان کی عظمتوں کا حق تو کون ادا کرسکتا ہے، بقول کسے ؎

رفتی و از رفتنِ تو عالمے تاریک شد
تو مگر شمعے چو رفتی بزمِ برہم ساختی

(ترجمہ: آپ چلے گئے اور آپ کے جانے سے ایک عالَم تاریک ہوگیا۔ آپ ایسی شمع تھے جو بجھ گئی تو اس سے بزمِ محبت درہم برہم ہوگئی)

میرے شیخ و مربی، میرے محسن و مشفق، میرے آقا، مرشدنا و مولانا، شیخ العرب والعجم حضرت والا مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہ خود اپنے اس شعر کا مصداق تھے ؎

وہ اپنی ذات میں خود انجمن ہے
اگرچہ تنہا ہے مگر پھر بھی چمن ہے

۲۰۰۸ء میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے بیرونی اسفار کمزوریٔ صحت کی بناء پر بند ہوگئے تو سال بہ سال حضرت والا کی طبیعت رو بہ زوال رہنے لگی۔ ۲۰۰۶ء میں جب احقر مستقل رہائش کے ارادے سے اہلِ خانہ کے ہمراہ کراچی سے حیدرآباد منتقل ہوا تو حق تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق اور کرم سے ہر ہفتہ دس دن میں خانقاہِ شیخ میں حاضری کا معمول رہا۔ عموماً جمعرات کے دن حاضری ہوتی تھی، کبھی دیگر ایام میں بھی موقع مل جاتا تھا۔ صبح حیدرآباد سے روانہ ہوتا اور ظہر سے قبل خانقاہ پہنچ جاتا۔ جمعرات، جمعہ حضرت والا کی خانقاہ میں رہ کر کبھی ہفتہ کی صبح کبھی اتوار کی صبح واپسی ہوتی۔ ۲۰۱۳ء میں حضرت والا کے وصال تک الحمد للہ یہ معمول رہا۔ ایسی ہی ایک حاضری کے دوران ۲۸ مئی ۲۰۱۳ء بروز منگل احقر خانقاہ حاضر ہوا تو حسبِ معمول تیسرے دن (جمعرات) واپسی کا ارادہ تھا، خیال یہ تھا کہ جمعہ واپس آکر حیدرآباد میں پڑھنا ہے لہٰذا کوئی سامان بھی ساتھ نہیں تھا۔ جمعرات تک حضرت والا کی طبیعت اتنی ناساز ہوچکی تھی کہ جملہ متوسلینِ شیخ کے دلوں میں حضرت والا کی رحلت کے خیالات آنے لگے تھے، گھر واپسی کے لئے دل

مائل نہ ہوا تو قیام اگلے دن جمعہ تک بڑھا دیا۔ جمعہ کو بھی طبیعت میں کوئی بہتری کے آثار نہیں تھے حتیٰ کہ دن گذر کر رات آ گئی۔ کپڑے جو تین دن میں تبدیل کرنے تھے اب انہیں پہن کر طبیعت میں بوجھ سا محسوس ہونے لگا تھا۔اسی گومگو میں اگلا دن ہفتے کا بھی گذر گیا کہ مبادا میں گھر کو روانہ ہوں اور کوئی روح فرسا خبر سننے کو ملے۔اتوار کی صبح فجر پڑھ کر خادمین سے حضرت والا کی صحت کی گذشتہ رات میں کیا کیفیت رہی؟ معلومات لیں تو معلوم ہوا کہ رات طبیعت میں کافی بہتری تھی، نیند بھی اچھی آئی اور ابھی بھی آرام ہے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر کے واپسی کا ارادہ کیا کہ اگلے دن دوبارہ خانقاہ حاضر ہو جاؤں گا۔

سہراب گوٹھ سے بس میں سوار ہوا، تقریباً چار گھنٹے میں حیدرآباد پہنچا، وہاں سے رکشہ لے کر ابھی گھر کے دروازے پر پہنچا ہی تھا کہ رکشے ہی میں حافظ ڈاکٹر عمر سلمہ (اللہ ان کو بہترین جزا عطا فرمائے) کا فون آیا کہ کہاں ہو؟ بتایا کہ حیدرآباد آ گیا ہوں۔ پوچھا کیوں؟ حضرت والا کی طبیعت کتنی ناساز ہے، ابھی نہیں جانا چاہیے تھا۔عرض کیا کہ صبح معلومات لیں تو بتایا گیا کہ طبیعت میں بہتری ہے، اس لئے ایک دن کے لئے آنے کا ارادہ کر لیا، خیریت تو ہے نا؟ کہا کہ واپس آ جاؤ۔ان کے لب و لہجے سے مزید کچھ پوچھنے کی ہمت نہ ہوئی اور ان کا مافی الضمیر سمجھ میں آ گیا۔بمشکل آدھے گھنٹے میں واپسی کی راہ لی اور عصر سے قبل دوبارہ خانقاہ حاضر ہو گیا۔

صبح جو منظر اطمینان کا چھوڑ کر گیا تھا اب اس کے بالکل برعکس ہر طرف اضطراب اور پریشانی نظر آ رہی تھی۔ خانقاہ کی مسجد میں عصر کی جماعت ختم ہوئی تو ہر خاص و عام خانقاہ کے اندر پہنچنے کی کوشش میں تھا۔ چند گھنٹوں میں حضرت کی گرتی ہوئی صحت کی خبر شہر بھر میں پھیل چکی تھی اور پروانے اپنی اس شمع کے دیدار کے لئے اُمڈے چلے آ رہے تھے کہ کہیں حضرت والا کا وقتِ آخری نہ آ گیا ہو۔خاص احباب جنہیں بلا روک ٹوک اندر جانے کی اجازت تھی وہ تو اندر پہنچ گئے لیکن باقی محبین کو روکنے میں جناب ایوب صاحب کی مساعی ناکام ہوتی نظر آنے لگیں تو احقر بھی اُن کے ساتھ نظم برقرار رکھنے میں مشغول ہو گیا۔تھوڑی دیر میں دیکھا کہ حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ (اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو نور سے بھر دے) اپنا ڈائلیسس بند کرا کے سخت حیرانی و پریشانی کے عالم میں خانقاہ میں حاضر ہوئے۔

اندر کا حال کیا بیان کروں! دیکھا نہیں جاتا تھا مگر دیکھ رہا تھا۔حضرت والا کے بستر (ہسپتال والے بیڈ) کو گھیرے تمام ڈاکٹر حضرات، اعزاء کرام اور خدام زیرِ لب دعاؤں میں مشغول تھے، حضرت والا ہم سے دور کوسوں دور جاتے ہوئے کھلی آنکھوں نظر آ رہے تھے۔صاحبزادے مولانا مظہر صاحب دامت برکاتہم بھی بے بس تھے، حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی مشغولِ گریہ وزاری تھے، پوتے مولانا ابراہیم میاں و مولانا اسماعیل میاں اپنے قلب وجگر تھامے کھڑے تھے تو مولانا اسحٰق میاں اور حافظ عبداللہ میاں کی حالت بھی ناقابلِ بیان تھی، نواسے شعیب، تیرہ سال

دن ورات ایک کر دینے والے خدام ضیاء اور محمود، برکت اللہ و کاشف خود کو اپنی متاعِ عزیز سے محروم ہوتا ہوا آنکھوں سے دیکھ رہے تھے، حضرت فیروز صاحب مدظلہ العالی، حافظ محمد احمد، قمر الزمان اور دیگر لوگ آنسو بہانے کے علاوہ اب کیا کر سکتے تھے کہ جتنا ان کے بس میں تھا حضرت والا کی حیات میں کر چکے تھے۔

زیادہ دیر اس منظر کی تاب نہ لا سکا تو باہر ایوب صاحب کے پاس آ گیا، باہر بھی کون سا خوش کن منظر دیکھنا تھا، تمام احباب کے چہروں پر ایک ہی سوال کہ اب حضرت والا کی طبیعت کیسی ہے؟ کیا جواب دیتا۔ واپس شیشے والے کمرے میں چلا گیا۔ جب ڈاکٹر حضرات نے بھی اگلے تیس چالیس منٹوں میں پیش آنے والے صدمے کا اندازہ کر کے خانقاہ کے گوشے پکڑے اور پھوٹ پھوٹ کر رو پڑے تو آخری آس بھی ٹوٹتی محسوس ہوئی۔ مغرب کی اذان بھی ان حالات میں تاخیر کا شکار ہوئی، بہر کیف اذان ہوئی، حق تعالیٰ کا فرمان سب کے دل کی آواز بن گیا کہ **وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ**۔ صرف اُنہی خدام کو خانقاہ میں رُکنے کی اجازت ملی جو ہر وقت کے حاضر باش تھے اور شریعت نے جنہیں مریض کے پاس رہنے کی وجہ سے ترکِ جماعت کی اجازت دی تھی۔

نماز پڑھ کر واپس آئے تو گویا اب وہ لمحہ آیا ہی چاہتا تھا جسے **مَوْتُ الْعَالِمِ مَوْتُ الْعَالَمِ** سے تعبیر کیا گیا ہے، (ایک اللہ والے کی موت ایک جہان کی موت کے مترادف ہے) کائنات اپنی روشنیوں کے باوجود اندھیری معلوم ہونے لگی۔ تقریباً ۷ بجکر ۱۰ منٹ پر معالجین نے حضرت والا کی رحلت کی تصدیق کی تو حضرت والا کی خدمت میں گذرے ہوئے لیل ونہار پے بہ پے دل کی آنکھوں میں گھومنے لگے۔ تہجد میں حضرت کا اُٹھنا، فجر کی نماز کے بعد کبھی محراب میں درس کبھی خانقاہ میں سبق، پھر سیر کے لئے تشریف لے جانا، نمازِ اشراق پھر ناشتہ اس کے بعد استراحت کے لئے لیٹتے تو خدمت کا موقع بہت قریب سے ملتا۔ نیند آجاتی تو ہمارا پیار بھری نظروں سے پیارے شیخ کو خوب جی بھر کے دیکھنا کہ حضرت والا کو جاگتی آنکھوں سے نظر بھر کر دیکھنے کی کم از کم احقر کو تاب نہیں تھی۔

ایں است کہ خوں خوردۂ دل بردہ بسے را
بسم اللہ اگر تابِ نظر ہست کسے را

(یہی وہ ہیں جن کی محبت میں بہت سوں کے دل تڑپ تڑپ کر خون آلودہ ہیں، اگر کسی میں تابِ نظر ہے تو آئے بسم اللہ)

ہمہ شہر پُر ز خوباں منم و خیال ماہے
چہ کنم کہ چشم یک بیں نہ کند بکس نگاہے

(تمام شہر محبوبوں سے بھرا ہوا ہے مگر میں تو اپنے ہی محبوب کے خیال میں ہوں، کیا کروں کہ میری آنکھوں میں کوئی دوسرا اچھا ہی نہیں)

حضرت والا کا صبح ۹ بجے کے قریب خانقاہ میں تشریف فرما ہو کر ظہر تک دینی کاموں میں لگ جانا، ظہر کے بعد

کھانا پھر وہی کیف آفریں مجلسِ آرام۔عصر کے بعد چائے کا دَور چلتا،مغرب سے عشاء کسی کو مشورہ کرنا ہوتا تو یہی بہترین وقت ہوتا غرض کوئی وقت عشقِ الٰہی کی باتوں سے خالی نہیں گزرتا تھا۔عشاء کے گھنٹہ بھر بعد رات کا کھانا تناول فرما کر کچھ دیر چہل قدمی، پھر حجرۂ خاص میں پُرلطف باتیں،حضرت میر صاحب کے ساتھ حضرت والا کا مزاح فرمانا،سفر میں بھی حضرت والا کی معیت کی سعادت نصیب ہوئی،وہ لمحات گذشتہ صحبت کے اب یاد ہمیں آتے ہیں ؎

محبت کی پُر پیچ راہوں سے آکر
کہاں چُھپ گئے اپنا جلوہ دکھا کر

اس موقع پر حضرت سید نفیس شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مجموعۂ کلام، ''برگِ گُل'' کے چند اشعار یاد آرہے ہیں ؎

دلِ زخم زخم لوگو! کوئی ہے جسے دکھائیں — کوئی ہم نفَس نہیں ہے،غمِ جاں کسے سنائیں
یکا یک جو چھا گئی ہیں،غم و درد کی گھٹائیں — گیا کون اِس جہاں سے کہ بدل گئیں فضائیں
اُٹھا سائبانِ شفقت، بڑی تیز دُھوپ دیکھی — نہیں دُور دُور چھاؤں، کہاں اپنا سر چُھپائیں
رہِ زندگی کی مُونس، اِنہی محسنوں کی یادیں — شبِ زیست کے ستارے، وہ خلوص کی دعائیں
وہ رفاقتوں کی راتیں، وہ ہر اِک سے دل کی باتیں — گئے دَور کے قصے، ہمیں یاد کیوں نہ آئیں

میرے مرشدِ ثانی سیدی حضرت عشرت جمیل میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کتاب فغانِ رومی کے پیش لفظ میں حضرت والا شیخ العرب والعجم مجددِ زمانہ مرشدنا و مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے لئے تحریر فرماتے ہیں:

الحمدللہ تعالیٰ حضرت والا مدظلہ سراپا محبت ہیں،عشق کا سمندر ہیں،نہ جانے کتنے دریائے محبت حضرتِ اقدس کے سینۂ مبارک میں موجزن ہیں لیکن ہم جیسے کور باطن اس کا کیا ادراک کرسکتے ہیں؟ درحقیقت حضرت والا، مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کے اس شعر کے مصداق ہیں ؎

ہر کسے از ظنِ خود شد یارِ من
و اندرونِ من نہ جُست اَسرارِ من

(ہر شخص اپنے گمان کے مطابق میرا دوست بنا ہوا ہے لیکن میرے دل کے رازِ محبت سے کوئی واقف نہیں)

اللہ تعالیٰ ہم کو وہ نظر عطا فرمائے جو حضرت والا دامت برکاتہم کو پہچان سکے ؎

ترے صدقہ میں اُسے چشمِ بصیرت ہو عطا
آہ عشرت نے بھی اب تک تجھے پہچانا نہیں

(انتہٰی کلامہ)

''آہ عشرت نے بھی اب تک تجھے پہچانا نہیں''۔ یہ فیصلہ ہے اُس خادمِ روز وشب کا جس نے اپنی زندگی کے کم وبیش ۴۶ برس مرشدی ومولائی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں وقف کئے، جس نے کسی بھی مشکل وصبر آزما مواقع پر شیخ کا ساتھ نہ چھوڑا، جس نے شیخ کی محبت میں دشمنوں سے مار بھی کھائی، گالیاں بھی سنیں، جو راتوں کو جاگ جاگ کر شیخ کے صدقۂ جاریہ کی سعی میں لگا رہتا تھا خواہ اس کی وجہ سے بیان کے دوران نیند کی جھپکی آنے پر شیخ سے ڈانٹ کھانا پڑتی تھی اور ہر ڈانٹ پر اس کی شیخ سے محبت اور بڑھتی جاتی تھی، جس نے کائنات میں سب سے پہلے اس بات کو جان لیا کہ میرے شیخ کی زبانِ مبارک سے جو الفاظ ادا ہو رہے ہیں یہ عالمِ غیب کا ریڈیو ہے، ان الفاظ کا تعلق دماغ کی صلاحیتوں سے نہیں دل کے درد سے ہے، جو شیخ کے بار بار منع کرنے کے باوجود شیخ کے بیانات کو محفوظ رکھنے کی اپنی دُھن سے باز نہ آیا، جس نے اپنے محفوظ کردہ شیخ کے بیانات کو اپنی جان سے زیادہ قیمتی سرمایہ سمجھ کر ایسا محفوظ رکھا کہ کوئی زیور کی دلدادہ عورت بھی اپنے زر و جواہر کو کیا محفوظ رکھے گی، جو چاہتا تھا کہ شیخ کی زبانِ مبارک سے نکلنے والا ایک موتی بھی محفوظ ہوئے بغیر نہ رہ جائے اور اس کوشش میں کبھی ٹیپ ریکارڈر، کبھی کیسٹ، کبھی بیٹری سیل کی فکر میں توجہ اس طرف کرتا تھا تو شیخ کو اس کی اتنی دیر کی نظر پوشی بھی گوارا نہ ہوتی تھی، جو چاہتا تو اجازتِ بیعت ملنے کے بعد دین ہی کی خدمت میں اپنی الگ دنیا بسا سکتا تھا لیکن وہ شیخ کے قدموں میں پڑا رہا، جس نے اپنا آرام اپنی راحت کو قربان کر کے مرشد کے فیض کو تمام عالم میں پھیلانے کے لئے نہ دن دیکھا نہ رات، جس کے لئے مہینوں کی دن رات کی محنت کے بعد منظرِ عام پر آنے والی حضرت والا کے کسی وعظ یا کتاب پر حضرت والا کا اپنے دستِ مبارک میں لے کر چشمِ شکر گذاری کے ساتھ دیکھنا، اُلٹنا، پلٹنا اور قبولیت کی دعا کرنا ہفتِ اقلیم کی سلطنت سے زیادہ قیمتی تھا۔ یہ اس کے الفاظ ہیں کہ اے شیخ میں نے تجھے پہچانا نہیں۔ اور میر صاحب بھی کیسے پہچان سکتے تھے جبکہ سیدِ دو عالم، سرورِ کونین، حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خواب میں بشارت دی کہ اختر! لوگوں نے تیری قدر نہیں کی، لوگوں نے تجھے پہچانا نہیں۔

یہ بشارت اُس وقت سنی جب خانقاہ حاضری کے ایک موقع پر مجلس میں حضرت والا نے ایک صاحب کو کھڑا ہونے کا امر فرمایا اور فرمایا کہ تم نے جو خواب دیکھا ہے، وہ سناؤ۔ انہوں نے ایک طویل خواب سنایا، جس کے آخر میں حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اختر! تجھے لوگوں نے پہچانا نہیں، لوگوں نے تیری قدر نہیں کی۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی حیاتِ مبارکہ میں اس بات کا قلبی احساس تھا کہ اُمت کو میرے دردِ دل کی قدر میرے دنیا سے جانے کے بعد ہوگی اور وہ اس بات کے لئے تڑپیں گے کہ کاش! ایک نظر ہم اس آفتابِ ہدایت کو دیکھ ہی لیتے، جب ہی تو یہ درد بھرا شعر آپ نے اپنی زندگی ہی میں ارشاد فرما دیا تھا ۔

بہت روئیں گے کر کے یاد اہلِ مے کدہ مجھ کو
شرابِ دردِ دل پی کر ہمارے جام و مینا سے

خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے کتنے بڑے عاشق تھے، حضرت کو سارے خلفاء میں سب سے زیادہ محبوب تھے اور سارے خلفاء میں حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے زیادہ عاشق بھی یہی تھے لیکن ایک دن حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ خواجہ صاحب! افسوس کہ آپ نے مجھے نہیں پہچانا۔ احقر سوچا کرتا تھا کہ کیا وجہ ہے کہ ہر شخص یہی کہتا ہے کہ میں نے اپنے شیخ کو کما حقہ نہیں پہچانا تو اس کا جواب حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے صدقے دل میں یہی آیا جس کا بنیادی مضمون حضرت ہی سے سنا ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہر لمحہ ایک نئی شان ہے تو جو اُن پر فدا ہوتا ہے اللہ اس کو بھی نئی نئی شان عطا فرماتے رہتے ہیں، لہٰذا جب مرید اپنے شیخ کو کسی درجے میں پہچانتا ہے تو اس وقت تک شیخ اللہ کی عطا کردہ نئی شان پر فائز ہو چکا ہوتا ہے۔

حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عرصہ دراز سے دلی خواہش تھی کہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے حالاتِ زندگی خصوصاً بچپن اور جوانی کے حالات جو اُمت سے پوشیدہ ہیں اور وقتاً فوقتاً حضرت میر صاحب کو اپنی رفاقتِ دیرینہ کے دوران حضرت والا سے معلوم ہوتے رہے ہیں، انہیں کتابی شکل میں شائع کر دیا جائے تاکہ اہلِ قدر اس گوہرِ نایاب کی قیمت سے آگاہ ہوں لیکن جب جب اپنی اس خواہش کا اظہار کیا تو خود حضرت والا نے سختی سے منع فرما دیا کہ میں کیا اور میرے حالات کیا! حضرت میر صاحب نے فرمایا کہ ''عمر کے آخری حصے میں حضرت والا کی زندگی ہی میں حضرت والا سے حالات لکھنے کی بدقت تمام اجازت لی تو حضرت والا نے اجازت تو دے دی لیکن پھر اپنے امراض کی وجہ سے میں جاری نہیں رکھ سکا۔ ایک اور موقع پر عرض کیا کہ میں حضرت والا کے حالات لکھ رہا ہوں تو حضرت والا نے فرمایا کہ کہیں میرا انتقال ہی نہ ہو جائے۔ اس کے بعد سے میرا ہاتھ ہی رُک گیا۔ جب بھی حالات لکھنے بیٹھتا تھا میرا بلڈ پریشر انجانے اندیشوں سے بڑھ جاتا تھا، اس لئے حضرت والا کی حیات میں زیادہ نہ لکھ سکا۔''

۲۵ دسمبر ۱۹۹۴ء تا ۱۲ فروری ۱۹۹۵ء حضرت والا نے چند احباب کے ہمراہ جنوبی افریقہ، کینیا اور عمرے کا سفر فرمایا، احقر کو بھی اس سفر میں معیت کی سعادت نصیب ہوئی۔ جنوبی افریقہ کے پچھلے سفر کے آخری دن ایئر پورٹ پر ڈربن کے بڑے عالم مولانا یونس پٹیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ اندر لاؤنج میں آ کر حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے تھے۔ مولانا یونس پٹیل صاحب نے اس ایک سال کے دوران اس قدر محبت اور عشق کا اظہار کیا کہ اگلے سفر میں حضرت والا نے فرمایا کہ ''زیادہ قیام ڈربن میں کرنا ہے، جنوبی افریقہ میں اہلِ ڈربن سب سے زیادہ قدر دان معلوم ہوتے ہیں۔''

دورانِ قیامِ ڈربن، مولانا یونس پٹیل صاحب نے ایک دن حضرت میر صاحب سے احقر کے سامنے عرض کیا کہ آپ حضرت والا کے حالات کو کتابی شکل میں چھاپ کیوں نہیں دیتے؟ ایک خلقِ کثیر کو اس سے نفع ہوگا، انتقال کے بعد جو حالات چھپتے ہیں تو اس وقت تو حسرت ہی رہ جاتی ہے کہ کاش ہم بھی صاحبِ سوانح سے استفادہ کر لیتے۔ حضرت میر صاحب نے فرمایا کہ میری بھی یہی خواہش ہے لیکن حضرت والا اجازت نہیں دیتے۔ مولانا یونس پٹیل صاحب یہی خواہش لئے ۲۰۱۱ء میں رحلت فرما گئے، ۲۰۱۳ء میں حضرت والا کی رحلت کے بعد حضرت میر صاحب کو اس چیز کی سخت فکر دامن گیر ہوگئی کہ جلد از جلد وہ تمام حالات و واقعات جو اُن کے علم میں تھے، انہیں کاغذ پر منتقل کر دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ جزائے عظیم عطا فرمائے شیخ و مرشد حضرتِ اقدس شاہ فیروز میمن صاحب دامت برکاتہم کو کہ انہوں نے بیانات کی کیسٹوں کے تمام ذخیرے سے جو کئی ہزار کیسٹوں پر مشتمل تھا، حضرت والا کی زندگی کے حالات و واقعات کو الگ کروا کر یکجا کروا دیا اور اس تمام مواد کا کاغذ پر پرنٹ بھی نکال کر حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ (اس کام کی ترتیب کچھ اس طرح تھی کہ حضرت شیخ دامت برکاتہم کی روزانہ مجالس میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے کیسٹ سنائے جاتے ہیں، اس میں جہاں کوئی مضمون حالاتِ زندگی سے متعلق آجاتا تو حضرت شیخ دامت برکاتہم اپنے احباب میں سے کسی سے فرماتے کہ اس کیسٹ کی تاریخ اور اس کا یہ وقت نوٹ کر کے طیب میاں کو دے دیں۔ پھر طیب سلمہٗ اُس کیسٹ کے اُسی حصے کو سن کر حالاتِ زندگی کے فولڈر میں محفوظ کر لیا کرتے تھے۔ اس طرح یہ مجموعہ برس ہا برس کی محنت کے بعد جمع ہوا ہے) یہ سب سے مشکل مرحلہ تھا جو حضرت شیخ دامت برکاتہم اور آپ کے مخلصین کے تعاون سے ہمیں بآسانی مل گیا۔

دوسرے مرحلے میں جو واقعات خاص حضرت میر صاحب ہی کو معلوم تھے، انہیں بھی اس کتاب میں شامل کرنا تھا، یہ واقعات بھی کیسٹوں میں محفوظ مجالس سے سن کر لکھ لئے گئے۔ یہ سینکڑوں صفحات کا مجموعہ جب سامنے آیا تو ابھی اس میں مکررات بھی تھے، اور کتاب چھاپنے کے لحاظ سے کاٹ چھانٹ کی بھی ضرورت تھی، حضرت میر صاحب نے احقر کو بھی اس کام میں اپنے ساتھ لگا لیا لیکن جلد ہی حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بھی وقتِ موعود آن پہنچا اور ۲ مئی ۲۰۱۵ء کو حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے وفات پائی تو یہ کام نامکمل رہ گیا۔ حضرت میر صاحب کی رحلت کے تقریباً دو سال بعد احقر نے دوبارہ از سرِ نو تمام مجموعے کا جائزہ لینا شروع کیا اور اب کئی ماہ کی کوششِ پیہم کے بعد یہ سعیٔ ناقص، کتابی صورت میں آپ کے سامنے ہے۔

اور آخر میں کچھ باتیں اپنے محبوب و محسن مرشد حضرت والا نور اللہ مرقدہ کے بارے میں عرض کرتا چلوں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کو گوناگوں صفاتِ علمی و عملی، قلبی و قالبی سے نوازا تھا۔ اوائلِ عمر سے لے کر وفات تک

آپ کے حالات اس بات کی گواہی دے رہے ہیں کہ ؎

برائے سر انجامِ کارِ ثواب
یکے از ہزاراں شود انتخاب

اور یہ اللہ تعالیٰ کے لئے کیا مشکل ہے کہ وہ ایک ہی بندے کی حیاتِ چندروزہ میں ایسی ہمہ گیر خوبیاں رکھ دیں ؎

لَیْسَ عَلَی اللّٰہِ بِمُسْتَنْکَرٍ
اَنْ یَّجْمَعَ الْعَالَمَ فِیْ وَاحِدٍ

(اللہ تعالیٰ کے لئے یہ مشکل نہیں ہے کہ وہ ایک شخص میں پورے عالَم کو جمع کردے) ؎

چھانٹا وہ دل کہ جس کی ازل میں نمود تھی
پسلی پھڑک گئی نظرِ انتخاب کی

اس عظیم الشان کام کی احقر اپنے اندر ہرگز اہلیت نہیں پاتا لہٰذا جملہ قصور پر تہ دل سے شرمندہ و معافی کا خواستگار ہے، حقیقت یہ ہے کہ جب حضرت والا کے گلشنِ حیات سے ہمہ اقسام کے پھول چننے شروع کئے تو بزبانِ حال یہ کہنا پڑا ؎

دامانِ نگہ تنگ و گلِ حسنِ تو بسیار
گلچینِ بہارِ تو ز داماں گلہ دارد

(نظر کا دامن تنگ ہے اور تیرے حسن کے پھول بہت ہیں، یہ پھول چننے میں مجھے اپنے دامنِ نظر سے تنگی کی شکایت ہے)

اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے اس کاوش کو قبول فرمائے، تشنگانِ مئے اختر کے لئے تسلی کا سامان بنائے، احقر اور جملہ معاونین کے لئے صدقۂ جاریہ بنائے، ہمیں صاحبِ سوانح کے دردِ دل کی قدر کی توفیق عطا فرمائے، حضرت والا کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر تقویٰ کا وہ اعلیٰ مقام نصیب فرمائے جس پر حضرت والا اپنے ہر مرید کو دیکھنا چاہتے تھے۔

اب چونکہ جامع السوانح حضرتِ اقدس حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہمارے درمیان نہیں رہے لہٰذا جس طرح حضرت والا نے اپنے دوسرے مجموعۂ کلام ''آئینۂ محبت'' کے آخر میں حضرت میر صاحب کو اپنا کلامِ منظوم شامل کر کے چھاپنے کا حکم فرمایا تھا، اسی طرح ایک یادگار کے طور پر احقر نے بھی اس کتاب کے آخر میں حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اپنے حالاتِ زندگی (تحریر کردہ احقر) شامل کردیے ہیں تاکہ ؎

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تاکس نگوید بعد ازیں تو دیگرے من دیگری

(میں اور تو یعنی پیر و مرید یک جان دو قالب ہو گئے، اب کوئی یہ نہیں کہے کہ محب و محبوب میں کوئی جدائی ہے)

سوانح کے مطالعہ سے پہلے

حضرت والا کی حیاتِ درخشاں کے مختلف ادوار رہے ہیں جن کا اجمالی تذکرہ اگر ذہن میں رہے تو اس کتاب کا مطالعہ مزید افادیت کا باعث ہوگا۔

پہلا دور۔ بچپن

دوسرا دور۔ پرائمری اور مڈل اسکول کی تعلیم

تیسرا دور۔ طبیہ کالج کے تین سال، یہی تین سال آپ حضرت پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر رہے

چوتھا دور۔ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں (ہندوستان میں) چودہ سال

پانچواں دور۔ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں (پاکستان میں) تین سال

چھٹا دور۔ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد چھ سال (جسے حضرت والا اپنی تنہائی کا زمانہ فرماتے تھے)

ساتواں دور۔ ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۰ء تک کا دور (جس میں کراچی میں عموماً اور ناظم آباد میں خصوصاً طلوعِ سپیدۂ سحر کی طرح آپ کا فیض ہر خاص و عام کو پہنچنے لگا)

آٹھواں دور۔ ۱۹۸۰ء میں گلشنِ اقبال خانقاہ کا قیام اور بیرونِ پاکستان اسفار کا آغاز (گو حضرت والا ۱۹۷۶ء میں ہندوستان تشریف لے جاچکے تھے)

نواں دور۔ ۱۹۸۹ء بیرونِ پاکستان اسفار کی کثرت (اندازاً سال کا نصف حصہ دوسرے ممالک کے دور افتادوں کو شرابِ محبتِ الٰہیہ پلانے میں صرف ہونے لگا)

دسواں دور۔ ۲۰۰۰ء فالج کے بعد کا دور (جس میں اندرون و بیرونِ ملک اسفار بھی ہوتے رہے)

گیارہواں دور۔ ۲۰۰۸ء سے روزِ وفات تک کا دور (بیرونی اسفار بند ہوگئے مگر حضرت والا اکثر مجالس میں بنفسِ نفیس تشریف فرما ہوتے تھے)

محتاجِ دعا
سہیل احمد عفا اللہ عنہ
بروز ہفتہ بتاریخ ۳ ذی الحجہ ۱۴۳۸ھ
مطابق ۲۶ اگست ۲۰۱۷ء

ضیائے شمعِ شبستانِ شیخ زندہ باد

از کلام جناب حضرت خالد اقبال تائبؔ صاحب دامت برکاتہم

بفیضِ شیخ مقابل ہیں یاں ہوا کے چراغ
یقیں نہ آئے تو خود دیکھ لیں جلا کے چراغ

ہَوا کا زور ہَوا ہو تو اس میں حیرت کیا
ہو صبح شام فروزاں جہاں دعا کے چراغ

ضیائے شمعِ شبستانِ شیخ زندہ باد
تھکی تھکی سی ہوا ہے بجھا بجھا کے چراغ

جو نورِ حق کے ہیں طالب وہ آئیں گلشن میں
خدا کے واسطے روشن ہیں با خدا کے چراغ

یہ شرط ہے کہ ہو رہرو کو عشق رہبر سے
تو دینے لگتے ہیں لَو خود ہی نقشِ پا کے چراغ

جلے پرانے 'دیئے' جب بیانِ مرشد کے
تو رہ گئے میری پلکوں پہ جھلملا کے چراغ

چراغ ہیں تو ہمیں روشنی ملے گی یہاں
اگر نہیں ہیں تو مل جائیں گے عطا کے چراغ

ہمارے شیخ کی دعوت ہے تِیرہ بختوں کو
جلائیں دل میں بتوں سے نظر بچا کے چراغ

فنا کا درس ملا شیخ سے تو بجھنے لگے
نہ جانے کب سے تھے روشن مری اَنا کے چراغ

بتوں کے عشق سے تائبؔ وہ ہو کے رہتے ہیں
بدستِ شیخ جو پاتے ہیں یاں حیا کے چراغ

ہاتھ میں تیرے ہاتھ دیا ہے

ایک مرید کی فریاد شیخ کی رحلت پر

از حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

اے غمِ جاناں، اے غمِ جانم — دل ہے پُر خوں، آنکھیں پُر نم
اللہ اللہ اُن کا عالَم — عشق سراپا، حُسنِ مجسّم
قطبِ زمانہ، غوثِ یگانہ — رشکِ جنید و شبلی و ادہم
جامعِ سنت، قامعِ بدعت — نائبِ حضرت فخرِ دو عالم[1]
نورِ شریعت، فیضِ طریقت — جاری ساری باہم باہم
ایسا عارف، ایسا مرشد — ڈھونڈ نہ پائے عالَم عالَم
تجھ سا دیکھا، نہ تجھ سا پایا — اُتّر، دکّھن، پُورب، پچّھم
لاکھوں دلبر، لیکن پھر بھی — تیرا عالَم، تیرا عالَم
اپنے پرائے، یکساں یکساں — سب کا مُونس، سب کا ہمدم
استغناء کا عالَم، واللہ! — خاک برابر لاکھوں دِرہم
اُف رے دبی چنگاری دل کی — آگ لگادی پُورب پچّھم
آہ! ترا اندازِ محبت — عشق میں شعلہ، حُسن میں شبنم
یاد رہیں گے تیرے جلوے — روشن، روشن، مدّھم مدّھم
دل! کہ شہیدِ ناز ہے تیرا — زندہ ہے اب بھی لیکن کم کم
آہ کہ تُجھ بِن چین نہیں ہے — یاد ہے تیری پیہم پیہم
ہاتھ میں تیرے ہاتھ دیا ہے — لاج بھی تیرے ہاتھ ہے ہمدم
حشر میں ہم کو بھول نہ جانا — یاد کے لائق گرچہ نہیں ہم
حشر تلک تُربت پر تیری — نور کی بارش برسے چھم چھم

[1] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

پہلا باب

آبائی وطن، ولادتِ باسعادت اور ایامِ طفولیت

سالک نے جسے سینچا ہو حسرت کے لہو سے
مقسوم میں اُس پھول کے مرجھانا نہیں ہے
وہ عاشقِ حق، ہائے وہ بربادِ محبت
دنیا نے ابھی تک اسے پہچانا نہیں ہے ناصرؔ

نامِ نامی ولقبِ گرامی

میرے شیخ ومرشد کا اسمِ گرامی محمد اختر تھا اور طبیہ کالج سے علمِ حکمت میں ڈگری حاصل کرنے کے بعد حکیم کا لاحقہ لگ کر حکیم محمد اختر زبان زدِ عام ہو گیا، حضرت والا کے والد ماجد کا نام محمد حسین تھا۔ حضرت والا کو آپ کے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے (جو حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے اجل خلفاء میں سے تھے) عارف باللہ اور شیخ العرب والعجم کا لقب عطا فرمایا جس کی وجہ سے آپ تمام عالم میں عارف باللہ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے معروف ہوئے۔

عارف باللہ کا لقب

اس کا واقعہ یہ ہوا کہ ۱۹۷۶ء میں حضرت والا کا ہندوستان کا سفر ہوا تھا۔ اپنے شیخ حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں حضرت والا حیدرآباد دکن بھی تشریف لے گئے جہاں پروفیسر حسن سعید نے اپنے کالج میں حضرت والا کے بیان کا انتظام کیا تو اشتہار کا مسودہ جب حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کو پیش کیا گیا تو اس میں حضرت والا کے نام سے پہلے صرف حکیم لکھا ہوا تھا یعنی کراچی سے تشریف لائے ہوئے حکیم محمد اختر صاحب بیان فرمائیں گے۔ حضرت مولانا ابرارالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ ناراض ہوئے اور ڈانٹ کر فرمایا کہ حکیم صاحب کیا یہاں خمیرہ اور معجون کی باتیں کرنے آئے ہیں؟ وہ عالم ہیں، ان کے ساتھ مولانا کیوں نہیں لکھا؟ اشتہار دوبارہ بنوایا گیا تو اس میں حضرت والا کا تعارف یوں لکھا تھا کہ ایک بڑے مولانا، معارف مثنوی کے مصنف کراچی سے آئے ہوئے ہیں، ان کا بیان ہوگا تو حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک لفظ بڑھا دیا، فرمایا کہ عارف باللہ بھی لکھو، حضرت والا کے نام کے ساتھ شیخ نے عارف باللہ لکھوایا کہ یوں لکھو کہ عارف باللہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم بیان فرمائیں گے۔

حرمِ مکہ شریف میں گریہ وزاری کا واقعہ

پھر آج سے تقریباً چالیس سال پہلے حضرت والا نے ایک رسالہ ترجمۃ المصنف کے نام سے لکھا تھا، جس میں

حضرت والا نے اپنے کچھ حالات تحریر فرمائے تھے، اس رسالے میں یہ واقعہ لکھا کہ ''حرمِ مکہ مکرمہ میں نصف شب کے بعد میری آنکھ کھل گئی، گھڑی دیکھنے کے بعد دوبارہ سونے کی کوشش کی لیکن نیند مجھ سے دور بھاگ رہی تھی۔ دل میں یہ داعیہ پیدا ہو رہا تھا کہ بیت اللہ چل۔ امید ہے کہ بلایا جا رہا ہے اور اللہ میاں کوئی عظیم نعمت دینا چاہتے ہیں، رفقاء کو محوِخواب چھوڑ کر آہستہ سے حرمِ مکہ میں حاضر ہوا، دل پر عجیب کیفیت طاری ہوئی اور اضطرار کے ساتھ رو رو کر اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ یا اللہ، اختر آپ کا بے نام ونشان عبد ہے اور بالکل ہی نا اہل ہے لیکن آپ کے محبوب عبد حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا پڑپوتا ہے، جو اسی شہرِ مبارک میں مدفون ہیں، اس حرمِ پاک میں ان کا فیض آپ نے جاری فرمایا تھا۔ اے اللہ! ان کے سلسلے کو یہاں پھر زندہ فرما اور اس شہر کے کچھ بندوں کو احقر کے ہاتھوں پر سلسلۂ امدادیہ میں داخل ہونے کی توفیق عطا فرما اور میرے لئے ان کو صدقہ جاریہ فرما اور ان کی جانوں کو اپنی محبت کے درد کی حلاوت عطا فرما۔ اے اللہ! اختر اُن سے کچھ نہیں چاہتا، صرف یہ چاہتا ہے کہ ایک جماعت تیرے اس بیتِ مکرم کے سامنے اللہ اللہ کرنے والی پیدا ہو جو تیری یاد میں رونے والی اور آہ وفغاں کرنے والی اور تیری تلاش میں بے چین ہو اور اے اللہ! اس دعا کو قبولیتِ عاجلہ عطا فرما۔ اس کے بعد سخت رقت طاری ہوئی اور دل میں ایسا محسوس ہوا کہ دعا قبول ہوگئی۔ کیا قبولیت کا وقت تھا کہ دوسرے ہی دن سے یہ سلسلہ شروع ہوگیا۔ دوسرے دن شام تک چالیس افراد جن میں اکثر علماء وحفاظ تھے بیعت ہوئے اور دو دن بعد ان کی تعداد ۵۳ ہوگئی۔

مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اظہارِ مسرت اور اشارۂ غیبیہ

مرشدی حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم سے احقر نے بیت اللہ شریف میں جب ان انعاماتِ الٰہیہ کا تذکرہ کیا تو بہت ہی مسرور ہوئے اور جدہ میں احقر کو ایک ضعیف العمر عالم کے یہاں وعظ کے لئے بھیجا اور پھر مدینہ شریف میں حکم فرمایا کہ یہاں مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہر روز تو کچھ دین کی بات سنا دیا کر۔ حضرت مولانا محمد احمد صاحب دامت برکاتہم سے جب بیت اللہ شریف میں ذکر کیا تو اس قدر مسرور ہوئے کہ سینے سے لگا لیا اور فرمایا کہ ابھی کیا دیکھتے ہو! پھر ہاتھ اٹھا کر اپنی انگلی کو آفاقِ عالم میں چاروں طرف گھما دیا اور فرمایا کہ یہ حق تعالیٰ نے بے اختیار کرا دیا، ان شاء اللہ تعالیٰ ایسا ہی ہوگا۔'' (انتہیٰ کلامہ)

شیخ العرب والعجم کا لقب

اسی کتاب ترجمۃ المصنف کے سرِورق پر ناشر نے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے پہلے ''الشیخ فی العرب والعجم'' لکھ دیا تھا۔ جب حضرت والا دوبارہ مکہ شریف حاضر ہوئے تو بعض لوگوں نے حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ یہ

الفاظ لکھنا مناسب نہیں ہیں، حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ بعض لوگوں کو الشیخ فی العرب والعجم لکھنے پر اشکال ہے، لہٰذا اس پر چٹ لگا کر چھپا دیجئے۔ یہ سن کر حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو وہاں موجود تھے، فرمایا کہ لاکھ چٹ لگاؤ، لاکھ چھپاؤ، ہوگا یوں ہی، یہ شیخ العرب والعجم ہی ہوں گے ؎

قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید

جیسا مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا اور حضرت والا کا لقب شیخ العرب والعجم ہر جگہ مشہور ہو کر رہا اور حضرت والا کی حیاتِ مبارکہ ہی میں آخری پندرہ برسوں میں حضرت والا کی کتابیں عربی زبان میں ترجمہ ہو کر عرب ممالک میں شائع بھی ہوئیں اور ان گنت تعداد میں مفت تقسیم بھی ہوئیں۔

رومیٔ ثانی کا لقب

اسی زمانے میں حضرت والا کی تالیف مثنوی مولانا روم کی شرح ''معارفِ مثنوی'' شائع ہوئی جس کا ایک نسخہ حضرت والا کے خلیفہ مولانا حسین بھیات صاحب (جنوبی افریقہ والے) جو اس وقت بنوری ٹاؤن میں پڑھتے تھے حضرت مولانا یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لے گئے اور حضرت والا کا تعارف کرایا تو حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے چند صفحات پڑھ کر فرمایا کہ مجھے نہیں معلوم تھا کہ مولانا حکیم اختر صاحب اتنے بڑے عالم ہیں، میں تو حضرت شاہ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس دیکھتا تھا کہ ایک نوجوان بنیان اور لنگی پہنے ہوئے حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے دواخانے میں اشرفی تیل اور معجون بناتا تھا، میں سمجھتا تھا کہ یہ حضرت کا خادم نہیں بلکہ نوکر ہے جس کو حضرت نے اجرت پر رکھا ہوا ہے۔ (حضرت والا نے اس طرح اپنے آپ کو مٹایا تھا کہ کوئی یہ بھی نہیں سمجھتا تھا کہ یہ عالم ہیں) پھر معارفِ مثنوی کی تقریظ میں حضرت مولانا یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا کہ مولانا حکیم اختر صاحب کی تالیفِ لطیف معارفِ مثنوی پڑھ کر مجھے موصوف سے ایسی عقیدت ہوئی جس کا میں تصور بھی نہیں کرسکتا تھا۔

ایک بار حضرت والا اپنے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں نیوٹاؤن مدرسہ تشریف لے گئے اور معارفِ مثنوی کا نسخہ خود حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کو پیش کیا جس میں مثنوی اختر کے چند اشعار پڑھ کر حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ یہ سمجھے کہ یہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار ہیں، جب حضرت والا نے بتایا کہ حضرت! یہ احقر کے اشعار ہیں تو علامہ بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ **لَا فَرْقَ بَیْنَكَ وَبَیْنَ مَوْلَانَا رُوْمِیِ** یعنی آپ میں اور مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ میں کوئی فرق نہیں۔ اس طرح حضرت والا کو ایک اور لقب آپ کے اکابر کی طرف سے ''رومیٔ ثانی'' بھی ملا ہے۔

آبائی وطن اور ولادتِ باسعادت

ہندوستان کے صوبہ یو۔ پی کے ضلع پرتاب گڑھ سے ۱۶ میل کے فاصلہ پر ایک چھوٹے سے قصبہ اٹھیہہ کے ایک معزز گھرانے میں ۱۹۲۸ء میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ (نوٹ: بعض رسالوں میں شائع ہونے والے مضامین کے مطابق حضرت والا کا سنِ ولادت ۱۹۲۳ء ہے۔ اصل حقیقت کا علم تو اللہ تعالیٰ کو ہی ہے تاہم سنِ ولادت ۱۹۲۸ء ہونے پر کچھ شواہد ہیں جو درج کئے جاتے ہیں:

(۱)۔ خود حضرت والا نے ایک مجلس میں فرمایا کہ میری زندگی کا چودہ، پندرہ اور سولہواں سال، ۱۹۴۲ء، ۱۹۴۳ء اور ۱۹۴۴ء تین سال حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گذرے۔

(۲)۔ اس کے علاوہ ترجمۃ المصنف میں حضرت والا تحریر فرماتے ہیں کہ جب حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا تو میں الٰہ آباد میں پڑھ رہا تھا، میرے طبیہ کالج میں اس سانحے پر چھٹی کردی گئی تھی، واضح رہے کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ۱۹ جولائی ۱۹۴۳ء کو ہوا تھا۔ حضرت والا کے والد صاحب کی رحلت طبیہ کالج کے آخری سالانہ امتحان والے روز ہوئی۔ گویا آپ کے والد صاحب کا انتقال ۱۹۴۴ء میں ہوا اور اس وقت تک آپ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے واقف نہیں تھے جبکہ آپ کی عمر ۱۹۲۳ء کے حساب سے ۲۱ سال ہوچکی تھی، یہ ممکن نہیں کیونکہ آپ ۱۸ سال کی عمر میں حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے تھے۔

(۳)۔ نیز سنِ ولادت ۱۹۲۸ء ہونے پر ایک دلیل یہ بھی ہے کہ حضرت والا نے فرمایا کہ میں حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمتِ اقدس میں اٹھارہ سال کی عمر میں حاضر ہوا اور پھر مسلسل سترہ سال صحبت کا شرف حاصل رہا، اس طرح حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت کے وقت آپ کی عمر ۳۵ سال بنتی ہے اور حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ۱۲ اگست ۱۹۶۳ء کو ہوا۔ ۱۹۶۳ء میں ۳۵ سال کی عمر ۱۹۲۸ء کے سنِ پیدائش سے بنتی ہے۔

(۴)۔ نیز حضرت والا نے اپنے مجموعۂ کلام فیضانِ محبت کے افتتاحیہ میں واضح طور پر متعین فرمایا ہے کہ میری عمر کے چھیاسٹھویں (۶۶) سال میں اکثر کلام وارد ہوا، اس لحاظ سے ۱۹۹۴ء یا ۱۹۸۹ء کوئی ایک سال بنتا ہے لیکن ۱۹۸۹ء میں کوئی ایک بھی نظم نہیں ہوئی البتہ ۱۹۹۳ء، ۱۹۹۴ء اور ۱۹۹۵ء میں زیادہ اشعار ہوئے، اس میں بھی ۱۹۹۴ء میں سب سے زیادہ ہوئے۔ واللہ اعلم)

والدین کی حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ سے محبت کا عالم

آپ کے والد ماجد جناب محمد حسین صاحب ایک سرکاری ملازم تھے۔ آپ اپنے والد صاحب کے اکلوتے فرزند تھے البتہ آپ کی دو بہنیں تھیں، اکلوتا بیٹا ہونے کی وجہ سے بھی والد صاحب آپ سے بے انتہا محبت فرماتے تھے۔ حضرت والا بھی جب اپنے والد صاحب کی محبت و شفقت کے واقعات کا تذکرہ فرماتے تو اشکبار ہو جاتے۔ جب آپ الٰہ آباد طبیہ کالج میں پڑھتے تھے تو آپ کے والد ضلع سلطان پور میں رہتے تھے۔ جب چھٹی پر آنے کے لئے خط لکھتے کہ چھٹیاں ہونے والی ہیں اور میں گھر آ رہا ہوں تو آپ کے والد صاحب آپ کی والدہ صاحبہ سے فرماتے تھے کہ ایک مہینہ رہ گیا ہے، میں دن گن رہا ہوں، مجھے سرمہ دو تاکہ میں اپنی آنکھوں سے اپنے بیٹے کو خوب اچھی طرح دیکھ سکوں۔ جب حضرت والا کی ٹرین اسٹیشن پر پہنچتی تھی تو والد صاحب ریل کے ہر ڈبے میں آپ کو اس طرح تلاش کرتے تھے جیسے کوئی دیوانہ ہو۔ حضرت والا فرماتے تھے کہ میرے والد صاحب مجھے گھر لے جاتے اور پانی بھرتے، پھر مجھے نہلاتے اور میری پیٹھ ملتے تھے۔ میں ہاتھ جوڑتا تھا کہ ابّا جان! آپ یہ کیا کر رہے ہیں؟ میں آپ کا بیٹا ہوں، میں آپ کی خدمت کروں گا۔ وہ کہتے تھے کہ بیٹا! پیٹھ تک تمہارے ہاتھ نہیں پہنچ سکتے لہٰذا میں تمہاری مالش کر دیتا ہوں۔ فرمایا کہ جو باپ اس طرح اپنی اولاد کا اکرام کرے، ساری زندگی اس کے لئے دل سے دعا نکلتی ہے۔

حضرت والا کی اپنی والدہ صاحبہ سے محبت کا یہ عالم تھا کہ ناظم آباد میں جب والدہ صاحبہ کا انتقال ہوا تو آپ کو اتنا صدمہ ہوا کہ ان کی کوئی چیز دیکھنے کی ہمت نہیں ہوتی تھی۔ ان کی چارپائی دیکھ کر، ان کا پاندان دیکھ کر دل رونے لگتا تھا، اُس گھر میں رہنا مشکل ہو گیا لہٰذا آپ اپنے دوستوں میں دل بہلانے کے لئے ٹیکسلا وغیرہ چلے گئے تاکہ غم ہلکا ہو جائے۔

وہ پھول پھولپور کا، گلشن کی آبرو

تُو ایسا پھول رشکِ گلستاں کہیں جسے — ہم ایسے خار، خارِ مُغیلاں کہیں جسے

وہ پھول پھولپور کا، گلشن کی آبرو — خود اپنی ذات ہی میں گلستاں کہیں جسے

اخترؔ، کہ ماہتاب بھی جس کا رہین ہو — اہلِ نگاہ مہرِ درخشاں کہیں جسے

منسوب اس کے نام ہے میری حیاتِ زیست — افسانۂ حیات کا عنواں کہیں جسے

صد شکر ہم بھی اس کی رعیت میں ہیں اثرؔ — کُل اولیائے وقت کا سلطاں کہیں جسے

از کلام حضرت مولانا شاہین اقبال اثرؔ صاحب دامت برکاتہم

اندھیرے کیا ہیں یہ تائبؔ اُسے خبر ہی نہیں
وہ جس نے دیکھے ہیں اُٹھتے ہی آنکھ مَل کے چراغ

ہمارے شیخ کی آنکھوں میں اَشک کے قطرے
کہ جیسے جھیل میں جھلمل کریں کنول کے چراغ

ازکلام جناب حضرت خالد اقبال تائبؔ صاحب دامت برکاتہم

جبھی تو اتنے ہیں روشن مری غزل کے چراغ
غزل سے اپنی جلاتا ہوں میں عمل کے چراغ

یہ میرے شیخ کا صدقہ مرا کمال نہیں
جہاں میں ڈھونڈتے رہیے بدل بدل کے چراغ

ہمارے شیخ کی آنکھوں میں اَشک کے قطرے
کہ جیسے جھیل میں جھلمل کریں کنول کے چراغ

وہ روشنی رُخِ انور سے شیخ کے پھوٹی
کہ رہ گئے ہیں سرِ بزم اُن سے جل کے چراغ

یہاں 'دیے' تو 'دیے' لوگ جلنے لگتے ہیں
رہِ وفا میں جلائیں ذرا سنبھل کے چراغ

اندھیرے کیا ہیں یہ تائبؔ اُسے خبر ہی نہیں
وہ جس نے دیکھے ہیں اُٹھتے ہی آنکھ مَل کے چراغ

❁ دیے: چراغ ❁ جھلمل: جگمگانا ❁ کنول: ایک پھول جو پانی پر تیرتا ہے
❁ رُخِ انور: چمکتا چہرہ ❁ سرِ بزم: محفل میں

ترے انجامِ برتر کا پتا آغاز دیتا تھا
ترا مستقبل روشن تجھے آواز دیتا تھا

(رمزیؔ اٹاوی)

ایامِ طفولیت

میرے محبوب مرشد فداہ ابی و امی و روحی مادرزاد ولی تھے، حضرت والا میں بچپن ہی سے آثارِ ولایت ظاہر ہو گئے تھے۔ حضرت والا نے احقر کو خود یہ واقعہ سنایا کہ ''میرے والد صاحب کا بہ سلسلہ ملازمت جب ضلع سلطان پور میں قیام تھا اس وقت میری عمر تین چار سال تھی اور میری بڑی ہمشیرہ جو اس وقت بچی تھیں، مجھے گود میں اٹھا کر محلہ کی مسجد کے امام جناب حافظ ابوالبرکات صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے دم کروانے لے جاتی تھیں۔ جناب حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ جب میں نے امام صاحب کو دیکھا تو ان کی وضع قطع، لمبا کرتا اور داڑھی مجھے بہت اچھی معلوم ہوئی اور مسجد کے در و دیوار اور مسجد کی زمین کی خاک مجھے بہت اچھی لگی اور مجھے اب تک یاد ہے کہ میں نے مسجد کی زمین کو بوسہ دیا۔

حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ کا آپ کے لئے بچپن میں خاص جملہ

حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مجھے اللہ تعالیٰ کی خوشبو محسوس ہوتی تھی اور دل میں آتا تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے کوئی خاص بندے ہیں۔ جب میں مڈل کلاس میں پڑھ رہا تھا تو ایک دن میں نے ان سے عرض کیا کہ مجھے بیعت کر لیجیے لیکن حافظ صاحب کو مجھ میں نہ جانے کیا نظر آیا، فرمایا کہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے عوام کے لئے مجازِ بیعت بنایا ہے اور آپ عوام میں نہیں ہیں، پھر فرمایا کہ آپ کو کوئی خاص بیعت کرے گا۔''

بچپن میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ پر انعاماتِ الٰہیہ

ترجمۃ المصنف میں حضرت والا تحریر فرماتے ہیں: بتقاضائے غیبی اور اپنے ایک بزرگ حضرت حافظ عبدالولی صاحب مدظلہ العالی (مجازِ صحبت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ) مجازِ بیعت حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی فرمائش سے احقر اپنے اوپر چند خاص خاص انعاماتِ الٰہیہ والطافِ ربانیہ کو اپنے ہی قلم سے تحریر کرتا ہے اور سلف میں حضرت علامہ

عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ سے اس فعل کی سند بھی موجود ہے کہ حضرت علامہ موصوف نے اپنے اوپر مخصوص افضال و عنایاتِ خداوندی کو خود اپنے ہی قلم سے اپنی تصنیف الیواقیت والجواہر کے مقدمہ میں رقم فرمایا ہے جسے میرے شیخ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ احقر کو پڑھ پڑھ کر سنایا کرتے تھے۔حق تعالیٰ اپنی رحمت سے احقر کی اس تحدیثِ نعمت کو میرے حق میں قبول اور امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے نافع فرمائیں۔آمین

اے خدا احسانِ تو اندر شمار

می نتانم با زبانِ صد ہزار (رومیؒ)

(ترجمہ: اے خدا! میں آپ کے احسانات کو ایک لاکھ زبانوں سے بھی شمار نہیں کرسکتا۔)

والد صاحب کا قیام بہ سلسلۂ ملازمت ضلع سلطان پور میں تھا، محلہ کی مسجد کے امام حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ومجازِ بیعت حافظ ابوالبرکات صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔احقر کو مسجد کی محبت میں اس کی خاک اُس وقت بھی اچھی معلوم ہوتی اور حضرت حافظ صاحب مجھے بہت اچھے معلوم ہوتے۔کچھ اور ہوش سنبھالنے کے بعد مجھے نیک بندوں کی محبت اور ان کی وضع قطع سے بہت خوشی ہوتی، ہر مولوی اور حافظ کو دیر تک محبت سے دیکھا کرتا۔ درجہ چار تک اردو تعلیم کے بعد والد صاحب نے احقر کو مڈل اسکول میں داخل کرایا جبکہ احقر نے درخواست کی تھی کہ مجھے دیوبند بھیج دیا جائے۔ناچار درجہ پنجم و ششم و ہفتم تین سال تک سخت مجاہدہ سے دن گذارنے پڑے۔آخری سال تو والد صاحب سے بہت ہی اصرار کیا کہ میرا دل ان تعلیمات میں بالکل نہیں لگتا مگر ان کا اصرار تھا کہ یہ آخری سال ہفتم کا بھی امتحان پاس کرلو۔

بچپن ہی میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا مثنوی شریف سے تعلق

جب احقر ۱۳ سال کا ہوا اسی وقت سے گھر سے دور جنگل کی مسجد میں جا کر عبادت کیا کرتا۔اس وقت والد صاحب ضلع سلطان پور کی ایک تحصیل میں ملازم تھے۔قصبہ کی مسجد کے علاوہ ایک مسجد قصبہ کے باہر تھی۔رمضان شریف میں جب احقر سحری کھا کر اسی وقت مسجد کو نکل جاتا تو والدہ صاحبہ میری صغر سنی کی وجہ سے پریشان ہوتیں اور مجھے منع کرتیں کہ اتنی رات کو اکیلے مت جایا کرو۔اسی دورِ نابالغی ہی میں مثنوی شریف سے شغف شروع ہوا اور فارسی کی تعلیم محض مثنوی شریف سمجھنے کے لئے شروع کردی اور مثنوی شریف کے کچھ اشعار پڑھ پڑھ کر رویا کرتا،کبھی صرف دل اندر اندر روتا اور کبھی آنکھیں بھی رونے میں ہمراہ ہوجاتیں۔بالخصوص یہ دو اشعار احقر بہت ہی درد سے پڑھا کرتا۔

سینہ خواہم شرحہ شرحہ از فراق

تا بگویم شرح از دردِ اشتیاق

ترجمہ: اے خدا میں اپنا سینہ تیری جدائی کے غم سے پارہ پارہ (ٹکڑے ٹکڑے) چاہتا ہوں تاکہ آپ کی محبت کی شرح دردِ اشتیاق سے بیان کروں۔

ہر کرا جامہ ز عشقے چاک شد
او ز حرص و عیب کلی پاک شد

ترجمہ: عشقِ حقیقی کی آگ سے جس کا سینہ چاک ہوگیا، وہ کبر و عجب اور حبِ دنیا اور حبِ جاہ وغیرہ جملہ امراض سے جلد شفایاب ہوگیا۔'' (انتہیٰ کلامہ)

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کم عمری ہی سے تہجد گذار تھے

احقر راقم الحروف میر عشرت جمیل عرض کرتا ہے کہ وہ مسجد بالکل ویرانے میں تھی اور رات کو دور دور تک کوئی انسان نظر نہیں آتا تھا۔ حضرت والا آدھی رات کے بعد اس مسجد میں جا کر تہجد پڑھتے تھے اور فجر تک اللہ تعالیٰ کی یاد میں خوب گریہ وزاری کرتے حالانکہ ابھی بالغ بھی نہیں ہوئے تھے۔ ایک بار آپ کے والد صاحب کے دوستوں میں سے کسی نے آپ کو دیکھ لیا اور ان کو اطلاع دی۔ حضرت والا کے والد صاحب چونکہ سرکاری ملازم تھے اس لئے ان کے دوستوں نے مشورہ دیا کہ سرکاری ملازمت کی وجہ سے لوگ دشمن بھی ہوجاتے ہیں لہٰذا اپنے بیٹے کو رات کو اکیلے مسجد نہ جانے دیں۔ حضرت والا کے والد صاحب نے براہ راست منع نہیں فرمایا بلکہ رات کے آخری حصے میں جب حضرت والا مسجد سے تہجد پڑھ کے نکلے تو والد صاحب مع چند دوستوں کے مسجد کے باہر کھڑے انتظار کر رہے تھے، فرمایا کہ تم میرے ایک ہی بیٹے ہو اور یہاں جنگل میں چور ڈاکو بھی ہوتے ہیں، لوگ دشمن بھی ہوتے ہیں لہٰذا اتنی رات میں یہاں اکیلے مت آیا کرو، گھر میں ہی تہجد پڑھ لیا کرو، اس کے بعد سے حضرت والا گھر پر تہجد پڑھنے لگے۔

بچپن میں نماز کی امامت اور تقویٰ کی فکر کا عالم

گھر سے دور جنگل کی جس مسجد میں آپ جا کر عبادت کیا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی یاد میں رویا کرتے تھے، اس مسجد سے کچھ فاصلے پر مسلمانوں کے چند گھر آباد تھے۔ حضرت والا نے ان کو نماز پڑھنے کی دعوت دی اور ان پر مسلسل محنت کی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے وہ نمازی بن گئے اور مسجد میں اذان اور جماعت ہونے لگی اور لوگ آپ کو بطورِ مزاح اس مسجد کے نمازیوں کا پیر کہنے لگے۔ (حضرت والا کم عمر تھے اور اس فقہی مسئلے کا آپ کو علم نہیں تھا کہ نابالغ کی امامت جائز نہیں اور ایسی تمام نمازیں واجب الاعادہ ہوتی ہیں۔ بڑھاپے میں ایک مرتبہ

اچانک حضرت والا کا ذہن اس مسئلے کی طرف منتقل ہوا تو بہت پریشان ہوئے۔ اہلِ فتاویٰ سے رجوع کیا گیا اور ان کے قول پر حضرت والا نے اُس مسجد کے موجودہ امام صاحب کو ایک خط عام ڈاک سے اور ایک خط رجسٹرڈ ڈاک سے بھجوایا کہ آج سے تقریباً پچاس سال قبل اتنی مدت کے دوران میں نے نابالغی میں یہاں کے رہائشیوں کی امامت کی تھی، ان میں سے کوئی اب بھی حیات ہو تو ان کو بتادیں کہ ایسی تمام نمازیں واجب الاعادہ ہیں اور وہ اپنی نمازیں دہرالیں۔)

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے والد صاحب آپ کو مولوی صاحب کہتے تھے

حضرت والا کے یہ حالات دیکھ کر والد صاحب آپ کا نام لینے کی بجائے آپ کو مولوی صاحب کہنے لگے اور والد صاحب کے دوست بھی حضرت والا کو درویش کہتے تھے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ ’’الحمدللہ! میں نے داڑھی شروع سے رکھی، جب اپنے خاندان اور برادری کی رسومات کو چھوڑا تو سارا خاندان مجھ سے ناراض ہوگیا، سب لوگوں نے باتیں بنائیں لیکن اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ جب میں ۱۹۷۶ء میں پاکستان سے اپنی برادری میں گیا تو میرا وعظ سن کر ہر شخص مجھ سے دعا کے لئے کہہ رہا تھا۔ ان لوگوں نے اپنے بڑے بڑے زمینداروں کی ایسی عزت نہیں کی جیسی اس ملّا کی عزت کی۔ میں نے کہا کہ دوستو! ایک دن وہ تھا جب تم نے ہمیں اپنے خاندان سے نکال دیا تھا، لیکن ہم اللہ کو راضی رکھے رہے اور اللہ والوں کی جوتیاں اٹھانے کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہمت دی، آج آپ ہم سے دعا کروارہے ہو، آج آپ لوگ بھی سمجھ گئے کہ حق کس طرف تھا۔‘‘

بچپن ہی میں نامحرم عورتوں سے پردہ کا اہتمام

حضرت والا کے بھانجے محمد احمد صاحب نے بتایا کہ اسی بچپن کے زمانے میں حضرت والا نے نامحرم عورتوں سے پردہ شروع کردیا تھا۔ جب کوئی عورت آتی تو حضرت دوسرے کمرے میں چلے جاتے۔ حضرت کی والدہ صاحبہ کی خدمت میں ایک ہندو عورت آیا کرتی تھی جو پڑوس ہی میں رہتی تھی، ایک بار اس نے حضرت کے متعلق پوچھا کہ بھیا کہاں ہیں؟ حضرت کی والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ وہ عورتوں سے پردہ کرتے ہیں تو اس عورت نے کہا کہ اتنا چھوٹا بچہ اور ابھی سے پردہ کرتا ہے! میں اس کا پردہ ختم کراؤں گی۔ بس جب حضرت مسجد سے نماز پڑھ کر گھر واپس آرہے تھے تو اس عورت نے دیوار کی آڑ لے کر بہانے سے کہا کہ بیٹا! ذرا یہ خط پڑھ کر سنادو۔ جب حضرت نے خط لینا چاہا تو اس نے ہاتھ پکڑ لیا اور کہا ’’کاہے پردہ کرتے ہو ابھی تو بچے ہو‘‘ حضرت اس سے ہاتھ چھڑا کر روتے ہوئے اپنی اماں کے پاس آئے اور والدہ صاحبہ سے کہا کہ اب میں گھر سے باہر نہیں جاؤں گا۔

بچپن میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی دینی فہم کا ایک واقعہ

حضرت والا کے بھانجے محمد احمد صاحب نے یہ واقعہ سنایا جواُن کی والدہ صاحبہ (یعنی حضرت والا کی ہمشیرہ) نے ان کو سنایا تھا کہ ہماری دادی مُردوں کو ایصال ثواب کے لئے فاتحہ دیا کرتی تھیں اور مسجد کے مؤذن کو بلا کر فاتحہ دلواتی تھیں اوراس کو کھانا بھی دیتی تھیں۔ حضرت والا اگر چہ اس وقت بچے تھے لیکن دادی کو منع کرتے تھے کہ فاتحہ نہ دیا کریں لیکن وہ نہیں مانتی تھیں۔ ایک بار جب انہوں نے کھانا پکا کر مؤذن کو فاتحہ کے لئے بلایا تو حضرت والا نے دادی سے کہا کہ ''یہ مؤذن ثواب اپنے مُردوں کو پہنچاتا ہے، آپ کے مُردوں کو نہیں پہنچاتا، اس لئے آپ کا سارا کھانا بیکار جاتا ہے۔'' یہ سن کر دادی نے اسے بھگا دیا اور گھر سے یہ بدعت ہمیشہ کو ختم ہوگئی۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ چھوٹے تھے جب سے ہی اللہ کے لئے بے قرار تھے

حضرت والا نے فرمایا کہ جب میں ذرا اور بڑا ہوا تو قلب خدائے تعالیٰ کے لئے بے چین رہنے لگا، رات کی تنہائیوں میں آسمان اور چاند ستاروں کو دیکھ کر مجھے بہت سکون ملتا اور دیر تک محبوبِ حقیقی کی یاد میں مشغول رہتا۔ کبھی آسمان کی طرف دیکھ کر حق تعالیٰ سے عرض کرتا۔

اپنے ملنے کا پتا کوئی نشاں
تُو بتادے مجھ کو اے ربِ جہاں

(پانچ سال کی عمر میں جب کہ بچوں کو کھیل کود کے علاوہ کسی چیز کا ہوش نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ کی طرف جذب محسوس ہونا اور دل کا اللہ کی محبت میں بے قرار ہونا، یہ دلیل ہے کہ حضرت والا اولیائے اخص الخواص میں تھے اور مادرزاد ولی تھے، ماں کی گود سے ہی آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف جذب تھا۔ از جامع)

ترجمۃ المصنف میں حضرت والا تحریر فرماتے ہیں: احقر ایامِ طفولیت ہی سے اپنی روح میں حق تعالیٰ کی طرف ایک خاص جذب محسوس کرتا تھا اور دل کو دنیا سے اچاٹ پاتا تھا۔

نہ میں دیوانہ ہوں اصغرؔ نہ مجھ کو ذوقِ عریانی
کوئی کھینچے لئے جاتا ہے خود جیب وگریباں کو

عشقِ خود در جانِ ما کاریدہ اند
نافِ ما بر مہرِ خود ببریدہ اند

حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اپنی محبت کا بیج میری جان میں بو دیا ہے اور اپنی محبت کے شرطِ ایفاء پر مجھے وجود بخشا ہے۔ احقر کو رات کی تنہائیوں میں آسمان کی طرف نظر کرنے اور چاند ستاروں کے مناظر سے بہت سکون ملتا اور ان مصنوعات سے صانعِ حقیقی کی یاد میں دیر تک مشغول رہتا اور پھر تھک کر سو جاتا۔ میری اس کیفیت پر حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی دامت برکاتہم کا یہ شعر صحیح ترجمان ہے ؎

ان کے جلووں کی رنگیں بہاریں
دیکھتے دیکھتے سو گئے ہم

کم عمری ہی سے شیخِ کامل کی جستجو میں بے چینی

احقر الٰہ آباد میں اپنی پھوپھی صاحبہ کے یہاں حسن منزل میں رہتا تھا۔ اس محلہ سے تقریباً ایک میل پر کچھ صحرا سا تھا اور وہاں ایک مسجد تھی جو جنوں کی مسجد مشہور تھی۔ اسی مسجد میں گاہ گاہ حاضر ہوتا اور مناجاتِ مقبول ہمراہ لے جاتا (زمانۂ تعلیمِ طب میں تعطیل کے دن اور کبھی شام کو بعد عصر) اس مسجد میں خوب تنہائی کا موقع پا کر اپنے رب سے دونوں جہاں کا دُکھڑا رو لیا کرتا ؎

دونوں جہاں کا دُکھڑا مجذوبؔ رو چکا ہے
اب اس پہ فضل کرنا یارب ہے کام تیرا

۱۲ سال کی عمر ہی سے شیخِ کامل کی تلاش میں بے چین رہتا تھا اور اس طلب و دُھن میں ہر فقیر و دُرویش صورت کے پاس پہنچتا مگر تسلی نہ ہوتی اور قلب میں تلاشِ حق کی بے چینی بڑھتی جاتی تھی۔ (انتہیٰ کلامہ)

❁ ❁

از کلام حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

صَبائے بطحا غموں سے پُر ہے، فَضائے اقصیٰ بھی دُکھ بھری ہے
اب ایک مدت سے حال یہ ہے، اثر کو آہیں ترس رہی ہیں
نفیسؔ کیسا یہ وقت آیا، سلوک و احساں کے سلسلوں پر
جہاں مشائخ کی رونقیں تھیں، وہ خانقاہیں ترس رہی ہیں

دوسرا باب

حصولِ علم

(درسِ نظامی، فارسی اور طب کی تعلیم)

ابتدائی فارسی تعلیم اور تحصیل طبِ یونانی

مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ سے والہانہ شغف

احقر جامع عرض کرتا ہے کہ حضرت والا کے قرآن شریف پڑھانے کے استاد بہت خوش الحان تھے، بڑی ہی دردناک آواز میں مثنوی پڑھتے تھے۔ قرآن پاک پڑھنے کے بعد حضرت والا ان سے درخواست کرتے تھے کہ کچھ مثنوی شریف سنائیں۔ وہ بہت پرسوز آواز سے مثنوی پڑھتے تو دل اللہ کی محبت میں تڑپ جاتا۔ اسی وقت سے مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت والا کو بے پناہ محبت ہوگئی تھی اور مثنوی شریف سمجھنے کے شوق میں فارسی تعلیم شروع کردی تھی۔ حضرت والا اکثر فرماتے کہ میرے شیخِ اول تو مولانا رومی ہیں جن سے میرے قلبِ مضطر کو بہت تسکین ملی اور اللہ تعالیٰ کی محبت کا درد، اولاً مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ سے ہی مجھے حاصل ہوا۔

مثنوی سننے کے لالچ میں استاد کی خدمت گذاری

ترجمۃ المصنف میں حضرت والا تحریر فرماتے ہیں: جب احقر ۱۳ سال کا ہوکر چودھویں سال میں داخل ہوا تو قلب خدائے تعالیٰ کے لئے بے چین رہنے لگا۔ اچھی آواز سے اشعار سننے کا شوق ہوتا اور اس غرض سے اپنے استاد سے درخواست کرتا تو موصوف قرآن شریف پڑھانے کے بعد بڑی ہی دردناک آواز میں مثنوی پڑھ کر میرے قلب کو تڑپا دیتے۔ استاد صاحب احقر ہی کے یہاں کھانا کھاتے اور احقر پر بہت ہی شفقت فرماتے۔ مثنوی سننے کی لالچ میں احقر موصوف کی بہت خدمت کیا کرتا۔

طبیہ کالج الٰہ آباد میں داخلہ

درجہ ہفتم پاس کرنے کے بعد والد صاحب کا تبادلہ پھر ضلع سلطان پور ہوگیا اور وہاں احقر نے جامع مسجد کے خطیب مولانا قاری صدیق صاحب سے فارسی شروع کی۔ کریما مکمل اور گلستاں کے کچھ باب پڑھ کر احقر نے پھر دیوبند جانے کی اجازت چاہی مگر والد صاحب نے میری مرضی کے خلاف طبیہ کالج الٰہ آباد میں داخل کرادیا اور فرمایا طب سے فارغ ہوکر عربی شروع کرنا۔ بڑی مشکل سے پھر یہ دن گذارنے پڑے۔ اس وقت الٰہ آباد میں حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مولانا سراج احمد صاحب امروہوی رحمۃ اللہ علیہ اسٹیشن کے قریب عبداللہ والی مسجد میں درسِ تفسیر دیا کرتے تھے، احقر وہاں حاضری دیا کرتا۔ اُسی زمانے میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک وعظ راحت القلوب ہاتھ لگ گیا۔ اس کے مطالعہ نے میری بڑی رہبری کی اور صحیح راہ دکھادی۔

فارسی کے استاد کا ادب اور اس کے ثمرات

حضرت والا نے فرمایا کہ ''بہت بعد میں جب حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق ہوا اور حضرت کے مدرسہ بیت العلوم میں داخلہ لیا تو فارسی باقاعدہ درسگاہ میں پڑھی۔'' مدرسہ میں فارسی کے استاد حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت اور تہجد گذار تھے، ان سے ہی حضرت والا نے فارسی پڑھی لیکن وہ بہت تیز بولتے تھے جو طلبا کی سمجھ میں نہیں آتا تھا اور طلبا ان کی شکایت کرتے تھے، بہت سے ان کو چھوڑ کر چلے گئے لیکن حضرت والا اپنے ساتھیوں سے فرماتے تھے کہ شکایت مت کرو، استاد کا ادب کرو، جو ملنا ہے اسی میں مل جائے گا، ایک صاحبِ نسبت کی شکایت نہ کرو کہ یہ تیز بولتے ہیں، جیسے بولیں بولنے دو، بعد میں آپس میں تکرار کر کے سمجھ لیا کرو، حاشیہ دیکھ لو۔ بہرحال! حضرت والا نے ان سے ہی فارسی پڑھی اور ادب کی وجہ سے کبھی ان کی شکایت نہیں کی، اس کی برکت ہے کہ جب حضرت والا نے معارفِ مثنوی لکھی اور ہندوستان تشریف لے گئے اور اپنے استاد کی خدمت میں معارفِ مثنوی پیش کی تو انہوں نے فرمایا کہ ''کیا میرے علاوہ بھی تم نے کسی سے فارسی پڑھی ہے؟'' حضرت والا نے عرض کیا کہ ''نہیں حضرت! آپ کے بعد کسی سے نہیں پڑھی۔''

طب میں حکیم اجمل خان کی سند کے مساوی سند

حضرت والا نے فرمایا کہ الٰہ آباد طبیہ کالج میں میرے ایک استاد تھے، حکیم عثمانی صاحب جنہیں شفاء الملک کا خطاب ملا تھا۔ لمبا قد، خوب صحت مند، موٹی موٹی بہت خوبصورت آنکھیں۔ ایسا حسین آدمی میں نے زندگی میں نہیں دیکھا لیکن پھر ان کے چہرے پر لقوہ ہو گیا تھا اور منہ ٹیڑھا ہو گیا، سب حسن ختم ہو گیا۔ ان کا حسن بھی دیکھا اور حسن کا زوال بھی دیکھا۔ وہ خواتین سے پردے کے پیچھے سے اپنا ہاتھ دے کر کہتے تھے کہ بی بی! میرا ہاتھ تم خود اپنی نبض پر رکھ لو، اس کا ہاتھ بھی نہیں دیکھتے تھے، کیا تقویٰ تھا اور کیسی شفاء تھی۔ حضرت والا طب کی سند میں ایک واسطہ سے حکیم اجمل خان مرحوم کے شاگرد ہیں۔

طب کی تعلیم دلانے میں والد صاحب کی عمدہ فہم

حضرت والا نے فرمایا کہ طبیہ کالج میں داخلہ اس وقت مجھے بہت گراں گذرا تھا لیکن میرے والد صاحب نے فرمایا تھا کہ میں تمہیں طب کی تعلیم اس لئے دلوا رہا ہوں تاکہ دین تمہارا ذریعہ معاش نہ ہو اور دین کی خدمت تم صرف اللہ کے لئے کرو۔ آج والد صاحب کے لئے دل سے دعائیں نکلتی ہیں کہ واقعی اس سے بہت فائدہ ہوا کہ آج کوئی کسی قسم کا الزام نہیں لگا سکتا کیونکہ میرا اپنا دواخانہ اور اپنا کتب خانہ ہے۔ والد صاحب نے بہت ہی سمجھ کی بات فرمائی،

یہ انہوں نے مجھ پر بڑا احسان کیا۔ طب پڑھنے کا دوسرا فائدہ یہ ہوا کہ مجھے یہ اندازہ ہوگیا کہ اپنے احباب کو کس قدر وظیفہ اور ذکر بتایا جائے کہ جس سے وہ غیر معتدل نہ ہوں کیونکہ آج کل اکثر لوگ اعصابی دباؤ اور ڈپریشن میں مبتلا ہیں۔ لہٰذا میں مختصر ذکر بتاتا ہوں کیونکہ ولایت کثرتِ ذکر پر نہیں گناہوں سے بچنے پر موقوف ہے۔

ایک حادثہ جو اللہ والوں کا دامن تھامنے کا سبب بنا

الٰہ آباد میں زمانہ طالب علمی کے حالات بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جب میں الٰہ آباد کے طبیہ کالج میں پڑھتا تھا تو میرے محلے کا نام حسن منزل تھا، اس محلے سے میرا ایک ساتھی بھی تھا۔ حسن منزل سے ہمت گنج جہاں کالج تھا، وہاں تک دو میل کا فاصلہ تھا، راستے میں خسرو باغ سے ہوتے ہوئے جانا پڑتا تھا۔ تین برس تک روزانہ اس ساتھی کے ساتھ صبح جانا اور عصر کے وقت واپس آنا ہوتا تھا۔ اس وقت ہم دونوں کی عمر بیس برس بھی نہ تھی۔ گرمیوں کی چھٹیوں میں مَیں اپنے وطن ضلع پرتاب گڑھ گیا۔ جب وطن سے واپس آیا تو اپنے اُس ساتھی کے گھر گیا اور دروازہ کھٹکھٹایا کہ میرے ساتھی کو کالج جانے کے لئے بھیج دیں۔ اس کی بوڑھی ماں روتی ہوئی دروازے کے پیچھے آئی اور کہا کہ تمہارا ساتھی تو قبر میں پہنچ گیا، اب اس کو ملنے گھر نہ آنا، ایک ہفتے کی بیماری میں وہ ختم ہوگیا۔ اس ساتھی کی موت سے میرے دل کو چوٹ لگی اور وہی چوٹ سبب بن گئی میری بیعت کا کہ جلدی سے کسی اللہ والے کا دامن پکڑ لو ورنہ زندگی کا کچھ بھروسہ نہیں۔ بس اللہ والوں کی کشتی ایسی ہے کہ جس میں بیٹھ کر انسان گمراہی کے طوفانوں سے تحفظ، نجات اور حفاظت پاسکتا ہے۔

والد صاحب کا سانحۂ وفات

طبیہ کالج کے آخری سال، امتحانات کے زمانے میں حضرت والا کے والد صاحب کو مرض الموت لاحق ہوا لیکن انہوں نے منع فرمادیا کہ میرے بیٹے کو اطلاع نہ کرنا ورنہ وہ پریشانی میں امتحان نہ دے سکے گا، یہاں تک کہ اسی بیماری میں والد صاحب کی رحلت ہوگئی۔ ایسے شفیق والد جنہوں نے حضرت والا کو بہت نازونعمت میں پالا تھا، ان کی جدائی پر حضرت کو کتنا غم ہوا ہوگا! اس کی کیفیت خود حضرت والا یوں ترجمۃ المصنف میں بیان فرماتے ہیں:

''احقر جب ۱۷ سال کا ہوا اور طبیہ کالج کا آخری امتحان کا آخری پرچہ لکھ کر شام کو قیام گاہ پر آیا تو گھر کا خط ملا جس میں میرے والد صاحب کا سایہ میرے سر سے اٹھ جانے کی خبر تھی، قلب کو بہت سخت صدمہ ہوا۔ گھر کے سامنے قبرستان تھا، قبروں کو نگاہِ عبرت سے دیکھا اور دل کو سمجھایا کہ ایک دن تجھے بھی اسی مسکن میں دفن ہونا ہے اور حق تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنا ہی عین عبدیت ہے۔''

مَنْ خَرَجَ فِیْ طَلَبِ الْعِلْمِ کَانَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ حَتّٰی یَرْجِعَ۔ (ترمذی شریف)

ترجمہ: جو علمِ دین کی طلب میں گھر سے نکلا تو وہ اُس شخص کی مانند ہے جو جہاد کے لئے نکلا، یہاں تک کہ گھر لوٹ آئے۔

تحصیل علومِ دینیہ

قطب العالم حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث کی سند

حضرت والا کے والد صاحب آپ کو بچپن ہی سے مولوی صاحب کہتے تھے حالانکہ آپ ابھی اسکول میں پڑھتے تھے، حضرت والا فرماتے تھے کہ صرف نماز پڑھنے کی وجہ سے میرے ابّا مجھے مولوی صاحب کہتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کی زبان مبارک کردی اور مجھے عربی کے دو حرف پڑھوا دیئے۔ حضرت والا نے عربی درسیات کی تعلیم اپنے شیخ کے مدرسہ بیت العلوم ہی میں حاصل کی، مشکوٰۃ شریف ۱۹۵۰ء کی دہائی میں پڑھی اور اس سے اگلے سال بخاری شریف اپنے شیخ مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی جو ایک واسطے سے قطب العالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ (حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے استاد مولانا ماجد علی جونپوری رحمۃ اللہ علیہ حضرت قطب العالم مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ اس طرح ہمارے حضرت والا صرف دو واسطوں سے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں۔ حضرت والا فرماتے تھے کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے اتنی قریبی سند اس زمانے میں شاید ہی کسی کو حاصل ہو۔)

گمنام مدرسہ میں پڑھنے کی وجہ

حضرت والا نے فرمایا کہ جب میں بیت العلوم میں پڑھنے آیا تو بہت سے بڑے مدارس کے طلباء نے مجھ سے کہا کہ تم کہاں گمنام جگہ پڑھنے جا رہے ہو؟ میں نے کہا مجھے گمنام مدرسے ہی میں پڑھنا ہے کیونکہ میرا مقصود مدرسہ نہیں ہے، میں اپنے شیخ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اصلاحِ نفس اور تزکیۂ نفس کی نیت سے آیا ہوں، ان کے طفیل میں جو علم مجھے حاصل ہو جائے گا میں اسی پر قناعت کروں گا کیونکہ میرے نزدیک عالم، حافظ، قاری ہونا یہ فرضِ کفایہ ہے لیکن اپنی اصلاح کرانا، تقویٰ اختیار کرنا، اللہ والا بننا، خدا کے خوف سے ہر وقت لرزاں و ترساں رہنا اور گناہوں سے اپنی زندگی کو خدا کے غضب و قہر میں ملوث نہ کرنا، یہ فرضِ عین ہے۔ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے صدقے اور طفیل میں، مَیں اللہ کی محبت سیکھنے جا رہا ہوں اور درجہ اوّلی میرے نزدیک یہ ہے۔ درجہ ثانوی یہ ہے کہ

حضرت کا مدرسہ بھی ہے، وہاں پڑھوں گا اور علمِ دین بھی حاصل کروں گا اور اپنی اصلاح بھی کراؤں گا، اس لئے میں حضرت کو چھوڑ کر دیوبند نہیں جاؤں گا۔ ساتھیوں نے میرا مذاق اڑایا کہ ہماری سندوں میں فاضلِ دیوبند لکھا ہوگا اور تمہاری سند میں فاضلِ بیت العلوم لکھا ہوگا اور بیت العلوم کو کون جانتا ہے؟ میں نے کہا کہ فاضلِ دیوبند کہلانے کے لئے علم حاصل نہیں کررہا ہوں اللہ کی محبت سیکھنے کے لئے کررہا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ فاضلِ دیوبند لکھا ہوگا تو بہت عزت ملے گی۔ میں نے کہا کہ میں عزت کے لئے نہیں پڑھوں گا بلکہ رب العزت کے لئے پڑھوں گا۔ (حضرت والا کی اس طلب واخلاص وفنائیت کی برکت تھی کہ بڑے بڑے فضلائے دیوبند حضرت والا کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے، جو حضرت والا کے ارشادات کو نوٹ کرتے تھے اور تسلیم کرتے تھے کہ حضرت والا کی زبانِ مبارک سے جو علوم ہم نے سنے وہ نہ ہم نے کہیں پڑھے نہ سنے۔ جامع)

شیخ کے مدرسے میں طالبِ علمی کے مجاہدات

حضرت والا نے فرمایا کہ جب میں نے مدرسہ بیت العلوم میں پڑھنا شروع کیا تو مدرسہ انتہائی غریب تھا، ناشتہ تو دور کی بات ہفتہ میں صرف ایک دن گوشت ملتا تھا اور ایک دن سبزی، باقی دن دال اور دال بھی ایسی پتلی کہ مدرسے کے طلباء کہتے تھے کہ اس سے وضو کرنا جائز ہے، آج کل تو ماشاء اللہ مدارس میں طلباء کو بوٹیوں سے بھری پلیٹ ملتی ہے، آج زمانہ بدل گیا ہے، پہلے تو گوشت کھانے کو نہیں ملتا تھا اور آج طلباء کہتے ہیں کہ ہم گوشت کھاتے کھاتے تنگ آگئے، اب دال کھلاؤ۔ ہم لوگ بغیر ناشتہ چائے، کبھی چار کبھی آٹھ سبق پڑھتے تھے، اب آپ سمجھئے کہ صبح سے بارہ بجے تک خالی پیٹ کتنا مجاہدہ رہا ہوگا؟ بارہ بجے تک معدہ گرم ہوجاتا تھا اور دماغ بھی گرم ہوجاتا تھا، بھوک سے معدہ گرم اور چار چار موٹی موٹی کتابیں پڑھنے سے دماغ گرم؛ اسبابِ گرمی الگ الگ تھے، معدے کا سببِ گرمی بھوک تھی اور دماغ کی گرمی کا سبب کتابیں پڑھنا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ جو زیادہ پاپڑ بیلتا ہے یعنی مجاہدے کرتا ہے اس کو دردبھرا دل بھی عطا ہوتا ہے۔ اب میں شکر ادا کرتا ہوں کہ ایسے مدرسہ میں پڑھا جس میں نہ ناشتہ ملتا تھا نہ گوشت۔

طالب علمی کی محنتیں اور لذتِ قربِ خدا

ایک مرتبہ مولانا سجاد صاحب نے اختر کے لئے تقریر میں وہاں کہا ''بیت العلوم کا یہ وہ طالب علم ہے جس نے کبھی کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلائے'' لیکن میں آج اس تربیت پر اور ان مجاہدات پر شکر ادا کرتا ہوں کہ اے میرے پالنے والے اللہ! تیری ادائے محبوبیت پر اختر فدا ہے۔ جوانی میں مال و دولت آجائے اور شہوات اور

نفسانیت کی طغیانی ہوتو کیا ہوگا؟ بیت الخلاء کی کھڈیاں بھی ایسی تھیں کہ ہر کھڈی میں ڈیڑھ ڈیڑھ من پاخانہ نظر آتا تھا، اندر جاتے ہی کم سے کم پانچ ہزار مکھیاں حملہ کرتی تھیں، اور اگر دور جاتے تھے تو بہت وقت لگتا تھا لیکن اللہ والوں کی برکت سے، میرے پیرومرشد شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تعلق کی برکت سے یہ تکالیف کوئی خاص محسوس نہیں ہوتی تھیں۔ یوں سمجھو! ہمارا ناشتۂ روحانی مناجاتِ مقبول سے، اشراق سے، ذکراللہ سے اور تلاوتِ قرآن سے ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے علم کی مٹھاس، حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی محبت کے صدقے میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور اساتذہ کا ادب ان چیزوں نے مل کر میری زندگی کو لذیذ کر رکھا تھا، مجھے کبھی خیال بھی نہیں آیا کہ یہاں کیا مجاہدہ ہے؟

اپنے اساتذہ کرام کو حضرت والا کا عاشقانہ جواب

حضرت والا نے فرمایا کہ اختر کو اللہ تعالیٰ نے ۱۲ سال توفیقِ رفاقتِ شیخ کی عطا فرمائی، بارہ سال تقریباً کہہ رہا ہوں ورنہ پڑھنے کا زمانہ الگ ہے۔ مدرسہ سرائے میر میں جب پڑھتا تھا تو بھی ہماری طالبِ علمی بدنام تھی کہ یہ تو بس پیری مریدی کے چکر میں ہے، جہاں یکّہ سے حضرت پہنچے تو بس سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر حضرت کی خدمت میں پہنچ جاتا تھا، جو لفظ ارشاد فرماتے سب نوٹ کرتا تھا، جہاں مدرسہ سے چھٹی ملی خانقاہ بھاگ آتا تھا۔ بعض اساتذہ نے ناراض ہوکر کہا کہ تم کیسے طالب علم ہو؟ تمہیں کیا علم آئے گا؟ میں نے ادب سے عرض کیا کہ میں تو گھر سے پھولپور آیا ہی بابا کی وجہ سے ہوں کہ یہاں مجھے علمِ دین کے ساتھ ایک اللہ والے کی صحبت بھی ملے گی، اگر صرف پڑھنا مقصود ہوتا تو دیوبند اور دوسرے مدرسے بہت تھے، وہاں چلا جاتا، میں تو قطب سے پڑھنے کی نیت سے آیا ہوں۔ پھر ان حضرات نے بھی کہنا چھوڑ دیا کہ اس کو کوئی کیا سمجھائے۔ ہر جمعرات کو اپنے پیر کے ہاں چلا جاتا تھا۔ پانچ میل پیدل، سردی میں رضائی گدا سر پر، پیدل اس لئے کیونکہ کرایہ نہیں ہوتا تھا، طالب علمی میں کہاں اتنا پیسہ ہوتا ہے۔ جمعرات کو گیا، جمعہ کو حضرت کو غسل کرایا، حضرت کی خدمت کی اور اس کے بعد تقریر سنی اور صبح پھر مدرسہ آگیا۔ شادی کے بعد جب اپنی سسرال کوٹلہ سے حاضر ہوتا تھا تو وہ تقریباً ۲۰ میل کا فاصلہ ہے، کوٹلہ سے پھولپور سائیکل پر آتا تھا۔

حضرت والا کی علمی کرامت

لیکن ایک مرتبہ اساتذہ نے کہا کہ سب طلباء عربی میں مضمون لکھیں تو بخاری پڑھنے والوں نے بھی لکھا، ہدایہ والوں نے بھی لکھا، میں شرح وقایہ پڑھ رہا تھا میں نے بھی لکھا۔ میرا مضمون پینتیس صفحہ کا تھا، عربی میں لکھنا آسان نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی توفیق سے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک وعظ محاسنِ اسلام میں نے پڑھا ہوا تھا، بس

اس کو یاد کر کر کے میں نے خوب اس کی عربی بنا بنا کر لکھ دی، ماشاء اللہ۔ جب میں نے پڑھ کر سنایا تو میرے استاذ مولانا عبدالقیوم صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ اختر کے اندر مولانا شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کوئی کرامت ہے، جتنے اوپر والے درجے کے تھے ان کا بھی ایسا مضمون نہیں۔

طالب علمی اور ''حکیم'' اختر

حضرت والا نے فرمایا کہ میرے شیخ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ مجھے ''میاں اختر'' کہتے تھے، جب میرے شیخ میرا نام لیتے تھے تو مجھے بہت مزہ آتا تھا۔ جس سے محبت ہوتی ہے اگر وہ نام لے تو اس کے نام لینے میں بھی مزہ آتا ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت اُبی ابن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''اے اُبی ابن کعب! مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں تیرے اوپر سورۂ بینہ کی تلاوت کروں۔'' عرض کیا: ''یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کیا اللہ تعالیٰ نے ہمارا نام بھی لیا ہے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ہاں! اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام بھی لیا ہے۔'' حضرت اُبی ابن کعب خوشی کے مارے رونے لگے۔ کبھی حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ مجھے اس طرح مخاطب فرماتے تھے: ''حکیم اختر''۔ کیونکہ میں نے حکیمی پڑھ کر پھر میزان منشعب اور صرف و نحو شروع کیا تھا۔ جب میں نے عربی پڑھنا شروع کی تو تمام اساتذہ اور طلباء میں میرا نام ''حکیم صاحب'' پہلے ہی مشہور تھا اور پڑھائی کے دوران ہی مریض مجھ سے علاج بھی کرواتے تھے، اللہ تعالیٰ نے مدرسے میں ایک رعب اور عزت عطا فرمائی تھی۔

منفرد سب سے ہمارے حضرتِ والا کا رنگ

ہم نے دیکھے ہیں مشائخ اور بھی جگ میں مگر
منفرد سب سے ہمارے حضرتِ والا کا رنگ
روح رہتی ہے طوافِ کوچۂ جاناں میں گم
ہم زمیں پر دیکھتے ہیں عالمِ بالا کا رنگ

از کلام حضرت مولانا اثر صاحب دامت برکاتہم

تیسرا باب

حضرت والا کی اہلیہ محترمہ (پیرانی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا) اور دیگر اہلِ خانہ

حضرت والا کی اہلیہ (پیرانی صاحبہ) رحمۃ اللہ علیہا و دیگر اہلِ خانہ

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا نکاح

حضرت والا نے اپنا نکاح اپنے آبائی وطن میں نہیں فرمایا۔ ارشاد فرمایا کہ ''میں نے شادی اپنے خاندان میں نہیں کی، میں شیخ کی صحبت کی لالچ میں تھا۔ میں پرتاب گڑھ، الٰہ آباد کے قریب کا رہنے والا ہوں لیکن میں نے اعظم گڑھ میں اس لئے شادی کی کہ میرا شیخ اعظم گڑھ میں ہے جہاں سے میری سسرال کا صرف اٹھارہ میل کا فاصلہ تھا، جب چاہا پہنچ گئے، اگر میں اپنے وطن میں نکاح کرتا تو شیخ سے دور ہوجاتا کیونکہ میرا وطن پھولپور سے بہت دور تھا، جب بار بار وہاں جانا پڑتا تو بار بار شیخ سے جدا ہونا پڑتا جو مجھے گوارا نہ تھا۔''

حضرت پیرانی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا کی دین داری

حضرت والا کی اہلیہ صاحبہ بہت صاحبِ نسبت، بڑی اللہ والی تھیں۔ حضرت والا کے شیخ حضرت مولانا شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت والا کے لئے فرمایا تھا کہ ''یہ تو صاحبِ نسبت ہیں ہی، لیکن ان کی گھر میں بھی صاحبِ نسبت ہیں۔'' حضرت والا نے بتایا کہ ''میری شادی بہت سستی ہوئی تھی، صرف دو سو روپے میں ہوئی تھی۔ معمولی سا ایک جوڑا کپڑا دیا اور آپ لوگوں کو تعجب ہوگا کہ خود اختر نے اپنا نکاح پڑھا کیونکہ اس گاؤں میں کوئی مولوی نہیں تھا۔ میں نے خود خطبہ پڑھا اور گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول کرلیا۔'' حضرت والا نے نکاح پھولپور کے قریب ایک گاؤں کوٹلہ میں ایسی خاتون سے جو عمر میں آپ سے بڑی تھیں محض اس لئے کیا کہ ان کے تقویٰ، دین داری اور بزرگی کا پورے گاؤں میں شہرہ تھا۔ اہلیہ صاحبہ بھی ایسی ملیں جنہوں نے حضرت والا کو اپنے شیخ کے ساتھ ساری زندگی رہنے دیا۔ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے ''جب گھر میں داخل ہوتا تو اکثر وبیشتر تلاوت کرتی ہوتیں۔ آخری عمر میں بہت بیمار رہتی تھیں لیکن نماز، ذکر وتلاوت میں کمی نہ کرتیں، میں کہتا بھی کہ نفلی عبادت کچھ کم کردیں تو ہنس کر خاموش ہوجاتیں۔''

حضرت پیرانی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا کی وفاداری

حضرت والا نے فرمایا کہ ''شیخ کی صحبت میں مدتِ طویلہ تک رہنا ان کی وجہ سے ہی ممکن ہوا، حضرت شیخ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ میرا شدید والہانہ تعلق دیکھ کر اہلیہ (حضرت پیرانی صاحبہ) نے شروع ہی میں خوشی سے اجازت دے دی تھی کہ آپ جب تک چاہیں شیخ کی خدمت میں رہیں ہمیں کوئی اعتراض نہ ہوگا، ہماری طرف سے آپ پر کوئی پابندی نہیں۔ وہ ہمیشہ دین میں میری معین رہیں اور ابتداء ہی سے مجھ سے کہا کہ ہم ہمیشہ آپ کا

ساتھ دیں گے، آپ جو کھلائیں گے کھالیں گے، جو پہنائیں گے پہن لیں گے، اگر آپ فاقہ کریں گے ہم بھی فاقہ کریں گے، آپ جنگل میں رہیں گے تو ہم بھی جنگل میں رہیں گے، آپ سے کبھی کوئی فرمائش یا مطالبہ نہیں کریں گے اور کبھی آپ کو پریشان نہیں کریں گے۔ انہوں نے اس عہد کو پورا کر دکھایا اور زندگی بھر کسی چیز کی فرمائش نہیں کی، نہ زیور کی، نہ کپڑے کی، نہ مال کی، دنیا کی محبت ان میں تھی ہی نہیں، جانتی ہی نہ تھیں کہ دنیا کس چیز کا نام ہے۔''

حضرت پیرانی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا۔ تسلیم و رضا کا پیکر

۱۹۶۰ء میں حضرت والا نے اپنے شیخ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ پاکستان ہجرت کی لیکن اپنے اہلِ خانہ کو ساتھ نہ لا سکے کیونکہ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کا ابھی مستقل قیام کا ارادہ نہ تھا، کچھ عرصے بعد تھوڑے دن کے لئے ہندوستان واپس جانا تھا لیکن بعض حالات کی وجہ سے حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ واپس نہ جا سکے اور پاکستان میں ایک سال قیام کرنا پڑ گیا لہٰذا حضرت والا بھی شیخ کے ساتھ پاکستان رہے۔ حضرت والا قلتِ وسائل کی وجہ سے ایک سال تک نہ بال بچوں کو پاکستان بلا سکے اور نہ خود جا سکے۔ یہ ایک سال حضرت پیرانی صاحبہ نے بڑے مجاہدے میں گذارا لیکن کبھی شکایت لکھ کر نہیں بھیجی۔ ان کی حیا اور پردہ کا یہ عالم تھا کہ کبھی گھر سے باہر نہیں نکلیں۔ اسی زمانے میں حضرت کے فرزند مولانا مظہر میاں جو اس وقت بچے تھے سخت بیمار ہو گئے، حضرت والا نے بتایا کہ اتنے سخت بیمار ہوئے کہ سر کے سارے بال بیماری میں جھڑ گئے تھے، بس ایک خط میں بچہ کی شدید علالت کا تذکرہ کیا اور دعا کے لئے عرض کیا، واپسی کا مطالبہ اور شکایت پھر بھی نہ لکھی ؎

گذر گئی جو گذرنا تھی دل پہ پھر بھی مگر
جو تری مرضی کے بندے تھے لب ہلا نہ سکے

حضرت پیرانی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا کی وفات پر غم کے تاثرات

حضرت والا نے حضرت پیرانی صاحبہ کے انتقال کے بعد فرمایا کہ ''۱۹ رشعبان المعظم ۱۴۱۹ھ مطابق ۹ دسمبر ۱۹۹۸ء بروز بدھ پونے دس بجے صبح والدہ مولانا مظہر سلمہٗ کا انتقال ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ اور پچاس سالہ رفاقت کا باب بند ہو گیا، جس سے قلب پر بہت اثر ہے لیکن الحمد للہ تعالیٰ! میرے بزرگوں کے فیض سے دل بالکل اللہ کی مرضی پر راضی ہے، جس پر احقر کے چند اشعار ہیں ؎

حسرت سے میری آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں
دل ہے کہ ان کی خاطر تسلیمِ سر کئے ہے

کیفِ تسلیم و رضا سے ہے بہارِ بے خزاں
صدمہ و غم میں بھی اختؔر روح رنجیدہ نہیں
صدمہ و غم میں مرے دل کے تبسم کی مثال
جیسے غنچہ گھرے خاروں میں چٹک لیتا ہے

حضرت پیرانی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا کے حالاتِ رفیعہ

پچاس سال تک ان کے جو حالاتِ رفیعہ دیکھے، اس سے احقر کا گمان اقرب الی الیقین ہے کہ وہ ایک صاحبِ نسبت، بہت بڑے درجہ کی ولیہ تھیں۔ دین میں وہ ہمیشہ میری مددگار رہیں، برسوں سے غیر ملکی اسفار ہورہے ہیں، کبھی حائل نہ ہوئیں۔ ان کی وجہ سے ہی مجھے اپنے شیخ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہنا ممکن ہوا کیونکہ شیخ کے ساتھ میرے تعلق کو دیکھ کر نکاح کے بعد ہی انہوں نے مجھے خوشی سے اجازت دی کہ آپ جب تک چاہیں شیخ کی خدمت میں رہیں، ہمیں کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ یہ بھی ان کی کرامت تھی کہ برسوں سے مختلف امراض لاحق تھے لیکن ان کے معمولات میں کوئی فرق نہ آتا تھا۔ انتقال کے قریب ان کے پاس تیماردار عورتوں کو نہایت عمدہ، عجیب وغریب قسم کی خوشبو محسوس ہوئی۔

نیک اولاد۔ عظیم صدقۂ جاریہ

اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ان کے پیٹ سے اللہ تعالیٰ نے مجھے مولانا مظہر سلمہٗ جیسا لائق، متقی، عالم بیٹا عطا فرمایا جن سے اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے دین کا عظیم الشان کام لے رہے ہیں اور ان کے بیٹے بھی ماشاء اللہ حافظ عالم ہورہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھ کو اور میری اولاد کو قیامت تک خدمتِ دینیہ کی توفیق بخشیں اور قیامت تک میری اولاد میں علمائے ربانیین علیٰ سطح ولایت الصدیقیت پیدا ہوتے رہیں تاکہ جو دینی ادارے اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے ہیں ان کو قیامت تک باحسن وجوہ چلانے کی میری اولاد کو اللہ تعالیٰ صلاحیت عطا فرمائے اور قبول فرمائے۔ آمین

بیویوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی روشن مثال

ان کے انتقال سے تقریباً سولہ (۱۶) روز قبل میں عمرہ کی نیت سے حرم شریف حاضر ہوا تھا۔ مکہ مکرمہ میں پہنچنے کے اگلے دن میرے بیٹے مولانا مظہر سلمہٗ نے مجھے اطلاع کی کہ (والدہ کا) مرض بڑھ گیا ہے لیکن کہا کہ والدہ اجازت دے رہی ہیں کہ ابھی وہاں اُور رہ جاؤ تو میں نے دل میں کہا کہ اجازت اور ضابطہ اُور چیز ہے اور رحمت اور رابطہ اُور چیز ہے لہٰذا میری رحمت کا تقاضا یہ ہے کہ اب مجھے فوراً واپس جانا چاہیے کیونکہ عمرہ ہو چکا۔ حکمِ سرکار کی یہ آیت

میرے کانوں میں گونجنے لگی: ''عَاشِرُوْا هُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ'' اپنی بیویوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو کیونکہ یہ ہماری بندیاں ہیں۔ آپ بتاؤ! کسی کا داماد نفلی عبادت میں لگا ہوا ہو اور اس کی بیٹی شدید بیمار پڑی ہو تو کیا ابّا خوش ہوگا؟ تو پھر ربّا بھی خوش نہیں ہوگا۔

چونکہ اتنی جلدی واپسی کا ارادہ نہیں تھا اور واپسی کا ٹکٹ کئی روز بعد کا طے شدہ تھا، اس لئے جلد از جلد واپس کراچی جانے کی کوششیں شروع کردی گئی۔ معلوم ہوا کہ رات کو کراچی کے لئے ایک پرواز ہے لیکن بتایا گیا کہ اس میں جگہ ملنا بوجوہ مشکل ہے لیکن یہ بھی میری اہلیہ کی کرامت تھی کہ ہمارے دو احباب سعودی ایئرلائن کے دفتر گئے تو وہاں بہت اجتماع تھا، شاید ڈیڑھ دو گھنٹہ میں نمبر آتا لیکن دومنٹ میں کمپیوٹر میں ان کا نام آ گیا۔ تین سیٹیں بھی مل گئیں اور بورڈنگ کارڈ بھی مکہ شریف ہی میں مل گیا جبکہ جدہ ایئرپورٹ پر ملتا ہے۔ ان کی کرامت تھی کہ ہر طرف سے مدد ہوئی۔

اس کے بعد مدینہ پاک کی حاضری کے لئے ٹیکسی ہی سے گئے۔ مواجہہ شریف میں صلوٰۃ وسلام پڑھا اور اسی ٹیکسی سے بغیر کسی آرام کے تقریباً ایک ہزار کلومیٹر دور جدہ فوراً واپس ہوگئے۔ سارا دن مسلسل سفر رہا، ایک لمحہ کو آرام نہیں کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسی مدد فرمائی کہ ضعف کے باوجود سب نہایت آسانی سے ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ نے ارادہ میں طاقت رکھی ہے۔ ۳ شعبان مطابق ۲۳ نومبر کی شام کو گئے تھے، ۲۴ کی شام اور رات میں یہ سب کام ہوگئے اور ۵ شعبان یعنی ۲۵ نومبر کی صبح کو کراچی پہنچ گئے۔ صرف ایک دن کے اندر عمرہ کی ادائیگی اور مدینہ پاک کی حاضری سب اللہ تعالیٰ نے نصیب فرمادی۔

خَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ (نیک بیوی بہترین متاعِ دنیا ہے) (مسلم)

علالت کے سولہویں دن ۱۹ شعبان ۱۴۱۹ھ بدھ کے دن ان کا انتقال ہوا۔ تقریباً پچاس سال کا ساتھ رہا۔ نصف صدی کا ساتھ تھا، میرے دل سے پوچھو کہ اس غم کا میں تصور بھی نہیں کرسکتا تھا جو دل کو پہنچا۔ پچاس سال کا ساتھ کوئی معمولی بات نہیں اور صرف ساتھ نہیں بلکہ سراپا وفاداری اور ہمیشہ دین میں معین رہیں۔ میرا حضرت شیخ پھولپوری کی خدمت میں مسلسل رہنا، ان ہی کی وجہ سے ممکن ہوا کیونکہ انہوں نے خوشی سے اجازت دی کہ جب تک چاہیں شیخ کے ساتھ رہیں۔ حضرت شیخ کے ساتھ پہلی بار جب پاکستان آیا تو ایسے حالات پیدا ہوئے کہ ایک سال تک واپس جانا نہ ہوا۔ نہ جانے کس مجاہدہ ومشقت اور تنگی سے یہ سال گذارا لیکن کبھی شکایت نہ کی۔

اسی لئے دل کو اتنا غم ہوا ہے جس کو میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ ایک رات تو اچانک میرے منہ سے نکل گیا کہ اے بڑھیا! تو مجھے چھوڑ کر کہاں چلی گئی تو پھر میں نے جلدی سے اپنے دل کو سنبھالا اور اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ ہم آپ کی مرضی پر راضی ہیں۔ اس وقت ان کی رحلت آپ کی منشاء سے ہوئی لہٰذا اس وقت سے بہتر کوئی وقت نہیں

ہوسکتا تھا کیونکہ آپ کی تجویز اور آپ کی مرضی سے بڑھ کر دونوں جہان میں کوئی چیز نہیں اور آپ کے ہر فعل میں حکمت اور بندوں کا فائدہ ہے لہٰذا ''مرضیٔ مولیٰ از ہمہ اولیٰ'' (مولیٰ کی مرضی ہر شے سے برتر ہے) اے اللہ! آپ کے فیصلوں پر ہم دل سے راضی ہیں۔ فالج کی وجہ سے ایسی حالت ہوگئی تھی کہ اگر دس بارہ دن اور زندگی ہوتی تو بستر پر لیٹے لیٹے کھال زخمی ہونے لگی تھی۔ پھر خدانخواستہ اگر سڑنا شروع ہوجاتی تو وہ تکلیف ہم سے برداشت نہ ہوتی لہٰذا جس وقت اے اللہ! آپ نے ان کو بلایا وہ ان کے لئے بھی رحمت ہے، ہمارے لئے بھی رحمت ہے۔ بس آپ اپنی رحمت سے ان کی مغفرت بے حساب فرمائیے اور اپنی آغوشِ رحمت میں لے لیجیے اور کروٹ کروٹ چین عطا فرمائیے اور ہم سب کو صبرِ جمیل عطا فرمائیے اور ان کی برکت سے ہمارے تمام جائز کام اپنی رحمت سے بنا دیجئے۔'' (انتہیٰ کلامہ)

حضرت پیرانی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا کی شفقتیں

حضرت پیرانی صاحبہ بہت شفیق تھیں، خاص طور پر اہلِ خانقاہ پر بہت مہربان تھیں۔ میں سخت بیمار ہوگیا تو میری ہمشیرہ حضرت پیرانی صاحبہ سے ملنے آئیں۔ میری ہمشیرہ نے بتایا کہ مجھے حیرت ہے کہ حضرت پیرانی صاحبہ تمہارے لئے ایسی پریشان ہیں جیسے ماں اپنے بچے کے لئے پریشان ہوتی ہے۔ ہر وقت تمہارا ذکر کرتی رہتی ہیں کہ اس طرح آتا تھا، اس طرح حضرت والا کے ساتھ رہتا تھا اور دعا بھی کرتی رہیں کہ اللہ! اس کو صحت دے دے۔ احقر جب صبح حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آتا تھا تو حضرت والا مجھ سے پوچھتے تھے کہ ناشتہ کیا ہے؟ اگر ناشتہ نہیں کیا ہوتا تو حضرت پیرانی صاحبہ کو فرماتے تھے کہ میرا اور میر کا ناشتہ بنادیں۔ پھر میں حضرت والا کے ساتھ ناشتہ کیا کرتا تھا۔ میں صبح سے ہی حضرت والا کے پاس آجاتا تھا، اس وقت حضرت والا کی کوئی شہرت نہیں ہوئی تھی۔ یہ وہ وقت تھا کہ کراچی میں بڑے بڑے اکابر حضرت علامہ بنوری، مفتی شفیع صاحب، ڈاکٹر عبدالحیٔ صاحب رحمۃ اللہ علیہم حیات تھے، لیکن بقسم کہتا ہوں کہ اس وقت بھی مجھے حضرت والا سب سے زیادہ ممتاز نظر آتے تھے اور حضرت والا جیسی نسبت کسی کی بھی محسوس نہیں ہوتی تھی۔ اس وقت یہی معاملہ تھا اور بعد میں سب پر عیاں بھی ہوگیا کہ واقعی حضرت والا ایسے ہی تھے۔

حضرت پیرانی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا کے اخلاقِ کریمانہ

ایک بار احقر میر عشرت جمیل کے بہنوئی سخت بیمار ہوگئے ان کی عیادت کے لئے احقر ناظم آباد جانے لگا تو حضرت والا کے سب سے چھوٹے پوتے حافظ عبداللہ میاں سلمہٗ سے کہا جو اس وقت بچے تھے کہ دادی جان سے میرے بہنوئی کے لئے دعا کرادینا۔ مغرب کے بعد جب احقر واپس ہوا تو عبداللہ میاں سے پوچھا کہ دادی سے دعا کرائی تھی؟ حافظ عبداللہ میاں سلمہٗ نے کہا کہ ہاں! جب میں نے دادی سے دعا کے لئے کہا تو دادی سونے کے لئے

لیٹ گئی تھیں، دعا کا سن کر اٹھیں، وضو کیا، دو نفل پڑھے اور دیر تک دعا کی۔ احقر کو بہت شرمندگی ہوئی کہ اتنی بیماری اور کمزوری کی حالت میں حضرت پیرانی صاحبہ نے اتنی تکلیف اٹھائی حالانکہ میں نے تو صرف دعا کے لئے عرض کیا تھا۔

حضرت پیرانی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا اس دور کی رابعہ بصریہ تھیں

حضرت والا کو احقر نے یہ واقعہ سنایا اور بہت ندامت کا اظہار کیا تو حضرت والا نے فرمایا کہ ''آج میں تمہیں ایک راز کی بات بتاتا ہوں کہ میں خود ان کا معتقد ہوں، اور ان کے وسیلہ سے دعا مانگتا ہوں۔ انتقال کے بعد بھی میں جب ان کی قبر پر جاتا ہوں تو اللہ تعالیٰ سے ان کے وسیلہ سے مانگتا ہوں کہ یہ ولیہ تھیں، یہ اس دور کی رابعہ بصریہ تھیں۔ انتقال سے دو تین دن پہلے گھر کے افراد کو اور عیادت کے لئے آنے والی عورتوں کو کئی بار ان کے قریب ایسی خوشبو محسوس ہوئی جو زندگی بھر کبھی نہیں سونگھی تھی۔ کیونکہ میں نے پچاس سال ان کو دیکھا کہ انتہائی تہجد گذار، بڑی صابرہ بہت شاکرہ تھیں۔ لہٰذا طبعی غم تو فطری بات ہے اور رحمت کا تقاضا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی مرضی پر الحمدللہ! دل بالکل راضی ہے۔ ایک نہ ایک دن تو جانا ہے۔ مرزا مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ کا جب انتقال ہوا تو انتقال سے کچھ پہلے اپنی ڈائری میں ایک شعر لکھ دیا تا کہ میرے بعد میرے بچے زیادہ نہ روئیں۔ عجیب پیارا شعر ہے ؎

لوگ کہتے ہیں کہ مظہر مر گیا
اور مظہر درحقیقت گھر گیا

یعنی میں تو اپنے گھر اپنے وطن جا رہا ہوں، جہاں اپنے بچوں اور بڑوں اور خاندان کے تمام بزرگوں سے مل کر اور سب سے بڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہو کر کتنا خوش ہوں گا۔ مرنا درحقیقت اپنے گھر جانا ہے، ہمارا زیادہ خاندان تو وہیں ہے۔

اپنے پیاروں کی موت میں بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت پوشیدہ ہے

انتقال سے چند دن پہلے کہنے لگیں کہ ابھی ابھی ہمارے بیٹے اظہر اور اطہر آئے تھے۔ دو بیٹے مولانا مظہر سے پہلے پیدا ہوئے تھے جن کا بچپن ہی میں انتقال ہو گیا تھا۔ جب یہ کہا تو میں اسی وقت کھٹک گیا کہ اب بچنا مشکل ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عالمِ برزخ منکشف ہو رہا ہے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے ان کا جسم خاکی لے لیا اور قبرستان میں لٹا دیا لیکن اس پر ایمان لانا ضروری ہے کہ فوراً جسم اعلیٰ عطا ہو گیا ہوگا۔ عالمِ برزخ جو روحوں کی انتظار گاہ اور ویٹنگ روم ہے، جہاں پر قیامت تک رہنا ہے، وہاں مرتے ہی دوسرا جسم عطا کر دیا جاتا ہے۔ ایمان والوں کو علیین میں اور کافروں کو سجیین میں رکھا جاتا ہے۔ ایمان والوں کے لئے جنت کی کھڑکی کھول دی جاتی ہے اور کافروں کے لئے دوزخ کی کھڑکی

کھول دی جاتی ہے اور مومن جب مر کر اللہ کے پاس جاتا ہے تو عالمِ برزخ میں اس کو فوراً حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب کی جاتی ہے خواہ کتنا ہی گنہگار ہو۔ اس طرح جو خاندان والے پہلے جا چکے ہیں مثلاً دادا، دادی، نانا، نانی وغیرہ سب سے ملاقات ہوگی۔ پس مرنے والا تو وہاں خوش ہوتا ہے لیکن رہنے والوں کو غم ہوتا ہے لیکن یہ تکوینی انتظام ہے، اگر موت نہ آئے تو گھر میں رہنے کی جگہ نہ ہو۔ مان لیجیے دوسو گز کا پلاٹ ہے اور پانچ نانا اور پانچ نانی اور پانچ دادا اور پانچ دادی سب زندہ ہیں اور بستروں پر لیٹے ہوئے ہیں تو بتائیے گھر میں جگہ رہے گی؟ پھر تو تعویذ دباؤ گے کہ اللہ میاں ان کو جلدی بلائیے، نہ معلوم یہ جاتے کیوں نہیں ہیں؟ معلوم ہوا کہ موت بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔

حضرت پیرانی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا کے لئے مبشراتِ منامیہ

انتقال کے بعد ان کے لئے بہت سے مبشراتِ منامیہ بھی ہیں۔ مفتی حسین بھیات صاحب سلمہٗ جو جنوبی افریقہ کے عالم ہیں، میرے بہت خاص احباب میں سے ہیں اور میرے مجاز بھی ہیں، انہوں نے انتقال کے دوسرے دن خواب دیکھا کہ وہ جنت میں داخل ہونا چاہتے ہیں لیکن فرشتے نے ان کو روک دیا کہ ابھی نہیں اور پوچھا کہ پیچھے کون آ رہی ہیں؟ مفتی حسین بھیات نے کہا کہ یہ میری ماں ہیں۔ (یعنی والدہ مولانا مظہر سلمہٗ) فرشتے نے ان کو راستہ دے دیا اور وہ جنت میں داخل ہوگئیں۔

جدہ میں مولانا عبدالرحمٰن صاحب کی اہلیہ نے خواب میں دیکھا کہ نہایت شاندار لباس پہنے ہوئے قرآن پاک کی تلاوت کر رہی ہیں۔ تلاوت کرتے ہوئے اور بھی کئی احباب نے دیکھا۔ مولانا مظہر سلمہٗ کے برادرِ نسبتی مفتی عاصم سلمہٗ نے خواب میں دیکھا کہ والدہ مظہر سلمہٗ ایک اتنے بڑے کمرہ میں ہیں جس کی چھت نظر نہیں آ رہی ہے اور زمین سے کوئی بہت چمکدار چیزیں اٹھا رہی ہیں جس کی تعبیر یہ دی گئی کہ یہ ایصالِ ثواب ہے جو اُن کو پہنچ رہا ہے۔

احقر کے احباب میں جناب مظفر اقبال صاحب انجینئر جن کو انتقال کی خبر نہیں تھی، انہوں نے خواب دیکھا کہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوگیا ہے اور احقر کے یہاں بھی کوئی جنازہ ہوگیا ہے اور دیکھا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ احقر کے گھر سے نکل رہا ہے۔ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ والدۂ مولانا مظہر سلمہٗ کی مغفرت بے حساب فرما کر جنت الفردوس عطا فرمائے اور ہم پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ اٰمِیْنَ یَارَبَّ الْعٰلَمِیْنَ بِحُرْمَةِ رَحْمَةٍ لِّلْعٰلَمِیْنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔'' (انتہیٰ کلامہ)

مولیٰ کی یاد ہے مرے غمِ زیست کا درماں

تقریباً ایک سال بعد ۲۲ نومبر ۱۹۹۹ء کو حضرت والا نے فرمایا کہ ''آپ سب کو معلوم ہے کہ میری بیوی کا

انتقال ہوا۔ پچاس برس یعنی آدھی صدی رفیقۂ حیات کا ساتھ تھا، اب اکیلا لیٹا رہتا ہوں۔ جب کوئی ہوتا ہے تو دل بہلا لیتا ہوں ورنہ جب بیوی کی یاد دل میں آتی ہے تو فوراً میں اللہ کا نام لیتا ہوں ؎

جب لیلیٰ ستائے تو لے نام مولیٰ کا

جب اللہ اللہ کرتا ہوں تو سارا غم غلط ہوجاتا ہے۔ میرا قلب بہت حساس ہے، میں نے تجربہ کیا کہ اللہ کے عاشقوں میں رہو کیونکہ ہر عاشق کے قلب میں اللہ کی طرف سے کرنٹ اور جذب موجود ہے۔ ایک عاشق کا کرنٹ ہے، اگر دس عاشق بیٹھے ہیں تو کرنٹ میں مزید اضافہ ہوگیا، اس سے قوتِ جذب بڑھ جائے گی۔ دل اسی وقت غمگین ہوتا ہے جب دنیا میں مشغول ہوتا ہے، جب دل ہی اللہ کے پاس ہوگا پھر کس چیز سے غمگین ہوگا؟ اللہ تعالیٰ سے مانگو کہ جان سے زیادہ اپنی محبت نصیب فرما۔ جب جان سے زیادہ اللہ تعالیٰ پیارے ہوں گے تو کسی عزیز کا بھی انتقال ہوگا، طبعی غم تو ہوگا مگر دماغ معتدل رہے گا اور قلب میں اللہ کے نام کی فرحت بھی رہے گی، لہٰذا دیکھو میں زندہ ہوں، اپنی رفیقۂ حیات کی جدائی سے ایسا نہیں ہوا کہ معطل ہو کر کام وغیرہ سب بند کر کے لیٹا ہوا ہوں۔ یہ تو اس وقت ہے جبکہ میں عاشقوں کا غلام ہوں، اگر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے مجھے اپنا عاشق اور دیوانہ بنالے، پھر تو پوچھو ہی مت۔''

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی اولادِ مکرم

حضرت والا کے دو بیٹے پانچ اور چھ برس کے اظہر اور اطہر بچپن میں انتقال کر کے ذخیرۂ آخرت ہو چکے تھے، ان کے علاوہ ایک صاحبزادے حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم (خلیفہ مجازِ بیعت حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ) ہیں اور ایک صاحب زادی صاحبہ ہیں، اور ماشاء اللہ پوتے، پوتیاں اور نواسے، نواسیاں ہیں۔ حضرت کے سب پوتے ماشاء اللہ حافظ و عالم ہیں اور نہایت متقی، محبت والے اور خوش اخلاق اور حضرت والا کے اجازت یافتہ ہیں۔ حضرت کے نواسے بھی ماشاء اللہ حافظِ قرآن ہیں اور سب نواسے نہایت صالح، متقی، متبعِ سنت اور محبت والے ہیں۔ غرض حضرت والا کی تمام اولاد اور گھر والے ''ایں خانہ ہمہ آفتاب است'' کا مصداق ہیں۔ حضرت نہایت درد سے آبدیدہ ہو کر اکثر یہ دعا فرماتے تھے کہ ''یااللہ میری اولاد میں قیامت تک سب کو اللہ والا بنایئے کیونکہ آپ کا فاسق دیکھنے کا میرے دل میں تحمل نہیں ہے۔ میرا بیٹا جامعہ اور خانقاہ کا مہتمم ہے اگرچہ ایک ہے مگر لاکھوں سے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے اور اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لائق بیٹا دیا۔''

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی صاحبہ کا سادگی سے نکاح

حضرت والا نے ہمیشہ اپنے متعلقین کو اپنی بیٹیوں کی شادی و نکاح کو سادگی سے کرنے کی نصیحت فرمائی اور

خود اپنی اکلوتی صاحبزادی صاحبہ کا نکاح اس قدر سادگی سے فرمایا کہ مثال قائم فرمادی، صاحبزادی صاحبہ کا نکاح حضرت مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے عصر بعد پڑھایا۔ مہمانوں کی چائے اور دال موٹھ سے تواضع کی گئی اور مغرب بعد رخصتی فرمادی، لڑکے والوں کو کوئی کھانے کی دعوت نہیں فرمائی۔ حضرت والا فرماتے تھے کہ شادی کا کھانا لڑکے کے ذمہ ہے جسے ولیمہ کہا جاتا ہے، لڑکی والوں کا لڑکے والوں کو کھانا کھلانا خلافِ سنت ہے۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی اپنے بیٹے کو دین کی خدمت کے لئے نصیحت

حضرت والا نے فرمایا کہ ''میں سوچتا تھا کہ جب میرے بیٹے اور بیٹی کی شادی ہوجائے گی تو میں بالکل فارغ ہوجاؤں گا اور خوب اللہ اللہ کروں گا۔ یہ تو اللہ والوں کا صدقہ ہے کہ اللہ اپنے نام لینے کی توفیق دے رہا ہے لیکن اب دیکھتا ہوں کہ مجھے پوتوں کی فکر لگ گئی۔ یہی میں کہتا ہوں کہ فکر سے مرتے دم تک چھٹی نہیں ملے گی۔''

ایک مال دار دوست نے حضرت والا سے عرض کیا کہ آپ اپنے بیٹے کو باہر پڑھانے بھیجیں، آپ کا تو ایک ہی بیٹا ہے، اور اشارہ تھا کہ سب خرچہ ہم دیں گے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ ''میں اپنے بیٹے کو اللہ کے دین کے لئے مانگ چکا ہوں، ایک ہی بیٹا ہے جب ہی تو کہہ رہا ہوں، اگر ایک سے زائد ہوتے تو پھر میں سوچتا، میں نے خانہ کعبہ کا غلاف پکڑ کر اللہ تعالیٰ سے مانگا ہے کہ اے اللہ! تیرے اس دین پر انبیاء علیہم السلام کی گردنیں کٹی ہیں، ایک وقت میں ستّر صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہوئے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خونِ مبارک اس دین کے لئے بہا ہے، اے اللہ! اس مبارک دین کے لئے میری اولاد کو قبول فرمالے۔'' ایک بار اپنے صاحبزادے اور چاروں پوتوں سے فرمایا کہ میری نصیحت یاد رکھنا، پیٹ پر پتھر باندھ لینا، چٹنی روٹی کھالینا، مگر دین کی خدمت کو نہ چھوڑنا۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا کہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے دو بیٹے پانچ چھ سال کی عمر میں رحلت فرما کر ذخیرۂ آخرت ہو چکے تھے، آپ کے تیسرے بیٹے حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم کی پیدائش پھولپور میں ہوئی اور آپ آنے والے وقتوں میں اپنے والدِ محترم کے اخلاق واطوار کا مظہر بن کر اسم بامسمّٰی ثابت ہوئے۔

آپ نے ابتدائی تعلیم پھولپور میں ہی حاصل کی۔ حضرت والا کی پاکستان ہجرت کے بعد درسِ نظامی فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اور بعد میں دارالعلوم کراچی اور جامعہ اشرفیہ لاہور میں پڑھا۔ آپ کے اساتذہ کرام میں حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ، قاری فتح محمد صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا موسیٰ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبید اللہ صاحب دامت برکاتہم، مولانا عبدالرحمٰن

اشرفی صاحب دامت برکاتہم جیسے علم وعمل کے پیکر بزرگانِ دین شامل ہیں۔

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے وقت آپ صغیر السن تھے لیکن بچپن ہی سے حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے خادم جانثار، محبِ باوفا حضرت والا کے نورِ چشم ہونے کی بناء پر حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کا خاص تقرب آپ کو حاصل رہا۔ جب بڑے ہوئے تو اصلاحی تعلق محی السنہ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ سے قائم فرمایا، حضرت والا ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو اجازتِ بیعت سے بھی نوازا۔ اس کے علاوہ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ پر بڑی شفقت فرماتے تھے۔ سب سے بڑھ کر شیخ العرب والعجم حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت میں ہمیشہ رہے، حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کو آپ سے شدید قلبی تعلق تھا جس کا شاہد تمام زمانہ رہا کہ کیسے حضرت والا آپ کے انتظار میں بے سکون ہو جاتے تھے۔ زندگی کے آخری چند برسوں میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ بہت کم بیعت فرماتے تھے بلکہ اعلان کروایا کرتے تھے کہ جن لوگوں کو مجھ سے بیعت ہونا ہو، وہ میرے بیٹے مولانا مظہر میاں سے بیعت ہو جائیں، ان کے ہاتھ پر بیعت ہونا میرے ہی ہاتھ پر بیعت ہونا ہے۔

ایک صاحب جو حضرت والا کی خانقاہ میں کچھ وقت لگانے آئے تھے، جب انہوں نے حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم کے ساتھ سفر کی اجازت چاہی تو حضرت والا نے فرمایا کہ میرے بیٹے کے ساتھ رہنا میرے ساتھ ہی رہنا ہے۔ ایک اور موقع پر حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے صاحبزادے مولانا مظہر صاحب کے بارے میں بہت گریہ کے ساتھ فرمایا کہ ”حضرت مولانا محمد مظہر میاں سلمہٗ جو میرے بیٹے ہیں، اگرچہ ایک ہے مگر لاکھوں میں ایک ہے، اللہ تعالیٰ کا فضل اور شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نہایت لائق وفائق بیٹا عطا کیا، یہ محض اس کا کرم ہے۔“

۱۲ اکتوبر ۱۹۹۸ء کو جنوبی افریقہ میں دورانِ مجلس فرمایا کہ ”میرے بیٹے مولانا مظہر جب کم عمر تھے، ابھی پڑھ رہے تھے تو کسی بات پر میں نے ان کی پٹائی کا ارادہ کیا تو وہ بھاگے نہیں، اَور لڑکے ہوتے تو وہ بھاگ جاتے، اللہ تعالیٰ مولانا مظہر کے درجات کو بلند فرمائے، دل سے دعا نکلتی ہے، وہ بھاگے نہیں بلکہ میرے پاس بیٹھ گئے اور ٹوپی بھی اتار لی اور کہا کہ ابّا مجھے جتنا چاہیں مار لیں، تو اس ادا سے میں خود رونے لگا۔“

اسی سفر افریقہ کے دوران میزبان مفتی حسین بھیات صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مکان پر بعد فجر مجلس میں فرمایا کہ ”میرا ایک ہی بیٹا ہے ماشاء اللہ، مجھے سہولت تھی کہ میں اس کو امریکہ میں ڈاکٹر یا انجینئر بنا سکتا تھا۔ میں نے کعبہ شریف میں اللہ کے گھر کا غلاف پکڑ کر دعا کی کہ اے اللہ! آپ نے ایک بیٹا دیا ہے اس کو اپنے دین کے لئے قبول فرما۔ امریکہ والے آج میرے بیٹے کے پیر دبا رہے ہیں، بڑی تعداد میں علماء ان سے مرید ہو رہے ہیں۔ ان کو بھی اس کا پچھتاوا نہیں ہے کہ مجھے ابّا نے کیوں انجینئر یا ڈاکٹر نہیں بنایا بلکہ خوش ہیں، شکر یہ ادا کر رہے ہیں کہ اللہ نے علمِ دین کی دولت عطا فرمائی۔“

ایک مرتبہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ''الحمدللہ، اللہ نے نہایت نیک بیٹا عطا فرمایا، نیک اولاد اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے، اللہ تعالیٰ نے اختر کے بیٹے مولانا مظہر سلمہٗ کو خوب نوازا ہے۔''

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی ابتداء ہی سے اپنے بیٹے کی عمدہ تربیت پر پوری توجہ تھی، دونوں باپ بیٹے میں کس قدر قلبی تعلق تھا اس کا اندازہ اس واقعے سے لگائیے؛ ۲ جنوری ۱۹۹۸ء بعد فجر خانقاہ میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ''میرے بیٹے مولانا مظہر صاحب کے پاس فون آیا کہ گائے کی کھال رکھی ہوئی ہے۔ اسے لینے کے لئے کوئی آدمی بھیج دیجئے تو انہوں نے کہا کہ کیا آپ آدمی نہیں ہیں جو آدمی مانگ رہے ہیں۔ یہ کہنے کے لئے بڑا دل گردہ چاہیے۔ یہ بزرگوں کی صحبت کا اثر ہے۔ ان کو حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم سے اجازت بھی حاصل ہے۔ یہ میرے بیٹے بھی ہیں شاگرد بھی ہیں اور مُریّد بھی ہیں۔ انہوں نے جامعہ اشرفیہ سے خط لکھا تھا کہ میں یہاں بڑے بڑے علماء کی تقریریں سن رہا ہوں مگر آپ کی تقریر میں جو مزہ آتا تھا وہ یہاں مجھے نصیب نہیں ہے۔ یہ مناسبت کی بات ہے۔ مجھ سے انہیں بے انتہا مناسبت ہے۔ باپ بیٹے میں مناسبت ایک نعمتِ عظمیٰ ہے۔ اپنی تقریروں میں بھی یہ زیادہ تر میرے ہی مضامین بیان کرتے ہیں اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الشُّکْرُ اللہ تعالیٰ ان سے خوب دین کا کام لے اور قبول فرمائے اور میرے لئے صدقۂ جاریہ بنائے، آمین۔''

الحمدللہ! حضرت والا کی یہ دعا قبول ہوئی اور حضرت مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم سے اللہ تعالیٰ دین کی اشاعت کا خوب کام لے رہے ہیں، پوری دنیا سے آپ کی طرف رجوع ہو رہا ہے۔ آپ کے حلم و کرم کے معترف خود حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ تھے، چنانچہ ایک قاری صاحب کو غصے کا مرض تھا، انہیں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے نصیحت فرمائی کہ مولانا مظہر میاں کے پاس بیٹھا کریں۔

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم مجلس اشاعۃ الحق، جامعہ اشرف المدارس (اور اس کے ماتحت ادارے) اور خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کا انتظام بحسن وخوبی سنبھالے ہوئے ہیں۔ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بیٹے کو حضرت مولانا ابرارالحق صاحب ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ سے باقاعدہ بیعت کروایا تھا اور حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ نے مدینہ شریف میں حضرت مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب مدظلہ کو خلافت عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ان کی تمام دینی خدمات کو تاقیامت جاری وساری رکھے اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے بعد حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم کا سایہ صحت وعافیت کے ساتھ ہم پر تا دیر قائم ودائم رکھے، آمین۔

چوتھا باب

استفاضۂ باطنی

جنہیں ملی ہو زندگی میں رہنمائی شیخ کی

از کلامِ مولانا منصور الحق ناصرؔ صاحب دامت برکاتہم

چمن سے اس جہاں کے لوگ خار لے کے چلتے ہیں
ہمارے شیخ قلبِ پُر بہار لے کے چلتے ہیں

ہمارا کیا بگاڑیں گی بھلا خزاں کی آندھیاں
کہ ہم تو قلبِ رشکِ صد بہار لے کے چلتے ہیں

نہ کیوں ہوں سیرِ گلستاں سے بے نیاز اہلِ دل
جب اپنے دل میں خود وہ اِک بہار لے کےچلتے ہیں

جنہیں ملی ہو زندگی میں رہنمائی شیخ کی
وہ گویا اپنے ساتھ رہگذار لے کے چلتے ہیں

جہاں کو مست کرتی ہے اِن اولیاء کی بوئے دل
جو اپنے ساتھ قلبِ بیقرار لے کے چلتے ہیں

خدا کا عشق کس طرح چھپا سکیں گے اہلِ دل
جب آنکھوں میں وہ عشق کا خُمار لے کے چلتے ہیں

نظر بچاکے چلتے ہیں حسینوں سے جو متقی
وہ پہلوؤں میں نور کا مینار لے کے چلتے ہیں

کرالیں صاف شیخ سے قلوب کے وہ آئینے
جو وسوسوں کا گرد اور غبار لے کے چلتے ہیں

جو اہلِ دل کی مجلسوں میں بیٹھتے ہیں روز و شب
وہاں سے دل میں مولیٰ کا وہ پیار لے کے چلتے ہیں

نہ جانیں ناصرؔ اولیاء کی زندگیٔ جاوداں
زمیں پہ خود جو زیست مُستعار لے کے چلتے ہیں

حق تعالیٰ کی محبت میں بے چینی پر حضرت والا کی زندگی کا پہلا شعر

دردِ فرقت سے مرا دل اس قدر بے تاب ہے
جیسے تپتی ریت میں اک ماہیٔ بے آب ہے

استفاضۂ باطنی

یعنی طریقِ باطن میں فیض حاصل کرنے کی تفصیل

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلۂ مکاتبت برائے بیعت

طبیہ کالج کی تعلیم کے زمانے میں حضرت والا کو حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا وعظ راحت القلوب مل گیا جس کے مطالعہ سے حضرت حکیم الامت سے ایسی عقیدت ہوگئی کہ دل میں یہ طے کرلیا کہ اسی سلسلہ میں بیعت ہونا ہے۔ ترجمۃ المصنف میں حضرت والا تحریر فرماتے ہیں: حضرتِ اقدس حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہونے کے لئے سلسلۂ مکاتبت شروع کیا۔ افسوس کہ حضرت اس وقت اپنی زندگی کے آخری ایام میں تھے، مولانا شبیرعلی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ حضرت والا علیل ہیں، خلفاء میں سے کسی مصلح کا انتخاب کرلیا جاوے۔ چند دن بعد خبر معلوم ہوئی کہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوگیا۔ طبیہ کالج، الٰہ آباد میں چھٹی ہوگئی۔ روتا ہوا گھر آیا اور آہ و بکا کے ساتھ کچھ تلاوت کر کے ایصالِ ثواب کیا۔ دل پر سخت صدمہ تھا۔ مثنوی نالۂ غمناک پڑھنا شروع کی اور خوب جی بھر کے رویا۔ صرف دو اشعار اس کے اب بھی یاد ہیں ؎

جو تھے نوری وہ گئے افلاک پر مثلِ تلچھٹ رہ گیا میں خاک پر
بلبلوں نے گھر کیا گلشن میں جا بوم ویرانے میں ٹکراتا رہا

مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری

مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا باطنی سلسلہ

حضرت والا بچپن ہی سے بطریقِ جذب، آتشِ عشقِ الٰہی سے نوازے گئے تھے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت کے بعد سلسلۂ تھانوی کے کسی ایسے شیخ اور مصلح کی تلاش میں رہے جو سراپا درد، سراپا عشق و محبت اور سوختہ جان ہو۔

اسی دوران الٰہ آباد میں طبیہ کالج میں حصولِ تعلیم کے دوران حضرت مولانا شاہ فضلِ رحمٰن صاحب گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ کے خلیفہ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ کی مبارک مجلس میں پہنچے جو بہت صاحبِ نسبت بزرگ تھے۔ حضرت پرتاب گڑھی نے اپنے شیخ کی صحبت میں ایک طویل عمر مجاہدات میں گذاری۔ آپ حضرت مولانا سید بدر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے جو حضرت مولانا شاہ فضلِ رحمٰن صاحب گنج مرادآبادی کے خلیفہ تھے اور وہ حضرت شاہ محمد آفاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے، پھر یہ سلسلہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے جا ملتا ہے۔

صدائے غیب رسالے میں حضرت والا تحریر فرماتے ہیں: حضرت پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ ضلع پرتاب گڑھ کے ایک مختصر آبادی والے گاؤں پھولپور کے رہنے والے تھے لیکن آپ کا زیادہ قیام صابری منزل الٰہ آباد میں رہا جو میرے آبائی وطن اٹھیہہ سے زیادہ دور نہیں ہے۔

مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ کا روحانی مقام

ایک مرتبہ حضرت مفتی محمود الحسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ (مفتی اعظم ہند) نے ہمارے حضرت والا سے فرمایا کہ مجھ سے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ اس وقت ہندوستان میں سلسلہ نقشبندیہ میں سب سے قوی النسبت بزرگ کون ہیں؟ تو حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ میں نے حضرت شیخ کو جواب دیا کہ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی دامت برکاتہم۔ بقول حضرت مفتی محمود الحسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ حضرت پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ نقشبندیہ کے سب سے قوی النسبت بزرگ اور مقامِ قطبیت پر فائز تھے۔

حضرت پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہلی حاضری

حضرت والا نے فرمایا کہ مولانا شاہ محمد احمد صاحب کی زیارت کے لئے جب میں خدمت میں حاضر ہوا تو مولانا، علمائے ندوہ کے محضر میں بڑے درد سے یہ شعر پڑھ رہے تھے ؎

دلِ مضطرب کا یہ پیغام ہے
ترے بن سکوں ہے نہ آرام ہے
تڑپنے سے ہم کو فقط کام ہے
یہی بس محبت کا انعام ہے
جو آغاز میں فکرِ انجام ہے
ترا عشق شاید ابھی خام ہے

حضرت پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی رائے

الحمدللہ! بزرگوں کی مجھے اللہ تعالیٰ نے اتنی صحبت عطا فرمائی ہے کہ روئے زمین پر شاید آپ نہیں پائیں گے۔ ''شاید'' کا لفظ دعویٰ توڑنے کے لئے کہتا ہوں کہ کہیں دعویٰ نہ ہوجائے۔ میں تو بالغ ہی اہل اللہ کی آغوشِ تربیت میں ہوا ہوں۔ چودہ سال کی عمر سے میری زندگی کے چودہ پندرہ سولہ سال (۱۹۴۲ء، ۱۹۴۳ء، ۱۹۴۴ء) الٰہ آباد میں گذرے۔ مسلسل تین برس حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہا جن سے ملاقات کے لئے میرے شیخ حضرت شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ جب ان کے گھر تشریف لے گئے تو زمین کو دیکھا اور پھر آسمان کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ مولانا محمد احمد صاحب کا نور مجھے زمین سے آسمان تک نظر آرہا ہے اور یہ اس شخص کی آنکھ کا فیصلہ ہے جس کی آنکھوں کو اللہ تعالیٰ نے خواب میں بارہ مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت عطا فرمائی۔

حضرت پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ کی حضرت والا سے محبت و تعلق

کالج سے فارغ ہو کر میرے کالج کے ساتھی شام کو دریائے جمنا پر نہاتی ہوئی عورتوں کو دیکھنے جاتے تھے اور میں مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عصر سے رات کے گیارہ بجے تک حاضر رہتا تھا۔ مولانا سراپا محبت اور سراپا جمال تھے اور ایک درد بھرا دل رکھتے تھے۔ مولانا کو دیکھ کر مجھے ان سے بہت محبت اور مناسبت محسوس ہوئی۔ حضرت بھی مجھ سے بہت ہی شفقت اور محبت فرماتے تھے۔ ایک خط میں تحریر فرمایا کہ آپ کو مجھ سے جیسی محبت ہے دنیا میں مجھ سے ایسی محبت کرنے والا کوئی دوسرا نہیں۔ تین برس تک حضرت کی زبان سے میں نے کبھی کوئی غیر اللہ کی بات نہیں سنی سوائے اللہ تعالیٰ کی محبت کے۔ وہ عالمِ غیب کے ریڈیو تھے، مادرزاد ولی تھے۔ ایک سن رسیدہ عالم نے مجھے بتایا کہ بچپن میں جب ہم لوگ گُلی ڈنڈا کھیلتے تھے، مولانا محمد احمد صاحب اُسی بچپن میں لکڑی اور اینٹوں سے مسجد بنا کر اذان دیتے تھے۔ کبھی حضرت پرتاب گڑھی اپنے وطن پھولپور تشریف لے جاتے (مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے گاؤں کا نام بھی پھولپور ہے) تو میں آپ کی ملاقات کے لئے وہاں بھی حاضر ہوتا اور وہاں قیام بھی کرتا تو مولانا گھر سے اپنا بستر لے کر مہمان خانے میں تشریف لے آتے اور فرماتے کہ ''یہاں بڑے بڑے علماء آتے ہیں میں کسی کے لئے اپنا بستر باہر نہیں لاتا لیکن صرف تمہارے لئے گھر سے باہر آکر سوتا ہوں۔''

ایک مرتبہ میں حضرت کی مجلس میں حاضر تھا، مجلس کے بعد جب رکشے سے واپس اپنی قیام گاہ پہنچا تو دیکھا میرے پیچھے پیچھے مولانا محمد احمد صاحب بھی دوسرے رکشے سے تشریف لا رہے ہیں، میں نے عرض کیا کہ حضرت! ابھی تو میں آپ کے پاس سے آرہا ہوں، آپ مجھے فرما دیتے تو میں کچھ اور رُک جاتا۔ فرمایا۔

میں آیا نہیں لایا گیا ہوں
محبت دے کے تڑپایا گیا ہوں
سمجھتا لاکھ اسرارِ محبت
نہیں سمجھا میں سمجھایا گیا ہوں

حضرت پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ کے دردِ دل کی مثال

جب میں پہلی مرتبہ صابری منزل حاضر ہوا تو وہاں علمائے ندوہ بھی موجود تھے تو حضرت پرتاب گڑھی نے فرمایا کہ اے علمائے ندوہ! یہ بتاؤ کہ بری نظر لگ جاتی ہے یا نہیں؟ اسلام نے بری نظر لگنے کو قبول کیا ہے:

((عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعَیْنُ حَقٌّ)) ۔ (صحیح البخاری)

جب اسلام نے بری نظر کو تسلیم کرلیا تو اللہ والوں کی اچھی نظر کیوں نہیں تسلیم کرتے ہو؟ کیوں صاحب! بری نظر کے اثرات سے درخت خشک ہوجائے، بھینس کو نظر لگ گئی تو دودھ کم ہوگیا، آدمی کو جوانی میں نظر لگ گئی تو وہ بیمار اور کمزور ہوگیا، ساری دنیا تو بری نظر لگ جانے کو تسلیم کرے پھر کیا اللہ تعالیٰ اللہ والوں کی اچھی نظر میں تاثیر نہیں رکھ سکتے؟ لہٰذا ملا علی قاری محدثِ عظیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب بری نظر لگ سکتی ہے:

((فَکَیْفَ نَظَرُ الْعَارِفِیْنَ الْوَاصِلِیْنَ فَاِنَّهٗ یَجْعَلُ الْکَافِرَ مُؤْمِنًا وَّالْفَاسِقَ صَالِحًا وَّ الْجَاهِلَ عَالِمًا وَّ الْکَلْبَ اِنْسَانًا)) ۔ (مرقاۃ المفاتیح)

تو اللہ والوں کی نظر کا کیا حال ہوگا جو کافر کو مومن کرتی ہے، جاہل کو عالم بناتی ہے، گنہگاروں کو ولی کرتی ہے اور کتے کو انسان بنادیتی ہے، سارے علماء یہ سن کر رونے لگے۔ تب جوش میں فرمایا۔

تنہا نہ چل سکیں گے محبت کی راہ میں
میں چل رہا ہوں آپ میرے ساتھ آیئے

حضرت پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ کی طالبین سے محبت کا حال

حضرت والا نے فرمایا کہ میں نے زندگی میں اللہ کے عاشق تو بہت دیکھے، مولانا زبردست عاشقِ خدا تو تھے ہی مگر اللہ کے بندوں سے ایسی محبت کرنے والا میں نے نہیں دیکھا، اسی وجہ سے حضرت کو بھی لوگوں میں بڑی محبوبیت حاصل تھی۔ حضرت کی اپنے احباب سے محبت کا اس بات سے اندازہ کیجئے کہ ان کے مہمان اور مریدین جب آتے تھے تو حضرت بہت خوش ہوتے تھے لیکن خود فرمایا کہ جب میرے مہمان چلے جاتے ہیں تو میں ان کی چائے کی پیالیاں اور

پتیلی دیکھ کر اور جہاں وہ چائے پیتے تھے، کھانا پکاتے تھے، اس جگہ کو دیکھ کر روتا ہوں کہ یہاں میرے مہمان ٹھہرے تھے، اس پیالی میں چائے پی تھی۔ لوگوں نے بتایا کہ حضرت اپنے مہمان کو رخصت کرنے کے لئے گھر کے دروازے پر آدھا آدھا گھنٹے تک کھڑے رہتے ہیں، جب تک مہمان نظر آتے ہیں چپ چاپ کھڑے انہیں دیکھتے رہتے ہیں، کیونکہ ان کے گھر کے آگے جنگل ہے، جنگل میں دور دور تک چیزیں نظر آتی ہیں۔

حضرت پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ کے عفو ودرگذر کی کیفیت

مولانا شاہ محمد احمد صاحب کا درگذر اور اخلاقیات میں بہت اونچا مقام تھا، جو اُن کو ستاتا تھا حضرت اس پر فدا ہو جاتے تھے۔ پرتاب گڑھ ضلع میں ایک حاسد مولوی، مظاہر العلوم کا فارغ تھا، بڑا قابل آدمی تھا، مقرر بھی تھا۔ مولویوں میں اکثر حسد ہوتا ہے، جب دیکھا کہ مولانا شاہ محمد احمد صاحب کے مرید بڑھتے چلے جارہے ہیں تو اس کو غم ہوا کہ یہ مولانا تو یہاں چھا جائیں گے، پھر میری تو دال نہیں گلے گی لہٰذا اس نے غیبت شروع کردی، مولانا کو پتا چل گیا تو مولانا نے اس کو بلوایا اور اس کو چائے پلائی اور خوب اس کو ہدیہ دیا۔ حضرت نے محسوس کرلیا کہ اگر ہم نے اس سے مدارات اور نرمی ومحبت کا برتاؤ نہ کیا اور یہ مسجد کا امام بھی ہے، اس کے اثرات بھی ہیں اور اس کے ماننے والے بھی ہیں، یہ اِدھر اُدھر میرے خلاف لوگوں کے کان میں کچھ پھونک دے گا، بندوں کو مجھ سے نفرت دلا دے گا اور میں اللہ کی محبت نہیں سکھا سکوں گا۔ اُس شخص کو پان، سگریٹ کی بھی عادت تھی۔ حضرت نے دفع شر کے لئے اس کے لئے سگریٹ اور پان منگوایا۔ مسئلہ معلوم کرلو دفع شر کے لئے یہ سب کچھ کرنا کیسا ہے؟ مولانا سگریٹ پیتے نہیں تھے، بلکہ ایسوں کو دفع شر کے لئے سگریٹ منگا دیتے تھے اور پان منگوا کر رکھ لیا کرتے تھے۔ پھر دیکھا کہ اس کا پاجامہ پھٹا ہوا ہے تو میرے سامنے، چشم دید رکشہ پر بٹھا کر اپنے ساتھ لے گئے، دوسرے رکشہ سے میں بھی گیا کہ دیکھوں بابا کہاں جارہے ہیں؟ دیکھا کہ کپڑے کی دکان پر اس مولوی کو کپڑا خرید کر اس کے لئے پاجامہ بنوا رہے ہیں۔ حضرت نے اس کو اتنا ہدیہ تحفہ دیا اور اس کو لینے دینے سے اتنا مست کردیا کہ وہ حضرت کے ہر جگہ گیت گانے لگے۔ پہلے تو وہ کچھ کھنچے کھنچے سے رہتے تھے، اب حضرت کسی کے ذریعے سے اس عالم کے پاس رکشہ بھجوا کر اپنے پاس بلاتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ پان کھائیے اور اپنے اشعار بھی سناتے تھے جس پر وہ مولانا بھی داد دینے لگتے تھے۔ اتنا اس پر احسان کیا کہ اس کا حسد محبت سے تبدیل ہوگیا لیکن ان مولوی صاحب کا بھی کمال ہے، ان میں صلاحیت تھی، نرم پڑ گئے اور مخالفت ترک کردی، یہاں تک کہ حضرت نے ان کو کافی حد تک اللہ والا بنادیا، پھر وہ بالکل حضرت کے عاشق ہوگئے، لیکن حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کئی برس تک پاپڑ بیلے اور بہت مجاہدہ کیا۔ اس عالم کو مسخر کرنے کے لئے حضرت نے بہت نزول کیا اور اپنے کو بالکل مٹا دیا تھا۔

حضرت کے اخلاقِ کریمانہ کا حال ایک صاحب نے بیان کیا کہ مجھ سے کچھ کوتاہی ہوئی تو ان پر مجھ سے زیادہ ندامت طاری تھی، اس خیال سے کہ اس کو شرمندگی ہوئی، پھر اس عاشق نے یہ شعر حضرت کی شان میں پڑھا ؎

خطا مجھ سے ہوئی سرزد ندامت تیرے چہرے پر
مجھے یہ احترامِ آدمیت کم نظر آیا

حضرت پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں اشعار سے نسبت منتقل ہوتی تھی

حضرت والا نے فرمایا کہ مولانا کی مجلس میں میں نے کبھی دنیا کا ذکر نہیں سنا، ہر وقت یادِ الٰہی میں سرشار اور اللہ کی محبت میں مولانا کے درد بھرے اشعار سنتا تھا، مولانا کی مجلس اشعار کی مجلس ہوتی تھی، مولانا کی آواز ایسی تھی جیسے بانسری سی بج رہی ہو، نہایت درد سے اشعار پڑھتے تھے۔ ہر بزرگ کے یہاں نسبت منتقل ہونے کے طریقے مختلف ہوتے ہیں، مولانا کے یہاں نسبت، اشعار سے منتقل ہوتی تھی۔ بڑے بڑے علماء آرہے ہیں، اشعار ہو رہے ہیں، کیا کہوں کیا مجلس تھی۔ بعض دفعہ ایسا ہوا کہ عشاء کے بعد اشعار کی مجلس شروع ہوئی، مولانا کیف و وجد کے عالَم میں اشعار پڑھتے رہے اور سامعین پر بے خودی طاری تھی یہاں تک کہ نصف شب ہوگئی۔ سب نے تہجد پڑھی، تہجد کے بعد پھر مجلس شروع ہوگئی اور حضرت فجر تک درد بھرے ترنم سے اشعار پڑھتے رہے۔ پھر سب نے مسجد جا کر فجر کی نماز ادا کی اور پھر خانقاہ آگئے، پھر مجلس شروع ہوگئی اور اشراق کی نماز پڑھ کر لوگ اپنے گھر گئے۔ نصف شب کے قریب اگر کوئی گھڑی دیکھ لیتا تو مولانا کو سخت تکلیف ہوتی تھی اور فرماتے تھے کہ آدھی رات کے بعد جب مجھ پر کیف طاری ہوتا ہے تو لوگوں کو نیند آنے لگتی ہے اور بہت درد بھرے انداز میں یہ شعر پڑھتے ؎

داستاں عشق کی ہم کس کو سنائیں آخر
جسے دیکھو وہی دیوار نظر آتا ہے

اور مجھ سے فرماتے کہ میری مجلس میں کبھی آپ کی آنکھ نہیں جھپکتی، لیکن اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اُس وقت مجھ پر جوانی کی نیند تھی، لیکن میں نے کبھی اپنے کو فیل نہیں ہونے دیا۔ میں بھی اتنا ہی جاگتا تھا، جتنا حضرت جاگتے تھے۔ حضرت ایک بجے تک جاگتے تھے تو میں بھی ایک بجے تک جاگتا تھا۔ ایک مرتبہ فرمایا کہ اپنے دوستوں سے بات کرنا اور دوستوں کا حق ادا کرنا، مہمان کے پاس بیٹھنا بھی عبادت اور اللہ کی یاد میں شامل ہے۔ پھر یہ دو شعر پڑھے ؎

بظاہر ذاکر و شاغل نہیں ہوں زباں خاموش دل غافل نہیں ہے
مجھے احباب کی خاطر ہے منظور یہ کیا طاعت میں شامل نہیں ہے

حضرت پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ کے درد بھرے بیان کی کیفیت

ہردوئی سے قریب ایک قصبہ ہے بلگرام، وہاں حضرت شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہوا اور حضرت کا بہت زبردست بیان ہوتا ہے۔ اللہ اکبر! جیسے بجلی گررہی ہے، اتنا درد سے بیان ہوتا ہے کہ سننے والا تڑپ جاتا ہے۔ اس بیان میں دارالعلوم دیوبند کے صدر مفتی حضرت مفتی محمود الحسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے اور میرے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب ہردوئی دامت برکاتہم بھی تھے۔ تو جب مولانا کا بیان ختم ہوا تو میرے شیخ دامت برکاتہم نے فرمایا کہ جن لوگوں نے آج مولانا کا بیان سنا ہے ان کو خوشخبری دیتا ہوں کہ آج آپ لوگوں نے مولانا شاہ فضلِ رحمٰن صاحب گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کا وعظ سن لیا۔ کیا مطلب؟ یعنی جس نے حضرت کا وعظ سن لیا اور جس نے ان کو دیکھ لیا تو اس نے گویا مولانا شاہ فضلِ رحمٰن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان سن لیا اور ان کی زیارت کرلی۔ جب حضرت پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان شروع ہوا تو انہوں نے علماء اور طلباء کرام کو خطاب کر کے ایک شعر پڑھا۔

نہ جانے کیا سے کیا ہوجائے میں کچھ کہہ نہیں سکتا
جو دستارِ فضیلت گم ہو دستارِ محبت میں

بیان کے دوران سب پر وجد طاری ہوگیا اور سب پر گریہ طاری ہوگیا حالانکہ مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کوئی بہت بڑے عالم نہیں تھے، علم زیادہ نہیں تھا لیکن مولانا شاہ فضلِ رحمٰن صاحب گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلے میں انہوں نے جو محنتیں کی، ان کے خلیفہ حضرت سید بدر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں جو مجاہدات کئے، سب اس کا فیض تھا۔ مولانا نے جو تڑپتے ہوئے انداز سے بیان فرمایا، اس دوران یہ شعر بھی پڑھا۔

جی اٹھے مردے تری آواز سے
پھر ذرا مطرب اسی انداز سے

حضرت پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ کی قبولیتِ دعا کا واقعہ

جب میں نے حضرت شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کو پہلی مرتبہ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لے جانا چاہا تو پہلے تو حضرت پھولپوری سے حضرت پرتاب گڑھی کی خوب تعریف کی کہ حضرت! ہمارے ضلع پرتاب گڑھ میں مولانا شاہ محمد احمد صاحب نام کے ایک بزرگ ہیں، دیہات میں رہتے ہیں، عجیب عالَم ہے ان کا، اشعار بہت درد سے پڑھتے ہیں، سراپا محبت ہیں اور ان کی دعا بہت قبول ہوتی ہے۔ میں نے بتایا کہ پھانسی کے ایک کیس میں ایک بے قصور شخص نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مولانا عبدالرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے جا کر کہا کہ

حضرت دعا کر دیجئے، مجھ بے قصور کو پھانسی کی سزا ہو رہی ہے تو مولانا عبدالرحمٰن صاحب نے کہا کہ یہ بتاؤ تم نے مولانا محمد احمد صاحب سے دعا کی درخواست کی یا نہیں؟ اس نے کہا کہ حضرت سے تو درخواست کر دی ہے، فرمایا پھر بے فکر بیٹھو، دیکھو کیا ہوتا ہے۔ یعنی علماء کو حضرت کے مستجاب الدعوات ہونے کا اتنا اعتقاد تھا۔ اب حضرت والا پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ اُس پھانسی کے ملزم کے لئے دعا میں مشغول ہو گئے۔ حضرت کی گریہ وزاری اور اللہ سے فریاد کا منظر جس شخص نے دیکھا، اس نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت اس طرح رو رو کر دعا اور فریاد کر رہے تھے جیسے چھوٹا بچہ اپنے ابّا سے مانگتا ہے۔ بہت دیر تک دعا مانگنے کے بعد حضرت کھڑے ہوئے اور آستین اوپر چڑھاتے ہوئے فرمایا کہ دیکھتا ہوں کون اس کو پھانسی دیتا ہے؟ ایسا ناز تھا اللہ پر۔ چند دن بھی نہیں گذرے تھے کہ ہائی کورٹ میں جج نے اس کو مقدمہ سے بَری کر دیا۔ سبحان اللہ۔ میرے شیخ حضرت ہردوئی دامت برکاتہم کے پاس جو مصیبت زدہ دعا کے لئے خط لکھتا تھا حضرت اس کو مولانا کا پتا لکھ دیتے تھے کہ ان سے دعا کرواؤ۔

اہل اللہ کی محبت سے دنیا کا بھی سکون ملتا ہے

الٰہ آباد، ہندوستان میں شروانی خاندان کی ٹارچ فیکٹری تھی، اس فیکٹری میں مزدوروں کی یونین تھی، آئے دن مزدوروں کے ہنگامے قتل وخون ہوتا تھا، مالکان کو بھی گالیاں ملتی تھیں اور یہ لوگ آفس میں تالا لگا کر اور پولیس کے پہرے میں بڑی مشکل سے بھاگتے تھے مگر جب ان لوگوں نے حضرت پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق قائم کرلیا، شروع شروع میں ان کے پاس دعا کرانے اور تعویذ لینے کے لئے آئے تھے پھر ان کی محبت میں گرفتار ہو گئے اور حضرت سے باقاعدہ تعلق قائم کرلیا، نمازی ہو گئے اور آہستہ آہستہ بہت ہی دین دار ہو گئے۔ پھر برس ہا برس ہو گئے مگر ان کی فیکٹری میں گڑبڑ کا ایک بھی واقعہ نہیں ہوا، حضرت کی کرامت سے مزدوروں کو بھی اللہ نے مسخر کر دیا، نہ جھگڑا نہ فساد، سکون سے فیکٹری چلنے لگی۔ بتایئے! ان کی دنیا کا فائدہ ہوا یا نہیں؟ لیکن انہوں نے بھی حضرت کی قدر کی کہ ایک کار اور ایک ڈرائیور ہر وقت حضرت کے پاس رکھ دیا، اور پٹرول بھی خود ڈالتے تھے، حضرت اس کار میں بیٹھ کر صبح سویرے گنگا جمنا کی سیر کرتے تھے، صبح کی تازہ ہوا کھاتے تھے۔

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی حضرت پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ سے پہلی ملاقات

تو حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے جب میں نے مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں عرض کیا تو حضرت نے فرمایا کہ چلو، پھر ہم بھی چلیں گے۔ اب حضرت اعظم گڑھ سے پرتاب گڑھ آئے، مولانا شاہ محمد احمد صاحب کو اتنی خوشی ہوئی کہ فوراً کار لے کر اسٹیشن پر آ گئے اور کار سے میرے شیخ کو اپنے گھر لے گئے۔ پھر مولانا نے فرمایا کہ

میں کچھ چائے وغیرہ کا بندوبست کرنے اندر جارہا ہوں، مولانا شاہ محمد احمد صاحب اپنے گھر کے اندر تشریف لے گئے، مولانا شاہ عبدالغنی صاحب اور ہم سب لوگ باہر بیٹھے ہوئے تھے، باہر چارپائی بچھی ہوئی تھیں، جس چارپائی پر حضرت تشریف فرما تھے تو حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اور حضرت پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ کی، دونوں چارپائیوں کے درمیان جو زمین تھی اسے دیکھا، پھر آسمان کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ میں مولانا محمد احمد صاحب کے انوار کو زمین سے آسمان تک دیکھ رہا ہوں، اور ایک بار فرمایا کہ مولانا محمد احمد صاحب سراپا محبت ہیں۔

اکابر بزرگانِ دین کی نظر میں حضرت پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ کا مقام

مولانا محمد احمد صاحب کے گھر کے سامنے ایک جنگل تھا جس میں وہ ستر ہزار مرتبہ اللہ اللہ کیا کرتے تھے، اس جنگل کو دیکھ کر میرے شیخ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پورا جنگل اللہ کے نور سے بھرا ہوا معلوم ہورہا ہے۔ مولانا کو میرے شیخ حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا مربی اور شیخ بنایا، حضرت ہردوئی کوئی کام حضرت مولانا شاہ محمد احمد پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ کے مشورے کے بغیر نہیں کرتے تھے، بڑے بڑے علماء دعاؤں کے لئے مولانا کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ ۱۹۸۰ء میں جب میں الہ آباد، انڈیا پہنچا تو دیکھا کہ مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی، مصنّف عبدالرزاق کا عربی زبان میں حاشیہ لکھنے والا، وہ دعا لینے کے لئے انہی مولانا شاہ محمد احمد صاحب کے پاس آئے ہوئے تھے جنہوں نے کبھی درس اور تدریس کا کام ہی نہیں کیا لیکن بڑے بڑے عالموں نے اللہ والے بزرگوں کا ادب کیا ہے۔ مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی بہت بڑے محدث ہیں، مصنّف عبدالرزاق کا حاشیہ عربی زبان میں لکھنے والا عالم، سوچو! کتنا بڑا عالم ہوگا؟ وہاں عرب میں ان کی شرح شائع بھی ہورہی ہے۔ مولانا علی میاں ندوی اور مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی رحمہما اللہ دونوں کا بستر لگا ہوا تھا، میں نے پوچھا کہ یہ لوگ کس لئے آئے ہیں؟ معلوم ہوا کہ صرف دردِ دل لینے آئے ہیں۔

وہیں میری مثنوی کے درس کے لئے ان دونوں بزرگوں نے حضرت پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمائش کی کہ اختر کراچی سے آیا ہے، مثنوی کا شارح ہے، آج ہم لوگ مثنوی کا درس سننا چاہتے ہیں تو مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ یہ بڑے لوگ ہیں، مثنوی کا درس سننے کی فرمائش کررہے ہیں، آج تم درسِ مثنوی سنا دو تو اس طرح میں نے اللہ کے نام کے ساتھ ان حضرات کی خدمت کی سعادت بھی حاصل کی۔

حضرت پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ کی مجذوبانہ کیفیت کا حال

ایک دفعہ میں ۱۹۸۰ء میں ہردوئی میں تھا۔ مولانا شاہ محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی ہردوئی تشریف لائے ہوئے تھے، بہت سے علماء کو حضرت والا ہردوئی دامت برکاتہم نے بلایا تھا۔ مہمان خانے میں مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے

بائیں طرف دیوبند کے صدر مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ تھے، ان کے بائیں طرف میں تھا۔ داہنی طرف سامنے مولانا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم تشریف فرما تھے۔ مجلس ہورہی تھی۔ اچانک حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب تقریر کرتے کرتے خاموش ہوگئے اور ایک طرف کو نظر ہوگئی۔ مفتی صاحب نے ذرا جھک کر حضرت کی نظر کو دیکھا اور میرے کان میں فرمایا کہ اب حضرت مولانا یہاں نہیں ہیں یعنی دنیا میں نہیں ہیں۔ اللہ والوں کی پرواز کو اللہ والے ہی جانتے ہیں اور ہم لوگوں کا کیا حال ہے۔ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ حضرت مولانا محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہم لوگوں میں کھڑے ہیں اور پتا نہیں کس عالم میں کچھ سوچ رہے ہیں، تھوڑی دیر کے بعد مجھ سے فرمایا: السلام علیکم۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت! آپ تو یہیں تھے پھر سلام کیوں فرمارہے ہیں؟ تو فرمایا کہ میں یہاں نہیں تھا، میں کہیں سے آرہا ہوں۔

حضرت مولانا شاہ محمد احمد پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ کا سانحۂ انتقال

حضرت والا نے فرمایا کہ آہ! آج دل روتا ہے، چند دن پہلے ہم ان کا نام لیتے تھے تو دامت برکاتہم کہتے تھے لیکن ۱۲/اکتوبر کا دن گذار کر اور ۱۳/اکتوبر ۱۹۹۱ء کی شب کو ۱۰ بج کر ۲۰ منٹ پر ان کا انتقال ہوا۔ لہٰذا آج ہمیں بادلِ نخواستہ صدہا غموں کے ساتھ انہیں رحمۃ اللہ علیہ کہنا پڑرہا ہے کیونکہ رحمۃ اللہ علیہ کہنے سے ہمیں ان کے انتقال اور موت کا تصور ہوتا ہے۔ کامل صاحب نے الٰہ آباد سے اپنے درد و غم کا اظہار کیا اور مجھے خط میں حضرت کے دنیا سے تشریف لے جانے پر عجیب و غریب شعر لکھا کہ جب حضرت دنیا سے تشریف لے گئے تو شیخ کے انتقال پر کتنا صدمہ ہوتا ہے بعضوں کو اپنے باپ کے انتقال سے اتنا صدمہ نہیں ہوتا جتنا شیخ کے انتقال سے ہوتا ہے۔ ہاں وہ باپ جو استاد بھی ہو، مربی بھی ہو، شیخ بھی ہو، وہ مستثنیٰ ہے۔ بہرحال انہوں نے مجھے شعر لکھا کہ میرے شیخ حضرت شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد دل بجھ گیا ہے ؎

بجھ گیا دل حیات باقی ہے
چھپ گیا چاند رات باقی ہے

مجھے تو ایسا لگا کہ سارے عالم سے چاند چھپ گیا، ولی کا ایک خاص نور ہوتا ہے، وہ ہمارے بڑوں کے بھی بڑے تھے۔

ایسے سراپا محبت شیخ نے، جن کی ذاتِ عالی مرجعِ خاص و عام تھی، اتوار کی شب ۴ ربیع الاول ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۲/اکتوبر ۱۹۹۱ء کو اس دارِ فانی سے عالمِ بقا کی طرف کوچ فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

عجب کیمیا ایست بندگی پیرِ مغاں
خاکِ او گشتم و چندیں درجاتم دادند [1]

[1] ۔ پیرِ مغاں کی غلامی عجیب کیمیا ہے، میں اپنے شیخ کے پیروں کی خاک ہوگیا جس سے مجھے اتنے بلند درجے مل گئے

شیخِ کامل کی مجھے تھی جستجو
تا نہ دھوکہ دے جہانِ رنگ و بُو
آخرش وہ شاہِ کامل مل گیا
چرخِ دل کا ماہِ کامل مل گیا

از حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ابتدائی حالات

سنِ ولادت حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کا ۱۲۹۳ھ ہجری مطابق ۱۸۷۶ء عیسوی ہے۔ اپنے پیر و مرشد حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے عمر میں تیرہ سال چھوٹے تھے۔ آپ کے والد ماجد کا نام شیخ عبدالوہاب تھا اور دادا مرحوم شیخ امانت اللہ تھے۔ آپ کی پیدائش ضلع اعظم گڑھ کے ایک گاؤں چھاؤں کی ہے جو پھولپور سے گیارہ میل کے فاصلہ پر ہے لیکن آپ کی عمر کا بیشتر حصہ چونکہ قصبہ پھولپور میں گذرا اس لئے آپ پھولپوری مشہور ہیں۔

حضرت والا نے فرمایا کہ میرے شیخ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ میرے خاندان میں پوتے ولی اللہ ہوتے ہیں۔ ہمارے دادا ولی اللہ تھے اور میرے والد عام مسلمان تھے، اس طریقے سے اللہ تعالیٰ نے مجھے عالم بنا دیا۔ لیکن حضرت نے اپنے ولی اللہ ہونے کا دعویٰ نہیں کیا، عالم کا کر دیا۔ حضرت بہت بڑے عالم تھے۔ میرے شیخ کے وطن کا نام ''چھاؤں'' ہے۔ شاعر کہتا ہے ؎

بیٹھ جاتا ہوں جہاں چھاؤں گھنی ہوتی ہے
ہائے کیا چیز غریب الوطنی ہوتی ہے

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے دادا کی بارش کے لئے دعا کا واقعہ

میرے شیخ کے گاؤں ''چھاؤں'' میں بارش نہیں ہوئی تو قحط پڑ گیا۔ جس جگہ سے لوگ پانی لے رہے تھے سب نے لے لیا اور گاؤں والوں نے حضرت شیخ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے والد کو نہیں لینے دیا۔ وہ روتے ہوئے مسجد گئے اور اپنے ابّا یعنی حضرت پھولپوری کے دادا سے کہا کہ عجیب صورت حال ہے، کھیت سوکھ رہا ہے اور گاؤں والے مجھ کو

حقیر سمجھ کر پانی نہیں دے رہے۔ چونکہ دادا بزرگ تھے، انہوں نے دو رکعت صلوٰۃ الحاجت پڑھی، سجدے میں گر گئے، ابھی سجدے سے سر اٹھایا نہیں تھا کہ آسمان پر جہاں کوئی بادل کا ٹکڑا بھی نہیں تھا، بادل آ گئے اور اتنی بارش ہوئی کہ گاؤں والے سیلاب کا خطرہ محسوس کر کے مسجد کی طرف دوڑے کہ بڑے میاں کو مناؤ ورنہ گاؤں پانی میں بہہ جائے گا۔ جن گاؤں والوں نے پانی نہیں دیا تھا انہوں نے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگی کہ ہم نے آپ کے بیٹے کو ستایا تھا، آپ ہمیں معاف کر کے بارش کی دعا بند کر دیجئے ورنہ سیلاب آ جائے گا، جتنی ضرورت تھی بارش ہوگئی ہے، لہٰذا آپ سجدے سے سر اٹھالیں۔ یہ واقعہ میرے شیخ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے خود سنایا تھا۔

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی ابتدائی تعلیم

حضرت والا نے فرمایا کہ میں نے اکثر دیکھا کہ حضرت شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے جہاں اپنے اماں ابّا کا ذکر کیا تو رونے لگ جاتے۔ حضرت کے بیٹے ہنستے تھے کہ ابّا آپ ابھی تک اپنے اماں ابّا کو یاد کر کے روتے ہیں۔ حضرت پھولپوری کے والد مرحوم نے آپ کو عربی تعلیم کے لئے جونپور مولانا ابوالخیر مکی صاحب کی خدمت میں بھیجا جو مولانا سخاوت علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے تھے اور وہ حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ مولانا مکی صاحب سے شرح جامی اور شرح تہذیب تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد تقریباً دو سال کے لئے مولانا سید امین صاحب نصیر آبادی کی خدمت میں حاضر ہوئے، اس کے بعد جامع العلوم کانپور میں مشکوٰۃ شریف تک تعلیم حاصل کی۔ اثنائے تعلیم میں قطبی کا امتحان ایک بار حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لیا اور آپ اچھے نمبروں سے کامیاب ہوئے۔ پہلی زیارت ہی سے حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے قلب میں حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی محبت اور عقیدت کا بیج جم گیا اور ارادہ فرمالیا کہ بعد فراغتِ تعلیم حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ ہی سے بیعت ہوں گا۔

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی منطق و معقولات میں مہارت

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کو چونکہ منطق و معقولات کا شوق زیادہ تھا اور اس وقت مدرسہ عالیہ رامپور منطق اور فلسفہ کا مشہور اور مخصوص مرکز تھا، اس لئے معقولات کی تکمیل کے لئے رامپور تشریف لے گئے۔ وہاں مولانا فضلِ حق صاحب منطق اور فلسفہ کے بہترین استاد موجود تھے۔ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ تکمیلِ معقولات کے زمانے میں نچلے درجے کے طلباء کو ہدایہ، میر زاہد، ملّاحسن وغیرہ پڑھاتے بھی تھے۔ اسی مدرسہ عالیہ رامپور میں قاری عبدالرحمٰن صاحب پانی پتی کے شاگردِ رشید مولانا قاری علی حسین خاں صاحب موجود تھے جن سے حضرت نے مسلم شریف پڑھی اور کچھ فنِ تجوید کی تحصیل فرمائی۔ یہ قاری عبدالرحمٰن پانی پتی حضرت شاہ اسحاق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے، اس لئے

حضرت میں اور حضرت شاہ اسحاق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان صرف دو واسطے ہیں۔

حضرت مولانا ماجد علی جونپوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں

مدرسہ رامپور سے درسِ نظامی کی سند حاصل کرنے کے بعد حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ حدیث پڑھنے کے لئے مولانا ماجد علی جونپوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گلاؤٹی تشریف لے گئے جنہوں نے دو سال میں دورۂ حدیث کی تکمیل قطب العالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے کی تھی۔ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے اس درسِ حدیث میں مولانا ماجد علی جونپوری رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب کے والد مولانا یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہم سبق ہوتے تھے۔ مولانا ماجد علی جونپوری اپنے استاد حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی ساری تقریریں رات کو لکھتے تھے حتیٰ کے بعض راتوں میں تقریر لکھتے لکھتے فجر کی اذان ہوجاتی تھی۔ مولانا زکریا صاحب نے ''آپ بیتی'' صفحہ ۹۰ پر لکھا ہے کہ مولانا ماجد علی جونپوری مناطقہ کے امام، استاذ الاساتذہ، ان کے زمانے میں ان کی معقول و منطق شہرہ آفاق تھی، ان کا مشہور مقولہ تھا کہ ترمذی تو مولوی محمود یعنی شیخ الہند کچھ پڑھا لیتے ہیں، ابوداؤد مولوی خلیل احمد کچھ پڑھا لیتے ہیں لیکن اپنے بارے میں مزاحاً فرماتے تھے کہ بخاری شریف کے متعلق تو کچھ کہہ سکتا ہوں تو میں ہی کہہ سکتا ہوں۔

تعلیم کے بعد تدریس کا آغاز

بخاری شریف کی تکمیل کے بعد حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے جونپور کے مدرسہ میں تقریباً پانچ سال تک بحیثیت صدر مدرس، درس دیا۔ حضرت پھولپوری کے قویٰ چونکہ جوانی میں بہت عمدہ تھے اس لئے صبح تا شام بخاری، ترمذی و دیگر صحاح کے علاوہ معقول و منقول کی کتب کو ملا کر سولہ اسباق پڑھاتے تھے اور رات کو ایک بجے تک مطالعہ کرتے تھے۔ اسی زمانے میں حضرت مولانا میاں سید اصغر حسین دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ بھی جونپور میں مدرس تھے۔

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کا واقعہ

حضرت والا نے فرمایا کہ جونپور میں درس و تدریس ہی کے زمانے میں حضرت شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ سرائے میر ضلع اعظم گڑھ تشریف لائے جہاں سرائے میر کی عیدگاہ میں حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا وعظ ہوا اور عیدگاہ ہی میں بعد فجر حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ بیعت ہوئے۔

ایک مرتبہ میرے شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے سرائے میر ضلع اعظم گڑھ کے مدرسہ بیت العلوم کی عیدگاہ میں مغرب کی نماز پڑھی، جب ہم لوگ سرائے میر میں پڑھتے تھے تو عیدگاہ میں نماز ہوتی تھی کیونکہ مدرسہ غریب تھا، مسجد نہیں بنا سکتا تھا۔ میں ہدایۃ النحو پڑھ رہا تھا، اس رات چاند نکلا ہوا تھا، درخت زیادہ تھے، درختوں کے پتوں سے چاند کی روشنی چھن چھن کے

زمین پر آرہی تھی اور میرے مرشد شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر پڑ رہی تھی جو مغرب کے بعد اوابین پڑھ رہے تھے۔ عجیب سہانا منظر تھا اور حضرت عجیب وغریب عاشقِ حق تھے، گرمی کا مہینہ تھا، ململ کا سفید کرتہ پہنے ہوئے میرے حضرت درختوں کے نیچے نماز میں مشغول پتوں سے چھن کر آنے والی چاندنی میں جگمگا رہے تھے، چمک رہے تھے، چمکا رہے تھے۔ چھ رکعات اوابین سے فارغ ہو کر میری طرف رخ کیا اور عیدگاہ کی محراب کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: ''حکیم اختر! میں اسی عیدگاہ میں، اسی محراب میں پیدا ہوا ہوں۔'' میں نہیں سمجھ سکا کہ حضرت کیا بتانا چاہتے ہیں؟ میں نے عرض کیا حضرت! آپ یہاں کیسے پیدا ہو سکتے ہیں؟ فرمایا ''ارے تم سمجھو اس کو، جب حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اعظم گڑھ تشریف لائے تھے تو سرائے میر میں بھی حضرت کا بیان ہوا تھا، حضرت نے مجھے اسی محراب میں بیعت کیا تھا۔ کسی ولی کے ہاتھ پر بیعت ہونا مرید کی حیاتِ ایمانی کا آغاز ہوتا ہے، گویا کسی اللہ والے کے ہاتھ پر فروخت ہوجانا، یہیں سے پیدائشِ ایمانی، حیاتِ ایمانی اور اللہ والی زندگی کا آغاز ہوتا ہے۔'' (حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ یکم ربیع الاول یوم دوشنبہ ۱۳۲۸ھ بعد فجر بیعت ہوئے تھے اور اتفاق سے یکم ربیع الاول یوم دوشنبہ ۱۳۳۲ھ کو حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے اجازتِ بیعت یعنی خلافت سے مشرف ہوئے۔ از جامع)

بیعت ہوتے وقت حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کا امتحان

میرے شیخ حضرت پھولپوری نے فرمایا کہ بیعت کے وقت حکیم الامت نے مجھ سے ایک بڑا امتحان بھی لیا، بڑا پیچیدہ اور مشکل امتحان تھا کہ جب بیعت فرمایا تو فرمایا کہ کہو میں بیعت ہوتا ہوں اشرف علی کے ہاتھ پر۔ حضرت نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری مدد فرمائی اور رسوائی سے بچالیا۔ میں نے فوراً تمام القابات لگا کر عرض کیا کہ میں بیعت ہوتا ہوں حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی دامت برکاتہم کے ہاتھ پر۔ میرے شیخ نے فرمایا کہ اگر میں اس وقت گھبرا کر کہہ دیتا کہ میں بیعت ہوتا ہوں اشرف علی کے ہاتھ پر تو میرا مرشد سوچتا کہ نہایت ہی پیٹ بھر کے گنوار سے پالا پڑا ہے کہ جیسا میں کہہ رہا ہوں ویسا ہی مرید بھی کہہ رہا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ میں اس امتحان میں تو پاس ہوگیا لیکن پھر رات کو حضرت حکیم الامت نے ڈاک کے خطوط میرے حوالے کئے کہ کل دس بجے یاد دلا دینا، ان کا جواب لکھنا ہے۔ میں رات بھر بے چین تھا اور دعا کر رہا تھا کہ یا اللہ! وقت پر یاد آجائے۔ ٹھیک دن کے دس بجے حضرت نے خطوط پیش کر دیئے اور شکر ادا کیا کہ اللہ نے لاج رکھ لی کیونکہ حضرت تو اس دنیا کے آدمی ہی نہیں تھے، ہر وقت اللہ کی یاد میں مست رہتے تھے، حضرت کو دنیا کے کام کہاں یاد رہتے تھے لیکن شیخ کی عظمت کی وجہ سے یاد رکھنے کا اتنا اہتمام فرمایا۔

قیام مدرسہ روضۃ العلوم

۱۳۳۳ھ میں حضرت پھولپوری نے پھولپور میں حضرت حکیم الامت کے مشورے سے مدرسہ روضۃ العلوم قائم فرمایا جس کی بنیاد حضرت حکیم الامت نے اپنے دستِ مبارک سے ڈالی اور ارشاد فرمایا کہ اس مدرسہ کا نام پھولپور کی مناسبت سے روضۃ العلوم رکھتا ہوں۔ اس مدرسہ کا جس جگہ کنواں ہے، حضرت پھولپوری نے خواب میں اسی جگہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا تھا کہ حضرت کھڑے ہیں، بس حضرت پھولپوری نے حکم فرمایا کہ اسی جگہ کنواں کھودا جائے، اس کنویں کا پانی عجیب شیریں اور ٹھنڈا ہے۔

قیام مدرسہ بیت العلوم

۱۳۴۹ھ میں حضرت پھولپوری نے قصبہ سرائے میر میں عیدگاہ سے متصل ایک مدرسہ بیت العلوم بھی قائم فرمایا جس میں پورا درسِ نظامی پڑھایا جاتا ہے۔ اس مدرسہ کی سرپرستی بھی حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے قبول فرمائی تھی اور اس کا نام بیت العلوم رکھا اور ارشاد فرمایا کہ سرائے کی مناسبت سے اس کا نام بیت العلوم یا دار العلوم رکھنا چاہتا ہوں لیکن بیت العلوم میں چونکہ انکساری زیادہ ہے اس لئے اس کا نام بیت العلوم رکھتا ہوں کیونکہ ''ہر کجا پستی است آب آنجا رود''، اللہ تعالیٰ اس کو دار العلوم بنادیں۔

حضرت والا کا حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق کا سبب

ترجمۃ المصنف میں حضرت والا فرماتے ہیں کہ میری عقیدت شروع ہی سے حضرت حکیم الامت سے تھی چنانچہ حضرت حکیم الامت کی رحلت کے بعد بھی میں نے یہ طے کیا کہ اسی سلسلہ میں بیعت ہونا ہے اور بچپن ہی سے قلب میں یہ بھی تہیہ کر رکھا تھا کہ شیخ و مرشد اسی کو انتخاب کروں گا جو سراپا سوختہ جان، سراپا عشق اور سراپا درد ہو، عشقِ الٰہی میں سرشار اور وارفتگی و دیوانہ مزاجی کے ساتھ حق تعالیٰ کے لئے اس کی جانِ پاک شدید والہانہ تعلق سے ہر وقت ماہی بے آب ہو، عشقِ حق اس کے ہر بُنِ مو سے ٹپکتا ہو، اس کے نالہائے نیم شب اور اس کی آہ و فغاں اور اس کی آنکھیں اس کے دردِ باطن پر شہادت پیش کر رہی ہوں ؎

بوئے مے را اگر کسے مکنوں کند
چشمِ مستِ خویشتن را چوں کند

اسی دورِ تلاشِ مرشد میں جبکہ احقر کے ابھی داڑھی مونچھ کا ایک بال بھی نہ آیا تھا کہ میری زندگی کا پہلا شعر یہ ہوا ؎

دردِ فرقت سے مرا دل اس قدر بے تاب ہے
جیسے تپتی ریت میں اک ماہیٔ بے آب ہے

اختر اپنے اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتا ہے کہ مجھے پہلا ہی پیر ایسا اللہ والا دیا جس پر اللہ کی محبت کا رنگ غالب تھا، اس وقت الٰہ آباد میں حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے دو خلفاء مولانا عیسٰی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا سراج احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ موجود تھے لیکن اللہ نے میرا حصہ اعظم گڑھ میں لکھا تھا۔ مولانا سراج صاحب کے لئے تو میں نے خواب بھی دیکھا کہ میں ان سے بیعت ہو گیا ہوں لیکن حضرت حکیم الامت کی تعلیمات کہ خوابوں کو زیادہ اہمیت نہ دینی چاہیے، بیداری کی مناسبت پر نفع کا مدار ہے تو بیداری میں مجھے مناسبت حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے تھی تو میں ان سے بیعت نہ ہوا، اگر بغیر مناسبت کے بیعت ہو جاتا تو باطنی طور پر برباد ہو جاتا۔

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے تعارف کیسے ہوا؟

کیمی پور میں حضرت شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے داماد جو طبیہ کالج میں میرے ساتھ پڑھتے تھے انہوں نے مجھے حضرتِ اقدس شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق چشم دید کیف و دیوانگی اور وارفتگی کا کچھ اجمالی خاکہ بتایا کہ بس میں اسی پر عاشق ہو گیا کہ حضرت پر عجیب دیوانگی کا عالم طاری رہتا ہے، ''اللہ'' کہتے ہیں تو آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں، گریبان کھلا ہوا ہے، بال بکھرے ہوئے ہیں یعنی ان پر اللہ کی محبت کا ایسا عاشقانہ رنگ بتایا کہ میں نے دل میں کہا کہ میرا کام وہاں بن جائے گا، مجھے امید ہوگئی کہ میری مناسبت وہیں ہوگی، حق تعالیٰ نے غیب سے اعانت فرمائی اور احقر نے حضرتِ اقدس سے مکاتبت کا سلسلہ شروع کر دیا اور حضرت ہی کو اپنا مرشد منتخب کرلیا۔

احقر نے حضرتِ اقدس کی خدمت میں اپنی اصلاح کے لئے جو پہلا خط لکھا تھا اس کے اوپر یہ شعر لکھا۔

جان و دل اے شاہ قربانت کنم
دل ہدف را تیر مژگانت کنم

ترجمہ: ''اے شاہ! میں جان و دل آپ پر قربان کرتا ہوں اور اپنے دل کو آپ کے دردِ محبت کے تیر کے نشانے کے لئے پیش کرتا ہوں۔'' حضرت شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں لکھا کہ '' آپ کا مزاج عاشقانہ معلوم ہوتا ہے اور اہلِ عشق اللہ تعالیٰ کا راستہ بہت جلد طے کرتے ہیں۔ محبتِ شیخ مبارک ہو، محبتِ شیخ تمام مقاماتِ سلوک کی مفتاح ہے'' اور حضرت مرشد نے احقر کو خط سے بیعت فرما کر حلقۂ ارادت میں قبول فرمالیا اور کچھ ذکر کرنے کو تحریر فرما دیا۔

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی بے چینی

ترجمۃ المصنف میں حضرت والا فرماتے ہیں کہ ابتدائی خط و کتابت کے بعد حضرتِ اقدس کی زیارت کے لئے قلب مشتاق و بے چین رہنے لگا مگر پھولپور حاضری سے کچھ موانع درپیش تھے لہٰذا حاضر نہ ہوسکا، راتوں کو آسمان پر چاند تاروں سے تسلی حاصل کرتا اور قدرت کی ان نشانیوں سے دلِ بے تاب کو تسکین ہوتی۔ کبھی آسمان کی طرف دیکھ کر بار بار حق تعالیٰ سے یہ عرض کرتا۔

اپنے ملنے کا پتا کوئی نشاں
تو بتا دے اے مرے ربِ جہاں

احقر کو رات کی تنہائیوں میں آسمان کی طرف نظر کرنے اور چاند ستاروں کے مناظر سے بہت سکون ملتا اور ان مصنوعات سے صانع حقیقی کی یاد میں دیر تک مشغول رہتا اور پھر تھک کر سو جاتا۔ احقر تعلیمِ طب سے فارغ ہوکر جب اپنے وطن واپس آگیا تو گاؤں میں بھی ایک مسجد کسی قدر آبادی سے باہر تھی اور کچھ غیر آباد سی تھی، وہاں سناٹا رہتا تھا، احقر اسی مسجد میں ذکر کرتا اور بہت لطف آتا۔ قلب کا یہی تقاضا ہوتا اور یہی تمنّا ہوتی کہ صحرا کے سناٹے میں میاں کو یاد کرکے خوب رویا کروں۔

اے دریغا اشکِ من دریا بدے
تا نثارِ دلبرے زیبا شدے (رومیؒ)

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کے لئے روانگی

قصہ مختصر یہ کہ ”تابِ زنجیر ندارد دلِ دیوانۂ ما“ کا معاملہ آپہنچا اور احقر نے والدہ صاحبہ کی اجازت سے حضرتِ اقدس پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری کا قصد کرلیا۔ بقرعید کا دن قریب تھا، گھر والوں نے کہا کہ ایسی خوشی کا دن گھر پر گذار، احقر نے کہا کہ اب مجھے طاقتِ صبر نہیں۔

سرنگونم ہیں رہا کن پائے من
فہم کو در جملۂ اجزائے من
گفت معشوقے بہ عاشق اے فتیٰ
تو بغربت دیدۂ بس شہر ہا

پس کدامیں شہر زانہا خوش تراست
گفت آں شہرے کہ دروے دلبراست (رومیؒ)

ترجمہ: اے دنیا والو! میں سر جھکا چکا ہوں، میرے پیر کو اب زنجیروں سے مت باندھو۔ جانور رسی تڑانے سے پہلے سر جھکا لیتا ہے تو میں نے بھی اب سر جھکا لیا ہے، اب میں دنیا کے وہ تعلقات جو میرے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان رکاوٹ ڈال رہے ہیں، ان سب کو توڑنا چاہتا ہوں۔ ایک معشوق نے اپنے عاشق سے پوچھا کہ اے میرے عاشق! پردیس میں تو نے ہزاروں شہر دیکھے، تجھے کون سا شہر سب سے اچھا لگا؟ اس نے جواب دیا کہ وہ شہر کہ جہاں میرا محبوب رہتا ہے۔

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی پہلی زیارت

میرے والد کا انتقال ہو چکا تھا اور میری والدہ تنہا تھیں۔ میں نے والدہ سے کہا کہ میں نے آپ کے ساتھ بہت سی عید کی ہیں، ایک مرتبہ مجھے ایک اللہ والے کے ساتھ عید کرنے کی اجازت دے دیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے توفیق دی، بقر عید کے قریب والدہ صاحبہ سے اجازت لے کر پھولپور روانہ ہو گیا اور عین بقر عید کے دن نمازِ عید الاضحیٰ سے ایک گھنٹہ قبل پھولپور پہنچا۔ قلب و جان مسرور تھے، خوشی اور مسرت ہر بُنِ مو سے ٹپک رہی تھی۔ عجیب خوشی و مسرت تھی، یہ تصور ذرہ ذرہ سے قلب کو مسرور کر رہا تھا کہ یہ میرے مرشد کا شہر ہے۔

شہر تبریز ست و شہر شاہ من
نزد عاشق ایں بود حب الوطن (رومیؒ)

میرے مرشد اس وقت تلاوت میں مشغول تھے، آٹھ بجے دن صبح صبح کا وقت تھا، ٹوپی زمین پر رکھی ہوئی تھی، سرِ مبارک کے بال بکھرے ہوئے گریباں چاک تھا۔ ایک ہی نظر میں ایسا معلوم ہوا کہ احقر حضرت شمس الدین تبریزی کی زیارت کر رہا ہے۔ جلد مبارک پر جگہ جگہ عشقِ الٰہی سے جلے ہوئے نشانات ژولیدہ بال۔ گریباں چاک تھوڑے تھوڑے وقفہ سے مسلسل آہوں کی آواز۔ پس قلبی مراد پوری ہوتی نظر آئی کہ جیسا پیر اللہ سے چاہتے تھے اپنے کرم کے صدقہ میں ویسا ہی عطا فرمایا۔ احقر کے یہ اشعار اسی نقشہ کو کھینچتے ہیں۔

ہم نے دیکھا ہے ترے چاک گریبانوں کو
آتشِ غم سے چھلکتے ہوئے پیمانوں کو
ہم نے دیکھا ہے ترے درد کے بیماروں کو
سوزشِ غم سے تڑپتے ہوئے پروانوں کو

ہم فدا کرنے کو ہیں دولتِ کونین ابھی
تو نے بخشا ہے جو غم ان پھٹے دامانوں کو

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے پہلی ملاقات

ترجمۃ المصنف میں حضرت والا فرماتے ہیں کہ میں خاموش کھڑا رہا لیکن پتا نہیں حضرت کو کیسے محسوس ہوا کہ کوئی کھڑا ہوا ہے، میری طرف گھوم کر دیکھا، جیسے ہی حضرت سے آنکھ ملی تو میں نے فوراً کہا، السلام علیکم! حضرت! میں محمد اختر ہوں، پرتاب گڑھ سے آیا ہوں، اپنی اصلاح کے لئے چالیس دن رہنے کا ارادہ ہے۔ یہ تین باتیں ایک سانس میں کہہ گیا اور یہ آدابِ حاضری حضرتِ اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں میں پڑھ چکا تھا کہ جو جائے تو اپنا نام، اپنی غرضِ سفر اور کتنے دن ٹھہرے گا سب بتادے۔ تو حضرت بہت خوش ہوئے، اس وقت حضرت نے وہیں سے اپنے بڑے بیٹے کو آواز لگائی اے بابو! جلدی سے سویاں لاؤ، ناشتہ لاؤ اور حکم فرمایا ناشتہ کرکے کچھ آرام کرلو۔ اس کے بعد حضرت نے غسل کیا، غسل کرکے وہی عمامہ باندھا جو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے میرے شیخ کو تحفے، ہدیہ دیا تھا، پیوند لگے عمامہ کے بارے میں فرمایا کہ یہ عمامہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا عطا فرمودہ ہے۔ اس میں کئی جگہ پیوند بھی لگا ہوا تھا۔ میں بھی ساتھ گیا، وہاں عیدگاہ میں کچھ بچے شور مچا رہے تھے تو حضرت نے ان مال داروں کو بہت ڈانٹا کہ ان کا دماغ خراب ہوگیا ہے، چھوٹے بچوں کو لاتے ہیں، سب کی نماز میں گڑبڑی کرتے ہیں۔ میں نے پہلی دفعہ حضرت کی للکار اس وقت سنی تو دل میں کہا کہ مولوی ایسا ہوتا ہے کیونکہ عام طور پر لوگ ڈرتے ہیں، مگر میرا شیخ ڈرنا کیا جانے۔ بقرعید کی نماز حضرت شیخ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی۔

پہلی حاضری پر حضرت والا کا لباس

میں جب حاضر ہوا تو میں نے چوڑی پاجامہ، ترکی ٹوپی، شیروانی اور اس کے سارے بٹن لگے ہوئے، ایک دم کالج کے جیسے طالب علم ہوتے ہیں اس طرح سے آیا تھا، لیکن حضرت کے پاس دیکھا کہ وہاں سب مولانا لوگ بیٹھے ہیں۔ میں نے اس وقت عربی تو پڑھی تھی نہیں، طبیہ کالج سے سیدھا آیا تھا، فارسی کچھ پڑھی تھی، تو جب یہ ماجرا دیکھا تو جلدی سے میں پھولپور کے بازار گیا اور سفید کپڑا خریدا اور لمبا کرتہ ٹخنہ سے اوپر پاجامہ بنوا کے اور خانقاہی ٹوپی لگا کر حاضر ہوا۔ ترکی ٹوپی، چوڑی پاجامہ اور شیروانی سب بکس میں رکھا، کرتہ پہن کر جب حضرت کے سامنے کھڑا ہوا تو حضرت نے دیکھا اور فرمایا: ''یہ صاحب آئے تھے کس حالت میں اور اچانک مولوی کے لباس میں آگئے''، پھر فرمایا ''ماشاء اللہ، نور معلوم ہوتا ہے۔''

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت کے موقع پر حضرت والا کا تقویٰ

پھر پوچھا کہ اعظم گڑھ چلو گے؟ میں نے عرض کیا حضرت! میں آیا ہی اس لئے ہوں۔ پھر جج، منصف جلیل صاحب کے یہاں جو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مجازِ صحبت تھے، دعوت میں میرے شیخ تشریف لے گئے۔ رکشے سے جب اترے تو میں نے عرض کیا کہ حضرت میں تھوڑی دیر میں حاضر ہوتا ہوں، فرمایا کہاں جارہے ہو؟ میں نے کہا کہ آپ کی دعوت ہے، میں مدعو نہیں، میں ہوٹل سے کھانا کھا کر ابھی آتا ہوں کیونکہ یہ بھی میں نے حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں میں پڑھا تھا کہ پیر کے پیچھے دسترخوان پر ہاتھ دھو کر نہ بیٹھ جائے۔ تو حضرت اتنا خوش ہوئے کہ فرمایا، ماشاء اللہ آپ کو یہی کرنا چاہیے، واہ شاباش، جزاک اللہ۔ پھر فرمایا کہ چند منٹ رکو، میں ابھی آتا ہوں، حضرت نے جا کر جج جلیل صاحب سے کچھ کہا، اب جج صاحب دوڑے ہوئے آئے اور مجھ سے کہا کہ مولوی صاحب! آپ کا احسان ہوگا کہ آپ میرے ہاں کھانا تناول فرمائیں۔ میں نے دوبارہ حضرت سے اجازت لی کہ کیا آپ کی اجازت ہے کہ میں ان کی دعوت قبول کرلوں؟ حضرت نے فرمایا ہاں ہاں قبول کرلو۔

چاہتا ہے دل وہی کیف آفریں ماحول پھر
وہ بہاریں اب کہاں جو ہائے میخانے میں تھیں
مستیاں ہر سُو برستی تھیں در و دیوار سے
اور وہ کیفیتیں سو خم کی پیمانے میں تھیں

(از کلام خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا اشعار میں نقشہ

حضرت والا نے اپنے تعلق اور حضرت مرشد رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا ایک اجمالی خاکہ اس نظم میں پیش کیا ہے ؎

شیخِ کامل کی مجھے تھی جستجو — تا نہ دھوکہ دے جہانِ رنگ و بُو
آخرش وہ شاہِ کامل مل گیا — چرخِ دل کا ماہِ کامل مل گیا
سینہ بریاں چشمِ گریاں آہِ سرد — تھا سراپا عشقِ حق وہ پیر مرد
ہر بُنِ مو سے محبت کا ظہور — چشم تھی غماز عشق ناصبور
فرش پر ذاکر تھی اس کی خاکِ تن — روح اس کی عرش پر جلوہ فگن
نعرہ ہائے لا احب الآفلیں — کر رہا تھا دم بدم وہ شیخِ دیں
جسم اس کا زائرِ کوئے حرم — جان اس کی محرمِ جانِ حرم
جان اس کی تھی ورائے آسمان — خاکِ تن کا تھا خدا ہی نگہبان
عشق سے اس کا گریباں چاک تھا — ذکر اس کا نالۂ غمناک تھا
رات کو پچھلے پہر وہ شاہِ دیں — اشک ہائے خوں سے تر کرتا زمیں
سجدہ گاہ عاشقانِ ربِ دیں — مثل سجدہ گاہ عامہ کے نہیں
سرگروہِ شاہبازِ حق سے تھا — سر بریدہ تیغِ عشقِ حق سے تھا
ترک کرکے درسِ منطق و فلسفہ — دے رہا تھا درسِ چرخ و زلزلہ
تھا وہ عاشق بر فنِ دیوانگی — سیر تھا از عقل و از فرزانگی
میں نے سمجھا قیس تنہا ہے یہاں — بیٹھ جا تو بھی اسی در پر یہاں
الغرض اختؔر وہیں رہنے لگا — لطف جینے کا وہیں ملنے لگا

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

❁ آخرش: آخرکار ❁ چرخ: آسمان ❁ بریاں: جلا بھنا ❁ گریاں: رونے والی ❁ آہِ سرد: ٹھنڈی آہیں ❁ پیر مرد: بوڑھا آدمی ❁ غماز: ظاہر کرنے والا ❁ ناصبور: بے صبر ❁ جلوہ فگن: جلوہ دکھانا ❁ لا احب الآفلیں: میں فنا ہونے والوں سے محبت نہیں کرتا ❁ ورائے: اُس پار ❁ سرگروہ: سردار ❁ سر بریدہ: سر کٹا ہوا

بہ فیضِ مرشدِ کامل تو کردے ہنس زاغوں کو
کہ وقفِ خانقاہِ شیخ ہے قلب و جگر اپنا
خداوندا محبت ایسی دے دے اپنی رحمت سے
کرے اختؔر فدا تجھ پر یہ دل اپنا جگر اپنا

اٹھارہ برس کی عمر میں پھولپور حاضری

حضرت والا نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میں نے اپنے حضرت شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے اٹھارہ برس کی عمر میں مریدی کرلی۔ وہ جوان جو کم عمری میں مجھ سے بیعت ہوئے ہیں وہ یہ نہ سوچیں کہ کم عمری میں بیعت ہوکر انہوں نے کوئی بہت تیر مارا۔ میں نے اللہ تعالیٰ کو جوانی دے کر مزہ اڑایا ہے، خالقِ شباب کو شباب دینے کے بعد اللہ تعالیٰ کیا کچھ دیتا ہے وہ میرا دل جانتا ہے ؎

لطف اتنے اٹھائے ہیں کہ دل جانتا ہے
غم اتنے اٹھائے ہیں کہ دل جانتا ہے

پہلی ہی حاضری پر حضرت والا کا چالیس دن لگانا

حضرت والا نے فرمایا کہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ مرید کو چاہیے زندگی میں ایک مرتبہ اپنے شیخ کے پاس چالیس دن اس طرح رہ پڑے کہ شیخ سے جدا نہ ہو، پان اور چائے کے لئے بھی خانقاہ سے باہر نہ جائے، اختر جو آپ سے خطاب کررہا ہے، اس نے الحمدللہ اٹھارہ برس کی جوانی میں شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے پہلی ہی ملاقات میں چالیس دن ان کی خدمت میں لگائے۔ اپنا عمل ظاہر کرنا مناسب نہیں ہوتا، مگر اپنے دوستوں کی حوصلہ افزائی کے لئے ایسا کررہا ہوں۔ پہلی ملاقات میں اپنے شیخ کے پاس چالیس دن رہنے کی برکات آج بھی محسوس کرتا ہوں کیونکہ میں اعظم گڑھ سے علیگڑھ بھی گیا، لیکن کسی سوسائٹی سے متاثر نہیں ہوا۔ وہ چالیس دن کی صحبت ہر زمانے اور ہر وقت کام آتی رہی۔ اس چالیس دن کی صحبت سے ایک حیات عطا ہوجاتی ہے اور ایک مزاج بن جاتا ہے۔ میں کرائے کے علاوہ اپنے ساتھ کھانے پینے کے اخراجات کے لئے چالیس روپے بھی لے گیا تھا روزانہ کے ایک روپے کے حساب سے۔ آج سے پچاس برس پہلے کے چالیس روپے کتنے ہوں گے! میں نے حضرت سے عرض کیا کہ حضرت! یہ میں آپ کو پیش کررہا ہوں کیونکہ کھانا آپ ہی کے ہاں کھانا ہے۔ حضرت نے مجھ سے چالیس روپے لے لئے، پھر تمام روپے واپس دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ تم رکھ لو، اس کے بادام کھالینا۔

حضرت والا کے چلہ کی تکمیل پر شیخ کی فرمائش

جب میرے چالیس دن پورے ہوگئے تو حضرت شیخ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے خود ہی مجھ سے فرمایا کہ تمہارا چلہ پورا ہوگیا ہے، تم کل چلے جاؤ گے لہٰذا میری پیٹھ کھجلا دو۔ میں نے حضرت کی پیٹھ خوب کھجلائی۔ میں حضرت کو اتنا دباتا تھا کہ جب سردیوں کے موسم میں لوگ سردی سے کانپتے تھے، میرا اس وقت حضرت کو دبانے سے پسینہ نکل جاتا تھا۔ حضرت پہلوانی کئے ہوئے تھے اور ان کا جسم کافی سخت تھا۔ اس بات کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت کی ناک سے سینے تک نوّے ڈگری کا زاویہ بنتا تھا۔ اصلی گھی پاؤ ڈیڑھ پاؤ کھانا حضرت کے لئے کوئی بات ہی نہیں تھی، سب ہضم بھی ہوجاتا تھا لیکن ساری طاقت اور عالمِ شباب اپنے اللہ پر فدا کردیا۔

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت کے بعض حالات

حضرت والا نے فرمایا کہ حضرت کو بہت طاقت سے دبانا پڑتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ رات ہو یا دن ہو، سفر ہو یا حضر ہو اس معاملے میں شیخ کا ساتھ دیا۔ اسی طرح اگر حضرت نے کھانا نہیں کھایا تو میں چھپ کر نہیں کھاتا تھا، جب حضرت کھاتے تھے اسی وقت کھاتا تھا۔ پورا عالم اس کی تاریخ ہے کہ اختر نے دس سال شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ جنگل میں اس طرح گزارے ہیں کہ ناشتہ بھی نہیں کرتا تھا۔ صبح تہجد سے دوپہر ایک بجے تک ایک قطرہ چائے نہ پانی، دوپہر تک ایک دانہ اُڑ کر پیٹ میں نہ جاتا تھا، پھر خوب کڑاکے کی بھوک لگتی تھی۔ جب میرے شیخ بوجہ پیرانہ سالی ناشتہ نہیں کرتے تھے تو میں کیسے کرتا؟ گھر سے کہلوایا گیا کہ کیا میرے لئے ناشتہ بھجوادیا جائے؟ میں نے منع کردیا، ویسے بھی روزانہ ناشتہ بھجوانے میں شیخ کے اہلِ خانہ کو تکلیف ہوتی۔ مجھے شرم آتی تھی کہ شیخ تو ناشتہ نہ کریں اور گھر سے میرے لئے ناشتہ آئے۔ میرا ناشتہ اشراق و چاشت اور ذکر و تلاوت سے ہوتا تھا، میرا ناشتہ شیخ کے دیدار، ان کی آہ و فغاں اور اللہ سے فریاد اور دعائیں اور اللہ سے گریہ وزاری سے ہوتا تھا، لیکن کیا بتاؤں کہ شیخ کی صحبت میں ایسا لطف آتا تھا کہ آج تک وہ مزہ دل میں محسوس ہوتا ہے، اتنا نور محسوس ہوتا تھا کہ آج تک اس کے انوار قلب و روح محسوس کرتے ہیں۔ چاندنی راتوں میں اپنے شیخ کے ساتھ جنگل میں درختوں کے نیچے بیٹھ کر ذکر کرتا تو عجیب کیف و مستی کا عالم ہوتا۔

رات بارہ ایک بجے سوتا تھا اور حضرت شیخ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تین بجے اٹھ جاتا تھا۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ شیخ اٹھ گئے ہوں اور میری آنکھ نہ کھلی ہو۔ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ جب اٹھتے تھے تو کھنکارتے تھے اور میں اٹھ جاتا تھا۔ حضرت کی ایک آواز پر میری آنکھ کھل جاتی تھی۔ حضرت شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی عمر اس وقت ستر برس تھی، میں نے جوانی کی عمر کے سترہ برس اس طرح گزارے کہ استنجے کا پانی بھرتا اور اپنے شیخ کو وضو کراتا۔ شیخ کے کپڑے دھونا،

نہلانا، وضو کرانا سارا کام میرے ذمہ تھا۔ پھر جب حضرت عبادت میں مشغول ہوجاتے تو پیچھے ذرا ہٹ کر آڑ میں بیٹھا رہتا تاکہ شیخ کی عبادت میں خلل نہ پڑے۔ جب تک شیخ مشغول رہتے میں بھی بیٹھا رہتا، میرے حضرت تہجد پڑھتے، بارہ ہزار مرتبہ اللہ اللہ کرتے، پانچ پانچ پارے تلاوت کرتے، مکمل قصیدہ بردہ پڑھتے، مناجاتِ مقبول کی تمام منزلیں پڑھتے، تہجد سے دوپہر تک تقریباً سات گھنٹہ روزانہ شیخ عبادت فرماتے۔

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں مال مرغن اور پوری حلوے نہیں تھے، ایک بجے دوپہر کا کھانا ہم شیخ اور مرید مل کر کھاتے۔ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے جذب اور عشق و مستی کا عجیب عالم تھا۔ گھر میں نہ بیت الخلاء تھا نہ غسل خانہ، قضائے حاجت کے لئے جنگل میں جانا ہوتا تھا، وضو اور غسل کے لئے قریب میں پانی کا ایک تالاب تھا جو باولی کے نام سے مشہور تھا، اس میں کچھ اللہ کے باولے نہاتے تھے۔ اس میں بہت جونکیں تھیں اور سردیوں میں پانی برف کی مانند ٹھنڈا ہوجاتا تھا۔ پہلی ڈبکی جب لگاتے تھے تو کچھ دیر کے لئے جسم سُن ہوجاتا تھا، بے ہوش جیسے ہوجاتے تھے، ایسا لگتا کہ بچھوؤں نے ڈنک مار دیا ہو، پھر جلدی جلدی نہاتے بھی جاتے تھے اور ایک ہاتھ سے جونکوں کو بھی ہٹاتے رہتے تھے کہ کہیں چپک نہ جائیں۔ استنجاء خانہ بھی کوئی نہیں تھا، ایک مرتبہ سیلاب آیا تو کہیں پاخانہ پھیرنے کی جگہ نہ رہی، پھر بارش میں بھیگتے ہوئے، چھتری ہاتھ میں لئے ہوئے نہر پر گئے، سب کپڑے بھیگ گئے۔ لیٹرین، بیت الخلاء، غسل خانہ کچھ نہیں تھا وہاں۔ شیخ بھی ایسے ہی رہتے تھے، یہ نہیں کہ شیخ نے اپنے لئے کچھ بنوایا ہو، حضرت بھی استنجاء کرنے جنگل جاتے تھے۔ مسجد کے قریب ایک کنواں بھی تھا، لیکن حضرت پھولپوری اس کا پانی استعمال نہ کرتے تھے کہ اس میں ہندو کافر اور چمار بھی ڈول ڈالتے ہیں، اگرچہ اس پانی کا استعمال جائز تھا لیکن حضرت فرماتے تھے کہ میرا دل ذکر میں بند ہوجاتا ہے، اس لئے اپنے شیخ کے لئے شدید گرمیوں میں بھی روزانہ ایک میل دور ندی سے پانی بھر کر لاتا تھا۔

اپنے شیخ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت کا عدیم النظیر واقعہ

احقر جامع عرض کرتا ہے کہ دہلی، ہندوستان میں حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کے میزبان جناب الیاس قریشی صاحب کراچی تشریف لائے ہوئے تھے۔ انہوں نے ایک واقعہ سنایا اور فرمایا کہ میں اس واقعہ کا چشم دید گواہ ہوں۔ فرماتے ہیں کہ ''۱۹۵۸ء میں حضرت شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ ہمارے گھر واقع کوچہ مہر پرور، دہلی تشریف لائے۔ ان کے ہمراہ ہمارے حضرت والا حضرت حکیم صاحب دامت برکاتہم بھی تھے۔ حضرت حکیم صاحب کے عنفوانِ شباب کا زمانہ تھا، شدید سردی کا موسم تھا۔ میری والدہ حیات تھیں اور وہ بھی بوڑھی تھیں۔ والد صاحب پہلے فوت ہوچکے تھے۔ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ اپنی والدہ سے کہہ دیں کہ عشاء کے وقت ہی تہجد کے وضو کے لئے

پانی گرم کر کے دے دیا کریں، رات کو اٹھنے کی بالکل تکلیف نہ فرمائیں، حکیم اختر خود انتظام کر لے گا۔ چنانچہ روزانہ لوہے کے ایک برتن میں پانی گرم کر کے دے دیا جاتا۔ جسے حضرت حکیم صاحب دامت برکاتہم گہرے خاکی رنگ کے کمبل میں لپیٹتے اور اس کو اپنے پہلو میں رکھ لیتے اور اوپر سے لحاف اوڑھ لیتے تاکہ ان کے جسم اور لحاف کی گرمی سے پانی ٹھنڈا نہ ہو اور رات بھر اسی طرح اسے لئے ہوئے نہ معلوم کس طرح سوتے اور تہجد کے وقت جب حضرت شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ اٹھتے تو پانی گرم ہوتا اور حکیم صاحب دامت برکاتہم حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کو وضو کراتے۔ کافی دن حضرت ہمارے گھر رہے اور میں روزانہ یہ منظر دیکھتا تھا اور مجھے بڑی حیرت ہوتی تھی، واقعی یہ محبت ہی کی کرامت ہے جو عاشق سے دشوار ترین کام بھی کروا دیتی ہے۔‘‘

شیخ کی خدمت میں حضرت والا کی فنائیت

حضرت والا جب اپنے شیخ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس رہتے تھے تو حضرت والا کے پاس ایک ہی جوڑا ہوتا تھا، اسی کو دھو کر پہن لیتے تھے۔ جب وہ جوڑا استعمال کرتے کرتے گھٹنے والی جگہ گل جاتی تو حضرت والا وہاں پر پیوند لگا لیتے تھے۔ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بڑے بڑے نواب اور مالدار آتے تھے لیکن حضرت والا نے کبھی کسی کو اشارہ تک نہیں کیا۔ حضرت والا تہبند پہن کر معجون بناتے تھے اور حضرت پھولپوری کی خوب خدمت بھی کرتے تھے۔ حضرت والا جس طرح حضرت شیخ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس رہتے تھے تو لوگ حضرت والا کو عالم بھی نہیں سمجھتے تھے بلکہ حضرت شیخ پھولپوری کا نوکر سمجھتے تھے کیونکہ حضرت پھولپوری زمیندار بھی تھے۔

حضرت والا کے صاحبِ نسبت ہونے پر شیخ کی گواہی

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ اپنا سب مال جو کچھ ہدیہ وغیرہ آتا تھا وہ حضرت والا کے پاس رکھوانے لگے تھے۔ ایک دن خود حضرت پھولپوری نے آپ سے فرمایا کہ ایک شخص نے مجھ سے آپ کی شکایت کی ہے کہ حضرت! یہ تو ابھی نئے آئے ہیں اور کم عمر بھی ہیں، آپ ان کو اتنی بڑی بڑی رقم دے دیتے ہیں۔ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ ناراض ہو گئے اور فرمایا: ’’تم کس کی بات کر رہے ہو؟ وہ صاحبِ نسبت ہیں، ان کے لئے ایک پیسہ اور ایک کروڑ روپیہ برابر ہے۔‘‘

شیخ اور مرید کا ایک دوسرے سے قلبی تعلق

حضرت والا نے فرمایا کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو ماں کی چھاتی سے چپٹ کر دو برس تک دودھ پیتا رہتا ہے، اس کے بعد چلنے لگتا ہے لیکن پھر ماں کے لقموں کا محتاج رہتا ہے، ماں اس کو کھلاتی ہے، اپنے ہاتھ سے کھانے کا بھی سلیقہ نہیں آتا۔ جن لوگوں نے مجھ سے تعلق قائم کیا ہے، ان کو میرے پاس اور اپنے اپنے مشائخ کے پاس زیادہ رہنا چاہیے۔

بعض لوگ شیخ سے دور ہو گئے اور ان کا ایمان کمزور ہو گیا۔ میرے شیخ حضرت پھولپوری نے میرے بارے میں فرمایا تھا کہ اختر میرے ساتھ رات دن چپکا ہوا اس طرح رہتا ہے جیسے دودھ پیتا بچہ ماں کے ساتھ رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اس توفیق کا شکر گزار ہوں۔ حضرت سے تھوڑی دیر کی جدائی بھی مجھے گوارہ نہیں تھی بلکہ میں اس پر قادر ہی نہیں رہا تھا۔ جب سے میں نے شیخ کو پکڑا پھر انہیں کبھی نہیں چھوڑا، اگر کبھی کسی وجہ سے کچھ دن کے لئے شیخ سے دور جانا پڑا تو مجھے بخار ہو جاتا تھا اور میرا پیشاب پیلا آنے لگتا تھا، تو میں سمجھ گیا کہ میں شیخ کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ ایک دن میں نے بطورِ عرضِ حال کے تحریر کیا کہ ؎

میرے غم کا کچھ مداوا کیجئے (اخترؔ)

اور حضرت حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مصرع تحریر کیا ؎

کجا رویم بفرما ازیں جناب کجا

ترجمہ: آپ بتادیجئے کہ میں آپ کی بارگاہ چھوڑ کر کہاں جاؤں؟

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے جواب تحریر فرمایا ؎

سر ہمانجا نہہ کہ بادہ خوردئی

ترجمہ: جس مے خانے سے اللہ کی شرابِ محبت مل رہی ہے وہیں سر جھکائے پڑے رہو۔

یہ مصرع تحریر فرما کر میرے مرشد نے اپنے آستاں سے ایسا چپکایا کہ آخری سانس تک تابِ جدائی نہ لا سکا اور تقریباً سترہ برس دن رات کی صحبت کا شرف حاصل رہا اور اختر پر یہ حق تعالیٰ کا انعامِ عظیم اور یہی میرا حاصلِ مراد ہے ؎

حیف در چشمِ زدن صحبتِ یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

ترجمہ: ہائے افسوس! محبوب شیخ کی صحبت کے ایام چشمِ زدن میں گذر گئے، ابھی تو میں نے اپنے پھول کو جی بھر کے دیکھا بھی نہیں تھا کہ بہار کا موسم ختم ہو گیا۔

شیخ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی ناراضگی سے حضرت والا کے غم کی کیفیت

احقر جامع عرض کرتا ہے کہ ایک دفعہ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ چھ مہینے اصلاح کے لئے حضرت والا سے ناراض رہے اور فرمایا پھولپور بھی نہیں آسکتے۔ دو مہینے بعد فرمایا پھولپور آسکتے ہو، مجلس میں بیٹھ سکتے ہو، سلام نہیں کر سکتے۔ پھر دو ماہ بعد فرمایا سلام کر سکتے ہو، مصافحہ نہیں کر سکتے۔ اس طرح حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ چھ ماہ ناراض رہے۔

حضرت والا ساری ساری رات روتے تھے کہ شیخ راضی ہوجائے، ان دنوں حضرت والا کو ہلکا ہلکا بخار بھی رہنے لگا تھا۔ اسی طرح حضرت والا پر بھی حضرت شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی نظرِ خاص تھی۔ دیکھنے والوں نے بتایا کہ حضرت شیخ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ حال ہوتا تھا کہ اگر حضرت والا کہیں چلے جاتے اور حضرت پھولپوری نے حضرت والا کو آواز دی تو حضرت والا کو نہ پا کر اس طرح بے چین ہوجاتے تھے جس طرح ماں اپنے بچے کے لئے پریشان ہوجاتی ہے اور فرماتے تھے کہ جلدی بلاؤ! وہ کہاں چلے گئے؟

شیخ کی خدمت میں حضرت والا کے غریبی کے ہدایا

حضرت والا نے فرمایا کہ الحمدللہ! میں جب پڑھتا تھا تو اپنے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب کی خدمت میں میں نے نیم کی مسواک بھی پیش کی ہے، طالب علمی میں کہاں پیسہ ہوتا ہے، کبھی دو چار آنے کی الائچی خرید کر ہدیہ کی، کبھی میں نے استنجاء کرنے کے لئے مٹی کے ڈھیلے ہدیہ پیش کئے ہیں کہ اے میرے شیخ! ہمارے پاس کچھ نہیں ہے، یہ کلوخ لایا ہوں آپ کے لئے، حضرت اس کو بھی مسکرا کر قبول فرماتے تھے۔

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت والا کی والدہ سے عقدِ ثانی

ترجمۃ المصنف میں حضرت والا فرماتے ہیں کہ میرے شیخ بہت بڑے عالم تھے اور اللہ کے فضل و کرم سے وہ میرے استاد بھی تھے، انہوں نے مجھے بخاری شریف کے اکثر اجزاء پڑھائے ہیں اور یہ بات کم لوگوں کو معلوم ہے کہ میرے شیخ میرے والد بھی تھے کیونکہ حضرت کی اہلیہ محترمہ کی رحلت کے بعد میری والدہ سے حضرت کا نکاح ہوا تھا۔ شیخ سے میرے تعلق کے تقریباً چار سال بعد حضرت کی اہلیہ صاحبہ کا انتقال ہوگیا، ایک دن فرمایا کہ بغیر بیوی کے بہت تکلیف ہوتی ہے، بعض بیماری ایسی آجاتی ہے کہ پیشاب پاخانہ کی خدمت بیوی ہی کر سکتی ہے۔ احقر نے اپنی والدہ صاحبہ سے نکاح کے متعلق مشورہ کیا، پھر حضرتِ اقدس سے درخواست کی، بہت مسرور ہوئے۔

(احقر جامع عرض کرتا ہے کہ ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے خواب دیکھا تھا کہ چاند ان کی گود میں آگیا ہے، پھر آپ کا نکاح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہوا تو تعبیر ظاہر ہوگئی۔ بعینہٖ یہی خواب حضرت والا کی والدہ صاحبہ محترمہ رحمۃ اللہ علیہا نے بھی دیکھا تھا کہ چاند ان کی گود میں آگیا۔ اس میں بہت بڑی بشارت ہے کہ والدہ صاحبہ کا نکاح اُن سے ہوا جو نائبِ رسول ہیں۔ از جامع) جب نکاح پڑھایا تو حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ سے ان کے استاد امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے نکاح کیا تھا، مجھے یہ سن کر بڑی خوشی ہوئی اور میں نے دعا کی کہ یا اللہ! اللہ والوں کے عمل سے مطابقت کے صدقہ میں میرے اس عمل کو قبول فرمالیجیے۔ اختر اس وقت اکیس سال کا تھا اور توفیقِ الٰہی سے اپنا

عالمِ شباب ایک بوڑھے شیخ کی خدمت وصحبتِ دائمہ پر نذر وفدا کررہا تھا۔ ایک دن والدہ صاحبہ سے حضرت پھولپوری نے فرمایا کہ اختر میرے ساتھ ایسے پیچھے پیچھے لگا رہتا ہے جیسے کہ دودھ پیتا بچہ ماں کے پیچھے پیچھے لگا رہتا ہے۔

بیوہ والدہ کے نکاح پر حضرت والا کے خاندان والوں کی ملامت

احقر جامع عرض کرتا ہے کہ ہندوستان میں بیوہ کی شادی کو ہندوؤں کے اثر کی وجہ سے بہت معیوب اور برا سمجھا جاتا تھا، وہاں ہندو عورتیں جو بیوہ ہو جاتیں تو شادی نہیں کرسکتی تھیں خصوصاً دیہاتوں میں مسلمانوں کا بھی یہی حال تھا۔ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے والدہ کا نکاح کرانے کے بعد جب حضرت والا اپنے وطن واپس آئے تو حضرت والا کے بھانجے نے بتایا کہ حضرت کے سب خاندان والوں نے حضرت والا کو بہت ستایا، برا بھلا کہا۔ حضرت نے کوئی جواب نہیں دیا، بس سیدھے مسجد میں تشریف لے گئے، وضو کر کے دو نفل پڑھ کر سجدے میں گر گئے۔ ایک گھنٹہ بھی نہیں ہوا تھا کہ کسی کی بیوی گر پڑی، کسی کے بچے کو بخار چڑھ گیا، کسی کے والدین مرنے لگے، پورے خاندان کے اندر ہاہا کار مچ گئی، پھر وہ سب کے سب بھاگے ہوئے حضرت والا کے پاس آئے اور پاؤں پر گر گئے، یہ حضرت والا کی کرامت کا ظہور ہوا۔

❁ ❁

لذتِ درد بے مثال ہے آج

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ کانپور محلہ کرنیل گنج بمکان جناب حاجی سلام الدین صاحب ۱۹۵۹ء کے زمانۂ قیام میں یہ اشعار ہوئے تھے اور میرے ایک دوست حاجی عبدالرؤف صاحب میرے ان اشعار کو مجلسِ احباب میں سنایا کرتے تھے، کبھی کبھی حضرت مرشدی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ بھی اس مجلس میں تشریف رکھتے تھے۔ تقریباً یہ تمام اشعار حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے سنے ہوئے ہیں اور سنتے وقت حضرت پر عجیب کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ (محمد اختر)

لذتِ ہجر کو ملال ہے آج — دولتِ قربِ لازوال ہے آج[1]

گوہرِ اشکِ غم گرے ہیں کہیں — مُشتری ان کا ذوالجلال ہے آج

عشق کی بارگاہ میں زاہد — دم بخود تیرا قیل و قال ہے آج

نیم جاں عشق نے کیا لیکن — ہاتھ میں قربِ لازوال ہے آج

آج اخترؔ پہ مہرباں ہے کوئی — لذتِ درد بے مثال ہے آج

[1] یہ شعر حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڈھی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے معمولاتِ روز وشب

حضرت والا نے فرمایا کہ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کو چونکہ حق تعالیٰ نے جوانی میں قوت اور صحت بہت عمدہ عطا فرمائی تھی اس لئے آپ کے معمولات بھی زیادہ تھے، تہجد کے بعد بارہ تسبیح، پھر بعد فجر اکثر ۹ بجے تک پھولپور کی مسجد میں بیک نشست معمولات میں مشغول رہتے تھے اور کبھی کبھی تو گیارہ بجے دن تک مشغول دیکھا۔ یوں تو ظہر کے وضو سے عشاء کی نماز ہمیشہ پڑھنے کا معمول تھا لیکن ایک بار حیرت انگیز بات دیکھی کہ تہجد کے وضو سے عشاء کی نماز پڑھی۔ اکثر ظہر اور عصر تک بھی تلاوت میں مشغول دیکھا اور عصر کے بعد اگر کوئی طالب یا مہمان موجود ہوتا تو اس کو کچھ تعلیم ارشاد فرماتے ورنہ عصر سے مغرب تک اور مغرب سے عشاء تک تلاوت میں مشغول رہتے تھے۔ ظہر تا عصر یا عصر سے مغرب یا مغرب سے عشاء اگر کوئی طالب یا مہمان موجود ہوتا تو افاضۂ دینیہ میں مشغول ہو جاتے ورنہ اپنے معمولات ہی میں مشغول رہتے۔ حضرت پھولپوری نے ارشاد فرمایا کہ الحمدللہ ستر برس تک مجھے بڑھاپا محسوس نہیں ہوا۔ حضرت پھولپوری جب وعظ فرماتے تھے تو خطبہ شروع کرتے ہی حضرت کی آنکھوں سے آنسو بہنا شروع ہو جاتے تھے، جو کیفیت ہم لوگوں پر ایک گھنٹے بیان کے بعد طاری ہوتی ہے، وہ حضرت پر آغاز ہی میں ہو جاتی تھی، بیان شروع کرتے ہی ایک آنسو نکل کر آنکھ کے نیچے ٹھہر جاتا تھا، آخر تک چاندی کی طرح چمکتا رہتا تھا، اُس آنسو نے اپنا مقام وہاں بنالیا تھا اور آخر تک گرتا نہیں تھا۔

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی عبادت وتلاوت کی کیفیت

خانقاہ شریف قصبہ سے باہر تھی، پھولپور میں قصبہ سے دور حضرت کا مکان تھا، جہاں سے قصبہ نظر تو آتا تھا لیکن لوگوں کی آواز نہ آتی تھی، دس منٹ کا راستہ تھا، جنگل کا سناٹا، آس پاس کسی کا گھر نہیں تھا، عجیب تنہائی کا عالم رہتا تھا، بستی سے دور جنگل کی زندگی عجیب وغریب تھی۔ میں اذان دیتا تھا اور حضرت نماز پڑھاتے تھے، مغرب کے بعد ایسا سناٹا اور عالمِ ہُو طاری ہو جاتا تھا کہ ایک انسان کی بھی آواز نہیں آتی تھی لیکن حضرت کی اپنی مسجد، اپنی خانقاہ، چھوٹا سا مدرسہ تھا، ہر گھنٹہ دو گھنٹہ پر حضرت کی آہ کا نعرہ سنائی دیتا تھا۔ قرآن پاک کی تلاوت کا بھی عجیب انداز تھا، ایسی عمدہ آواز تھی، معلوم ہوتا تھا کہ ساز بج رہا ہے اور دس بیس آیات کے بعد ایسا لگتا تھا کہ سینہ درد سے بھر گیا، پھر پڑھتے پڑھتے اس زور سے ''اللہ'' کہتے تھے کہ پوری مسجد ہل جاتی تھی۔

حضرت کی عبادت عاشقانہ عبادت تھی، ایسا لگتا تھا جیسے کوئی شدید بھوک میں پلاؤ، قورمہ کھا رہا ہے، تہجد میں بھی بہت روتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے نام لینے کا جو مزہ میں شیخ پر دیکھتا تھا کہ ساری سلطنت بھول جاتے تھے اور قرآن پاک کی

تلاوت میں ان کو ایسا مزہ آتا تھا کہ ایک ایک لفظ سے مست ہوتے تھے۔ تہجد کے وقت قصیدہ بردہ مکمل پڑھتے تھے، اس کے بعد بارہ تسبیحات کرتے تھے، بارہ تسبیحات کے بعد حضرت فجر کی نماز کی امامت خود فرماتے تھے اور ایسی پیاری نماز پڑھاتے تھے کہ مزہ آجاتا تھا۔ حضرت کی آواز ایسی پیاری تھی کہ ایک دفعہ ہندوؤں کی بارات جارہی تھی اور حضرت فجر کی نماز پڑھارہے تھے تو بارات کھڑی ہوگئی، وہاں سے ہٹ نہیں سکی، کہا کہ ہم یہاں سے ہٹ نہیں سکتے، یہ عجیب وغریب آواز ہے۔

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی عاشقانہ عبادت کا انداز

حضرت والا نے فرمایا کہ روئے زمین پر میں نے کسی کو ایسی عاشقانہ عبادت کرتے ہوئے نہیں دیکھا جبکہ اللہ تعالیٰ نے اختر کو سیاح بنایا ہے، جنوبی افریقہ، فرانس، بنگلہ دیش، پاکستان، سعودی عرب وغیرہ جگہ جگہ جانا ہوا، حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے تمام بڑے بڑے خلفاء کو میں نے دیکھا مگر حضرت جیسی عبادت کرنے والا نہیں پایا۔ میرے شیخ تلاوت وتسبیحات کے درمیان زور سے نعرہ مارتے تھے جیسے ریل کے انجن میں جب اسٹیم زیادہ ہوجاتی ہے تو اس کا ڈھکن کھول دیا جاتا ہے اور بھاپ شور کے ساتھ نکل جاتی ہے ورنہ انجن پھٹ جائے۔ تو ایسے معلوم ہوتا تھا کہ قلب انوار سے بھر گیا ہے اس لئے درمیان درمیان میں اللہ اللہ اللہ کا نعرہ مارتے اور پھر تلاوت شروع کردیتے۔ جب حضرت اللہ کا نعرہ لگاتے تھے تو ایسا ہی لگتا تھا کہ اگر حضرت یہ نعرہ نہ لگائیں تو جسم کے پرخچے اڑ جائیں گے۔

حضرت کے گھر کے سامنے سڑک پار ایک ہندو کا کنواں تھا، کبھی مغرب کے بعد حضرت اس کنویں کے پاس عبادت کرر ہے ہوتے، سناٹے میں دو دو گھنٹے تلاوت کرتے رہتے، جو تلاوت اور جو ذکر حضرت کرتے تھے اور جس دل سے اللہ کہتے تھے اور ان کے بے ساختہ جتنے آنسو رواں ہوتے تھے اور جتنا تہجد میں روتے تھے آج تک مجھے اس کی مثال نہیں ملی۔ حضرت دو رکعت سلام پھیرتے ہی سجدہ میں اس طرح گرتے تھے جیسے بچہ ماں کی گود میں کود کر پہنچتا ہے اور جیسے بچہ ماں کو دیر تک نہ پاکر کود کے ماں سے لپٹ جاتا ہے، حضرت سلام پھیرتے ہی سجدہ میں لپک کر ایسے ہی روتے تھے اور دیر تک استغفار کرتے اور اللہ سے نہ جانے کیا کیا مانگتے تھے۔

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کا اللہ تعالیٰ سے باتیں کرنا

میں نے پھولپور مسجد کی محراب میں خود دیکھا کہ حضرت تلاوت کرتے کرتے اچھل اچھل جاتے تھے، ایسے معلوم ہوتا تھا جیسے شدید بھوک میں کوئی شامی کباب یا گلاب جامن کھارہا ہے۔ ایک دفعہ میرے علاوہ کوئی دوسرا نہیں تھا بلکہ میں بھی چھپا ہوا تھا، حضرت کو بھی احساس نہیں تھا کہ اختر بھی یہاں ہے کہ حضرت نے تلاوت روک کر فرمایا۔

آ جا مری آنکھوں میں سما جا مرے دل میں

یہ میرا اپنا چشم دید واقعہ ہے۔ آہ! میں کہہ سکتا ہوں کہ اس وقت روئے زمین پر مخلوق میں سے کون تھا جس سے حضرت یہ فرما رہے تھے؟ ذرا سوچئے! جب مسجد میں کوئی نہ ہو، خادم بھی چھپا ہوا ہو، محراب میں بھی کوئی نہ ہو تو کس سے کہتے ہوں گے؟ حضرت کی روحِ مبارک اس درجہ عاشق تھی کہ واقعی اپنے وقت کے صدیق تھے۔ کبھی والہانہ انداز میں خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر پڑھتے ؎

میں ہوں اور حشر تک اس در کی جبیں سائی ہے
سرِ زاہد نہیں یہ سر سرِ سودائی ہے

حضرت پھولپوری جب رات کو تہجد کے لئے اٹھتے تھے تو اس شعر سے ان کا آغازِ بندگی ہوتا تھا، جب یہ شعر پڑھتا ہوں تو مجھے اپنے شیخ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یاد آجاتی ہے ؎

عشقِ من پیدا و دلبر ناپدید
در دو عالم ایں چنیں دلبر کہ دید

ترجمہ: میرا عشق تو ظاہر ہے مگر میرا محبوب پوشیدہ ہے، نظر نہیں آتا، دونوں جہان میں ایسا کوئی دلبر ہو تو دکھاؤ۔

استنجے کے لئے لوٹا لئے جا رہے ہیں اور یہ شعر پڑھتے جا رہے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے ہر وقت اللہ کو دیکھ رہے ہیں۔ چونکہ گھر قصبے سے دور جنگل میں تھا، بعض وقت حضرت شیخ پھولپوری کے علاوہ کوئی شخص نہیں ہوتا تھا، شیخ بالکل تنہا بیٹھے تلاوت کر رہے ہوتے اور میں چپ چاپ ایک کونے میں بیٹھا رہتا۔ کبھی آسمان کی طرف دیکھ کر اللہ تعالیٰ کو اس نام سے یاد کرتے تھے: ''اے قرارِ جانِ بے قراراں'' پھر حضرت شیخ کی آنکھوں میں آنسو آجاتے تھے۔ جب زور سے ''اللہ'' کہتے تھے تو اس ''اللہ'' کو سننے کا میں منتظر رہتا تھا۔

غلبۂ تجلیاتِ حق کے سبب حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ اپنا نام بھی بھول گئے

اب بتانا ہی پڑتا ہے کہ ایک دن ماسٹر عین الحق صاحب جو میرے بیت العلوم میں استاد تھے، انہوں نے بتایا کہ میں شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آٹھ بجے دن کو پہنچا، حضرت سے زمینداری کے ایک کاغذ پر دستخط لینا تھے، حضرت زمیندار تھے۔ حضرت تین بجے رات کو اٹھے ہوئے کئی گھنٹے عبادت کر چکے تھے اور آپ کی روحِ مبارک زمین پر جسم کے اعتبار سے تو تھی، جسم تو زمین پر تھا مگر روح کے اعتبار سے گویا اللہ تعالیٰ کے قربِ خاص میں طواف کر رہی تھی۔ تو انہوں نے حضرت کو کاغذ پیش کیا اور کہا کہ حضرت! دستخط کر دیجئے، اعظم گڑھ شہر میں آج یہ

سرکاری کاغذ داخل کرانا ہے۔اب حضرت نے آنکھ بند کر کے بہت سوچا کہ میرا کیا نام ہے؟ نام یاد نہیں آیا۔آہ! ؎

یَس مَن مَور لَبد ھ گئے توَں ہی
سُمِرنْ نام بِسرُ گئے مَوں ہی

یہ بھی میرے شیخ پڑھا کرتے تھے کہ اے اللہ! میری جان آپ سے اس طرح چپک گئی اور اس درجہ آپ کے عشق میں مست ہے کہ مجھے اپنا نام بھی یاد نہ رہا۔تو حضرت نے ماسٹر عین الحق صاحب، میرے پیر بھائی ہی سے پوچھا کہ بھئی! میں بہت سوچ رہا ہوں کہ میرا نام کیا ہے، کیسے دستخط کروں؟ نام ہی یاد نہیں آرہا ہے، ان اولیاء اللہ کی شان کیسی رہی ہوگی؟ کچھ مزہ ملا جب تو اپنا نام بھول گئے! ماسٹر عین الحق صاحب کو ہنسی آگئی تو حضرت نے ڈانٹ کر فرمایا کہ بتاتے کیوں نہیں، میرا نام کیا ہے؟ تب ماسٹر صاحب ڈر گئے اور عرض کیا آپ کا نام عبدالغنی ہے۔ پھر حضرت نے کاغذ پر دستخط فرمائے اور ماسٹر عین الحق صاحب جلدی سے کاغذات لے کر ڈر کے مارے بھاگے کہ نہ معلوم آج کیا معاملہ ہے؟ ڈرے اس لئے کہ آج تک ایسی کوئی مثال نہیں ملتی کہ کوئی آدمی اپنا نام تک بھول جائے۔

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی معمولات کی پابندی

حضرت والا نے فرمایا کہ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کا جوانی میں درس و تدریس کے ساتھ ساڑھے نو ہزار، کبھی بارہ ہزار ذکر اسمِ ذات کا معمول تھا اور اس درجہ التزام و دوام تھا کہ ایک بار بدن میں سخت قسم کا تکلیف دہ پھوڑا نکل آیا اور بیٹھا نہ جاتا تھا لیکن اس بیماری کی حالت میں بھی جامع مسجد جونپور میں لیٹ کر کے حضرت اپنا ذکر کا معمول پورا فرمایا کرتے تھے۔حضرت پہلوان تھے لیکن اپنی جوانی اور پہلوانی کو اللہ تعالیٰ کی یاد میں صرف کیا۔ایک مرتبہ حضرت کو ۱۰۴ بخار تھا، مگر حضرت نے شاہی مسجد کی محراب میں گدا بچھوایا اور تکیہ لگوایا اور لیٹ کر سارا ذکر مکمل کیا اور فرمایا ؎

ترا ذکر ہے مری زندگی ترا بھولنا مری موت ہے

کتنا ہی دین کے کام میں لگو مگر اللہ کا ذکر نہیں کرو گے تو اخلاص نہیں رہے گا، غیر شعوری طور پر حبِ جاہ میں مبتلا رہو گے، تمہیں احساس بھی نہیں ہوگا کہ میں نام و نمود کے لئے کر رہا ہوں۔

ہم لوگ جو عبادت کرتے ہیں تو جیسے ہمیں مجاہدہ ہوتا ہے لیکن حضرت کو مجاہدہ نہیں ہوتا تھا، وہاں تو ہر وقت مشاہدہ تھا، حضرت کا معمولات میں مجاہدہ نہیں تھا، ہم لوگوں کو تو کبھی سستی بھی ہو جاتی ہے لیکن حضرت کو کبھی معمولات میں سستی نہیں ہوتی تھی سوائے ایک دن کے۔اس دن بہت سردی تھی تو حضرت کو تھوڑی سی سستی آگئی اور جا کر لیٹے رہے، پھر کچھ لکڑی وغیرہ جلا کر بیٹھے اور چنے کھانے لگے، تھوڑی دیر میں فرمایا کہ حکیم اختر! میرا قرآن شریف

اور مناجاتِ مقبول لاؤ، اور فرمایا کہ ہمارے پیر حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ کرنے کے کام تو کرنے سے ہی ہوتے ہیں، بیٹھنے سے نہیں ہوتے، اگر بیٹھے رہو اور زبان سے کہتے رہو کہ تلاوت کرنا ہے، ذکر کرنا ہے تو بیٹھنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ بس اس جملے سے ایسی بجلی ایسا کرنٹ آیا، حضرت کے قلب میں ایسی گرمی آئی کہ کیا کہوں جیسے بیٹری چارج ہوگئی، بس بڑے میاں وہاں سے نکل کر دوڑے ہوئے آئے اور پھر وہی پانچ چھ گھنٹہ اپنے معمولات پورے کئے۔ یہ تھی پیر کی محبت کہ کرنے کے کام تو کرنے سے ہی ہوتے ہیں۔ آپ دیکھئے! ان لوگوں کو اپنے پیر سے کتنا عشق تھا کہ ایک جملے نے ان کو خمیرہ یاقوتی اور کورامن کا انجکشن اور خمیرہ مروارید کا کام دیا۔

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کا مال داروں سے استغناء

حضرت والا نے فرمایا کہ میرے شیخ کے دو مدرسے تھے، ایک پھولپور میں اور ایک سرائے میر میں۔ دونوں کے نام حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے تجویز فرمائے تھے۔ ہمارے شیخ کی مسجد پھولپور میں آج بھی نور میں ڈوبی ہوئی ہے جہاں حضرت کئی کئی گھنٹے روزانہ کبھی پانچ پارے کبھی دس پارے، قصیدہ بردہ مکمل، مناجاتِ مقبول کی ساتوں منزلیں زبانی پڑھا کرتے تھے۔ حضرت نے مسجد کے ایک حصہ پر چھت ڈالی تھی دوسرے حصہ میں چھت نہیں تھی، تہجد عموماً اسی حصہ میں پڑھتے تھے پوری زندگی اس میں گذار دی اور وہیں سے پاکستان ہجرت کی مگر کبھی کسی سیٹھ سے نہیں کہا کہ یہ چھت خالی ہے اس پر چھت ڈالنا ہے حالانکہ بڑے بڑے نوابوں نے حضرت کو اپنے گھر بلایا، ریاست رامپور کے نواب ہوں یا نواب چھتاری ہوں، حضرت سب سے مستغنی رہے، میں نے خود دیکھا کہ حضرت کے رعب کی وجہ سے نواب چھتاری کے ہونٹوں پر گفتگو کرتے ہوئے لرزش طاری تھی۔ زندگی اسی درویشی میں گذار دی، بڑے بڑے مال دار بھی آتے تھے، مگر واہ رے میرے شیخ! عجیب وغریب حالات تھے۔ خانقاہ پھولپور کی سادگی دیکھ کر غالب کا یہ شعر یاد آتا تھا۔

کوئی ویرانی سی ویرانی ہے
دشت کو دیکھ کے گھر یاد آیا

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی اہلِ پھولپور کو تنبیہ

یہاں تک کہ میرے شیخ کی شانِ استغناء دیکھ کر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو کہنا پڑا کہ اے پھولپور والو! مولانا عبدالغنی کے مدرسے کو چندہ دو، یہ خود کسی سے نہیں کہیں گے کہ تم چندہ لاؤ، ان کا نام عبدالغنی ہے لیکن یاد رکھو اگر تم لوگوں نے چندہ نہ دیا تو تمہاری گردن قیامت کے دن پکڑی جائے گی۔ یہ بات شیخ نے خود مجھے سنائی اور میں آپ کو

بتارہاہوں۔ جو بات میری زبان سے سنو گے چاہے کوئی کتنا ہی بڑا مقرر ہولیکن چونکہ وہ ساتھ نہیں رہا لہٰذا روایت درروایت میں روایت کی صحت اور معانی کا صحیح تحفظ مشکل ہوتا ہے اور میں چونکہ بڑی للچائی اور بہت ہی حرص اور طمع کے ساتھ حضرت کی بات سنتا تھا، میری آنکھیں بھی شیخ پر حریص تھیں اور کان بھی حریص تھے کہ کوئی لفظ رہ نہ جائے، لہٰذا میرے شیخ نے مجھے سنایا کہ حکیم الامت سرائے میر تشریف لائے تو عوام سے فرمایا کہ بھئی! ان کا نام عبدالغنی ہے، ان سے امیدمت رکھنا کہ یہ تم سے مانگیں گے۔ واقعی میں نے ساری زندگی دیکھا کہ کبھی کسی سیٹھ سے سوائے دردِ دل اور اللہ کی محبت کی باتوں کے ان کی زبان سے پیسے کا نام نہیں سنا۔ اگر کوئی اس زمانے کا شمس الدین تبریزی ہوسکتا تو وہ شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ ہوتے۔

علمائے عصر میں حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کا مقام

حضرت والا نے فرمایا کہ میرے شیخ اتنے بڑے عالم تھے کہ ناظم آباد میں میرے شیخ شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بڑے بڑے علمائے کرام مولانا یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ مفتی اعظم پاکستان، مولانا احتشام الحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ آتے تھے اور حضرت کے سامنے شاگردوں کی طرح بیٹھتے تھے۔ مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو میرے شیخ کا جھوٹا پانی تبرک کے لئے پی لیا کرتے تھے۔ میرے حضرت سے کسی نے پوچھا کہ آپ کے پاس حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی تبرک یا کوئی نشانی ہے تو فرمایا کہ مجھے دیکھ لو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے ایسے شیخ کی خدمت کا شرف نصیب فرمایا۔ (نوٹ: احقر جامع عرض کرتا ہے کہ اکابر نے لکھا ہے کہ بعض اوقات اولیاء اللہ کی زبان سے ایسی باتیں من جانب اللہ تکوینی طور پر کہلوادی جاتی ہیں تاکہ سننے والوں کی آنکھیں کھل جائیں اور وہ استفادہ کرسکیں ورنہ وہ ایسی بات ازخود نہیں کہہ سکتے کیونکہ وہ تو خود کو سب سے کمتر اور حقیر سمجھتے ہیں۔)

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی باہم محبت

میرے مرشد حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان بڑے اچھے تعلقات تھے، جب ملاقات ہوتی تھی تو حضرت معانقے کے وقت حضرت مفتی صاحب کے لئے یہ فرماتے تھے کہ میرا محبوب آیا ہے۔ حضرت مفتی صاحب کو بخاری شریف کے ورق کے ورق زبانی یاد تھے۔ تقریر میں ایک جوش وخروش تھا، تیز رفتاری سے تقریر کرتے تھے مگر علوم بڑے تھے، حضرت مفتی صاحب میرے شیخ کے پاس جامع العلوم محلہ پٹکاپور سے تشریف لاتے تھے۔

یہ گُل اور بُلبل کے قصے نہیں ہیں
مری آہِ دل ہے یقیں جس کو آئے
عجب درد میں اُن کے لذت ہے اخترؔ
مبارک جسے اُن کا غم ہاتھ آئے

حالات وواقعات حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ (از حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ بدبودار جگہ پر تلاوت روک دیتے تھے

حضرت والا نے فرمایا کہ حضرت شیخ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی ایک لحاظ سے بہت ٹھاٹ کی زندگی تھی، اپنا مدرسہ روضۃ العلوم اور بیت العلوم تھے، اپنا گھوڑا اور تانگہ ساتھ رہتا تھا، حضرت رئیس زمیندار تھے۔ میرے شیخ پھولپور سے مدرسہ سرائے میر بخاری شریف پڑھانے کے لئے اپنے یکّے پر پانچ میل جاتے تھے، اس میں ہم بھی ساتھ بیٹھ کر جاتے تھے۔ حضرت باوضو سفر کرتے تھے، غضب کے حافظ تھے، قرآن پاک کی تلاوت کرتے جاتے تھے۔ جہاں کوئی گندی چیز بیلوں کے گوبر وغیرہ آجاتے تھے تو وہاں حضرت خاموش ہوجاتے تھے اور فرماتے تھے کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بدبودار جگہ پر اللہ کا نام لینے میں خوفِ کفر ہے۔

بازار سے گذرا ہوں خریدار نہیں ہوں

بیت العلوم جانے کے لئے تانگہ، بازار سے گذرتا تھا مگر میں نے حضرت کو کبھی نہیں دیکھا کہ حضرت نے کسی کپڑے کی دکان کی طرف یا کسی مٹھائی کی دکان کی طرف دیکھا ہو، بارہ سال کی شہادت ہے یہ، یکّہ میں بیٹھتے تھے اور تلاوت شروع کردیتے تھے۔ مسجد کے اندر شہادت دے رہا ہوں کہ بارہ سال میں مَیں نے کبھی شیخ کو نہیں دیکھا کہ کسی حلوائی کو، بنیے کو دائیں بائیں دیکھا ہو، وہ لوگ سلام کر کے گذر جاتے تھے لیکن حضرت نہیں دیکھتے تھے، پیدل بھی کبھی گذرے تو کبھی اِدھر اُدھر نہیں دیکھتے تھے، بس سامنے نظر ہوتی تھی۔ اس پر ایک واقعہ سناتا ہوں۔

میرے ایک پیر بھائی کا واقعہ ہے، وہ اس وقت میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت نہیں ہوا تھا۔ پھر وہ حضرت سے بیعت ہوا اور اتنا عبادت گذار ہے کہ اس سے کرامتیں ظاہر ہورہی ہیں۔ سیتاپور میں اس شخص کا باپ آنکھ بنوانے گیا، شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اس کے باپ کی دوستی تھی، اس نے کہا حضرت! سیتاپور میں آپ کے

مرید بھی ہیں، اگر آپ کسی کو کہہ دیں تو کھانے پینے کا انتظام آپ کے مریدوں کے یہاں ہوجائے گا۔ اللہ والے کریم ہوتے ہیں لہٰذا حضرت کی برکت سے اس کا یہ مسئلہ حل ہوگیا۔ اس کے بعد اس نادان نے بتایا کہ میں نے شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کا امتحان لیا۔ یہ شخص مرید ہونے سے پہلے زمانۂ جاہلیت میں نظر کا سخت بیمار تھا، جس بازار میں یہ ملازم تھا اس سے آدھ میل کی دوری پر ریلوے اسٹیشن تھا، اس اسٹیشن پر مختلف اوقات میں چار ریلیں آتی تھیں، جب ریل کی آواز آتی تو یہ دکان چھوڑ کر اسٹیشن بھاگتا اور زنانہ ڈبہ میں عورتوں کو دیکھ کر بدنظری کرتا تھا۔ آدمی جیسا خود ہوتا ہے اللہ والوں کو بھی ویسا ہی سمجھتا ہے۔ اس نے کہا کہ حضرت میرے والد صاحب کی عیادت کے لئے سیتا پور آئے اور سڑک پر حسبِ معمول تلاوت فرماتے، نظر نیچی کئے ہوئے جا رہے تھے کہ سامنے سے ایک بہت خوبصورت لڑکی آئی جس سے حضرت بے خبر تھے۔ اس نے کہا کہ آج دیکھتا ہوں کہ مولانا اس کو دیکھتے ہیں یا نہیں؟ دیکھو مرید بھی شیخ کا امتحان لیتے ہیں۔ جب دونوں اس قدر نزدیک ہوگئے کہ حضرت کو احساس ہوا کہ سامنے کوئی آ رہا ہے، جیسے ہی حضرت کی نظر اس پر پڑی تو حضرت کو ابکائی آ گئی، فوراً راستہ تبدیل کیا اور پھر ایک طرف بیٹھ کر اتنی زور سے قے اور بلغم نکالا۔ ایسا تقویٰ تھا! حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ حضرت! جب میں دنیا کی زمین پر چلتا ہوں تو ایسے محسوس ہوتا ہے جیسے آخرت کی زمین پر چل رہا ہوں تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ شخص اپنے وقت کا صدیق ہے۔ حضرت کا نام کیسے معلوم ہوا؟ ضلع سلطان پور کے حاجی عبدالواحد نے بتایا کہ میں اس وقت تھانہ بھون میں موجود تھا، حضرت حکیم الامت کسی کام سے گھر تشریف لے گئے تو میں نے دل میں کہا کہ دیکھوں یہ کون شخصیت ہے جسے حکیم الامت نے اپنے وقت کا صدیق فرمایا؟ تو خط کے آخر میں لکھا ہوا تھا عبدالغنی پھولپوری۔ حضرت کی چال سے پتا چلتا تھا کہ دنیا میں رہتے ہوئے یہاں نہیں ہیں لیکن بعض لوگ اکیلے ہوتے ہیں مگر انجمن ہوتے ہیں، حضرت پھولپوری کا بھی یہی مقام تھا جس پر میں نے کہا تھا ؎

وہ اپنی ذات سے خود انجمن ہے
اگر صحرا میں ہے پھر بھی چمن ہے

تھانہ بھون میں حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے شیخ کی خدمت کرنا

حضرت والا نے فرمایا کہ میرے شیخ شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ جب میں تھانہ بھون حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جاتا تھا تو ظہر سے عصر تک کھڑے ہو کر حضرت کے سر پر تیل کی مالش کرتا تھا کیونکہ حضرت حکیم الامت کی ظہر سے عصر تک تھانہ بھون خانقاہ میں مجلس ہوتی تھی۔ بتایئے! گرمیوں میں ظہر سے عصر تک کتنے گھنٹے ہوتے ہیں؟ تو حضرت دو ڈھائی گھنٹے کھڑے ہو کر تیل مالش کرتے تھے۔ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب پہلوان تھے مگر اپنی پہلوانی کو اللہ پر فدا کیا، ذکر و تلاوت پر اور شیخ کی خدمت پر فدا کیا۔

اللہ کے دیوانے بن جاؤ، تمہارا غم دوسرے اٹھائیں گے

جب حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے پیرانی صاحبہ کے آپریشن کے لئے تھانہ بھون سے قنوج کا سفر فرمایا، جہاں کا وعظ اوجِ قنوج کے نام سے مشہور ہے تو کچھ مریدین نے بھی ساتھ چلنے کی اجازت چاہی جن میں میرے شیخ اور خواجہ صاحب اور بہت سے علماء وخلفاء ہمسفر ہوئے۔ ریل میں بھی حضرت شاہ عبدالغنی صاحب حضرت تھانوی کے سر میں تیل کی مالش کرنے لگے۔ سفر کے دوران ایک اسٹیشن پر ایک آدمی ہرے ہرے چنے بیچ رہا تھا، کھیت کے تازہ ہرے ہرے چنے۔ سب نے خرید لئے اور اس کو چھیل چھیل کر کھانے لگے۔ تو حضرت حکیم الامت نے فرمایا کہ بھئی! مولانا عبدالغنی تو میرے سر پر تیل کی مالش کررہے ہیں، اس وقت ہمارے سرپرست ہیں لہٰذا آپ لوگ چنے چھیل کر کے ان کے منہ میں ڈالئے کیونکہ ان کے دونوں ہاتھ میرے سر پر تیل مالش میں مشغول ہیں۔ اب سب لوگ چنے چھیل چھیل کر میرے شیخ کے منہ میں ڈالنے لگے، چھلا ہوا مال ملنے لگا، پھر حضرت حکیم الامت نے فارسی کا ایک مصرع پڑھا ؎

دیوانہ باش تا غمِ تو دیگراں خورند

دیوانے بن جاؤ تو تمہارا غم دوسرے اٹھائیں گے، الحمدللہ! اس کی نقل کی توفیق اللہ نے اختر کو بھی نصیب فرمائی۔ ایک بار ٹرین میں میں نیچے بیٹھ کر اپنے شیخ حضرت پھولپوری کا پیر دبا رہا تھا اور ریل ہردوئی سے دہلی جارہی تھی تو ایک ہندو نے مجھ سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ وہ ہندو تھا، مرشد اور شیخ کو کیا سمجھتا؟ تو میں نے کہا کہ یہ ہمارے روحانی پتا جی ہیں گرو ہیں، تو اس نے ایک جملہ کہا۔ سیوا کرے تو میوا کھائے۔ یعنی جو اپنے بزرگوں کی خدمت کرتا ہے تو اللہ پھر اسے میوہ کھلاتا ہے مگر میوہ کی نیت سے سیوا مت کرو، جو کچھ خدمت کرو اخلاص کے ساتھ اللہ کے لئے کرو۔

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی ہندوؤں سے سیٹ خالی کرانے کی ترکیب

حضرت والا نے فرمایا کہ ایک دفعہ میں اپنے شیخ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہندوستان میں ریل کا سفر کررہا تھا۔ جب حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ ریل کے ڈبے میں داخل ہوئے، تمام سیٹوں پر ہندو بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے جب داڑھی والوں کو دیکھا تو اور زیادہ پھیل کر بیٹھ گئے اور سیٹ پر جگہ نہیں دی۔ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ نہیں فرمایا۔ سیٹ کے سامنے نیچے جگہ خالی تھی، فرمایا کہ یہاں نیچے بیٹھ جاؤ۔ ہم لوگ نیچے بیٹھ گئے۔ پھر حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ کھانے کا ٹفن نکالو۔ کھانے کا ٹفن نکالا تو اس میں گائے کے لمبے لمبے پائے تھے۔ (ہندو گائے کو ماتا، ماں کہتا ہے) حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے گائے کے پائے جو منہ میں ڈال کر زور سے چوسے تو وہاں موجود سارے ہندو رام رام کرتے ہوئے بھاگے۔ ساری سیٹ خالی ہوگئی۔ کہاں تو جگہ نہیں تھی اور کہاں حضرت سیٹ پر اکیلے لیٹتے ہوئے آئے۔

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی فنائیت کے واقعات

حضرت والا نے فرمایا کہ میرے شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ گھاس کھود کر زندگی گزارلوں اور کوئی مجھے پہچانے بھی نہیں۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ پڑھ کر فرمایا: ''آپ ان شاء اللہ! اللہ کے بندوں کے دلوں کی گھاس نکالیں گے۔'' (اس وقت تک حضرت پھولپوری کو خلافت بھی نہیں ملی تھی)

ایک شخص نے حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کو عبا پیش کیا۔ آپ لوگ سمجھتے ہیں کہ عبا کیا ہے؟ وہ جبّہ جو علماء جمعہ کے دن پہنتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ ارے بھئی! یہ بڑے لوگوں کا لباس ہے، میں نہیں پہنوں گا۔ میرا کرتا پاجامہ ہی ٹھیک ہے، اس نے کہا کہ حضرت آپ بھی تو بڑے ہیں۔ فرمایا میں کیا بڑا ہوں، ابھی تو میرے ایک خُلق کی بھی اصلاح نہیں ہوئی۔ یہ ہیں اللہ والے جو اپنے کو اتنا حقیر سمجھتے ہیں اور یہی ان کی بڑائی کی دلیل ہے۔

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ اور کسان کا واقعہ

میرے شیخ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کو ایک ہندو چمار پر جو ہندوستان میں زمینداروں کی زمین پر کاشتکاری کرتے ہیں، غصہ آگیا اور غصہ میں کچھ زیادتی ہوگئی۔ انسان ہی تو ہے چاہے کتنا بڑا ولی اللہ ہو اس سے بھی خطا ہوسکتی ہے۔ وہ آدمی بالکل اَن پڑھ تھا، ہل جوتنے والا جیسے دیہاتوں میں ہوتے ہیں، پھولپور کے قریب ایک گاؤں شدنی پور کا رہنے والا تھا۔ وہ شخص ڈانٹ کھا کر چلا گیا۔ بعد میں حضرت کو خیال ہوا کہ مجھ سے زیادتی ہوگئی ہے۔ اتنا غصہ مجھے نہیں کرنا چاہیے تھا، اگر اللہ نے مجھ سے پوچھ لیا کہ جتنی ضرورت تھی تم نے اس سے زیادہ ڈانٹ دیا تو قیامت کے دن میں کیا جواب دوں گا؟

فنائیت اور تواضع کا نقد انعام

وہ گاؤں صرف ڈیڑھ میل دور تھا لیکن حضرت اللہ کے خوف سے گھبراہٹ میں راستہ بھول بھول جاتے تھے، اتنا پریشان ہوئے، کھیتوں میں ہوتے ہوئے بہت دیر بعد اس کسان کے گاؤں پہنچے۔ سورج بھی غروب ہوگیا، اسی کے گاؤں میں مغرب کی نماز پڑھی، وہ بھی دیکھ کر حیران ہوگیا۔ حضرت نے اس سے کہا کہ آج مجھ سے تم پر کچھ زیادتی ہوگئی، میں نے تمہیں کچھ ضرورت سے زیادہ ڈانٹ دیا لہٰذا تم مجھے اللہ کے لئے معاف کردو۔ اس نے کہا آپ اتنے بڑے مولانا ہیں اور میں جاہل آدمی ہوں، آپ تو میرے باپ کے برابر ہیں، باپ کو تو بیٹے پر حق ہوتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ قیامت کے دن نہ معلوم کیا حال ہوگا؟ اس دن معلوم ہوگا کہ کون چھوٹا ہے کون بڑا ہے؟ تم جب تک یہ نہ کہوگے کہ میں نے معاف کردیا، میں یہاں سے نہیں ہٹوں گا۔ اس نے دیکھا کہ مولانا بغیر کہلوائے نہیں جائیں گے تو کہا کہ اچھا! آپ کا حکم ہے، آپ کا دل خوش کرنے کے لئے کہہ دیتا ہوں کہ معاف کردیا ورنہ آپ کا مجھ پر حق ہے۔ حضرت لوٹ آئے۔

حضرت فرماتے تھے اس تواضع اور فنائے نفس کا انعام یہ ملا کہ اسی رات سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ دیکھا کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک کشتی میں تشریف فرما ہیں اور کچھ فاصلہ پر میری کشتی ہے، اس پر میں اکیلا بیٹھا ہوں۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بآوازِ بلند حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اے علی (رضی اللہ عنہ)! عبدالغنی کی کشتی کو میری کشتی سے جوڑ دو۔ حضرت نے فرمایا کہ جب میری کشتی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کشتی سے جوڑی ہے تو اس کی کھٹ سے جو آواز آئی آج تک اس کا مزہ آرہا ہے، کانوں میں اس کا لطف اور لذت سما گئی۔ حضرت شاعر نہیں تھے، مگر اس مزہ کو شعر میں بیان فرمادیا۔

قلبِ مضطر کی تسلی کے لئے حکم ہوتا ہے ملادو ناؤ کو

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے دین کی خاطر اپنا گاؤں چھوڑ دیا

عصر کے بعد حضرت اس سے معافی مانگنے تشریف لے گئے، زمینداروں نے کہا کہ آپ زمینداری نہیں کرسکتے یہاں تو چماروں کو ماں بہن کی گالی دی جاتی ہے، ان کو تو بے گناہ دس ڈنڈے لگاؤ تب یہ ٹھیک رہتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ میں ایسی زمینداری نہیں کرسکتا کہ کل قیامت کے دن میرا حال بگڑ جائے۔ لوگوں نے یہاں تک ستایا کہ آخر حضرت نے اپنا وطن، اپنا گاؤں ہی چھوڑ دیا اور آکر اعظم گڑھ کی تحصیل پھولپور میں رہنے لگے۔

آٹھ دس فٹ کا ایک گڑھا کھودا اور اس میں بال بچوں کو لے کر رہے، دوپہر کو اس کے اوپر چٹائی ڈال لیتے تھے، پیشاب پاخانہ کے لئے کھیت میں جاتے تھے، کوئی مکان نہیں تھا۔ سوچئے کتنا مجاہدہ کیا ہوگا! جب ان بزرگوں کے مجاہدات سامنے آتے ہیں تو رونا آجاتا ہے۔ جب بارش ہوئی تو گڑھے میں پانی بھر گیا، جو نشیمن تھا وہ بھی اجڑ گیا، پھر قصبہ میں جاکر دو چار روز پناہ لی۔ اس طرح ابتدا ہوتی ہے، اور جب مدرسہ قائم کیا تو حضرت کے پاس کچھ نہیں تھا۔ ہم لوگ چاہتے ہیں کہ پہلے ہی روز قالین آجائے، پہلے ہی سب کچھ بن جائے، مدرسہ چٹائیوں سے شروع ہوتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ آہستہ آہستہ بنوادیتا ہے۔ اخلاص کے ساتھ ٹوٹی ہوئی چٹائیاں بھی اللہ کے یہاں قبول ہیں اور اخلاص نہ ہو تو بڑی بڑی عمارتیں بھی بیکار ہیں، اللہ کے یہاں ان کی کوئی قیمت نہیں۔

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کا دس ہزار ہندوؤں کو تنہا للکارنا

حضرت والا نے فرمایا کہ میرے حضرت میں طاقت بہت تھی اور دل بھی اللہ نے ایسا دیا تھا، ایسی ہمت دی تھی کہ میں تو حیران تھا یعنی دس ہزار ہندو کے مجمع میں اکیلے چلے گئے۔ وہ ہندوؤں کا تہوار رام لیلا تھا، دسہرا بھی اس کو کہتے ہیں، اس میں راون کو جلایا جاتا ہے کیونکہ اس پر الزام ہے کہ وہ رام کی بیوی کو لے کر بھاگا تھا، اس بات کا انتقام لینے کے لئے

اس کو بہت بڑا گتے اور کاغذ وغیرہ کا بنا کر اور آگ میں جلاتے ہیں۔ بجنور سے ایک اخبار ''مدینہ'' نکلتا تھا اس میں قرآن شریف کا پورا ایک رکوع چھپا تھا، اس راون میں یہ قرآن کا رکوع لگا ہوا تھا۔ ایک آدمی نے مسجد میں آکر خبر دی کہ حضرت! دسہرا کے ناٹک میں قرآن مجید جلایا جا رہا ہے، حضرت نے لاٹھی اٹھائی اور دس ہزار کے مجمع میں پہنچ گئے۔ آسان بات نہیں ہے دوستو! حضرت کے ساتھ ان کے ایک شاگرد مولوی شمس الحق تھے بس اور کوئی نہیں۔ اور یہ شمس الحق اتنے سادے تھے کہ اعظم گڑھ اسٹیشن تک کا ٹکٹ تھا اور ایک اسٹیشن پہلے اترتے ہوئے کانپ رہے تھے، پوچھ رہے تھے کہ میرا ٹکٹ آگے تک کا ہے کیا میں پہلے اتر سکتا ہوں؟ ایسے بھی سیدھے لوگ ہوتے ہیں۔ تو وہ لوگ ابھی دیا سلائی لگانے ہی والے تھے کہ حضرت ان ہزاروں ہندوؤں کے طوفانِ بدتمیزی میں اکیلے پہنچے، تمام مجمع پر ایک دم سناٹا چھا گیا۔ ہندوؤں کو زور سے للکارا کہ اگر تم نے قرآن کا یہ رکوع اس میں سے نہ نکالا تو یاد رکھنا میں کم از کم پانچ سو تمہارے آدمی مار کر مروں گا، تم میرا فن جانتے ہو، میں نے دس سال لاٹھی سیکھا ہے، میں بنوٹ اور لاٹھی کا ماہر ہوں، ان کے پنڈتوں نے آکر پوچھا مولوی صاحب کیا معاملہ ہے؟ کیونکہ حضرت کو جانتے تھے اور حضرت کی لاٹھی کے فن سے بھی آگاہ تھے اور ڈرتے بھی تھے۔ حضرت نے فرمایا دیکھو جی، اس میں جو تم نے اخبار لگایا ہے اس میں ہمارا قرآن پاک ہے، یہ ہمارے حوالے کر دو ورنہ عبدالغنی کی لاٹھی ہوگی اور تمہاری کھوپڑیاں ہوں گی۔ ہندوؤں نے ہاتھ جوڑ لیا کہ صاحب! ہمیں کیا خبر تھی، خدا کا کلام ہے تو ہم آپ کو دیے دیتے ہیں، انہوں نے خاموشی سے وہ اخبار نکال کر حوالے کر دیا۔

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کا مسجد کو شہید ہونے سے بچانا

اور ایک واقعہ میں تو میں خود ساتھ تھا، یہ میرا چشم دید واقعہ ہے۔ پھولپور میں جس قصبے میں حضرت رہتے تھے تو تحصیل کے پاس نماز پڑھنے کے لئے مسلمانوں نے ایک چھوٹی سی مسجد بنالی تھی، تو ہندو جو چیئرمین اور بڑے بڑے عہدہ دار تھے، ان لوگوں نے مشورہ کیا کہ اس مسجد کو گرادیا جائے لہٰذا وہ سب مسجد کے پاس مسجد کو گرانے کے لئے پہنچ گئے، حضرت کو کسی نے خبر کر دی کہ مسجد گرائی جا رہی ہے۔ بس حضرت لاٹھی لے کر پہنچ گئے، اس وقت میں بھی ساتھ تھا۔ وہاں ہندوؤں کے اسمبلی کے نمائندے، اور چیئرمین اور زمیندار لوگ کھڑے تھے۔ بس حضرت نے ان لوگوں سے فرمایا کہ تم لوگ اس مسجد کو دیکھ رہے ہو، اگر تم نے اس کی ایک اینٹ گرادی تو عبدالغنی تم کو اس کی بنیاد میں دفن کر دے گا۔

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی ہولی کھیلنے والوں کو ڈانٹ

حضرت والا نے فرمایا کہ ہولی کا دن تھا، حضرت کو کوئی ضرورت پیش آگئی تو سفر کر لیا، ساتھ میں ہم تھے اور ایک پیر بھائی عبدالقدوس تھے، اعظم گڑھ سے ایک اسٹیشن پہلے ہندو لڑکے سب پر رنگ ڈال رہے تھے، مسلمانوں پر بھی

رنگ ڈال رہے تھے، ہندوستان میں کسی عالم پر اگر ہندو رنگ لگا دیں تو گویا مسلمان اس کو بہت بڑی توہین سمجھتے تھے۔ اس لئے ہم ڈر گئے کہ آج کہیں میرے شیخ پر رنگ نہ ڈال دیں، دل میں کہا کہ یا اللہ میری زندگی میں میرے شیخ پر رنگ ڈالا جائے تو پورے اعظم گڑھ تو کیا اخباروں میں آجائے گا کہ حضرت تھانوی کے خلیفہ پر آج رنگ ڈال دیا گیا لہٰذا ہم بڑے غمگین ہوئے۔ اتنے میں وہ نوجوان جب لوٹے میں رنگ لے کر حضرت کی طرف لپکے تب میں نے حضرت کو دیکھا کہ پہلے تو آرام سے بیٹھے ہوئے تھے، پھر سیدھے ہو کر بیٹھ گئے، پھر آنکھ بھی لال کر لی اور اپنی لاٹھی اٹھائی، عبد الجبار اس کا نام رکھا ہوا تھا اور اس کو سرسوں کے تیل میں ہر وقت ڈبوئے رکھتے تھے، بہت وزنی تھی۔ لاٹھی لے کر حضرت کھڑے ہو گئے اور فرمایا اگر تم نے رنگ ڈالا تو ہم تمہارے خون سے ہولی کھیلیں گے، اور بہت زور سے چیخے۔ خبردار! او خبیثو! نالائق مردودو! سارے ہندو وہاں سے بھاگے۔ کیا شان تھی، جان کو جان نہیں سمجھتے تھے، سبحان اللہ!

صحابی گو نہیں لیکن نمونہ تھا صحابی کا

یہ حضرات تھے جن سے پتا چلتا تھا کہ صحابہ ایک ایک کس طرح ہزاروں پر بھاری ہوتے تھے، اس کا تھوڑا سا نمونہ آنکھوں سے نظر آگیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں گستاخی کرنے والے ایک سکھ سے مقابلہ

ایک مرتبہ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ میں تھانہ بھون سے ریل میں واپس جارہا تھا تو ایک بندوق والے سکھ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں گستاخی کردی، اسٹیشن بھی قریب تھا۔ جب میں نے اس کو مارنے کے لئے اپنی لاٹھی اٹھائی، اتنے میں اسٹیشن آگیا، تو وہ اسٹیشن پر اتر کر اسٹیشن ماسٹر کے کمرہ میں چھپ گیا، میں نے کہا کہ اگر مرد ہے تو باہر آ، کیا عورتوں کی طرح سے چھپا ہوا ہے۔ اس کی بندوق کا ذرہ برابر خوف نہیں کیا۔

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کا فسادی ہندوؤں کو للکارنا

قصبہ پھولپور میں ایک مسلمان لڑکا ایک ہندو لڑکی پر عاشق ہو گیا۔ وہاں پر ہندو مسلم فسادات کا خطرہ ہو گیا۔ ہندوؤں نے کہا کہ ہم تمام مسلمانوں کے گھروں کو آگ لگا دیں گے۔ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ تلوار لے کر قصبہ کے بیچ میں بازار کے ایک کنویں کے اوپر کھڑے ہوئے اور ہندوؤں کو تلوار لہرا کر دکھائی اور فرمایا کہ جس لڑکے نے تمہاری لڑکی کے ساتھ عشق بازی کی ہے اگر وہ باز نہیں آتا اس کو تم سزا دو لیکن اگر کسی بے قصور مسلمان کی طرف نظر بھی اٹھائی تو عبد الغنی کی تلوار ہوگی اور تمہاری گردنیں ہوں گی۔

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کو چودہ ہندو پہلوانوں کا چیلنج

حضرت والا نے فرمایا کہ ایک مرتبہ پھولپور کے ہندوؤں نے بنارس کے چودہ پہلوان بلائے کہ بھئی! مولانا کا یہاں بڑا رعب جم رہا ہے کہ مولانا بہت اچھی لاٹھی چلانا جانتے ہیں لہٰذا تم ان سے مقابلہ کرو۔ میرے شیخ کے مدرسہ کا احاطہ بہت بڑا تھا، اب چودہ ہندو پہلوانوں نے کہا کہ آج ہم دیکھتے ہیں کہ مولانا کیسے جیتتے ہیں؟ تو حضرت نے فرمایا کہ میں ان سے کیا مقابلہ کروں، پہلے یہ میرے کسی شاگرد سے مقابلہ کر کے دکھائیں، پھر عبدالغنی اپنا ہاتھ دکھائے گا۔ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ تو لاٹھی چلانے میں بہت ماہر تھے ہی لیکن حضرت نے اپنے ایک شاگرد بخشش کو ڑیا سے لاٹھی چلوائی، وہ بھی بہت ماہر تھا۔ اس نے جب چودہ پہلوانوں کے سامنے اپنا فن دکھایا، چند منٹ میں بنارس کے چودہ موٹے موٹے پہلوان جو اس کو مار رہے تھے تو شاگرد کو ایک لاٹھی بھی نہیں لگی اور جب اس نے اپنی لاٹھی چلائی تو جتنے پہلوان تھے کسی کا کان کٹ کر اِدھر گیا، کسی کی ناک پھٹ کر اُدھر گئی۔ تب ہندوؤں نے کہا ارے! یہ مولانا نے جو مدرسہ کھولا ہوا ہے یہ مدرسہ نہیں ہے، یہ پولیس لائن ہے۔

خانقاہ تھانہ بھون میں حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے فن کا مظاہرہ

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ لاٹھی میں بڑے ماہر ہیں اور پانچ سو آدمی کے لئے اکیلے کافی ہیں، آپ مجھے اپنا فن دکھایئے۔ تو تھانہ بھون میں بڑے بڑے علماء مہمان تھے، مولانا ظفر احمد عثمانی، مولانا شبیر علی صاحب اور بہت سے علماء تھے، سب کو حضرت نے ایک ایک لاٹھی دے دی اور فرمایا سب مل کر مجھے مارو، میں اپنا کرتب دکھاتا ہوں۔ سب لاٹھی مار رہے تھے اور حضرت اکیلے سب کا دفاع کر رہے تھے، پھر جب حضرت نے حملہ کیا تو سب بھاگے۔ حضرت حکیم الامت نے فرمایا کہ جب آپ لاٹھی کے ہاتھ دکھا رہے تھے تو مجھے بھی جوش آ رہا تھا۔ حضرت سے لاٹھی میں بھی سیکھتا تھا اور حضرت شاہ ابرار الحق صاحب بھی سیکھتے تھے، ہم دونوں مل کر لاٹھی سیکھتے تھے۔

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کا اکرام فرمانا

حضرت والا نے فرمایا کہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ میرے شیخ شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ کی بہت عزت کرتے تھے، حضرت نے خط لکھا کہ میں تھانہ بھون حاضری کی اجازت چاہتا ہوں تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں لکھا کہ اجازت چہ معنی بلکہ اشتیاق۔ اور جب حضرت حاضر ہوتے تو حکیم الامت اپنی جگہ سے اٹھ کر چند قدم آگے بڑھ کر

معانقہ فرماتے تھے اور فرماتے ۔ اے آمدنت باعثِ صد شادی ما۔ اے عبدالغنی! تمہارے آنے سے مجھے سینکڑوں خوشی ہوئی جبکہ حضرت حکیم الامت کا مزاج نہایت بااصول تھا، کسی مرید کی تعریف نہیں لکھتے تھے مگر میرے شیخ کو لکھتے تھے محبی ومحبوبی مولانا شاہ عبدالغنی سلمہ اللہ تعالیٰ وکرمہ۔ اور ایک خط میں لکھا تھا کہ آپ حاملِ علومِ ولایت بھی ہیں اور حاملِ علومِ نبوت بھی ہیں اور دارالعلوم دیوبند کی صدر مدرسی کے لئے انتخاب فرمایا تھا۔ تو حضرت نے پوچھا کہ مولانا عبدالغنی صاحب! آپ کیا تنخواہ لیں گے؟ تو میرے شیخ نے عرض کیا کہ حضرت! میں چنے چبا کر پڑھادوں گا، فرمایا کہ مجھے آپ سے یہی امید ہے کہ آپ اپنا وعدہ صحیح کر دکھائیں گے۔

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے لئے اصلی گھی لے جانے کا واقعہ

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے ساتھ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے لئے اصلی گھی لے گئے تھے۔ حضرت نے اپنی بھینس پالی ہوئی تھی جس کو خوب اچھی غذا چنا، کھلی، بنولہ کھلاتے تھے، فرماتے تھے کہ اس کے گھی میں خوشبو آتی ہے، جب وہ گھی اپنے شیخ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو پیش کیا تو حضرت نے اس کو سونگھا اور فرمایا کہ خلیفہ اعجاز اس گھی کو رکھ لو، میں اس کو گرم گرم کھچڑی میں ڈال کر کھاؤں گا اور کسی کو نہیں دوں گا۔ میرے شیخ نے فرمایا کہ حضرت کو میرا دل خوش کرنا تھا۔ معلوم ہوا کہ اللہ والے اپنے دوستوں کا دل بھی خوش کر دیتے ہیں ورنہ یہی بات دل میں رکھتے اور زبان سے نہ فرماتے لیکن یہ سنا کر شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو خوش کر دیا۔

حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے دو خاص باتیں صرف حضرت پھولپوری سے کیں

میرے شیخ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے کچھ بے تکلف بھی تھے، صرف تیرہ سال چھوٹے تھے اس لئے کچھ ایسی باتیں بھی کرلیا کرتے تھے جو اَوروں کی ہمت نہیں ہوتی تھی۔ ایک بار پوچھا کہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ مجدد ہیں، اس کے بارے میں آپ کا کیا ارشاد ہے؟ تو حضرت نے فرمایا کہ ایک بھینس کے بچے نے بھینس سے پوچھا کہ ماں ری ماں! پدُمنی کسے کہے ہیں؟ تو بھینس نے کہا: چپ چپ! لوگوں کا خیال میری ہی طرف ہے۔ میرے حضرت نے دوبارہ پوچھا کہ حضرت! اور واضح کیجئے، ابھی تو یہ بات واضح نہیں ہوئی، فرمایا کہ ہاں بھئی! میرا بھی یہی خیال ہے۔ پھر فرمایا کہ ایک خاص بات اور کہتا ہوں کیونکہ آپ میرے خاص ہیں کہ حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میرے احباب میں دو آدمی بہت اعلیٰ مقام پر پہنچے، ایک مولانا رشید احمد گنگوہی اور ایک مولانا قاسم نانوتوی لیکن اب میری تحقیق یہ ہے اور میرے قلب میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات ڈال دی کہ مولانا اشرف علی تھانوی ان دونوں سے اونچے گئے۔

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کا اللہ پر ناز اور توکل

حضرت والا نے فرمایا کہ ایک مرتبہ لاہور میں سخت سردی میں میزبان حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کو کمبل دینا بھول گئے، میری والدہ صاحبہ نے، جو حضرت کے نکاح میں تھیں، عرض کیا کہ آپ میرا کمبل لے لیجیے۔ فرمایا نہیں تم اپنا کمبل اوڑھو، مجھے میزبان بھول گیا، انسان ہے بھول جاتا ہے، آج میں سردی میں ایسے ہی لیٹوں گا، جب اللہ مجھے تکلیف میں دیکھے گا تو اس کو میری محبت اور مَیا لگے گی تو خود ہی بھیج دے گا، میزبان جو بھولا ہے اس میں کوئی راز ہوگا۔ چنانچہ کڑاکے کی سردی میں رات بھر تکلیف میں رہے، کروٹ لیتے رہے۔ نو بجے صبح لاہور میں غلام سرور صاحب کے گھر پر مجلس ہوتی تھی، ساڑھے نو بجے فیصل آباد سے ایک صاحب نیا کمبل لے کر آ گئے، کہاں فیصل آباد اور کہاں لاہور! چنانچہ انہوں نے عرض کیا کہ حضرت! یہ کمبل میں آپ کے لئے ہدیہ لایا ہوں۔ حضرت نے سر آنکھوں پر رکھا اور رونے لگے، والدہ صاحبہ سے جا کر فرمایا کہ دیکھو! اللہ کو مَیا لگی یا نہیں؟ اللہ اللہ! مولیٰ کے ان عاشقوں کا ناز تو دیکھو۔

❁ ❁

نالۂ غم بہ یاد حضرت شیخ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ

از حضرت والا مرشدنا و مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مرا جانِ بہاراں سو گیا مرقد میں جب اے دل
بھلا اب تا قیامت کیا بہارِ وصل آئے گی

مرے محبوب مرشد تم کو کیا ہم بھول جائیں گے
ہماری جاں تمہاری یاد میں آنسو بہائے گی

ذرا سی دیر کو تیری توجہ تام ہو جائے
مری جاں دردِ مہجوری کا افسانہ سنائے گی

تمہارے لطف کی باتیں ہمیں سب یاد آتی ہیں
جدائی تیری اخترؔ کو قیامت تک رُلائے گی

❁ ❁

❁ مرقد: قبر ❁ وصل: ملاقات ❁ تام: پوری ❁ مہجوری: جُدائی

اُن کی مُراد ہے اگر میری یہ نامُرادیاں
اُن کی رضا ہی چاہیے میری تو کچھ صدا نہیں
نالۂ ہجر پر مرے زاہد نہ ہو تو خندہ زن
عشق کے درد سے تجھے پالا ابھی پڑا نہیں

از کلام حضرت والا قدس اللہ سرہ

خاتمۃ السوانح حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوری قدس سرہٗ العزیز

(از محمد اختر غفرلہٗ پرتاب گڑھی)

حضرت شیخ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۶۰ء میں کراچی تشریف لائے تھے اور ۱۹۶۳ء میں انتقال ہوگیا تھا۔ یہاں کے لوگوں نے حضرت کو اس حالت میں پایا جب حضرت بالکل کمزور ہوگئے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا کروڑ کروڑ شکر ہے کہ مجھے میرے رب نے حضرت کو خوب دیکھنا نصیب فرمایا۔ اپنے اس بندے کی کرامات، عبادات، ان کے آہ و نالے، ان کا رونا، حضرت تہجد کے وقت مسجد کے ایک کونے پر اتنا روتے تھے کہ ان کی آواز دور تک جاتی تھی جیسے چھوٹا بچہ اپنی ماں سے لپٹ کر روتا ہے۔

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کا سفر کراچی تا لاہور

بغرض تبدیلِ آب وہوا ۲۳ اپریل ۱۹۶۳ء کو حضرت والا پھولپوری، قدس سرہٗ العزیز نے کراچی سے لاہور کا سفر اختیار فرمایا۔ حضرت کے خاص محب جناب غلام سرور صاحب لاہور سے کراچی تشریف لائے ہوئے تھے اور تقریباً ایک سال سے متعدد بار حضرت کو اپنے مکان پر لے جانے کے لئے بصدِ شوق درخواست کر چکے تھے، اس لئے حضرت نے غلام سرور صاحب ہی سے فرمایا کہ میں نے تمہارے یہاں دو تین ماہ کے لئے قیام کا ارادہ کرلیا ہے، غلام سرور بھائی کو حضرت کے اس ارادہ سے جس درجہ خوشی حاصل ہوئی اس کا تصور ان کے دیرینہ جذبات وخواہش سے کیا جاسکتا ہے۔ حاصل یہ کہ حضرت پھولپوری قدس سرہٗ العزیز مع حضرت والدہ صاحبہ مدظلہا ۲۴ اپریل ۱۹۶۳ء کو غلام سرور صاحب کے مکان پر لاہور میں قیام فرما ہوئے۔ ماشاء اللہ لاہور کی آب وہوا سے حضرت کی صحت روز بروز بہتر ہوتی گئی اور بھائی غلام سرور صاحب نے اپنی خدماتی سعی کو بامراد اور فائز المرام دیکھ کر خدا کا شکر ادا کیا، طالبین صادقین کی آمد ورفت ہونے لگی، مجلس میں علوم ومعارف کا فیضان ہونے لگا، کراچی میں جو ضعف تھا وہ بالکلیہ قوت سے مبدّل ہوگیا۔

اواخر مئی ۱۹۶۳ء میں حضرت نے غلام سرور صاحب سے فرمایا کہ اب مجھے کراچی پہنچادو، میرا دل کراچی جانے کے لئے بار بار تقاضا کررہا ہے غلام سرور صاحب نے چونکہ یہ دولتِ قربِ شیخ ایک سال کے انتظارِ شدید کے بعد پائی تھی، اس لئے حضرت کی واپسی کے لئے ان کا اوران کے گھر والوں کا نیز ان کے والد ماجد صاحب کا اجتماعی طور پر دل نہ چاہا کہ حضرت پھولپوری ہمارے گھر سے اتنی جلدی رخصت ہوجائیں، اس لئے ہر ایک نے انفراداً اور اجتماعاً پوری کوشش کی کہ حضرت کا قیام ان کے گھر میں کچھ دن کو اور بڑھ جائے، حضرت کی شفقت نے ان حضرات کی مخلصانہ محبت کے پیش نظر اس درخواست کو قبول فرمالیا۔

امتحانِ عشق

عشق آمد لا ابالی فاتقوا، مورخہ ۲ جون ۱۹۶۳ء نویں محرم الحرام حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے پیروں پر کچھ شبہ نجس چھینٹوں کا ہوا، غسل خانہ تشریف لے گئے کہ اس شبہ کو دور کرلوں۔ مشیتِ ایزدی کہ حضرت کا پیرِ مبارک پھسل گیا، جس کے سبب کولہے کی ہڈی پر نقصان آ گیا۔ ایکسرے لیا گیا تو بائیں طرف کولہے میں نقصان کا اثر مشاہدہ ہوا۔ ڈاکٹروں نے بتایا کہ بہت معمولی اثر ہے، جو صرف دو ماہ مسلسل آرام سے خود بخود زائل ہوجائے گا۔

(غلام سرور صاحب نے ان دنوں علاج تو حکیم قرشی شفاء الملک کا رکھا، لیکن مزید اطمینان کے لئے ہڈی کے اسپیشلسٹ ڈاکٹر سردار عالم صاحب اور اسپیشلسٹ قلب و بلڈ پریشر ڈاکٹر عبدالعزیز کا بھی معائنہ کرایا۔) حضرت اب بالکل صاحبِ فراش ہو گئے کیونکہ پاخانہ و پیشاب بستر پر کرانے کا حکم ہوگیا، چوٹ کی جگہ پر حرکت سے دردِ شدید کا احساس ہوتا، حتیٰ کہ اکثر اوقات شدید درد سے آہ فرماتے۔

لاہور میں حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی حضرت والا کے لئے بے قراری

احقر ان دنوں کراچی تھا، لیکن بار بار غلام سرور صاحب سے دریافت فرماتے کہ ''حکیم اختر نہیں آئے؟'' میں حاضری کے لئے خط لکھ چکا تھا اس لئے تھوڑی تھوڑی دیر کے وقفہ سے بار بار دریافت فرماتے کہ ''حکیم جی آ گئے؟'' پھر احقر کو غلام سرور صاحب نے تار دیا چنانچہ ۶ جون کو احقر بوقتِ شام لاہور پہنچا۔ غلام سرور صاحب نے فرمایا کہ حکیم جی! آپ کو حضرت بہت یاد فرمارہے تھے اور آپ کے بے چینی سے منتظر تھے۔ احقر بیتابانہ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا، حضرت پھولپوری کے اس کرب و بے چینی اور دردِ شدید کو دیکھ کر میرا قلب اندر اندر شدتِ حزن و صدمہ سے سخت متاثر ہورہا تھا کہ حضرت نے میری تسلی کے لئے ارشاد فرمایا: ''کچھ گھبرانے کی بات نہیں، سب اللہ کی رحمت ہے''، حضرت کے اس جملے سے مجھے بڑا سکون حاصل ہوا۔

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ پر غلبۂ ضعف بہت شدید طاری تھا، بعض بعض وقت غشی کی سی کیفیت ہوجاتی تھی۔ غالباً ۱۰ جون کو مسلسل ۲۴ گھنٹے کی بے ہوشی طاری ہوئی، پھر جب افاقہ ہوا تو مجھ سے ارشاد فرمایا کہ ''حکیم اختر!'' عرض کیا، جی حضرت! ارشاد فرمایا کہ تم نے تجہیز و تکفین کا انتظام کرلیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت کس کی تجہیز و تکفین کرنی ہے؟ ارشاد فرمایا کہ جن کا انتقال ہوگیا ہے، احقر نے عرض کیا کہ حضرت! یہاں تو سب لوگ ماشاء اللہ زندہ بخیر ہے، کسی کا انتقال نہیں ہوا، ارشاد فرمایا کہ کیا تم سچ کہتے ہو؟ عرض کیا حضرت بالکل سچی بات ہے، فرمایا کہ کیا میں ابھی مرا نہیں ہوں؟ عرض کیا، نہیں حضرت! ابھی تو آپ خدا کے فضل سے زندہ مع الخیر ہیں۔

اس گفتگو کے بعد حضرت پر پھر غشی کی سی کیفیت طاری ہوئی، تین گھنٹے کے بعد تقریباً ۸ بجے شب میں پھر احقر سے ارشاد فرمایا کہ ''ابھی میں مرا نہیں؟'' عرض کیا نہیں، ارشاد فرمایا کہ میری زندگی کی دلیل کیا ہے؟ احقر خاموش ہی تھا کہ خود ہی ارشاد فرمایا کہ میری زندگی کی دلیل یہ ہے کہ میں یہ دعا پڑھ رہا ہوں اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ وَوَسِّعْ لِیْ فِیْ دَارِیْ وَبَارِكْ لِیْ فِیْ رِزْقِیْ۔ احقر نے عرض کیا کہ حضرت اس دعا کو آپ تحریر فرمادیجئے، حضرت نے غلام سرور صاحب سے کاغذ و پنسل منگایا اور اپنے دستِ مبارک سے اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ لکھا، اس کے بعد ہاتھ میں رعشہ سا ہوگیا اور کچھ صاف نہ لکھا جاسکا۔ (ان تمام باتوں کو حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ صاحب مدظلہ نے سن کر ارشاد فرمایا کہ حضرت مولانا پر عالمِ برزخ منکشف کردیا گیا۔)

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی لاہور سے کراچی واپسی

۱۵ جون ۱۹۶۳ء تک حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی چوٹ میں افاقہ ہوگیا اور صحت بہتر ہونے لگی، ارشاد فرمایا کہ مجھے کراچی لے چلو۔ اسی اثنا میں جناب حبیب الحسن خان صاحب شروانی بغرضِ عیادت و زیارت تشریف لائے، حضرت سے استفسار کیا کہ حضرت آپ ہندوستان تشریف لے چلیں گے؟ ارشاد فرمایا کہ میں ہندوستان نہیں جانا چاہتا۔ الغرض حضرت اپنی خواہش اور منشا کے مطابق ۲۶ جون ۱۹۶۳ء کو کراچی تشریف لائے، یہاں بھی حضرت کو ہڈی کے خاص اور مشہور ڈاکٹر عبدالرحیم صاحب کے مشورہ کے مطابق بستر پر ہی پیشاب پاخانہ کرنے کا انتظام رکھا گیا۔ تین ہفتے بعد ڈاکٹر صاحب نے اجازت دے دی کہ اب حضرت کو تھوڑا تھوڑا اچلانے کی کوشش کیجئے، لیکن حضرت کے لئے اس مشورہ پر عمل کرنا بوجہ ضعف دشوار تھا۔ کراچی میں تقریباً تین ہفتہ جناب حکیم اسعد صاحب اجمیری مدظلہ کا معالجہ رہا۔

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی آخری مجلسِ عام

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے سینہ میں بلغم بہت بڑھ گیا، جس سے سانس بند ہونے کے جلد جلد اس شدت سے

دورے پڑنے لگے کہ تشویشناک صورت پیدا ہوگئی، (اس زمانے میں حضرت بغرضِ علاج برنس روڈ پر ماسٹر غلام رسول صاحب (تاج ہوٹل والے) کے ایک فلیٹ میں قیام فرماتے تھے، پھر اکابر کے مشورے سے حضرت ناظم آباد مکانِ سابق پر تشریف لے آئے) لہٰذا حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ صاحب مدظلہ العالی کے مشورہ سے ان کا علاج کیا گیا، بفضلہٖ تعالیٰ ان کے علاج سے سانس کی تکلیف میں بڑا افاقہ ہوا۔ جناب حفیظ اللہ صاحب لاری خلیفہ حضرت پھولپوری جو مستقل میرے ساتھ حضرت کی خدمت میں آخر تک شریک رہے، انہوں نے اور حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ صاحب مدظلہٗ نے یہی مشورہ دیا کہ اب حضرت کا آرام سے گھر ہی پر خدا کے بھروسہ پر علاج کرو۔ بفضلہٖ تعالیٰ حضرت خوب مجلس میں ارشادات عالیہ سے افادہ فرمانے لگے کہ وقتِ رحلت قریب آ گیا اور آخری مجلس مورخہ ۱۳ اگست ۱۹۶۳ء بروز شنبہ بعد نمازِ عصر جو فرمائی وہ عجیب مجلس تھی۔ خوب علمائے سوء کو ڈانٹا اور عصر سے مغرب تک با آوازِ بلند حاضرینِ مجلس کو اپنے کلماتِ حسنہ سے مستفید فرماتے رہے۔ تقریباً عشاء کے وقت حکیم اسعد اجمیری صاحب اور مولوی نور احمد صاحب ناظم دارالعلوم بغرضِ عیادت ومزاج پرسی حاضر ہوئے، حضرت نے مولوی نور احمد صاحب سے ارشاد فرمایا کہ قبر میں کتنی دیر منکر نکیر سوالات کرتے ہیں اور برزخ میں کتنے دن رہنا ہوتا ہے اور میں ایک بات بھول گیا ہوں جو مجھے کرنا چاہیے تھی، اب اس کا کیا معاملہ ہوگا؟ ان سوالات کے جوابات مفتی محمد شفیع صاحب سے دریافت کرکے مطلع کرنا۔

آخری روزِ حیات کی روداد

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی یہ آخری مجلس تھی، اسی شب میں تقریباً چار بجے تھے کہ حضرت کے بائیں حصۂ جسم پر فالج گر گیا۔ احقر نے دیکھا کہ حضرت کی دماغی حالت غیر طبعی ہو رہی ہے اور زبان کانپ رہی ہے، مجھے کانپتی ہوئی زبان سے ارشاد فرمایا کہ کلمہ پڑھا دو، احقر نے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا، حضرت نے بھی احقر کے ساتھ کلمہ طیبہ کا ورد فرمایا اور کلمہ پڑھتے ہی ہمیشہ کے لئے حضرت کی زبان خاموش ہوگئی۔ پھر اشارے سے بات فرمانے لگے، دو دن تک اشارے سے بات فرماتے رہے، اس کے بعد بالکل غشی کا عالم طاری رہنے لگا۔ غذا تین چار دن تک بمشکل ہضم ہوئی، پھر صرف انجکشن سے گلوکوز چڑھنے لگا۔ جناب ڈاکٹر عبدالصمد کانپوری مدظلہٗ کا فالج گرتے ہی علاج شروع ہوگیا تھا۔ ڈاکٹر صاحب موصوف بھی حضرت کے پرانے محبین ومخلصین میں سے تھے، انہوں نے بھی بڑی مستعدی سے حضرت کا معالجہ فرمایا لیکن اب وقتِ رحلت قریب آ گیا تھا۔

دوشنبہ کے دن ۲۱ ربیع الاول ۱۳۸۳ھ ۱۲ اگست ۱۹۶۳ء کو صبح ہی سے حضرت کی نبض بہت ضعیف ہوگئی حتیٰ کہ دس بجے گلوکوز کا انجکشن کیپٹن ڈاکٹر جمیل صاحب نے لگانے کی پوری کوشش کی لیکن رگوں میں خون اس قدر کم ہوگیا تھا

کہ رگیں بالکل خشک ہوگئیں اور انجکشن لگانا ناممکن ہوگیا۔ پھر ڈاکٹر جمیل صاحب نے نبض دیکھی اور فرمایا کہ آج حالت بہت نازک ہے اور اب انجکشن سے بھی غذا نا ممکن ہے، ہم لوگوں کی حضرت کی اس حالت سے عجیب حالت ہوگئی، فوراً ڈاکٹر عبدالحئی صاحب مدظلہٗ کو فون کیا گیا، وہ ایک بجے دن تشریف لائے اور فرمایا کہ حالت آج بہت نازک ہے، پھر ڈاکٹر عبدالصمد صاحب کانپوری تین بجے تشریف لائے اور موصوف نے نبض دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ اب مولانا آرام فرمائیں گے۔ پانچ بجے احقر نے حضرت کو زمزم اور شہد ایک چمچہ پلایا، سوا پانچ بجے سکرات کا عالم طاری ہوگیا اور چھ بجنے میں ۱۰ منٹ باقی تھے کہ حضرت قطب العالم شیخ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی روحِ مبارک دنیائے فانی سے رحلت فرما کر واصل بحق ہوگئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

آخری لمحۂ حیات میں موجودین کے نام

حضرت قدس سرہٗ العزیز کے ان آخری لمحاتِ حیات کے وقت حسبِ ذیل حضرات حاضر تھے:

احقر اختر غفرلہ، جناب حفیظ اللہ صاحب لاری، جناب انور نعمانی صاحب، جناب اعجاز صاحب، جناب حاجی نذیرالدین صاحب، جناب محمود صاحب، عزیزم محمد صادق صاحب، عزیزم محمد کلیم صاحب۔ بدون ریڈیو اور اخباری نشر و اطلاع کے جوق در جوق پروانہ وار ہر طرف سے متعلقین اور محبین کا اجتماع ہونے لگا، ہر شخص ایک دوسرے کو ٹیلیفون سے اطلاع کر کے حقِ رفاقت ادا کرتا رہا، تقریباً عشاء تک حیرت انگیز اجتماع ہوگیا۔ حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب مدظلہٗ نے اپنی خاص نگرانی میں سنت کے مطابق تجہیز و تکفین کیا بلکہ خود اپنے ہاتھوں سے اپنے مرشد و شیخ کے جسدِ مبارک کو غسل دیا، چند معاونین بھی ساتھ تھے۔ تقریباً دس بجے شب حضرت قطب العالم پھولپوری کا جنازہ گھر سے باہر نکلا، آسمان سے رحمتِ حق نے ہلکی ہلکی رحمت کی بوندیں چند سیکنڈ برسائیں ؎

عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے

ہاں و ہاں ایں دلق پوشانِ من اند

صد ہزار اندر ہزاراں یک تن اند (رومیؒ)

ترجمہ: خوب سن لو اے لوگو! یہ گدڑی پوش ہمارا خاص بندہ ہے، کہیں لاکھوں انسانوں میں ایسا ایک پیدا ہوتا ہے۔

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھایا

علماء و صلحاءِ شہر کی اس قدر تعداد جنازے کے ہمراہ تھی کہ کندھا دینا مشکل ہو رہا تھا۔ جناب ڈاکٹر عبدالحئی صاحب مدظلہٗ العالی چونکہ حضرت کے کئی اعتبار سے قریبی دوست تھے، اس وجہ سے نمازِ جنازہ پڑھانے کے لئے

آپ کو منتخب کیا گیا، تقریباً ساڑھے گیارہ بجے شب میں نمازِ جنازہ ادا کی گئی، جنازے کے ہمراہ حضرت مولانا یوسف صاحب بنوری، حضرت مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی اور کراچی کے تقریباً تمام عربی مدارس کے علماء وطلباء بھی شریک تھے، ہر شخص ۱۲ بجے شب میں بدون اہتمام اس قدر کثیر تعدادِ مجمع کو دیکھ کر انگشت بدنداں تھا۔

حضرتِ اقدس پھولپوری قدس سرہ العزیز کے متعلق عجیب غیبی معاملہ یہ ہے کہ حضرت پھولپوری اپنے مرشد حضرت حکیم الامت قدس سرہ العزیز سے دوشنبہ ربیع الاول ہی میں بیعت ہوئے، اور دوشنبہ ربیع الاول ہی میں خلافت عطا ہوئی اور دوشنبہ ربیع الاول ہی میں وفات پائی۔ نوٹ:۔ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب بوجہ علالتِ شدیدہ کے اس وقت حاضر نہ ہو سکے۔ پاپوش نگر کے قبرستان میں بوقت بارہ بجے شب تدفین ہوئی، قبرِ مبارک بالکل صدر دروازے کے پاس داہنی طرف ہے۔

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت والا کے لئے خاص جملہ

حضرت مرشد پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے آخر وقت میں ارشاد فرمایا تھا کہ اختر! میں تمہیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں اور تم مجھے اللہ کے سپرد کر دو۔ اسی تسلیم اور تفویض کا صدقہ ہے کہ دینی اور دنیوی دونوں نعمتوں سے حق تعالیٰ کی رحمت احقر کو نواز رہی ہے، حضرت مرشد اب بھی میری آنکھوں کے سامنے ہیں ؎

جو یاد آتی ہے وہ زلفِ پریشاں
تو پیچ و تاب کھاتی ہے مری جاں
جو پوچھے گا یہ کوئی مجھ سے آکر
کہ کیا گذری ہے اے دیوانے تجھ پر
نہ ہر گز حالِ دل اپنا کہوں گا
ہنسوں گا اور ہنس کر چپ رہوں گا

یہ اشعار حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں، جب حضرت مرشد کی یاد آتی ہے تو ان اشعار کو پڑھ لیتا ہوں۔

حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کا تعزیت نامہ

جب حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا تو حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب نے خط میں تحریر فرمایا کہ ''اختر! آج ہم لوگ یتیم ہوگئے۔'' پھر دوسرا جملہ لکھا ''خدمتِ شیخ ابتدا تا انتہا مبارک ہو۔''

قصبہ پھولپور اعظم گڑھ میں حضرت مرشد کے ہمراہ ایک طویل عمر گذاری جس کا نقشہ احقر نے ان اشعار میں پیش کیا ہے۔

یاد آتی ہے مجھے جب پھولپوری زندگی
پا رہا تھا جب کہ میں درسِ نیاز و بندگی
ذرہ ذرہ سے ملا کرتا تھا درسِ سادگی
ایک فرزانہ سکھاتا تھا مجھے دیوانگی
حضرتِ عبدالغنی سر مستِ عشقِ کبریا
ما سوا حق سے جنہیں تھی عمر بھر بیگانگی
کیا وہ عاشق تھے؟ نہیں بلکہ سراپا عشق تھے
پی کے دریا بھی جنہیں ہوتی نہ تھی آسودگی

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کا عجیب جملہ

وصال سے تقریباً ایک ہفتہ قبل حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے رات میں احقر سے فرمایا کہ حکیم اختر! ہم تو شہید ہو گئے، احقر نے عرض کیا، وہ کس طرح سے؟ ارشاد فرمایا کہ تلوار سے۔ غالباً اس تلوار سے مراد شمشیرِ محبتِ الٰہیہ ہے۔ شکرِ خداوندی کہ حق تعالیٰ کا احسانِ عظیم بدون استحقاق اس ناکارہ اختر پر یہ ہوا کہ آخری سانس تک حضرت شیخ قدس سرہ العزیز کی خدمت نصیب ہوئی، حق تعالیٰ اپنی رحمت سے قبول فرمائیں، آمین۔

العارض بندۂ گنہگار احقر ارذل الخلائق
محمد اختر غفرلہ۔ ۱۱۵ کتوبر ۱۹۶۳ء

ذکر کے فیض سے دل رشکِ گلستاں پایا
اور غفلت سے گلستاں کو بیاباں پایا
کیا کہوں آہ وہ مرشد تھا مرا کیا اختؔر
چشمِ تر نعرۂ ھُو چاک گریباں پایا

نالۂ غمناک در یادِ مرشد پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ

ازحضرت والامرشدنا ومولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

یہ کس کا جنازہ لے کر ہم پاپوش نگر[1] کو جاتے ہیں
یہ کس کی جدائی سے زخمی ہم قلب و جگر کو پاتے ہیں

کس رشکِ قمر کو دفنانے ہم دل کو سنبھالے جاتے ہیں
سینوں سے کلیجے خوں ہو کر کیوں منہ کو ہمارے آتے ہیں

لمحات گذشتہ صحبت کے جب دل کو مرے یاد آتے ہیں
اک ہُوک سی دل میں اٹھتی ہے اورنالے فلک تک جاتے ہیں

صحبت میں تمہاری اے مرشد اک عمر ہماری گذری ہے
اب آج ہمارے وہ لمحے یاد آکے ہمیں تڑپاتے ہیں

الطاف تمہاری صحبت کے اب آہ کہاں ہم پائیں گے
دنیا ہی اندھیری ہے ہم کو گھبرا کے جدھر بھی جاتے ہیں

اک دن وہ ہمارا تھا اختؔر صحبت میں ہم ان کی رہتے تھے
اب آہ جدائی کے غم میں آنکھوں سے لہو برساتے ہیں

[1] ۔ پاپوش نگر کے قبرستان میں بالکل صدر دروازے کے پاس جنوبی جانب حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ مدفون ہیں اور ساتھ ہی مولانا شبیر علی صاحب مرحوم رحمۃ اللہ علیہ (حضرت شیخ تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے بھتیجے) شرقی جانب مدفون ہیں اور اسی احاطہ میں جنوبی جانب حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت والدہ صاحبہ اور حفیظ اللہ لاری مرحوم مدفون ہیں۔محمد اختر
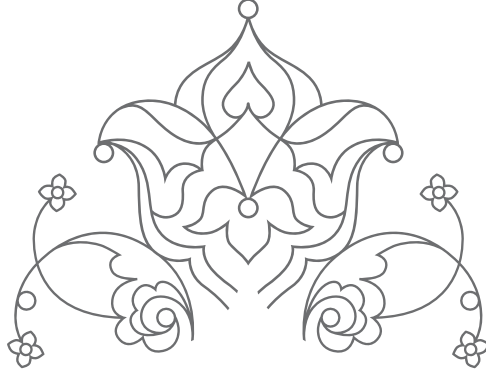
کسی مخلص کی ضائع کوئی قربانی نہیں جاتی
کسی کے قلب سے جو آہِ پنہانی نہیں جاتی
محبت میں کبھی ایسے بھی دن آتے ہیں اے اخترؔ
کہ رونے پر بھی غم کی اَشکباری نہیں جاتی
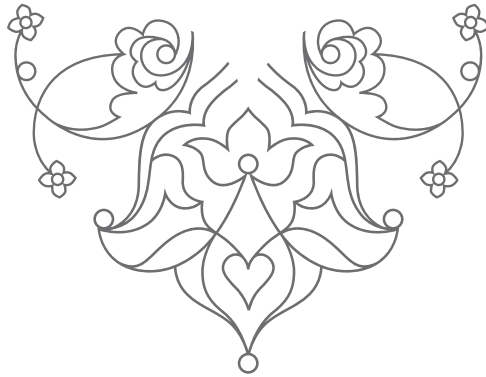
حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے آخری ایامِ معذوری میں خدمت کی سعادت

احقر جامع عرض کرتا ہے کہ حضرت والا اتنے حساس طبیعت کے تھے کہ آپ نے اپنے بچوں کا کبھی پیشاب پاخانہ نہیں دیکھا، اگر کبھی بچوں کے پیشاب پاخانے پر نظر پڑ جاتی تھی تو آپ کو قے ہوجاتی تھی لیکن جب شیخ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کو معذوری ہوگئی (پہلے کولہے کی ہڈی کے فریکچر سے، پھر فالج سے) تو حضرت والا نے اپنے شیخ کا پیشاب پاخانہ اٹھایا جبکہ اس وقت فلش سسٹم بھی نہیں تھا۔ فضلے کو کسی برتن میں خود لے جاتے، پھر اس کو دھو کر لاتے۔ حضرت والا نے خود بتایا کہ ''چھ ماہ سے زیادہ حضرت چارپائی پر رہے، پیشاب پاخانے کے لئے نہیں جاسکتے تھے، کمر ٹوٹ گئی تھی، میری طبیعت اتنی لطیف تھی کہ میں نے اپنے بچوں کا پیشاب پاخانہ کبھی نہیں اٹھایا مگر دیکھا کہ شیخ کے قریب ایک بھی آنے والا نہیں ہے، روئے زمین پر بڑے سے بڑے خلفاء، علماء یہاں تک کہ اولاد بھی اس کام کے لئے کوئی بھی قریب آنے والی نہیں ہے تو میں کہاں جاتا؟ خدمت کر کے پیشاب پاخانہ دھویا، وہ کام کیا جو بھنگی کرتا ہے جبکہ اپنے بچوں کا بھی کبھی نہیں کیا تھا، لیکن اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں۔ ایک دن جب سب کام کر کے فارغ ہوا تو میں نے حضرت سے دعا کے لئے عرض کیا، حضرت نے ہاتھ اٹھائے، کیا مانگا بڑے میاں نے یہ بھی نہیں بتایا، مگر جو مانگا سارے عالم میں دیکھ رہا ہوں۔''

ترجمۃ المصنف میں حضرت والا فرماتے ہیں کہ اختر ہمیشہ حق تعالیٰ سے دعا کیا کرتا تھا اے اللہ! میرے مرشد کو دنیا سے جب اٹھائیو تو مجھ سے راضی وخوش اٹھائیو۔ حضرت پھولپوری صاحبِ فراش تھے۔ پیشاب پاخانہ صاف کرنے کی سعادت بھی احقر ہی کو حاصل تھی۔ ایک دن اختر نے وصال سے چند ایام قبل دریافت کیا کہ حضرت! آپ مجھ سے خوش ہیں؟ فرمایا بہت خوش ہوں۔ عرض کیا آپ میرے لئے دین کی دولت کے حصول کی دعا فرمادیں۔ ارشاد فرمایا کہ یہ دولت تو تجھے حاصل ہوگئی ہے۔ حق تعالیٰ میرے شیخ کی اس بشارت اور حسنِ ظن کو قبول فرمادیں۔ آمین۔ پھر عرض کیا کہ حضرت یہ بھی دعا فرمادیجئے کہ حق تعالیٰ اس ناکارہ سے دین کا خوب کام اپنی مرضی کے مطابق لے لیں۔ بس یہ سنتے ہی دونوں ہاتھ اٹھا دیے اور والدہ صاحبہ سے فرمایا تم آمین کہو اور نہ جانے کیا دعا کی جو حضرت مرشد اور اللہ تعالیٰ ہی کے درمیان ہے۔ اور الحمد للہ کہ حق تعالیٰ نے حضرت مرشد کو مجھ سے راضی وخوش دنیا سے اٹھایا اور یہ نعمت میرے لئے بڑی ہی عظیم نعمتِ خداوندی ہے کہ اس پر جس قدر بھی احقر شکر کرے کم ہے۔

حضرت والا کی اپنے شیخ کی قبر پر حاضری کے وقت ایک خاص دعا

حضرت والا نے فرمایا کہ میں آپ کو راز بتا ہی دیتا ہوں۔ آخری عمر میں میرے شیخ کی کمر کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی،

حضرت کا پاخانہ میں صاف کرتا تھا۔ میں نے حضرت کی قبر پر حاضری دے کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ! میں آپ کے اس بندے کا بھنگی رہا ہوں، آپ اس کی برکت سے میرے قلب کی گندگی دور کر دیجئے۔ ایک مرتبہ میں نے حضرت کی صفائی کی اور پھر حضرت سے دعا کرائی، حضرت نے ہاتھ اٹھا دیے، اللہ تعالیٰ سے کیا مانگا یہ بتایا بھی نہیں، مگر یہی سب کچھ دیکھ رہا ہوں ورنہ میری کیا حقیقت ہے، مٹی پر آفتاب کی شعاعیں پڑتی ہیں تو مٹی چمکنے لگتی ہے۔ اس چمکنے میں مٹی کا کمال نہیں ہے، یہ آفتاب کا کرم ہے اور اس کی شعاعِ کرم کا کام ہے۔

اس فقیر کی قدر کرلو، میری کتب بینی سے قطب بینی زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کروڑہا کروڑ شکر ہے۔ اختر اس نعمت کا شکر ادا نہیں کرسکتا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبین اور اولیائے کرام جنہیں امت ولی سمجھتی تھی، میں دعویٰ نہیں کرتا، ایسے بزرگوں کے ساتھ برس ہا برس کی صحبت کیا ایسے ہی رائیگاں ہوجائے گی؟ جبکہ ''یک زمانہ صحبتے با اولیاء'' پر یہ معاملہ ہے کہ سو برس کی عبادت سے افضل ہے۔

انتقال سے ایک ماہ قبل حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی کیفیتِ گریہ

حضرت والا نے فرمایا کہ ۶ جولائی ۱۹۶۳ء کو جب حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے دونوں صاحبزادگان کراچی سے ہندوستان ایک شدید ضرورت سے رخصت ہوئے تو حضرت پر نو بجے دن سے نو بجے رات تک شدید گریہ طاری رہا، اور اس گریہ وزاری کے ساتھ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ کا ورد فرما رہے تھے۔ بعض وقت اس قدر شدید حالتِ گریہ سے لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ پڑھتے کہ مجھے خوف ہوتا کہ خدانخواستہ اس شدید اور قوی کیفیتِ گریہ سے کہیں روحِ مبارک نہ نکل جائے، معلوم ہوتا تھا کہ سینہ پھٹ جائے گا۔ درمیان میں یہ شعر بھی مثنوی رومی کا پڑھتے ؎

ذکر حق پاک است چوں پاکی رسید
رخت بر بندد بروں آید پلید
چوں در آید نام پاک اندر دہاں
نے پلیدی ماند و نے آں دہاں

ترجمہ: ''ذکرِ حق پاک ہے، جب پاکی آگئی تو ناپاکی اپنا سامان لیکر رخصت ہوگئی، جب اللہ کا نام پاک منہ کے اندر آتا ہے تو نہ تو پلیدی باقی رہتی ہے نہ وہ منہ، بلکہ نور ہی نور ہوجاتا ہے۔''

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے اس شدید گریہ نے ہم جملہ خدام پر سخت حزن وغم طاری کر دیا، نیز کھانا بھی نہیں کھایا، اس وجہ سے اور پریشانی ہوئی کہ بعض احباب نے فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے صاحبزادگان کے جانے کا غم ہے،

احقر نے دل میں سوچا کہ اس بات کو حضرت ہی سے کیوں نہ معلوم کرلوں، چنانچہ ڈرتے ڈرتے ۹ بجے رات کو احقر نے عرض کیا کہ حضرت! آج آپ صبح سے دن بھر اور اس وقت تک اس قدر کیوں روتے رہے؟ ارشاد فرمایا کہ میرا معاملہ صرف میاں سے ہے (یعنی حق تعالیٰ سے ہے)، میں اللہ کی یاد میں رو رہا ہوں۔

نوٹ: حضرت شاہ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ وصال سے چھ ماہ قبل ہی سے اس آیت کا بہت کثرت سے ورد فرمایا کرتے تھے لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ اور اپنے دوستوں اور متعلقین کو بھی اس ورد کو بکثرت پڑھنے کی ہدایت فرمایا کرتے تھے، اور اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ذَنْبِيْ وَوَسِّعْ لِيْ فِيْ دَارِيْ وَبَارِكْ لِيْ فِيْ رِزْقِيْ کا ورد بھی گاہ گاہ فرماتے تھے۔

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے شیخ کی اہلیہ کا ادب فرمانا

حضرت والا نے فرمایا کہ حضرت شاہ پھولپوری قدس سرہٗ العزیز جب تک لاہور تشریف فرما تھے تو حضرت چھوٹی پیرانی صاحبہ مدظلہا زوجۂ محترمہ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اکثر و پیشتر حضرت کی مجلس میں تشریف لایا کرتی تھیں، اور کسی دن کسی خاص مجبوری سے نہ آنا ہوتا تو اپنے نواسے سے حضرت کی خیریت معلوم کرالیتی تھیں، حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کو بھی حضرت پیرانی صاحبہ مدظلہا سے اس درجہ والہانہ عقیدت وتعلق تھا کہ جب حضرت پیرانی صاحبہ تشریف لاتیں تو حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیرومرشد حکیم الامت قدس سرہ العزیز کو یاد کرکے رونے لگتے، اور حضرت پیرانی صاحبہ کا بے حد ادب و احترام فرماتے۔ حضرت پیرانی صاحبہ مدظلہا کی عقیدت کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے اپنے گھر کے تقریباً تمام افراد کو حضرت شاہ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کرادیا۔ ایک دن کا واقعہ ہے کہ حضرت پیرانی صاحبہ مدظلہا کے چھوٹے نواسے حضرت کی خدمت میں بیعت ہونے کی غرض سے تشریف لائے تو حضرت نے ارشاد فرمایا کہ ''میرے عزیز! پہلے ہماری والدہ محترمہ حضرت پیرانی صاحبہ مدظلہا سے میرے لئے بیعت کرنے کی اجازت لے آؤ، پھر اپنے بیعت کرنے کی اجازت حاصل کرو، اس وقت بیعت کروں گا'' پھر جب حضرت پیرانی صاحبہ مدظلہا نے اجازت مرحمت فرمائی تو بیعت فرمایا۔ اللہ اکبر! کیا ادب کا غلبہ تھا۔

اے خدا جوئیم توفیقِ ادب

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر ایک خاتون کا خواب

حضرت پھولپوری کے انتقال پر ایک خاتون جنہوں نے حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ العزیز کے وصال سے ایک سال قبل خواب دیکھا تھا کہ آفتاب غروب ہورہا ہے، اور یہ خواب خاتمۃ السوانح میں خواجہ عزیز الحسن صاحب نے

قلمبند بھی کیا ہے، انہی رئیسہ صاحبہ نے حضرت اقدس پھولپوری قدس سرہٗ العزیز کی وفات سے تین ماہ قبل علیگڑھ میں خواب دیکھا تھا کہ ماہتاب غروب ہورہا ہے، پھر ان رئیسہ صاحبہ نے حضرت پھولپوری سے لاہور میں پردہ کے پیچھے سے شرفِ زیارت حاصل کیا، اور حضرو میں قیام فرمایا، جس دن حضرت کا یہاں وصال ہوا ان کو پھر حضرو میں خواب سے معلوم ہوا کہ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوگیا۔

اسمائے حضرات مجازین خلفاء حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ

۱۔ مولوی نصرت علی صاحب۔ مدرس مدرسہ کنزالعلوم۔ ٹانڈہ فیض آباد۔ یوپی۔
۲۔ حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب مہتمم ومفتی دارالافتاء والارشاد ۴۔ جی ۱۳/ ۱ ناظم آباد کراچی۔
۳۔ حافظ عبدالولی صاحب بہرائچی۔
۴۔ حافظ عبدالرحمٰن نیپالی۔
۵۔ حاجی محمد نذیر صاحب بکھراوی اعظم گڑھ۔
۶۔ عبدالحافظ صاحب کھیری لکھیم پور۔ یوپی۔
۷۔ مولوی بشارت علی صاحب، نائب ناظم مجلس دعوۃ الحق ہردوئی۔ یوپی۔

❁ ❁ ❁

چُھپ گیا آفتاب شام ہوئی ... اِک مسافر کی رہِ تمام ہوئی
آہ! خاموش ہیں وہ لب جن سے ... یادِ حق با صد التزام ہوئی
مے و مینا کا دَور ختم ہوا ... آخرِ شب شکستِ جام ہوئی
میکدے کی بہار بِیت گئی ... بند اب وہ صِلائے عام ہوئی
ساعتِ وصل آن ہی پہنچی ... بندگی فائز المرام ہوئی
شادباش اے مکینِ خُلد، تری ... تُربتِ خام خوش مقام ہوئی
میری تحریر رہ گئی ناقص ... اُن کی توصیف ناتمام ہوئی

از رشحاتِ قلم حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

گئے تھے بھول مرشد پھولپوری نام بھی اپنا
حضورِ حق میں اپنی ذات پہچانی نہیں جاتی
کہوں میں کس طرح سے شان ان اللہ والوں کی
لباسِ فقر میں بھی شانِ سلطانی نہیں جاتی

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کا لباس

حضرت والا نے فرمایا کہ جب احقر حضرت پھولپوری کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت کی عمر شریف تقریباً ستر برس تھی، اس وقت سے میں نے حضرت پھولپوری کو ہمیشہ کرتا اور تہبند میں دیکھا۔ کسی سال دو ایک روز کے لئے شاید پاجامہ بھی پہنا ہو اور اکثر حضرت پھولپوری کے پاس ایک ہی کرتہ رہا ہے جس کو حضرت پھولپوری کے خادم دھودھو کر پہناتے رہے۔ میرے شیخ نے ایک جوڑی کپڑے میں زندگی گذار دی، ایک جوڑا پہنے رہتے تھے اور ایک جوڑا احقر دھو کر تکئے کے نیچے رکھ دیتا تھا۔ حضرت پھولپوری کو یوں تو حق تعالیٰ کے فضل سے ہر طرح کی مالی فراغت تھی لیکن ہمیشہ صرف ایک چارپائی، اس پر بستر اور سرہانے ایک لنگی اور تسبیح کے علاوہ کوئی سامان آپ کے پاس نہیں دیکھا گیا، نہ کوئی صندوق تھا، نہ کوئی اور سامان دیکھا گیا۔ ہفتہ کے دن قینچی اور آئینہ احقر سے طلب فرما کر خود ہی حجامت درست فرمالیتے تھے اور ارشاد فرماتے کہ حجام کے لباس کی بو سے مجھے تکلیف ہوتی ہے۔ میرے حضرت نے کبھی دھوبی کے ہاں کا دُھلا ہوا کپڑا استعمال نہیں فرمایا ہمیشہ گھر میں خاص اہتمام سے کپڑے دھلواتے تھے، اگر ضرورتاً کبھی دھوبی کے یہاں کپڑے دھونے کے لئے دیے گئے تو بعد میں اس کو پھر گھر میں دھلوا کر پھر استعمال فرمایا، اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ میں عمل میں فتویٰ نہیں دیتا ہوں، حق تعالیٰ سے میرا خاص معاملہ یہ ہے کہ میں اگر اس کے خلاف کرتا ہوں تو میری زبان ذکر میں بند ہو جاتی ہے، اس لئے میں اپنے اطمینان کے لئے یہ اہتمام کرتا ہوں۔ حضرت بٹن نہیں لگاتے تھے، سردیوں میں بھی گریبان کھلا رہتا تھا۔ حضرت کو سردی لگتی ہی نہیں تھی، پتا نہیں کون سی آگ بھری ہوئی تھی۔

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کا شوقِ جہاد

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کو اوائلِ عمر ہی سے راہِ خدا میں جان قربان کرنے کا جذبہ ہر وقت بے چین رکھتا تھا، اسی جذبے کے تحت حضرت نے لاٹھی چلانے کے مشہور استاد مرحوم ذاکر حسین غازی پوری کو اپنے مدرسہ پھولپور میں ایک معتد بہ مشاہرہ پر دس برس رکھا اور ان سے فنِ سپہ گری یعنی لاٹھی، تلوار، نیزہ اور ظفر پیکر وغیرہ کے فنون کی تکمیل کی۔ چونکہ رامپور پڑھنے کے زمانے میں حضرت کو پہلوانی کا بھی شوق تھا اور اس غرض سے کشتی بھی سیکھتے تھے لہٰذا

قوتِ جسمانی نہایت قوی تھی، لاٹھی اس قدر قوت سے مارتے تھے کہ بڑے بڑے طاقتوروں کے قدم ہل جاتے تھے۔ حضرت پھولپوری کو فنِ سپہ گری سے اس درجہ شوق تھا کہ رمضان شریف میں روزہ رکھے ہوئے ۸ بجے دن تک اور پھر رات کو بعد تراویح بھی لاٹھی کی مشق فرماتے تھے۔

آخری عمر میں میرے شیخ پاؤں سے معذور ہو گئے تھے، کھڑے نہیں ہو سکتے تھے، اس کے باوجود یہ جذبہ تھا کہ ایک فوجی افسر میجر طور سے جو باشرع آدمی تھے، ایک مشت داڑھی تھی، نمازی تھے، فرمایا کہ میجر طور! جب جہاد شروع ہو، ہندوستان پاکستان کی جنگ شروع ہو تو اگرچہ میں کھڑا نہیں ہو سکتا، میرے گھٹنے بیکار ہو گئے ہیں لیکن مجھے چارپائی پر لاد کر لاہور کے بارڈر پر میری چارپائی بچھا دینا اور جب توپ چلے تو توپ کا ہینڈل میرے ہاتھ میں دے دینا۔ حضرت کے ذہن میں پرانے زمانے کی توپوں کا تصور تھا اس لئے فرمایا کہ ہم توپ چلاتے رہیں گے اور گولا کافروں پر پھینکتے رہیں گے اور کوئی گولا اُدھر سے آئے گا اور میں شہید ہو جاؤں گا، یہ کہہ کر حضرت رونے لگے، فرماتے تھے کہ میں نے شہادت کے لئے دس سال لاٹھی اور تلوار سیکھی ہے، جیسے دس سال میں لوگ عالم ہوتے ہیں ایسے ہی ہم نے دس سال جہاد کے لئے اور شہید ہونے کے لئے تلوار سیکھی ہے۔

فیض آباد کے جہاد کا واقعہ

حضرت والا نے فرمایا کہ حضرت پھولپوری احقر سے ہمیشہ فرماتے رہے کہ اگر کہیں جہاد شروع ہوا تو میں فوراً شریک ہو جاؤں گا، میں نے جوانی کے وقت سے حق تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی درخواست پیش کر دی ہے کہ ہمیں شہید کر کے دنیا سے اٹھائیے گا اور اس بات کو جب بھی حضرت نے احقر سے فرمایا تو اس وقت حضرت کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ اکثر حضرت امیر علی شاہ صاحب شہید کا یہ مصرع جوش میں رو کر پڑھا کرتے تھے ؎

سرِ میداں کفن بر دوش دارم

میرے شیخ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ ہی نے بتایا کہ جب اجودھیا کی جنگ میں فیض آباد میں ہندوؤں سے جہاد ہو رہا تھا، اُس زمانے میں نواب واجد علی کی حکومت تھی تو ایک عالم جو میرے وطن کے تھے اس میں شریک تھے، حضرت مولانا امیر علی شاہ صاحب، اپنا کفن کندھے پر رکھے کافروں پر تلوار چلاتے جاتے تھے اور یہ کہتے تھے ؎

سرِ میداں کفن بر دوش دارم

اے میرے اللہ! میں آج آپ پر فدا ہونے کے لئے کفن لے کر حاضر ہوا ہوں تو جواب میں آسمان سے آواز آتی تھی ؎

بیا مظلوم اکنوں در کنارم

اے مظلوم، جلدی سے میری آغوشِ رحمت میں آجا، یعنی میں تجھ کو جلد شہادت دینا چاہتا ہوں، پھر وہ شہید ہو گئے۔ ایک بڑے میاں بھی میرے وطن سے گئے تھے، بہت اللہ والے تھے، انہوں نے یہ آواز خود سنی۔ آہ! وہ بڑے میاں جو اس جہاد میں شریک تھے انہوں نے آسمان سے آنے والی اس آواز کو سنا اور انہوں نے میرے شیخ کو سنایا اور حضرت نے مجھے سنایا۔ یعنی آسمان سے آواز سننے والے میں اور مجھ میں صرف ایک راوی ہے اور وہ ہیں میرے شیخ رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے لاٹھی کے فن کا مظاہرہ

تھانہ بھون میں بھی اپنے پیر و مرشد کے حکم سے بعض اہلِ علم کو لاٹھی سکھاتے تھے۔ ایک بار حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت پھولپوری کے لاٹھی کے فن کو دیکھ کر فرمایا کہ جب آپ لاٹھی کے ہاتھ دکھا رہے تھے تو مجھے بھی جوش آ رہا تھا۔ حضرت حکیم الامت نے ایک بار ارشاد فرمایا کہ ہمارے مولوی عبدالغنی صاحب ہزار آدمیوں کے مقابلے کے لئے تنہا کافی ہیں اور فرمایا کہ اگر ہمیں کبھی فوج کی ضرورت پڑی تو ہماری فوج اعظم گڑھ سے آئے گی۔

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کا غصہ دین کے لئے تھا

ایک بار ایک مولوی صاحب نے جو حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مجازِ صحبت بھی تھے حضرت حکیم الامت سے عرض کیا کہ حضرت! مولانا عبدالغنی صاحب میں غصہ بہت ہے تو حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت پھولپوری سے فرمایا کہ آپ کی یہ فلاں مولوی صاحب شکایت کر رہے تھے تو میں نے ان کو یہ جواب دیا کہ اپنے آدمیوں میں ایک گرم آدمی کی بھی ضرورت ہے ورنہ دشمن کھا جائیں گے۔ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے مزاج میں دین کے خلاف امور کو دیکھ کر سخت تغیر ہو جاتا تھا، مخالفینِ دین کی ہمیشہ بے لاگ بیخ کنی فرماتے تھے۔

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی قیامِ پاکستان کے لئے کوششیں

میرے شیخ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے اجل خلیفہ اور پورے اعظم گڑھ کی مسلم لیگ کے جنرل سیکرٹری تھے، بہت زیادہ سرگرم تھے۔ اصل میں حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے جتنے بھی متوسلین تھے سب کو پاکستان سے محبت تھی تو حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کو بھی بہت محبت تھی، عجیب شغف تھا پاکستان سے۔ حضرت کو ایک دُھن اور فکر تھی کہ پاکستان بن جائے اور حضرت پاکستان کے لئے سجدے میں اللہ سے روتے تھے کہ یا اللہ، کافروں کی غلامی سے آزاد پاکستان کی ایک اسلامی سلطنت بنا دے، ہمارے بزرگوں کے آہ و نالے اور آنسو پاکستان کی بنیاد میں جذب ہیں۔

آزادی سے قبل تحریکِ پاکستان کے وقت حضرت نے اعظم گڑھ میں مسلم لیگ کا ایک بہت بڑا جلسہ کرایا تھا جس میں مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ، لیاقت علی خان مرحوم، حسرت موہانی یعنی شاید ہی کوئی بڑا لیڈر ایسا ہو جو موجود نہ ہو، بہت بڑا جلسہ تھا، اتنا بڑا جلسہ اعظم گڑھ کی تاریخ میں کبھی نہیں ہوا۔ اس میں بڑے بڑے شاعر بھی آئے تھے۔ اس وقت ہم یہ نعرے لگایا کرتے تھے ؎

پاکستان سے اتنا ڈر	کانپ رہا ہے تو تھر تھر
ایک جلیبی تیل میں	سارے ہندو جیل میں
لے کے رہیں گے پاکستان	بٹ کے رہے گا ہندوستان
پاکستان کا مطلب کیا	لا الٰہ الا اللہ

اعظم گڑھ میں مسلم لیگ کا بڑا جلسہ کیسے ممکن ہوا؟

اب دیکھئے! اعظم گڑھ کے اسی اجلاس کے لئے حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ تہجد پڑھ کے پھولپور (اعظم گڑھ) سے حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کو لینے گورکھپور گئے ان کی تقریر کرانے کے لئے کیونکہ اعظم گڑھ میں رات کو مسلم لیگ کا بہت بڑا جلسہ طے تھا، تہجد کے وقت کار سے روانہ ہوئے اور رات کو عشاء کے وقت حضرت ان کو لے کر آئے اور عشاء پڑھائی اور فرمایا کہ میں نے آج تہجد کے وضو سے عشاء کی نماز پڑھائی ہے اور سارا دن ایک پانی کا قطرہ بھی نہیں پیا، کیونکہ استنجاء لگ جاتا اور کسی جگہ رکنا پڑ جاتا، حضرت چاہتے تھے کہ بس جلد مولانا کو لے کر واپس اعظم گڑھ پہنچیں۔ پاکستان بنانے میں ہمارے اکابر نے اس طرح سے قربانیاں پیش کی ہیں۔ پھر اس جلسہ میں مولانا شبیر احمد عثمانی اور مولانا ظفر احمد عثمانی جیسے بڑے بڑے عمائدین کی تقریریں ہوئیں، میں بھی اس میں موجود تھا، اتنا بڑا جلسہ تھا کہ شاید ہندوستان میں الٰہ آباد کے بعد اس کا دوسرا درجہ تھا۔ مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ اس زمانے میں دین دار لوگ کم ہیں، لہٰذا حکومت تو ان مسٹروں ہی کے ہاتھ میں رہے گی لیکن اگر علماء کی رہنمائی میں رہے گی تو یہ صحیح سلامت ساحل تک پہنچ جائیں گے اور اگر انہوں نے علماء کو نظر انداز کر دیا تو ساحل تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ پھر مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مصرع پڑھا جو آپ کو سنا رہا ہوں، عجیب و غریب مصرع ہے کہ مسٹر و ملا میں کیا فرق ہے؟ فرمایا ؎

ہمیں کشتی نہیں ملتی انہیں ساحل نہیں ملتا

یعنی ان کے پاس مادی وسائل و اسباب ہیں اور ملا بے چارہ مسکین ہے، ہمارے پاس کشتی نہیں ہے لیکن راستہ معلوم ہے

اوران کے پاس کشتی ہے لیکن راستہ معلوم نہیں۔ کاش کہ یہ لوگ کشتی میں ہم کو بٹھالیں اور چلانے کے لئے ہمیں دے دیں تو ان کی کشتی پار لگ جائے۔

پاکستان کے لئے دیکھا گیا حضرت والا کا ایک خواب

اسی جلسے والی رات میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے شیخ کروٹیں بدل رہے ہیں، میں نے خواب ہی میں حضرت سے پوچھا کہ آپ کیوں بے چین ہیں؟ فرمایا کہ سورۂ انفال کا نزول ہورہا ہے۔ میں اس وقت ہدایۃ النحو پڑھتا تھا اور سورۂ انفال کو جانتا بھی نہیں تھا کہ اس میں کیا ہے۔ جب میں نیند سے بیدار ہوا تو حضرت کو خواب سنا کر پوچھا کہ آپ کیوں اتنے بے چین تھے اور یہ سورۂ انفال کیا ہے؟ تو حضرت نے فرمایا کہ سورۂ انفال میں فتوحات کا ذکر ہے، اب ان شاء اللہ پاکستان بن جائے گا۔ جب میں نے حضرت کو یہ خواب سنایا تو حضرت نے فرمایا کہ فوراً اپنے پیر بھائیوں اور خاص احباب کو بلاؤ اور باقاعدہ اجتماع کیا اور فرمایا کہ اپنا خواب بیان کرو۔ ایک بات اور بتاتا ہوں، پاکستان تو ۱۹۴۷ء میں بنا مگر ۱۹۳۸ء میں ہی حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمادیا تھا کہ مجھے بہت سے مجذوبوں سے یہ خبر ملی ہے کہ اسلامی حکومت قائم ہوجائے گی، حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات اپنے برادرِ نسبتی جناب عثمانی صاحب مرحوم سے فرمائی تھی اور یہ چھپا ہوا بھی ہے۔

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی کراچی عارضی آمد

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرشد کی رحلت کے بعد حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے تعلقِ اصلاح کرلیا تھا۔ حضرت ڈاکٹر صاحب کی دعوت پر حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ ۲۱ دسمبر ۱۹۵۸ء کو کراچی تشریف لائے اور آپ کے پاس ایک ماہ قیام فرما کر ۱۹ جنوری ۱۹۵۹ء کو واپس تشریف لے گئے۔ حضرت عارفی رحمۃ اللہ علیہ کو اس ایک ماہ کے قیام پر بھی سیری نہیں ہوئی، اس کا اظہار آپ اپنے مکتوب ۲۲ جنوری ۱۹۵۹ء میں یوں فرماتے ہیں:

''میں کیا عرض کروں مجھے تو اپنی اس خواب بیداری سے ہوش ہی نہیں آیا ہے۔ جناب والا نے اتنی شفقت و محبت سے سفر گوارا فرمایا۔ قیام بھی کچھ وقت رہا مگر میری سیری تو نہیں ہوئی۔ اب بھی اس قدر تشنگیٔ باطن محسوس کرتا ہوں جو پہلے تھی، دعائے خاص کا ملتجی ہوں۔ اس وقت سب سے زیادہ احساس تو اس کا ہے کہ جناب والا کی شایانِ شان کوئی خدمتِ مہمانداری نہ کرسکا، راحت و آسائش کا خاطر خواہ انتظام نہ بن سکا، بے شمار کوتاہیوں کا احساس ہوتا ہے۔ اس کا بھی احتمال محسوس کرتا ہوں کہ مزاجِ گرامی کے خلاف کوئی بات سرزد ہوگئی ہو اور مجھے اس کا علم بھی نہ ہوا ہو۔ بعض وقت بہت

بے تکلفی سے عرض ومعروضات کی بھی جسارت ہوئی ہے، دعوتوں کے قبول کرنے اور بیعت کرانے میں جناب والا کے مزاجِ گرامی کی رعایت نہ کرسکا۔اس لئے مستدعی ہوں کہ جس قسم کی کوتاہی کا مجرم ہوں اس کو براہِ شفقتِ بزرگانہ معاف فرمادیں۔''اس اظہارِ تشنگی پر حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مکتوب پر جواباً تحریر فرمایا: ''یہ سب محبت کے پھول وپھل ہیں، میں بہت خوش رہااوردل وجان سے دعا کرتا ہوں۔''(از سوانح حضرت عارفی رحمۃ اللہ علیہ ص ۲۰۲)

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی پاکستان ہجرت

حضرت والا نے فرمایا کہ اب میں اپنے شیخ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی پاکستان ہجرت کا واقعہ سناتا ہوں۔ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ رات رات بھر پاکستان کے لئے روتے تھے۔ پاکستان سے ان کو عجیب شغف تھا، جولوگ پاکستان کے مخالفین ہوتے تھے حضرت کوان سے بے حد انقباض تھا۔ پاکستان کے لئے حضرت نے بڑی محنت کی، پاکستان بنانے کے لئے کھل کر مقابلہ کیا۔ پاکستان بن گیا اور ہندوستان میں کانگریس جیت گئی تو چونکہ میرے حضرت، اعظم گڑھ مسلم لیگ کے جنرل سیکریٹری تھے لہٰذا دو ماہ کے لئے روپوش ہونا پڑا کیونکہ اُدھر حضرت کے گرفتاری کے وارنٹ آ گئے تھے، حکومتِ ہند انہیں گرفتار کرنا چاہتی تھی۔ سیتا پور کے حاجی اختر صاحب حضرت سے بیعت تھے، حضرت ان کے پاس چلے گئے، انہوں نے چپ چاپ چھپالیا۔ پاکستان آنے سے پہلے حضرت چھ ماہ کانپور میں بھی رہے۔

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی پاکستان سے محبت کا عالم

میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ جب پہلی دفعہ ہندوستان سے پاکستان میں داخل ہوئے تو لاہور کے بارڈر پرلوگوں نے بتایا کہ وہ انڈیا کا جھنڈا ہے اور یہ پاکستان کا جھنڈا ہے، اب یہاں سے پاکستان کی زمین شروع ہورہی ہے تو حضرت پھولپوری نے فرمایا کہ الحمدللہ یہاں کے زمین وآسمان مجھے کچھ اور ہی معلوم ہورہے ہیں، اورفرمایا کہ پاکستان کے زمین وآسمان میں مجھے کلمہ کا نور معلوم ہورہا ہے۔اس کے بعد پاکستانی سپاہیوں نے داڑھی والوں کو دیکھ کر جو حضرت کے ساتھ تھے زور سے کہا السلام علیکم ،تو اسلامی شعار دیکھ کر حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ خوش ہوگئے۔ پھر کچھ عرصہ بعد جب بمبئی واپس گئے تو فرمایا کہ ساری بمبئی مجھے بڑ بھوجے یعنی چنے کی دکان معلوم ہوتی ہے جہاں چنا بھونا جاتا ہے، وہاں تمام دیواروں پر کالک لگی رہتی ہے۔بعض لوگوں نے حضرت پھولپوری سے کہا کہ ہندوستان میں رہیے تاکہ آپ کی قبر وہیں بنے، حضرت کے لڑکوں نے بھی کہا کہ ابّا! چلئے ہندوستان، اخیر عمر میں وہیں رہیے، وہاں آپ کا سارا خاندان ہے تو حضرت نے فرمایا کہ میں ہندوستان کی طرف پیشاب کرنا بھی اپنی توہین سمجھتا ہوں۔

آہ! حضرت کی یہ شان تھی کہ یہاں کی موت کو حضرت نے عزیز سمجھا۔ پاپوش نگر کے قبرستان میں میرے شیخ کی قبر ہے۔ میرے شیخ یہاں پاکستان آکر باغ باغ ہوگئے، خوب خوش رہتے تھے لیکن کبھی کبھی بے پردگی اور شریعت کے خلاف کام دیکھ کر افسوس بھی ظاہر کرتے تھے کہ ہائے! یہ پاکستان کیسا ''ناپاکستان'' نظر آرہا ہے، یہ پاکستان ''ناپاکستان'' کیوں ہو رہا ہے مگر پاکستان کی جنگ کے لئے کیا جذبہ تھا کہ یہاں لاکھ غیر شرعی باتیں ہوں لیکن کافروں کے مقابلے میں ہم سینہ سپر ہوں گے۔

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی پاکستان ہجرت میں تکوینی راز

اللہ تعالیٰ مولانا نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جزائے عظیم عطا فرمائے کہ وہ حضرت شیخ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کو یہاں پاکستان لائے، مولانا کی برکت سے میرے شیخ کا سفر پاکستان ہوا ورنہ اپنے وطن سے یہاں لق ودق بلا اسباب آنا آسان نہیں تھا۔ مولانا نور احمد صاحب نے پوری وفاداری کا حق ادا کیا۔ جان، مال ہر طریقے سے حضرت کا ساتھ دیا۔ میری والدہ بھی یہاں آگئیں اور میں بھی آگیا۔ اگر حضرت پاکستان نہ آتے تو میں بھی نہ آتا، میں پاکستان نہ آتا تو یہ خانقاہ اور کتابیں جو یہاں چھپ رہی ہیں ہندوستان میں اتنی آسانی سے چھپنا مشکل تھا۔ وہاں بڑے بڑے علماء اپنی کتاب کو چھپوانے کے لئے ترستے رہتے ہیں، بہت فقدان ہے۔ جبکہ میرے جیسے علماء کے شاگردوں کے شاگردوں کی کوئی کتاب ایسی نہیں ہے کہ جس کا مسودہ تیار ہوا ہو اور وہ چھپی نہ ہو، اصل میں اللہ تعالیٰ کو مجھے یہاں لانا تھا ورنہ اور بھی حضرت کے اقرباء آئے تھے مگر جن کا دل یہاں نہیں لگا وہ واپس چلے گئے۔ اس موقع پر بڑا پیارا شعر یاد آگیا، دنیا میں جو کچھ بھی انتظام ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے عاشقوں کی خاطر سے یا عاشقوں کے دوستوں اور غلاموں کی خاطر سے سارا نظامِ عالم چلا رہا ہے۔ جاڑا، گرمی، برسات، طلوع، غروب، رات و دن کی تبدیلیاں، تغیراتِ عالم کی بنیاد اللہ تعالیٰ نے حقیقت میں اپنے عاشقوں کے لئے رکھی ہے تاکہ وہ اس سے معرفت حاصل کرتے رہیں۔ اب ایک شعر سنئے ؎

کبھی عالم گلستاں اور کبھی ویرانہ ہوتا ہے
جو ہوتا ہے بپاسِ خاطرِ دیوانہ ہوتا ہے

(نوٹ: یہ بات حضرت والا نے ۱۶ جنوری ۱۹۹۳ء کو فرمائی۔ احقر جامع)

حضرت والا کا مجاہدۂ اضطراریہ

ترجمۃ المصنف میں حضرت والا فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ کی خدمت میں جو طویل عمر گذری اس میں مجاہدۂ اختیاریہ کا حق تو احقر سے ادا نہ ہوسکا لیکن الطافِ حق نے میری باطنی ترقی کے لئے غیب سے مجاہدۂ اضطراریہ کا سامان فرما دیا،[1] جس کی بدولت کلیجے منہ کو آگئے اور انہیں مجاہدات کی بدولت آج سینہ میں ایک ٹوٹا ہوا درد بھرا دل رکھتا ہوں جو میرے نزدیک اتنی عظیم نعمت ہے کہ اس کے بدلے میں سلطنتِ ہفت اقلیم مجھے قبول نہیں ؎

در سخن مخفی منم چوں بوئے گل دربرگ گل
ہر کہ دیدن میل دارد در سخن بیند مرا

(ترجمہ: میں اپنے کلام میں اس طرح پوشیدہ ہوں جیسے پھول کی خوشبو پھول کی پنکھڑیوں میں مخفی ہے۔ پس جو شخص دیکھنا چاہے مجھے میرے کلام میں دیکھ لے۔)

ان مجاہدات کی تفصیل بیان کرنا خلافِ مصلحت سمجھتا ہوں لیکن میرے مندرجہ ذیل اشعار میرے حالات کی کچھ کچھ غمازی کرتے ہیں ؎

جفائیں سہ کر دعائیں دینا یہی تھا مظلوم دل کا شیوہ
زمانہ گذرا اسی طرح سے تمہارے در پر دلِ حزیں کا

نہیں تھی مجھ کو خبر یہ اختؔر کہ رنگ لائے گا خوں ہمارا
جو چپ رہے گی زبانِ خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

❁ ❁

[1] (احقر جامع عشرت جمیل میر عرض رسا ہے کہ یہی مجاہدۂ اضطراریہ جس کا اظہار حضرت والا کبھی بھی عام مجمع میں نہیں فرماتے تھے، حضرت والا کے اُس عظیم الشان دردِ دل کی بنیاد ہے جس نے تمام عالَم میں اللہ تعالیٰ کی عشق و محبت کی آگ طالبین کے سینوں میں لگا دی، اسی دردِ دل کی معرفت کے لئے یہ ناقص سی کوشش حضرت والا کے حالات و واقعاتِ زندگی لکھنے کی احقر کررہا ہے کہ حضرت تو اَب ہمارے درمیان نہیں رہے لیکن آپ کی تعلیمات اور مواعظ سے ہم کماحقہ جیتے جی استفادہ کرلیں۔ آمین)

بتاؤں کیا کیا سبق دیے ہیں تری محبت کے غم نے مجھ کو
ترا ہی ممنون ہے غمِ دل اور آہ و نالہ دلِ حزیں کا

جو تیری جانب سے خود ہی آئے پیامِ اُلفت دلِ حزیں کو
تو کیوں نہ زخمِ جگر سے بہہ کر لہو کرے رُخ تری زمیں کا

مری چشمِ تر خون برسا رہی ہے
جہاں بھی کہیں سنگِ در پا رہی ہے

مبارک تجھے اے مری آہِ مضطر
کہ منزل کو نزدیک تر لا رہی ہے

میں نے پیا ہے چند دن اپنے جگر کا خوں
اپنے جگر میں ان کو بھی میں دیکھ رہا ہوں

آرزوئے دل کو جب زیر و زبر کرتے ہیں وہ
ملبۂ دل میں انہیں کو میہماں پاتا ہے دل

صفحۂ ہستی پہ میرے ایسے افسانے بھی ہیں
اُف تصور سے بھی جن کے منہ کو آجاتا ہے دل

تباہ ہو کے جو دل ترا محرمِ غم ہے
پھر اس کو اپنی تباہی کے غم کا کیا غم ہے

ہزار خونِ تمنّا ہزار ہا غم سے
دلِ تباہ میں فرماں روائے عالم ہے

ناکامیوں پہ حسرت آنسو بہا رہی ہے
دل ہے کہ ان کی خاطر تسلیم سر کئے ہے

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی وراثت کی تقسیم اور حضرت والا کا تقویٰ

احقر جامع عرض کرتا ہے کہ جب حضرت شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا تو حضرت والا نے حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھ پوچھ کر حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی وراثت تقسیم کی، حتیٰ کہ پھونکنی (ہندوستان میں عورتیں جس پائپ سے پھونک مار کر چولہا جلاتی ہیں) کی بھی قیمت لگا کر ہندوستان وارثین کو پیسے بھجوائے، اس زمانے میں ہندوستان پیسے بھجوانا آسان نہیں تھا۔ حضرت والا نے سب کے حصے لگا کر وہیں ادا کئے اور حضرت والا نے یہاں پاکستان میں حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ایک ایک قرض خواہ کا قرضہ بھی ادا کیا۔ یہ بہت بڑی سبق کی چیز ہے کہ معاملات کی صفائی کتنی اہم ہے۔ حضرت والا نے سب کو ایک ایک پائی ادا کی۔

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی یاد کی کسک

حضرت والا نے فرمایا کہ اگر میں حضرت شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کو نہ دیکھتا تو ساری زندگی میں نہیں جان سکتا تھا کہ اللہ کے عاشق کیسے ہوتے ہیں؟ حضرت کا یہ مقام تھا کہ فضاؤں میں اللہ کا نام لکھتے تھے، بیٹھے ہوئے ہیں اور فضاؤں میں انگلی سے الف کھینچا، پھر اللہ کا لام لکھا، پھر تشدید بنائی اور اوپر الف بنادیا تو میں سمجھ جاتا تھا کہ اب حضرت فضاؤں میں اللہ کا نام لکھ رہے ہیں اور کبھی بیٹھے بیٹھے کُرتے کی آستین پر اللہ لکھ دیا۔ جب اللہ کا نام لیتے تھے تو ایک آنسو نکل کر رخسار کے قریب آکر ٹھہر جاتا تھا، وہ ظالم گرتا بھی نہیں تھا، اس نے اپنی جگہ بنالی تھی، وہیں چمکتا رہتا تھا۔

گھر کے احاطۂ صحن کی خام دیواروں کے کنارے بارش سے کٹے پھٹے اور چٹائیوں کے ایک چھپر میں حضرت کا اکثر آرام فرمانا، کبھی دریا کی طرف سیر کرنا اور اکثر مغرب کے بعد عشاء تک صرف تاروں کی روشنی میں مسجد کی کھلی چھت والے حصہ میں ذکر اللہ اور تلاوت میں بار بار آہوں کی آواز اور نعرہ ہائے درد کے ساتھ مشغول رہنا احقر کو آج بھی جب یاد آتا ہے تو دل خون کے آنسو روتا ہے۔

شیخ کی محبت میں حضرت والا کا دواخانہ تین مرتبہ نیلام ہوا

حضرت والا نے فرمایا کہ میری حضرت شیخ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے بہت مناسبت تھی، حضرت جہاں کہیں بھی ہوتے تھے میں پہنچ جاتا تھا، چاہے بیس میل دور ہوں یا چوبیس میل دور ہوں۔ میں دن رات شیخ کی خدمت میں رہتا تھا، میرا کوئی ذریعۂ معاش نہیں تھا۔ تین دفعہ دواخانہ کھولا اور تینوں دفعہ بغیر قیمت نیلام کر کے شیخ کے پاس آگیا۔ یہاں عزیز آباد کراچی میں بھی بہت بڑا دواخانہ کیا تھا لیکن مجھ سے حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی جدائی برداشت نہیں ہوئی تو

میں نے ایک حکیم صاحب کو خیرات کر دیا۔ پھر حضرت شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہردوئی سے مجھے تنخواہ بھیجتے تھے۔ میرے بعض بزرگوں نے کہا کہ شیخ کے بعد تمہارا کیا ہوگا؟ تمہارے بیوی بچے کہاں سے کھائیں گے؟ وہ چاہتے تھے کہ میں شیخ کو چھوڑ کر دواخانہ کھول کر حکیمی کروں۔ ان کی بھی محبت تھی، ان کے خلوص میں کوئی کمی نہیں تھی، میں نے کوئی جواب نہیں دیا کیونکہ وہ میرے بڑے تھے لیکن میں نے سوچا کہ میں ساری زندگی شیخ کے ساتھ رہا، اب آخر عمر میں ان کو چھوڑ کر چلا جاؤں اور دواخانہ کھولوں تو حضرت کیا سوچیں گے کہ اختر بے وفا نکلا! زندگی بھر ساتھ رہا، اب جب میرا یہاں کوئی نہیں ہے اور میں صاحبِ فراش ہوں، بچے ہندوستان میں ہیں، ایسے وقت میں یہ مجھے چھوڑ کر چلا گیا۔

حضرت والا اور حاسدین کی ایذا رسانیاں

جو میرے ہمدرد تھے وہ تو ہمدردی میں یہ مشورہ دیتے تھے لیکن چند حاسدین مجھے بہت ستاتے تھے۔ جب میں حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کہیں جاتا تھا تو حضرت تانگہ کی پچھلی سیٹ پر بیٹھتے تھے، میری طرف حضرت کی پشت ہوتی تھی تو حاسدین میرے سامنے آکر میرا منہ چڑاتے تھے، اشارے کرتے تھے، آنکھیں مٹکاتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ ''مالٹا چوسی مرغی کھائی۔ شیخ کو چھوڑ کر کاہے کو جائی''یعنی شیخ کے ساتھ حکیم اختر مالٹا چوس رہے ہیں اور مرغی اڑا رہے ہیں، اس لئے شیخ کو چھوڑ کر کہیں نہیں جاتے۔ (ان نادانوں کو کیا خبر تھی کہ حضرت والا کس دردِ دل اور اخلاص سے اپنے شیخ کے ساتھ رہ رہے ہیں۔ جامع) جب میں شیخ کے ساتھ چلتا تھا تو کئی لوگ سیٹی مارتے تھے۔ میرے حضرت کے خلیفہ، بکھرا کے حاجی نذیر صاحب نے اعظم گڑھ میں اپنی نئی کار میں میرے شیخ کو اور مجھے بٹھایا، حاسدین یہ دیکھ کر جل کر خاک ہوگئے اور جملے کسنے لگے۔

جب میں شیخ کے ساتھ کھانا کھاتا تھا تو دور کھڑے ہوئے میری طرف اشارہ کرتے تھے کہ شیخ کے ساتھ خوب مال اُڑالو، اور اس طرح کے جملے کہتے تھے کہ شیخ کے ساتھ مال اُڑالو، جب شیخ کی آنکھ بند ہوگی تب پتا چلے گا۔ یہ معاملہ ایک دو دن کا نہیں تھا بلکہ پندرہ برس کے رات دن کے معاملات تھے۔ حاسدین پوری زندگی طعنہ دیتے رہے کہ شیخ کے بعد دیکھیں گے کہ اس کا کیا حشر ہوتا ہے۔ آج ان حاسدوں نے حشر دیکھ لیا کہ شیخ کے بعد بھی میں مالٹا چوس رہا ہوں اور مرغی کھا ہی نہیں رہا ہوں بلکہ اللہ تعالیٰ نے میرے دسترخوان پر ایسی برکت نازل فرمادی ہے کہ دوسروں کو مرغی کھلانے کی سعادت نصیب ہو رہی ہے۔

اللہ والوں کی خدمت رائیگاں کیوں نہیں جاتی؟ عجیب دلیل

حضرت والا نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اللہ والوں کی خدمت کو رائیگاں نہیں فرماتے، ہماری ساری عبادات میں

اعتراض لگ سکتا ہے لیکن اللہ والوں کی خدمت میں ان شاء اللہ تعالیٰ کوئی اعتراض نہیں لگے گا، جیسے کسی فیکٹری مالک کا ایک ہی پیارا بیٹا ہو اور کوئی شخص اس بیٹے کی خدمت کر رہا ہے تو سب کے کاموں میں وہ مالک اعتراض کر سکتا ہے کہ یہ کیوں کرتے ہو اور وہ کیوں کرتے ہو لیکن اس کے پیارے بیٹے کی جو خدمت کر رہا ہے اس پر اعتراض نہیں کرے گا۔ اللہ والوں کی خدمت کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی کسی کی اولاد کے ساتھ محبت اور خدمت کر رہا ہو۔ ساری مخلوق اللہ کی اہل وعیال ہے اور مخلوق میں جو خاص بندے ہیں وہ اللہ کے اہل وعیال کی سب سے اعلیٰ قسم ہے لہٰذا ان کی خدمت اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ہے۔ بس سمجھ لو کہ میری ساری کمائی یہی ہے کہ میں نے اللہ والوں کی خدمت کی ہے۔

اللہ کا شکر ہے کہ میرے مریدوں کے دل میں اللہ نے میری محبت ڈال دی، جس محبت کی اللہ نے اختر کو توفیق دی تھی آج میرے احباب کے دل میں میری وہی محبت اللہ نے ڈال دی۔ بس اللہ کو اتنا کہلوانا منظور تھا تاکہ میرے احباب سیکھ لیں کہ میرے پیر کو اللہ کیسے ملا اور میں کس طرح سے اپنے احباب کو سکھا رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا شکر یہ ادا کرتا ہوں، یہ درد بھرا دل مجھے کتابوں سے نہیں ملا، خدا کے عاشقوں سے ملا ہے، کتب بینی سے نہیں ملا قطب بینی سے ملا ہے۔

جفائیں سہہ کر دعائیں دینا یہی تھا مجبور دل کا شیوہ

خانقاہ میں میرا اپنا پلنگ، بستر، لحاف، تکیہ، جوتا وغیرہ سب ذاتی تھا اور ہندوستان میں سردی خوب پڑتی تھی کہ اگر سردی کے موسم میں موزے نہ پہنے جائیں تو کھال پھٹ جاتی تھی اور خون نکل آتا تھا۔ میں رات بارہ ایک بجے تک اپنے شیخ کی خدمت کر کے جب سونے کے لئے آتا تو میری چارپائی کوئی لے جاتا، بستر کوئی لے جاتا اور تکیہ کوئی لے جاتا تھا۔ پھر میں مسجد سے باہر ایک جگہ ہوتی، وہاں پر گھاس پڑی رہتی تھی، اس گھاس پر جا کر لیٹ جاتا تھا اور اوپر تھوڑی سی گھاس ڈال لیا کرتا تھا۔ میں دیکھتا تھا کہ سانپ بھی جا رہا ہے، وہیں بچھو بھی جا رہا ہے لیکن کبھی اپنے شیخ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے شکایت نہیں کی۔ میں اس وقت بے کس تھا، خاموش تھا اور صبر کرتا تھا۔ ٹک ٹک دیدم، دم نہ کشیدم۔ حاسدین میرا بستر اِدھر سے اُدھر پھینک دیتے تھے، چارپائی کہیں اور ڈال دیتے تھے، ہر وقت ستانے کی کوشش کرتے تھے۔ اس وقت میں نے یہ شعر کہا تھا۔

جفائیں سہہ کر دعائیں دینا یہی تھا مجبور دل کا شیوہ
زمانہ گذرا اسی طرح سے تمہارے در پر دلِ حزیں کا

جہاں پھول ہوتے ہیں وہاں کانٹوں سے نباہ کرنا پڑتا ہے

دل مجبور کیوں تھا؟ اس لئے کہ شیخ کو چھوڑ بھی نہیں سکتا تھا، جب محبت ہوجاتی ہے تو محبوب کو چھوڑنا بھی مشکل ہوتا ہے اور بھاگنا بھی مشکل ہوتا ہے۔ اگر کوئی لڑاکو ہوتا تو پھولپور سے نکال دیا جاتا، میں نے بددعا بھی نہیں کی اور نہ شیخ سے شکایت کی کیونکہ جب شیخ سے شکایت کروں گا حضرت فرمائیں گے کہ اگر تمہارے اندر تحمل نہیں ہے تو کہیں اور چلے جاؤ۔ شیخ کی خانقاہ میں رہنے والوں کو بددعا دینے والا کبھی بھی عاشق مرید نہیں ہے۔ جہاں پھول ہوتے ہیں ان پھولوں کے کانٹوں کو کوئی بددعا نہیں دیتا۔ جن کانٹوں سے گذر کر پھول مل جائیں ان کانٹوں کو بددعا نہیں دینی چاہیے، ایسے کانٹے اس پھول کے محافظ ہیں۔ حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ سے البتہ میں نے عرض کیا کہ میں حضرت شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس رہ رہا ہوں، کچھ حاسدین ہیں، جن کو برداشت نہیں کہ میں حضرت کے قریب رہوں، وہ مجھے طرح طرح سے ستا کر چاہتے ہیں کہ میں بھاگ جاؤں لیکن میں بھاگوں گا نہیں، مگر آپ سے مشورہ لے رہا ہوں حالانکہ اس وقت میں ان سے بیعت بھی نہیں تھا بلکہ حضرت ہردوئی میرے پیر بھائی تھے کیونکہ حضرت شاہ ابرارالحق صاحب نے میرے شیخ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا مرشد بنایا تھا۔ حضرت شاہ ابرارالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: دیکھو! اگر آپ کو حاسدین ستا رہے ہیں تو حضرت پھولپوری کو مت چھوڑو۔ جہاں پھول ہوتے ہیں وہاں کانٹے بھی ہوتے ہیں۔ اگر بھینس کا دودھ پینا ہے تو بھینس کے گوبر اور پیشاب کو برداشت کرنا پڑے گا۔ اگر اللہ والوں کے پاس رہنا ہے تو کچھ نہ کچھ مصیبت، بلائیں اور غم آئیں گے۔ بس یہ سن کر مجھے تسلی ہوگئی۔ اللہ والوں کی زبان میں کرامت ہوتی ہے۔

حاسدین نے حضرت والا کے قتل کی سازش بنائی

لیکن میرے حاسدین نے میرے قتل کرنے کی بھی سازش کی۔ صوفی غلام سرور صاحب جو میرے پیر بھائی اور حضرت شاہ ابرارالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے، انہوں نے بتایا کہ حاسدین کا حسد اتنا بڑھ گیا ہے کہ انہوں نے آپ کو قتل کرنے کی سازش بنائی ہے، اب آپ کی جان کو خطـــرہ ہوگیا ہے لہٰذا آپ شیخ کے پاس سے چلے جایئے۔ میں نے کہا کہ سرور بھائی! جان تو ایک دن جانی ہے، چلی جائے گی لیکن اگر میں اس وقت چلا گیا تو حضرت پھولپوری کے دل میں یہ خیال آئے گا کہ اختر بے وفا تھا جو مجھے بڑھاپے میں چھوڑ کر چلا گیا۔ میں نے کہا کہ میرا جو حال ہو سو ہو، میں سب کچھ برداشت کرسکتا ہوں اور جان بھی دے سکتا ہوں لیکن شیخ سے بے وفائی کا داغ اپنے اوپر نہیں لے سکتا کہ میرا شیخ مجھے بے وفا سمجھے، میں شیخ سے بے وفائی تمام گناہوں سے بڑھ کر گناہ سمجھتا ہوں، بے وفائی سے مجھے انتہائی بُغض ہے اور پھر ایک اللہ والے کے ساتھ بے وفائی! اور وہ بھی اپنے شیخ کے ساتھ بے وفائی! اللہ کی توفیق سے جب سے

شیخ کا دامن پکڑا، از اول تا آخر شیخ کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ سولہ سال تک دن رات شیخ کی خدمت میں رہا اور شیخ کی روح میرے سامنے پرواز ہوئی۔

حضرت والا کا شیطان کے ساتھ مکالمہ

میں مجبورِ محبت تھا، شیخ کی جدائی پر قادر ہی نہیں تھا حالانکہ شیطان نے میرے دل میں وسوسہ بھی ڈالا کہ واقعی بات ہے، حضرت کے انتقال کے بعد تم کہاں جاؤ گے؟ تو میں نے شیطان کو جواب دیا کہ شیخ کا تو ایک دن انتقال ہوجائے گا لیکن جس مولیٰ کے لئے میں اپنے شیخ پر مر رہا ہوں وہ زندہ ہے اور زندہ رہے گا، وہ مجھے سنبھال لے گا۔ کیا شیخ کے انتقال کے بعد آج مجھے کھانا نہیں مل رہا؟ کیا میرا اللہ، میرا پالنے والا مجھے بھول گیا جس کے لئے میں نے اپنے شیخ کے ساتھ ساری زندگی گذاری۔ میرے شیخ میرے رشتہ دار نہیں تھے، میرے ہم وطن نہیں تھے، اللہ ہی کے لئے میں نے شیخ کو پیار کیا کہ یہ شخص رات دن اللہ ہی کا بن کر جیتا ہے اور اللہ کا عاشق ہے تو اللہ کے دیوانے پر اگر میں دیوانہ ہوا تو اللہ ہی کے لئے ہوا، اللہ مجھ کو رائیگاں اور برباد اور ضائع نہیں کرے گا ان شاء اللہ۔ اللہ کا شکر ہے کہ آج میں بھی کھاتا ہوں اور میرے دسترخوان پر اللہ میرے احباب کو بھی کھلا رہا ہے۔ پھر شیطان نے کہا کہ مگر دنیا تو دارالاسباب ہے، جب تمہارے پاس کچھ ہوگا ہی نہیں تو کھاؤ گے کہاں سے؟ میں نے کہا کچھ نہیں تو چنے تو مل ہی جائیں گے، وہی بھنوا کر چبالوں گا۔ پھر اس نے کہا کہ کپڑے کہاں سے لاؤ گے؟ کیا ننگے پھرو گے؟ اور جوتے تک تمہارے پاؤں میں نہیں ہوں گے تو کیا کرو گے؟ میں نے کہا ناف سے گھٹنے تک ستر ہے، ایک تہبند باندھ لوں گا، ستر چھپ جائے گا اور نماز بھی ہوجائے گی اور جوتے نہ ملے تو کھڑاؤں (لکڑی کے چپل) پہن لوں گا اور کھڑاؤں بھی نہ ملی تو ننگے پیر پھروں گا۔

مرشدی حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا آفتابِ درد دل طلوع ہوکر رہا

میں نے ایک دعا حالتِ اضطراب میں مانگی تھی، سجدہ میں سر رکھ کر بے تحاشہ رویا تھا، اس وقت وہاں کوئی نہیں تھا سوائے آسمان و زمین کے۔ اُس جغرافیہ پر میرا ایک شعر ہے یعنی میرے اس شعر کا ایک جغرافیہ ہے، ایک تاریخ ہے۔ اس وقت اس شعر میں اللہ سے میں نے یہ فریاد کی تھی ؎

زمینِ سجدہ پہ ان کی نگاہ کا عالم
برس گیا جو برسنا تھا مرا خونِ جگر

حسد ایک ایسی بیماری ہے جس کی حد نہیں ہوتی، جب میں اپنے شیخ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تھا تو وہاں میرے بعض حاسدین مجھے پولیس کی دھمکی بھی دیتے تھے۔ تو اگر ایک قطرہ ہوتا تو وہ مٹی سے چھپ بھی جاتا جیسے میرے حاسدین مجھے مٹانے کی کوشش کر رہے تھے، اس وقت میں نے ایک شعر کہا ؎

ایک قطرہ اگر ہوتا تو وہ چھپ بھی جاتا
کس طرح خاک چھپائے گی لہو کا دریا

یعنی خون کا دریا جو بہہ رہا ہے اس کو کہاں تک مٹی سے پاٹو گے، دنیا میں کوئی دریا مٹی سے پاٹا جا سکا ہے؟ چھوٹا تالاب ہو تو پاٹ دو مگر آج تک تاریخ میں نہیں کہ کوئی دریا کو مٹی سے پاٹ سکا ہو۔ میں اکثر اللہ تعالیٰ سے یہ شعر پڑھتا رہتا ہوں ؎

آہ جائے گی نہ میری رائیگاں
آپ کی رحمت سے اے میرے میاں

اللہ کا شکر ہے کہ جتنے حاسدین تھے اب وہ شرما رہے ہیں کہ ہماری سب کوششیں دھری کی دھری رہ گئیں، اب تمام عالم میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اختر کو بلایا جا رہا ہے ؎

جور و ستم سے جس نے کیا دل کو پاش پاش
احمدؔ نے اس کو تہہ دل سے دعا دیا

یہ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے۔

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے الہامی علوم کی حفاظت کیسے ہوئی؟

احقر جامع عرض کرتا ہے کہ حضرت والا اپنے شیخ کے علوم و معارف اور ملفوظات کو بڑی محبت اور جانفشانی سے قلمبند فرماتے تھے۔ ترجمۃ المصنف میں حضرت والا فرماتے ہیں کہ ''احقر حضرت مرشد کے ارشادات کو قلمبند کر کے جب سناتا تو ارشاد فرماتے، ماشاء اللہ، اور بہت مسرور ہوتے۔ ایک بار حضرت پھولپوری نے میرے ایک پیر بھائی سے فرمایا کہ ''اختر میرے غامض اور دقیق مضامین کو خوب سمجھ لیتا ہے اور انہیں محفوظ کر لیتا ہے، ماشاء اللہ دین کی فہم ہے۔'' ایک بار احقر اپنے قلمبند کئے ہوئے معرفتِ الٰہیہ کے مضامین مجلس میں سنا رہا تھا، حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ مفتی اعظم پاکستان بھی موجود تھے، حضرت مفتی صاحب نے میرے شیخ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ ''حضرت! اختر کے قلم میں بہت تاثیر ہے، یہ آپ کے مشکل مضامین کو بھی آسان پیرائے میں ضبط کر لیتے ہیں'' تو حضرت پھولپوری نے میری طرف متوجہ ہو کر انگشتِ شہادت سے اشارہ کر کے فرمایا کہ ''خبردار! اپنا کمال نہ سمجھنا، سب شیخ کا فیض ہوتا ہے اور پھر مفتی صاحب کی طرف رخ کر کے فرمایا کہ تاثیر کیوں نہ ہوگی، ہم نے ان کو رگڑا بھی بہت ہے۔'' بیک وقت فنا و

بقا کا درس حضرت نے دے دیا۔‘‘

اس رگڑائی کا حال ایک مرتبہ حضرت والا نے فرمایا کہ ’’واقعی اگر میں اپنی رگڑائی کی داستان سنادوں تو آپ لوگوں کے ہوش اُڑ جائیں گے، بڑے بڑے جو عاشق بنتے ہیں شاید ہی دو ایک آدمی پاس ہوسکیں گے۔ اب سنا ہی دیتا ہوں جب موقع آ گیا۔ جب میں بیت العلوم میں پڑھ رہا تھا تو کھانا ذرا دیر سے ملنے لگا تھا۔ طلباء نے بجائے درخواست دینے کے اسٹرائیک (ہڑتال) کردی کہ ہم کھانا نہیں کھائیں گے حالانکہ ادب سے درخواست اساتذہ کو دینی چاہیے کہ ہم لوگوں کو بھوک لگ جاتی ہے، آپ کی مہربانی ہوگی، کھانا کچھ وقت پہلے کھلا دیا جائے۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہم کھانا نہیں کھائیں گے، اسٹرائیک کردی، تین سولڑکے تھے۔ اب بتایئے یہ اسٹرائیک کرنا جائز ہے؟ سب قوم کا پیسہ کھانے میں ضائع ہوا۔ یہ کالج کی روایت ہے یا اللہ والوں کی؟ یہ اسٹرائیک کرنا تو کالجوں کی روایت ہے۔ میں نے سوچا کہ اب میں کیا کروں؟ اگر میں کھالیتا ہوں تو تین سولڑکے میری پٹائی کریں گے۔ اس زمانے میں مَیں کوئی شیخ تھوڑی تھا، طالب علم تھا، معلوم تھوڑی تھا کہ مجھے کیا عزت ملنے والی ہے اور طلباء کو کیا پتا کہ اختر کو آئندہ کیا ملنے والا ہے؟ طلباء اتنا جانتے تھے کہ مولانا پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے اس کا خاص تعلق ہے اور حضرت اس کو بہت مانتے ہیں۔ اب جناب میں نے دل میں یہ فیصلہ کیا کہ تین سو کا مقابلہ کرنا بہت مشکل ہے، سب کہیں گے مارو اس کو، اس نے کھالیا، تو میں نے بھی نہیں کھایا حالانکہ میں ان کے کسی مشورے میں شریک بھی نہیں ہوا تھا مگر ان کے شر سے بچنے کے لئے میں نے اپنے طور پر یہ فیصلہ کرلیا۔ میں چونکہ شیخ کا بہت مقرب تھا تو بعض اساتذہ بھی تھوڑا حسد کرتے تھے کہ پتا نہیں یہ ہم لوگوں کے بارے میں شیخ کو کہہ دیتا ہوگا، اس دن ان کو موقع ہاتھ لگا۔

اب حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کو اطلاع دی گئی کہ لڑکوں نے اسٹرائیک کی ہے، اور اس میں یہ اطلاع بھی دی گئی کہ حکیم اختر بھی اس میں شامل ہے تو حضرت تشریف لائے اور پہلے تو سب کو بہت زور سے ڈانٹا، پھر حضرت نے اپنا ڈنڈا عبدالجبار اٹھایا۔ سب لڑکوں کو حاضر کیا گیا۔ تین سولڑکے میدان میں کھڑے تھے، حضرت تو عبدالجبار اٹھا لیتے تو پانچ سو آدمیوں کے لئے حضرت اکیلے کافی تھے۔ حضرت نے عبدالجبار اٹھایا اور فرمایا کہ نالائقو! ابھی ایک ایک کی لاش گراؤں گا، اس مدرسہ سے مارتے مارتے لاش گرا کر پھر ہسپتال بھیجوں گا، یہ سمجھ لو! عبدالغنی کا مدرسہ ہے اور ہمیں تمہاری کوئی ضرورت نہیں، اگر ایک لڑکا نیک ملے گا تو پڑھاؤں گا نہیں تو مدرسہ میں تالا لگادوں گا، مقصد اللہ کو خوش کرنا ہے، ایسے نالائقوں کی کوئی ضرورت نہیں، اگر کوئی نیک ملے گا تو رکھوں گا نہیں تو مدرسہ بند کردوں گا۔ حضرت نے جب لاٹھی اٹھائی تو سب رونے، معافی مانگنے لگے، فرمایا کہ ایسے معافی نہیں ہوگی، لکھ کر لاؤ کہ ہم استادوں کے پیر کی خاک بن کر رہیں گے اور آئندہ کبھی ایسی کالج والی نالائقی نہیں کریں گے۔ سب نے تحریر لکھی، حضرت نے دستخط کئے، چلو معافی ہوگئی۔

میں نے سوچا کہ ہماری بھی معافی ہوگئی ہوگی، میں نے بھی دستخط کردیے تھے۔اس کے بعد جب میں پانچ میل دور پھولپور گیا، ہر جمعرات کو جاتا تھا، اب ہماری رگڑائی شروع ہوئی۔ جب میں گیا تو حضرت نے فرمایا کہ اچھا! آپ بھی اسٹرائیک میں شامل تھے؟ فوراً واپس جاؤ، مصافحہ کی بھی اجازت نہیں ہے، رات کو ہی پھولپور سے واپس چلا آیا۔ رات دس بجے گاڑی پہنچی، رات گذارنے کا خیال تھا لیکن واپس چلا گیا۔ میرے تو ہوش اُڑ گئے۔ شیخ کی ناراضگی کا کیا اثر ہوتا ہے ان سے پوچھو جن کو عشق کی نعمت ملی ہوئی ہے۔ میرا تو کھانا پینا سب ختم، بالکل ہی دنیا اندھیری نظر آنے لگی، زمین وآسمان مجھ پر تنگ ہوگئے۔ پھر میں نے حضرت کو معافی نامہ لکھا۔ معافی نامے پر کیا جواب آیا، وہ سنئے کہ نہ آپ پھولپور آسکتے ہیں اور جب میں مدرسہ آؤں تو میری مجلس میں بھی بیٹھنے کی اجازت نہیں ہے۔ دو دو سزا ملی۔ نمبر ایک: نہ تو پھولپور آسکتے ہو جہاں پانچ میل پر حضرت رہتے تھے۔ نمبر دو: جب میں بیت العلوم آؤں (حضرت روزانہ بخاری شریف پڑھانے جاتے تھے) تو آپ مدرسہ میں میری مجلس میں نہیں بیٹھ سکتے، مجھے سلام نہیں کرسکتے، مصافحہ بھی نہیں کرسکتے۔ اب بتلائیے! کتنی بڑی پابندی ہے۔ اس کے بعد میں جو بھی خط معافی کا لکھتا تو بغیر جواب کے واپس آجاتا۔ یہ الگ امتحان تھا کہ جواب بھی نہیں اور جوابی لفافہ واپس لیکن اتنا ہوتا تھا کہ حضرت ڈاک سے نہیں بھیجتے تھے، نائب مہتمم صاحب کو دستی دیتے تھے کہ اختر طالب علم ہے بیچارہ، کہاں سے لفافہ وغیرہ کا خرچہ کرے گا، حضرت جانتے تھے کہ اس کے پاس اتنا پیسہ نہیں لہٰذا وہ لفافہ بغیر کچھ لکھے واپس فرمادیتے تھے۔ اس طرح سے دو مہینے گذرے کہ میں نے آٹھ خط بھیجے، ہر ہفتہ خط بھیجتا تھا، جواب کچھ نہیں ملا، نہ دستخط نہ جواب، کچھ نہیں، نہ سلام نہ کلام، لیکن میں مایوس نہیں ہوا، اللہ سے روتا تھا، کھانا بس بقدرِ زندگی کچھ کھالیتا ورنہ زندگی کا مزہ ہی ختم ہوگیا تھا، ہر وقت رونا، سوکھ کر ایک دم کانٹا ہوگیا۔

دو مہینے کے بعد حضرت نے جواب بھیجا کہ اب آپ دور سے سلام کرسکتے ہیں مگر مجلس میں نہیں بیٹھ سکتے، نہ مصافحہ کرسکتے ہیں۔ آپ سوچئے، رگڑائی کی کوئی انتہا ہے، ہے کوئی آج اس زمانے میں ایسا۔ دو مہینے کے بعد وہ بھی جواب خود لکھا نہیں، نائب مہتمم صاحب سے کہلا دیا کہ اختر سے یہ کہہ دو، خط کا تو کوئی جواب ہی نہیں ملا اور دو مہینہ کے بعد یہ ملا کہ اب دور سے ہم کو سلام کرسکتے ہیں، مصافحہ نہیں کرسکتے، مجلس میں بیٹھنے کی اجازت نہیں۔ میں نے شکر ادا کیا کہ چلو یہ بھی غنیمت ہے۔ دور سے آئے السلام علیکم، حضرت نے جواب دیدیا وعلیکم السلام۔ نہ مجلس میں بیٹھے، نہ مصافحہ۔ پھر دو مہینے تک معافی مانگتا رہا۔ ہر ہفتے کے آٹھ خط پھر ہوگئے۔ دو مہینہ کے بعد پھر اجازت ملی کہ اب آپ صرف مصافحہ کرسکتے ہیں، مجلس میں نہیں بیٹھ سکتے۔ اس میں چار مہینے ہوگئے۔ الحمدللہ شکر ہے کہ حضرت مصافحہ کرتے تھے لیکن مجلس میں بیٹھنے کی اجازت پھر بھی نہیں تھی۔ چار مہینے کے بعد مزید اجازت ملی کہ اب آپ مجلس میں بیٹھ سکتے ہو، لیکن پھولپور نہیں آسکتے۔ دیکھئے! آج پہلی بار اپنی رگڑائی بیان کررہا ہوں جس کو حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے مفتی اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ

اور ڈاکٹر عبدالحئی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ اختر کو میں نے بہت رگڑا ہے۔ تو چار مہینے کے بعد یہ اجازت ملی کہ اب آپ مصافحہ بھی کرسکتے ہیں اور مجلس میں بھی بیٹھ سکتے ہیں، لیکن پھولپور یعنی میرے گھر کے پاس نہیں آسکتے۔ اب دو مہینہ پھر معافی کے خط چلے۔ دو مہینے کے بعد لکھا کہ اب آپ پھولپور بھی آسکتے ہیں۔ چھ مہینہ کے بعد جا کر میری سزا ختم اور میری معافی مکمل ہوئی۔ اس زمانے میں میرے اوپر کیا گذری، نہ کھانا اچھا لگتا تھا نہ پینا اچھا لگتا تھا۔ بس کس طرح سے میں نے گذارے وہ دن کہ سمجھ لو، بس حضرت کے نام سے زندہ رہا۔ اب آپ بتاؤ چھ مہینے کی سزا، یہاں تو اگر میں کسی کو اس طرح ڈانٹوں اور اس کے خط کا جواب بھی نہ دوں تو فوراً یہ کہے گا کہ بہت سے اور اللہ والے ہیں۔ دنیا میں ایک ہی اللہ والا تھوڑی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میں نے اپنے بزرگوں سے بے وفائی نہیں کی۔ بس تمام دنیا کی نعمتیں الگ، مگر مجھے حق تعالیٰ نے یہ نعمت دی ہے کہ میں نے اللہ والوں سے اور اپنے بزرگوں سے کبھی بے وفائی نہیں کی۔ اہل اللہ کی محبت کے معاملے میں اللہ نے مجھے ہمیشہ فرسٹ ڈویژن رکھا ہے، الحمدللہ تعالیٰ، اللہ تعالیٰ کا احسان وکرم ہے۔‘‘ (انتہیٰ کلامہ)

حاسدین نے معرفتِ الٰہیہ کے ٹائٹل سے حضرت والا کا نام کٹوا دیا

چنانچہ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وہبی علوم حضرت والا ہی کے ذریعہ منصۂ شہود پر آئے اور حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں معرفتِ الٰہیہ، معیتِ الٰہیہ، براہینِ قاطعہ، شراب کی حرمت اور ملفوظات حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ جو کتابیں شائع ہوئیں وہ حضرت والا کے قلم ہی سے امت تک پہنچیں۔ جب حضرت والا نے معرفتِ الٰہیہ لکھ کر پریس بھجوائی تو حاسدین دوڑے اور پریس میں جا کر معرفتِ الٰہیہ پر سے حضرت والا کا نام کٹوا دیا۔ حاسدین ایسا کر کے بہت خوش ہوئے اور بہت ہنسے بھی کہ ہم نے ان کا چراغ بجھا دیا لیکن حضرت والا نے کہا کوئی بات نہیں، اللہ تعالیٰ تو دیکھ رہا ہے، لاکھ حاسدین چراغ بجھاتے رہیں۔ اس پر حضرت والا کا شعر ہے ؎

ایک قطرہ اگر ہوتا تو وہ چھپ بھی جاتا
کس طرح خاک چھپائے گی لہو کا دریا

خون کا دریا کوئی کیسے چھپائے گا؟ عرصہ بعد اسی کتاب معرفتِ الٰہیہ کے بارے میں حضرت شاہ ابرارالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ معرفتِ الٰہیہ کس نے لکھی؟ کیونکہ حضرت ہردوئی جانتے تھے کہ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے زندگی میں کبھی کوئی کتاب تصنیف نہیں کی۔ حضرت والا نے حضرت ہردوئی سے عرض کیا کہ حضرت! من وعن، ابتداء تا انتہاء (باوضو ہو کر دو رکعت پڑھ کر) اختر کا قلم ہے، یہاں روئے زمین پر کسی کا قلم استعمال نہیں ہوا۔ حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ پھر آپ نے اپنا نام کیوں نہیں لکھا؟ حضرت والا نے عرض کیا کہ نام لکھا تھا لیکن حاسدوں نے پریس میں جا کر نام کٹوا دیا اور خوشی میں بغلیں بجاتے رہے۔

اللہ تعالیٰ کے دردِ محبت کی خوشبو چھپائی نہیں جاسکتی

نہیں تھی مجھ کو خبر یہ اخترؔ کہ رنگ لائے گا خوں ہمارا

مجھے واقعی خبر نہیں تھی اور مجھے اس کا ذرا بھی خیال نہیں تھا کہ میرا خون، میرا غم رنگ لائے گا، لیکن اب دیکھ رہا ہوں کہ جتنا کام ہو رہا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہو رہا ہے ؎

نہیں تھی مجھ کو خبر یہ اخترؔ کہ رنگ لائے گا خوں ہمارا

جو چپ رہے گی زبانِ خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

یعنی اگر زبانِ خنجر خاموش رہے گی تو بوقتِ قتل، قاتل کی آستین پر پڑنے والی خون کی چھینٹوں کی وجہ سے آستین گواہی دے گی کہ یہ قاتل ہے، اس نے ظلم کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی کے مجاہدے، دردِ محبت اور خون کے آنسوؤں کو رائیگاں نہیں کرتا۔ اگر ساری دنیا مل کر چُھپانا چاہے اور اللہ کسی کو چَھپانا چاہے تو کوئی اس کی خوشبو کو چُھپا نہیں سکتا۔ علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر تیسری کوٹھڑی میں، تیسرے کمرے میں کوئی اللہ کی محبت میں آہ و نالہ کر رہا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی خوشبو کو سارے عالم میں نشر فرما دیتے ہیں حالانکہ وہ اپنے آپ کو چھپائے ہوئے ہے، مگر اللہ تعالیٰ اپنے عاشقوں کے دردِ محبت کی خوشبو کو اُڑا دیتے ہیں۔

حضرت والا کے مجاہدات پر حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کی گواہی

حضرت والا نے فرمایا کہ میرے پیر بھائی حبیب الحسن خان شروانی بہت بڑے رئیس اور میرے شیخ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے، انہوں نے مجھ سے کہا کہ تم اپنے شیخ کے پاس رہتے ہوئے جتنے مجاہدات اٹھا رہے ہو ہم ایک دن بھی یہ سب برداشت نہیں کر سکتے جبکہ میرے ماضی کے مجاہدات پر میرے شیخ مولانا شاہ ابرارالحق صاحب کی گواہی کافی ہے جو انہوں نے اپنے بھائی اسرارالحق سے حیدرآباد سندھ میں فرمایا اور انہوں نے مجھے بتایا کہ بڑے بھائی ابرارالحق صاحب نے تمہارے بارے میں یہ کہا ہے کہ پہلے زمانے میں مریدین اپنے شیخ کی خدمت کس طرح کیا کرتے تھے، جو میں نے کتابوں میں پڑھا تھا وہ میں نے اختر میں دیکھ لیا، حضرت کے اس جملے کی مجھے اتنی خوشی ہے کہ اگر سلطنتِ ہفت اقلیم دے دوں تو حق ادا نہیں ہو سکتا۔

حضرت والا کی محبتِ شیخ میں رات بھر بے چینی

حضرت کو سب یاد ہے کہ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کا اعظم گڑھ میں ڈاکٹر عبدالقادر صاحب کے ہاں رات کا قیام تھا اور میں کوٹلہ، اپنی سسرال سے رات گیارہ بجے والی گاڑی سے خانقاہ پھولپور آیا۔ یہاں آکر پتا چلا کہ شیخ تو

یہاں نہیں ہیں، شیخ اور حضرت ہردوئی دونوں اعظم گڑھ چلے گئے ہیں جو یہاں سے تیس چالیس میل ہے، تو حضرت کو موجود نہ پا کر مجھے ایسی گھبراہٹ ہوئی کہ میں یہاں ٹھہرا نہیں، میں وہاں سویا نہیں اگرچہ سونے کی جگہ تھی فوراً اسٹیشن چلا گیا، رات بھر پلیٹ فارم پر جاگتا رہا، تین بجے رات کو دوسری گاڑی آئی جو اعظم گڑھ جاتی تھی۔ اس نے ایک ڈیڑھ گھنٹے میں اعظم گڑھ پہنچا دیا، ابھی اذان میں ایک گھنٹہ باقی تھا کہ چپکے سے جا کر حضرت کی چارپائی کے پاس بیٹھ گیا جہاں حضرت سو رہے تھے، مولانا ابرارالحق صاحب بھی کچھ فاصلے پر سو رہے تھے۔ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی نیند کا یہ حال تھا کہ ہر تھوڑی دیر بعد آنکھ کھل جاتی تھی اور اللہ اللہ کر کے دوبارہ سو جاتے تھے، گویا اللہ کا ذکر حضرت کے لئے غذا بن گیا تھا، اللہ کا نام حضرت کی حیات کی بنیاد تھی، بس جیسے ہی حضرت نے اللہ اللہ کہا میں نے کہا السلام علیکم۔ حضرت نے تعجب سے فرمایا کہ ارے! تم اس وقت کیسے آ گئے؟ ابھی تو رات ہے، صبح بھی نہیں ہوئی۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کی تلاش میں پھولپور گیا تھا، آپ کو وہاں نہ پا کر بے چین ہو کر دوسری گاڑی سے یہاں آ گیا ہوں، پھر میں نے ایک شعر پڑھا ؎

صبا بہ لطف بگو آں غزالِ رعنا را
کہ سر بکوہ و بیاباں تو دادئی مارا

اے صبا! اس ہرن سے جو ظالم چوکڑی مار کر بھاگتا جا رہا ہے اور ہم اس کو جنگلوں اور پہاڑوں میں ڈھونڈ رہے ہیں، اس کے کان میں کہہ دے کہ پہاڑوں اور جنگلوں میں تو نے میرے سر کو کہاں کہاں سرگرداں کیا، پھر بھی تو مجھے دستیاب نہ ہوا۔ آپ کی محبت میں میں پھولپور گیا، آپ وہاں نہیں تھے، میں رات بھر جاگتا رہا اور اب یہاں آ گیا ہوں۔ بس یہ سن کر حضرت پر کیفیت طاری ہو گئی۔ حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ دیکھ کر بہت ترس آیا۔ حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ جب اختر کو آپ سے اتنی محبت ہے کہ وہ آپ کے بغیر بے چین ہو جاتا ہے اور آپ کی باتیں بھی نوٹ کرتا ہے تو اس کا انتظام آپ ہی کے ساتھ کیوں نہ کر دیا جائے۔ حضرت پھولپوری یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور پوچھا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ فرمایا کہ ہم اس کو ہردوئی سے تنخواہ بھیجیں گے۔ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ کیا تم بالکل میرے پاس رہ سکتے ہو؟ میں نے کہا کہ حضرت اندھا کیا چاہے دو آنکھیں اور بھوکا کیا چاہے روٹی۔

حضرت والا کا صحبتِ شیخ میں مستقل قیام کے لئے غیبی انتظام

لہٰذا میں بال بچوں کے ساتھ فوراً پھولپور آ گیا اور دواخانہ بھی چھوڑ دیا۔ حضرت ہردوئی کئی برس تک مجھے ہردوئی سے ساٹھ روپے ماہانہ بھیجتے تھے، میرے شیخ کی کرامت تھی کہ سارا کام چلتا تھا۔ مولانا مظہر کی والدہ زمیندار تھیں، غلہ گھر کا تھا لیکن پھر بھی چائے کی پتی، دودھ چینی وغیرہ کے لئے ساٹھ روپے اس زمانے میں بہت ہوتے تھے۔

اس وقت سے ہی حضرت مولانا ابرارالحق صاحب کا احقر پر خاص کرم تھا، اس وقت حضرت میرے شیخ بھی نہیں تھے اور ان کا میرے شیخ پھولپوری سے اصلاحی تعلق تھا، ہمارے ساتھ وہ اس طرح رہتے تھے گویا پیر بھائی اور ہم دونوں حضرت سے لاٹھی بھی سیکھتے تھے۔ حضرت پھولپوری لاٹھی چلاتے تھے اور ہم روکتے تھے اور کبھی ہم چلاتے تو حضرت ہماری لاٹھی کے وار روکتے تھے اور حضرت سکھاتے رہتے تھے کہ اس طرح روکنا چاہیے اور اس طرح وار کرنا چاہیے۔

حضرت والا کی خادمانہ زندگی کی ایک جھلک

حضرت والا نے فرمایا کہ جو شخص ولایت کا اعلیٰ ترین مقامِ صدیقیت بلکہ اللہ کے راستہ کا پورا مزہ حاصل کرنا چاہے اس کو چاہیے کہ کسی اللہ والے سے خُلّت کا تعلق قائم کرلے اور خُلّت کے معنی یہ ہیں کہ اس کے علاوہ غیر پر نظر نہ جاوے۔ اللہ اور رسول کے بعد اُس اللہ والے پر دل وجان سے فدا ہو، اگر اس کے علاوہ کسی دوسرے بزرگ پر بھی نظر ہے کہ چلو! ان سے بھی استفادہ لے لیں تو سمجھ لو کہ اسے خُلّت حاصل نہیں اور یہ شخص صدیق نہیں ہوسکتا۔

اس اللہ والے پر جان و مال و آبرو قربان کرنے کا جذبہ دل میں رکھے کہ اگر میرا شیخ یہ حکم دے کہ میرے ساتھ چلو، میں جہاد پر چل رہا ہوں تو پھر بیوی اولاد ماں باپ کچھ یاد نہ آئیں۔ اس کی محبت میں اپنی آبرو کی بھی پرواہ نہ کرے کہ اس کی خدمت کروں گا یا ہاتھ چوموں گا یا پاخانہ پیشاب صاف کروں گا تو لوگ کیا کہیں گے۔ ہر طرح شیخ کے آرام کی فکر کرے۔ میں اپنے شیخ کی کڑکڑاتی ہوئی سردیوں میں مالش کرتا تھا اور بدن دباتا تھا تو پسینے چھوٹ جاتے تھے حالانکہ اس زمانہ میں سخت سرد ہوائیں چلتی تھیں۔ بس یہ جذبہ تھا کہ کیسے اپنے شیخ کی جان پاک کو خوش کردوں، جانے کس وقت دعا منہ سے نکل جائے۔ ایک دفعہ میرے شیخ پھولپور سے پانچ میل دور ایک مدرسہ کے جلسے میں گئے ہوئے تھے، رات بارہ بج گئے اور حضرت کے پاس کھانے کو کچھ نہ تھا۔ میں نے سوچا کہ حضرت رات کو بھوکے سوجائیں گے، میں نے حضرت سے پوچھا بھی نہیں کہ حضرت آپ کا کھانا پھولپور سے لے آؤں کیونکہ اگر پوچھتا تو حضرت منع کردیتے کہ کوئی ضرورت نہیں اتنی تکلیف کرنے کی، اس لئے میں نے پوچھا بھی نہیں اور چپکے سے سائیکل اٹھا کر پانچ میل پھولپور چل دیا۔ راستہ میں چوروں کا بھی خطرہ تھا لہٰذا لاٹھی ساتھ رکھ لی اور سوچا کہ اگر راستہ میں مر بھی گیا تو کیا ہے؟ ایک اللہ والے کی خدمت میں مارا جاؤں گا، شہید ہوجاؤں گا، اور حضرت میرے لئے رو کر کچھ اللہ سے کہہ دیں گے تو میرا کام بن جائے گا۔ میاں یہ محبت ایسی چیز ہے کہ جان کی بھی پرواہ نہیں رہتی، محبت میں آدمی وہ کام کرگذرتا ہے کہ جو چار آدمی نہ کرسکیں۔ (معلوم ہوا کہ شیخ سے ہر خدمت کو پوچھنا بھی نہ چاہیے بلکہ سمجھ سے کام لے کر خود کردے کہ شیخ کی جان پاک خوش ہوجائے۔ پوچھنے سے شیخ طالب کی تکلیف کے خیال سے انکار کردیتا ہے۔ از جامع)

بس گُر کی بات یہی ہے کہ کسی اللہ والے سے دل لگالو، اس پر فدا ہوجاؤ تو برسوں کا راستہ منٹوں میں طے

ہو جاتا ہے۔ یہاں کراچی میں بھی حضرت کے حکم سے اشرفی تیل بناتا تھا اور بیچتا بھی تھا، میرے بارے میں اشرفی تیل بیچنے والا مشہور تھا، اس میں لونگ الائچی بھی پڑتی تھی۔ جو بھی حضرت حکم دیتے تھے کہ یہ تیل بناؤ، میں کہتا بہت اچھا! تیل بنانے میں لکڑی جھونکو تو وہ بھی کام کیا۔ اہلِ علم لوگ مجھے یہی سمجھتے تھے کہ اس کا علم سب ختم ہوگیا، نہ پڑھایا اور نہ اور کچھ، بس مولانا کی تیل مالش کررہا ہے۔ اب وہی لوگ میرے شیخ کی کرامت دیکھتے ہیں، الحمدللہ! ان کتابوں کو سمجھنا آسان نہیں ہے۔ خصوصاً روح المعانی کی عبارت کو بڑے بڑے علماء سمجھنے سے قاصر ہوتے ہیں۔ یہی میں کہتا ہوں کہ اہل اللہ کی خدمت، میرا یقین ہے کہ ایمان ویقین اور علم کی برکت کے لئے بہت ہی مفید ہوتی ہے، علم میں برکت آتی ہے۔

حضرت والا نے فرمایا کہ میں نے اپنے شیخ کے پیچھے بارہ سال ان کا ذکر سنا ہے، میں منتظر رہتا تھا کہ جب حضرت ''اللہ'' کہیں تو میں اپنا دل حضرت کی آواز کے ساتھ لگا دیتا تھا، بس اس وقت میرا یہی کام تھا کہ حضرت کی آوازِ ذکر کے ساتھ میں اپنا دل لگا دوں۔ اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ حضرت مسجد میں بیٹھے ہوں اور میں جا کر کہیں لیٹ جاؤں یا کسی سے بات چیت کرنے لگوں، بس کونے میں پڑا ہوا حضرت کی جوتیاں اور سامان ہاتھ میں لئے بیٹھا رہتا تھا، جب حضرت مسجد سے باہر تشریف لاتے تو جوتے پہنا دیتا تھا۔ نہ ناشتہ نہ پانی، آج کل کسی کو ناشتہ نہ ملے تو دوسرے دن آدھی رات کو بستر لیکر بھاگ جائے گا لیکن ہم تقریباً بارہ سال ایک قطرہ چائے پانی دوپہر ۱۲ بجے تک نہیں لیتے تھے، اس کے بعد ایک بجے حضرت کے ساتھ کھانا کھاتے تھے۔ آج لوگ دین کے خادموں کا بڑھاپے کا آرام تو دیکھتے ہیں، دیکھتے ہیں کہ مسند لگی ہوئی ہے اور ڈبے آرہے ہیں، پیر صاحب کے کیسے مزے ہیں لیکن بقول شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کہ دینی خادموں کا بڑھاپے کا آرام مت دیکھو، ان کی جوانی کے مجاہدات دیکھو کہ کیسے گذاری؟ فرماتے تھے کہ جس نے اپنے بڑوں کے بڑھاپے کے زمانے کو دیکھا وہ گمراہ ہوجاتا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ جب دانت تھے تو چنے نہیں ملے، اب دانت نہیں رہے تو چنے کے بورے کے بورے چلے آرہے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی رحمت سے ہمت اور توفیق دی اور اسی محبتِ شیخ نے کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔

حضرت والا کی حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے محبت پر ایک واقعہ

احقر جامع عرض کرتا ہے کہ حضرت والا کو جو محبت اپنے شیخ سے تھی، اس کی کوئی مثال نہیں تھی۔ ایک مرتبہ حضرت والا فالج سے قبل دو دن تک خاموش خاموش رہے تو میں نے کہا پتا نہیں کیا بات ہے؟ تیسرے دن حضرت والا نے فرمایا کہ دو دن میں مجھے حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی ایسی یاد آئی کہ مجھے لگا کہ دل کا دورہ ہوجائے گا۔ پھر میں نے اپنے دل کو دوسری طرف متوجہ کیا، اللہ تعالیٰ کی رضا کا سوچا کہ اس جدائی میں اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے، میں راضی ہوں۔ حالانکہ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کو کتنا عرصہ ہو چکا تھا، تقریباً تیس سال کے بعد حضرت والا یہ فرما رہے تھے۔

حضرت والا کا شوقِ شہادت

تم لاش کو میری غسل نہ دو بس خون میں لتھڑی رہنے دو
کل خونِ شہادت میں لتھڑا یہ جسم انہیں دکھلائیں گے

یہ حضرت والا کا شوقِ شہادت تھا جیسے حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کو شوقِ شہادت تھا، حضرت والا کو بھی ایسے ہی شوقِ شہادت تھا۔ ایک دفعہ حضرت نے ناظم آباد میں دعا فرمائی تھی، مجھ سے خود فرمایا، حضرت والا کی عجیب کیفیت تھی کہ یا اللہ جہاد ہو رہا ہو اور میرا ایک بیٹا ہے وہ بھی شریک ہو، میرے سامنے وہ شہید ہو اور اس کے بعد میں بھی شہید ہو جاؤں۔ یہ دعا کوئی صاحبِ نسبت ہی کر سکتا ہے جس کا اللہ تعالیٰ سے ایسا شدید تعلق ہو کہ جان سے، مال سے، اولاد سے زیادہ اللہ کی محبت اس کے دل میں ہو۔

در مدح و یاد حضرت شیخ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ

از حضرت والا مرشدنا و مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مرحبا اے ارضِ پاپوش نگر　　خفتہ در آغوشِ تو رشکِ قمر

ترجمہ: اے پاپوش نگر کی زمین تجھے مبارک باد ہے کہ تیرے اندر ایک رشکِ قمر آرام فرما ہے

حبّذا اے ارضِ پاکستانِ ما　　کاندرت شد مسکنِ جانانِ ما

ترجمہ: اے پاکستان کی سرزمین! تجھے بھی مبارک ہو کہ تیرے اندر میرے محبوب کا مسکن بننا مقدر ہوا

اے کہ تُو چاک گریباں آمدی　　آیتِ کبریٰ ز جاناں آمدی

ترجمہ: اے میرے شیخ! آپ گریباں چاک آتے تھے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے زمین پر آپ ایک بڑی نشانی تھے

چشمِ گریاں سینہ بریاں آمدی　　از برائے درسِ عرفاں آمدی

ترجمہ: آپ زمین پر اللہ کی معرفت کا درس دینے کے لئے چشم گریاں اور سینۂ بریاں کے ساتھ آئے تھے

از فراقت تلخ شد ایامِ ما　　دُور شد از جانِ ما آرامِ ما

ترجمہ: آپ کی جدائی سے میری زندگی تلخ ہوگئی اور مجھ سے میرا آرام و راحت دُور ہو گیا

لطفِ تو چوں یاد می آید مرا　　بُوئے تو جانم بجوید در سرا

ترجمہ: جب آپ کی محبت اور الطاف و کرم مجھے یاد آتے ہیں تو میری جان دیوانہ وار آپ کی خوشبو کو اس جہان میں تلاش کرتی ہے

کیسی شیریں ہے گفتار ۔ کیسی مست ہے رفتار
سارا شہر ہے بیمار ۔ اس کے درد کا اے یار
میرا خواجۂ ابرار
ہے وہ حاملِ اَسرار

شیخِ ثانی حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق

شیخِ اول کا ارشاد کہ میرے بعد تمہیں کسی سے بیعت کی ضرورت نہیں

حضرت والا نے فرمایا کہ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد ہندوستان اور پاکستان میں حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے بڑے خلفاء مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ ،ڈاکٹر عبدالحئی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور بہت لوگ حیات تھے۔ شیخ کے انتقال کے بعد جس سے مناسبت ہوتی ہے آدمی اسی کو پیر بناتا ہے۔ میں نے یہی سوچا کہ میں اس وقت روحانی یتیم ہوں اور حضرت ہردوئی میرے روحانی چچا ہیں، باپ کے انتقال کے بعد چچا ہی پالتا ہے۔ جب حضرت شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کا آخری وقت تھا، اس وقت میں نے اپنے شیخ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا: حضرت! آپ کے علاوہ میرا کسی سے دل نہیں ملتا، میں آپ کے بعد کسی اور سے تعلق کیسے کروں گا؟ اس پر حضرت شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''میرے بعد تمہیں کسی سے تعلق قائم کرنے کی ضرورت بھی نہیں ہے'' (یعنی تمہاری اصلاح کامل ہو چکی ہے۔)

بغیر کسی کو اپنا شیخ بنائے کبھی نہیں رہنا چاہیے

لیکن راہِ طریق کا اصول یہ ہے کہ بغیر شیخ کے نہیں رہنا چاہیے لہٰذا میں نے حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے بعد مولانا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم سے اصلاحی تعلق قائم کیا۔ (شیخِ اول کے انتقال کے بعد سالکین کے لئے حضرت والا کا یہ عمل شیخ کی اہمیت کو ظاہر کرتا ہے۔ پھر آپ اپنے دوسرے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب کی خدمت میں پاکستان سے گاہے گاہے حاضر ہوتے رہے اور ایک بار ہردوئی (انڈیا) میں شیخ کی خدمت میں پچاس دن تک قیام فرمایا۔ احقر جامع)

حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کے ابتدائی حالات

حضرت والا کے شیخ ثانی کا اسم گرامی ابرارالحق تھا، لقب محی السنۃ تھا، آپ کا آبائی وطن پلول ہے لیکن آپ کے والد ماجد جناب مولوی محمود الحق حقی صاحب نے جن کا شمار ہردوئی کے مشہور ومعروف وکیلوں میں ہوتا تھا اور حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجازِ صحبت تھے، ہردوئی کو اپنا مسکن بنایا، وہیں ۲۰ دسمبر ۱۹۲۰ء (۱۳۳۹ھ) کو آپ کی ولادت ہوئی، تاحیات ہردوئی میں قیام رہا، آپ کا سلسلۂ نسب حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے اسی لئے اس خانوادہ کے حضرات برکت کے لئے اپنے ناموں کے ساتھ ''حقی'' کی نسبت لگاتے ہیں۔ حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی بچپن ہی سے پابندِ شریعت تھی، حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا آپ کے متعلق ارشاد ہے کہ آپ طالب علمی کے زمانے ہی سے صاحبِ نسبت تھے۔

حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کی دینی تعلیم وتربیت

حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات والا صفات برصغیر میں یادگار سلف تھی، آپ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلوی قدس سرہ کے تلمیذِ رشید، زہد واستغناء کے پیکر، فنافی اللہ، حضرت شاہ عبدالغنی پھولپوری نور اللہ مرقدہ کے منظورِ نظر اور حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے آخری خلیفہ مجاز تھے۔ آپ کے والد بزرگوار محمود الحق ایڈوکیٹ دینی مزاج کے حامل اور حضرت مرشد تھانوی مجدد الملت کے مجازِ صحبت تھے، اس لئے بیٹے کی دینی تعلیم وتربیت کا پورا خیال رکھا، جس کا اثر حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی پر یہ پڑا کہ بچپن ہی سے مزاج دینی بن گیا۔ ۸ برس کی مختصر سی مدت میں آپ حفظِ قرآن کی دولتِ لازوال سے ہمکنار ہوگئے تھے۔

ابتدائی تعلیم آپ نے ہردوئی میں مولانا انوار احمد انبیٹھوی سے حاصل کی، آگے کی تعلیم کے لئے مظاہر العلوم سہارنپور میں داخلہ لیا اور ۱۳۵۷ھ میں محض اٹھارہ سال کی عمر میں صحاح ستہ وغیرہ پڑھ کر مروجہ نصاب کے مطابق فارغ التحصیل ہوئے۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا عبدالرحمٰن کامل پوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا منظور احمد خاں رحمۃ اللہ علیہ آپ کے اساتذۂ حدیث رہے۔ دورہ سے فراغت کے بعد ایک سال مزید فنون کی کتابیں پڑھیں، دورۂ حدیث اور فنون دونوں کے امتحانات میں اول آئے، اس طرح صرف انیس سال کی کم عمر میں مدارسِ اسلامیہ میں مروجہ علوم کی تعلیم وتحصیل آپ نے مکمل کرلی تھی۔

حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کی تدریس کا آغاز

تعلیم سے فراغت کے بعد آپ کا مظاہر علوم میں بحیثیت معین مدرس کے تقرر ہوگیا، پھر حضرت مولانا

اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایماء سے جامع العلوم کانپور سے وابستہ ہو گئے اور تقریباً دو برس یہاں بھی تدریسی خدمات انجام دیں۔ بعدازاں کانپور سے منتقل ہو کر مدرسہ اسلامیہ فتح پور ہنسوہ سے متعلق ہو گئے اور یہاں بھی تقریباً دو سال درس و تدریس کا سلسلہ قائم رہا۔

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلقِ بیعت اور خلافت

سہارنپور قیام کے دوران آپ نے اپنا اصلاحی و روحانی تعلق حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ سے استوار کیا اور ہر ہفتہ تھانہ بھون جانے کا معمول بنالیا۔ والد ماجد کا حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے قدیم تعلق تو تھا ہی، خود مظاہر علوم میں آپ کے اساتذہ حضرت مولانا عبدالرحمٰن کامل پوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بھی حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے اصلاحی و روحانی تعلق تھا۔ اس کے علاوہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ مظاہر علوم کے سرپرست بھی تھے اور یہاں اکثر و بیشتر تشریف لاتے رہتے تھے۔ پھر مظاہر علوم کے علمی و روحانی ماحول نے بھی آپ پر بہت اثر کیا، ان حالات کی مناسبت سے حضرت محی السنۃ کشاں کشاں سلسلۂ تھانوی کے باطنی سلسلے میں ترقی کرتے چلے گئے اور ۱۳۶۱ھ میں جب آپ فتح پور مدرسہ میں مقیم تھے، صرف ۲۲ سال کی عمر میں حضرت اقدس حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خلعتِ خلافت سے سرفراز ہوئے۔

ہردوئی میں مدرسہ اشرف المدارس کا آغاز

حضرت محی السنۃ نے ۱۹۴۲ء میں اشرف المدارس کا سنگ بنیاد رکھا، جمعہ کے دن مسجد میں اعلان کروا دیا کہ ''مدرسہ کا آغاز ہو رہا ہے جو حضرات اپنے بچوں کو بھیجنا چاہیں وہ بھیجیں ان پر کوئی مالی بوجھ نہیں پڑے گا۔'' پہلے ہی دن مسجد کے صحن میں چارپائی ڈلوادی، ہردوئی کے دو طالب علم شروع دن میں ہی آئے، اس طرح سے مدرسے کا آغاز ہوا جو تادمِ تحریر جاری ہے۔ ضلع ہردوئی کی چاروں تحصیلوں میں کل ۴۴ مکاتب ہیں، دیگر صوبہ جات میں ۲۷ ہیں اور حضرت ہردوئی کی وفات تک ۹۶ مکاتب زیرِ نگرانی تھے۔ حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے مجازِ بیعت تھے، پیر و مرشد کی وفات کے بعد خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبدالرحمٰن کامل پوری رحمۃ اللہ علیہ سے وابستہ رہے، ان کے بعد شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی، پھر قطب العالم حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق رہا، ان کے وصال کے بعد مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ سے فیض یاب ہوئے، ان کے یہاں بہت اہتمام سے جاتے تھے۔

حالات وواقعات حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت والا نے فرمایا کہ میرے شیخ مولانا ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم مادرزادولی ہیں، حضرت سے کبھی گناہ سرزد نہیں ہوا، اس کی دلیل آپ کو بتاتا ہوں۔ ایک دن حضرت نے اسی خانقاہ گلشن میں فرمایا کہ بعض علماء ایسے گذرے ہیں کہ جن سے کوئی گناہ نہیں ہوا۔ میں سمجھ گیا کہ آج بابا اپنا راز ظاہر کر گئے، کبھی اللہ والے عام عنوان سے اپنا راز ظاہر کردیتے ہیں۔ اسی طرح حضرت ہردوئی دعا کے معاملے میں بہت مقبول ہیں، بڑے مستجاب الدعوات ہیں، ایک مرتبہ اپنا راز بیان کر گئے۔ حضرت کے پاس خط آیا کہ ایک شخص تین برس سے مقدمے میں پریشان تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ کاش! یہ تین برس پہلے اطلاع کرتا تو اب تک کب کا نجات پاچکا ہوتا۔ بنگلہ دیش کے ایک عالم کے لڑکے کو جنات یا ڈاکو اٹھالے گئے۔ مکہ شریف میں اس عالم نے میرے سامنے حضرت سے کہا کہ حضرت! میرے لڑکے کو ایک دو برس سے جنات یا ڈاکو اغوا کر کے لے جاتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ اتنے برس سے مصیبت میں مبتلا ہو اور آج اطلاع کررہے ہو۔

حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کا خانقاہ پھولپور کے لئے ارشادِ مبارک

ایک مرتبہ مولانا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم نے مجھ سے پھولپور میں فرمایا کہ جب سے میں حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا ہوں تو اپنے وطن ہردوئی میں محنت کے ساتھ معمولات پورے کرکے جو نور محسوس کرتا ہوں، حضرت پھولپوری کے پاس بغیر معمولات کئے میرا دل نور سے بھرا جارہا ہے۔ یہ کسی عام آدمی کے الفاظ نہیں، مولانا شاہ ابرارالحق صاحب کوئی عام آدمی نہیں، مظاہرالعلوم سے فارغ التحصیل، بخاری شریف پڑھا چکے، شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب کے شاگرد۔ شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ میدانِ محشر میں پوچھے گا کہ اے زکریا! تو کیا لے کر آیا ہے؟ تو میں مولوی ابرارالحق کو پیش کروں گا۔

حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کی شانِ انتظام پر حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

حضرت والا نے فرمایا کہ حضرت شاہ ہردوئی دامت برکاتہم کا انتظام دیکھ کر حضرت شاہ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ مولانا ابرارالحق صاحب بادشاہت بھی چلا سکتے ہیں، اگر امیر المومنین بنادیا جائے تو پوری مملکت کا انتظام سنبھال سکتے ہیں۔ یہ اس وقت فرمایا جب حضرت ہردوئی نے حضرت پھولپوری کو اپنے مدارس کا انتظام دکھایا

کہ میں اساتذہ کا قد بھی ناپ کر رکھتا ہوں کہ کتنے فٹ کتنے انچ ہے، فلاں کے چہرہ پر ایسا نشان ہے، فلاں کی بائیں آنکھ کی طرف تل ہے، اساتذہ کا پورا حلیہ لکھا ہوا حضرت پھولپوری کو رجسٹر میں دکھایا۔ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ اکبر! ان پر کیا شانِ انتظام غالب ہے۔

حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کی اولوالعزمی کے دو واقعات

ایسے ہی حضرت ہردوئی دامت برکاتہم کا تعلق مع اللہ بھی عظیم الشان ہے۔ دو واقعات سناتا ہوں۔ لکھنؤ میں مولانا علی میاں کے یہاں جلسہ تھا، بس وہاں فوٹو کشی ہونے لگی، حکومت کی طرف سے انتظام تھا، مولانا علی میاں شاید بے چارے مجبور تھے، غرض جو وجہ بھی ہو۔ جب تصویر کشی ہونے لگی تو مولانا ابرارالحق صاحب اٹھے اور حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب سے مشورہ کیا کہ یہاں خلافِ شرع کام ہو رہا ہے، اب یہاں سے اٹھ جانا چاہیے ورنہ یہاں رہنے سے گناہ میں شرکت لازم آئے گی۔ دونوں بزرگوں نے بستر اٹھایا اور ہردوئی تشریف لے آئے، اتنا بڑا مجمع، بڑے بڑے علماء موجود، حکومت کا انتظام لیکن حضرت نے کسی چیز کی پرواہ نہیں کی۔ اس پر مولانا علی میاں نے فرمایا کہ مولانا ابرارالحق صاحب بڑے اولوالعزم ولی اللہ ہیں۔

دیو بند کا صد سالہ جلسہ اور حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کی عدم شرکت

ایسے ہی دیو بند کا سو سالہ جلسہ تھا، دیو بند سے فارغ التحصیل، پڑھنے والے علماء سب وہاں گئے تھے، اس میں اندرا گاندھی بھی آ گئی، کسی کو منع کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ اگر ہمارے حضرت ہردوئی دامت برکاتہم کے ہاتھ میں انتظام ہوتا تو ہرگز نہیں آسکتی تھی۔ تو حضرت نے وہاں سے بھی فَفِرُّوْٓا اِلَی اللّٰہِ اختیار کیا۔ دیو بند کو خالی کر دیا۔ کتنی بڑی ہمت کی بات ہے کہ دنیا بھر کے علماء وہاں بیٹھے تھے، یہاں تک کہ حضرت کے استاذِ حدیث بھی اس میں تھے لیکن حضرت نے فرمایا کہ اب یہاں رہنا جائز نہیں ہے۔ جس مجلس میں مَردوں کے درمیان عورت آ کر بیٹھ جائے اس میں شرکت خلافِ شریعت ہے۔ لہٰذا آسمان نے دیکھا کہ ساری دنیا تو دیو بند جا رہی تھی اور ایک مردِ قلندر کی گاڑی دیو بند سے واپس آ رہی تھی۔ اللہ کے حکم کے سامنے ساری دنیا کی پرواہ نہ کرنا بڑے دل گردے کا کام ہے، یہ شیروں کا کام ہے کہ حضرت نے جس کام کو جائز نہیں سمجھا تو کسی کی پرواہ نہیں کی، بس اللہ کی رضا کو سامنے رکھا۔ حضرت ہردوئی دامت برکاتہم کا جو تعلق مع اللہ اور نسبت ہے اس کی مثال ملنا مشکل ہے، اسی وجہ سے ماشاء اللہ حضرت ہردوئی کا فیض عام اور تام ہے۔

جسے چاہیے ملکِ عشقِ حقیقی
کسی اہلِ دل سے وہ دل کو لگائے ازکلام حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

مرید ہونے سے پہلے حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ سے دوستی کا تعلق

احقر جامع عرض کرتا ہے کہ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جو خطوط آتے تھے تو شروع میں تو وہ خود جوابات لکھتے تھے بعد میں ہمارے حضرت والا کے حوالے کردیتے تھے۔ حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اصلاحی خطوط کے جواب بھی پھر ہمارے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ لکھتے تھے۔ حضرت والا فرماتے تھے کہ اُس زمانے میں میری حضرت شاہ ابرارالحق صاحب کے ساتھ ایسی بے تکلفی تھی جیسے بھائیوں میں ہوتی ہے، ہم دونوں آپس میں بہت محبت کرتے تھے۔ اس وقت میرا تعلق بالکل دوستی کا تھا، میں حضرت کو چھیڑتا بھی تھا۔ حضرت شاہ ابرارالحق صاحب بہت خوبصورت تھے، سفید رنگ تھا، میں اس زمانے میں کبھی کبھی پان کھایا کرتا تھا جبکہ حضرت ہردوئی پان بالکل بھی نہیں کھاتے تھے، شاید ہی کبھی کھایا ہو، تو میں پان تیار کرکے لے آتا کہ حضرت یہ پان آپ کھالیجیے، جب آپ یہ پان کھائیں گے تو جب پیک آپ کے حلق سے گذرے گی تو وہ گذرتے ہوئے نظر آئے گی۔ اس پر حضرت ہردوئی فرماتے تھے کہ بس آپ ہی کھالیجیے۔ پھر جب میں حضرت شاہ ابرارالحق صاحب سے بیعت ہوا تو پھر میں نے سوچا کہ اب یہ دوستی کا تعلق ختم! اب غلامانہ تعلق ہوگا، اب میں دوست نہیں رہا۔ حضرت میرے شیخ ہوگئے، میں ان کا مرید ہوگیا۔

حضرت والا کی حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ سے بے تکلفی کا زمانہ

حضرت والا نے فرمایا کہ جب میں اپنے شیخِ اول حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پھولپور میں رہتا تھا تو میرے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم بھی حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے اور حضرت کی خدمت میں حاضری کے لئے اکثر پھولپور آتے رہتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت ہردوئی پورا رمضان حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس رہے۔ ان دنوں میں حضرت ہردوئی دامت برکاتہم سے اتنا بے تکلف تھا کہ ان کے ساتھ لاٹھی کھیلتا تھا۔ لاٹھی کھیلنے میں لاٹھی ماری بھی جاتی ہے، لاٹھی کو روکا بھی جاتا ہے اور اپنا دفاع بھی کیا جاتا ہے۔ حضرت ہردوئی بھی مجھ سے زیادہ تکلف نہیں فرماتے تھے۔ حضرت ہردوئی کی مجھ سے اتنی بے تکلفی تھی کہ ایک مرتبہ حضرت ہردوئی پھولپور تشریف لائے اور میں اٹھارہ میل دور سسرال کے قریب دواخانے پر تھا، میں کوٹلہ میں مطب کیا کرتا تھا۔ تو حضرت ہردوئی فوراً دوسری بس میں بیٹھ کر کوٹلہ پہنچے اور مجھے تلاش کرنے لگے۔

میں نے دیکھا کہ اتنے بڑے خلیفہ، مولانا شاہ ابرارالحق صاحب بس سے اتر کر کس طرح آ رہے ہیں؟ میں نے پوچھا کہ حضرت! آپ کس طرح تشریف لائے؟ فرمایا پھولپور میں بغیر تیرے مزہ نہیں آ رہا تھا، اس لئے میں تیرے گاؤں کوٹلہ میں اپنا پوٹلا لے کر آ گیا، حضرت نے اپنا جھولا دکھایا جس میں لنگی وغیرہ ضروری سامان تھا۔ پھر فرمایا کہ اب تم ساتھ چلو، میں فوراً تیار ہوگیا حالانکہ وہ وقت ہمارے مطب کا تھا مگر ہم نے مطب کا خیال بھی نہیں کیا۔ اس کی برکت ہے کہ میں آج زیرِ مطب نہیں ہوں، میں تیار ہو کر حضرت ہردوئی کے ساتھ پھولپور آنے کے لئے گاڑی میں بیٹھ گیا۔

حضرت والا کی حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کے بعد کا تعلق

بہرحال حضرت ہردوئی سے میری اس زمانے میں جو بھی بے تکلفی تھی لیکن جب میں حضرت سے مرید ہوا تو میں نے اپنے آپ سے مخاطب ہو کر کہا کہ اختر! ہوشیار ہو جاؤ، اب وہ بے تکلفی کی داستان بھول جاؤ۔ پھر جب میں ہردوئی حاضر ہوا تو حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب نے اپنی ترتیب کے مطابق مجھ سے فرمایا کہ ہمارے یہاں اصلاح کے لئے آنے والے سالکین کے لئے اپنے قرآن پاک کے حروف کی تصحیح کرانا لازمی ہے لہٰذا آپ مدرسے کے قاری صاحب سے نورانی قاعدہ پڑھیں تاہم اگر آپ چاہیں تو قاری صاحب آپ کے کمرے میں آ کر بھی آپ کو پڑھا سکتے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ نہیں حضرت! میں درس گاہ میں جا کر پڑھوں گا چنانچہ میں نے بچوں کے ساتھ بیٹھ کر نورانی قاعدہ پڑھا۔ اسی دوران ایک مرتبہ کسی زمیندار نے مدرسہ کے طلباء کے لئے گنے کا رس بھیجا، حضرت ہردوئی خود اپنے ہاتھ سے تقسیم فرما رہے تھے اور تمام چھوٹے بڑے طالب علم قطار لگا کر لے رہے تھے، میں بھی انہیں بچوں کی قطار میں لگ گیا کیونکہ اس وقت میں بھی عارضی ہی سہی حضرت کے مدرسے کا طالب علم تھا۔ جب میرا نمبر آیا تب حضرت کی مجھ پر نظر پڑی، بس بجلی سی میرے دل پر گذر گئی، حضرت بھی خوش ہوئے ہوں گے۔ حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب نے کئی جگہ میرے نورانی قاعدہ پڑھنے کو بیان فرمایا اور مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر پڑھا۔

ایں چنیں شیخ گدائے کو بکو
عشق آمد لا ابالی فاتقوا

ترجمہ: عشق میں اتنا بڑا شیخ آج گدا بن گیا، عشق جب آتا ہے تو اسی شان سے آتا ہے۔

حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کا خانقاہ پھولپور میں قیام

حضرت والا نے فرمایا کہ ایک مرتبہ جاڑے کے مہینے میں حضرت مولانا ابرارالحق صاحب ہردوئی سے اعظم گڑھ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جمعہ کا دن آیا تو حضرت ہردوئی کو غسل کرنا تھا۔ ہم نے

حضرت کے سامنے تالاب میں چھلانگ ماری اور آر پار تیر کر دکھایا۔ تالاب میں جونکیں بھی بہت ہوتی تھیں، اگر تالاب میں حرکت نہ کی جائے تو جونکیں فوراً چپک جاتی تھیں، تالاب میں جسم کو متحرک رکھنا پڑتا تھا تا کہ جونک پکڑ نہ سکے جبکہ تالاب کا پانی بھی اتنا ٹھنڈا ہوتا تھا جیسے بچھو کاٹ لے اور سامنے ہی جھاڑیوں میں سانپ گھومتے رہتے تھے۔ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں کوئی غسل خانہ نہیں تھا، لیٹرین بھی نہیں تھا اور نہ وضو خانہ تھا۔ حاجت کے وقت کھیتوں میں جانا پڑتا تھا، جب کبھی بارش ہو رہی ہوتی تو ہاتھ میں چھتری لئے ہوئے بھیگ جاتے تھے۔ حضرت نے بڑی عجیب مجاہدے والی زندگی گزاری تھی۔ جب تالاب کا پانی خشک ہو جاتا تھا تو شیخ کے لئے ایک میل دور سے لوہے کا گگرا سر پر رکھ کر پانی لانا پڑتا تھا حالانکہ کنواں سامنے ہی تھا لیکن حضرت تالاب یا دریا کے پانی سے وضو کرتے تھے، کنوئیں کے پانی سے وضو نہیں کرتے تھے۔ فرماتے تھے کہ کنوئیں میں کافروں کے بھی ڈول پڑتے ہیں حالانکہ جائز تھا، مگر فرماتے تھے کہ میری زبان ذکر میں بند ہو جاتی ہے۔ بہرحال! حضرت ہردوئی دامت برکاتہم نے ہمیں تالاب میں چھلانگ لگاتے دیکھ کر فرمایا کہ تم نے تو تالاب میں چھلانگ لگا دی، میں تو لکھنؤ کے قریب کا رہنے والا ہوں، اگر میں اس ٹھنڈے پانی سے غسل کروں گا تو بیمار ہو جاؤں گا۔ اُس زمانے میں، میں حضرت ہردوئی کا مرید نہیں تھا، ہماری عجیب بے تکلفی تھی، ہنسی مذاق بھی کر لیتے تھے۔ میں نے کہا کہ حضرت! آپ کیوں گھبرا رہے ہیں، میں ابھی آپ کے لئے غسل خانہ بنا دیتا ہوں۔ پھر چار چارپائیاں لا کر چار دیواریں کھڑی کر دیں اور ان کے اوپر چادریں بھی ڈال دیں، پانی بھی گرم کر کے پیش کر دیا کہ حضرت! جدید غسل خانہ تیار ہو گیا۔ حضرت بہت خوش ہوئے تھے۔

حضرت والا کا اپنے دونوں مشائخ کا قلی بننے کا واقعہ

حضرت والا نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ پلیٹ فارم پر کوئی قلی نہیں ہے اور ایک پلیٹ فارم سے دوسرے پلیٹ فارم جا کر دوسری ریل میں بیٹھنا تھا، میرے دونوں شیخ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم منتظر تھے کہ کیسے تمام اسباب کے ساتھ پل پر چڑھ کر دوسری طرف جائیں گے۔ اس وقت میری پچیس برس کی جوانی تھی، حضرت ہردوئی کا سامان بھی انتظامی شان کی وجہ سے زیادہ ہوتا تھا، میں نے عرض کیا کہ حضرت! قلی نہیں ہے تو کیا ہوا؟ آپ یہاں سامان کے پاس ٹھہریں، میں تمام سامان دوسری طرف منتقل کر دوں گا۔ پھر سارا سامان اور بستر سر پر اٹھا کر پل کے ذریعے سے دوسرے پلیٹ فارم پر پہنچا دیا اور دونوں حضرات سے عرض کیا کہ اب آپ تشریف لے چلیں۔ حضرت شاہ ابرار الحق صاحب نے حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ آج اختر کو زوردار ناشتہ کروانا ہے، اس نے قلی کے پیسے بچا دیئے۔ پھر ناشتے میں خوب پوری اور حلوہ ملا۔

حضرت والا کا حرمِ مکہ میں اپنے شیخ کا سامان منتقل کرنا

اسی طرح حضرت ہردوئی نے حج کے زمانے میں مکہ شریف میں ایک مکان کرائے پر لیا تھا۔ اس مکان میں کچھ تکلیف تھی تو دوسرے مکان میں منتقل ہونا تھا۔ وہیں حج پر میرے شیخ کی ہمشیرہ بھی مرادآباد سے آئی ہوئی تھیں تو ان کا بھی سامان تھا۔ حضرت ہردوئی نے مجھ سے فرمایا کہ مکان منتقل کرنا ہے اور یہاں مکہ شریف میں کوئی قلی نہیں ملتا۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت فکر کی کیا بات ہے؟ ابھی سب سامان منتقل ہوجائے گا۔ میں تھا اور قاری امیر حسن صاحب تھے۔ میں نے قاری امیر حسن صاحب سے کہا کہ میں اس وقت اللہ کے شہر میں اپنے شیخ کا قلی بنا ہوا ہوں، اللہ تعالیٰ اس شہر کی برکت سے قبول فرمالے، اس خدمت سے بھی حضرت بہت خوش ہوئے تھے۔

شیخ کی خدمت کا نقد انعام کہ پان تمباکو چھوٹ گیا

اس خدمت کا ایک صلہ فوراً ملا کہ میری پان تمباکو کی لت سب چھوٹ گئی جبکہ میں نے بارہ برس تک تمباکو والا پان کھایا تھا، میرے ساتھ ہر وقت پان کا ڈبہ اور بٹوا بھی ہوتا تھا۔ جب حج نصیب ہوا تو منہ میں پان تھا، اتنے میں اذان شروع ہوگئی تو منہ کے پان نے مجھے کعبہ سے اخراج کیا۔ میں نے سوچا کہ میں منہ میں پان لیا ہوا ہوں تو تلاوت و ذکر نہیں کرسکتا، نماز کا وقت ہوجائے تو کلّی کرنے کے لئے حرم سے نکلنے میں کتنی بھیڑ ہوتی ہے، کلّی کرکے آیا تو نماز میں بھی مشکل پڑگئی، یہ پان میرے اور اللہ کے درمیان میں گڑبڑی کررہا ہے۔ میں نے سوچا کہ اس کو چھوڑنا چاہیے، وہ دن ہے اور آج کا دن ہے تقریباً پچاس برس ہوگئے، کبھی یاد بھی نہیں آتا۔ میں نے پان کا سارا بہترین سامان لونگ، الائچی اور پان وغیرہ حضرت ہردوئی کی ہمشیرہ کو ہدیہ کردیا، وہ حضرت ہردوئی سے دس برس بڑی تھیں۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ آج سے ہم کو پان سے نجات دے دیجئے۔ بزرگوں کی خدمت سے فوراً ہی انعام ملا۔

حضرت والا کی اپنے مشائخ کے سامنے تواضع اور فنائیت

حضرت والا نے فرمایا کہ میرا شعر ہے ؎

ہمیں احساس ہے تیرے چمن میں خار ہے اخترؔ
مگر خاروں کا پردہ دامنِ گل سے نہیں بہتر

یعنی ہم نالائق ہیں اور کانٹے ہیں، کانٹوں کے لئے پردہ پوشی اسی میں ہے کہ پھولوں کے دامن میں چھپے رہیں، اس لئے اے اللہ! اختر بھی تیرے مقبول اور محبوب بندوں سے لپٹا ہوا ہے۔ پہلے الٰہ آباد میں مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے

تین برس لپٹا رہا، اس کے بعد مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے لپٹا رہا یہاں تک کہ کالے بالوں میں تغیر آ گیا اور بال سفید ہو گئے۔ میں اللہ تعالیٰ سے اس طرح دعا کرتا ہوں کہ اے اللہ! آپ نے اپنے ایک خاص بندے کی صحبت عطا فرمائی، جس کو دنیا ولی اللہ سمجھتی تھی اور سمجھتی ہے، آپ نے اٹھارہ برس کی عمر میں کالے بالوں کے ساتھ اس سے بیعت ہونے کی توفیق دی اور اتنا ساتھ رکھا کہ میرے بال سفید ہو گئے، ایسی ذات کے وسیلے سے اختر آپ سے دعا کرتا ہے کہ آپ ہماری دعا کو رد نہ فرمائیے۔ اب مولانا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم کے ناز اٹھا رہا ہوں، ابھی بھی وہ اسی جلال کے ساتھ ڈانٹ ڈپٹ رکھتے ہیں لیکن ہم بابا کی ڈانٹ کو نعمت سمجھتے ہیں، جو باپ کی ڈانٹ سے گھبراتا ہے وہ شیطان کے چکر میں آ جاتا ہے۔ شیخ مثلِ روحانی باپ کے ہے لہٰذا جب شیخ آتے ہیں تو آپ دیکھتے ہیں کہ کیسی گرجا گرجی ہوتی ہے کہ یہ یہاں کیوں رکھا ہے؟ یہاں جالا کیوں لگا ہوا ہے؟ کاغذ کا ٹکڑا سامنے کیوں پڑا ہوا ہے؟ دروازے پر اتنی گندگی کیوں ہے؟ ہم لوگ پہلے ہی سے ہوشیار ہو جاتے ہیں۔ جیسے تھانیدار کیسے رعب سے رہتا ہے لیکن جب ایس پی آتا ہے تو اس کی ساری ہوا اُکھڑ جاتی ہے۔

جو شیخ کی ڈانٹ کھاتا ہے وہ گوہر بن جاتا ہے

اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اختر نے اپنے شیخ شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی اتنی ڈانٹ کھائی لیکن ہمیشہ اس ڈانٹ کو رحمت سمجھا۔ حضرت ڈانٹتے تھے کہ فلاں کام یوں کیوں کر دیا، یہ لوٹا یہاں کیوں رکھ دیا، آج تم نے گندم پسایا اس میں جَو کیوں نہیں ملایا تو میں نے ایک دن عرض کیا کہ حضرت! یہ جو دور دور سے آپ کے پاس آتے ہیں اور سر جھکا کے مراقبہ میں بیٹھے رہتے ہیں، وہ دو دن رہ کے چلے جاتے ہیں، آپ ان کو بڑا پیار دیتے ہیں اور ہم رات دن رہتے ہیں، ڈانٹ ہی کھاتے رہتے ہیں تو یہ لوگ تو بڑے فائدے میں معلوم ہوتے ہیں کہ کبھی کبھی آ گئے، دو دن مراقبہ کرنا تو آسان ہے کہ سر جھکائے بیٹھے رہے تو حضرت نے فرمایا تھا کہ جو شیخ کی ڈانٹ کھاتا ہے وہ لعل ہو جاتا ہے۔

ایسی ایسی ڈانٹ کھائی ہے کہ کوئی اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا مگر میں نے اللہ کے لئے سب کچھ برداشت کیا۔ آج اسی کی برکت دیکھ رہا ہوں کہ کتنے ملکوں کے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں، کیا میں نے کوئی اشتہار دیا تھا؟ کسی کو میں نے بلایا تھا؟ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں۔ جس نے اللہ کے لئے اپنے بڑے کے، شیخ کے ناز اٹھائے تو اس کے ناز اٹھانے والے اللہ عطا فرماتا ہے، اس کو ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مشکوٰۃ شریف کی حدیث سے ثابت کیا کہ:

((مَا اَکْرَمَ شَابٌّ شَیْخًا مِّنْ اَجْلِ سِنِّہٖ اِلَّا قَیَّضَ اللہُ لَہٗ عِنْدَ سِنِّہٖ مَنْ یُّکْرِمُہٗ)) ۔ (مرقاۃ)

جس جوان نے اپنے بڑوں کی عزت کی، اللہ بھی اس کو ایسا رعب دے گا کہ لوگ اس کی عزت کریں گے۔

ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اس کو دو نعمتیں ملیں گی۔ ایک عمر بڑھ جائے گی اور دوسرے اس کو باادب چھوٹے ملیں گے اور جس نے اپنے بڑوں کی شان میں بے ادبی کی، اس کے چھوٹوں سے بھی اس کو بے ادبی ملے گی۔ جس نے اللہ والوں کی پیار کی نظر پائی تو مخلوق بھی اس کو پیار کرتی ہے، یہ تجربہ ہے، اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں، مالک کا احسان و فضل ہے کہ میرے چاہنے والے اللہ تعالیٰ نے سارے عالم میں پیدا فرمادیے۔ لیکن مخلوق میں پیارا بننے کے لئے اللہ والوں سے پیار مت کرو، اللہ والوں سے پیار اللہ کے لئے کرو۔

اور ایک خاص بات یہ ہے کہ اللہ کی عطا کو اپنے کسی عمل اور مجاہدہ کا ثمرہ نہ سمجھو کہ ہم نے بزرگوں کی اتنی خدمت کی، اس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ نعمت عطا فرمائی، یہ عین ناشکری ہے بلکہ یہ سمجھو کہ ان کے کرم کا سبب ان کا کرم ہے، ان کی رحمت کا سبب ان کی رحمت ہے، ان کی عطا کا سبب ان کی عطا ہے کیونکہ ہمارا کوئی عمل اس قابل نہیں کہ قبول ہو، بس قبولیت کے لئے گڑگڑاتے رہو۔

شیخ کی ڈانٹ مرید کی اصلاح کے لئے ہوتی ہے

حضرت والا نے فرمایا کہ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اگر شیخ ڈانٹ بھی دے تو یہ سمجھو کہ ہماری شان ہی کیا ہے؟ کوئی شان نہیں ہے، دوسرے یہ سمجھو کہ ہماری شان اس سے بگڑی نہیں اَور بن گئی۔ شیخ کی ڈانٹ سے عزت اَور بڑھ جاتی ہے اور فرمایا کہ متکبر اپنی شان سمجھتا ہے اور وہی شیخ کی ڈانٹ سے ناراض ہوجاتا ہے۔ فرمایا کہ ابھی کیا اپنی شان بنارہے ہو، جب تک قیامت کا فیصلہ نہ ہو یہی سمجھو اے اللہ! ہم کسی شان کے قابل نہیں اور میں ایک بہت تجربہ کی بات بتاتا ہوں جس پر شیخ کی ڈانٹ پڑتی ہے اس کا ڈینٹ نکل جاتا ہے اور جو شیخ ڈانٹنے کی بات پر نہ ڈانٹے وہ شیخ نہیں خائن ہے۔ جب موٹر میں ٹیڑھا پن آ گیا تو میکینک جو ہے وہ کچھ ٹیکنیک دکھائے گا اور ہتھوڑا مارے گا تا کہ موٹر کے ٹیڑھے پن کی سیٹنگ اور فٹنگ ہوجائے۔ جس طرح ہتھوڑے سے موٹر کا ڈینٹ نکلتا ہے اسی طرح شیخ کی ڈانٹ سے نفس کا ڈینٹ نکلتا ہے۔

حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کی ڈانٹ اور ایک خاص جملہ

میرے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے مجھے ہردوئی میں ایک بات پر ڈانٹا۔ بعد میں پھر بلایا اور فرمایا دیکھو شیخ کی مثال ایسی ہے جیسے مالی اور باغبان کوئی شاخ ٹیڑھی پسند نہیں کرتا، وہ ہر شاخ کو کاٹ کر سیدھا کرتا ہے تا کہ میرا باغ حسین و جمیل ہو۔ شیخ بھی یہی چاہتا ہے کہ اگرچہ میں نالائق ہوں لیکن میرا کوئی مرید نالائق نہ ہو۔ جب حضرت نے یہ فرمایا تو میں رونے لگا۔ فرمایا کہ شیخ یہ سوچتا ہے کہ مجھ سے اچھے میرے

مرید ہوجائیں، ان کی نوک پلک درست ہوجائے، جو انہیں دیکھے مست ہوجائے۔ پھر ایک جملہ فرمایا کہ تم بھی صاحبِ اولاد ہو یعنی تم سے بھی لوگ مرید ہیں، یہ معمولی جملہ نہیں ہے، تازیانۂ عبرت ہے۔ حضرت نے گویا ہم کو سخت تازیانہ لگادیا کہ خبردار میری ڈانٹ کا برا مت ماننا۔ اگر آج تم نے ہماری نہ سنی تو کل تمہاری کون سنے گا؟ اگر آج تو میری برداشت نہیں کرے گا تو کل تیری بھی کوئی برداشت نہیں کرے گا۔ حضرت والا کا تو ایک جملہ تھا لیکن اس میں یہ اشارہ تھا۔ یہ حضرات کبھی صغریٰ بولتے ہیں اور کبریٰ اور نتیجہ کو محذوف کردیتے ہیں۔ حضرت نے ایک جملہ استعمال کیا اور نتیجہ نہیں بیان فرمایا۔ مطلب یہ تھا کہ آج تم میری سنو تو کل لوگ تمہاری سنیں گے اور اگر تم نے میری نہ سنی تو لوگ بھی تمہاری نہیں سنیں گے۔

حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کی گلشن خانقاہ آمد پر حضرت والا کی کیفیتِ تواضع

ایسے ہی حضرت کے یہاں آتے ہی آپ ہم کو پہچان بھی نہیں سکتے کہ یہ وہی اختر ہے، اور پھر حضرت شاہ ہردوئی دامت برکاتہم کے سامنے منبر پر بھی نہیں بیٹھتا۔ منبر حضرت کو پیش کرتا ہوں کہ آپ بیان کیجئے یا آپ جس کو حکم دیں گے اسی کا بیان ہوگا۔ پچھلی مرتبہ حضرت ہردوئی کے ساتھ قاری امیر حسن صاحب تھے، جب تک میرے شیخ یہاں رہے انہی کا بیان ہوا۔

دردبھرا بیان عطا ہونے کو حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کی برکت سمجھنا

حضرت والا نے فرمایا کہ حضرت کی کرامت بتاتا ہوں، میرا بیان بالکل بے زبان تھا، میں پانچ منٹ بھی تقریر نہیں کرسکتا تھا۔ ۱۹۷۰ء کے قریب حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم نے ایک پرچہ دیا کہ جدہ میں علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے ایک شاگرد مولانا عبداللہ میمنی ہیں، ان کے گھر پہ تمہارا بیان ہوگا۔ میں یہ پڑھ کر گھبرا گیا، مگر جب بڑے حضرات بھیج رہے ہیں تو کچھ تو دعا کرکے بھیج رہے ہوں گے، اسی دن سے زبان کھل گئی۔ اس پر میرا شعر سنئے ؎

مری آتش بیانی بھی ترے آتش فشاں سے ہے
مرے کانٹوں پہ شانِ گل بھی تیرے گلستاں سے ہے

میں تو کانٹا تھا ؎

کاگا سے ہنس کیو اور کرت نہ لاگی بار
بھیکا معالی پہ واریاں دن میں سو سو بار

آپ نے کوے سے ہَنس کر دیا اور ایسا کرنے میں دیر بھی نہیں لگی۔ایک بزرگ بھیکا شاہ تھے، وہ اپنے شیخ شاہ ابوالمعالی رحمۃ اللہ علیہ کو کہتے ہیں کہ میں دن میں آپ پر سوسو بار قربان ہوجاؤں کیونکہ میں کوا تھا، آپ نے اللہ کا نام لینے پر لگا کر ہَنس چڑیا، موتی کھانے والا بنادیا۔حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب کا کٹ آؤٹ لگتے ہی اللہ تعالیٰ نے میری زبان کھول دی۔ یہ قرار صاحب اس کے گواہ ہیں کہ جب یہ میرے ہاں پہلے آتے تھے تو میں پانچ منٹ بھی تقریر نہیں کرسکتا تھا، اب تین تین گھنٹے الحمدللہ بیان ہوتا ہے۔

دارالعلوم دیوبند کے بڑے مفتی حضرت محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولانا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم جیسے بڑے بڑے علماء بیٹھے تھے اور حضرت ہردوئی نے مجھ سے فرمایا کہ آج تمہارا بیان ہوگا۔اللہ کی رحمت سے اب یہ حال ہے کہ پورے روئے زمین کے سارے علماء جمع ہوں تو دل پر ذرا بھی ہیبت نہیں ہوتی کہ کوئی غلطی ہوگئی تو یہ لوگ کیا کہیں گے۔ چنانچہ پچھلے برس ڈابھیل کے سالانہ جلسے میں میرا بیان ہوا، وہاں پر دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس شیخ الحدیث مولانا نصیراحمد خان صاحب مدظلہ بھی تشریف لائے ہوئے تھے، پہلے ان کا بیان ہوا۔ان کے بیان کے بعد میرے بیان کی کیا حیثیت تھی! لیکن اللہ تعالیٰ نے ان بزرگوں کی برکت سے ایسی کرامت دی کہ میں بیان کے لئے کھڑا ہوا اور بیان شروع کیا تو میرے بیان کے بعد مولانا نصیر صاحب نے کہا کہ ماشاءاللہ! مجھ کو بھی دعاؤں میں یاد رکھنا۔ یہ سب حضرت کی برکت سے ہے، میرا کوئی کمال نہیں ہے۔ بزرگوں کی دعاؤں سے میری زبان کھلی۔اللہ تعالیٰ نے میری زبان میں جو اثر رکھا ہے وہ اس شعر کا مصداق ہے ۔

خرد ہے محوِ حیرت اس زباں سے
بیاں کرتی ہے جو آہ و فغاں سے
لغت تعبیر کرتی ہے معانی
محبت دل کی کہتی ہے کہانی
کہاں پاؤ گے صدرا بازغہ میں
نہاں جو غم ہے دل کے حاشیہ میں

اللہ جسے چاہے اپنی محبت کا درد عطا کردے، یہ چیز قسمت سے ملتی ہے، مگر قسمت بھی اہل اللہ کی صحبت ہی سے بنتی ہے۔

حضرت والا نے فرمایا کہ جب میں ہردوئی گیا تو میرے شیخ نے مجھے منبر پر بٹھایا اور خود محراب میں بیٹھے، مجھ سے فرمایا کہ تقریر کرو اور اعلان فرمایا کہ آج اللہ تعالیٰ کے عشق و محبت کی تقریر ہوگی۔اس سے اندازہ لگاؤ کہ میرا شیخ میرے مزاج سے باخبر ہے کہ اختر عاشقانہ تقریر ہی کرے گا۔تقریر کے دوران جب میں نے تازہ شعر پڑھا ۔

مزہ دل میں پائے تو بس جھوم جائے
اور اس آستاں کی زمیں چوم جائے

آستاں سے مراد شیخ کی چوکھٹ ہے۔تو حضرت ہردوئی جو محراب میں نیچے تشریف فرما تھے، تو وہیں سے فرمایا۔

مگر جلدی نہ گھوم جائے

یعنی کراچی سے تم آئے ہو، ایسا نہ ہو کہ جلدی چلے جاؤ۔ دیکھئے! اس میں بھی محبت ہے کہ شیخ چاہتا ہے کہ کچھ دن قیام زیادہ رہے حالانکہ ہمارے حضرت شاعر نہیں ہیں مگر شعر کا وزن لگادیا۔

حضرت والا کی ہردوئی آمد پر حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کا اہتمام

حضرت والا نے فرمایا کہ جب میں ۱۹۷۶ء میں ہردوئی حاضر ہوا تو مولانا ابرارالحق صاحب نے کشمیر، لکھنؤ، کلکتہ، اڑیسہ ہر جگہ خط بھیجا۔حضرت ہر خط میں لکھتے تھے کہ پاکستان سے اختر آیا ہوا ہے لہٰذا آپ لوگ ہردوئی آجائیں، مجلسیں ہو رہی ہیں اور بہت فائدہ ہو رہا ہے۔حضرت ہردوئی نے بڑے بڑے لوگوں کو ہردوئی میں جمع کیا اور حضرت میری وجہ سے پچاس پچاس آدمیوں کو کھانا کھلاتے تھے۔حضرت نے اپنے استاد مفتی محمود صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی بلایا اور الٰہ آباد سے مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھی بلایا۔اتنے سارے علماء کی موجودگی میں حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ تمہارا بیان ہوگا۔ پہلے مفتی محمود صاحب کا بیان ہوگا، پھر مولانا محمد احمد صاحب کا ہوگا اور اس کے بعد تمہارا بیان ہوگا۔

جب میری باری آئی تو میں نے مولانا محمد احمد صاحب سے عرض کیا کہ حضرت! آپ آرام فرمائیں۔ مولانا نے فرمایا کہ نہیں میں آرام نہیں کروں گا، میں تو تمہارا بیان سنوں گا۔ پھر میں نے حضرت مفتی صاحب کے سامنے ہاتھ جوڑے کہ حضرت! آپ اتنے قابل، محدث اور مفتی ہیں، مجھے آپ کی موجودگی سے ڈر لگ رہا ہے، میں کیسے بیان کرسکوں گا؟ آپ تشریف لے جایئے، آرام فرمایئے۔حضرت مفتی محمود حسن صاحب نے کہا کہ اچھا! آپ مجھے اپنے بیان سے محروم کرنا چاہتے ہیں، میں ہرگز نہیں جاؤں گا، میں بھی آپ کا بیان سنوں گا۔سارے علماء موجود تھے، میں نے اللہ کا نام لے کر شروع کیا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے اس دن عجیب وغریب بیان کروادیا۔ جب میرا بیان ختم ہوا تو مولانا شاہ محمد احمد صاحب مجھ سے لپٹ گئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کسی کو دل دیتا ہے تو زبان نہیں ہوتی، کسی کو زبان دیتا ہے تو اس کے ساتھ دل نہیں ہوتا (جس کا نام لفاظی ہے) لیکن تم خدائے تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو دل بھی دیا اور زبان بھی دی، مبارک ہو! تم صاحبِ دل بھی ہو اور صاحبِ زبان بھی ہو، میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

حضرت والا نے فرمایا کہ ڈھاکہ کے ڈسٹرکٹ کھلنا کے دارالعلوم میں حضرت ہردوئی دامت برکاتہم کلکتہ سے تشریف لائے ہوئے تھے اور میں کراچی سے ڈھاکہ پہنچا تھا۔ دارالعلوم کھلنا میں تمام محدثین اور علماء کی موجودگی میں میرا بیان ہوا۔ جو علماء حضرت ہردوئی کے پاس بیٹھے تھے، حضرت نے ان سے فرمایا کہ اب میرے پاس نہیں بیٹھو، جاؤ! اختر کا بیان سنو، اب اختر تمہیں (اللہ کی محبت کی) بریانی کھلائے گا، حضرت نے میری تقریر کا نام بریانی رکھا۔

حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کا جملہ کہ کام سیکھنا ہو تو اختر سے سیکھو

ایک مرتبہ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میرے سر میں درد تھا، تمہارے بیان سے میرے سر کا درد دور ہوگیا۔ اسی طرح میرے شیخ شاہ ابرارالحق صاحب نے ایک دفعہ نواب قیصر صاحب کے گھر پر، جہاں میرے شیخ کا قیام ہوتا ہے، میری تقریر سن کر فرمایا: ''کل تمہاری تقریر نہایت اہم تھی، نہایت مفید تھی، نہایت ضروری تھی۔'' یہ القاب میرے شیخ نے میری تقریر سن کر دیے۔ (۲۰۔ اپریل ۱۹۹۹ء) اس تقریر میں نواب قیصر صاحب بھی تھے، میرے شیخ کے داماد حکیم کلیم اللہ صاحب بھی تھے، دارالعلوم کراچی کے شیخ الحدیث مولانا شمس الحق صاحب بھی تھے، اور بھی بڑے بڑے علماء تھے۔ حضرت ہردوئی نے اپنے خلفاء سے فرمایا کہ تم کیا کام کرتے ہو، کام سیکھنا ہے تو جاؤ مولانا حکیم اختر سے سیکھو۔

حضرت والا کا دریائے فیض تربینی ہے

حضرت والا نے فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے کہ اختر نے تین بزرگوں کی صحبت اٹھائی، تین سال تک روزانہ شام عصر سے رات گیارہ بجے تک حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا، پھر حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ سترہ سال دن رات رہا اور اب حضرت ہردوئی دامت برکاتہم کی صحبت کا حریص رہتا ہوں، بڑھاپے میں بھی ہردوئی جا کر چلہ لگانے کی اللہ نے توفیق عطا فرمائی۔ دریا کا ایک پاٹ ہوتا ہے لیکن جب یہ دریا دوسری جگہ آ کر دوسرے دریا سے ملتا ہے تو پاٹ اَور چوڑا ہو جاتا ہے جسے سنگم کہتے ہیں، پھر یہ دونوں دریا جب تیسرے دریا سے ملتے ہیں تو پاٹ مزید چوڑا ہو جاتا ہے جسے تربینی کہتے ہیں۔ برطانیہ میں مولانا ایوب سورتی صاحب میرے شیخ شاہ ابرارالحق صاحب کے خلیفہ ہیں، وہ جب میرے بیان کے بارے میں اعلان کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ سامعین! آپ لوگوں نے ایک دریا دیکھا ہوگا، دو دریا کا سنگم بھی دیکھا ہوگا، آج آپ لوگ تین دریا، تربینی کا وعظ سنیں گے۔ اختر کے دریا میں تین دریاؤں کا پانی ملا ہوگا اگرچہ امتیازی کیفیت نہ ہو۔ اللہ کا شکر ہے کہ میرا پاٹ بہت بڑا ہے، مگر اللہ تعالیٰ کے رحم و کرم پر ہے، اگر قبول کرلیں تو ان کا کرم ہے ورنہ ٹھاٹھ باٹ ساٹھ کچھ باقی نہیں رہتا۔

اختر سے اگر فیض نہ ہوتا تو اتنا مجمع کیوں آتا؟

میرے شیخ شاہ ابرارالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ اگر اختر سے امت کو کچھ نفع نہ ہوتا تو یہ اتنا بڑا مجمع کیوں آتا؟ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ جس کو اپنے کرم سے روحانیت عطا کرتا ہے تو مجمع روحانیہ بھی دینا جانتا ہے۔ جو اللہ کسی کو دردِ دل عطا کرتا ہے، وہ اللہ زبانِ ترجمانِ دردِ دل عطا کرنے پر بھی قادر ہے اور وہ ایسے کان دینے پر بھی قادر ہے جو اس کے دردِ دل کو محبت سے سنیں گے اور اپنے سینوں میں محفوظ رکھیں گے اور آگے اس کے نشر کے لئے باعثِ نشریاتِ دردِ دل ہوں گے۔

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت کا صدقہ

حضرت والا نے فرمایا کہ اپنے پیاروں کی خدمت اور ان کی محبت خدائے تعالیٰ ضائع نہیں فرماتے۔ حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب جو میرے شیخ ہیں، جدہ میں مجھ سے فرمایا کہ سارے عالم میں جو تجھے پوچھا جارہا ہے اور جو دین کا کام تجھ سے لیا جارہا ہے، یہ سب حضرت شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت کا صدقہ ہے۔ مولانا شاہ ابرارالحق صاحب کبھی کسی کی تعریف میں مبالغہ نہیں کرتے، اتنا ہی کہتے ہیں جتنا سمجھتے ہیں، سمجھ لو کہ حضرت ہردوئی کی تعریف پوری کتاب ہے، کسی کی تعریف میں حضرت کے بہت ہی نپے تلے الفاظ ہوتے ہیں۔

حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کی پاکستان آمد پر حضرت والا ہر شہر میں ساتھ رہے

جب میرے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم تشریف لاتے ہیں تو پھر میں یہ نیت کرلیتا ہوں کہ حضرت کراچی سے خیبر تک جہاں جہاں جائیں گے ہم بھی حضرت کے ساتھ رہیں گے، ان شاء اللہ۔ جس جس شہر میں میرے شیخ تشریف لے گئے میں بھی ساتھ رہا۔ کسی نے پوچھا کہ کہاں تک جاؤ گے؟ میں نے کہا جہاں تک میرے شیخ جائیں گے میں بھی جاؤں گا چاہے بارڈر تک جانا پڑے، اس سے آگے ہم ویزے کی وجہ سے مجبور ہوجائیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضلِ عظیم ہے۔

میں سوچتا ہوں کہ ویسے تو میری کوئی کمائی نہیں ہے مگر اللہ تعالیٰ کے پیاروں کے ساتھ رہنے کی اللہ نے مجھ کو خوب خوب توفیق بخشی ہے کہ الحمدللہ میں نے اللہ والوں کے ساتھ کبھی بے وفائی نہیں کی، اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے ہمیشہ ان پر جان و دل سے فدا رہا۔ یہاں تک کہ ایک دفعہ حضرت کو ایئرپورٹ سے شہر میں آنے کی اجازت نہیں ملی کیونکہ حضرت ہندوستانی ہیں تو پولیس والوں نے اجازت نہیں دی۔ ہم نے بڑے وسائل استعمال کئے

لیکن کامیاب نہیں ہوسکے، تو سب میرے شیخ کو چھوڑ کے چلے گئے اور میرے شیخ ایئرپورٹ سے قریب ایک ہوٹل میں ٹھہر گئے۔ تو میں نے کہا کہ ہم تو گھر نہیں جائیں گے کہ میرا شیخ ہندوستان سے آکر یہاں ایئرپورٹ پر بے وطن ہو اور میں اپنے بال بچوں میں رہوں، یہ غیرتِ محبت کے خلاف ہے چنانچہ میں نے بھی اپنا بستر وہیں لگا دیا۔ اب ہر پانچ منٹ بعد ہوائی جہاز کا شور ہوتا، میں نے حضرت ہردوئی سے عرض کیا کہ حضرت! جہازوں کے شور وغل سے مجھے نیند نہیں آرہی ہے۔ تو حضرت نے اپنا صندوقچہ کھولا اور مجھے روئی دی اور کہا کہ یہ روئی اپنے دونوں کانوں میں ٹھونس لو پھر دیکھو کیسی مزے دار نیند آتی ہے، بس میں نے کانوں میں روئی لگائی اور الحمدللہ سو گیا۔

فیض دروازے کے چھوٹا یا بڑا ہونے پر منحصر نہیں

حضرت والا نے فرمایا کہ میرے حاسدین سمجھتے تھے کہ مولانا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم کے تعلق سے بھی اختر کو کوئی عزت نہیں ملے گی کیونکہ حضرت ہردوئی کم عمر خلیفہ شمار ہوتے تھے، باقی سب سینئر خلیفہ تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے دکھا دیا کہ دروازہ کی پیمائش مت کرو، دینے والا اللہ ہے۔ ان لوگوں نے مولانا ابرارالحق صاحب کے دروازے کو دیکھا، یہ نہیں دیکھا کہ پیچھے دینے والا کون ہے؟ آج سارے خلفاء وعلماء حیران ہیں کہ شیخ زندہ ہے اور شیخ کی زندگی ہی میں بڑے بڑے علماء اختر سے رجوع ہو رہے ہیں۔ بتاؤ! جنوبی افریقہ کے مولانا عبدالحمید صاحب، مولانا یونس پٹیل صاحب اور بنگلہ دیش کے بڑے بڑے علماء مولانا ہدایت اللہ صاحب اور مولانا محمد علی چاند پوری صاحب جو بنگلہ دیش کے بڑے محدثین میں ہیں، وہ مجھ سے بیعت ہیں۔ پچاس پچاس برس سے بخاری شریف پڑھانے والے کتنے علماء میرے شیخ کی زندگی ہی میں اختر سے رجوع ہوئے ۔

آہ جائے گی نہ میری رائیگاں
آپ سے ہے فریاد اے میرے میاں

میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں لیکن شیخ ہی اصل کٹ آؤٹ ہے، سب حضرت ہی کے فیض کا صدقہ ہے۔ پاور ہاؤس سے ایک ہی رنگ کی بجلی چلی اور ہرے بلب میں وہ ہری ہوگئی اور لال بلب میں لال ہوگئی۔ چونکہ میرا بلب رنگین ہے، میرے مضامین میں عشق کا غلبہ ہے تو اللہ تعالیٰ کی عشق ومستی پاتے ہو لیکن سب شیخ ہی کا فیض ہے۔ پاور ہاؤس سے بجلی نہ آئے تو کیا یہ ہری بتیاں جلیں گی؟ زیرو بٹا زیرو ہو جائیں گی یا نہیں؟

مولانا ابرارالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسم بامسمیٰ تھے

حضرت والا نے فرمایا کہ خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اِنَّ الۡاَبۡرَارَ لَفِیۡ نَعِیۡمٍ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ:

اَلْاَبْرَارُ الَّذِیْنَ لَا یُؤْذُوْنَ الذَّرَّ وَلَا یَرْضَوْنَ الشَّرَّ ابرار وہ ہیں جو کسی گناہ سے خوش نہیں ہوتے اور جو چیونٹیوں کو بھی تکلیف نہیں دیتے، میرا مرشد ابرار بھی ایسا ہی ہے۔ میرے شیخ شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے ایک جگہ وضو کیا۔ پھر وہاں سے اٹھ کر دوسری جگہ چلے گئے، پھر تیسری جگہ چلے گئے، وہاں جا کر وضو مکمل کیا۔ کسی نے عرض کیا کہ حضرت! آج کیا ہوا کہ آپ نے جگہ بدل بدل کے وضو کیا؟ فرمایا جہاں وضو کرتا ہوں وہاں چیونٹیاں ہوتی ہیں، ان کی آپس میں رشتہ داری ہوتی ہے۔ اگر پانی کے دھارے سے یہ رشتہ داری ٹوٹ گئی، کوئی اِدھر بہہ گئی کوئی اُدھر تو میرا دل زخمی ہوتا ہے کہ یہ چیونٹیاں بھی اللہ کی مخلوق ہیں، میں انہیں تکلیف دینا نہیں چاہتا۔

حضرت شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم کو دیکھئے کہ چیونٹیوں کو بھی تکلیف نہیں دیتے، خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر میں میرے شیخ کا نام بھی آگیا، گویا اسم بامسمیٰ ہیں۔ میں نے دل میں کہا کہ جو اللہ والا چیونٹیوں کو بھی غم دینے کا روادار نہ ہو اور چیونٹیوں کا دل دُکھانا اور غمزدہ کرنا نہ چاہتا ہو وہ شیخ تم کو کیا اس لئے ڈانٹے گا کہ تم کو ذلیل کرے اور تمہارے دل کو دُکھائے؟ ارے اللہ کے لئے تمہیں ڈانٹتا ہے تاکہ تم اللہ والے بن جاؤ۔

اپنی خواہش پر حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کی خواہش کو ترجیح دینا

حضرت والا نے فرمایا کہ اگر کسی کی کیفیت انتہائی اونچی ہو لیکن شیخ کا فرمان ملتے ہی اس کو یہی سمجھنا چاہیے کہ ہم کچھ بھی نہیں ہیں۔ الحمد للہ! اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کی توفیق عطا فرمائی۔ خانقاہ کی دیوار پر جو بورڈ لگے ہیں وہ پہلے میری کتابوں کے تھے۔ ایک دفعہ حضرت ہردوئی دامت برکاتہم نے فرمایا کہ اپنی کتابوں کا بورڈ ہٹادو یا حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کا بھی بورڈ لگاؤ۔ میں نے دوسرا بورڈ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کا لگادیا۔ دوسری مرتبہ حضرت ہردوئی نے مجھ سے فرمایا کہ اب تمہاری کتابوں کا بورڈ زیادہ حسین ہے، حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کے بورڈ میں وہ حسن و جمال نہیں ہے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت! یہ دونوں ہی بورڈ ہٹائے دیتا ہوں، اس کے بجائے کچھ ناصحانہ اشعار لگادیتا ہوں۔ جب حضرت نے تیسری بار دیکھا تو فرمایا کہ اب یہ خانقاہ در و دیوار سے نصیحت کا اعلان کررہی ہے، حضرت نے خوشی کا اظہار کیا۔

شیخ کے دلی تکدر سے بچنے میں حضرت والا کا غایتِ اہتمام

احقر جامع عرض کرتا ہے کہ ایک واقعہ برادرم عزیزم فیروز میمن صاحب نے مجھے سنایا کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم کراچی ایئرپورٹ پر ہندوستان واپس روانہ ہونے کے لئے پہنچے۔ پہنچتے ہی اعلان ہوگیا کہ جہاز پرواز کے لئے تیار ہے تو حضرت ہردوئی کسی سے معانقہ کئے بغیر جلدی سے ایئرپورٹ کے اندر

تشریف لے گئے۔ ہمارے حضرت والا کو شیخ کے معانقہ کئے بغیر جانے کا شدید غم ہوا۔آپ نے خانقاہ گلشن آ کر حضرت ہردوئی کو معافی کا بڑا ہی رقت انگیز خط لکھا اور فیروز میاں سے (جو حضرت والا کے ان کاموں کو دیکھا کرتے تھے) فرمایا کہ یہ ایک خط رجسٹرڈ ڈاک سے فوراً ہردوئی بھیج دو، دوسرا خط اسی مضمون کا حضرت ہردوئی کے نواسے علیم الحق کو جو اس وقت نوجوان تھے اور حضرت ہردوئی کے ساتھ پاکستان آیا کرتے تھے، ان کے نام لکھا کہ ''تمہارے نانا جان اس طرح چلے گئے ہیں، مجھے ڈر لگ رہا ہے کہ کہیں ناراض تو نہیں ہیں، میں نے حضرت کو بھی خط لکھا ہے، تم حضرت سے معلوم کر کے جلد مجھے تسلی دو۔'' حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب کا ہردوئی سے فون آ گیا کہ کیا آپ قسم کھا سکتے ہیں میں آپ سے ناراض ہوں؟ اور فرمایا کہ چونکہ جہاز تیار تھا، وقت نہیں تھا، مولانا مظہر میاں نے جب کہا کہ جہاز بالکل تیار ہے، بس آپ ہی کا انتظار ہے تو اس وقت مجھے معانقہ مصافحہ سب بھول گیا۔

ایک مرتبہ ہردوئی (انڈیا) سے اطلاع ملی کہ حضرت ہردوئی کی طبیعت ناساز ہے تو خیریت معلوم کرنے کے لئے ایک خط بذریعہ فیکس روانہ فرمایا کیونکہ فیکس فوراً مل جاتا ہے۔ فیکس کا کاغذ میں (فیروز) فوٹو کاپی کرا لیتا تھا کیونکہ فیکس مشین سیدھے کاغذ کو قبول کرتی تھی، مڑے ہوئے کاغذ سے فیکس نہیں جاتا تھا، اس تمام عمل میں بار بار نظر خط کے مضمون پر پڑتی تھی تو حضرت سے عرض کیا ہوا تھا کہ اوپر کی چند سطور پر میری نظر پڑ جاتی ہے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ تجھے اجازت ہے، پورا خط پڑھ لیا کر۔ میں (فیروز) نے جب یہ خط پڑھا تو اوپر یہ شعر لکھا ہوا تھا۔

کاگا سے ہنس کیو اور کرت نہ لاگی بار

بھیکا معالی پہ واریاں دن میں سو سو بار

ابھی فیکس روانہ نہیں کیا تھا کہ حضرت والا کا فون آیا کہ فیکس روک دو۔ اور اس شعر کے پہلے مصرع پر لائن کھینچ کر لکھ دو کہ اختر ابھی ہنس بنا نہیں ہے، آپ کی برکت سے اللہ ہنس بنا دے۔ تھوڑی دیر بعد دوسرا فون آیا کہ تم خط واپس لے آؤ، میں اپنے ہاتھ سے خود لکھوں گا، اگر تم لکھو گے تو میری اور تمہاری لکھائی میں فرق سے میرے شیخ کو تکدر ہوگا۔

(قارئین کے استفادے کے لئے اگلے صفحے پر یہ خط شائع کیا جا رہا ہے۔ جامع)

حضرت والا کا خط بنام حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ

وسیلت یومی وغدی مخدومی ومرشدی جناب حضرتِ اقدس مولانا شاہ ہردوئی دامت برکاتہم وعمت فیوضہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مزاجِ اقدس!

بھیکا معالی پہ واریاں دن میں سو سو بار
کاگا سے ہنس[1] کیو اور کرت نہ لاگی بار
اللہ مرے شیخ کے رتبے کو بڑھادے
سرتاجِ زمانہ مرے حضرت کو بنادے

حق سبحانہ وتعالیٰ شانہٗ ہمارے حضرت والا کے درجات کو دونوں جہان میں متصاعداً ومتزائداً و متبارکاً ترقی عطا فرماتے رہیں۔ آمین اور اللہ تعالیٰ شانہٗ ہمارے حضرت مرشدنا کے فیوض و برکات کی ہم سب خدام پر مسلسل بارش فرماتے رہیں، آمین۔ بذریعہ فون احباب سے معلوم ہوا کہ حضرت والا کا مزاجِ مبارک کچھ ناساز ہے۔ دل وجان سے دعا کی سعادت حاصل کررہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے پیارے مرشد کو صحتِ کاملہ، عاجلہ، مستمرہ عطا فرمائیں، آمین۔ حضرتِ اقدس سے احقر فلاحِ دارین کی دعا کی درخواست عاجزانہ وفقیرانہ کرتا ہے۔

العارض حکیم محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

([1] اللہ تعالیٰ شانہٗ حضرت والا کی دُعاؤں کی برکت سے احقر کو ہنس بنادے۔ آمین۔)

خاتمۃ السوانح محی السنۃ حضرت
مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت محی السنۃ مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کے دوطرح کے خلفاء ہیں (۱) مجازینِ بیعت (۲) مجازینِ صحبت۔ مجازینِ بیعت کی تعداد ۱۰۳ ہے اور مجازینِ صحبت ۳۶ ہیں۔ مجازینِ بیعت ہندوستان میں ۶۰ پاکستان میں ۶، انگلینڈ میں ۱، امریکہ میں ۱، افریقہ میں ۳، سعودی عرب میں ۵، اور بنگلہ دیش میں ۲۷ ہیں۔ حضرت کے کل پانچ بھائی اور ایک بہن تھیں، حضرت کی دختر صاحبہ کا نکاح حضرت کے خلیفہ حضرت حکیم کلیم اللہ صاحب مدظلہ سے ہوا اور ان سے حضرت کے تین نواسے اور تین نواسیاں ہیں جن میں حضرت کے نواسے علیم الحق سلمہٗ مجازِ بیعت ہیں۔ حضرت ہردوئی کے اکلوتے صاحبزادے حافظ اشرف الحق ۲۸ سال کی عمر میں ۱۹۷۵ء میں رحلت فرما گئے تھے۔ آپ نہایت متقی، پرہیزگار اور ذہین تھے۔

مورخہ ۸ ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ مطابق ۱۷ مئی ۲۰۰۵ء بروز منگل، ہردوئی میں عصر نماز کی ادائیگی کے بعد مجلس میں حضرت کا انتظار ہونے لگا، اچانک اطلاع ملی کہ حضرت کی طبیعت علیل ہے، سب لوگ دعا کریں۔ ایک شاعر رفیق صاحب جو حضرت کے پاس پہلے سے حاضری دیتے تھے حضرت نے ان کو مجلس میں اشعار سنانے پر مامور فرمایا۔ معمولات سے فراغت کے بعد انہوں نے سنت کی اہمیت پر بیان بھی فرمایا۔ مغرب سے ذرا دیر پہلے یہ مجلس ختم ہوئی، لوگ نمازِ مغرب کی تیاری میں لگ گئے۔ بعد نمازِ مغرب اطلاع ملی کہ حضرت کی طبیعت زیادہ علیل ہے، سب لوگ یٰسین شریف پڑھیں اور دعا میں مصروف ہو جائیں۔ فوراً یٰسین شریف کا ختم کیا گیا، آخر میں حضرت کی صحت کے لئے دعا ہوئی مگر اب صحت مقدر نہ تھی، پیمانۂ حیات لبریز ہو چکا تھا۔ اس وقت خدام کی اضطرابی کیفیت ناقابلِ دید تھی۔ پھر معلوم ہوا کہ حضرت کو خون کی قے ہوئی ہے اور اب ناک سے بھی خون آرہا ہے، حالت تشویش ناک ہے غالباً دماغ کی کوئی نس پھٹ گئی ہے۔ خدام نے بساط بھر کوشش کی، فوری طور پر ڈاکٹر میسر ہو گیا، ڈاکٹر نے پوری کیفیت دیکھنے کے بعد لکھنؤ لے جانے کا مشورہ دیا۔

جب ہسپتال لے جانے کی خاطر حضرت کو ایمبولینس میں سوار کرنے کیلئے وہیل چیئر پر بٹھا کر لایا گیا تو اِدھر خون کا سلسلہ جاری تھا اور اُدھر لوگ حضرت کی زبان سے اللہ اللہ کی آواز سن رہے تھے۔ جونہی حضرت کو ایمبولینس میں

سوار کیا گیا اور ڈرائیور نے گاڑی اسٹارٹ کی تو زور سے ایک جھٹکا لگا، غالباً یہی اوقات حضرت کی زندگی کے آخری لمحات تھے، اسی وقت یہ آفتابِ عالمتاب ہمیشہ کیلئے غروب ہوگیا، تسلی کیلئے ہسپتال لے جایا گیا، ڈاکٹروں نے معائنہ کے بعد حضرت کے انتقال پر مہر تائید ثبت کردی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

انتقال پرملال کے فوراً بعد غسل کی تیاری شروع ہوگئی، بہت سے لوگوں نے غسل میں شریک ہونے کی سعادت کی کوشش کی مگر قدرت نے اس سعادت کیلئے پہلے ہی سے چند مخصوص افراد کا انتخاب کیا ہوا تھا، اس لئے باوجود بسیار کوشش کے دوسرے لوگ اس مبارک غسل میں شریک نہ ہوسکے، حضرت نے بہت پہلے ہی وصیت فرمادی تھی کہ ''میرے غسل میں وہی لوگ شریک ہوں جو زندگی میں میری خدمت کرتے ہیں''۔ فجر کے بعد نیازمندان جوق در جوق امنڈ پڑے، جنازہ اٹھائے جانے تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ موسم نہ صرف گرم بلکہ سخت گرم تھا، خیال تھا کہ شرکاء جنازہ کو تکلیف پیش آئے گی مگر جنازہ جوں ہی اٹھایا گیا موسم خوشگوار ہوگیا اور ہواؤں کے ٹھنڈے جھونکے محسوس کئے جانے لگے۔ قریبی راستہ پر نہ جاتے ہوئے مجمع کا رخ شارع عام کی طرف ہوگیا، انتہائی اعزاز واکرام کے ساتھ یہ کارواں عیدگاہ کی طرف رواں رہا۔ عقیدت مندوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر خراجِ عقیدت پیش کرتا ہوا وقار و سنجیدگی کے ساتھ تیزی سے آگے قدم بڑھا رہا تھا، ہر شخص پایۂ تخت کو چھونا اپنے لئے باعثِ فخر و سعادت تصور کررہا تھا۔ دل گردے کو تھامے ہوئے خدام بلک بلک کر رو رہے تھے مگر حدودِ شریعت سے ذرا تجاوز نہ تھا۔ شارع عام سے گذرتے ہوئے ایک طویل سفر طے ہوجانے کے بعد قافلہ بالآخر عیدگاہ پہنچا، یہاں ذمہ داران کی جانب سے کچھ ہدایات جاری ہوئیں، پھر نمازِ جنازہ پڑھی گئی، قاری امیر حسن صاحب مدظلہ نے امامت فرمائی اور بعد ازاں حضرت محی السنۃ کے جسد خاکی کو خطۂ صالحین میں سپرد خاک کیا گیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃ

❁ ❁

(از کلام حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ در مدح حضرت ہردوئی نوراللہ مرقدہ)

اولوالعزمی تری دیکھی برائی کو مٹانے میں
نہیں دیکھی ہے ہم نے ایسی جرأت اِس زمانے میں
اثر فرما کسی کا خوف تجھ پر ہو نہیں سکتا
مزاجِ شیرِ نر رُوباہ ہرگز ہو نہیں سکتا

بہ فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبت ہے

ازکلام حضرت والا نوراللہ مرقدہ

بہ فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبت ہے
بہ امید نصیحت دوستو اس کی اشاعت ہے
جسے حاصل کرم سے ان کے توفیقِ انابت ہے
یقیناً اس کو حاصل رشکِ صد اقلیم دولت ہے
کرم ہے ان کا جو حاصل تجھے حسنِ خطابت ہے
مگر رب کی مشیت پر ہی تاثیرِ ہدایت ہے
اگر حاصل کسی کو راہِ حق میں استقامت ہے
تو یہ اللہ کی جانب سے رحمت اور نصرت ہے
اگر خونِ تمنّا سے ہمارے دل میں حسرت ہے
مگر پوشیدہ اس میں ان کی قربت رشکِ جنت ہے
گناہوں کی تمنّا آہ ظالم کیسی فطرت ہے
کہ جس کی ابتداء تا انتہاء ظلمت ہی ظلمت ہے
ہمیشہ یاد رکھنا ان کو اختؔر دردِ نسبت ہے
نہیں ہے صاحبِ نسبت جو ظالم اہلِ غفلت ہے

❁ انابت: اللہ سے رجوع ہونا ❁ رشکِ صد اقلیم: سو سلطنت سے زیادہ قابلِ قدر ❁ مشیت: مرضی

پانچواں باب:

افاضۂ باطنی

(افاضۂ باطنی) یعنی امت کو روحانی فیض پہنچانے کی تفصیل

افاضۂ باطنی کا پہلا مرحلہ۔ اجازتِ بیعت

حضرت والا کو سلوک وتصوف کے سلسلے میں دو بزرگوں سے خلافت واجازت حاصل تھی۔

(۱)...... چاروں سلسلوں میں حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (خلیفہ سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ)

(۲)...... نقشبندیہ سلسلہ میں حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت سید بدر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (خلیفہ حضرت مولانا فضلِ رحمٰن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت والا فرماتے ہیں کہ احقر حضرت والا پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد (ربیب) تھا اور مشائخ کا اپنی اولاد کو خود خلافت دینے کے بجائے دوسرے معاصر بزرگوں سے خلافت دلانے کا دستور چلا آرہا ہے، اسی سنت پر حضرت نے بھی عمل فرمایا۔ ایک دن میں نے خواب دیکھا کہ حضرت مرشد پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم سے ارشاد فرمایا کہ آپ اختر کو اجازتِ بیعت دے دیں، اور ایک مرتبہ خواب دیکھا کہ میری پیشانی کے وسط میں حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ لکھا، اب تک یاد ہے کہ انگشتِ شہادت سے کس طرح اللہ لکھ رہے تھے۔ پھر ایک دن خواب دیکھا کہ احقر حج کے لئے بمبئی گیا اور بحری جہاز پر سوار ہوگیا، دل میں آرہا ہے کہ مجھے حمل ہے اور خوف ہورہا ہے کہ جہاز ہی میں وضع حمل کا قصہ نہ پیش ہو۔ بیدار ہونے پر حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کو خواب پیش کیا تو آپ نے جواب تحریر فرمایا کہ آپ کو نسبتِ متعدیہ کی بشارت ہے۔ احقر اختر عرض کرتا ہے کہ نسبت کی دو قسمیں ہیں۔ وہ تعلق مع اللہ جو دوسرے تک اپنا اثر نہ کرے اس کو نسبتِ لازمہ کہتے ہیں اور جو تعلق مع اللہ دوسروں پر بھی اثر انداز ہو اس کو نسبتِ متعدیہ کہتے ہیں۔ حق تعالیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی بشارت کو احقر کے حق میں قبول فرماویں۔ آمین۔

ان دونوں خوابوں کی تعبیر کا ظہور ایک عرصے بعد اس طرح ہوا کہ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے آخری وصیت فرمائی تھی کہ ہمارے متعلقین کو لکھ دو کہ حضرت مولانا ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم سے اصلاحی تعلق کر لیں۔ حضرتِ اقدس کے وصال کے بعد حسبِ وصیت احقر نے بھی تعلق اصلاحی حضرت مولانا شاہ ہردوئی مدظلہ العالی سے کرلیا۔ دو سال کے بعد حضرت ہردوئی کو حرمین شریفین کی حاضری کی سعادت حاصل ہوئی، احقر کو بھی طلب کیا لیکن میری حاضری نہ ہوسکی، ایک دن مکہ شریف سے احقر کے نام رجسٹری خط وصول ہوا جس کی نقل یہ ہے:

نقل والا نامہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مجازِ بیعت حضرتِ اقدس حکیم الامت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

امابعد! توکلاً علی اللہ تعالیٰ آپ کو بیعت وتلقین کی اجازت دیتا ہوں ،اگر کوئی طالبِ اصلاح آپ سے رجوع کرے تو انکار نہ کریں۔اللہ تعالیٰ آپ سے مخلوق کو استفادہ کی توفیق بخشیں اور اس کو قبول فرماویں۔

والسلام۔حررہ بقلم ابرار الحق عفا اللہ عنہ

یوم الجمعہ قبیل مغرب فی المسجد الحرام مابین باب السلام وبیت اللہ تعالیٰ مکرم مکہ شریف۔۱۸ محرم الحرام ۱۳۸۷ھ (مطابق ۱۹۶۷ء)

اس کو پڑھتے ہی احقر پر گریہ طاری ہوگیا اور حق تعالیٰ سے عرض کیا کہ اس ناکارہ پر بدون استحقاق یہ کرمِ عظیم ؎

مجھ پہ یہ لطفِ فراواں میں تو اس قابل نہ تھا

۱۳۹۰ھ میں احقر کو جب حاضری حرمین شریفین کی سعادت حاصل ہوئی تو مجھے اپنے اکابر حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم اور حضرت مولانا محمد احمد صاحب دامت برکاتہم کی بھی مکہ شریف میں زیارت ہوئی، دل اپنی قسمت پر باغ باغ ہوا۔طواف بیت اللہ کے وقت حق تعالیٰ کے اس انعام کے استحضار سے احقر کا قلب بہت رقیق ہوا اور بحالتِ گریہ ایک شعر ہوا جس میں اسقدر لطف محسوس ہوا کہ کبھی کبھی پورا طواف اسی شعر پر ہوا، وہ شعر یہ ہے ؎

کہاں یہ میری قسمت یہ طواف تیرے گھر کا

میں جاگتا ہوں یارب یا خواب دیکھتا ہوں

کعبہ شریف میں ایک شعر یہ بھی موزوں ہوا ؎

جو گرے ادھر زمیں پر مرے اشک کے ستارے

تو چمک اٹھا فلک پر مری بندگی کا تارا

محبت تیرا صدقہ ہے ثمر ہیں تیرے رازوں کے
جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

ازکلام حضرت والا نور اللہ مرقدہ

محبت تیرا صدقہ ہے ثمر ہیں تیرے رازوں کے
جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

زمیں پر ہیں مگر کیا رابطہ ہے عرشِ اعظم سے
نہیں آتے نظر لیکن پرِ پرواز آہوں کے

جدھر دیکھو فدا ہے عشقِ فانی حسنِ فانی پر
فدا اللہ پر ہیں قلب و جاں اللہ والوں کے

تجھے دھوکہ نہ دے فانی بتوں کی عارضی رنگت
کبھی دیکھو گے تم قبروں میں ابتر حال لاشوں کے

جو اہلِ دل کے جوتوں سے لگے ہیں خاک کے ذرّے
شرف حاصل ہے ان کو موتیوں پر تاج شاہوں کے

چمن میں جیسے ہوتی ہے عنادل کی پذیرائی
کہیں وہ مرتبے ہوتے ہیں صحراؤں میں زاغوں کے

وہ سب کے ساتھ رہ کر بھی خدا کے ساتھ رہتے ہیں
مگر کچھ اہلِ دل ہی آشنا ہیں ایسے رازوں کے

وہ کرگس جو کسی مردہ پہ ہوتا ہے فدا اخترؔ
وہ کیا جانے کہ کیا رتبے ہیں ان کے شاہبازوں کے

❀ عنادل: جمع عندلیب، بُلبل ❀ زاغوں: جمع زاغ، کوّا ❀ کرگس: گِدھ

سنو داستانِ مضطر ذرا دل پہ ہاتھ رکھ کر

عجم سے عرب تک حضرت والا کے نشرِ فیض کا آغاز کس طرح ہوا؟

(شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اہم خط ایک محبوب دوست اور پیر بھائی...... کے نام جس میں حضرت والا نے اپنے بعض حالاتِ خاصہ تحریر فرمائے تھے)

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

من الحبیب الی الحبیب

محبی ومحبوبی صدیقی ورفیقی قلبی وروحی وقرۃ عینی جناب حضرت......صاحب زید لطفہ وکرمہ ونورہ ورشدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

مزاجِ حبیب ؎

چوں زنم دم کاتش دل تیز شد
شیرِ ہجراں شفتہ وخوں ریز شد

(ترجمہ: میں اللہ پر کیسے صبر کرسکتا ہوں جبکہ میرے دل میں اللہ کی جدائی کی آگ لگی ہوئی ہے، میری جدائی کے غم کا جو دودھ تھا وہ اب خون بہا رہا ہے۔ روتے روتے آنسو خشک ہوگئے، اب تو آنکھوں سے خون بہہ رہا ہے۔)

فیا حبیبی فداک روحی ؎

پیش ما باشی کہ بخت ما بود ۔ جانِ ما از وصلِ تو صد جاں شود

(ترجمہ: اے میرے اللہ والے دوست! تم میرے سامنے رہا کرو تو میری خوش نصیبی ہوگی، تمہاری ملاقات سے میری جان سو جان ہوگئی، اللہ والی محبت کا خوشی سے یہ حال ہوتا ہے۔)

ابھی ابھی آپ کا والا نامہ پڑھ کر مسرور ہوکر آپ کی محبت میں مضطر و بے قرار ہوکر عریضہ لکھ رہا ہوں۔ آپ کو اس جانِ ناکارہ سے بڑی ہی محبت ہے اور آپ کا صرف یہی ایک خُلق کافی اور وافی طور پر آپ کی محبتِ خاصہ پر مُشعِر ہوتا رہتا ہے کہ اس ناکارہ کی ہر نعمت خواہ دینی ہو یا دنیوی، ظاہری ہو یا باطنی، آپ اس سے اس قدر مسرور ہوتے ہیں جیسے کہ خود آپ ہی کی جانِ پاک اس نعمت سے مشرف ہوئی ہو جزاکم اللہ تعالیٰ عنا احسن الجزاء۔ ایک جان دو قالب کا تعلق بھی راہِ سلوک میں مقام صدیقیت کی مخبری کرتا ہے بَارَکَ اللہُ تَعَالٰی فِیْ حُبِّکَ الَّذِیْ کَانَ فَائِزًا عَلَی الْمَرْتَبَۃِ الصِّدِّیْقِیَّۃِ (ترجمہ: اللہ تعالیٰ آپ کی اس محبت میں برکت عطا فرمائے جو مقام صدیقیت پر فائز ہے۔)

میری جانِ مضطر آپ کے لئے کس طرح دعا کرتی ہے اور کیا کیا مانگتی ہے ان شاء اللہ تعالیٰ مستقبل قریب میں آپ خود محسوس کریں گے، اور آپ کا والا نامہ بھی میری قبولیتِ دعا پر غمازی کررہا ہے۔ اَمَامَ الْکَعْبَةِ الْمُشَرَّفَةِ وَ الرَّوْضَةِ الْمُنَوَّرَةِ (ترجمہ: خانہ کعبہ کے سامنے اور روضہ مبارک کے سامنے) آپ کے لئے سب کچھ وہ مانگا ہے جو اپنے لئے مانگا اور امیدِ قبولیت رکھتا ہوں۔ اب سنئے! ایک شب تقریباً ایک بجے آنکھ کھلی۔ گھڑی دیکھ کر دوبارہ نفس کو سوجانے کی ہدایت کی لیکن نیند مجھ سے دور بھاگ رہی تھی ؎

نہ میں دیوانہ ہوں اصغرؔ نہ مجھ کو ذوقِ عریانی
کوئی کھینچے لئے جاتا ہے خود جیب و گریباں کو

دل میں یہ محسوس ہوا بیت اللہ چل! امید ہے کہ بلایا جارہا ہے اور میاں کچھ مخصوص نعمت عطا فرمائیں گے۔ رفقاء کو محوِ خواب چھوڑ کر آہستہ سے حرمِ مکرم حاضر ہوا اور طاہرات (وضوخانے) میں وضو کیا۔ دل تھا کہ طواف کے لئے مضطر تھا، بالآخر طواف سے مشرف ہوا۔ ملتزم پر خوب توفیقِ دعا ہوئی۔ اپنے لئے اور جملہ احباب اور تمام کائنات کے لئے مانگا۔ پھر دروازہ شریف کے سامنے کھڑا ہوا۔ ڈھائی بجے یا تین بجے رات کا وقت ہے اور گدا دروازۂ شاہ کے سامنے ہے۔ اخترؔ نے ہاتھ اٹھا کر مضطربانہ یہ شعر پڑھا ؎

گدا خود را ترا سلطاں چو دیدم
بدرگاہِ تو اے رحماں دویدم
بہ لطفِ آں کہ وقفِ عام کردی
جہاں را دعوتِ اسلام کردی
بحق آں کہ او جانِ جہان است
فدائے روضہ اش ہفت آسمان است
درونم را بعشقِ خویشتن سوز
بہ تیر دردِ خود جان و دلم دوز
دلم از نقشِ باطل پاک فرما
براہِ خود مرا چالاک فرما
اگر نالائقم قدرت تو داری
کہ خارِ عیب از جانم بر آری

وَاِنْ كَانَ لَا يَرْجُوْكَ اِلَّا مُحْسِنٌ
فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَدْعُوْ وَيَرْجُو الْمُجْرِمُ

(ترجمہ: بھکاری نے جب سلطانِ کرم کو دیکھ لیا تو وہ اس کی بارگاہ میں دوڑتا ہوا پہنچ گیا اور فریاد کی کہ اے اللہ! اس لطف و کرم کا آپ کو واسطہ جسے آپ نے بندوں پر عام فرمایا کہ ان کو اسلام کی دعوت دی، اور اے اللہ آپ کو اس ذاتِ عالی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واسطہ جو تمام جہانوں کی جان ہیں کہ جن کے روضۂ مبارک پر ساتوں آسمان فدا ہو رہے ہیں۔ میرے دل کو اپنے عشق و مستی میں جلا دیجئے اور اپنے دردِ محبت کے تیر سے میرے دل و جان کو سی دیجئے۔ اے اللہ! میرے دل کو باطل اور فانی بتوں کے اثر سے پاک فرما دیجئے اور اپنی راہِ محبت میں تیز گام کر دیجئے۔ اے اللہ! اگرچہ میں نالائق ہوں مگر آپ ایسی قدرت والے اللہ ہیں کہ میری جان و دل میں جو گناہوں کے کانٹے جڑوں تک پیوست ہو چکے ہیں ان کو بھی آپ کی قدرت نکال باہر کرنے پر قادر ہے۔ (یہاں تک کے فارسی اشعار قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی مناجات کے ہیں۔ جامع) اے اللہ! اگر محسن اور نیکوکار ہی تجھ سے امید رکھ سکتے ہیں تو کون ہے وہ ذاتِ پاک کہ جسے مجرمین اور گنہگار پکاریں؟)

یہ شعر دروازۂ بیت اللہ پر پڑھا اور ایک آہ نکلی، امید کہ عرش تک پہنچی اور آغوشِ رحمت میں پیار کی گئی۔ پھر دیر تک دعا کی توفیق ہوئی۔ پھر اضطرار کے ساتھ یہ بھی عرض کیا کہ آپ کے اس شہرِ مبارک میں میرا پردادا پیر آرام فرما ہے، ان کے صدقہ میں نیز حضرتِ اقدس پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی نسبتِ غلامی و خدمت کے صدقہ میں اور حضرتِ اقدس ہردوئی کے صدقہ میں اپنے اس شہر کے کچھ شاہزادوں کو اس بھنگی کے ہاتھ پر بیعت ہوجانے کے لئے متوجہ فرما دیجئے اور اس بھنگی کو ان شاہزادوں کی چاکری و خدمت کا شرف عطا فرما دیجئے اور اختر کے لئے اس کو صدقۂ جاریہ فرما دیجئے اور ان کی جانوں کو اپنی محبت کے درد کی حلاوت عطا فرما دیجئے اور اپنے حرمِ پاک میں ان کو ذکّار (تیرا بہت ذکر کرنے والا)، شکّار (بہت شکر کرنے والا)، اوّاہًا (تیری طرف بہت متوجہ ہونے والا) منیبًا (بہت رجوع کرنے والا) بنا دیجئے الیٰ غیر ذلک یعنی اسی اجمال سے قیاس فرما لیا جاوے۔

دل میں قبولیت کی امید کا آفتاب طلوع ہوتا رہا اور اختر رات گذر جانے کے بعد دن کو منتظر رہا کہ آج ہی کچھ لوگ آئیں گے۔ بعد ظہر احقر کی معروضات (مجلس) کا سلسلہ ہوا۔ عصر بعد دس افراد جن میں چار عالم جو شہرِ مکہ مبارکہ میں درس و تدریس میں مشغول ہیں اور ایک حافظِ قرآن بیعت ہوئے اور باقی عوام مسلمین سے تھے مگر سب مقیم مکہ مبارکہ تھے۔ تین دن کے بعد پانچ پھر کچھ ہی دن بعد اُنیس احبابِ مقیمین بیعت ہوئے۔

بروز جمعہ احباب میں اعلان ہو گیا کہ فلاں جگہ حرمِ پاک میں سب جمع ہوں یہ ناکارہ کچھ عرض کرے گا۔

جمعہ بعد تا اذانِ عصر عجیب دردناک مضامین میاں نے اپنی رحمت سے بیان کرائے جو قابلِ صد شکر ہیں، ان شاء اللہ تعالیٰ عندالمشافہ وملاقات عرض کروں گا۔ حق تعالیٰ کی محبت اور بیت اللہ شریف کی تجلیاتِ خاصہ پر عجیب وغریب مضامین گویا کہ سامعین اور مقــرر کو حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام بیت اللہ شریف کا طواف کرتے ہوئے نظر آرہے تھے وھٰکذا سیدنا اسمٰعیل ذبیح اللہ علیہ السلام اور سید المرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع اصحابِ کثیــرہ مطاف میں طواف کرتے ہوئے گویا نظر آرہے تھے، یہ ناکارہ اور سامعین سبھی اَشکبار تھے اور کلیجے منہ کو آرہے تھے۔ اسی شب اختر نے کعبہ مکرمہ کی طرف نظر کر کے عرض کیا کہ اے اللہ! چالیس کی تعداد پوری فرما دیجئے، اُنتالیس ہو چکے ہیں۔ بروز جمعہ مغرب کے بعد یہ دعا کی، عشاء کے بعد ہی چار حفاظِ قرآن حرم شریف میں بیعــت ہوئے، بالآخر کل تعداد ۵۳ ہوگئی، ۴ عالم حفاظِ قرآن باقی عوام مسلمین۔

حضرت قاری امیر حسن صاحب بھی اس وقت موجود تھے، خوش ہو کر کہا کہ شیخ العجم تھے ہی اب حق تعالیٰ نے تجھے شیخ العرب بھی بنا دیا۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے آپ کے قلمِ مبارک سے بھی پتے میں یہی لفظ لکھا دیا جس کو یہ ناکارہ بدون استحقاق اپنے لئے نیک فالی اور آپ کی دعا سمجھتا ہے۔ جب حضرت مولانا محمد احمد صاحب مدظلہ العالی نے احبــاب کے رجوع کی تعداد احقر سے سنی تو بہت خوش ہوئے اور وجد آ گیا، سینہ سے لگا کر فرمایا کہ ابھی کیا دیکھتے ہو، پھر ہاتھ اٹھا کر چاروں طرف دائرہ کی طرح گھمایا اور فرمایا کہ یہ حق تعالیٰ نے بے اختیــار کرا دیا، ان شاء اللہ تعالیٰ ایسا ہی ہوگا۔ اس ناکارہ نے حرمِ پاک میں حضرت مولانا محمد احمد صاحب مدظلہ کو اپنا ایک شعر سنایا، حضرت کو وجد آیا، اَشکبار ہوئے اور سینہ سے لگایا۔ شعر یہ ہے ؎

مبارک تجھے اے میری آہِ مضطر
کہ منزل کو نزدیک تر لا رہی ہے

حضرت حافظ صاحب مدظلہ بھی مسرور ہوئے۔ وَلَا تُخۡزِنِیۡ یَوۡمَ یُبۡعَثُوۡنَ۔ الاٰیۃ آج آپ کی تمنّا حافظ صاحب مدظلہ کے خط میں پڑھ کر کہ ۳۰ کی خبر ملی ہے خدا کرے کہ ۴۰ کی تعداد ہو جائے آپ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ ؎

می دہد یزداں مرادِ متقین

میرے دل وجان اور ہر بُنِ مو اِن الطــافِ الٰہیہ سے کس قدر ممنون ہیں، بس میری زبان اور میری لغت قاصر ہے، حق تعالیٰ اپنی رحمت سے قبول فرمائیں، آمین۔ یہاں حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ صاحب مدظلہٗ سے جب عرض کیا رونے لگے اور کھڑے ہو کر سینہ سے لگایا اور اسی طرح بابا جان مدظلہٗ اور حضرت حافظ صاحب مدظلہٗ نے مبارکبادیاں پیش کیں۔ یار عبدالوحید خاں بھی بہت متاثر ہیں اور اس ناکارہ کی معروضات ارواحِ سامعین کو مضطر اور ان کی آنکھوں کو اَشکبار کرتی ہیں

خواہ اکابر ہوں یا معاصر یا اصاغر (سنّاً)۔ اس سال اَمام الکعبۃ المشرفۃ حق تعالیٰ شانہ سے کلام موثر عطا ہونے کی بھیک بھی مانگی ہے جس کی قبولیت کے آثار شروع ہوگئے ہیں، تَقَبَّلَ اللهُ تَعَالٰى بِفَضْلِهٖ وَاحْفَظْنَا مِنَ الْعُجْبِ وَالرِّيَاءِ وَالْكِبْرِ وَالشِّرْكِ وَالْكُفْرِ وَعَنْ كُلِّ الْمَعَاصِيْ وَيَرْضٰى مِنَّا رِضَاءً دَائِمًا حَيْثُ لَا يَتَبَدَّلُ مِنَ الْغَضَبِ وَالسَّخَطِ، اٰمين۔ حضرتِ اقدس ہردوئی دامت برکاتہم کے الطاف اس ناکارہ پر اس قدر ہیں کہ بیان سے قاصر ہوں، ارشاد ہوا جدہ میں تیرا بیان ہوگا۔ پھر مدینہ منورہ میں ارشاد فرمایا کہ یہاں مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہر روز کچھ عرض کر دیا کر۔ یہ سب حضرتِ اقدس کا حسنِ ظن ہے ورنہ یہ ناکارہ کیا ہے محض لاشے۔ اگر حضرت مولانا محمد احمد صاحب مدفیوضہم سے ملاقات ہوگی تو مزید آپ کو ان حالات کا علم ان کی زبانِ مبارک سے بہت ہی مسرور کرے گا۔ احباب کے احقر کی طرف رجوع کو فرمایا کہ یہ سب میرا ہی کام ہو رہا ہے اور خوب مسرور ہوئے تھے نیز حضرتِ اقدس ہردوئی کی خدمت میں جب عرض کیا کہ حضرت پوتے مبارک ہوں تو بہت ہی مسرور ہوئے اور کیا کیا دعائیں دیں اور کرتے رہتے ہیں، انہی کی جانِ پاک جانتی ہے۔ ہم تو یہ سب کچھ اسی کی قبولیت کے آثار سمجھتے ہیں ورنہ یہ ناکارہ بالکل ہی بے ہنر کسی کام کا نہیں۔ اس بے ہنر کو اہلِ ہنر ہی خریدتے ہیں۔ فقط والسلام

محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہٗ

ترجمۃ المصنف میں حضرت والا فرماتے ہیں کہ اس کے بعد ہی حضرت مولانا محمد احمد صاحب کا جو خط ہندوستان سے آیا اس پر احقر کو اپنے قلمِ مبارک سے شاہ تحریر فرمایا۔ یہ سب میرے مرشد حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی دعاؤں اور حضرتِ اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم کی جمعہ کے دن بیت اللہ شریف میں اس خاص دعا کی قبولیت کا ظہور ہے جو اجازت نامہ میں مذکور ہے ؂

میں تو نام و نشاں مٹا بیٹھا
میرا شہرہ اڑا دیا کس نے

بعض بندوں کو حق تعالیٰ شروع ہی سے اسمِ ظاہر کا مظہر بناتے ہیں اور بعض کو عرصہ تک اسمِ باطن کا مظہر بنا کر مخفی رکھتے ہیں پھر اچانک جب اس عبدِ بے نام و نشان کو اسمِ ظاہر کا مظہر بناتے ہیں، خلق مبتلائے حیرت ہوتی ہے کیونکہ دو اسماءِ متضادہ کا ظہور ایک ہی شخص پر دیکھتی ہے لیکن اگر ذرا فکر سے کام لیں تو اس میں کوئی تناقض اور استبعاد نہیں۔ حق تعالیٰ کی قدرت اور اس کے الطاف بے پایاں ہیں، جس وقت جس پر چاہیں جو فضل فرما دیں۔ یہ سب انعامات اکابر کی دعاؤں کا صدقہ ہیں ورنہ اختر کچھ بھی نہیں ؂

خاک ہیں خاک ہیں خاک ہیں ہم

ہے کراچی میں بھی ایک تھانہ بھون

مرکزِ اہلِ دل اہلِ علم اہلِ فن مرجع اصفیاء محورِ حسنِ ظن
جس میں تشریف فرما ہیں شاہِ سخن
ہے کراچی میں بھی ایک تھانہ بھون

وجہ تزئینِ گلشن وہ جانِ چمن نازِ گُل فخرِ گُل رشکِ سرو و سمن
آبروئے تکلم وہ شیریں دہن
ہے کراچی میں بھی ایک تھانہ بھون

باعثِ روشنی اہلِ دیں کے لئے وجہ تسکینِ دل سالکیں کے لئے
ظلمتِ شب میں اِک روشنی کی کرن
ہے کراچی میں بھی ایک تھانہ بھون

رہبرِ اولیاء غوث و قطبِ زماں مرجعِ اہلِ دل معرفت کی دُکاں
دردِ عشقِ حقیقی کا زرّیں مشن
ہے کراچی میں بھی ایک تھانہ بھون

عشق کا ساز ہے، جذبِ پنہاں کی لَے منہ کو لگتی نہیں اس کے دنیا کی مے
جس نے پی لی ہے تیری شرابِ کہن
ہے کراچی میں بھی ایک تھانہ بھون

فہم کی چاندنی صحبتوں کا دِیا علم کی روشنی عشق کا راستہ
اتباعِ شریعت میں دیوانہ پن
ہے کراچی میں بھی ایک تھانہ بھون

شاذ و نادر ہی دنیا میں ہیں راہبر　　جس کے ہوں مقتدی اہلِ علم اس قدر

ماہرِ فن کے ہیں قدرداں اہلِ فن

ہے کراچی میں بھی ایک تھانہ بھون

یہ کہ عشقِ حقیقی کی ہے درسگاہ　　اس میں سکھلائی جاتی ہے پُر درد آہ

اس کو کہتے ہیں روحانیت کا چمن

ہے کراچی میں بھی ایک تھانہ بھون

ان نگاہوں کا صدقہ ہے مسرور ہوں　　اور کہنے پہ یہ بات مجبور ہوں

اب بھی زندہ ہے حضرت مجدد[1] کا فن

ہے کراچی میں بھی ایک تھانہ بھون

شاہِ امداد[2] سی رحم کی شان ہے　　حضرتِ پھولپوری[3] کا فیضان ہے

حضرتِ تھانوی[4] کا مہکتا چمن

ہے کراچی میں بھی ایک تھانہ بھون

جب بھی آؤں کراچی تو بے ساختہ　　یاد آتی ہے تھانہ بھون کی فضا

حضرتِ شاہ ابرار[5] کا ہے سخن

ہے کراچی میں بھی ایک تھانہ بھون

جن کو ادراکِ حسنِ شریعت نہیں　　جو یہ کہتے ہیں زندہ طریقت نہیں

اے اثرؔ دے جواب اُن کو دنداں شکن

ہے کراچی میں بھی ایک تھانہ بھون

❁ ❁

۱، ۲، ۳، ۴، ۵۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین　　کلام از حضرت مولانا شاہین اقبال اثرؔ صاحب مدظلہ

خانقاہ گلشنِ اقبال کی شہرت پر اشعار

نگاہ رشکِ قمر سے ملانے آئے ہیں
ہم اپنے دل کا جہاں جگمگانے آئے ہیں
یہ جان کر کہ ہے گلشن میں اک دیوانہ گر
متاعِ ہوش و خرد ہم لٹانے آئے ہیں
وہ جس نے خالقِ دل کو دیا ہے دل اپنا
اُس اہلِ دل سے دل اپنا ملانے آئے ہیں
مٹا کے ہم کو گماں تک نہ ہو مٹانے کا
ہم اپنے نفس کو ایسا مٹانے آئے ہیں
بفیضِ شیخ جو ہیں عشقِ حق میں ہم مدہوش
تو ہوش جا کے کہیں اب ٹھکانے آئے ہیں
تائبؔ

❁ ❁ ❁

آپ نے مژدۂ بہار دیا
قرض گلشن پہ تھا اتار دیا
لوگ صحراؤں سے گلشن پہنچے
کب کسی نے تھا اشتہار دیا
در پہ اس کے پڑے رہو تائبؔ
جس نے تم کو شعورِ دار دیا

❁ ❁ ❁

جنت میں پہنچ کر ہی آئے گا یقیں ہم کو
گلشن میں بھی اُترا تھا ٹکڑا کوئی جنت سے
تائبؔ

یہ تیری خانقاہ ہے جس کو طاقِ معرفت کہئے
یقیناً تربیت گاہِ مذاقِ معرفت کہئے
یہ تیری خانقاہِ پاک نورِ حق کا مینارہ
حقیقت جس میں روشن ہے، تجلی جس میں آوارہ

(رمزیؔ اٹاوی)

افاضۂ باطنی کا دوسرا مرحلہ: خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشنِ اقبال کا قیام

حضرت والا نے فرمایا کہ جن لوگوں نے بھی اللہ والوں کی جوتیاں اٹھائیں اللہ اپنے مقبول بندوں کی صحبت کو رائیگاں نہیں ہونے دیتا۔

داغِ دل چمکے گا بن کر آفتاب
لاکھ اس پر خاک ڈالی جائے گی

اللہ تعالیٰ کی رحمت کا کھلا ہوا کرشمہ اس خانقاہ (گلشنِ اقبال) میں دیکھو۔ میں ناظم آباد میں رہتا تھا اور وہیں اجتماع ہوتا تھا۔ مجلس کی جگہ میں مشکل سے چالیس آدمی آتے تھے، جگہ اتنی تنگ ہوگئی کہ میں لوگوں کو باہر بٹھانے لگا، پھر لوگ فٹ پاتھ پر نیم کے نیچے بیٹھ کر مجلس سنتے تھے۔ میں بالکل خالی الذہن اور بے فکر تھا، مجھے بالکل پتا نہیں تھا کہ میرا شیخ میرا گھر بکوائے گا۔ میں ناظم آباد میں پانچ سو مربع گز کی زمین میں تھا اور میرے پاس اپنی موٹر بھی تھی، اللہ تعالیٰ نے شروع ہی سے عزت عطا فرمائی تھی۔ میں نے شیخ سے درخواست نہیں کی کہ میں کوئی خانقاہ بنانا چاہتا ہوں، لیکن اللہ تعالیٰ سے مانگتا تھا کہ کوئی ایسی جگہ عطا فرما جہاں اللہ کے عاشقین کا مجمع ہو، ان کے سر چھپانے، کھانے، رہنے کے لئے کوئی خطۂ زمین مانگتا تھا۔ میری آہ پہلے آسمان پر گئی ہے، پھر ثانوی درجے میں شیخ کے پاس گئی ہے۔

خانقاہ کے قیام کے لئے حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کا والا نامہ

میرے شیخ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے خود مجھے خط لکھا، خانقاہ کی بنیاد کے سلسلے میں جب شیخ کا پہلا خط آیا تو اسے پڑھ کر میں حیران رہ گیا، لکھا تھا:

''آپ کے قیام کے سلسلے میں مناسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ کراچی میں کوئی جگہ تجویز کی جائے کہ مدرسہ، مسجد، مہمان خانہ اور وہاں آپ کے قیام کی صورت نکل سکے۔ اس کے لئے دعا کرتا ہوں اور کام میں تحمل کی رعایت اہم ہے۔ اَحَبُّ الْاَعْمَالِ اِلَى اللهِ اَدْوَمُهَا کے موافق معاملہ کیجئے۔'' (حضرت والا نے خط پڑھ کر سنایا)۔

بفرزون کی بجائے گلشنِ اقبال میں خانقاہ کا بننا

میں نے زمین کے لئے فوراً درخواست کے ڈی اے میں دی اور پندرہ بیس دن میں زمین مل گئی۔ زمین تو مل گئی مگر الاٹمنٹ کا مشکل کام کیسے ہوا؟ مولانا شاہ ابرارالحق صاحب کے خلیفہ صوفی غلام سرور صاحب کے سگے بھائی، جو کے ڈی اے کے ڈائریکٹر جنرل کے فٹ بال کھیلنے میں ساتھی تھے، انہوں نے ڈائریکٹر کو فون کیا، ڈائریکٹر نے ہنگامی طور پر گورنر باڈی کی میٹنگ طلب کی اور فوراً زمین منظور کروائی، الحمدللہ! پندرہ دن میں الاٹمنٹ بھی مل گئی۔ حضرت ہردوئی کا یہ جملہ لکھنا ''میں دعا کرتا ہوں'' اس کی برکت سے مجھے یہ زمین چند دنوں میں مل گئی ورنہ کتنی میٹنگ، گورنمنٹ کے اداروں کے کتنے چکر لگانے پڑتے ہیں مگر حضرت کی کرامت سے ایک مہینے میں، ۱۹۷۷ء میں ۶۰۰ گز کا یہ زمین کا ٹکڑا گلشنِ اقبال بلاک نمبر ۲ مل گیا۔ اب سنئے! میں نے درخواست میں کہا تھا کہ مجھے بفرزون میں زمین دیجئے، میں شہر سے دور جنگل کی طرف جانا چاہتا ہوں۔ کے ڈی اے ڈائریکٹر جنرل یہ سن کر ہنسا اور کہا اب وہ زمانہ گیا جب لوگ جنگل کی طرف جاتے تھے، آپ یہ زمین گلشنِ اقبال میں لیجیے۔

حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کی دعا کہ ان شاء اللہ وسائل کا انتظام ہو جائے گا

جب زمین کا قبضہ مل گیا تو میں نے حضرت ہردوئی دامت برکاتہم کو لکھا کہ حضرت! مجھے زمین مل گئی۔ حضرت نے جواب میں لکھا: ''خانقاہ اور مدرسہ کی زمین پر قبضہ ملنے کی خبر سے مسرت ہے۔'' پھر میں نے لکھا کہ اگر دو برس میں اس پر تعمیرات شروع نہیں کروائی تو کے ڈی اے یہ زمین واپس لے لے گی۔ یہ اس لئے لکھا کہ تعمیر کے لئے اس وقت میرے پاس وسائل نہیں تھے۔ اس بے وسیلی اور بے سروسامانی میں میرے شیخ کا جواب سنئے، پھر شیخ کو پہچانئے کہ شیخ کا کیا مقام ہے۔ حضرت ہردوئی دامت برکاتہم نے جواب دیا: ''تعمیرِ ضروری جس کے لئے دو برس کی مدت ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ! اس کا انتظام ہو جائے گا، اطمینان رکھئے۔'' یہ لکھنا کوئی معمولی بات ہے؟ اگر دو برس میں انتظام نہ ہوتا تو کیا ہوتا؟ ان اللہ والوں کو کچھ نظر آتا ہے، یہ کسی قلب کے درسے دیکھ کر پھر لکھتے ہیں۔

(احقر جامع عرض کرتا ہے کہ ۱۹۷۸ء میں تعمیراتی کام کا آغاز ہوا اور گھر اور خانقاہ کی ضروری تعمیر مکمل ہونے پر ۱۹۸۰ء کے آغاز میں حضرت والا مع اہلِ خانہ کے ناظم آباد سے گلشنِ اقبال منتقل ہوئے۔ ابتدا میں خانقاہ میں

قرآن پاک کی تعلیم کے لئے ایک چھوٹا سا مکتب جاری فرمایا تھا جس میں بچے قرآن پاک حفظ و ناظرہ کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ حضرت والا نے ۱۹۸۰ء کے اواخر میں خانقاہ اور اپنے گھر سے متصل ۷۰۰ گز کا ایک اور پلاٹ مسجد کے لئے خریدا جس پر مسجدِ اشرف کا سنگِ بنیاد ۱۹۸۳ء میں حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ نے رکھا۔)

جو اللہ مکان دے سکتا ہے وہ مکین کو بھی پال سکتا ہے

پھر میں نے حضرت ہردوئی دامت برکاتہم کو لکھا کہ میرا دواخانہ اور کتب خانہ ۱۹۶۰ء سے (بیس برس سے) ناظم آباد میں چل رہا تھا، اب یہاں گلشن میں معلوم نہیں چلے گا یا نہیں؟ میرا دل گھبرا رہا ہے۔ اس پر حضرت نے لکھا: ''تعجب ہے کہ خانقاہ کے کاموں کے چلانے اور جمانے کی فکر کو اپنے اوپر مسلط کر رکھا ہے۔ اس کو چھوڑ دیئے، جس نے انتظام مکان کا کیا ہے وہی مکین کا بھی کرے گا۔''

حضرت والا نے شیخ کی منشاء کے مطابق مسجد کو سنگِ مرمر کا بنوایا

اس وقت سیدھی سادی مسجد بنانے کے لئے بھی پیسے نہیں تھے اور مسجد کی زمین خالی پڑی تھی۔ کے ڈی اے سے جب یہ آرڈر آ گیا کہ اگر چھ مہینے تک آپ نے مسجد نہ بنائی تو ہم یہ زمین واپس لے لیں گے اور آپ نے جتنا پیسہ جمع کرایا ہے وہ آپ کو واپس کر دیں گے تو مجبوراً اس ارادہ سے کہ اس وقت تو یہاں ٹین کا چھپر وغیرہ ڈال کر کچھ عمارت بنوا دیتے ہیں مگر دل میں پکا ارادہ تھا کہ بعد میں اس مسجد میں میں چھت تک سنگِ مرمر لگواؤں گا کیونکہ میرے شیخ مولانا شاہ ابرارالحق صاحب کو پینٹ کی بو بہت ناگوار لگتی ہے، یہاں اس کو خوشبو سمجھا جاتا ہے مگر حضرت سمجھتے ہیں کہ یہ بدبو میں شامل ہے لہٰذا میں اپنے شیخ کے دل کو مکدر نہیں کر سکتا، میں یہاں سنگِ مرمر لگواؤں گا، اس وقت کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ مسجد واقعی سنگِ مرمر سے بنے گی کیونکہ بظاہر کوئی وسائل نہیں تھے۔

عوام کی یہ غلط فہمی کہ حضرت والا کا تعلق بادشاہوں سے تھا

حضرت والا نے فرمایا کہ جب مسجد چھت تک سنگِ مرمر کی بن گئی تو لوگ یہ سمجھے کہ کسی بادشاہ نے بنوائی ہے۔ یہ عجیب غلط فہمی لوگوں کو ہو گئی ہے کہ حکیم اختر کا تعلق کسی بادشاہ یا عرب شیخ یا شہزادے سے ہے، جبھی تو ایسی عالیشان مسجد تعمیر کی ہے اور کبھی چندے کی اپیل بھی نہیں کرتا۔ اس بات کی وضاحت کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ میرے مدرسہ میں دس بارہ ملکوں کے بچے پڑھتے ہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے قبول فرمائیں۔ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ بعض لوگوں نے آپس میں گفتگو کی کہ اس مولانا کا تعلق کویت کے بادشاہ سے ہے، لیبیا کے بادشاہ سے ہے،

مراکش کے بادشاہ سے ہے، الجزائر کے بادشاہ سے ہے، تیونس کے بادشاہ سے ہے، اسی لئے تو کبھی چندہ نہیں مانگتا۔ یہ غلط خیال دل سے نکال دو، میں سلطانوں کے سلطان سے تعلق رکھتا ہوں۔ بادشاہوں کو جو سلطنت کی بھیک دیتا ہے، اختر اس سے مانگتا ہے۔ وہ اللہ ہمارے دوستوں ہی کے دل میں ڈال دیتا ہے۔ کسی سرمایہ دار، کارخانے دار سے میری جان پہچان نہیں ہے۔ آتے ہوں تو ہمیں پتا نہیں، لیکن میں اپیل اس لئے نہیں کرتا کہ اگر درد بھرے دل سے اللہ کی محبت کا مضمون بیان کرنے کے بعد میں کہہ دوں لاؤ بھئی! چندہ۔ تو آہ! وہ بندہ جو مانگے چندہ، ہو جاتا ہے گندہ۔ اللہ تعالیٰ کی محبت کے اتنے عالیشان مضمون کے بعد پیسے کی بات کر دینے سے اس کے دردِ دل کی قیمت گر جاتی ہے۔ وہ آدمی سمجھ جاتا ہے جو اکبر الٰہ آبادی نے کہا تھا کہ ؎

ہر پسِ تقریر آخر چندہ ایست

ہر تقریر کے آخر میں چندہ کی بات آئے گی۔ اس لئے ہمارے بزرگوں نے ہمیں نصیحت کی ہے کہ جب وعظ بیان کرو تو ضرورتِ شدیدہ بھی ہو تو بھی چندہ کی بات مت کرو کیونکہ یہ بھی وعظ کا ایک قسم کا معاوضہ ہو جاتا ہے، اگرچہ اپنے لئے نہ ہو۔

مبارک ہیں وہ لوگ جو خود دین کی خدمت کے لئے آگے بڑھتے ہیں

حضرت والا نے فرمایا کہ الحمد للہ! فرانس کے جزیرہ ری یونین کا سفر ہوا، ساؤتھ افریقہ کا سفر بھی ہوا، بڑے بڑے سیٹھوں کی مسجدوں میں بیان ہوا لیکن میں نے کہیں اپنے مدرسے کا نام بھی نہیں لیا کہ وعظ کے آخر میں کہہ دوں کہ لوگو! میرا مدرسہ بھی ہے۔ آہ! الحمد للہ! اللہ تعالیٰ نے ہمارے بزرگوں کی دعاؤں کے صدقہ میں توفیق دی۔ میں نے کہا جس اللہ کے لئے اللہ کی محبت کا درد پیش کر رہا ہوں تو کیا، اللہ تعالیٰ ہمارا مدرسہ چلانے کے لئے کافی نہیں ہے؟ وہ ہمارے انہی دوستوں کے دلوں میں توفیق ڈالے گا، وہ خود پوچھیں گے کہ میرے لائق کوئی خدمت ہو تو بتائیے۔ جو شخص علماء کے مانگنے کا انتظار کرتا ہے کہ جب مولوی مانگے گا تب دوں گا اس کا درجہ آخرت میں نہ جانے کیا ہوگا، میں کچھ نہیں کہتا۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو اہلِ مدارس، خادمِ مدارس اور خدامِ دین سے پوچھتے ہیں کہ میرے لائق خدمت ہو تو آپ بتائیے۔ علماء کا اکرام امت پر فرض ہے، یہ مولوی نائبِ رسول ہیں۔

ایک عرب شیخ کی پیشکش اور حضرت والا کا استغناء

چونکہ بعض لوگوں کو غلط فہمیاں ہیں اس لئے میں نے اس غلط فہمی کا ازالہ کر دیا کہ میرا کسی بادشاہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہمارے اس ادارہ کے لئے کوئی بادشاہ چندہ نہیں بھیجتا اور نہ ہمارا کسی بادشاہ سے کوئی رابطہ ہے، میرا تعلق غریبوں سے ہے، البتہ ایک مرتبہ بادشاہ نے مجھے پیشکش کی تھی، جب یہاں کچھ نہیں تھا، خالی پلاٹ تھا

جس میں پانی کھڑا تھا اور اس میں مچھلیاں بھری ہوئی تھیں۔ اس وقت میرے ایک دوست (نواب قیصر صاحب رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا کہ ایک عرب شیخ میرا پڑوسی ہے، میں اس سے مسجد کے لئے بات کرلوں؟ میں نے اجازت دے دی۔ اگلے دن انہوں نے اطلاع دی کہ مبارک ہو، وہ شیخ سات (۷) لاکھ روپے دینے کے لئے تیار ہو گیا ہے لیکن کہتا ہے کہ میرے آفس میں پیر صاحب کو آنا پڑے گا اور دستخط کر کے روپیہ لے جانا پڑے گا۔

میں نے کہا کہ یہ مجھ سے نہیں ہوسکتا، میں اپنے بزرگوں کے طریقے کو نہیں چھوڑ سکتا، اگر میں نے خود جا کر یہ رقم وصول کرلی تو خانقاہ تو بن جائے گی، مگر خانقاہ کی روح نکل جائے گی اور اس کی تاریخ میں یہ بات لکھی جائے گی کہ اس خانقاہ کا بانی ایک بادشاہ کے دروازے پر گیا تھا، آپ ان سے کہیں کہ وہ رقم آپ کو دے دیں اور آپ مجھے پہنچا دیں۔ یہ فقیر بادشاہوں کے دروازہ پر جا کر بِئْسَ الْفَقِیْرُ نہیں بننا چاہتا کیونکہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ وہ فقیر برا ہے جو امیروں کے دروازے پر جائے اور وہ امیر اچھا ہے جو فقیروں کے دروازے پر جائے بِئْسَ الْفَقِیْرُ عَلٰی بَابِ الْاَمِیْرِ وَنِعْمَ الْاَمِیْرُ عَلٰی بَابِ الْفَقِیْرِ وہ امیر بہتر ہے جو فقیروں اور اللہ والوں کے دروازے پر جائے۔

تو نے دیکھی نہیں وہ صورتِ شاہانہ ابھی

یہاں فقیر سے مراد بھک منگے نہیں ہیں ؎

شاہ صاحب جو سمجھتا ہے تو بھک منگوں کو
تو نے دیکھی نہیں وہ صورتِ شاہانہ ابھی

آج کل شاہ صاحب اس کو کہتے ہیں جو بھیک مانگتا ہو۔ خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اے دنیا والو! تم نے شاہ صاحب کہاں دیکھے ہیں؟ تم نے تو بھیک مانگنے والوں کو شاہ صاحب سمجھ لیا، ابھی اللہ والوں کو تم نے کہاں دیکھا؟ بمبئی کے ایک سیٹھ نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک لاکھ روپے پیش کئے لیکن حضرت نے فرمایا کہ چونکہ آپ سے میری جان پہچان نہیں ہے، پہلی ملاقات ہے اور میں بغیر جان پہچان کے پیسہ نہیں لیا کرتا، چنانچہ حضرت نے ساری رقم واپس کردی۔ اس ادا پر رمزی اٹاوی شاعر نے کہا تھا ؎

نہ لالچ دے سکیں ہرگز تجھے سِکوں کی جھنکاریں
ترے دستِ توکل میں تھیں استغناء کی تلواریں
جلالِ قیصری بخشا جمالِ خانقاہی کو
سِکھائے فقر کے آداب تو نے بادشاہی کو

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا استغناء

یہ ہیں ہمارے آباء واجداد! ایک شخص نے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو دنیاوی لالچ دیا کہ حضرت! اگر آپ فلاں ریاست میں تشریف لے چلیں تو نواب صاحب بہت بڑی رقم آپ کو ہدیہ پیش کریں گے۔ حضرت نے فرمایا کہ مجھے دنیا کا لالچ مت دو، میں ایسے شخص کے خاندان سے تعلق رکھتا ہوں جس نے اللہ کے راستہ میں سلطنتِ بلخ قربان کی تھی اور سلطنت چھوڑ کر فقیری اختیار کی تھی۔ حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سلطان ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان سے تھے، فاروقی خاندان سے تھے۔

تعمیرِ فقیری تعمیرِ شاہی سے افضل ہے

حضرت والا نے فرمایا کہ نواب قیصر صاحب یہ بات سن کر بہت متاثر ہوئے اور کہا کہ اگر میں کسی اور کو اشارہ کردوں تو ایک کیا دس آدمی میرے پیچھے چلنے کے لئے تیار ہوجائیں گے اور وہاں جا کے رقم وصول کرلیں گے لیکن آپ نے انکار فرمادیا، اس کی کیا وجہ ہے؟ میں نے ان کو جواب دیا کہ اختر نے حضرت شیخ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی جوتیاں اٹھائی ہیں، یہ انہیں کا کمال ہے، ان کی نگاہ کا اثر ہے ورنہ میں بھی جاسکتا ہوں، مجھے بھی رقم کی ضرورت ہے۔ پھر میں نے یہ بات اپنے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم کو لکھی کہ حضرت! نواب صاحب نے مجھے ایسی پیشکش کی تھی اور میں نے یہ جواب دیا ہے۔ حضرت ہردوئی دامت برکاتہم نے جواب میں لکھا: ''مبارک ہو! تعمیرِ فقیری تعمیرِ شاہی سے افضل ہے۔'' چنانچہ الحمدللہ! کسی چیز کی کمی نہیں ہوئی، سب لوگ حیرت میں تھے، خود ہمیں بھی حیرت تھی کہ سب کچھ کیسے ہوگیا۔

مسجد کی تعمیر کا آغاز چھپر ڈالنے سے ہوا

اب سنو! مسجد سنگِ مرمر کی کیسے بنی؟ جب چھپر ڈالنے کے کام کی ابتداء ہوئی تو ایک صاحب جو مجھ سے اصلاحی تعلق رکھتے تھے، ان کے والد صاحب کلرک تھے، انہوں نے کچھ پیسہ اس نیت سے جمع کررکھا تھا کہ کسی بھی مسجد کی تعمیر میں لگاؤں گا۔ ایک دن جب ہم مسجد کا چھپر ڈلوا رہے تھے تو وہ صاحب بھی وہاں موجود تھے، انہوں نے پوچھا کہ حضرت! یہ کیا بنوا رہے ہیں؟ میں نے کہا کہ مسجد بنوا رہا ہوں۔ انہوں نے تنہائی میں کہا کہ حضرت! میرے والد صاحب نے پچیس ہزار روپے کی رقم اپنی کمائی میں سے جوڑ جوڑ کر جمع کی ہے اور وہ چاہتے تھے کہ کسی معتمد ادارہ میں مسجد کی تعمیر میں یہ رقم لگاؤں اور اس سے بڑھ کر اور کیا خوش قسمتی ہوگی کہ یہ رقم آپ کی مسجد کی تعمیر میں لگے۔ تو مسجد کی تعمیر کی ابتداء اس پچیس ہزار روپے کی رقم سے ہوئی۔

ایک نامعلوم خاتون کے ذریعہ حق تعالیٰ کی غیبی امداد

پھر ایک مرتبہ ایک عورت میری گھر والی کے پاس ایک لفافے میں کچھ رقم لائی، اس وقت ہندوستان سے میرے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم بھی آئے ہوئے تھے۔ حضرت کی خدمت میں مصروفیت کی وجہ سے وہ لفافہ میں نے اپنے تکئے کے نیچے رکھ لیا، یہ سمجھ کر کہ تھوڑی سی رقم ہوگی۔ پھر جب رات کو مولانا شاہ ابرار الحق صاحب تشریف لے گئے اس وقت میں نے لفافہ کھول کر دیکھا تو جو میں سمجھ رہا تھا کہ چار پانچ ہزار روپیہ ہوگا لیکن اس میں ایک لاکھ روپیہ تھا۔ اس طرح جمع ہوتے ہوتے اس مسجد کی تعمیر میں گیارہ لاکھ روپیہ لگا۔

ایک مال دار آدمی کو حضرت والا کا جواب

احقر جامع عرض کرتا ہے کہ ایک مرتبہ ایک دولت مند آدمی جو فوج میں بڑا افسر تھا، مسجد کی تعمیر دیکھنے آیا تا کہ اس مد میں کچھ چندہ دے، حضرت والا کے ساتھ مسجد کا جائزہ لینے کے دوران اس کے منہ سے یہ جملہ نکلا کہ چھت تک سنگِ مرمر لگانے کی کیا ضرورت تھی؟ اتنا سننا تھا کہ حضرت والا نے اسے جھڑکتے ہوئے فرمایا: کیا میں نے آپ سے کوئی مشورہ مانگا ہے؟ اس کے بعد نماز پڑھ کر حضرت والا اس سے ملے بغیر گھر تشریف لے گئے۔ وہ نماز کے بعد حضرت والا کو چیک کاٹ کر دینے کا منتظر بیٹھا رہا۔ پھر اس نے احقر سے پوچھا کہ حضرت اب کب باہر تشریف لائیں گے؟ میں نے بتایا کہ اب حضرت کے آرام کا وقت ہے، اور حضرت عصر کی نماز کے لئے تشریف لائیں گے۔ کہنے لگا پھر میں کتنی رقم کا چیک کاٹ دوں؟ میں نے کہا کہ آپ نے جو بات کہی تھی، اب حضرت آپ کی رقم قبول ہی نہیں کریں گے۔

ایک شخص کا کمالِ اخلاص کہ چندہ دیا اور کہا ''رسید روزِ قیامت دیجئے گا''

حضرت والا نے فرمایا کہ اب میں آپ کو بتاتا ہوں کہ گلشن میں جب یہ پانچ منزلہ عمارت ہمارے مدرسہ کی بن رہی تھی تو اس کا تخمینہ پندرہ لاکھ روپے تھا، تو ایک صاحب نے گیارہ لاکھ روپیہ دیا اور کہا میرا نام نہ آئے، میں نے کہا رسید؟ اس نے کہا کہ بس قیامت کے دن رسید چاہیے، ہمیں یہ چار انچی تین انچی کی رسید نہیں چاہیے، ہمیں میدانِ محشر میں رسید چاہیے۔ اس کی اس بات سے میرا دل دہل گیا، اللہ تعالیٰ اس کا مال قبول فرمائے لیکن آج تک اس کا نام کوئی نہیں جانتا، میرے قریب سے قریب کے دوست بھی نہیں جانتے، حتیٰ کہ میر صاحب بھی نہیں جانتے جو رات دن خانقاہ میں رہتے ہیں کیونکہ جو لوگ چاہتے ہیں کہ ان کا نام ظاہر نہ ہو تو میرے لئے جائز نہیں کہ میں ان کا نام ظاہر کر دوں، اس کو کہتے ہیں اخلاص۔

حضرت والا نے ایک مال دار عورت کا چندہ ٹھکرا دیا جو نام چاہتی تھی

برعکس اس کے میرے ایک مجاز خلیفہ آئے اور کہا کہ میرے ایک دوست لکھ پتی ہیں، ان کے عزیزوں میں کسی کا انتقال ہوگیا ہے، ان کی بہو جن کا کاروبار دبئی میں ہے، وہ اپنے سسر کے ایصالِ ثواب کے لئے پندرہ لاکھ روپے کہیں لگانا چاہتی ہے، لیکن اس کی ایک شرط ہے کہ میرے سسر کا نام سنگِ مرمر کی تختی پر لکھ دیا جائے۔ میں نے کہا کہ میں ہرگز ایسا نہیں کرسکتا کیونکہ میں نے مرکزی دروازے کے سامنے ایک پتھر پر لکھ کر لگا دیا ہے:

''مسجدِ اشرف بیادگار حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ''

اب ہم یہاں سب کے باپوں کا نام لکھ دیں تو کتنے پتھر جمع ہو جائیں گے؟ اور پھر اگر تمہیں اللہ کے یہاں اجر چاہیے تو تم نام کیوں چاہتے ہو؟ اس دوست سے میں نے کہا کہ اس عورت سے یہ پوچھنا کہ اگر یہ تختی نہیں لگے گی تو کیا اس کا ثواب نہیں پہنچے گا؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ جو تم تختی لگانے کے لئے کہہ رہے ہو اس میں ریا شامل ہے، تم دکھاوا کرنا چاہتے ہو، اگر میں نے ریا کی یہ رقم قبول کر لی تو خطرہ ہے کہ میرا یہ سارا ادارہ ہی نامقبول ہو جائے۔ اس خاتون نے کہا کہ پھر ہم پیسہ نہیں دیں گے۔ میں نے کہا نہیں دو۔ اللہ تعالیٰ کے دین کی عظمت کو قائم رکھنے کے لئے، اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ان کے پندرہ لاکھ سے صرفِ نظر کیا۔ اس خاتون نے پھر ایک پیسہ نہیں دیا حالانکہ ۱۵ لاکھ کا وعدہ کیا تھا اگر میں اس کے شوہر کے والد کا نام لکھ دیتا کہ تعمیر کردہ فلاں صاحب، فلاں حاجی صاحب نے بنوایا لیکن اس نام کے نہ لکھوانے سے میرا پندرہ لاکھ کا بظاہر نقصان ہوا لیکن میرے اللہ نے ایسی جگہ سے عطا فرمایا جس نے اپنے نام و نشان کو مٹا کر پیسہ دیا، اللہ تعالیٰ کی رضا ان شاء اللہ تعالیٰ اس کو ملے گی۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے بزرگوں کی نسبت کی لاج رکھنے کی توفیق دی، پندرہ لاکھ چھوڑا اور چالیس لاکھ میں یہ ساری تعمیر ہوئی۔ الحمدللہ! ایک پیسے کا مقروض نہیں ہوں۔ کسی کو خبر بھی نہیں ہوئی کہ کس نے دیا۔

ایک حاسد کا قصہ جو خانقاہ کی اینٹ سے اینٹ بجانے کی دھمکی دیتا تھا

حضرت والا نے فرمایا کہ ایک حاسد نے مجھے کہا تھا کہ تمہاری خانقاہ کو چلنے نہیں دوں گا۔ ایک بڑے مفتی صاحب نے بھی مجھ سے فرمایا کہ تمہارا فلاں دشمن خانقاہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دے گا، مفتی صاحب مخلص تھے، میری ہمدردی میں بتا رہے تھے۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا نام ''حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ'' پڑھا۔ اس وقت یہاں پر کچھ بھی نہیں بنا تھا۔ ہمارے رب نے اینٹ سے اینٹ بجانے والے کے عمل کو نامراد کر کے اینٹ پر اینٹ چڑھا کر پانچ منزلہ عمارت بنوا دی۔ اگر مخلوق کا بس چلے تو کوئی بھی زندہ نہ رہے، مگر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم بعضوں کا فساد

بعضوں سے توڑ دیتے ہیں۔

فرانس کے ایک رئیس شیخ کی ۴۵ لاکھ چندہ دینے کے لئے قلبی بے چینی

احقر جامع عشرت جمیل میر عرض کرتا ہے کہ خانقاہ کی تعمیر مکمل ہونے کے بعد حضرت والا نے جب مدرسہ کی عمارت بنوانی شروع کی تو مدرسہ بنتے بنتے پانچ منزلہ بنانے کا ارادہ ہو گیا اور اخراجات کا تخمینہ پینتالیس لاکھ کا ہو گیا۔ یہ پینتالیس لاکھ کس طرح ادا ہوا؟ خود حضرت والا ہی کے بتانے پر پتا چلا، حضرت والا نے فرمایا کہ میں صرف اللہ سے دعا کرتا تھا، کوئی چندہ تو ہوتا نہیں تھا۔ ری یونین (فرانس) میں نقشبندیہ سلسلہ کے ایک خلیفہ تھے، وہ نہ تو اردو بولنا جانتے تھے نہ سمجھ سکتے تھے۔ ایک بار ان کے سیکریٹری کا گلشن خانقاہ میں فون آیا۔

سیکریٹری نے حضرت والا سے کہا: ''میرے شیخ نے آپ کو فون کرنے کے لئے کہا ہے، ان کے دل میں ڈیڑھ مہینہ سے شدید تقاضا ہو رہا ہے کہ وہ آپ کے مدرسے میں کچھ رقم دینا چاہتے ہیں۔ آپ کے مدرسے میں رقم دینے کے سلسلے میں ری یونین میں آپ کے فلاں مرید سے ایک مہینہ قبل کہا بھی تھا مگر پتا نہیں وہ بھول گئے یا کیا ہوا۔ ان کو یاد دلایا مگر دوبارہ ان کی طرف سے کوئی جواب نہیں آیا لہٰذا اب شیخ نے مجھ سے فون کرایا ہے۔''

حضرت والا نے انہی رئیس شیخ کی ذرا سی بات پر گرفت فرمائی

اس وقت بھی حضرت والا کا استغناء دیکھئے۔ حضرت والا نے فرمایا: ''وہ رئیس صاحب خود کہاں ہیں؟''

سیکریٹری: ''حضرت! وہ تو گھر پر ہیں۔''

حضرت والا نے فرمایا: ''انہوں نے خود فون کیوں نہیں کیا؟''

سیکریٹری: ''حضرت! وہ اردو نہیں جانتے۔''

حضرت والا: ''اگر اردو نہیں جانتے تو فون پر تو ان کو موجود ہونا چاہیے۔ ان سے کہنا کہ خود مجھ سے رابطہ کریں۔''

حضرت والا نے ان سے یہ بھی نہیں پوچھا کہ کتنی رقم دینا چاہتے ہیں۔ اگلے دن ان شیخ صاحب کا خود فون آ گیا، وہ ماشاء اللہ صاحبِ نسبت بزرگ ہیں، بہت اللہ والے آدمی ہیں۔ فون پر وہ رئیس (بذریعہ سیکریٹری) حضرت والا سے کہنے لگے:

رئیس شیخ: ''میرے دل میں تقاضا اتنا شدید ہے کہ دل میں گھبراہٹ کی صورت ہے، میں آپ کو کتنی رقم بھجواؤں۔''

حضرت والا: ''جتنی آپ بھجوانا چاہیں، بھجوا دیجئے۔''

رئیس شیخ: ''حضرت! آپ بتائیں کتنے کی ضرورت ہے؟''

حضرت والا: ''وہ تو رقم بہت بڑی ہے، آپ جتنی رقم دے سکتے ہیں دے دیجئے۔''

رئیس شیخ: ''حضرت! براہِ مہربانی فرمادیں کہ کتنی رقم ہے؟''

حضرت والا: ''پینتالیس لاکھ۔''

رئیس شیخ: ''حضرت! یہ سب میرے ذمہ ہے۔''

اس ایک آدمی نے بغیر کسی چندہ کے پوری رقم ادا کردی۔ حضرت والا نے فرمایا کہ میں نے کسی سے کچھ اظہار نہیں کیا تھا، بس دو دو رکعت نفل پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے مانگتا رہتا تھا۔

نہ لالچ دے سکیں ہرگز تجھے سِکوں کی جھنکاریں
ترے دستِ توکل میں تھیں استغناء کی تلواریں

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی پاکستان ہجرت اللہ کا خصوصی فضل تھا

احقر جامع عرض کرتا ہے کہ الحمدللہ آج یہ خانقاہ پورے عالم کا مرکز ہے جہاں متوسلین و طالبین خصوصاً بڑے بڑے اہلِ علم سعودی عرب، جنوبی افریقہ، امریکہ، برطانیہ، فرانس، جرمنی، برما، بنگلہ دیش، ہندوستان، افغانستان، ایران، کینیڈا، عرب امارات وغیرہ سے اور پاکستان کے مختلف شہروں سے اصلاح وتزکیہ کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔ یہی وہ خانقاہ ہے جہاں ایک چھوٹے سے حجرہ میں حضرت والا کا قیام تھا اور اسی چھوٹے سے حجرے سے سارے عالم میں دین نشر ہوگیا۔ حضرت والا فرماتے تھے کہ:

> ''آخری عمر میں حضرت شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کا پاکستان ہجرت کرنا مجھ پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل تھا۔ اگر حضرت پھولپوری ہجرت نہ فرماتے اور ہندوستان میں انتقال فرماتے تو حاسدین وہاں مجھے دین کا کام نہ کرنے دیتے۔ یہاں کراچی کے بین الاقوامی شہر میں قیام سے سارے عالم سے رابطہ ہوگیا اور دین کی اشاعت وتبلیغ آسان ہوگئی اور اصلاحِ اخلاق اور تزکیۂ نفس کا کام جو خانقاہ کی اصل روح ہے کراچی سے دنیا بھر میں پھیل گیا۔''

الحمدللہ! آج حضرت والا کی نسبت سے مختلف ممالک کے مختلف شہروں میں درجنوں خانقاہیں قائم ہیں جہاں سے دین کی اشاعت اور اصلاح وتزکیہ کا کام ہورہا ہے۔

اشرف المدارس جیسا دنیا میں ہے کہاں
عشقِ مولیٰ کا سبق سکھلایا جاتا ہے یہاں

یہ درس گاہ ہے علم کی اور ہے عمل کی خانقاہ نانوتوی، امداد اور ہے تھانوی کا سلسلہ
جو بھی آئے بھول جائے اپنے غم کی داستاں اشرف المدارس جیسا دنیا میں ہے کہاں

پیر جی حکیم صاحب مدرسے کے بانی ہیں شاہ ہیں ابرار کے اور ظلِ سبحانی ہیں
آہ ان کی جب سنے تو جھوم جائے آسماں اشرف المدارس جیسا دنیا میں ہے کہاں

پیر ابن پیر ہیں شمشیر بے نیام ہیں مولانا مظہر میاں مجاہد اسلام ہیں
ناز ان پہ کرتا ہے مجاہدوں کا کارواں اشرف المدارس جیسا دنیا میں ہے کہاں

اشرف المدارس ہی سے گلشن میں بہار ہے ان اللہ والوں کے سوا سب رنگ و بو بیکار ہے
ان کا رونا دھونا ہی تو رحمتوں کا ہے سماں اشرف المدارس جیسا دنیا میں ہے کہاں

پیر ہیں مرید ہیں طُلّاب ہیں خدام ہیں محبوب ہیں خدا کے سب، رسول[1] کے غلام ہیں
کون جانے کتنا ان کا مرتبہ ہے عالیشاں اشرف المدارس جیسا دنیا میں ہے کہاں

نور کے پہاڑ سب اساتذہ کرام ہیں متقی پرہیزگار اخلاق کے شیریں جام ہیں
اسلام کے ہیں وہ سپاہی دین کے ہیں پاسباں اشرف المدارس جیسا دنیا میں ہے کہاں

مختلف ممالک کے پڑھتے ہیں طلباء یہاں نفس کے مٹانے کو آتے ہیں صلحاء یہاں
طالبوں کا ہے یہ مسکن سالکوں کا آشیاں اشرف المدارس جیسا دنیا میں ہے کہاں

برگزیدہ ہے یہ محفل ہے ہجومِ عاشقاں چاند سورج اور ستارے جگمگاتی کہکشاں
فرشتوں کا ہے جھمگٹا تانتا ہے سوئے آسماں اشرف المدارس جیسا دنیا میں ہے کہاں

از مولوی قاضی طیب سلمہٗ ۔ طالب علم اشرف المدارس

[1] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

افاضۂ باطنی کا تیسرا مرحلہ: اشرف المدارس کا قیام

اسی خانقاہ میں قرآن پاک کی تعلیم کے لئے حضرت والا نے ایک مکتب قائم فرمایا جس میں بچے قرآن پاک حفظ و ناظرہ کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ یہ چھوٹا سا مکتب ترقی کرتے کرتے جامعہ اشرف المدارس کے نام سے پانچ منزلہ عمارت تعمیر ہوگئی۔ حضرت والا کے مدرسے کو اللہ تعالیٰ نے طلباء کرام میں اتنی مقبولیت عطا فرمائی کہ رفتہ رفتہ یہ پانچ منزلہ عمارت بھی کم پڑ گئی تو آس پاس کی مختلف جگہیں خرید کر مدرسے کی توسیع ہوتی رہی حتیٰ کہ ایک وقت وہ آیا کہ مزید توسیع کی گنجائش نہ رہی تو مدرسے کو ۸ کلومیٹر دور سندھ بلوچ سوسائٹی میں منتقل کرنے کا منصوبہ بنایا گیا جہاں جامعہ اشرف المدارس آج بھی حضرت والا کے لئے عظیم صدقۂ جاریہ کی صورت میں تابندہ و درخشندہ موجود ہے۔

حضرت والا کی مدرسہ قائم کرنے میں نیت

احقر جامع عرض کرتا ہے کہ حضرت والا کو دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے سامنے دنیا کی بڑی سے بڑی مصلحت خاطر میں نہیں لائے، ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی رضا کو سامنے رکھا، باقی سب چیزیں پیچھے ڈال دیں۔ ایک دن حضرت والا نے اپنے مدرسے کے تمام اساتذہ کو بلایا اور فرمایا کہ:

''میں نے یہ مدرسہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے قائم کیا ہے۔ جب تک اللہ تعالیٰ کی رضا ہوگی اس وقت تک اس مدرسے کا قیام سمجھوں گا، میں نے اپنے پیٹ کے لئے یہ مدرسہ قائم نہیں کیا۔ پیٹ کے لئے میرا دواخانہ اور کتب خانہ موجود ہے، ان سے اللہ تعالیٰ نے میری روزی کا انتظام کر رکھا ہے۔ میں نے یہ مدرسہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے قائم کیا ہے، جس دن مجھے احساس ہوا کہ اس مدرسے کے قیام میں اللہ تعالیٰ کی رضا نہیں ہے تو اسی دن اس میں تالا ڈال دوں گا۔ لہٰذا آپ لوگ خوب غور سے سن لیں کہ یہاں کوئی کام شریعت کے خلاف نہیں ہوگا، یہاں پر بچوں کی پٹائی وغیرہ نہیں ہونے دی جائے گی، یہ ناجائز ہے، اس لئے اگر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے یہاں کام کرنا ہے تو کام کریں۔''

حضرت والا کے گلشنِ اقبال سے گلستانِ جوہر تشریف لے جانے پر

از کلام جناب حضرت خالد اقبال تائبؔ صاحب دامت برکاتہم

یہ نہ سمجھنا بھٹک گئے ہیں گلشن سے انجانے میں
دیوانے کچھ سوچ سمجھ کر پہنچے ہیں ویرانے میں

سیرِ گلستاں کر کے دیکھو پھول اور پھل کیا پاتے ہو
مانا کچھ تاخیر تو ہوگی آنے میں اور جانے میں

عزم، گلستاں کی زینت کا اب مالی کے دل میں ہے
برسوں جس نے جان کھپائی گلشن کے مہکانے میں

دیوانوں کو دیکھ کے کہہ دوں یہ تیرے دیوانے ہیں
دیوانہ پن اتنا تو ہے مجھ جیسے فرزانے میں

سو مطلب پوچھے گی دنیا فرزانوں سے باتوں کا
راحت ہی راحت ہے تائبؔ دیوانہ بن جانے میں

❀ انجانے میں: بُھول کر ❀ سیرِ گلستاں: مُراد گلستانِ جوہر کی خانقاہ جانا ہے ❀ فرزانہ: عقل مند
❀ گلشن: مُراد گلشنِ اقبال کی خانقاہ ہے ❀ مالی: مُراد حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ ہیں

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلستانِ جوہر کا قیام ۔ (۱۹۹۶ء)

سندھ بلوچ سوسائٹی سے تعارف کیسے ہوا؟

احقر جامع عرض کرتا ہے کہ حضرت والا صبح فجر کے بعد سیر کے لئے سفاری پارک تشریف لے جاتے تھے، کسی نے عرض کیا کہ یہاں سے تھوڑا آگے جائیں تو سڑک ایسے راستے پر نکلتی ہے جہاں ایک طرف پہاڑ ہے۔ اس طرح گلشنِ اقبال سے سندھ بلوچ آنے کے لئے جو پہاڑی والا راستہ ہے (کانٹی نینٹل بیکری والا)، اس پر گاڑیاں کھڑی کر کے حضرت والا پیدل دور تک چہل قدمی کرتے تھے۔ اس وقت یہ راستہ بالکل ویران تھا، راستے کے دونوں طرف غریبوں کی جھونپڑیاں تھیں اور صبح صبح اس راستے پر پیدل چلنے میں ایک یہی مشکل تھی کہ خواتین اور بچے بے محابا ادھر ادھر نظر آتے تھے۔ حضرت والا کے ساتھ سیر کے لئے آنے والوں میں ایک صاحب کے ڈی اے میں ملازم تھے، انہوں نے بتایا کہ یہاں سے مزید تین کلومیٹر آگے جائیں تو سندھ بلوچ کے نام سے ایک سوسائٹی ہے، جس کی اپنی چاردیواری ہے، چہل قدمی کے لئے وہاں چلتے ہیں۔ ابھی سوسائٹی میں ایک گھر بھی تعمیر نہیں ہوا ہے لہٰذا قریب کوئی گھر نہ ہونے کی وجہ سے کسی بے پردگی کا سوال نہیں ہوتا۔ جب حضرت والا پہلی مرتبہ سندھ بلوچ سوسائٹی تشریف لائے تو یہاں پر کچھ بھی نہیں تھا، بالکل ویران، جنگل کی طرح تھا اور مٹی اڑتی رہتی تھی، پھر حضرت والا فجر بعد اور کبھی عصر بعد یہاں تشریف لاتے اور ذکر و معمولات ادا فرماتے اور فرماتے کہ میرا یہاں پر بہت دل لگتا ہے۔

سندھ بلوچ سوسائٹی میں حضرت والا کا بہت دل لگنا

حضرت والا نے فرمایا کہ آج جب سندھ بلوچ سوسائٹی پر ہم لوگ اللہ کا نام لے رہے تھے تو مجھے پوری سوسائٹی انوار سے بھری ہوئی معلوم ہو رہی تھی، ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ ساری زمین پر اللہ کا نور برس رہا ہے۔ میں آپ کو یہ راز بتا رہا ہوں کہ میرا دل اس سوسائٹی میں بہت زیادہ لگ رہا ہے، یہ زمین مجھے کھینچتی ہے، جب بھی میں وہاں جاتا ہوں، دعا کرتا ہوں تو دعا میں دل لگتا ہے، اللہ کا نام لیتا ہوں تو اس میں مزہ آتا ہے۔ میرے دل سے آواز آ رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ یہاں پر مشرق مغرب اور شمال جنوب سے اولیائے صدیقین جمع فرمائے اور اس خانقاہ سے بڑے بڑے اولیاء اللہ پیدا کر دے۔ اللہ تعالیٰ وہ دن لائے کہ یہاں پر چھوٹے چھوٹے حجرے بنے ہوئے ہوں، ہر حجرے میں ایک قرآن شریف، ایک مصلیٰ، ایک تسبیح، ایک مناجاتِ مقبول رکھی ہو، ایک حجرہ ایک ہی شخص کو دیا جائے۔ جہاں دو آدمی ٹھہریں گے، وہیں بات چیت شروع کر دیں گے۔ جب آدمی اکیلے میں اللہ تعالیٰ سے رو رہا ہو تو دوسرے کو اس کے رونے کی خبر نہ ہو۔

سندھ بلوچ سوسائٹی میں زیادہ دل لگنے کی وجہ

یہ زمین مجھے کیوں عزیز تر اور کیوں پیاری ہے؟ کیونکہ وہاں جا کر مجھے اللہ تعالیٰ کا نام لینے کی توفیق ایک خاص کیفیت سے نصیب ہوتی ہے،توفیق تو یہاں بھی ہوتی ہے لیکن وہاں پر ایک خاص کیفیت ہوتی ہے۔ وہاں مجھے جو بے سروسامانی میں مزہ آتا ہے اب وہ مزہ یہاں گلشن خانقاہ کے کمرے میں نہیں آتا۔ کھلے آسمان کے نیچے چٹائی پر اللہ کا نام لینے کی جو توفیق ہوتی ہے اس میں عجیب انوار و برکات محسوس ہورہے ہیں۔ وہاں پر میرے دل کی کیفیت کچھ تیز ہوتی ہے لہٰذا اس زمین پر کوئی خاص بات ہے۔ مجھے وہ زمین عزیز تر ہے جس زمین پر ہمیں اللہ تعالیٰ کا نام لینے کی توفیق ہو، مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

خوشتر از ہر دو جہاں آنجا بود
کہ مرا با تو سر و سودا بود

مجھے دونوں جہان میں وہ زمین پسند ہے کہ ہمارے سر کا اللہ کے ساتھ سودا ہوجائے۔ ڈیڑھ برس سے ہم یہاں آجارہے ہیں، یہ زمین ہم کو کھینچ رہی ہے۔ کتنی مرتبہ کہہ چکا ہوں کہ یہ زمین نہیں خریدنی۔ پچھلی مرتبہ بھی مولانا مظہر میاں سے کہا کہ یہ زمین مت خریدنا لیکن جب دوبارہ گیا تو زمین مجھ سے کہہ رہی تھی کہ خبردار! جانا مت، یہ زمین میرا پیر پکڑتی تھی۔ جو نعمت ملنے والی ہوتی ہے اگر ہم کہیں کہ ہم نہیں لیں گے تو بھی اللہ تعالیٰ ہاتھ پر ڈال دیں گے، میں نے اس کو لینے سے انکار کردیا لیکن اللہ تعالیٰ نے پھر بھی اس زمین کی الاٹمنٹ عطا فرمادی، سوسائٹی کے چیئر مین اور سیکریٹری خود ہمارے پاس آگئے، جن کی ہم خوشامد کررہے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو ہمارے دروازے پر بھیج دیا، انہوں نے کہا کہ آپ کو جیسی بھی زمین چاہیے، آپ لکھ کردیجئے، ہم الاٹمنٹ کرتے ہیں۔

حضرت والا نے سوسائٹی میں مسجد کے پلاٹ کی بھی قیمت ادا فرمائی

سندھ بلوچ سوسائٹی کی انتظامیہ نے حضرت والا کو مسجد کا پلاٹ حوالے کیا تو حضرت والا نے فرمایا کہ ہمارے بزرگوں کا یہ اصول ہے کہ پلاٹ کی قیمت دی جائے تاکہ بعد میں مسائل نہ ہوں۔ ان کے منع کرنے کے باوجود حضرت والا نے مسجد کے پلاٹ کی بھی قیمت ادا فرما کے پھر مسجد کی تعمیر شروع کروائی۔ یاد رہے کہ اتنی شاندار مسجد پہلے بنی، سوسائٹی میں آبادی اور گھر بننا بعد میں شروع ہوئے۔

سندھ بلوچ سوسائٹی میں بڑی خانقاہ کے لئے آٹھ سو گز پلاٹ کی خریداری

احقر جامع عرض کرتا ہے کہ حضرت والا نے خانقاہ بنانے کے لئے مسجد کے برابر سڑک کے دوسری طرف

چار سو گز کا ایک پلاٹ خریدا لیکن حضرت والا کا منصوبہ تھا کہ سالکین کے لئے اس میں الگ الگ چھوٹے حجرے ہوں، تو ارادہ یہ تھا کہ اس سے متصل چار سو گز کا ایک اور پلاٹ بھی مل جائے تو آٹھ سو گز پر خانقاہ بنائی جائے، اس کے لئے چار سو گز کی جگہ کم پڑ رہی تھی۔ لیکن برابر والے پلاٹ کے مالک سے جب رابطہ کیا گیا تو اس نے کہلایا کہ مجھے اپنا پلاٹ بیچنا ہی نہیں ہے۔ حضرت والا کو پتا چلا تو ارشاد فرمایا کہ ابھی خانقاہ بنانے کی جلدی کیا ہے، گلشن میں تو خانقاہ ہے، بس اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتے رہو، صلوٰۃ الحاجات پڑھ کر روتے رہو۔ کچھ عرصے بعد جس کا پلاٹ تھا وہ مالک خود حضرت والا کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ مجھے پلاٹ بیچنا ہے، آپ مجھ سے سودا کرلیں۔

علماء کا اکرام نہ کرنے پر حضرت والا کی پلاٹ کے مالک کو ڈانٹ

ابھی خریداری کی گفتگو کا آغاز بھی نہیں ہوا تھا کہ وہ صاحب علماء پر تبصرے کرنے لگے کہ فلاں عالم کا عمل اس طرح ہے، مفتی صاحبان اس طرح کرتے ہیں، وغیرہ وغیرہ۔ حضرت والا نے ان سے فرمایا کہ آپ کیا کام کرتے ہیں؟ اس نے کہا کہ میں فوج میں ہوں۔ حضرت والا نے فرمایا کہ آپ کو تجربہ تو فوج کا ہے لہٰذا آپ اپنے مشورے فوج کو دیں، اگر علماء کو مشورے دینے ہیں تو پہلے کسی مدرسے میں داخلہ لے کر عالم بنئے۔ پھر حضرت نے ناراض ہوکر فرمایا کہ ہمیں ایسا پلاٹ نہیں چاہیے جس کے لئے دین کے بارے میں باتیں سننی پڑیں۔ ان صاحب نے فوراً حضرت والا سے معافی مانگی اور عرض کیا کہ پلاٹ تو آپ ہی کا ہوا، آپ جو رقم دے دیں گے میں لے لوں گا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ ہمارے بزرگوں کا طریقہ ہے کہ ہم آپ کو مارکیٹ میں جو اس کی قیمت ہے پوری قیمت دیں گے۔

خانقاہ سندھ بلوچ سوسائٹی کے افتتاح پر حضرت والا کا بیان

ایک مرتبہ جب خانقاہ سندھ بلوچ میں سہ روزہ اجتماع کا حضرت والا نے ارادہ فرمایا تو اعلان کیا کہ:
جب مسجد کی بنیاد ڈالی تھی تو بہت بڑا مجمع پہنچا تھا۔ میں اسی بہانے سے امتحان لیتا ہوں کہ کون ہمارا ہے اور کون ہمارا نہیں ہے؟ جو ہمارا ہوگا وہ ضرور پہنچے گا کیونکہ اس سے میں عاشقوں کی بارات کی نمائش بھی کرتا ہوں۔ یہ دعا بھی کرو کہ اللہ تعالیٰ اس خانقاہ سے بڑے بڑے اولیاء اللہ پیدا کردے، اختر تو اس قابل نہیں ہے مگر اللہ کی رحمت کا آسرا لگائے بیٹھا ہوں۔ حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی یہی فرماتے تھے کہ میں نے چھوٹی مچھلیوں کے لئے جال لگایا تھا، امداد اللہ کو یہ خبر نہیں تھی کہ مولانا قاسم نانوتوی، مولانا گنگوہی، مولانا اشرف علی تھانوی جیسے بڑے بڑے علماء شکار ہوجائیں گے، ہمارا جال تو چھوٹا تھا لیکن اللہ کی عجیب شان ہے کہ کبھی چھوٹے جال میں بڑی مچھلیاں دے دیتا ہے اور کبھی بڑے جالوں میں چھوٹی مچھلیاں بھی نہیں دیتا۔ اختر بھی اللہ تعالیٰ سے امید لگائے ہوئے ہے کہ بہت بڑے بڑے علماء

دنیا بھر سے داخلِ سلسلہ ہو رہے ہیں، وہ لوگ یہاں وقت لگانے کے لئے آنا چاہتے ہیں، میں ان کے لئے یہاں خانقاہ بنانا چاہتا ہوں۔ کتابیں آدمی نہیں بناتیں بلکہ آدمی، آدمی بناتا ہے۔ خانقاہ کے معنی ہیں جائے بودنِ درویشاں، اللہ والوں کے رہنے کی جگہ۔ اور اختر نے خانقاہ کا ترجمہ اس شعر میں کیا ہے ؎

اہلِ دل کے دل سے نکلے آہ آہ
بس وہی اخترؔ ہے اصلی خانقاہ

چندے کی اپیل نہ یہاں گلشن میں ہوگی اور نہ وہاں سندھ بلوچ میں ہوگی۔ جس کی کھوپڑی میں نورِ عقل ہے وہ اپنی سوہن پاپڑی کا خود ذمہ دار ہے اگر اسے اپنی کرنسی آخرت میں چاہیے، ہم کیوں اپیل کریں؟ لہٰذا ہم چندے کی اپیل نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے بزرگوں کے صدقے یہ توفیق دی ہے۔ الحمدللہ! سارے کام چل رہے ہیں۔ جنگل میں مسجد تعمیر ہوگئی، کبھی آپ لوگوں سے اپیل کی؟ لیکن جن کو اللہ تعالیٰ نے عقل اور توفیق دی ہے وہ خود پوچھتے ہیں کہ میرے لائق کوئی خدمت ہو تو بتایئے۔ اس لئے اس کا انتظار مت کرو کہ اختر آپ سے چندے کی اپیل کرے گا۔ لیکن میں وہاں دعا ضرور کروں گا۔ میری نظر آپ کی جیب پر نہیں ہے، میں وہاں کچھ بھی نہیں لوں گا، اگر کوئی دے گا بھی تو بھی نہیں لوں گا۔ وہاں آپ کے مجمع سے مجھے صرف آمین چاہیے۔

دوستو! ان خانقاہوں سے اگر کسی ایک امتی نے اللہ تعالیٰ کی محبت سیکھ لی تو بتاؤ! پیسے وصول ہو گئے یا نہیں؟ یہ دنیا مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں ہے، اگر پوری دنیا مچھر کے پر کے برابر ہوتی تو خدائے تعالیٰ کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی بھی نہ دیتے۔ لہٰذا اپنے پیسوں کی عظمت کو اپنے دل سے نکالو، سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خونِ مبارک اللہ کے دین پر طائف کے بازار میں اور احد کے دامن میں بہا ہے، اگر اختر اور اس کی اولاد اس دین پر ساری زندگی قربان ہو جائے تو بھی کوئی حق ادا نہیں ہوگا، اللہ تعالیٰ قبول فرمالیں تو سب کچھ ہے۔ آج کل کے پیر مریدوں پر گھیراؤ ڈالتے ہیں، میں اپنے مریدوں کو منع کرتا ہوں کہ کسی پر گھیراؤ مت ڈالو۔ میں مسجد میں سچ کہتا ہوں، میں یہی دعا کرتا ہوں کہ جن روحوں کو اختر سے مناسبت ہو، اے اللہ! ان کو یہاں بھیج دے اور جن کو مناسبت نہ ہو ان کو ان کی مناسبت کے شیخ کے پاس بھیج دے۔ مجھے مجمع نہیں لگانا۔ قرآن شریف کی اس آیت پر سب سے پہلے اختر ایمان لاتا ہے:

﴿اِنۡ تَنۡصُرُوا اللّٰہَ یَنۡصُرۡکُمۡ﴾ ۔ (سورۃ محمد: آیۃ ۷)

اختر اپنی اولاد کو بھی کہتا ہے کہ اگر اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا۔ ان شاء اللہ! کبھی تکلیف میں نہیں رہو گے۔ جو اللہ کے دین کی مدد کرتا ہے اللہ اس کی مدد کرتا ہے۔

بہ فیضِ حضرتِ اختر ہے راستہ روشن

ازکلامِ جناب انیس صاحب الٰہ آبادی دامت برکاتہم

بیانِ عشق و محبت سنائے جاتے ہیں
دلِ فسردہ یہاں گدگدائے جاتے ہیں

بہ فیضِ حضرتِ اختر ہے راستہ روشن
رہِ سلوک کے کانٹے ہٹائے جاتے ہیں

مجاہدات سے سالک گزارے جاتے ہیں
فریبِ نفس پہ آرے چلائے جاتے ہیں

ہم اپنے باطنی اعمال کیوں نہ پیش کریں
یہاں عیوب ہمارے چُھپائے جاتے ہیں

دل و نگاہ کہیں پر بگاڑے جاتے ہیں
یہاں پہ بگڑے ہوئے دل بنائے جاتے ہیں

گناہ گار مسلمان یہاں ہیں بنتے ولی
جو دہریے ہیں مسلماں بنائے جاتے ہیں

یہ عاشقوں کی ہے محفل یہاں کا رنگ عجیب
گہے ہنسائے تو گاہے رلائے جاتے ہیں

اب اس کے بعد بھی تشنہ لبی ہے محرومی
علومِ دین کے دریا بہائے جاتے ہیں

❁ دلِ فسردہ: غمگین دل ❁ گہے: کبھی ❁ گاہے: کبھی ❁ تشنہ لبی: پیاسا رہنا

جامعہ اشرف المدارس، گلستانِ جوہر کا قیام ۔(۱۹۹۸ء)

مسجد بن جانے کے بعد چھوٹی سی خانقاہ بنائی گئی

احقر راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ جب عالیشان مسجد تعمیر ہوگئی تو حضرت والا نے مسجد کے بالکل سامنے دوسو گز کے پلاٹ پر ناظرہ قرآن کا مکتب اور چھوٹی سی خانقاہ بنوائی، پھر وہاں حفظ کی ایک درسگاہ بھی شروع ہوگئی۔ ایک کمرہ ایسا بنوایا جہاں حضرت والا تمام احباب کے ساتھ ذکر کیا کرتے تھے۔دوسری طرف گلشنِ اقبال میں اشرف المدارس کی طرف دینی تعلیم کے لئے طلباء کا اتنا رجوع بڑھتا گیا کہ جگہ تنگ پڑنے لگی۔حفظ و ناظرہ کا مدرسہ پرانی حدود سے نکل کر قریب ہی واقع معظم ٹیرس میں منتقل کیا گیا جس کی مکمل دومنزلیں اس مقصد کے لئے خریدی گئیں لیکن وہ بھی جلد ہی ناکافی ہوگئیں تو حضرت والا کے صاحبزادے حضرت مولانا مظہر صاحب دامت برکاتہم نے حضرت والا کو مستقبل کی ضروریات کے پیشِ نظر مدرسہ بھی یہیں سندھ بلوچ منتقل کرنے کی رائے دی۔اس کے لئے مسجد سے نزدیک خریداری کے لئے دستیاب پلاٹوں کا جائزہ لیا گیا تو سب سے بہتر جگہ یہی معلوم ہوئی جہاں دوسو گز پر قرآن پاک کا مکتب اور چھوٹی سی خانقاہ تعمیر ہو چکی تھی۔پھر اس مکتب سے متصل دوسو گز کے پلاٹ بڑی جامعہ بنانے کے لئے خریدے جاتے رہے۔پلاٹوں کی یہ خریداری کوئی آسان کام نہیں تھا کیونکہ چار ہزار گز کا رقبہ بنانے کے لئے بیس پلاٹ درکار تھے۔پلاٹوں کے مالکان کا اتا پتا معلوم نہیں ہوتا تھا، پھر ان سے پلاٹ کی فروختگی کی گفتگو کریں تو بعض کہتے تھے کہ ہمیں پلاٹ بیچنا ہی نہیں ہے۔کئی بار ایسا ہوا کہ مالکِ پلاٹ بے دین تھا،اس نے مدرسے کی ضرورت کے لئے اپنا پلاٹ فروخت کرنے سے صاف انکار کردیا کہ میں بیچوں گا تو کسی اور کو بیچوں گا، مدرسے کو ہرگز نہیں دوں گا۔غرض بیس پلاٹ دوسو گز کے ایک دوسرے سے لگے ہوئے مل جانا یہ حضرت والا کی کھلی ہوئی کرامت تھی۔

حضرت والا کا تقویٰ اور فکرِ آخرت کی ایک مثال

اب اس چار ہزار گز پر جامعہ اشرف المدارس بنانے کا منصوبہ طے ہوگیا تو اس نئے نقشے کی وجہ سے دوسو گز کی تعمیر کو توڑنا پڑ رہا تھا۔حضرت والا پریشان ہوگئے اور راتوں کی نیند غائب ہوگئی کہ اس عمارت میں لوگوں کے، اُمت کے پیسے لگے ہوئے ہیں، ان کا کیا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے غیب سے مدد فرمائی اور یہ بھی حضرت والا کی کرامت ہے کہ

حضرت والا کے ایک تعلق والے صاحب کا دوسرے ملک سے فون آیا اور عرض کیا کہ اتنا بڑا مدرسہ صرف اس لئے نہیں بن رہا ہے کہ اس دوسو گز کے گھر میں لگے ہوئے پیسوں کا کیا ہوگا؟ ان صاحب نے عرض کیا کہ اس تعمیر پر کتنی رقم لگی ہے؟ ان کو مکمل معلومات کرکے بتایا گیا کہ اتنی رقم لگی ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضرت! آپ اس تعمیر کو مسمار کروادیں، یہ سب رقم میں آپ کو بھجوادیتا ہوں۔

اس تخریب کے پردے میں تعمیر کے سامان ہو گئے

بعد فجر حضرت والا سندھ بلوچ سوسائٹی میں تشریف لائے اور جب مکان ٹوٹ رہا تھا تو اس کو دیکھ کر خوشی کا اظہار فرمایا، پھر ارشاد فرمایا کہ اس کے ٹوٹنے کا غم بھی ہورہا ہے اور نئی تعمیر کی خوشی بھی ہورہی ہے۔ خوشی اس بات کی ہے کہ ایک چھوٹی عمارت ٹوٹ کر ایک بڑی جامعہ بن رہی ہے، جہاں سے پوری دنیا میں دین پھیلے گا، اس ٹوٹنے پر دل خوش ہورہا ہے کیونکہ آگے دین کی عظیم الشان دولت نظر آرہی ہے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ ابھی ابھی اللہ تعالیٰ نے علمِ عظیم عطا فرمایا کہ جو نظر کی حفاظت کرتے ہیں ان کے دل پر تکلیف ہوتی ہے مگر وہ خوش ہوتے ہیں کہ حلاوتِ ایمانی مل رہی ہے، پھر یہ شعر سنایا۔

ترے ہاتھ سے زیرِ تعمیر ہوں میں
مبارک مجھے میری ویرانیاں ہے
یہ صحنِ چمن یہ لالہ و گل ہوتے ہیں جو ویراں ہونے دو
تخریبِ جنوں کے پردے میں تعمیر کے ساماں ہوتے ہیں

پلاسٹک میں لپٹے ننھے پودوں سے معرفت کی عجیب مثال

احقر جامع عرض کرتا ہے کہ جب حضرت والا کو مسجد کا پلاٹ تعمیر کے لئے مل گیا تو سوسائٹی نے ساتھ متصل باغ بھی حوالے کردیا اور درخواست کی کہ اس کی نگہداشت بھی آپ کا ادارہ کرلیا کرے۔ وہ باغ بالکل اجڑا ہوا تھا، حضرت والا نے خواہش ظاہر فرمائی کہ اس میں کچھ درخت لگا دیئے جائیں تو خدام نے چند درخت لگا دیئے۔ کچھ عرصہ بعد حضرت والا نے فرمایا کہ کیا وجہ ہے کہ درخت بڑے نہیں ہورہے ہیں؟ کسی نے عرض کیا کہ اگر آپ فرمائیں تو زمین کھود کر دیکھ لی جائے۔ جب زمین کو کھودا گیا تو لگانے والوں نے پودوں کی جڑ کے نیچے تھیلی کا پلاسٹک ہٹائے بغیر زمین میں لگا دیئے تھے جس کی وجہ سے جڑیں آگے نہیں بڑھ رہی تھیں۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ ابھی ابھی

اللہ تعالیٰ نے علمِ عظیم عطا فرمایا کہ اسی طرح سالک ــــ اللہ تعالیٰ کی محبت کی جڑوں کے چاروں طرف گناہوں کا پلاسٹک لگالیتا ہے، جس کی وجہ سے جڑیں گہری نہیں ہوتیں، جب جڑیں گہری نہیں ہوتیں تو اس کا نفس اس کے عشقِ مولیٰ کے درخت کو آسانی سے نکال کر پھینک دیتا ہے۔

تیز ہواؤں میں پودوں کو لکڑی سے سہارا دینے پر ایک اور مثال

جب پودوں کے نیچے سے پلاسٹک ہٹا دیا گیا تو تھوڑے ہی عرصے میں درخت بڑے ہونے لگے لیکن چونکہ سندھ بلوچ سوسائٹی میں ابھی بالکل بھی آبادی نہیں تھی، کھلا میدان ہونے کی بناء پر ہوائیں تیز چلتی تھیں، تو تیز ہواؤں سے درخت گرنے لگے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ ہر پودے کے ساتھ ایک مضبوط لکڑی لگا دی جائے تاکہ درخت نہ گریں۔ تمام پودوں کے ساتھ ایک ایک لکڑی اس طرح گاڑ دی گئی کہ ہوا کے زوردار جھکڑ چلنے پر وہ کمزور درختوں کو سہارا دیتی تھیں۔ جب کچھ عرصے بعد جڑیں مضبوط ہو گئیں اور درخت کچھ بڑے ہو گئے تو حضرت والا نے ان لکڑیوں کو ہٹوا دیا۔ پھر یہ قیمتی ملفوظ ارشاد فرمایا کہ دیکھو اس لکڑی کی مثال شیخ کی سی ہے، اس کی وجہ سے درخت گرا نہیں اور جب اس کی جڑیں مضبوط ہو گئیں تو اب شیخ ہٹ گیا، اب خود اس درخت سے لکڑی کاٹ کر دوسرے کمزور درختوں کو لگائی جائیں گی یعنی اللہ تعالیٰ اس سے پھر دین کے کام لیں گے۔

حضرت والا کو آہِ صحرا بہت محبوب تھی

احقر جامع عرض کرتا ہے کہ اگرچہ حضرت والا گلشن میں رہتے تھے، بظاہر آخری برسوں میں گرد و پیش کے حالات سے حضرت والا کو مزہ اور آرام ہی آرام تھا۔

زمانہ ہو گیا گلشن میں رہتا ہوں مگر پھر بھی
مری فطرت سے کیوں خوئے بیابانی نہیں جاتی

لیکن حضرت فرماتے تھے کہ میرا دل عیش و آرام میں نہیں لگتا، مجھے تو آہِ صحرا سے پیار ہے۔ سندھ بلوچ سوسائٹی میں حضرت مولانا مظہر صاحب دامت برکاتہم نے شاندار گھر بنوایا اور حضرت والا سے عرض کیا کہ ابّا آپ یہاں آ کر رہیں تو فرمایا ''بیٹا میں یہاں نہیں رہ سکتا، یہاں کے نقش و نگار سے میرے دل کو بے چینی ہو جائے گی، مجھے تو بس ایک چھوٹا سا حجرہ چاہیے، اس میں پڑا رہوں''۔ حضرت والا نے فرمایا تھا کہ کوئی مجھے رات دن بریانی کھلائے اور بادشاہت بھی دے اور مجھ سے کہے کہ تم اللہ کا ذکر نہ کرو تو حضرت نے فرمایا مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا، میں اس پہ ایک لات ماردوں گا۔

تصوف کی حقیقت

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ تصوف نام ہے اپنے دل کو توڑ دینے اور اللہ کے قانون کو نہ توڑنے کا۔ جو ظالم اپنا دل نہ توڑے اور اللہ کا قانون توڑ دے وہ صوفی نہیں مردود ہے، خبیث ہے، جو برے سے برا لقب اس کو دیا جائے کم ہے۔ تصوف کے معنی یہ ہیں کہ ماضی اور مستقبل کی فکر نہ کرنا، اپنے حال کو درست رکھنا کہ کسی گناہ میں ایک سانس نہ گذرے، ماضی کی توبہ سے تلافی اور مستقبل کو دعا سے تابناک کرنا۔

شریعت و طریقت کی تین عاشقانہ تعریفیں

ایک مرتبہ بعد نمازِ عصر بہت سے لوگ حضرت والا کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ بیعت ہونے کے بعد ایک صاحب نے سوال کیا کہ شریعت اور طریقت میں کیا فرق ہے؟ ارشاد فرمایا کہ شریعت احکامِ ظاہرہ کا نام ہے جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد، معاملات وغیرہ اور طریقت نام ہے احکامِ باطنہ کا کہ دل میں اللہ کی محبت ہو، اخلاقِ حمیدہ سے دل مزین ہو جائے اور اخلاقِ رذیلہ سے دل پاک ہو جائے۔ شریعت احکامِ ظاہرہ کی کمیت بتاتی ہے کہ مغرب میں تین رکعات ہیں، عشاء میں چار لیکن ان رکعات کو کس کیفیتِ احسان و خشوع و اخلاص سے پڑھا جائے یہ طریقت ہے۔ اللہ پر جسم فدا کرنے کا نام شریعت ہے اور دل فدا کرنے کا نام طریقت ہے۔

اگر مناسبت نہ ہو تو شیخ بدلنا ضروری ہے

حضرت والا نے فرمایا کہ جس مربی سے آپ کا بلڈ گروپ ملتا ہو یعنی جس سے مناسبت ہو اس سے رابطہ کرلو اور اگر کسی سے مرید ہو گئے لیکن بلڈ گروپ نہیں ملتا تو زبردستی یہ تعلق قائم نہ رکھو کہ صاحب کیا کروں، مجبور ہوں، جب مرید ہو گئے تو ہو گئے، یہ بات صحیح نہیں، یہ دنیاوی عشق نہیں ہے کہ ؎

جب آ گئے تیرے قدموں میں
پھر دور یہاں سے جانا کیا

نہیں، اگر مناسبت نہیں ہے تو اس شیخ سے دور جانا فرض ہے اور دوسرے مناسبت والے شیخ سے تعلق کرنا ضروری ہے کیونکہ پیر مقصود نہیں ہے اللہ کی ذات مقصود ہے۔ مولانا مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اگر غلطی سے کسی پیر سے کوئی وابستہ ہو گیا مگر مناسبت نہیں ہے، فیض نہیں ہو رہا ہے تو اس کو چھوڑ کر دوسرا مربی کرلو، جس سے آپ کو مناسبت ہو، پہلے شیخ سے اجازت لینے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ اگر خون چڑھوانا ہو تو جس سے بلڈ گروپ ملتا ہو اس کا

خون چڑھوانے کے لئے شیخ سے اجازت لوگے؟ لیکن پہلے شیخ کی توہین نہ کرو، اس کی غیبت مت کرو، خاموشی سے دوسری جگہ تعلق کرلو جہاں تمہاری مناسبت ہو، میری طرف سے بھی ہمیشہ سب کو اجازت ہے، جو غلطی سے مجھ سے بیعت ہوگیا ہو لیکن مجھ سے بلڈ گروپ نہیں ملتا یعنی مجھ سے مناسبت نہیں ہے، مجھ سے نفع نہ ہو رہا ہو تو جیسے اللہ کے لئے مجھے پیر کیا تھا، اللہ ہی کے لئے مجھے چھوڑ دو تا کہ تم مولیٰ سے محروم نہ رہو، پیر کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی شخصیت کو مولیٰ سے زیادہ بڑھا دے، مرید کو اپنے سے لپٹائے رکھے چاہے اسے فائدہ ہو یا نہ ہو، بس خانقاہ کی رونق بنی رہے، رونق مقصود ہی نہیں ہے، ایک ہی مرید مل گیا تھا شیخ شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کو یعنی مولانا رومی، دنیا نہیں جانتی تھی کہ ان کا کوئی مرید بھی تھا، لیکن ایک مرید نے سارے عالم میں شیخ کے نام کا ڈنکا پٹوا دیا۔

اس لئے میں زبردستی مرید بنائے نہیں رکھتا ہوں، میں نے سب کو کھلی چھوٹ دے رکھی ہے کہ جس کا دل کسی اور سے لگتا ہو وہ ضرور وہاں چلا جائے اور جس کا مجھ سے دل لگتا ہو، جس کو اللہ کی محبت میری ذات سے ملتی ہو اس کی خدمت سر آنکھوں پر کیونکہ حاجی امداداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جو اللہ کی محبت سیکھنے میرے پاس آتا ہے، میں اس کے قدموں کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتا ہوں۔ عام لوگ تو سمجھتے ہیں کہ پیر صاحب بڑی اونچی مچان پر بیٹھے ہیں، نجانے ہم کو کیا سمجھ رہے ہیں؟ حالانکہ وہ آپ لوگوں کے قدموں کو بھی اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ میں بھی چاہتا ہوں کہ کسی مرید کو مجھ سے نقصان نہ پہنچے، میں سب کے لئے یہی چاہتا ہوں کہ مولیٰ مل جائے اور میری دعا بھی یہی ہے کہ اے اللہ! میرے پاس جس کا حصہ ہے، مشرق، مغرب، شمال، جنوب اس کو میرے پاس بھیج دیجئے اور اگر اس کا حصہ کہیں اور ہے تو جہاں اس کو وصول الی اللہ اور قربِ الٰہی ملتا ہو اس کو وہاں پہنچا دیجئے۔ مجھے مجمع نہیں چاہیے، مجھے مقبولین کی جماعت چاہیے، اللہ کا ایک مقبول بندہ بہتر ہے ایک لاکھ غیر مقبول سے۔ اب میری دعا سن لو، اے خدا! سارے عالم کے لئے اختر کو طاقتِ سفرِ کائنات اور طاقتِ اسفارِ عالم عطا فرما اور میرے اوپر احسان و فضل فرما اور سارے عالم میں میرے دردِ دل کو پھیلا دے، زمین کا کوئی گوشہ جہاں کوئی مسلمان ہو جس کو مجھ سے مناسبت ہو وہاں مجھے پہنچا دیجئے اور ایک گروہِ عاشقاں بھی ہو جو سارے عالم میں میرے ساتھ ساتھ رہے، مگر کیسے ساتھی ہوں؟

رہتے ہیں ساتھ ساتھ مگر ساتھ نہیں ہے
دامن پہ گریباں پہ بھی تو ہاتھ نہیں ہے

نہ دامن کو گناہوں سے بچاتا ہے اور نہ گریبان پھاڑ کر اللہ کی عشق و مستی دِکھاتا ہے، مجھے ایسے ساتھیوں کی ضرورت نہیں ہے، ساتھی وہ نہیں ہے جو صرف دسترخوان پر ساتھ ہے، سفر پر ساتھ ہے مگر تقویٰ سے نہیں رہتا۔

سنانے دو تم اپنی بزم میں میرا بیاں مجھ کو

ازکلام حضرت والا نوراللہ مرقدہ

جہاں دے کر ملا ہے دل میں وہ جانِ جہاں مجھ کو
بہت خونِ تمنّا سے ملا سلطانِ جاں مجھ کو

نظر آتا ہے اپنے دل کا جب زخمِ نہاں مجھ کو
تو اپنا درد خود کرتا ہے مجبورِ بیاں مجھ کو

بیانِ دردِ دل آساں نہیں ہے دوستو لیکن
سبق دیتی ہے ہر دم اہلِ دل کی داستاں مجھ کو

زبانِ عشق کی تاثیر اہلِ دل سے سُنتا ہوں
مگر مسحور کرتی ہے محبت بے زباں مجھ کو

قفس کی تیلیاں رنگین، دھوکہ دے نہیں سکتیں
کہ ہر دم مضطرب رکھتی ہے یادِ گلستاں مجھ کو

مری صحرا نوردی اور میری چاک دامانی
بہت مجبور کرتی ہے مری آہ و فغاں مجھ کو

کہاں تک ضبطِ غم ہو دوستو راہِ محبت میں
سُنانے دو تم اپنی بزم میں میرا بیاں مجھ کو

ملا کرتی ہے نسبت اہلِ نسبت ہی سے اے اخترؔ
زباں سے اُن کی ملتا ہے بیانِ دُرفشاں مجھ کو

❁ نِہاں: چُھپاہوا ❁ مسحور: سحر سے یعنی متاثر کرنا ❁ قفس: پنجڑہ ❁ مضطرب: بے چین
❁ صحرانوردی: صحرامیں مارامارا پھرنا ❁ بزم: محفل ❁ دُرفشاں: تابناک، قیمتی، چمکدار

چھٹا باب:

درد بھرا بیان

تری تقریر کیا ہوتی تھی کشفِ سامعہ کہئے
تجھے اسلام کا ایک چلتا پھرتا جامعہ کہئے
وہ دولت لے کے اٹھتے تھے جو تیرا وعظ سنتے تھے
بغیر ساز و نغمہ وجد میں سر اپنا دُھنتے تھے

(از رمزیؔ اٹاوی)

دردبھرا بیان

احقر جامع عرض کرتا ہے کہ حضرت والا کے بیان میں اللہ تعالیٰ نے عجیب تاثیر عطا فرمائی تھی، حضرت والا کا بیان ایک سحرِ حلال اور اَز دِل خیزد بَر دِل رَیزد کا مصداق اور غمزدہ وشکستہ دلوں کے لئے ایک مرہم وتسکین تھا اور یوں محسوس ہوتا تھا جیسے کسی نے آگ پر پانی ڈال دیا اور سامعین اپنے تمام غموں کو بھول کر اللہ کی محبت سے مست اور تسلیم ورضا کی کیفیت سے سرشار ہوجاتے تھے۔ حضرت والا کی تقریر کی لذت کو کیا عرض کروں کہ کانوں میں رس گھلتا جاتا تھا اور دل میں اترتا جاتا تھا اور افسردہ دلوں کو بادۂ عشقِ حق سے سرمست کردیتا تھا۔ حضرت والا کا بیان اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا کا مصداق اور ایسا پردرد اور اثر آفرین ہوتا تھا کہ خواص وعوام اَشکبار ہوجاتے۔ وہ عجیب منظر ہوتا کہ حضرتِ اقدس کی زبانِ عشق، درد میں ڈوبا ہوا کلام اور اَشکبار آنکھیں لوگوں کو تڑپا رہی ہوتیں اور یوں معلوم ہوتا کہ دلوں کی زمین سخت پیاس میں آبِ ہدایت کو جذب کررہی ہے۔ الفاظ ومعانی کے جام ومینا کے ساتھ عالمِ غیب سے مضامین وارد ہوتے ہوئے محسوس ہوتے تھے، حضرت والا اکابر کے ارشادات وعلوم ومعارف کو اس انداز میں پیش فرماتے تھے کہ آفتاب آمد دلیلِ آفتاب کا مصداق بن کر اہلِ باطل کے اعتراضات کا بہترین جواب اور ان کے زہر کا تریاق ثابت ہوتا تھا۔ سامعین پر وجد کی کیفیت طاری ہوجاتی، دل اللہ کی محبت سے لبریز ہوجاتے، ایسی محویت کا عالم ہوتا کہ بعض اوقات کئی گھنٹوں بیان جاری رہنے کے بعد بھی سامعین کی سیری نہیں ہوتی تھی۔ یہ کیفیتِ بیان حضرت والا کو اوائلِ عمری ہی سے حاصل تھی تاہم مجمع کے سامنے کبھی بیان نہ فرماتے تھے لیکن پھر حیدرآباد سندھ میں ایک دوست کو شرارت سوجھی اور انہوں نے حضرت والا سے معلوم کئے بغیر ہی مسجد میں بیان کا اعلان کردیا۔

حیدرآباد سندھ میں پہلا بیان ۔ بیانِ سحر تاثیر کا آغاز

حضرت والا نے فرمایا کہ ہیرآباد حیدرآباد میں حافظ عبدالقدیر صاحب نے آزاد میدان کی بڑی مسجد میں اعلان کردیا کہ شارح مثنوی ہماری مسجد میں آئے ہوئے ہیں، نماز کے بعد ان کا بیان ہوگا۔ میری اجازت کے بغیر ہی اعلان کردیا تو مجبور ہوکر مجھے منبر پر بیٹھنا پڑا۔ ہمیں تو تیرنا آتا نہیں تھا (یعنی تقریر کرنی نہیں آتی تھی)، حافظ صاحب نے ہمیں پانی میں دھکا دے دیا، اب تو تیرنا ہی تھا، بس اللہ تعالیٰ نے کرم فرمادیا۔

شیخ کا حسنِ ظن

حضرت والا نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے اللہ کی محبت بیان کرنے کی توفیق عطا فرمائی، میں بے زبان تھا، ایک منٹ بھی بیان نہیں کرسکتا تھا، یہ میرے شیخ حضرت والا ہردوئی دامت برکاتہم کا صدقہ ہے کہ چالیس سال کی عمر میں اللہ نے میری زبان کھول دی، ہماری پیرانی صاحبہ امی جان نے جب سنا تو فرمایا کہ ''اور کھولی بھی تو کیسی کھولی'' میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ حضرت کے گھر میں بھی میری تقریر کو سنتی ہیں، اللہ تعالیٰ نے مجھ پر بہت کرم فرمایا۔ میرے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی دامت برکاتہم نے لاہور میں لوگوں سے فرمایا کہ اختر کے بیان کا انتظام کرو، یہ میرے ساتھ کراچی سے آیا ہے تو تم لوگوں کو مفت میں مل گیا ہے۔ اس کے کرایہ کے لئے بنگلہ دیش والے گیارہ ہزار روپے بھیجتے ہیں، سوچو اس کو! وہ دو ٹکٹ بھیجتے ہیں تو بائیس ہزار ہوئے، پھر وہاں تمام مہمانوں کو بلانا، کھانا کھلانا، لاکھوں روپے خرچ کرتے ہیں لیکن تم کو اختر مفت میں مل گیا ہے اس لئے تم اس کی فکر نہیں کرتے ہو کہ اس کے آنے کو غنیمت جان کر بیان کا نظم بناؤ۔

حیدرآباد دکن میں پروفیسر حسن سعید نے اپنے کالج میں بیان کا انتظام کیا تو انہوں نے اس سلسلہ میں جو اشتہار بنایا تو اس اشتہار کو میرے شیخ نے پڑھا، اس میں میرے بارے میں لکھا تھا کہ ایک بہت بڑے مولانا، معارف مثنوی کے مصنف کراچی سے آئے ہوئے ہیں تو حضرت نے ایک لفظ بڑھا دیا، فرمایا کہ اختر کو عارف باللہ بھی لکھو، میرے نام کے ساتھ شیخ نے عارف باللہ لکھوا دیا۔ میں نے دل میں دعا کی کہ یا اللہ! میرے شیخ کی زبان کی لاج رکھ لیجیے اور اپنی رحمت سے مجھے عارف باللہ بنا دیجئے۔

حضرت والا کا اپنے بیان کے بارے میں خود ارشادِ مبارک

مجھے چالیس برس تک بولنا نہیں آیا، میں سوچتا تھا کہ شاید مجھے کبھی بولنا نصیب نہیں ہوگا مگر بزرگوں کی

کرامت کی وجہ سے مجھے بیان عطا ہوا۔ مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ بڑے پیر صاحب شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ میں چالیس برس تک گونگا رکھا گیا ہوں، چالیس برس بعد زبان عطا ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اختر کو بھی چالیس برس بعد زبان عطا فرمائی۔ (پھر جس طرح حضرت سید کبیر احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا مقام بتادیا تھا) حضرت والا نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت منتقل ہونے کے مختلف طریقے ہیں۔ کبھی شیخ لقمہ کھلا دیتا ہے، کپڑا پہنا دیتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ میرے قلب میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات ڈالی کہ اگر کوئی میرا ایک بیان استغفار کرکے دردِ دل سے سن لے تو ان شاء اللہ تعالیٰ اس کو اللہ کی نسبت مل جائے گی۔

جو بیان کررہا ہے سمجھ لو کہ وہ بھی سینے میں دل رکھتا ہے، میرا دل بے حس نہیں ہے، بے حد حساس ہے، لیکن اس کے باوجود مجھے اللہ تعالیٰ کے کرم سے ایسی عظیم الشانی رہنمائی ہورہی ہے کہ کیا عرض کروں۔ جو حلوۂ ایمانی اختر کھائے اور آپ دوستوں کو نہ کھلائے تو میں بخیل نہیں ہوجاؤں گا جیسے کوئی آدمی چھپ کر حلوہ کھارہا ہو۔ تو نظر بچانے کے بعد جو حلوۂ ایمانی عطا ہوتا ہے تو میں چاہتا ہوں کہ اس کو چھپ کر اکیلے اکیلے نہ کھاؤں۔ اللہ تعالیٰ اختر کو بھی اس پر استقامت دے، حلوۂ ایمانی کھانے کی طاقت دے، توفیق دے اور نفس دشمن جو حلوہ حرام کا کھلاتا ہے، حلوۂ پے خانی اس کا نام رکھ لو، اور حلوۂ ظلمانی، اور حلوۂ طغیانی اور حلوۂ عصیانی اور حلوۂ شیطانی اور حلوۂ نفسانی سے اللہ بچائے۔

اپنے شیخ کو تمام بزرگوں میں اپنے لئے مفید سمجھو

(حضرت سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید نے دریافت کیا کہ حضرت! آپ کا کون سا مقام ہے؟ کیا آپ غوث ہیں؟ آپ نے فرمایا: نَزِّہْ شَیْخَکَ عَنِ الْغَوْثِیَّۃِ یعنی اپنے شیخ کو مرتبۂ غوثیت سے برتر سمجھو۔ پھر اس نے عرض کیا کہ کیا آپ قطب ہیں؟ فرمایا: نَزِّہْ شَیْخَکَ عَنِ الْقُطْبِیَّۃِ یعنی اپنے شیخ کو مرتبۂ قطبیت سے برتر سمجھو۔ پھر فرمایا کہ حق تعالیٰ نے تمام ارواحِ اولیاء کو جمع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ جو جس کا جی چاہے مانگے۔ ہر ایک نے جو اس کے دل میں تھا عرض کیا۔ کسی نے مرتبۂ غوثیت طلب کیا، کسی نے مرتبۂ قطبیت۔ یہاں تک کہ نوبت مجھ تک پہنچی تو میں نے عرض کیا: رَبِّ اِنِّیْۤ اُرِیْدُ اَنْ لَّا اُرِیْدَ وَاَخْتَارُ اَنْ لَّا اَخْتَارَ یعنی الٰہی! میں یہ چاہتا ہوں کہ کچھ نہ چاہوں اور یہ تجویز کرتا ہوں کہ کچھ نہ تجویز کروں۔ فَاَعْطَانِیْ مَالَا عَیْنٌ رَّأَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ مِّنْ اَھْلِ ھٰذَا الْعَصْرِ پس مجھے وہ چیز عنایت ہوئی جو اس زمانے والوں میں سے نہ کسی کی آنکھ نے دیکھی نہ کسی کے کان نے سنی اور نہ کسی کے دل پر گذری۔ (اس سے معلوم ہوا کہ شیخ اپنے مرید کی تسلی کے لئے اپنے مقام کی اطلاع دے سکتا ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ تفویض نہایت اعلیٰ مقام ہے۔ جامع)

حضرت سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت کا واقعہ

یہ حضرت سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد میں سے تھے، ان کے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہت محبت تھی۔ دلِ مضطر لئے ہوئے ایک دفعہ مدینہ طیبہ حاضر ہوئے، روضۂ نبوی کے پاس باادب حاضری دی اور عرض کیا اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا جَدِّیْ (اے نانا جان! آپ پر سلام): جواب آیا: وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ یَاوَلَدِیْ (وعلیکم السلام اے میرے بیٹے)۔ اس آواز کو تمام اہلِ مسجد نے سنا۔ حضرت سید احمد رفاعی پر وجدِ شدید نے غلبہ کیا اور بڑی دیر تک رویا کئے اور پھر شدتِ شوق میں عرض کیا۔

فِیْ حَالَةِ الْبُعْدِ رُوْحِیْ کُنْتُ اُرْسِلُهَا
تُقَبِّلُ الْاَرْضَ عَنِّیْ وَ هِیَ نَائِبَتِیْ
وَ هٰذِهٖ دَوْلَةُ الْاَشْبَاحِ قَدْ حَضَرَتْ
فَامْدُدْ یَمِیْنَكَ کَیْ تَحْظٰی بِهَا شَفَتِیْ

اے نانا جان! حالتِ بُعد میں اپنی روح کو آپ کے حضور میں بھیجا کرتا تھا، وہ میری نائب بن کر آپ کے روضۂ مبارک کو چومتی تھی، اب جسم کی حاضری کی باری آئی ہے تو اپنا دستِ مبارک عنایت فرمایئے تاکہ میرے ہونٹ ان کو چوم سکیں۔ اس پر قبر شریف سے دستِ مبارک چمک اور مہک کے ساتھ ظاہر ہوا اور آپ نے اس کا بوسہ لیا۔ (الحاوی للسیوطی ج ۲ ص ۳۱۴)

کہا جاتا ہے کہ اس وقت نوے ہزار کا مجمع مسجد نبوی میں تھا، جنہوں نے اس واقعہ کو دیکھا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ اقدس کی زیارت کی، ان میں قطبِ ربانی شاہ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔ (فضائلِ حج)۔ خطباتِ حکیم الامت میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہاتھ کا ظاہر ہونا تھا جیسے کَالشَّمْسِ فِیْ نِصْفِ النَّهَارِ کہ دن کی روشنی میں اس کے روبرو آفتاب بھی ماند تھا، انہوں نے بیساختہ دوڑ کر اس کا بوسہ لیا اور وہاں ہی گر گئے۔

حضرت سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کے لئے یہ بہت بڑی سعادت اور اعزاز کی بات تھی مگر فوراً خیال آیا کہ کہیں دیکھنے والوں کا احترام مغرور نہ کر دے۔ اس کا علاج یہ کیا کہ مسجد کے دروازے پر لیٹ گئے اور لوگوں سے کہا کہ مجھے روندتے ہوئے گذریں تاکہ اپنے اندر جو بڑائی کا شائبہ بھی ہو سکتا ہے وہ لوگوں کے قدموں سے پامال ہو جائے۔

حضرت والا کی ایک بیان کے دوران عجیب کیفیت

احقر جامع عرض کرتا ہے کہ حضرت والا پر اللہ تعالیٰ کے عشق اور محبت کے بیان کے دوران جو کیفیت ہوتی ہے، اس کو احاطۂ تحریر میں لانا ممکن نہیں۔ اس کیفیت کی ایک جھلک ان جملوں میں ملاحظہ فرمائیں:

حضرت والا نے فرمایا کہ: بھئی! پرچہ وغیرہ کیوں دیتے ہو؟ آئندہ سے تقریر کے وقت میں پرچے مت دیا کرو۔ آسمان سے مضامین کی جو آمد ہو رہی ہے ان مضامین میں خلل اندازی مت کرو۔ میری تقریر رٹی رٹائی نہیں ہوتی، میں اللہ تعالیٰ سے بھیک مانگ کر بیٹھتا ہوں۔ اگر کسی کو پرچہ دینا ہو تو وہ مجھ سے تنہائی میں ملے، میرے حجرے میں کیوں نہیں آتے ہو؟ کیا نانی مرتی ہے؟ اگر کسی مضمون کے لئے درخواست کرنی ہے تو بھی وہاں آ کر مجھ سے ملو۔ عین تقریر کے وقت اگر کسی نے پرچہ دیا، یادرکھو! اس کا پرچہ پھاڑ دوں گا۔ تم چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جن مضامین کی آمد ہو رہی ہے وہ بند ہو جائے۔ ایسا کرنے والا شخص پوری قوم کا نقصان کرتا ہے۔ پرچہ دینے والا اور پرچہ لینے والا دونوں پوری قوم کا نقصان کرتے ہیں۔ کسی کا پرچہ مت لو۔ ان شاء اللہ! پرچہ دو یا نہ دو میں سب کو دعا میں یاد رکھوں گا۔ پرچہ دینے کی مطلق کوئی ضرورت نہیں ہے۔ کوئی بہت اہم بات ہو تو جب تقریر ختم ہو جائے اس وقت پیش کرو مگر تقریر کے درمیان میں پرچہ بازی مضامین میں خلل اندازی ہے اور میری پرواز میں وہ مضر ہو رہا ہے۔

شیخ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی غلامی نے سارے جہان کی غلامی سے نجات دے دی

آپ جانتے ہیں جب جہاز اڑتا ہے، اگر ایک پرندہ بھی جہاز سے ٹکرا جائے تو کتنا نقصان ہوتا ہے حالانکہ پرندہ جہاز کے مقابلے میں کتنا چھوٹا ہوتا ہے، بعض مرتبہ ایک پرندے کے ٹکرانے سے بھی جہاز تباہ ہو گیا۔ اگرچہ آپ کا پرچہ چھوٹا سا ہے مگر میرے جہاز کے لئے وہ پرندے سے بھی بڑا ہے۔ جب میں تقریر کرتا ہوں تو الحمدللہ سلاطین کے تخت و تاج میرے سامنے نیلام ہوتے ہیں، سورج اور چاند کی روشنی پھیکی نظر آتی ہے، لیلائے کائنات کا نمک جھڑتا ہوا دیکھتا ہوں ؎

اگر سجدہ میں سر رکھ دوں زمیں کو آسماں کردوں

اختر نے بزرگوں کی جوتیاں اٹھائی ہیں۔ ایک دن نہیں بلکہ جوان ہوتے ہی۔ یہ میری بزرگوں کی غلامی ان شاء اللہ رائیگاں نہیں جائے گی۔ اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کی غلامی کے صدقے میں سارے عالم کی غلامی سے آزادی دیتا ہے۔ میں نے اللہ کے دوستوں کی غلامی اختیار کی ہے، میں سارے عالم کی غلامی سے آزاد ہوں۔ الحمدللہ! مجھے کوئی روک نہیں سکتا، جہاں چاہوں سفر کروں۔ مسجد کی ذمہ داری مجھے نہیں روک سکتی کہ امامت کون کرائے گا؟ مدرسہ کون چلائے گا؟ میں نے سب کچھ دوسروں کے حوالے کر دیا۔ جس ملک سے مجھے کوئی بلاوا آ جائے جب چاہوں بستر اٹھا کر چلا جاؤں۔ میں نے بارہ برس تک دعا کی کہ اے اللہ! مجھ کو اپنے کرم سے سارے عالم کی غلامی سے آزادی عطا فرما اور مجھے صرف اپنی محبت اور ذکر و یاد کے دائرے میں پابندی عطا فرمایئے اور ساری مخلوق کی

پابندیوں سے آزادی نصیب فرمادیجئے۔

از کرم از عشق معزولم مکن
جز بذکر خویش مشغولم مکن

اے خدا! اپنی یاد کے علاوہ اپنے عشق و محبت کے علاوہ مجھے کسی کام میں مشغولی نہ دیجئے۔ بیان کے وقت میں کسی کے وقت کا پابند نہیں ہوں، جس کا دل چاہے وہ ابھی اُٹھ جائے۔ میں کسی کا غلام نہیں ہوں، یہاں تک کہ نہ اپنی اولاد کا، نہ احباب کا، نہ کمیٹی کا، کسی مخلوق کا غلام نہیں ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی سترہ برس غلامی کے صدقے میں سارے عالم کی غلامی سے آزادی بخشی ہے۔ میں کوئی تنخواہ دار نہیں ہوں، جس ملک میں بلایا جاتا ہوں اگر میری صحت ٹھیک ہو تو فوراً چلا جاتا ہوں۔ مجھے کسی سے اجازت نہیں لینی پڑتی نہ کمیٹی سے، نہ مسجد سے، نہ مدرسے سے۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا بھی کی تھی کہ اے اللہ! اختر کو آزادی عطا فرما لیکن اپنی محبت کی زنجیر میرے گلے میں ڈال دے، باقی ساری زناجیر سے ہم کو آزاد فرمادے۔

گر دو صد زنجیر آری بر درم
غیر آں زنجیرِ زلفِ دلبرم

اگر دنیا اختر کے قدموں میں دوسو زنجیریں لائے گی تو ان شاء اللہ! میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بھروسے پر کہتا ہوں کہ میں غیر اللہ کی دوسو زنجیریں توڑ دوں گا لیکن اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی محبت کی زنجیر پیش کرے گا، جو میرے محبوب کی زلف کی زنجیر لائے گا، حق تعالیٰ کے آئین اور فرامین کی جو زنجیریں آئیں گی، ہم بڑھ کر ان کا استقبال کریں گے اور لبیک کہیں گے اور اپنی گردن میں ڈال دیں گے۔

گناہوں کو چھوڑ دو! ایک درد بھری فریاد

یاد رکھو! اللہ کے نام پر اپیل کرتا ہوں کہ گناہوں کو چھوڑ دو، استغفار کرلو، توبہ کرلو، اپنی روحانیت کسی روحانی بیوٹی پارلر یعنی خانقاہ میں اس طرح سنوار لو کہ جب بھی موت آئے آپ حسین و جمیل ہوں یعنی شریعت کے لحاظ سے، طریقت کے لحاظ سے، حقیقت کے لحاظ سے حق تعالیٰ کے سامنے نہایت ہی جمال کے ساتھ پیش ہوں کہ حق تعالیٰ ہم کو آپ کو دیکھ کر اپنی آغوشِ رحمت میں قبول کرلیں۔ جس راستہ پر شیطان لے جا رہا ہے، یاد رکھو! یہ شیطان تمہارے کام نہیں آئے گا، اللہ کے لئے کہتا ہوں۔ اے خدا! اختر کی آہ میں اثر ڈال دے۔ جس ظالم کا دل پتھر ہو گیا ہو اور میری آہ اس کے قلب پر اثر انداز نہ ہو رہی ہو، گناہ کرتے کرتے وہ سیاہ دل ہو چکا ہو اس کے دل میں بھی

میری آہ کو مؤثر کردے۔ تیری قدرت سے باہر نہیں ہے، کتنا ہی سخت دل ہو مگر وہ مخلوق ہے، آپ خالق ہیں، آپ کی قدرت میں خالقیت کی شان ہے۔ آپ میری آہ کے اندر ایسی تاثیر پیدا کرنے پر قادر ہیں کہ جو دل مایوس ہو اس مایوس قلب میں بھی آپ اپنی امیدوں کے اور رحمت کے، محبت کی خوشیوں کے چاند اور آخرت کی کامیابیوں کے چاند طلوع فرمادیں اور مایوس کو امیدوار کردیں، آپ کے لئے کچھ مشکل نہیں۔ مشکل کی لغت ہمارے ہاں ہے، مخلوق میں ہے، حق تعالیٰ کے ہاں مشکل کی کوئی لغت نہیں ہے۔

بادشاہوں کو للکارنے والی دعوت الی اللہ

میں اگرچہ تارکِ سلطنت نہیں ہوں لیکن (نہایت رقت کے ساتھ فرمایا) دل میں ترکِ سلطنت کا جذبہ رکھتا ہوں۔ میں بادشاہوں کے کانوں کو تلاش کرتا ہوں کہ تمام دنیا کے سلاطین جمع ہوجائیں اور میری تقریر کا ہر زبان میں ترجمہ ہو اور اللہ تعالیٰ کا خاص فضل مجھ پر ہو تو پھر دیکھئے تماشا! ان شاء اللہ، سلطنت ان کو حقیر اور کمتر معلوم ہونے لگے گی، اللہ کے کرم سے میں یہی گمان رکھتا ہوں۔

دردِ دل کی کوئی زبان نہیں ہوتی

احقر جامع عرض کرتا ہے کہ جنوبی افریقہ میں حضرت والا کے بیان میں ایک صاحب پاکستانی تھے جو مدینہ منورہ سے آئے تھے، ان کے ساتھ ان کا بیٹا بھی تھا جو اردو بالکل نہیں جانتا تھا اور بھی کچھ لوگ دوسرے ممالک سے آئے ہوئے تھے، انہیں بھی اردو نہیں آتی تھی۔ حضرت والا کا بیان اردو میں ہوا تو آخر میں حضرت والا نے فرمایا: ''ہم نے اردو میں بیان کیا ہے لیکن اصل بات یہ ہے کہ عشق اور محبت کی کوئی زبان نہیں ہوتی۔ مجھے امید ہے سب میری بات سمجھ گئے ہوں گے۔ تو مدینہ منورہ سے آیا ہوا لڑکا جو اردو نہیں سمجھتا تھا، اس نے فوراً کہا: کَمَا فَھِمْتُ اَنَا جیسے میں آپ کی سب بات سمجھ گیا۔''

ایسے ہی گلشن خانقاہ میں ایک اردنی طالب علم آیا، وہ اردو نہیں جانتا تھا۔ حضرت والا اس کے ساتھ عربی میں بات فرماتے تھے۔ وہ عرب بھی حضرت کے بیان میں شروع سے آخر تک بیٹھتا تھا۔ حضرت والا نے اس سے پوچھا: ''تم بیان میں شروع سے آخر تک بیٹھتے ہو، میں تو اردو میں تقریر کرتا ہوں، تمہارے کچھ سمجھ میں بھی آتا ہے؟ اس نے کہا: آپ کی زبان تو میری سمجھ میں نہیں آتی لیکن آپ کی بات کا اثر جو قلب پر ہوتا ہے وہ سب میری سمجھ میں آجاتا ہے کہ آپ کیا فرمارہے ہیں؟''

اسی طرح حضرت والا کے سفر جنوبی افریقہ کے دوران ایک صاحب لندن سے جنوبی افریقہ پہنچے، وہ بھی مجلس میں حضرت کے بالکل سامنے بیٹھتے تھے۔ ان سے پوچھا کہ آپ کو حضرت کی تقریر کا ایک لفظ بھی سمجھ میں نہیں آتا، پھر بھی آپ سامنے بیٹھتے ہو؟ انہوں نے کہا: ''مجھے معلوم ہے کہ مجھے حضرت کا ایک لفظ بھی سمجھ میں نہیں آتا لیکن جب میں حضرت کی مجلس میں بیٹھتا ہوں تو ایسا لگتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے قریب بیٹھا ہوا ہوں، مجھے بہت زیادہ خدا کا قرب محسوس ہوتا ہے۔''

طبیعت ناسازی کے باوجود اُمت کے درد نے مجبورِ بیان کردیا

احقر مرتب عرض کرتا ہے کہ ۱۱ محرم الحرام ۱۴۲۱ھ مطابق ۱۷/اپریل ۲۰۰۰ء بروز دوشنبہ مرشدی ومولائی عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت ناساز تھی، اس لئے حضرت والا نے اپنے خلیفۂ اجل حضرت مولانا عبدالحمید صاحب (مہتمم دارالعلوم آزادوِل) کو جو جنوبی افریقہ سے حضرت والا کی خدمت میں رہنے کے لئے تشریف لائے تھے، حکم دیا کہ وہ بیان کریں چنانچہ شیخ کی محبت پر مولانا کا بہت عمدہ بیان ہوا۔ بیان کے اختتام پر قبیل عشاء حضرت والا اچانک اپنے حجرہ سے نہایت تیز رفتاری سے مسجد تشریف لائے اور فرمایا کہ اگرچہ میری طبیعت ناساز تھی لیکن قلب میں شدید داعیہ پیدا ہوا، اس لئے بہ تقاضائے قلبی آپ لوگوں کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں ۔

میں خود آیا نہیں لایا گیا ہوں ۔ محبت دے کے تڑپایا گیا ہوں
سمجھتا لاکھ اسرارِ محبت ۔ نہیں سمجھا میں سمجھایا گیا ہوں

شیخ کی آہ کو رائیگاں مت کرو

اسی بیان میں اپنے شیخ کی ناقدری کرنے والوں کے لئے تازیانۂ عبرت، تازیانۂ محبت اور ندامت سے اَشکبار کرنے والے درج ذیل جملے ارشاد فرمائے: یہاں مجبوری کا نام صبر نہیں ہے کہ مر گئے تو سب گناہ چھوٹ گئے۔ گناہ چھوٹنے سے ولی اللہ نہیں بنتا، گناہ چھوڑنے سے ولی بنتا ہے۔ کیا مردہ ولی اللہ ہوجائے گا؟ کیا مردہ کبھی ولی اللہ ہوسکتا ہے؟ زندہ آدمی ولی اللہ ہوتا ہے جو اپنی زندگی کو اللہ تعالیٰ پر فدا کرتا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ ہی سے فریاد کرتا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ میری آہ کو بعض لوگ قدردانی سے نہیں دیکھتے، مجھے سب محسوس رہتا ہے مگر میں حق تعالیٰ سے فریاد کرتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ حق تعالیٰ میری آہ کو اگر کراچی میں نہ سہی آفاقِ عالم کے مشرق مغرب شمال جنوب کہیں نہ کہیں سے کوئی قدردان ضرور میرے پاس بھیجیں گے یا مجھے اس کے پاس بھیجیں گے کیونکہ میری آہ

رائیگاں نہیں جائے گی ؎

آہ جائے گی نہ میری رائیگاں
تجھ سے ہے فریاد اے ربِ جہاں

اس لئے کہتا ہوں کہ شارٹ کٹ راستے سے اگر ولی اللہ بننا ہے تو اپنے مرشد سے محبت کو شدید کرو اور اللہ تعالیٰ کی محبت بھی اشد کرو اور اشد محبت کے لئے خانقاہوں میں جانا پڑتا ہے، اللہ والوں کی جوتیاں اٹھانی پڑتی ہیں ورنہ کسی مسلمان سے پوچھ لو اللہ سے سب کو محبت شدید ہے لیکن ضرورت اشد محبت کی ہے۔ اس لئے حضرت پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر سن لو ؎

محبت محبت تو کہتے ہیں لیکن
محبت نہیں جس میں شدت نہیں ہے

وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ جو ایمان لائے وہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں اشد ہیں۔ یہ خالی تصوف کی بات نہیں، قرآن پاک سے اس کی دلیل ہے۔

کسی خلیفہ کو غیر خلیفہ کو کمتر سمجھنا جائز نہیں

لہٰذا جتنی زیادہ مرشد کی محبت ہوتی ہے اور محبت بھی ہو اتباع کے ساتھ تب ساتھ رہنا مفید ہوتا ہے۔ بعض لوگ شیخ کے پاس آئے اور دس دن میں خلیفہ ہوگئے، پہلے ہی سے جلے بھنے تھے۔ خشک لکڑی جلدی جل جاتی ہے اور گیلی لکڑی شوں شاں کرتی رہتی ہے، جلتی نہیں۔ بعضے لوگ گیلی لکڑی ہوتے ہیں، ان کو جلاتے رہو لیکن جل کے نہیں دیتے۔ سب سے بڑی نعمت اللہ کا خوش ہو جانا ہے، بس مالک راضی رہے۔ واللہ! کہتا ہوں اللہ تعالیٰ کی خوشی کے بعد کسی خوشی کا انتظار کرنا اس میں ملاوٹ ہے، ریا کاری ہے، حبِ جاہ ہے، غیر اللہ ہے۔ اس لئے خلیفہ پر بھی فرض ہے کہ غیر خلیفہ کو حقیر نہ سمجھے، ہوسکتا ہے کہ وہ اللہ کا مخلص ہو۔ قیامت کے دن کتنے غیر خلیفہ، خلفاء سے اپنے اعمال و تقویٰ کے عالی مقام کی برکت سے افضل ہوسکتے ہیں۔ الحمد للہ! اختر ہر مسلمان کے پاؤں کی خاک کو اپنی پیشانی سے افضل سمجھتا ہے۔ ابھی میں اپنی برتری کا دعویٰ کیسے کروں، ابھی تو میرا مقدمہ ساعت کے فیصلے کا منتظر ہے۔

مولیٰ کے جلے بھنے عاشقوں کے لئے تڑپ

میں اپنی زندگی کے چند دن اللہ سے مانگ رہا ہوں کہ اے خدا! اختر کی زندگی کو صحت و عافیت کے ساتھ بڑھا دیجئے اور جو دن باقی ہیں ان کے ایک ایک لمحہ کو آپ قیمتی بنا دیجئے۔ جو آپ کی یاد میں جل بھن رہے ہوں، چاہے مشرق میں ہوں، چاہے مغرب میں ہوں، چاہے شمال میں ہوں، چاہے جنوب میں جو آپ کی تلاش میں

بے قرار اور بے چین ہوں اور اختر کا بلڈ گروپ اور اختر کی روحانیت ان کے لئے مناسبت رکھتی ہو، آپ کے علم میں اختر ان کے لئے خیر ہو تو مجھے وہاں پہنچا دیجئے یا ان کو یہاں پہنچا دیجئے۔ کسی اللہ کے عاشق کی توہین مت کرو، اگر بلڈ گروپ نہیں ملتا تو کوئی بات نہیں، مگر توہین کرنا حرام ہے، اس کے بلڈ کو برا مت کہو۔ اختر یہ بھی دعا کرتا ہے کہ اے اللہ! آپ کے علم میں اختر سے جن کے لئے فیض و خیر مقدر نہ ہو اور ان کے لئے میری تربیت مفید نہ ہو، آپ اپنی رحمت سے ان کو میرے پاس نہ آنے دیجئے اور ان کو وہاں بھیج دیجئے جہاں آپ کے علم میں خیر اور ولی اللہ ہونا لکھا ہو۔

شیخ سے دلی مناسبت ہو تو پھر نظر کسی دوسرے پر نہیں جاسکتی

روحانی دوستوں سے ملاقات کے لئے ''یا جامع'' بھی پڑھتا ہوں۔ آپ دیکھ لیجیے کہ جنوبی افریقہ سے بڑے بڑے علماء جو بخاری شریف پڑھا رہے ہیں، بڑے دارالعلوم آزاد وِل کے مہتمم اور اسی طرح جمعیۃ علماء ڈربن کے صدر میرے ہی خلیفہ ہیں۔ کیا ان علماء کے دماغ میں کوئی خلل ہے یا اسکرو کی لوز نگ ہے، کیوں آتے ہیں اختر کے پاس؟ مجھ سے مناسبت ہے، جب دل سے دل ملتا ہے تو اپنا شیخ سب سے بڑا پیر معلوم ہوتا ہے۔ دعا کرتا ہوں کہ میری خدمات سے مجھ کو بھی، میری اولاد کو بھی اور میرے احباب کو بھی نسبتِ اولیائے صدیقین کے اس آخری خط تک اللہ تعالیٰ پہنچا دے جو ولایت کی منتہا ہے، آگے کسی ولایت کا ایک اعشاریہ باقی نہ ہو، اس مقام تک میں اللہ سے ولایت مانگتا ہوں۔

اللہ والوں کے پاس جانے میں عاشق کی رفتار بھی تیز ہو جاتی ہے

بس یہ چند باتیں میں نے بتا دیں کیونکہ میں دردِ دل سے بہت ہی تڑپتا ہوا آیا ہوں اور بہت تیز چلا ہوں۔ شاید مولانا مظہر میاں نے بھی میری رفتار دیکھی ہو کہ ابّا کو کیا ہو گیا کہ بڑی تیزی سے جا رہے ہیں۔ میں نے اس لئے تیزی اختیار کی کہ مجھے کوئی روک نہ لے اور مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ میرے تیزی اور ذوق و شوق سے آنے کی تائید کرتے ہیں، فرماتے ہیں ؎

سرنگونم ہیں رہا کن پائے من

اے دنیا والو! جلال الدین رومی نے جو شاہ خوارزم کا نواسہ اور شمس الدین تبریزی کا غلام ہے اور اللہ کی محبت کا امام ہے، اپنا سر جھکا چکا ہے۔ اے دنیا والو! اب میرے پاؤں میں بیڑیاں اور زنجیریں مت ڈالو۔ خبردار! اب میں اپنا سر جھکا چکا ہوں۔ جب جانور بندھے بندھے تنگ آ جاتا ہے اور رسی تڑانا چاہتا ہے تو پورا زور لگانے کے لئے

سر جھکا لیتا ہے لہٰذا اب میرے پاؤں کو آزاد کردو۔ اب میں تعلقات ماسوی اللہ کی زنجیروں کو برداشت نہیں کرسکتا۔

سرنگونم ہیں رہا کن پائے من
فہم کو در جملۂ اجزائے من

اب میرے دل ودماغ اور جملہ اعضائے بدن میں تمہاری دنیاوی باتوں کو سمجھنے کی صلاحیت ہی نہیں ہے۔ اب تم مجھے لاکھ ڈراؤ، مگر میں نہیں ڈر سکتا۔

دعویٰ مرغابی کردہ ست جاں
کے ز طوفان بلا دارد فغاں

اے دنیا والو! جلال الدین رومی کی جان نے اللہ کے عشق ومحبت کے سمندر میں مرغابی ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور مرغابی طوفانِ بلا سے کبھی نہیں ڈرتی۔ اسی طرح اللہ جب اپنا کرم کرتا ہے تو استقامت دیتا ہے۔

جس کو اللہ پر جان دینا ہو وہ میرا ساتھ دے

حضرت والا نے فرمایا کہ الحمدللہ! اللہ کے بھروسے پر کہتا ہوں کہ سلاطینِ عالم کے تخت وتاج اور سورج اور چاند کی روشنیاں اور لیلائے کائنات کے نمکیات اور دولت ان شاء اللہ تعالیٰ مجھے خرید نہیں سکتے، سوائے حق تعالیٰ کی محبت کے اور ان کی محبت پر فدا ہونے کے۔ میں انہیں کو اپنا سمجھتا ہوں جو میرے ذوق کے مطابق اللہ پر فدا ہونا سیکھتے ہیں اور جو میرا ساتھ نہیں دیتے وہ ساتھ ہیں مگر میرے ساتھ نہیں ہیں، میرے ساتھ وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ پر بِجَمِیْعِ اَعْضَائِهٖ وَ بِجَمِیْعِ اَجْزَائِهٖ وَ بِجَمِیْعِ کَمِّیَّاتِهٖ وَ بِجَمِیْعِ کَیْفِیَّاتِهٖ وَ بِجَمِیْعِ اَنْفَاسِهٖ فدا ہیں۔ جس کی ہر سانس اللہ تعالیٰ پر ہر وقت فدا ہو رہی ہو اور ایک سانس بھی اللہ کو ناراض کرکے غضب اور قہر اور لعنتی زندگی گذارنے سے سچا اور پکا تائب ہو چکا ہو۔ اس لئے اگر میرے ساتھ رہنا ہے تو ارادہ کرلو کہ اپنے مولیٰ پر اور پیدا کرنے والے پر اور پالنے والے پر اور جس کے قبضہ میں ہماری صحت اور ہماری بیماری، جس کے قبضہ میں ہماری غریبی اور مال داری، جس کے قبضہ میں ہماری عزت اور ذلت اور جس کے قبضہ میں ہماری مغفرت اور جنت اور جہنم ہے، ایسی طاقت والی ذات پر، ایسے ارحم الراحمین پر ہر سانس فدا کرنے کے لئے جان کی بازی لگاؤ۔ جان کی بازی لگانا ہو تب تو رہو ورنہ اَور خانقاہیں بھی موجود ہیں۔ ہم آپ کو منع نہیں کرتے اور خوشامد بھی نہیں کرتے کہ یہاں آؤ، جس کو اللہ پر جان دینا ہو وہ میرا ساتھ دے۔ شاہ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ نے یہی اعلان کیا تھا کہ جس کو میرے ساتھ بالاکوٹ چل کر خدا تعالیٰ پر جان دینا ہو وہ میرے قافلے میں آجائے۔

اللہ کے عاشقوں کے قافلہ کی خواہش

اب اختر کی جان نے بھی مرغابی ہونے کا دعویٰ کر دیا ہے، اب آہ وفغاں سے نہ مجھ کو ڈر ہے اور نہ مجھے کوئی پکڑ سکتا ہے۔ میں جہاں چاہوں گا وہاں رہوں گا، جہاں دل چاہے گا وہاں جاؤں گا، میرے پیر میں ان شاء اللہ کوئی زنجیر ڈالنے والا نہیں ہے، میرے ذمہ جو حقوق تھے سب ادا کر چکا۔ ایک بیٹا، ایک بیٹی اللہ تعالیٰ نے دیے، ان کی شادیاں ہوگئیں، میری ذمہ داری شرعی ختم۔ ایک بیوی تھی وہ قبرستان میں جا کر سوگئی۔ اب اس کے حقوق بھی میرے ذمہ نہیں رہے۔ اب صرف اللہ تعالیٰ ہی کے حقوق میرے ذمہ ہیں، وہ مالک اپنے کرم اور اپنی رحمت سے مجھے توفیق دے کہ اختر اللہ پر جان دینے کا حوصلہ پا جائے۔ مجھے ایک جماعت، ایک قافلہ عاشقوں کا چاہیے جو میرے ساتھ سارے عالم میں پھریں اور اللہ تعالیٰ پر جان دینا سیکھیں اور ان شاء اللہ تعالیٰ وہ سلاطین کے تخت و تاج سے زیادہ مزہ پائیں گے، لیلائے کائنات کے نمکیات سے زیادہ مزہ پائیں گے، سورج و چاند کی روشنی سے زیادہ مزہ پائیں گے، پاپڑ بریانی، پلاؤ اور سموسوں سے زیادہ مزہ پائیں گے۔ ان کی لذتِ باطن کے مقابلہ میں ان شاء اللہ کوئی چیز مثل نہیں ہوسکتی کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات بے مثل ہے، جب دل میں وہ مولیٰ آتا ہے جو بے مثل ہے، جس کا کوئی ہمسر نہیں ہے وہ دل ان شاء اللہ دونوں جہان سے بڑھ کر مست رہے گا اور دوسروں کو بھی مست کرے گا۔

اے اللہ! ہمارے پیٹ کا انتظام فرما کر اپنی یاد میں ہمیں مشغول فرما

اگر میں نے اعظم گڑھ میں علمِ دین نہ پڑھا ہوتا تو آج آپ کو قرآن و حدیث کیسے سناتا۔ میں تو حکیم تھا، اگر حکمت کے بعد میں علمِ دین حاصل نہ کرتا تو صبح صبح مریضوں کے پیشاب پاخانہ کا معائنہ کرتا۔ میں نے بارہ سال دعا کی کہ اے اللہ! دنیا کے کاموں میں میرا دل نہیں لگتا، اپنے نام کے صدقہ میں مجھے دو روٹی عطا فرما دیجئے اور اپنے ذکر کے علاوہ مجھے کسی کام میں مشغول نہ کیجئے اور میری روح کو ایسی تیز والی محبت عطا کر دیجئے کہ مجھ کو دیکھ کر آپ کے بندوں کے دل آپ کے لئے تڑپ جائیں۔

حضرت والا کی اپنے مریدین کے لئے دلی آرزو

آپ کہیں گے کہ میں بار بار یہی تقویٰ کی آیت اِنۡ اَوۡلِیَآءُہٗۤ اِلَّا الۡمُتَّقُوۡنَ کیوں پڑھتا ہوں؟ مگر میں کیا کروں؟ میرے دل کی آرزو یہ ہے کہ جب ہم لوگ مریں تو غلامی پر تاجِ ولایت پہن کر مریں۔ اختر کو یہ شوق اور یہ درد سارے عالم میں مارا مارا پھرا رہا ہے۔ میری اس موضوع پر محنت ہے کہ اللہ تعالیٰ اختر کو بھی، میری اولاد کو بھی، میرے دوستوں کو بھی، ہم سب کے غلامی کے سروں پر تاجِ دوستی رکھ کر پھر ہمیں موت عطا فرما کیونکہ مرنے کے بعد

دوبارہ نہیں آنا ہے۔ اس مجمع میں کوئی ہمیں بتادے کہ مرنے کے بعد دوبارہ اعمالِ ولایت، اخلاقِ ولایت اور تقویٰ ولایت کا موقع ملے گا؟ کیا کوئی آج تک دوبارہ آیا؟ یہی ایک دفعہ زندگی ملی تو کیوں نہ ہم اس زندگی کو کارآمد بنالیں اور مقصدِ حیات اللہ تعالیٰ کی ولایت کی آخری سرحد چھولیں۔ اللہ کے نام پر کہتا ہوں، بایزید بسطامی کی شکل میں ننگِ یزید کام مت کرو۔ بدنظری کے لعنتی فعل سے باز آجاؤ، باز آجاؤ، باز آجاؤ، اب میرے دردِ دل سے مذاق مت کرو، میری آہ کو رائیگاں مت کرو؂

میری آہ کو رائیگاں کرنے والو
میرے ساتھ یہ بے وفائی نہ کرنا

بھولو پہلوان جیسا جسم لے کر معمولی سی بکری سے نہیں لڑ سکتے۔ نفس کی کیا حقیقت ہے؟ اپنی زندگی کو قیمتی بنالو، اختر روتے روتے اب مرنے کے قریب آچکا ہے۔ میری آہ و فغاں کب تک سنو گے؟ کب تک اپنی زندگی میں تبدیلی نہ لاؤ گے؟ ناچ گانے اور مردہ جسموں پر مرنے والو! کیا اللہ والا بننے میں آپ کو فائدہ نظر نہیں آتا؟

اللہ کی محبت کا بیان روح کے ساتھ جسم کو بھی توانا کردیتا ہے

حضرت والا نے فرمایا کہ ویسے تو میں بہت ہائے ہائے کررہا ہوں، سب لوگ جانتے ہیں میں کتنی کمزوری محسوس کرتا ہوں مگر اس وقت بتاؤ کہ کمزوری لگ رہی ہے، اللہ تعالیٰ کی محبت جب بیان کرتا ہوں تو جوان ہوجاتا ہوں۔ ایک افریقن نوجوان نے مجھ سے کہا کہ آپ کی عمر سیونٹی (seventy) ہے مگر تقریر کے وقت میں سیونٹین (Seventeen) معلوم ہوتے ہیں۔ جو کالے بال اللہ تعالیٰ پر فدا ہوئے ان کی جوانی ہمیشہ قائم رہے گی۔ ظاہری طور پر سفید بال ہوں گے مگر بڑھاپا نہیں آئے گا، سیونٹی ہوگا مگر سیونٹین معلوم ہوگا۔ جو اللہ والوں کی جوتیاں اٹھانے کے صدقے میں اللہ والا بنتا ہے اس کا یہی حال ہوتا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دعا کرتا ہوں کہ اختر کو پھر دوبارہ جوانی دیجئے۔ اختر کو ایک کروڑ جان نصیب فرما اور اپنی راہ پر فدا کرنے کی سعادت نصیب فرما۔

اے اللہ! میرا دردِ دل میرے بیٹے، میرے شاگردوں کو بھی عطا کردے

میں اپنے دردِ دل پر خود عاشق ہوں۔ اس درد بھرے دل پر اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر گزار ہوں۔ چاہتا ہوں کہ میرے بیٹے کو بھی عطا کردے، میرے شاگردوں کو بھی عطا کردے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ سے زندگی مانگتا ہوں کہ آپ مجھے سارے عالم میں پھرا دیجئے، میں آپ کی محبت کا یہ شعر پڑھتا رہوں؂

نگر نگر ڈھنڈورا پیٹ رہا ہوں پیت کرو سب کوئے

اے اہلِ عالم و کائنات اور دنیا والو! اختر نگر نگر اور شہر شہر ڈھنڈورا پیٹ رہا ہے کہ تم اللہ سے محبت کر کے دیکھو، سکون پا جاؤ گے۔ حضرت لبید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَّا خَلَا اللّٰہَ بَاطِلٌ (اے دنیا والو! خوب سن لو کہ ہر شے جو خدا کے علاوہ ہے وہ فانی اور باطل ہے۔

افسوس! اختر کو پہچاننے والے لوگ کم ہیں

حضرت والا نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ ساری دنیا کی سلطنت، بادشاہوں کے تخت و تاج اختر کے قدموں میں رکھ کر دیکھو کہ اختر بکتا ہے یا نہیں؟ مجھے اللہ کے بھروسے پر یقین ہے، افسوس! پہچاننے والے کم ہیں، وہ لوگ سمجھتے ہیں کہ اختر بھی لالچی ہے، کہیں کوئی مال دار آ جائے گا تو اس کے پیچھے پھرنے لگے گا۔ میں یہی عرض کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے درد کی اس قدر قیمت سمجھا دی ہے کہ اگر ساری دنیا کے بادشاہ اپنی سلطنت کے تخت و تاج میرے قدموں میں ڈال دیں تو اختر اس دردِ محبت کی داستان کو نہیں چھوڑے گا۔ یہ نہیں کہے گا کہ چلو! دارالخلافہ میں آرام سے بیٹھ کر مرغے اڑائیں۔ میں اپنے دردِ محبت کو سنانے کی اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتا ہوں اور خدائے تعالیٰ سے ایک سو بیس برس کی عمر مانگتا ہوں۔ اے اللہ! جب اختر جوان تھا تو کوئی پوچھنے والا نہیں تھا، اس وقت میری زبان کو کان نہیں ملے، اب جب بوڑھا ہو گیا تو ہر طرف مجمع بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ اے اللہ! ان کے کان کے صدقے میں میری زبان کو توانائی عطا فرما۔ قوتِ بیان، حسنِ بیان، اخلاصِ بیان، شرفِ قبولیتِ بیان عطا فرمائیے۔ سارے عالم میں مجھ سے کام لے لیجیے۔

میرا موضوع اللہ کی یاد میں آہ و فغاں کرنا ہے

اللہ تعالیٰ سے عرض کرتا ہوں کہ اے اللہ! مجھے ایک جہاز عطا فرما دیجئے اور اس کا پائلٹ بھی میرا دوست ہو۔ جب چاہے الٰہ آباد میں اتار دیا، جب چاہا ہردوئی اتر گئے، جب چاہا جنوبی افریقہ چلے گئے۔ دل یہی چاہتا ہے کہ اے اللہ! مجھے اپنی رحمت سے شرق و غرب اور شمال و جنوب سے کچھ ایسے کان عطا فرما دیجئے جو آپ اس امانت دردِ محبت کو ان کے سینوں میں منتقل فرما دیں۔ کام آپ بنا دیں اور نام میرے چڑھا دیں یعنی میرے لئے صدقۂ جاریہ بنا دیجئے۔ میرا موضوع آہ و فغاں ہے۔ مجھے درس و تدریس، پڑھانے کا ذوق نہیں ہے، میرا کسی اور قسم کا کوئی موضوع نہیں ہے۔ میرا بچپن سے ذوق اللہ والوں پر مرنا ہے؎

مری زندگی کا حاصل مری زیست کا سہارا
ترے عاشقوں میں جینا ترے عاشقوں میں مرنا

مجھے کچھ خبر نہیں تھی ترا درد کیا ہے یا رب
ترے عاشقوں سے سیکھا ترے سنگِ در پہ مرنا

میری زندگی کا موضوع اللہ تعالیٰ کی محبت ہے جو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کا موضوع تھا۔

آہ را جز آسماں ہمدم نبود
راز را غیرِ خدا محرم نبود

اے دنیا والو! میری آہ کا سوائے آسمان کے اور کوئی ساتھی نہیں ہوتا، ایسی جگہ اللہ کہتا ہوں اور میری محبت کے راز کو سوائے خدا کے اور کوئی نہیں جانتا۔ پہاڑوں کے دامن، جنگلوں میں آہ وفغاں کا بھی ایک طبقہ چاہیے۔اس لئے میرا موضوع ''آہ وفغاں بسوئے آسماں بآوازِ گاؤ زباں'' ہے۔

ہے عبادت کا سہارا عابدوں کے واسطے
اور تکیہ زہد کا زاہدوں کے واسطے
ہے عصائے آہ مجھ بےدست و پا کے واسطے

شیخ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سے پانچ گھنٹہ شرح مثنوی سنی اور اَشکبار تھے

حضرت والا نے فرمایا کہ ایک دفعہ میں اپنے سسرال کوٹلہ سے رات کو تین بجے چلا اور اٹھارہ بیس میل کا فاصلہ طے کرکے فجر کی نماز اپنے شیخ کے ساتھ جماعت سے پڑھی۔حضرت نے جب سلام پھیر کر مجھے دیکھا تو تعجب سے فرمایا کہ ارے! تم اس وقت کیسے آگئے؟ میں نے عرض کیا کہ بس آپ سے ملاقات کرنے کو دل چاہ رہا تھا۔ حضرت قرآن شریف اور مناجاتِ مقبول لے کر خانقاہ تشریف لائے اور تخت پر بیٹھ گئے اور پھر کہا اب بتاؤ! کیسے آنا ہوا؟ میں نے اپنے آنے کی وجہ بتائی کہ میرے قلب میں اللہ تعالیٰ نے مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار کی شرح عطا فرمائی ہے، اگر آپ اس کی تصحیح اور تائید فرمادیں گے تو میں سمجھوں گا کہ میں صحیح سمجھا۔تو حضرت نے چھ بجے سے میری بات سننی شروع کی اور دن کے گیارہ بج گئے۔پانچ گھنٹے میری تقریر سنی اور حضرت اَشکبار تھے۔جب حضرت کے آنسو بہنے لگے تب میں نے دل میں یہ شعر پڑھا۔

وہ چشمِ ناز بھی نظر آتی ہے آج نم
اب تیرا کیا خیال ہے اے انتہائے غم
آؤ دیارِ دار سے ہو کر گذر چلیں
سنتے ہیں اس طرف سے مسافت رہے گی کم

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ کیا کھاؤ گے؟ احقر نے عرض کیا کہ جو آپ کھلائیں گے کھالوں گا۔ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے بچیوں کو آواز دے کر فرمایا کہ حکیم اختر آئے ہیں، ان کے لئے تہری چاول پکوالیں۔

حضرت والا نے فرمایا کہ بیان سے پہلے میں کوئی مضمون پہلے سے نہیں سوچتا ہوں صرف دعا کرتا ہوں۔ میرے شیخ شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ تقریر یا وعظ سے پہلے دو رکعت حاجت پڑھو اور ے مرتبہ یہ پڑھو:

((رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَیَسِّرْ لِیْٓ اَمْرِیْ وَاحْلُلْ عُقْدَۃً مِّنْ لِّسَانِیْ یَفْقَھُوْا قَوْلِیْ))

اور یہ اسمِ اعظم بھی بتایا تھا:

((اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ اَنْتَ اللہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ))

حدیث شریف میں ہے کہ جو اس کو پڑھ کر دعا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو رد نہیں فرمائیں گے۔ اس کے بعد دعا کرے کہ یا اللہ اپنے نام کی برکت سے اور ہمارے ان بزرگوں کے صدقہ میں جن کا ہم نے دامن پکڑا ہے، وہ مضامین بیان کرا دیجئے جو آپ کے بندوں کے لئے مفید ہوں۔ اس لئے دعا کر کے بیٹھتا ہوں کہ اے اللہ! میرے دل و جان کو اور آپ کے دل و جان کو اپنی ذاتِ پاک سے ایسا چپکا لیں کہ ساری دنیا کے حسین، دنیائے کفر کی کرسچین لڑکیاں، بادشاہت اور سلطنت و تجارت کوئی چیز بھی ہمیں آپ سے ایک اعشاریہ الگ نہ کر سکے۔

رازِ شگفتگی

صَر صَر جو کہے کلیوں سے ہو جاؤ شگفتہ
کیا کِھل کے وہ شاخوں کو سجا دیں گی چمن میں؟
ہاں چھیڑ دے گر ان کو کبھی بادِ سحر تو
پھر کِھل کے وہ خوشبو کو لُٹا دیں گی چمن میں

از کلام حضرت والا نور اللہ مرقدہ

- شگفتگی: کِھلنا
- صَرصَر: تیز ہوا
- بادِ سحر: صبح کی ہوا

رو پڑتے ہیں کیوں لوگ میری داستاں کے ساتھ
شاید کہ میرا دل بھی ہے میری زباں کے ساتھ

ازکلام حضرت والا نوراللہ مرقدہ

کچھ سابقہ ضرور ہے دردِ نہاں کے ساتھ
ہے میرا رابطہ اگر آہ و فغاں کے ساتھ

اخلاص سے جو رہتا ہے پیرِ مغاں کے ساتھ
رہ کر زمیں پہ رہتا ہے وہ آسماں کے ساتھ

جو حسرتوں سے رہتا ہے زخمِ نہاں کے ساتھ
وہ دل سے رہا کرتا ہے ربِ جہاں کے ساتھ

رہتے تھے میر جو کبھی حُسنِ بتاں کے ساتھ
اب ہوگئے ہیں وقف کسی آستاں کے ساتھ

مشغول تھی جو روح کبھی این و آں کے ساتھ
رہتی ہے شب و روز وہ ربِ جہاں کے ساتھ

چلتا نہیں ہوں میں کبھی اہلِ جہاں کے ساتھ
میں چل رہا ہوں دوستو اُن کے نشاں کے ساتھ

رو پڑتے ہیں کیوں لوگ میری داستاں کے ساتھ
شاید کہ میرا دل بھی ہے میری زباں کے ساتھ

دھوکہ نہ کھایئے کبھی اہلِ فغاں کے ساتھ
باطن میں ہے بہار بظاہر خزاں کے ساتھ

طائر کی دوستی ہے اگر باغباں کے ساتھ
محروم نہ ہوگا وہ کبھی آشیاں کے ساتھ

اخترؔ مجھے تو آہِ بیاباں سے عشق ہے
رکھتی ہے جو کہ وقف مجھے جانِ جاں کے ساتھ

❁ سابقہ: تعلق
❁ نہاں: چُھپا ہوا
❁ این و آں: اگر مگر، فضولیات
❁ طائر: پرندہ

ساتواں باب

دین پھیلانے کے لئے مشقت برداشت کرنا

سارے عالم میں پھر پھر کے یارب۔ تیرا دردِ محبت سنائیں

جب حضوری کا عالَم عطا ہو
اُن کو افسانۂ غم سنائیں
تیرے در پر مرا سر ہو یا رب
جان اس طرح تجھ پر لٹائیں
مجھ کو اپنا بنالو کرم سے
ملتزم پر یہ مانگیں دعائیں
اب نہ جانا ہو گھر ہم کو واپس
چپکے چپکے یہ مانگیں دعائیں
دونوں عالَم کی کیا ہے حقیقت
جتنے عالَم ہوں تجھ پر لٹائیں
سارے عالَم میں پھر پھر کے یا رب
تیرا دردِ محبت سنائیں
تیرا دردِ محبت سنا کر
سارے عالَم کو مجنوں بنائیں
سارے عالَم کو مجنوں بنا کر
میرے مولیٰ ترے گیت گائیں
لذتِ قرب پا کر تیری ہم
لذتِ دوجہاں بھول جائیں
دربدر ڈھونڈتا ہے یہ اخترؔ
اہلِ دردِ محبت کو پائیں

❁ ملتزم: بیت اللہ کے دروازے سے چپٹنے کی جگہ ❁ دربدر: جگہ جگہ

از کلام حضرت والا نور اللہ مرقدہ

دین پھیلانے کے لئے مشقت برداشت کرنا

اہل اللہ کی ابتدائی زندگی میں مصائب پیش آنے کی حکمت

حضرت والا نے فرمایا کہ اکثر ایسا دیکھا جاتا ہے کہ جتنے بڑے لوگ ہوئے ہیں ان کو ابتدائی زندگی میں بڑے مجاہدات سے گزارا گیا ہے اور اس کی ایک وجہ بھی ہے، وہ یہ کہ اگر مجاہدات سے نہ گزارا جائے، اتنا نہ رگڑا جائے تو دل میں بڑائی آسکتی ہے۔ ان مصائب کے بعد پھر ان پر جتنے بھی انعامات کی بارش ہو عجب و کبر سے محفوظ رہتے ہیں۔ چنانچہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جس کو اپنی عظیم نسبت دینا چاہتے ہیں، ضعیف نہیں، قوی بھی نہیں، اقویٰ نسبت دینا چاہتے ہیں تو اس کو بہت مجاہدات سے گزارتے ہیں کیونکہ ظاہری بات ہے جب نسبت اقویٰ ہوتی ہے تو دردِ محبت کی خوشبو وہ چھپا نہیں سکتا۔

اللہ کے دردِ محبت کی خوشبو چھپانے سے بھی چھپ نہیں سکتی

علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ ''الیواقیت والجواہر'' جو عربی میں ان کی تصنیف ہے، اس میں لکھتے ہیں کہ اگر کوئی صاحبِ نسبت باہر کا کمرہ چھوڑ کر دوسرا کمرہ چھوڑ کر تیسرے کمرے میں چھپ کر کہیں رو رہا ہو، اللہ تعالیٰ کو درد بھرے دل سے یاد کر رہا ہو تو اس کی خوشبو کو اللہ تعالیٰ عالم میں پھیلا دیتے ہیں۔

دین کی خاطر کشمیر کے پہاڑوں پر پہنچے، پانی سے روٹی بھگو کر کھائی

احقر مرتب عرض کرتا ہے کہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ آزاد کشمیر کے اوپر پہاڑوں پر تشریف لے گئے اور چارپائی پر لیٹ کر پہاڑوں پر گئے کیونکہ خود ضعف کی وجہ سے چڑھ نہیں سکتے تھے۔ پہلے سفر میں لوگ بیان میں نہیں آرہے تھے کیونکہ وہاں پر جعلی پیر زیادہ تر مال لوٹنے کے لئے آتے تھے۔ حضرت والا نے اَشک بار آنکھوں سے فرمایا کہ اختر تم سے کچھ لینے نہیں بلکہ دینے آیا ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نقل کرنے آیا ہوں۔ الحمدللہ! کشمیر میں حضرت والا جہاں جہاں تشریف لے گئے وہاں سے بدعات کا خاتمہ ہوگیا۔ حضرت والا نے ایک مرتبہ فرمایا کہ ''آج تو اللہ کا کرم ہے، پہلے زمانے میں تو سوکھی روٹیاں ہوتی تھیں۔ میں نے کشمیر میں ناشتہ دریا کے پانی میں روٹی بھگو کر کیا ہے۔ وہاں کے کشمیریوں نے کہا کہ آج ہم نے جو کتابوں میں پڑھا تھا کہ پہلے زمانے کے لوگ صوفی، فقیر، درویش پانی میں روٹی بھگو کر کھاتے تھے، آج پرانی سنت ادا ہوتے دیکھ لی۔ اُسی دریا کے کنارے ذکر بھی کیا، تو اللہ تعالیٰ نے وہ ذوق اپنی رحمت سے بزرگوں کی دعاؤں کی برکت سے عطا فرمایا۔''

اپنے غریب عاشقوں کی دلجوئی

ایک مرتبہ حضرت والا کو دو جگہ سے سفر کی دعوت ایک ہی وقت میں آ گئی، ایک جنوبی افریقہ سے مولانا حسین بھیات رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے اور دوسری بنگلہ دیش سے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ میں بنگلہ دیش جاؤں گا، جنوبی افریقہ میں تو سب مال دار لوگ ہیں، جب چاہیں ٹکٹ کٹوا کر کراچی آ سکتے ہیں، یہ بنگلہ دیش والے بے چارے غریب ملک کے ہیں، یہ لوگ یہاں نہیں آ سکتے تو میں خود ان کے پاس جاؤں گا۔

امراء کی بستی چھوڑ کر حضرت والا غریبوں کی بستی میں قیام فرماتے

دس سال تک حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ صرف بنگلہ دیش ہی جاتے رہے اور بسا اوقات سال میں دو دو مرتبہ تشریف لے جاتے تھے اور جس علاقے میں حضرت والا ٹھہرتے تھے وہ ڈھالکا نگر کہلاتا ہے، بہت پسماندہ علاقہ تھا، بچے سامنے بیٹھے نالی پر پاخانہ کرتے ہوتے تھے۔ حضرت کی طبیعت بہت نفیس تھی، حضرت والا نگاہ بچاتے ہوئے وہاں سے گذر جاتے تھے۔ حضرت والا حاجی کمال صاحب کے ہاں ٹھہرتے تھے، ان کا گھر تو عالیشان اور آرام دہ تھا مگر تھا ڈھالکا نگر ہی میں جبکہ حاجی حبیب صاحب کا گھر دھان منڈی میں تھا، دھان منڈی کا علاقہ ایسا ہے جیسے یہاں کراچی میں ڈیفنس کا علاقہ ہے۔ حاجی حبیب صاحب نے عرض کیا کہ حضرت آپ میرے یہاں آ کر ٹھہر جایئے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ میں ٹھہر تو جاؤں گا لیکن لوگوں کو وہاں پہنچنے میں مشکل ہوگی، وہاں صرف گاڑی والے لوگ آ سکیں گے، انھیں اگر سوبار غرض ہے تو یہاں ڈھالکا نگر آ جائیں، مشکل اٹھائیں، میں یہیں رہوں گا، یہاں پر دین کا جو کام ہو رہا ہے، میں اس کو نہیں چھوڑ سکتا، حضرت والا نے اپنی ذات پر تکلیفیں اٹھائیں مگر وہاں نہیں گئے۔

حیدرآباد اور ٹنڈو جام کے اسفار عام بسوں میں کئے

احقر مرتب عرض کرتا ہے کہ سندھ کا سفر کراچی سے حیدرآباد، ٹنڈو الٰہیار، میرپور خاص، جھڈو، نوکوٹ، شہداد پور، ہالا اتنا طویل سفر حضرت والا نے بس میں کیا اور سارے راستے اشعار اور بیانات ہوتے رہے۔ اسی طرح ٹرین میں لاہور اور دوسرے دور دراز شہروں کے اسفار کئے، بسوں میں بھی سفر کیا۔ ٹنڈو جام سے حیدرآباد اکیلے ہی رکشے میں تشریف لے جاتے تھے جبکہ گرمی کے موسم میں دھوپ اور لُو خوب تیز ہوتی تھی۔

گھارو میں دریا کے کنارے آٹھ دن کھلے آسمان تلے رہے

حضرت والا نے فرمایا کہ آج سے تقریباً بیالیس برس پہلے کراچی سے ساٹھ میل کے فاصلے پر گھارو ہے، جہاں ایک مسجد تھی اور دریا کا کنارہ تھا، ہم اسی کے کنارے ٹھہر گئے۔ وہیں ہم لوگ صبح شام ذکر کرتے تھے۔ وہاں کوئی

آبادی نہیں تھی، میرے ساتھ کچھ بنگلہ دیشی دوست بھی تھے جو اپنے ساتھ جال لے گئے تھے، ساتھ میں کڑاہی اور مصالحہ بھی تھا۔ ہم لوگ دریا کے کنارے آٹھ دن تک رہے۔ الحمدللہ! آسمان کے نیچے اور ریت پر سونا، دریا میں نہانا، دعا مانگنا اور اللہ کی محبت کی باتیں کرنا یہی مشغلہ تھا۔ دریا میں غوطہ لگا کر ہم لوگ نہاتے تھے اور پانی میں دعا کرتے تھے کیونکہ میرے شیخ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حدیث شریف میں ہے کہ اگر پیٹ میں حرام غذا ہو اور جسم پر حرام لباس ہو تو اس کی دعا قبول نہیں ہوتی، چاہے کتنا ہی گڑگڑائے۔

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے سکھایا کہ لنگی باندھ کر کمر تک نہر کے پانی میں گھس جاؤ لیکن سمندر میں نہیں۔ نہر میں نہاؤ اور اتنا پانی ہو کہ ڈباؤ نہ ہو، کپڑے کنارے پھینک دو اور غوطہ لگالو، پھر تھوڑا سا پانی پی بھی لو۔ اب لباس پانی کا ہے جو قدرتی ہے، آسمان سے برسا ہے، کسی کے باپ کا اس میں اجارہ نہیں ہے اور پیٹ میں وہی پاک پانی کی غذا ہے جو اللہ کا برسایا ہوا ہے۔ پیٹ میں آسمان کا برسا ہوا حلال پانی اور جسم پر پانی کا حلال لباس، اب جو دعا مانگو گے اللہ قبول کرے گا۔ روزانہ ہم لوگ پانی سے غسل کرکے پانی کی غذا اور پانی کے لباس میں دعا مانگتے تھے۔ یہ عمل مجھے حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے سکھایا اور فرمایا کہ یہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا بتایا ہوا عمل ہے۔ اسی دریا کے کنارے فجر کے بعد میری تقریر شروع ہوئی تو ظہر تک جاری رہی۔ تقریباً سات گھنٹے کسی کو نہ چائے یاد آئی نہ ناشتہ یاد آیا۔ پھر جب بھوک لگی تو جال ڈالا، مچھلیاں پکڑیں، انہیں کڑاہی میں تلا، ایک دوست سائیکل پر ایک میل دور سے گرما گرم تندوری نان لے آیا۔ کھانا کھا کر پھر جب دھوپ تیز ہوجاتی تو وہاں پر ایک بہت بڑا سیمنٹ کا پائپ پڑا ہوا تھا، دھوپ سے بچنے کے لئے ہم لوگ اس پائپ میں چھپ جاتے۔ ایسی فقیری کرنے کی بھی اللہ نے توفیق عطا فرمائی۔

لاہور خانقاہ میں شدید گرمی میں بغیر پنکھے کے بیان فرمایا

احقر مرتب عرض کرتا ہے کہ لاہور خانقاہ کی مسجد قدسیہ میں نمازِ عصر کے بعد حضرت والا کا بیان تھا اور بیان کے دوران بجلی چلی گئی، گرمی خوب تھی اور لُو چل رہی تھی۔ تھوڑی دیر میں حضرت والا کا جسمِ مبارک پسینے سے ایسا ہوگیا جیسے کسی نے پانی کی بالٹی انڈیل دی ہو۔ خدام نے عرض کیا کہ حضرت والا! خانقاہ میں آپ کے کمرے میں بجلی موجود ہے، آپ تھوڑا آرام فرمالیں۔ جوش میں فرمایا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اللہ تعالیٰ کی محبت میں جنازے نکال دیے اور خون بہادیے اور ہم اپنے پسینے کی فکر کریں۔

حضرت والا کو نیند سے زیادہ مناسبت نہیں تھی

مدینہ شریف میں روزانہ فجر بعد، صبح گیارہ بجے، ظہر بعد، عصر بعد، مغرب بعد، عشاء بعد حتیٰ کہ سوتے وقت بھی

مجلس ہوتی تھی۔ پورے دن میں بہت کم آرام فرماتے، نیند بہت کم ہوتی۔ کسی نے عرض کیا کہ حضرت آپ آرام کرلیا کریں، نیند تو پوری کیا کریں۔ارشاد فرمایا کہ نیند تو قبر میں پوری ہوگی، مجھے نیند سے مناسبت نہیں۔ رقت بھری آواز میں فرمایا کہ اگر میرے بس میں ہوتا تو ساری رات جاگتا اور جگاتا۔

جنوبی افریقہ میں منفی درجہ حرارت سردی میں مجلس فرمائی

جنوبی افریقہ کے سفر میں خدام نے عرض کیا کہ حضرت آج سردی منفی ایک (1-) ہے،اس لئے فلوریڈا جھیل تشریف نہ لے جائیں کیونکہ ٹھنڈک خوب ہوگی اور کل سفر بھی ہے، خدانخواستہ کہیں طبیعت ناساز نہ ہوجائے۔ حضرت والا نے ارشادفرمایا کہ ٹھیک ہے،سب بیٹھ جاؤ۔(سب خوش ہوگئے،خصوصاً جن کو سردی زیادہ لگتی ہے،وہ زیادہ خوش ہوگئے)سب بیٹھ گئے۔تھوڑی دیر بعد حضرت والا نے فرمایا کہ چل کر باہر دیکھتے ہیں کہ مائنس ون کیا ہوتا ہے؟ باہر نکل کر ارشادفرمایا کہ ارے میاں! یہ بھی کوئی مائنس ون ہے، چلو جھیل کے کنارے چلو۔ جب جھیل پر پہنچے تو وہاں پر بہت سردی تھی،دو دو کمبل اوڑھنے پڑے اورالحمدللہ حضرت والا نے اس سردی میں بھی جھیل کے کنارے مجلس فرمائی۔

صحبتِ شیخ کی لالچ میں غریب مدرسے میں پڑھنا گوارا فرمایا

حضرت والا نے فرمایا کہ آج کل تو ماشاءاللہ مدارس میں طلباء کو بوٹیوں کی پلیٹ ملتی ہے جبکہ ہمارے زمانے میں ہفتہ میں ایک دن گوشت ملتا تھا اور ایک دن سبزی اور باقی دن دال اور دال بھی ایسی پتلی کہ طلباء کہتے تھے کہ اس سے وضو کرنا جائز ہے،لیکن آج زمانہ بدل گیا ہے، پہلے تو گوشت کھانے کو نہیں ملتا تھا اور آج طلباء کہتے ہیں کہ ہم گوشت کھاتے کھاتے تنگ آ گئے،اب دال کھلاؤ۔لیکن جو زیادہ پاپڑ بیلتا ہے یعنی مجاہدے کرتا ہے اس کو دردبھرا دل بھی عطا ہوتا ہے۔اب میں شکرادا کرتا ہوں کہ ایسے مدرسہ میں پڑھا جس میں نہ ناشتہ ملتا تھا نہ گوشت، مجھے بس یہی لالچ تھی کہ وہ میرے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا مدرسہ تھا،وہاں پڑھنے سے میرا مقصد اپنے شیخ کی صحبت تھا۔

بنگلہ دیش کے سفر میں پیش آنے والے سخت حالات

احقر جامع عرض کرتا ہے کہ حضرت والا ہر سال ایک ڈیڑھ ماہ کے لئے بنگلہ دیش تشریف لے جایا کرتے تھے، اس عرصہ میں جو عظیم الشان کام وہاں ہوا ہے وہ کسی تعارف کا محتاج نہیں خصوصاً شعبہ تزکیہ نفس گویا دوبارہ زندہ ہوگیا۔ وہاں کے خواص وعوام جس والہانہ بلکہ دیوانہ وار انداز سے حضرت والا سے محبت کرتے تھے اس کا اندازہ بغیر مشاہدہ کے ممکن نہیں،جن لوگوں نے دیکھا ہے وہی سمجھ سکتے ہیں کہ وہاں کے لوگوں کے جوشِ محبت و وارفتگی کا

کیا عالم ہوتا تھا اور دراصل یہ حضرت والا کی محبت وشفقت کا اثر تھا۔ بنگلہ دیش میں حضرت والا جس زمانے میں تشریف لے گئے، وہاں زیادہ سڑکیں وغیرہ نہیں تھیں۔ حضرت والا نے اللہ کے عشق اور محبت کی آگ لگانے کے لئے گاڑی کا سفر کیا، کشتی کا سفر کیا، پیدل سفر کیا، دور دور علاقوں میں پہنچے۔ بنگلہ دیش میں حضرت والا کے خلیفہ مولانا اسماعیل صاحب ساتھ رہتے تھے، انہوں نے بتایا کہ ''بنگلہ دیش کی سڑکیں بہت زیادہ ٹوٹی پھوٹی ہوتی تھیں۔ حضرت والا انہی ٹوٹی پھوٹی سڑکوں پر آٹھ آٹھ گھنٹے، دس دس گھنٹے سفر کرکے بیانات کے سلسلے میں ڈھاکہ سے چٹا کانگ پہنچتے تھے۔ اس وقت ہمارے کسی دوست کے پاس گاڑی بھی نہیں تھیں۔ صرف ایک صاحب کے پاس ایک پرانی کار تھی جو چلتے چلتے بار بار خراب ہوجاتی تھی۔''

دین کی خاطر ایسے گاؤں بھی جاتے جہاں بجلی نہیں ہوتی تھی

''حضرت والا بیان کے سلسلے میں ڈھاکا نگر سے رکشتہ جہاں تک جاتا تھا تو رکشہ میں تشریف لے جاتے تھے۔ اس سے آگے پھر سائیکل رکشے میں سوار ہونا پڑتا تھا۔ حضرت والا پسینہ پسینہ ہوجاتے، چہرہ گرمی سے لال ہوجاتا۔ اس وقت ایئر کنڈیشن کا تو تصور بھی نہیں تھا، بعض گاؤں تو ایسے ہوتے تھے جہاں بجلی بھی نہیں ہوتی تھی۔ ایک چھوٹا جنریٹر ساتھ ہوتا، وہ بھی جواب دے جاتا تھا، رات کو پنکھے تک کا انتظام نہیں ہوتا تھا، گرمی بھی خوب ہوتی اور مچھر الگ کاٹتے تھے۔ ایک رات تو ایسا ہوا کہ حضرت والا ساری رات کروٹیں بدلتے رہے اور یہ شعر پڑھتے رہے ؎

ہم بتاتے کسے اپنی مجبوریاں
رہ گئے جانب آسماں دیکھ کر

حضرت والا ایک مدرسے تشریف لے گئے، وہاں پر رات بھر کروٹیں بدلتے رہے اور یہی شعر پڑھتے رہے۔ تھوڑی تھوڑی دیر بعد نعرہ لگاتے یَاحَلِیْمُ یَا کَرِیْمُ یَاوَاسِعَ الْمَغْفِرَةِ رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَیْرُ الرَّاحِمِیْنَ۔ ہم لوگ حضرت والا کے قریب ہی موجود رہتے تھے۔ ایسے حالات دیکھ کر ہم لوگوں کو بھی رونا آجاتا تھا لیکن منہ پر ہاتھ رکھ کر اپنے رونے کو ضبط کرتے تھے۔ حضرت والا نے بنگلہ دیش سفر کے دوران اتنی تکالیف اٹھائی ہیں کہ اس کو بیان کرنے کے لئے میرے پاس زبان نہیں ہے لیکن الحمدللہ! اسی کی برکات ہیں کہ آج پورے بنگلہ دیش میں حضرت والا کی تعلیمات گاؤں گاؤں میں پہنچی ہوئی ہیں۔''

بانسوں اور رسیوں کے پل سے گذر کر گاؤں پہنچنا

مولانا اسماعیل صاحب نے بتایا کہ ''حضرت والا کا ایک سفر بڑا عجیب ہوا۔ ہم حضرت والا کے ساتھ

چاٹگام سے پوٹیار کے مدرسے کے لئے روانہ ہوئے۔کسی دوست کے پاس گاڑی تو تھی نہیں۔اس وقت وہاں کی سڑکوں کی حالت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ جس طرح کشتی پانی کی موجوں میں چلتی ہے اسی طرح گاڑی سڑک پر چلتے ہوئے جھولتی تھی۔اتنا خراب راستہ تھا۔گرمی کا موسم، مٹی کے گرد وغبار کی وجہ سے حضرت والا کے بالوں اور کپڑوں میں مٹی اَٹ گئی۔بعض دفعہ ایسے راستے سے بھی گذر ہوا کہ درمیان میں بانس کا پل آ گیا۔ہم حضرت والا کو سہارا دے کر پل کی دوسری طرف لے جاتے تھے،راستے میں ایسے کئی پل آتے تھے،کبھی دریا پار کرنے کے لئے کشتی میں سوار ہوتے۔اس طرح سفر کرتے کرتے پورا دن لگ جاتا تھا۔جب حضرت والا مدرسے کے قریب پہنچے تو مدرسے تک جانے کے لئے پھر ایک چھوٹا سا پل تھا۔ہم لوگ حضرت والا کو دونوں طرف سے سہارا دے کر آہستہ آہستہ لے گئے اور دعا بھی کرتے جارہے تھے اور ڈر بھی رہے تھے لیکن حضرت والا ہمت کرکے پہنچ گئے۔''

اللہ والوں میں بڑی اونچی ہے شانِ اختر

ازکلام مولانا منصورالحق ناصرؔ صاحب دامت برکاتہم

اللہ والوں میں بڑی اونچی ہے شانِ اختر
دُور عصیاں سے ہے ہر وہم و گمانِ اختر

بس چلے ان کا تو جانوں کی لگادیں بازی
بس عزیز اتنی ہے عشاق کو جانِ اختر

ہفت اقلیم خریدار نہیں بن سکتے
قیمتی ایسے گہر رکھتی ہے کانِ اختر

گو سُنے ہم نے دھواں دار خطیبوں کے بیان
زندگی میں نہ سنا مثل بیانِ اختر

باتیں دیں کی علماء سے بھی سنا کرتے تھے
لطف کچھ اور ہی پایا بزبانِ اختر

نفس و شیطان کبھی بچ کے نہیں جاسکتے
ہیں ہمیشہ بہدف تیر و کمانِ اختر

یوں تو بازار میں ہر شے کی دُکانیں ہیں مگر
دردِ دل بیچتی ہے صرف دُکانِ اختر

گو طریقت میں وہ رکھتے نہیں ثانی اپنا
رہتا ہر آن شریعت میں ہے دھیانِ اختر

کوئی محروم ہدایت نہیں از فضلِ خدا
روشنی کرنا مہیا تو ہے شانِ اختر

عشقِ حق سیکھنا منظور اگر ہو منصورؔ
اس غرض کے لئے ہے بیسٹ[1] مکانِ اختر

[1] انگریزی لفظ Best (سب سے بہتر)

آٹھواں باب:

عام لوگوں پر حضرت والا کا فیض

اُجالے میں دن کے اندھیرے میں شب کے، ہیں اختر کے ہاں تذکرے اپنے رب کے

از کلام مولانا منصور الحق ناصرؔ صاحب دامت برکاتہم

مرے پیارے مرشد سے ملنے سے پہلے کیا کرتے تھے جو شقاوت کی باتیں
مرے پیارے مرشد سے ملنے کے بعد اب کیا کرتے ہیں وہ سعادت کی باتیں
جو ہیں اللہ والے انہیں اچھی لگتی نہیں دارِ فانی کی زینت کی باتیں
جو ہیں اللہ والے وہ کرتے ہمیشہ ہیں دونوں جہاں کی حکومت کی باتیں
مرے پیارے مرشد کا انداز انوکھا، مرے شاہِ اختر کی مجلس نرالی
نہ دیکھا کہیں ایسا دردِ محبت، نہ ایسی سنیں خونِ حسرت کی باتیں
اگر قلب میں شمع ایماں ہو روشن تو لب پر ہوں کیوں کفر و ظلمت کی باتیں
اگر حُسنِ مولیٰ کے جلوے ہوں دل میں، نہ ہوں حُسنِ لیلیٰ کی الفت کی باتیں
خدا کی محبت ہے گھر کرنے والی اگرچہ تمام اولیاء کے دلوں میں
مگر شاہِ اختر کے ہر ہر نَفَس میں ملیں گی خدا کی محبت کی باتیں
جو مجلس مبارک میں آجائے اِک بار محروم ہر گز وہ رہتا نہیں ہے
نہیں ختم ہوتی ہیں قطبِ زمانہ کی مجلس مبارک کی برکت کی باتیں
عبادات جتنی بھی اسلام میں ہیں اگر وہ خدا کی محبت کا حق ہیں
حسینوں سے نظریں بچانا تڑپنا بھی ہیں حق تعالیٰ کی عظمت کی باتیں
اُجالے میں دن کے اندھیرے میں شب کے، ہیں اختر کے ہاں تذکرے اپنے رب کے
وہی شورش و جوشِ عشقِ الٰہی، وہی سوز و دردِ محبت کی باتیں
جو کچھ طبع سالک میں تھا فسقِ باہی، وہ نورِ نظر سے ہے عشقِ الٰہی
ہیں جادو اثر کس قدر دیکھو ناصرؔ مرے شیخ کی فیضِ صحبت کی باتیں

دنیا کے طبیبوں کے تو ہاتھوں میں شفا ہے
اِک میرا مسیحا ہے کہ باتوں میں شفا ہے
یاں چاند نکلتا ہے لئے نورِ ہدایت
آجاؤ یہاں چاندنی راتوں میں شفا ہے

از کلام جناب حضرت خالد اقبال تائبؔ صاحب دامت برکاتہم

عام لوگوں پر حضرت والا کا فیض

حضرت والا کے ڈرائیور اور پاسبان بھی متبع سنت بن جاتے تھے

احقر جامع عرض کرتا ہے کہ جتنے بھی حضرت والا کی خدمت میں ڈرائیور اور پاسبان اور پولیس والے ڈیوٹی کرنے آئے، زیادہ تر بغیر داڑھی والے تھے، ٹخنہ چھپا ہوتا تھا، مونچھیں بڑی ہوتی تھیں لیکن حضرت والا پھر بھی ان سے محبت فرماتے، ان کے لئے دعائیں کرتے تو حضرت والا کی صحبت کی برکت سے تقریباً تمام نے شرعی داڑھی رکھ لی، ٹخنہ کھول دیا، مونچھیں صاف کرلیں اور نماز کی پابندی کرنے لگے۔

برما کے ایک ہپی نوجوان کی زندگی میں انقلاب آگیا

حضرت والا جب رنگون، برما تشریف لے گئے تو وہاں حضرت والا کی مجلس میں ایک نوجوان آیا۔ اس کا حلیہ یہ تھا کہ سر کے بالوں کی چٹیاں باندھے ہوئے تھا، گلے میں سونے کا لاکٹ اور ہاتھوں میں کڑے پہنے ہوئے تھا، چست جینز کی پینٹ، بڑی بڑی مونچھیں اور داڑھی منڈائی ہوئی تھی۔ وہ حضرت والا کی مجلس میں پابندی سے آتا تھا۔ مجلس کے بعد حضرت کو پتا چلا کہ حضرت کے احباب میں سے کوئی صاحب چاہتے ہیں کہ اس کو نصیحت کردی جائے کہ نیک مجلس میں اپنا حلیہ درست کرکے آیا کرے۔ حضرت والا نے تمام احباب کو بلایا اور فرمایا: ''دوسروں کی فکر نہ کریں، وہ مجھ سے اصلاح لینے آیا ہے۔ خبردار! اگر اس کو کسی نے کچھ کہا، اس کو کوئی چوٹ دل پر لگی ہوئی ہے تب ہی تو میری مجلس میں آتا ہے۔''

جب وہ اگلی مجلس میں حاضر ہوا تو مجلس ختم ہونے کے بعد حضرت والا اس کو اپنے ساتھ کمرے میں لے گئے اور نہ معلوم اس کے کان میں کیا اللہ کی محبت کی بات کہہ دی کہ جب وہ دوسری مجلس میں آیا تو سر کے بال منڈے ہوئے تھے، مونچھیں صاف اور قمیص شلوار پہنے ہوئے تھا۔ مجلس کے بعد روتے ہوئے حضرت والا کے ہاتھ پر بیعت بھی ہوگیا۔

لاہور میں ایک صاحب کو پیار بھری نصیحت

۱۵؍اکتوبر ۲۰۰۳ء کو حضرت والا لاہور میں فجر بعد باغ میں سیر فرمارہے تھے۔ حضرت کے ایک خادم گاڑی سے کوئی سامان نکالنے کے لئے آئے تو وہاں پر ایک بغیر داڑھی والے صاحب حضرت والا کو دور کھڑے حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ حضرت کے خادم ان کو اپنے ساتھ لے کر حضرت والا کے پاس آئے اور عرض کیا کہ یہ صاحب کہہ رہے ہیں کہ میں ایک عجیب چیز دیکھتا ہوں کہ حضرت کے سب احباب ماشاء اللہ داڑھی والے ہیں، سب کی ایک ہی طرح کی ٹوپی ہے اور سب کے لباس سفید ہیں، یہ ان بزرگ کی کرامت معلوم ہوتی ہے۔ یہ سن کر حضرت والا رونے لگے۔ پھر خادم نے عرض کیا کہ یہ صاحب حضرت والا سے ملاقات کرتے ہوئے ڈر رہے تھے کہ میرے چہرے پر داڑھی نہیں ہے، حضرت والا ناراض ہوں گے اور مجھے ڈانٹ دیں گے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ کوئی بات نہیں، ابھی داڑھی نہیں ہے تو کیا ہوا گال تو سلامت ہے، کھیتی ابھی نہیں ہے تو کیا ہوا کھیت تو سلامت ہے، کھیتی نہ ہو تب بھی کسان کھیت کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے کہ جب چاہیں گے، کھیتی اُگالیں گے، زمین تو ہے جب چاہیں گے اس میں پھل پھول لگادیں گے۔ کوئی غم نہیں کرو، کھیت سلامت ہے تو کھیتی بھی آجائے گی۔ یہ سن کر وہ صاحب بہت متاثر ہوئے اور ان کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔

حضرت والا کے اندازِ تربیت پر حدیث شریف کی دو دلیل

احقر جامع عرض کرتا ہے کہ سو جانیں بھی فدا کردیتے تو بھی حضرت والا کی محبت کا حق ادا نہ ہوتا۔ حضرت والا کا یہ محبت بھرا اندازِ تبلیغ کہیں دیکھا نہ سنا کہ سننے والا حضرت والا کی بات سنتے ہی گھائل ہوجاتا تھا۔ حضرت والا سراپا محبت تھے، آپ کا ایک ایک لفظ محبت کا تیر تھا، جس کے یہ تیر لگتا وہ بسمل ہوئے بغیر نہ رہتا۔ آج سارا عالم حضرت والا کی محبت سے گھائل اور قائل ہے۔ الحمد للہ! حضرت والا کا یہ مزاج عین سنت پر ڈھلا ہوا تھا اور حضرت والا کی شفقت ورحمت بھی کمالِ اتباعِ سنت کی شاہد تھی جس کی دلیل یہ دو احادیث ہیں۔

ایک صحابی رضی اللہ عنہ کا واقعہ جنہوں نے نماز میں گفتگو کی

ایک نو مسلم صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا کہ ایک آدمی کو چھینک آگئی جس پر میں نے یرحمک اللہ کہہ دیا۔ پس لوگوں نے مجھے تیز نظروں سے گھورا کیونکہ نماز میں بولنے سے نماز فاسد ہوجاتی ہے۔ مجھے دل میں ناگواری ہوئی کہ یہ لوگ کیوں مجھے تیز نظروں سے دیکھ رہے ہیں لیکن جب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ چکے تو مشکوٰۃ شریف کی روایت ہے کہ صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((فَبِأَبِیْ هُوَ وَاُمِّیْ مَارَاَیْتُ مُعَلِّمًا قَبْلَهٗ وَبَعْدَهٗ اَحْسَنَ تَعْلِیْمًا مِّنْهُ فَوَاللهِ مَا كَهَرَنِیْ وَلَا ضَرَبَنِیْ وَلَا شَتَمَنِیْ))

''میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر کوئی معلم نہیں دیکھا کہ بخدا آپ نے مجھ کو نہ ڈانٹا، نہ مارا، نہ برا کہا۔''

ایک دیہاتی کا قصہ جس نے مسجدِ نبوی میں پیشاب کر دیا تھا

دوسری روایت بخاری شریف کی ہے کہ ایک دیہاتی مسجدِ نبوی میں پیشاب کرنے لگا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کو منع کرنے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((دَعُوْهُ وَهَرِیْقُوْا عَلٰی بَوْلِهٖ سَجْلًا مِّنْ مَّاءٍ اَوْ ذَنُوْبًا مِّنْ مَّاءٍ فَاِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُّیَسِّرِیْنَ وَلَمْ تُبْعَثُوْا مُعَسِّرِیْنَ))

اس کو چھوڑ دو اور پیشاب پر ایک ڈول پانی ڈال دو، اس لئے کہ تم آسانی کرنے کے لئے بھیجے گئے ہو، تم مشکل کرنے کے لئے نہیں بھیجے گئے۔

یہ لاہوری صاحب دوسرے دن بھی مجلس میں حاضر ہوئے تو حضرت والا انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا: ''یہ آج میرے محبت کرنے کی وجہ سے آئے، اگر میں کل ان سے محبت سے پیش نہ آتا تو یہ بھی نہ آتے۔ عام لوگوں کے ذہن میں یہ بیٹھ گیا ہے کہ مولوی لوگ گنہگاروں سے نفرت کرتے ہیں، واللہ! کیا نفرت کریں، یہاں تو اپنی ہی پڑی ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بخش دیں۔ کسی مسلمان کو نفرت سے دیکھنا جائز نہیں ہے، ہر مسلمان سے محبت کرنا واجب ہے۔ وہی مولوی نفرت کرتے ہیں جنہوں نے اللہ والوں کی صحبت نہیں اٹھائی، ہم نے اپنے بزرگوں سے اللہ کے بندوں سے پیار کرنا سیکھا ہے۔ بس آنا جانا رکھو، ابھی داڑھی نہیں ہے پھر داڑھی بھی آ جائے گی، ابھی سے رکھ لو تو اور اچھا ہے، جلد از جلد اللہ والے بن جاؤ۔ آپ سے یہ اس لئے کہتا ہوں کہ جن لوگوں سے خاص تعلق ہوتا ہے جی چاہتا ہے کہ میرا اور ان کا ظاہر و باطن شریعت و سنت کے مطابق ہو جائے۔''

حضرت والا کی دعا سے ایکسیڈنٹ کا زخمی ٹھیک ہو گیا

فوج کے ایک افسر کے بیٹے کا خطرناک ایکسیڈنٹ ہو گیا، ڈاکٹروں نے جواب دے دیا کہ دو تین گھنٹے کا مہمان ہے، وہ افسر بہت رو رہا تھا۔ حضرت والا نے اس کو بلایا اور اس کی بات سن کر دعا کی: اے اللہ! آپ تو مُردوں میں جان ڈال دیتے ہیں، اس کا بیٹا تو ابھی زندہ ہے، آپ اس کو پھر سے زندگی عطا فرما دیں اور ایسا ٹھیک کر دیں کہ زخموں کا نشان تک نہ رہے۔ حضرت والا کی دعا کی برکت سے وہ لڑکا رات ہی رات میں ٹھیک ہو گیا۔ صبح اپنے

بستر سے اُٹھ کر ہسپتال کی گیلری میں جا کر کھڑا ہوا۔ جب کمرے میں نرس آئی اور لڑکے کو اپنے بستر میں نہیں پایا تو سمجھی کہ وہ انتقال کر گیا ہے کیونکہ اس کی حالت ہی ایسی تھی۔ اس کی تیمار دار خاتون سے پوچھنے ہی والی تھی کہ لڑکا کمرے میں خود چلتا ہوا داخل ہوا تو اس کو دیکھ کر نرس کی چیخ نکل گئی۔

حضرت والا کی دعا سے دہریہ مسلمان ہو گیا

ایک دفعہ ایک آزاد خیال آدمی آیا اور حضرت والا کا نام بھی ادب سے نہ لیا اور کہا کہ مجھے ان باتوں پر (بزرگ، دعا، وغیرہ) یقین نہیں ہے مگر میری بیوی نے (حضرت والا سے دعا کروانے کے لئے) بھیجا ہے کہ ٹیکسی میں اس کا اسّی ہزار کا زیور رہ گیا ہے، اسے دورے پڑ رہے ہیں۔ حضرت والا نے تعویذ دے دیا اور فرمایا کہ بےفکر رہو، ان شاء اللہ! ٹیکسی والا خود زیور گھر پہنچا دے گا۔ دوسرے دن وہ شخص آیا اور کہا جیسا حضرت والا نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا۔ ٹیکسی والا خود زیور گھر دے گیا۔ حضرت والا کی دعا کی قبولیت دیکھ کر وہ دہریہ مسلمان ہو گیا۔

دبئی میں عربوں کی مسجد میں حضرت والا کا عربی میں بیان

احقر راقم الحروف کے بھائی قاسم جمیل کی دعوت پر حضرت والا العین (متحدہ عرب امارات) تشریف لے گئے۔ وہاں جب مسجد میں نماز کی ادائیگی کے لئے حاضر ہوئے تو مقامی عرب حضرات نے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ جب بتایا گیا کہ یہ کراچی کے شیخ ہیں اور بڑے عالم ہیں تو انہوں نے کہا کہ جب عالم ہیں تو ان کا بیان کیوں نہیں رکھواتے؟ چنانچہ دوسرے دن مسجد میں حضرت والا کے بیان کا نظم بنایا گیا اور اردو بیان کو عربی میں ترجمہ کرنے کے لئے ترجمان کا بندوبست بھی کیا گیا۔ لیکن جب حضرت والا نے بیان شروع فرمایا تو بےساختہ پورا بیان عربی زبان میں ہوا اور ماشاء اللہ عرب حضرات بھی حضرت والا کی باتیں نوٹ کر رہے تھے۔ حضرت والا نے بعد میں فرمایا کہ جب میں نے العین میں عربی تفاسیر پیش کیں تو وہ لوگ حیران رہ گئے کہ کس طرح اس عجمی نے عربی میں تقریر کر لی، ان کو بہت تعجب ہو رہا تھا۔

حضرت والا کا وعظ پڑھ کر عمر قید کے قیدی کا تائب ہو جانا

احقر راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ پاکستان کی ایک جیل سے عمر قید کے ایک قیدی کا خط آیا، وہ قتل کے جرم میں عمر قید کی سزا کاٹ رہا تھا۔ اس نے لکھا تھا کہ ''عمر قید کی سزا بھگت رہا ہوں اور جیل میں دین کے خلاف باتیں کرنا، لوگوں کو ستانا اور مارنا میرا معمول تھا۔ یہ سمجھ رکھا تھا کہ اللہ کے یہاں مجھے معافی نہیں ملے گی لیکن حضرت والا! جب آپ کی کتاب فضائلِ توبہ میں نے پڑھی تو مایوسی امید میں بدل گئی۔ اب الحمدللہ! نمازیں شروع کر دیں اور حضرت والا کے دوسرے مواعظ منگا کر خود بھی پڑھتا ہوں اور دوسروں کو بھی سناتا ہوں، آپ میرے لئے دعا کریں۔''

اسی قیدی کا حضرت والا کی زیارت کے لئے عاشقانہ خط

اسی قیدی نے دوسرے خط میں لکھا کہ ''حضرت والا! میں نے اب شرعی داڑھی رکھ لی ہے، اللہ تعالیٰ سے خوب دعائیں بھی مانگتا ہوں۔ آگے لکھا کہ حضرت والا! آپ کی کتاب تعلق مع اللہ مجھے ملی، اس میں یہ لکھا ہے کہ قاز چڑیا روس میں سردیوں کے موسم میں انڈے دے کر برِصغیر کی طرف آجاتی ہے اور یہاں سے توجہ ڈالتی ہے تو انڈوں میں جان پڑجاتی ہے اور بچے پیدا ہوجاتے ہیں۔ حضرت والا! میں تو جیل سے نکل نہیں سکتا لیکن کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ آپ مجھ جیسے پر توجہ ڈال دیں اور میں اللہ والا بن جاؤں۔ اب میری زندگی کی بس ایک ہی تمنّا ہے کہ اللہ تعالیٰ کوئی ایسے اسباب بنادیں کہ میں اس ہستی کو ایک نظر دیکھ لوں جن کے وعظوں کی یہ برکت ہے کہ مجھے اپنے رب سے قریب کردیا اور میرا دین بنادیا تو اس اللہ والے کی صحبت میں کیا کچھ تاثیر ہوگی۔''

امریکہ کے ایک آزاد خیال آدمی کے جذب کا واقعہ

احقر جامع عشرت جمیل عرض کرتا ہے کہ ایک مرتبہ دوپہر کو میں خانقاہ گلشن میں لیٹا ہوا تھا کہ شلوار قمیص پہنے ایک صاحب آئے۔ شرعی داڑھی، مونچھیں صاف، ٹخنہ کھلا ہوا، ہاتھ میں بیگ تھا۔ ان کا سراپا دیکھ کر احقر سمجھا کہ یہ کوئی عالم ہیں اور اٹھ کر ان سے ملا۔ خیریت اور علیک سلیک کے بعد ان سے آنے کا مقصد پوچھا تو انہوں نے کہا کہ مجھے حضرت والا سے ملنا اور ان کی زیارت کرنی ہے۔ احقر نے عرض کیا کہ حضرت والا کو ایک سو تین بخار ہے، آرام فرمارہے ہیں، اس وقت تو وہ نہیں مل سکتے۔ انہوں نے کہا کہ میں امریکہ سے صرف حضرت والا کو ایک نظر دیکھنے آیا ہوں اور رات کو میری واپسی کی فلائٹ ہے۔ احقر اٹھ کر بیٹھ گیا اور پوچھا کہ آپ صرف حضرت والا کی زیارت کے لئے امریکہ سے آئے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ جی ہاں صرف حضرت والا کی زیارت کے لئے آیا ہوں۔ احقر نے کہا کہ تشریف رکھئے اور کیا قصہ ہے تفصیل سے بتائیے۔ انہوں نے بتایا کہ میں بہت مال دار ہوں، امریکہ میں میرے گیس اسٹیشن بھی تھے اور وہاں کا قانون ہے کہ گیس اسٹیشن پر شراب بیچنا لازمی ہے لہٰذا میری شراب کی دکان بھی تھی لیکن مجھے زندگی میں چین، سکون، اطمینان نہیں تھا، راتوں کو نیند نہیں آتی تھی۔ ایک رات نیند نہیں آرہی تھی تو میں نے سوچا چلو! الماری کو سیٹ کرلوں۔ اس میں سے حضرت والا کی کتاب تعلق مع اللہ ملی۔ وہ کتاب پڑھ کر میری چیخ نکل گئی۔ میری اہلیہ جلدی سے آئی اور پوچھا کہ کیا ہوا؟ میں نے کہا کہ کچھ نہیں ہوا، تم جا کر آرام کرو، پھر میں ساری رات وہ کتاب پڑھتا رہا اور روتا رہا۔ پہلی دفعہ سکون کی نیند آئی۔ اس کے بعد میری زندگی بدل گئی، میں نے شراب کا کام ختم کردیا، گیس اسٹیشن بند کردیے اور اب بہت سکون کی زندگی گذار رہا ہوں۔ میں

امریکہ سے اپنے محسن کو ایک نظر دیکھنے آیا ہوں۔ احقر ان کو حضرت والا کے کمرے میں لے گیا۔ حضرت والا کو چونکہ تیز بخار تھا اور آرام فرمارہے تھے اور چہرہ دروازے کی طرف تھا۔ وہ شخص حضرت والا کو دیکھے جارہا تھا اور روتا جارہا تھا۔

دبئی کے ایک آزاد خیال میاں بیوی کے جذب کا واقعہ

اسی طرح دبئی میں ایک بہت آزاد خیال خاتون تھیں، اتنی آزاد کہ فلموں میں کام کرنے کے لئے اس کا انتخاب بھی ہوگیا تھا۔ اس ملک کا فلموں کا ڈائریکٹر دبئی میں معاملات کو حتمی شکل دینے کے لئے آرہا تھا۔ اس کے آنے سے تین دن پہلے ان خاتون کو کسی نے حضرت والا کی کچھ کتابیں دیں، جس میں ایک کتاب ''تربیت عاشقانِ خدا'' بھی تھی۔ خاتون نے خط میں بتایا کہ رات کو شوہر کے سونے کے بعد انہوں نے اسی کتاب کو ہاتھ میں لیا اور پڑھنا شروع کیا۔ (یاد رہے کہ اس کتاب میں نہ تو کوئی جذب کا واقعہ ہے، نہ کوئی توبہ کا واقعہ ہے، نہ کوئی تفسیر ہے، صرف اصلاحی خطوط کے جواب ہیں۔ جامع) وہ خاتون سالکین کے خطوط کے سوال اور حضرت والا کے جواب پڑھتی رہیں اور بار بار شوہر کو جگاتی رہیں کہ اس مادیت والی دنیا میں یہ کون صاحب ہیں جو اس طرح محبت میں سب کو جواب دے رہے ہیں۔ کسی کو لکھ رہے ہیں کہ میں دل و جان سے دعا کرتا ہوں، کسی کو لکھ رہے ہیں کہ روزانہ ایک سیب کھایا کرو، کسی کو لکھ رہے ہیں کہ چہل قدمی کیا کرو۔ ایسی شفقت کا معاملہ فرمارہے ہیں اور کہیں پیار بھری ڈانٹ لگارہے ہیں کہ مرجاؤ لیکن اللہ کو ایک سانس ناراض نہ کرو، ایسا کون کسی کی فکر کرتا ہے۔

جب شوہر کو دو تین دفعہ رات کو اٹھایا تو شوہر نے کہا کہ مجھے سونے دو، تم مجھے کیوں بار بار تنگ کررہی ہو۔ صبح شوہر صاحب تو دفتر چلے گئے۔ دن میں کسی وقت اس خاتون نے شوہر کو فون کیا کہ مجھے کراچی کا ٹکٹ چاہیے، میں کراچی جانا چاہتی ہوں۔ شوہر سمجھا کہ شاید رات کو میری نیند خراب ہونے کی بناء پر کوئی بات اس کو بُری لگ گئی ہے اس لئے اپنے ماں باپ کے پاس کراچی جانا چاہ رہی ہے۔ شوہر نے کہا کہ کیا رات کو میں نے کوئی سخت جملہ کہہ دیا کہ تم ناراض ہوکر جارہی ہو؟ تو خاتون نے کہا کہ ناراضگی کی کوئی بات نہیں ہے، مجھے کراچی جاکر ان انکل سے ملنا ہے۔ شوہر نے کہا کہ میں رات کو آجاؤں گا، پھر بیٹھ کر اطمینان سے بات کرلیں گے۔ لیکن ان خاتون نے خود ہی ٹکٹ بنوایا اور اکیلی ہی دبئی سے کراچی آگئی۔ (ان کو مسئلہ معلوم نہیں تھا کہ بغیر محرم کے سفر نہیں کرنا چاہیے۔ جامع)

اپنے میکے میں جاکر اپنا یادگار البم جس میں شادی کی تصویریں تھیں، پھاڑنا شروع کردیا۔ والدین پریشان ہوگئے اور پوچھا کہ کیا شوہر سے علیحدگی ہوگئی ہے؟ وہ خاتون روتے ہوئے کہنے لگی کہ شوہر سے تو نہیں البتہ

شیطان سے علیحدگی ہوگئی ہے۔شوہر بھی پریشان ہوکر دبئی سے کراچی آ گئے۔ جب ساری بات سنی تو اس خاتون نے کہا کہ مجھے ان انکل سے ملنا ہے، مجھے اس پتے پر لے چلو۔ دونوں میاں بیوی خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشنِ اقبال پہنچے اور گیٹ پر پاسبان سے کہا کہ اس خاتون کو حضرت والا سے ملاقات کرنی ہے۔ پاسبانوں نے کہا کہ حضرت والا نامحرم عورتوں سے نہیں ملتے، سامنے بلڈنگ میں شرعی پردے کے ساتھ بیان ہوتا ہے، خواتین کا وہاں انتظام ہے، آپ وہاں چلی جائیں اور شوہر کو اندر بھیج دیں۔ بہرحال اس خاتون نے بیان سنا، میاں بیوی دونوں بدل گئے، خاتون شرعی پردہ کرنے لگیں اور ان کے شوہر نے دبئی میں چھ لاکھ پاکستانی روپے والی نوکری چھوڑ دی کہ اب مجھے جہاں میرا رب ملے گا وہیں رہنا ہے۔ اس کے بعد کراچی میں بہت کم تنخواہ پر نوکری ملی لیکن اس کی بھی پرواہ نہیں کی۔ اس کے بعد انہی صاحب کو آٹھ لاکھ روپے ماہانہ کی پیشکش ہوئی لیکن انہوں نے یہ کہہ کر ٹھکرا دیا کہ یہ شیطان کی چال ہے تاکہ میں اللہ والوں سے دور ہو جاؤں۔

حضرت والا کے مواعظ پڑھ کر امریکہ میں اسّی عورتیں مسلمان ہوگئیں

آج سے کئی برس پہلے کی بات ہے کہ ایک صاحب یہاں سے حضرت والا کی کتابیں امریکہ لے گئے۔ امریکہ میں ان کی خالہ عورتوں میں دین کا کام کرتی تھیں۔ ان صاحب نے وہ کتابیں اپنی خالہ کو دے دیں۔ پھر امریکہ سے ان صاحب کا خط آیا کہ ہمیں کسی اور کی کتابیں نہ بھیجیں، صرف اور صرف حضرت والا کی کتابیں بھیجیں کیونکہ حضرت والا کی کتابوں کا ایسا نفع ہوا کہ یہ کتابیں پڑھ کر اسّی کالی عورتیں مسلمان ہوگئی ہیں۔ انہی صاحب نے حضرت والا کے خادم حافظ ضیاء الرحمٰن صاحب کو بتایا کہ حضرت والا کی کتابیں پڑھ کر جیلوں میں قیدیوں کے اخلاق اچھے ہوگئے ہیں۔ وہاں کے بڑے افسر نے کہا کہ یہی کتابیں بھیجیں تاکہ جیلوں میں قیدیوں کے جرائم ختم ہو جائیں۔

چند فیشن ایبل خواتین بیان میں آنے کے بعد نیک بن گئیں

حضرت والا کو خواتین کی طرف سے پیغام آیا کہ جہاں خواتین کے بیان سننے کا انتظام ہوتا ہے، وہاں کچھ خواتین بے پردہ اور فیشن والا لباس پہن کر آتی ہیں، اگر آپ اجازت دیں تو ہم ان کو سمجھا دیں کہ اس لباس میں دینی جگہوں پر نہیں آنا چاہیے۔ حضرت والا نے سختی سے منع فرمایا کہ ہمارے ذمہ عورتوں کے لئے الگ جگہ اور وہاں پردہ اور مائیک کا انتظام کرنا تھا وہ کر دیا، خبردار! ان کو کچھ مت کہنا۔ اگر ان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت نہ ہوتی تو یہ مجلس میں کیوں آتیں؟ کچھ عرصہ بیان سنتے سنتے یہ خواتین شرعی پردہ کرنے لگیں۔

امریکہ کی جیلوں میں حضرت والا کی کتابوں کا فیض

امریکہ کی جیل میں حضرت والا کی کتابیں پہنچائی گئیں تو وہاں سے جیلر کا ای میل آیا کہ حضرت والا کی کتابیں پڑھ کر ہمارے مسلمان قیدیوں کی عادات اچھی ہوگئی ہیں، خصوصاً پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری سنتیں اور قومیت و صوبائیت زبان و رنگ کے تعصب کی اصلاح، اس لئے یہ کتابیں زیادہ بھیجیں۔

❁ ❁

رہزن سے دربان بنایا ہم کو حضرتِ والا نے

مرنے کا احساس دلایا ہم کو حضرتِ والا نے
پھر جینے کا ڈھنگ سکھایا ہم کو حضرتِ والا نے

خود ہی مریض عشق بنایا ہم کو حضرتِ والا نے
خود ہی علاج درد بتایا ہم کو حضرتِ والا نے

دل کو زندہ کرکے ہمارے ذہنوں کو بیدار کیا
بے حس تھے حساس بنایا ہم کو حضرتِ والا نے

باطل کے ہر بھجن سے دل میں نفرت سی پیدا کر کے
نغمہ دین حق کا سنایا ہم کو حضرتِ والا نے

رہبر کی پہچان یہی ہے مرشد اس کو کہتے ہیں
رہزن سے دربان بنایا ہم کو حضرتِ والا نے

چین کی نیند کا نسخہ بخشا ذکر خدا کے صدقے میں
اور کبھی سوتے سے جگایا ہم کو حضرتِ والا نے

باطل کے ہر حسن سے دل کی آنکھ ہوئی ہے مستغنی
روگ وہ عشق حق کا لگایا ہم کو حضرتِ والا نے

تائبؔ اپنا عیب ہی اکثر ظاہر رہتا ہے ہم پر
آئینہ کچھ ایسا دکھایا ہم کو حضرتِ والا نے

نواں باب:

حضرت والا کے معاملات میں غیبی امداد

اگر حاصل کسی کو راہِ حق پر استقامت ہے
تو یہ اللہ کی جانب سے رحمت اور نصرت ہے

از کلام حضرت والا نور اللہ مرقدہ

حضرت والا کے معاملات میں غیبی امداد

مدینہ شریف میں حضرت والا کے لئے پرہیزی کھانے کا غیبی انتظام

حرمین شریفین میں ایک سفر میں حضرت والا کی طبیعت ناساز تھی اور بازار کا مرچ مصالحے والا کھانا ڈاکٹر نے منع کر دیا تھا تو مکہ شریف میں حضرت والا کا پرہیزی کھانا جدہ سے حضرت والا کے خدام لاتے تھے لیکن جب مدینہ منورہ حاضری ہوئی تو تمام خدام پریشان ہو گئے کہ حضرت والا کے پرہیزی کھانے کا انتظام کیسے ہوگا؟ مختلف ریسٹورنٹ والوں سے بات کی کہ ہمارے شیخ کے لئے پرہیزی کھانا اگر آپ بنا دیا کریں تو آپ کی مہربانی ہوگی، جتنا معاوضہ آپ کہیں گے ہم ادا کر دیں گے۔ انہوں نے جواب دیا کہ آپ کے شیخ اللہ والے ہیں، بزرگ ہیں، ان کے لئے کھانا تیار کرنا ہماری سعادت ہے لیکن ابھی رمضان کا مہینہ ہے، رش بہت زیادہ ہے، اتنے رش میں ہمارے لئے ممکن نہیں کہ ہم کچھ بھی فرمائشی کھانا تیار کر سکیں۔ اس زمانے میں مدینہ شریف میں حضرت والا کا ایسا کوئی خادم نہ تھا جہاں سے پرہیزی کھانا پکوالیا جاتا۔ تراویح کے بعد حضرت والا کی مجلس ہوئی اور مجلس کے بعد کھانا لگانا تھا، سب پریشان تھے کہ اب کیا ہوگا؟ اچانک دروازے پر دستک ہوئی، جب دروازہ کھولا تو دو جڑواں ہم شکل بھائی کھڑے تھے۔ انہوں نے پوچھا کہ کیا ناظم آباد والے حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم یہیں قیام فرما ہیں؟ بتایا گیا کہ جی ہاں۔ انہوں نے کہا کہ ہماری والدہ حضرت والا دامت برکاتہم سے بیعت ہیں اور ہم کراچی میں حضرت والا کے پڑوس میں رہتے تھے، میری والدہ نے کہا ہے کہ جتنے دن حضرت والا یہاں رہیں گے، کھانا میں اپنے ہاتھ سے بنا کر بھیجوں گی۔

ٹھیکیدار کے سات لاکھ روپے ادا ہونے کا عجیب قصہ

حضرت والا کو مدرسے کی تعمیر کے لئے سات لاکھ روپے کی سخت ضرورت پڑ گئی کیونکہ ٹھیکیدار پریشان تھا، ٹھیکیدار نے اپنی ذاتی رقم خرچ کر کے تعمیر کورُکنے نہیں دیا تھا اور کہا تھا کہ جیسے جیسے آپ کے پاس رقم آتی جائے

ادا کرتے رہئے گا لیکن خود ٹھیکیدار کو اچانک ضرورت پڑ گئی۔ایک صاحب جو کسی بدعتی پیر سے بیعت تھے جہاں عورتوں سے پردہ بھی نہیں ہوتا تھا،نماز روزہ کچھ نہیں تھا،ان صاحب کو کوئی صاحب حضرت والا کے پاس لائے تھے۔ حضرت والا کو دیکھ کر اور باتیں سن کر ان کے دل کی دنیا بدل گئی اور اس جعلی پیر سے بیعت توڑ دی۔ پھر حضرت والا کو بتایا کہ اس جعلی پیر نے میری رقم سے حج بھی کیا،عمرہ بھی کیا،موبائل بھی لیا،دکان بھی لی اور اب تک کئی لاکھ روپے لے چکا ہے۔اس کے بعد جب جعلی پیر کو پتا چلا تو ان صاحب کو بلوایا اور وجہ پوچھی کہ تم آج کل میرے پاس آتے کیوں نہیں ہو؟اس نے تمام ماجرا بتایا، پیر نے کہا کہ مجھے اپنے شیخ کے پاس لے چلو۔حضرت والا کی خدمت میں وہ جعلی پیر حاضر ہوئے تو حضرت والا نے ان کو بھی نصیحتیں فرمائیں۔باہر نکل کر اس پیر نے کہا کہ آپ بالکل صحیح جگہ پر پہنچے ہو، جو میں نے آپ سے اب تک خرچے کروائے، مجھے معاف کردیں، میں آپ کا موبائل اور پانچ لاکھ روپے واپس کردوں گا۔ چند دنوں کے بعد موبائل اور پانچ لاکھ روپے واپس کردیئے۔ یہ صاحب فجر کے بعد حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پانچ لاکھ روپے حضرت والا کے ہاتھ پر رکھے اور کہا کہ حضرت! میرے سابقہ پیر نے یہ پیسے واپس کردیئے ہیں اور میں یہ پیسے مدرسے کے لئے دیتا ہوں۔حضرت والا نے انکار فرمادیا کہ تم خود ضرورت مند ہو، میں یہ پیسے نہیں لے سکتا۔حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ ہماری نظر تمہارے پیسوں پر نہیں ہے، یہ پیسے آپ اپنے پاس رکھیں۔انہوں نے کہا کہ میں تو ان پیسوں سے ناامید ہو چکا تھا،آپ ہی کی برکت سے یہ ملے ہیں۔ غرض انہوں نے بہت ضد کرکے یہ پانچ لاکھ روپے حضرت والا کو پیش کردیئے۔ پھر ایک اور صاحب بھی دو لاکھ روپے لے کر آگئے اور ٹھیکیدار کی رقم پوری ادا ہوگئی۔

دروازہ کا تالا بند تھا اور حضرت والا کی طبیعت بھی ناساز تھی

احقر جامع عرض کرتا ہے کہ حضرت والا حیدرآباد کے سفر پر تھے کہ طبیعت ناساز ہوگئی،لیکن نماز کے لئے مسجد تشریف لے گئے۔ مسجد بہت بڑی تھی۔ مسجد کا مؤذن جماعت ختم ہونے کے بعد مسجد کے قریبی دروازے پر تالا لگا کر چلا گیا۔ جب حضرت والا نے بقیہ نماز ختم کی تو ہم مؤذن کو دیکھنے دوڑے تاکہ یہ قریبی دروازہ کھلوا کر حضرت والا کو اس دروازے سے لے جایا جائے تاکہ کمزوری کی بناء پر تعب نہ ہو کیونکہ دوسرے دروازے سے جانے کی صورت میں بہت زیادہ چلنا پڑتا۔اتنے میں حضرت والا اسی قریبی دروازے کی طرف چلے جس پر تالا لگا ہوا تھا۔ احقر نے دیکھا کہ مؤذن موجود نہیں ہے تو حضرت والا کے پیچھے آنے کے لئے چلا تاکہ حضرت والا کو بتادوں کہ یہ دروازہ بند ہے لیکن جب قریب پہنچا تو حضرت والا کہیں نظر نہیں آئے اور دروازے پر تالا بدستور لگا ہوا تھا،معلوم ہوا کہ حضرت والا تو باہر نکل کر قیام گاہ کی طرف روانہ بھی ہو چکے۔

کینیا میں عمرے کے ویزے کا عجیب وغریب قصہ

جنوری ۱۹۹۶ء میں حضرت والا کا جنوبی افریقہ سے پاکستان واپسی میں حرمین شریفین کی حاضری کا ارادہ تھا، لہٰذا ٹکٹ کا روٹ اس طرح بنا تھا: جنوبی افریقہ، کینیا، سعودی عرب، پاکستان۔ اس لئے حضرت والا اپنے متعلقین کے ساتھ کینیا پہنچے۔ اگلے دن ویزے کے لئے پاسپورٹ سعودی ایمبسی بھیجے تو بتایا گیا کہ قانون بدل گیا ہے، آپ جس ملک کے شہری ہیں، اسی ملک سے ویزا لینا ہوگا۔ ان کو بہت سمجھانے کی کوشش کی گئی کہ کس طرح ٹکٹ بدلیں گے، کس طرح ویزا لیں گے لیکن انہوں نے بتایا کہ اب یہ قانون بن گیا ہے، ہم مجبور ہیں ویزا نہیں دے سکتے۔

حضرت والا کے کینیا کے میزبان خود عمرے کے سفر پر تھے، ان کے چھوٹے بھائی حضرت کو ایئرپورٹ سے گھر لے آئے، اس وقت میزبان کا پورا گھر خالی تھا۔ تو نصلیٹ کے منع کرنے کے بعد حضرت والا گھر تشریف لائے اور فرمایا کہ صلوٰۃ الحاجت پڑھ کر سب اللہ تعالیٰ سے مانگو۔ شام کو ایک صاحب حضرت کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور پرانے تعلق کا حوالہ دیا اور عرض کیا کہ میں ویزے کی کوشش کرتا ہوں۔ اب رمضان شریف شروع ہوگیا اور سردی کی راتیں تھیں۔ وہ صاحب ویزے کی کوششیں کر رہے تھے کہ میزبان کے بھائی حضرت کے پاس غمگین حاضر ہوئے، حضرت والا نے وجہ پوچھی تو عرض کیا کہ آپ کے میزبان یعنی میرے بھائی جو عمرے پر گئے ہوئے ہیں ان کے بیٹے اپنی اہلیہ کے ساتھ برطانیہ سے آ گئے ہیں، وہ اسی گھر کی اوپر کی منزل میں رہیں گے۔ انہوں نے کہا ہے کہ آپ لوگوں کے رہنے سے ہمیں گھبراہٹ ہو رہی ہے لہٰذا ہمارا گھر خالی کر دیں۔ حضرت والا نے فرمایا کہ ان کو سمجھاؤ، دونوں منزلوں کے راستے الگ الگ ہیں، ان کو کیا پریشانی ہے؟ لیکن وہ نہ مانے۔ میزبان کے بھائی نے عرض کیا کہ میرا یہاں کوئی رشتہ دار نہیں ہے ورنہ میں اپنے گھر والوں کو وہاں بھیج کر اپنا گھر پیش کر دیتا۔ اب ایک ہی حل ہے کہ اسی گھر کے پچھواڑے میں دو کمرے جو بظاہر سرونٹ کوارٹر کے طور پر بنائے گئے تھے، اس میں رہنے میں میزبان کے بیٹے کو کوئی اعتراض نہیں ہے، وہاں تشریف لے چلیں۔

حضرت والا نے خدام سے فرمایا کہ وہاں چلنے کے لئے سامان اٹھانے کی تیاری کریں۔ احقر نے وہ کمرے دیکھے تو بہت غم ہوا کیونکہ بہت چھوٹے کمرے تھے، اندھیرا بھی تھا، بیت الخلاء بھی ٹوٹے پھوٹے تھے۔ ہم سب غمگین اور پریشان کھڑے تھے کہ حضرت والا تشریف لے آئے اور مسکراتے ہوئے فرمایا کہ ماشاء اللہ! اتنا بہترین انتظام۔ کمرے چونکہ چھوٹے تھے اس لئے صرف تین آدمی آ سکتے تھے، باقی لوگوں کے لئے فرمایا کہ باہر صحن میں چادریں لگا لو تو سردی سے کچھ نہ کچھ بچاؤ ہو جائے گا۔ اب رمضان کا دوسرا دن تھا، تراویح پڑھنے کے بعد حضرت والا دعا مانگ رہے تھے کہ اچانک آواز آئی کہ مبارک مبارک! ویزے لگ گئے۔ حضرت والا اسی وقت خوشی سے

سجدے میں گر گئے اور بہت دیر بعد سجدے سے سر اٹھایا، اور فرمایا کہ شکرانے کا سجدہ اسی طرح فوراً ادا کیا جاتا ہے، بعد میں وہ کیفیت نہیں رہتی۔

اگلے دن جدہ کے لئے سیٹ کروالی گئی، بیت الخلاء ایسے تھے کہ وہاں غسل نہیں کیا جاسکتا تھا۔ میزبان کے بیٹے سے عمرے پر جانے کے لئے غسل کرنے اور احرام باندھنے کے لئے غسل خانے کی اجازت طلب کی تو انہوں نے اجازت دے دی کہ گھر میں آکر غسل کرلیں۔ غسل کے بعد جب حضرت والا احرام باندھ کر تیار ہوئے تو وہ نوجوان آئے اور اَشکبار آنکھوں سے معافی مانگنے لگے اور کہا کہ میں آپ کو نہیں پہچان سکا، مجھے معاف کردیں۔ حضرت والا نے فرمایا کہ اس میں معافی کی کوئی بات نہیں، الحمد للہ! آپ لوگوں نے ہمارا بہت خیال کیا، ہمیں افطار کرایا، سحری کھلائی، کھانا کھلایا۔

غرض ان کی بہت دلجوئی فرما کر جب حضرت والا مدینہ شریف پہنچے تو معلوم ہوا کہ کینیا والے میزبان جن سے کینیا میں ملاقات نہیں ہوسکی تھی، وہ بھی مدینہ شریف میں ہیں۔ حضرت والا نے سب خدام کو فرمایا کہ خبردار! ہمارے کینیا کے میزبان کو کچھ نہ بتانا، بلکہ بتانا کہ خوب راحت سے رہے۔ پھر جب وہ میزبان رات کو مجلس کے بعد حضرت سے ملنے آئے تو حضرت والا سے پوچھا کہ آپ کو وہاں کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی۔ حضرت والا نے مسکراتے ہوئے خوب دعائیں دیتے ہوئے فرمایا کہ الحمد للہ! بہت عافیت سے رہے، ہماری اوقات سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا۔ الحمد للہ! بہت خیال رکھا گیا، افطار کا، سحری کا، کھانے کا بہت اچھا انتظام کیا تھا۔

جنوبی افریقہ کے جنگل میں شیروں کی فرمانبرداری

احقر عشرت جمیل عرض کرتا ہے کہ جب حضرت والا ۱۹۹۰؁ء میں جنوبی افریقہ تشریف لے گئے تو وہاں ساڑھے تین سو کلومیٹر کے جنگل (کروگر نیشنل پارک) میں شیر دیکھنے بھی گئے۔ اس جنگل میں چالیس پچاس ہاتھی بھاگے جارہے تھے، حضرت والا نے فرمایا کہ: ''ایک ساتھ اتنی تعداد ہاتھیوں کی میں نے زندگی میں کہیں نہیں دیکھی، چالیس چالیس ہاتھی مع اپنے بچوں کے بھاگے جارہے تھے اور آپس میں اپنے سر ایک دوسرے سے ٹکرارہے تھے، چیخ رہے تھے، چنگھاڑ رہے تھے، ہم لوگ اپنی موٹروں میں بند بیٹھے تھے۔ اب دیکھئے! قسمت کی بات آپ کو بتاتا ہوں۔ اتنے میں ایک ببر شیر آیا۔ مقامی لوگوں نے بتایا کہ برطانیہ کی ملکہ ایلزبتھ شیر دیکھنے کے لئے تین دن تک یہاں رہی مگر شیر نظر نہیں آیا، ملکہ نے اپنا قیام چودہ دن تک بڑھادیا لیکن شیر کے نظارے سے محروم رہی اور ہم مُلاؤں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اے اللہ! ہمیں شیر دکھادے۔ بس ایک شیر آیا اور ہلچل مچ گئی، جہاں ہم ٹھہرے ہوئے تھے وہاں شور مچ گیا کہ چلو چلو، فلاں جگہ شیر دیکھا گیا ہے۔ ہم سب وہاں پہنچ گئے تو دیکھا کہ شیر بیٹھا ہوا تھا، سفید چہرہ۔ مولانا سلیمان گھانچی نے

اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ یہ کھڑا ہوکر چلنے لگے اور شیر سے بھی کہا کہ ہم کو چل کر دکھائے، کیسے بیٹھا ہوا ہے کہ قیام نہیں کرتا، وہابی ہو گیا ہے کیا؟ بس جناب! وہ شیر کھڑا ہوا اور چلنے لگا۔ ایک طرف جاتا تھا پھر واپس آتا تھا، تقریباً دس منٹ تک اس نے اپنی چال دکھائی، پوری ایک مشت داڑھی تھی، کان کی لو تک پٹے بال، بالکل شیخِ کامل معلوم ہوتا تھا لیکن آگے سے معلوم ہوتا تھا، پیچھے سے تو جانور ہی تھا۔ اتنے میں ایک انگریز بھی سگریٹ پیتا ہوا اپنی گاڑی میں وہاں آ گیا اور شیر دیکھنے لگا تو مولانا گھانچی نے اس سے کہا کہ دیکھو شیر کے داڑھی ہے یا نہیں؟ اس نے کہا ہاں ہے۔ پھر پوچھا پٹے بال بھی ہیں؟ کہا ہاں۔ تب انہوں نے کہا کہ اب ہم مسلمانوں کی شکل دیکھو کہ داڑھی بھی ہے اور پٹے بال بھی ہیں۔ پھر اس کو لومڑی دکھائی کہ لومڑی کے نہ داڑھی ہے نہ پٹے بال۔ وہ انگریز مسکراتا ہوا چلا گیا۔ میر صاحب نے کہا کہ زندگی میں اتنا حسین شیر انہوں نے نہیں دیکھا کہ جس کا چہرہ چاند کی طرح چمک رہا ہو۔'' (انتہیٰ کلامہ)

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

مردِ قلندر

آسمانِ دل کے اختر کیا کہوں
کیا کہوں اللہ اکبر کیا کہوں

آپ تو عشاق کی تصویر ہیں
آپ کو مردِ قلندر کیا کہوں

شیخِ کامل خضرِ منزل رہبر
کون سا ہے لفظ بہتر کیا کہوں

عشق کا دریا کہوں میں آپ کو
یا محبت کا سمندر کیا کہوں

قربِ حضرت کا زہے قسمت اثرؔ
ہے کہاں تیرا مقدر کیا کہوں

دسواں باب:

حضرت والا کا استغناء

گلشن میں کبھی آپ نے آکر نہیں دیکھا
دیکھا ہے تو صحرا کو بُھلا کر نہیں دیکھا
دیکھا ہے مرے شیخ کو دنیا نے بہ حسرت
دنیا کو نظر اس نے اُٹھا کر نہیں دیکھا

تائبؔ

نہ لالچ دے سکیں ہرگز تجھے سِکوں کی جھنکاریں
ترے دستِ توکل میں تھیں استغناء کی تلواریں
سکھائے فقر کے آداب تو نے بادشاہی کو
جلالِ قیصری بخشا جمالِ خانقاہی کو

(رمزیؔ اٹاوی)

حضرت والا کا استغناء

مفت کتابیں تقسیم کرنے میں نیت دین کی اشاعت ہے

احقر راقم الحروف عشرت جمیل عرض کرتا ہے کہ حضرت والا کی پوری زندگی کا ہر لمحہ دین ہی کی باتوں کے تذکرے میں گذرتا تھا، دنیا کی کوئی بات کبھی ہم نے سنی ہی نہیں کہ سیاست کیا چل رہی ہے، آٹے دال کا کیا بھاؤ ہے؟ یا بجلی کا بل زیادہ آ رہا ہے۔ ان سب چیزوں کی حضرت کے سامنے کوئی حقیقت ہی نہیں تھی، نہ اپنے کتب خانہ کی حضرت والا کو زیادہ پرواہ تھی۔ حضرت والا کو یقین تھا کہ پالنے والا اللہ ہے، کسی نے کہا بھی کہ آپ یہ جو کتابیں مفت تقسیم کررہے ہیں اس سے تو کتب خانہ کو بہت نقصان پہنچے گا کیونکہ پھر لوگ کتب خانہ سے خریدیں گے نہیں کہ خانقاہ سے مفت میں مل جاتی ہیں، حضرت والا نے فرمایا کہ ''مجھے کوئی کتب خانے کی پرواہ نہیں، رزق دینے والا اللہ ہے لیکن میں دین کا کام نہیں چھوڑ سکتا۔'' حضرت والا نے فرمایا کہ ''یہ کتب خانہ مظہری شروع میں ناظم آباد میں اس لئے کھولا تاکہ روزی بھی ملتی رہے اور دین کی اشاعت بھی رہے لیکن اصل چیز دین کی اشاعت ہے، دین کی کتابیں جب تقسیم ہوں گی تو لوگوں کو دین پہنچے گا اس کا ثواب اصل ہے، باقی رزق تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ دے گا ہی۔''

جنوبی افریقہ کے ایک بڑے رئیس کے اسٹور پر اس کو نصیحت

جب حضرت والا جنوبی افریقہ کے پہلے سفر پر تشریف لے گئے تو حضرت کے میزبان حضرت والا کو اپنے بہت بڑے ڈپارٹمنٹل اسٹور پر لے گئے اور عرض کیا کہ آپ جس چیز پر ہاتھ رکھ دیں گے وہ آپ کی خدمت میں میری طرف سے ہدیہ ہوگی، اس اسٹور میں بڑے بڑے ایئر کنڈیشن، فریج اور بہت ساری چیزیں تھیں۔ حضرت والا نے میزبان کے کندھے پر اپنا ہاتھ رکھا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے میرے رب نے مجھے سب کچھ دیا ہوا ہے، مجھے آپ کی دکان نہیں چاہیے، دو کان چاہئیں، بس میرا بیان دھیان سے سنا کرو اور ہر مجلس میں آیا کرو۔

سندھ بلوچ سوسائٹی میں خانقاہ کے افتتاح پر بیان

۲۲ نومبر ۱۹۹۶ء کو جب خانقاہ سندھ بلوچ کی بنیاد ڈالنے کا وقت آیا تو حضرت والا نے اعلان فرمایا کہ ''آج بعد عصر سندھ بلوچ سوسائٹی میں مدرسے سے متصل آٹھ سو گز پر خانقاہ کی بنیاد ڈال رہا ہوں کیونکہ مجھ سے جنوبی افریقہ، ری یونین اور بہت سے علماء نے کہا کہ ہم چالیس دن لگانا چاہتے ہیں مگر رہنے کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔ لہٰذا آج جمعہ کا دن ہے اور مغرب سے پہلے دعا بہت قبول ہوتی ہے۔ جس کو مجھ سے محبت کا دعویٰ ہو تو میرے کام میں شریک ہو جاؤ۔ جن کے پاس گاڑی نہیں ہے اور جن کو راستہ معلوم نہیں ہے وہ لوگ بھی گلشن خانقاہ آجائیں، پھر ہم یہاں سے عاشقوں کی بارات لے کر چلیں گے۔''

پھر وہاں جمع ہونے والے احباب اور متعلقین کے بڑے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے حضرت نے فرمایا کہ: ''آج میں تاریخ بیان کررہا ہوں۔ ہمیں کراچی کے ایک آباد علاقے میں پانچ ہزار گز کی زمین مفت میں مل رہی تھی لیکن ہم نے کہا کہ یہ پہلے سے آباد علاقہ ہے، یہاں پر ہمارے دوستوں کی آبادی ممکن نہیں ہوگی۔ پھر جب ہم یہاں سندھ بلوچ سوسائٹی میں ڈیڑھ برس سے آرہے تھے تو اذان، نماز، اللہ کا نام اور ذکر کے بعد دعا کرتے تھے کہ اے اللہ! ہمیں یہاں زمین عطا فرمادے اور اس زمین پر مسجد، مدرسہ اور خانقاہ بنوادے اور کم از کم دو چار سو گھر ہمارے دوستوں کو بھی مل جائیں۔ پہلے یہاں مزدور رہتے تھے جنھوں نے جھاڑیوں سے اپنے گھر بنائے ہوئے تھے، آج یہاں پر اللہ کا نام لیا جارہا ہے۔ کیا یہ اس زمین کی قسمت نہیں ہے اور کیا یہ ہم لوگوں کی قسمت نہیں ہے؟ ہم لوگ بھی قسمت والے ہیں، اگر قسمت نہ ہوتی تو اللہ کا نام لینے کی توفیق نہ ہوتی۔ میں نے اس سوسائٹی کو دیکھ کر کہا کہ یہ غیر آباد علاقہ ہے، میں اپنے احباب کو بتادوں گا تاکہ ایک بستیٔ احباب، قریۃ الصالحین یہاں آباد ہوجائے۔ میری یہ تمنّا دس بارہ برس سے بلکہ بہت پرانی ہے کہ میں اللہ کے عاشقوں میں جیتا اور اللہ کے عاشقوں میں مرتا۔

مری زندگی کا حاصل مری زیست کا سہارا
ترے عاشقوں میں جینا ترے عاشقوں میں مرنا
مجھے کچھ خبر نہیں تھی ترا درد کیا ہے یا رب
ترے عاشقوں سے سیکھا ترے سنگِ در پہ مرنا
کسی اہلِ دل کی صحبت جو ملی کسی کو اخترؔ
اسے آگیا ہے جینا اسے آگیا ہے مرنا

اختر نے دس بارہ برس دعا مانگی کہ اے اللہ! ہمیں ایک زمین عطا فرما جس میں مَیں آپ کے عاشقوں کو بسا کر انہی عاشقوں میں جینے اور مرنے کا میرا انتظام ہوجائے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے سنی اور اس زمین پر بہت بڑی تعداد خدائے تعالیٰ کے عاشقوں کی موجود ہے۔ یہ زمین اچانک ایک دم نہیں ملی بلکہ تقریباً بارہ برس رویا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے میری دعائیں قبول فرمائیں اور مسجد کی زمین عطا فرمائی، مسجد کی زمین کا پورا روپیہ میں نے اس سوسائٹی کو ادا کیا ہے، ایک پیسے کی بھی رعایت نہیں لی۔ اس سوسائٹی کا مجھ پر کوئی مالی احسان نہیں ہے، ہاں اخلاقی احسان ہے کہ دوسروں کو بیچنے کی بجائے ہمیں یہ زمین بیچ دی۔ یہ زمین ہماری خریدی ہوئی ہے۔ یہاں تک کہ سڑکوں کا پیسہ بھی ہم نے ادا کیا، تمام چالان اور پیسوں کی رسیدیں ہمارے پاس موجود ہیں بلکہ سوسائٹی والوں پر میرا احسان ہے کہ ان لوگوں سے بغیر چندہ لئے اتنی بڑی مسجد اور اتنا بڑا جامعہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بن گیا، جس سے سوسائٹی کی زمین قیمتی ہوگئی ورنہ اس سوسائٹی کی زمین کو کوئی پوچھتا بھی نہیں تھا، یہاں مدرسہ اور مسجد بننے سے سوسائٹی کی زمین کا دام بڑھ گیا۔ ابھی آپ لوگ جہاں بیٹھے ہیں یہ دونوں پلاٹ بھی میں نے خریدے ہیں، اس میں سوسائٹی نے ایک پیسہ بھی نہیں دیا ہے، میں علی الاعلان کہہ رہا ہوں کہ سوسائٹی کے چیئرمین اور جنرل سیکریٹری کے سر پر قرآن مجید رکھ کر پوچھو کہ اختر نے تم سے کتنا پیسہ لیا ہے؟''

مسجد، مدرسہ، خانقاہ بنانے سے پہلے سوسائٹی کو ایک ایک پائی ادا کی گئی

حضرت والا نے فرمایا کہ: ''بعض بے وقوف، نالائق، ناشکرے اور بدگمان سمجھتے ہیں کہ ہم سوسائٹی سے ملے ہوئے ہیں اور سوسائٹی سے خوب کھا رہے ہیں۔ واللہ! میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے اپنی مسجد اور خانقاہ کی تعمیر میں سوسائٹی کے ایک پیسے کا بھی احسان نہیں لیا ہے۔ سب میرا اور میرے دوستوں کا پیسہ لگا ہے، بدگمانی کرنے والا قیامت کے دن رسوا کیا جائے گا۔ کاش! یہ ظالم اختر کو پہچانتے۔ جو میرے خاص لوگ یہاں رہتے ہیں وہ بار بار اس کا اعلان کریں کہ ہم نے سوسائٹی سے جو بھی زمین خریدی اس کا پورا پورا پیسہ ادا کیا۔ یہ تمام تعمیر نہ سوسائٹی نے کی، نہ سیکریٹری نے کی، نہ چیئرمین نے کی، سوسائٹی میں رہنے والے باشندوں سے بھی ہم نے پیسہ نہیں لیا۔ یہاں جمشید صاحب اور دوسرے رہائشی موجود ہیں ان سے پوچھو کہ کیا سوسائٹی والوں کے پاس چندے کا ڈبہ چلایا گیا؟ اس مسجد اور خانقاہ کی تعمیر کے لئے میں نے مقامی لوگوں سے کچھ نہیں لیا۔

بدگمانی کے چمگادڑو! اللہ تعالیٰ سے توبہ کرو

اللہ تعالیٰ میری آہ وفغاں کو ان شاء اللہ سارے عالم میں عالمی زبانوں میں نشر کا غیب سے سامان فرما رہا ہے۔

پاکستان کی چھوٹی سی گلی میں رہنے والو! اختر کے ساتھ مکہ شریف، مدینہ شریف، بنگلہ دیش، برما، ماریشس، جنوبی افریقہ، موزمبیق، کینیا، امریکا، کینیڈا، برطانیہ وغیرہ چلو اور دیکھو کتنے بڑے بڑے علماء اختر سے بیعت ہیں، کتنے علماء میرے شاگرد ہیں اور میری بات نوٹ کررہے ہیں۔ بدگمانی کے چمگادڑو! اللہ تعالیٰ سے توبہ کرو، جو لوگ اللہ والوں کی صحبت میں نہیں رہتے انہی کی عقل پر عذاب آتا ہے۔ چند دن کی زندگی ہے، زیادہ دیر مت کرو، جلدی سے اللہ والے بن جاؤ ورنہ جس دن جان نکلے گی تو میری آہ وفغاں تمہارے ساتھ جائے گی اور پچھتاؤ گے کہ کاش! میں اختر کی بات مان لیتا۔ بتاؤ! میں تم سے جائیداد مانگتا ہوں؟ پیسہ مانگتا ہوں؟ چندہ بھی لینے سے منع کردیا، اعلان کردیا کہ سوسائٹی میں اجتماع ہے، میں صرف آپ لوگوں سے دعا لوں گا اور کوئی چندہ دے گا تو بھی نہیں لوں گا۔ اگر چندہ دینا ہے تو گلشن اقبال خانقاہ کے دفتر میں آؤ، یہاں نہیں لوں گا۔ یہ جو اتنا بڑا اجتماع آ گیا کیا میں نے اس کے لئے اخبار میں اشتہار دیا تھا؟ کوئی ٹیلی ویژن، ریڈیو سے نشر کیا تھا؟ صرف جمعہ کے دن ایک جملہ کہا تھا کہ جس کو مجھ سے محبت ہے وہ لوگ یہاں آ جائیں۔‘‘

ہماری زندگی کا مقصد یہ ہونا چاہیے کہ ہم اللہ والے بن جائیں

حضرت والا نے فرمایا کہ: ’’اس خانقاہ کا مقصد بلکہ میں اپنی پوری زندگی کا مقصد یہی بتاتا ہوں کہ ہم لوگ اللہ والے بن جائیں، وہ لوگ میرا ساتھ چھوڑ دیں جو اللہ کا ولی بننے کا شوق نہیں رکھتے۔ میں ایسے لوگوں کو قسم دے کر کہتا ہوں کہ اللہ کے نام پر جان دینا سیکھ لو، یہ میں پیری مریدی کی بیعت نہیں کررہا ہوں بلکہ اللہ کو راضی کرنے میں جانبازی کی بیعت لے رہا ہوں۔ سب لوگ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ یہاں پر ایک عظیم الشان دارالعلوم بنوادے جہاں سے بڑے بڑے اللہ والے پیدا ہوں۔ میں خالی عالم نہیں چاہتا ہوں بلکہ میں اللہ والے علماء چاہتا ہوں جو اللہ پر فدا ہونا جانتے ہوں۔

جنوبی افریقہ کے علماء کی زندگیوں میں انقلاب کیسے آیا؟

اختر اللہ والوں کا ایک ادنیٰ غلام ہے۔ میں اللہ والا ہونے کا دعویٰ نہیں کرسکتا لیکن میں نے ساری عمر اللہ والوں کی غلامی کی ہے۔ میری اللہ والوں کی غلامی کو کوئی نہیں جھٹلا سکتا۔ جنوبی افریقہ کے علماء سے پوچھ لیجیے کہ وہاں کیا حالات ہیں؟ علماء کی زندگیوں میں کیسا انقلاب آیا ہے؟ وہاں کے ایک بہت بڑے دارالعلوم کے مہتمم میرے ہاتھ پر بیعت ہوگئے اور اللہ اللہ کیا، نفس کی اصلاح ہوئی، تقویٰ نصیب ہوا، اب میری طرف سے ان کو اجازت بھی ہے۔ وہ خود کہتے ہیں کہ میری تقریر میں وہ اثر نہ تھا جو اللہ نے اب عطا فرمایا ہے، اب جو بات کہتا ہوں

در دِل سے کہتا ہوں، اَشکبار آنکھوں سے کہتا ہوں، روتے ہوئے دل سے کہتا ہوں۔ اب تبلیغ بھی جاری ہے، اصلاحِ نفس بھی جاری ہے، لوگ بہت کثرت سے بیعت بھی ہورہے ہیں، دین کا نفع کئی گنا بڑھ گیا۔

ایک بہت بڑے دارالعلوم کے شیخ الحدیث جو اس فقیر کے ہاتھ پر بیعت ہوئے، بخاری شریف پڑھاتے ہیں، ماشاء اللہ ساری زندگی تبلیغ میں لگے رہے، اب بھی سارے عالم میں تبلیغ کے لئے جارہے ہیں مگر یہی کہتے ہیں کہ ہماری تبلیغ میں تاثیر بڑھ گئی، اب لوگ ہاتھوں ہاتھ لے رہے ہیں، اور جنوبی افریقہ کے ایک بہت بڑے شہر کے تبلیغی جماعت کے امیر جن کو جنوبی افریقہ کے علماء جو یہاں موجود ہیں، جانتے ہیں، کعبہ شریف میں میرے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ ایک برس بعد ملے تو کہا کہ تقویٰ کا اتنا بڑا نفع ملا ہے جو زندگی بھر نہیں ملا تھا، اگرچہ ساری زندگی دین ہی کی محنت میں گذری، بیعت ہونے کے بعد نظر کی حفاظت کا انعام ملا، اب ایک نظر بھی خراب نہیں ہوتی، چاہے ہوائی جہاز میں ہوں، لندن میں ہوں یا کہیں بھی اور اس نعمت پر وہ اتنا مست ہوئے کہ کہتے ہیں کہ دل چاہتا کہ سارے تبلیغی دوستوں کو آپ سے (یعنی اس فقیر سے) بیعت کرادوں۔‘‘

اس زمانے میں بھی شمس الدین تبریزی موجود ہیں

حضرت والا نے فرمایا کہ: ’’میں کہتا ہوں کہ اگر قیس کو بھی اس زمانہ کا کوئی شمس الدین تبریزی مل گیا ہوتا تو اس کے عشقِ لیلیٰ کو عشقِ مولیٰ سے تبدیل کردیتا۔ آج بھی اس زمانہ میں شمس الدین تبریزی موجود ہیں، عشقِ لیلیٰ میں جو بدحواس، پاگل، بے ساختہ، حواس باختہ ہو، وقت کے کسی شمس الدین تبریزی سے اسے ملادو، ان شاء اللہ تعالیٰ آج بھی اللہ کی رحمت سے وہ اس کے عشقِ لیلیٰ کو عشقِ مولیٰ سے تبدیل کردے گا۔‘‘

احقر راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ ’’محبی ومحبوبی حضرت والا کو یہ مقام حاصل تھا۔ اس زمانے میں نہ جانے کتنے عاشقِ لیلیٰ جن کی بربادی اپنی انتہا کو پہنچ گئی تھی اور ہلاکت کے قریب تھے، حضرت والا کی صحبت کی برکت سے عاشقِ مولیٰ بن گئے۔ قیس بھی اگر اس زمانے میں ہوتا اور حضرت والا کو پاجاتا تو ظالم! اپنے زمانے کا رومی ہوتا۔ حضرت والا کی شان میں احقر کا شعر ہے جو کئی سال پہلے حضرت والا کی برکت سے موزوں ہوا۔

مجنوں اگر دیدے ترا تائب شدے از ماسوا
بر پائے تو افتاں شدے واز عشقِ لیلائش بری

ترجمہ: مجنوں اگر آپ کو پاجاتا تو غیر اللہ سے تائب ہوجاتا اور غلبۂ تشکر میں آپ کے پاؤں پر گر جاتا یعنی محبت میں ہمیشہ کو آپ کا غلام بن جاتا اور عشقِ لیلیٰ سے نجات پاجاتا اور اس کا عشقِ لیلیٰ عشقِ مولیٰ سے تبدیل ہوجاتا۔‘‘

علماء سے کچھ پوچھو تو ادب کے دائرے میں پوچھو

حضرت والا نے فرمایا کہ: ''ادب سیکھو! افسوس ہے کہ لوگ ادب نہیں سیکھتے۔ جو استاد کا ادب نہیں کرتا اس کو فیض نہیں پہنچ سکتا، جس سے دین سیکھتے ہو وہ بھی استاد ہے۔ ادب سیکھو، سیکھنے ہی سے آداب آتے ہیں۔ جس کو دیکھو بہت بڑا علامہ بنا ہوا ہے کہ مولانا! میرے خیال میں یہ بات صحیح نہیں ہے۔ ابے تیرا خیال کیا حقیقت رکھتا ہے؟ کیا تو نے کسی دارالعلوم میں دس سال پڑھا ہے؟ بوچڑ کہیں کا! ایک شخص نے میڈیکل کالج میں نہیں پڑھا لیکن ڈاکٹر سے نسخہ لکھواتے ہوئے کہتا ہے کہ میرے خیال میں جو آپ نے ایک کیپسول لکھا ہے، آپ کو اسے ڈبل لکھنا چاہیے۔ ڈاکٹر نسخہ پھاڑ کر کہے گا کہ آپ یہاں سے تشریف لے جایئے۔ لوگوں نے دین کو کھیل سمجھ رکھا ہے۔ اختر وہ ملّا نہیں ہے جس کو آپ اپنا غلام بنالیں۔ میرے شیخ نے مجھے لکھا ہے کہ دین کا کام امام بن کر کرنا۔''

جنوبی افریقہ میں علماء کے بارے میں مال داروں کے خیالات

احقر جامع عرض کرتا ہے کہ جب حضرت والا جنوبی افریقہ کے مختلف شہروں میں تشریف لے جاتے تھے تو وہاں کے مقامی لوگ آپس میں بات کرتے نظر آتے تھے اور یہ جملہ سننے میں آتا تھا کہ ''اسٹیمیٹ (Estimate) کیا ہے؟'' احقر بھی یہ جملہ سنتا تھا، احقر سمجھا کہ ان کی کوئی آپس کی بات ہوگی۔ ایک دن حضرت والا نے بھی یہ جملہ سن لیا تو میزبان سے پوچھا: یہ اسٹیمیٹ وغیرہ کیا کہہ رہے ہیں؟ میزبان نے کہا کہ یہاں جو علماء آتے ہیں ان میں سے اکثر پہلے تقریر کرتے ہیں، اس کے بعد اپنے مدرسے کی ضروریات کا تخمینہ (اسٹیمیٹ) پیش کرتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت والا نے احقر کو بلایا اور فرمایا کہ ''اگر یہی بات ہے تو جب بھی میرا بیان ہو، اس سے پہلے اعلان کرو کہ میں آپ لوگوں کی جیب سے پیسہ لینے نہیں آیا بلکہ اپنے بزرگوں سے جو اللہ تعالیٰ کی محبت سیکھی ہے وہ دینے آیا ہوں۔'' اس کا اثر یہ ہوا کہ وہاں کے دو بڑے سیٹھ حضرت والا کے ہاتھ پر بیعت ہوگئے۔ ان میں سے ایک رئیس حضرت والا کا پاؤں دبا رہا تھا، جب وہ چلا گیا تو میزبانوں نے حیرت سے حضرت والا کو بتایا کہ اس رئیس نے کبھی کسی عالم کے پیر نہیں دبائے لیکن آج آپ کے پاؤں دبا رہا تھا۔ حضرت والا نے یہ سن کر فرمایا کہ ''جانتے ہو وہ میرے پاؤں کیوں دبا رہا تھا؟ اس لئے کہ میں نے اس کی جیب نہیں دبائی۔''

میں تم سے کچھ لینے نہیں، اللہ کی محبت کا درد، دینے آیا ہوں

جنوبی افریقہ کے دو بڑے تاجر تھے، جن کے بارے میں مشہور تھا کہ لینیشیا شہر جسے سونے کی کان کہا جاتا ہے، ایک ایک آدمی ایسا شہر خرید سکتا ہے۔ یہ دونوں سیٹھ حضرت والا کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک صاحب نے احقر میر سے

ذرا فخر یہ انداز میں کہا کہ یہ دونوں تاجر میرے رشتہ دار ہیں۔ اس وقت جب میں نے حضرت والا کو دیکھا تو آپ ایک سے فرما رہے تھے کہ آپ کی مونچھیں بڑی ہیں، ایسی مونچھیں رکھنا جائز نہیں ہے، دوسرے تاجر سے فرما رہے تھے کہ تمہارے ٹخنے چھپے ہوئے ہیں۔ تب میں نے ان صاحب سے کہا کہ دیکھ لیجیے! حضرت والا کے نزدیک مالداروں کی یہ قیمت ہے۔ وہ صاحب اللہ والے تھے، انہوں نے مجھ سے اپنی بات کی معافی مانگ لی۔ پھر ایک صاحب۔۔۔ تھے، حضرت والا ان کے یہاں کبھی ٹھہرتے تھے، یہ دونوں سیٹھ ان کے دوست تھے۔ جب حضرت والا ان صاحب کے گھر پہنچے تو انہوں نے کہا کہ حضرت! وہ دونوں میرے بچپن کے دوست ہیں، اگر اجازت دیں تو میں اپنی طرف سے ان کو کہہ دوں کہ حضرت کا مدرسہ بن رہا ہے، اس میں رقم لگالو، میں ان سے کہتا رہتا ہوں کہ فلاں کو دے دو، فلاں کو دے دو۔ (احقر کے دل میں خیال آیا کہ اس میں تو کوئی حرج نہیں معلوم ہوتا) حضرت والا یہ سن کر خاموش ہوگئے۔ پھر فرمایا کہ ''آپ کو میرے جانے کے بعد بھی اس کی اجازت نہیں ہے، ایسا ہرگز نہیں کرنا اس لئے کہ ان کو معلوم ہے کہ میں کبھی کبھی تمہارے یہاں آکر ٹھہرتا ہوں اور تم مجھ سے عقیدت بھی رکھتے ہو، نتیجہ اس کا یہ ہوگا کہ اگر تم ان کو چندے کے لئے کہو گے تو وہ اس کو میرا کہنا ہی سمجھیں گے اور یہ سمجھیں گے کہ اختر نے خود تو نہیں کہا مگر اپنے ایجنٹ چھوڑ گیا ہے۔ میں دین کو فروخت کر کے دنیا نہیں کما سکتا، اگرچہ یہ بھی دین ہی کا کام ہے لیکن اگر دین فروخت ہوجائے گا تو میری بات ان کے دلوں پر اثر کرنا چھوڑ دے گی، ذرا سی بدگمانی پیدا ہوگئی تو دین کی بات کا اثر ختم ہوجائے گا۔

من غلام آں کہ نفروشد وجود
جز بآں سلطان باافضال وجود

میں ایسے شیخ کا غلام ہوں جو اپنے وجود کو دنیا میں کسی چیز سے نہیں بیچتے تھے، نہ سلطنت سے، نہ تخت و تاج سے، نہ وزارتِ عظمیٰ سے، نہ قربانی کی کھالوں سے، نہ سیٹھوں کی خوشامدوں سے۔ میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب علیگڑھ کے نواب چھتاری کے یہاں مہمان ہونے والے تھے اور ریلوے اسٹیشن پانچ دس میل دور رہ گیا تھا تو میں نے حضرت سے عرض کیا کہ حضرت! تیل مالش کی وجہ سے آپ کی ٹوپی کچھ میلی ہوگئی ہے اور کرتا زیادہ سفید ہے، ان میں تناسب نہیں ہے، اجازت دیجئے تو دوسری ٹوپی پیش کردوں؟ حضرت نے فرمایا کہ میں اسی ٹوپی سے نماز پڑھ رہا ہوں، کیا اب نواب صاحب کو دکھانے کے لئے ٹوپی بدل لوں؟ میں ایسے ہی چلوں گا لیکن اسی شیخ پھولپوری کے سامنے میں نے بڑے بڑے نوابوں کو دیکھا کہ کانپتے رہتے تھے، لنگی باندھنے والے اور کرتے کے بٹن کھلے رکھنے والے کے سامنے ان کی آوازوں میں کپکپی پیدا ہوجاتی تھی۔ لہٰذا مجھے کوئی غلام بنانے کی کوشش نہ کرے، تمہارے کروڑوں روپے ہوں یا سلطنت ہو، اختر بِک بھی نہیں سکتا، نہ سورج سے نہ چاند سے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔''

حضرت والا کی اپنے مشائخ کے ہمراہ علیگڑھ آمد پر موزوں ہوئی ایک نظم

حضرت والا نے فرمایا کہ ''جب ۱۹۵۸ء میں میں اپنے دونوں مشائخ حضرت شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب ہردوئی دامت برکاتہم کے ہمراہ پہلی مرتبہ علیگڑھ آیا تو نواب چھتاری کے یہاں بیان طے تھا، یہ نواب چھتاری بڑے مال دار، بڑے نوابوں میں سے تھے، انگریز گورنمنٹ اور حکومتوں میں عہدے اور منصب پر فائز رہتے تھے۔ ان کے یہاں قیام کے دوران جبکہ میں اپنے شیخ کے ساتھ خادمانہ طور پر حاضر تھا تو جب نواب صاحب کے وسیع و عریض بنگلے اور مکانات دیکھ کر دل میں خیال آیا کہ اکثر ایسے عالیشان مکانات اور عیش و آرام کے نقشے ایک انسان کو خدا سے دور کردیتے ہیں حالانکہ انسان کا کمال یہ ہے کہ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں میں ایسا نہ کھوجائے کہ وہ اپنے منعمِ حقیقی کو بھول جائے۔ میں اللہ سے دعا کررہا تھا کہ موقع و محل کی مناسبت سے ایک نظم موزوں کرادے، الحمدللہ اسی وقت یہ نظم بفضلِ خدا تعالیٰ موزوں ہوگئی جسے حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے میں نے مجمع میں سنایا، اس موقع پر علیگڑھ کے معززین اور علیگڑھ یونیورسٹی کے شعبہ دینیات کے صدر بھی موجود تھے۔''

نظم بعنوان ''معراجِ عشق''

رہوں روز و شب گرچہ باغِ ارم میں
کروں عیش گو ہر طرح کی نعم میں
مرے دل میں تیرا اگر غم نہیں ہے

وہ دونوں جہاں دیں عمومِ کرم میں
عطا ہفت اقلیم ہو ہر قدم میں
تو یہ ساری راحت کم از سَم نہیں ہے

بہت خوش نما ہیں یہ بنگلے تمہارے
ارے جی رہے ہو یہ کس کے سہارے
اگر قربِ جانِ بہاراں نہیں ہے

یہ گملوں کے جھرمٹ یہ رنگیں نظارے
کہ مرنے سے ہو جائیں گے سب کنارے
یہ ننگِ خزاں ہے گلستاں نہیں ہے

تمہیں سے ہے جنت بھی جنت ہماری
محبت کی دل پر لگے ضرب کاری
مری جاں کا کوئی سہارا نہیں ہے

نہ ہو تم تو جنت میں بھی ہوں میں ناری
مری کامیابی کی آجائے باری
بجز تیرے کوئی ہمارا نہیں ہے

یہ ہے عشق میں امتحاں کس بشر کا ۔۔۔ بنائے ذبیحہ جو اپنے پسر کا
پدر سے ہے اعجاز قلب و جگر کا ۔۔۔ پسر سے ہے اعجاز تسلیمِ سر کا
ترے حکم پر کیا گوارا نہیں ہے ۔۔۔ کوئی تجھ سے بڑھ کر پیارا نہیں ہے
ترے عشق کے غم کا ادنیٰ اثر ہے ۔۔۔ کہ جاں سر بہ کف زیر تیغ و تبر ہے
بکوئے ملامت کوئی در بدر ہے ۔۔۔ بشوقِ شہادت کوئی دار پر ہے
اگر آپ کا غم ہمارا نہیں ہے ۔۔۔ مجھے ہر دو عالم گوارا نہیں ہے
ملائک ز خونِ شہیدانِ ملت ۔۔۔ محبت کی ہمت سے ہیں محوِ حیرت
کہا تھا کہ مفسد بشر کی ہے فطرت ۔۔۔ ولے شاد باش اے جنونِ محبت
ترے غم سے بڑھ کر کوئی غم نہیں ہے ۔۔۔ بشر سے یہ اعجازِ غم کم نہیں ہے
بہت سے سلاطیں ہوئے گھر سے بے گھر ۔۔۔ دلوں میں جب ان کے کیا عشق نے گھر
مزہ ان کو آیا جو اس سنگِ در پر ۔۔۔ تو پایا فقیری کو شاہی سے بہتر
وہ دل جس میں جلوہ تمہارا نہیں ہے ۔۔۔ وہ دل سب کا ہو پر تمہارا نہیں ہے
کبھی تو بآہ و فغاں رو رہا ہوں ۔۔۔ کبھی دل ہی دل میں نہاں رو رہا ہوں
کبھی اِک خلش سی محض پا رہا ہوں ۔۔۔ کبھی خون آنکھوں سے برسا رہا ہوں
ترے غم کا جو ہائے مارا نہیں ہے ۔۔۔ کسی کا وہ ہو پر تمہارا نہیں ہے
جگہ ہے وہی ساری دنیا میں خوشتر ۔۔۔ جہاں آپ کے در پہ ہوگا مرا سر
نہ ہرگز مرا سر ہو اور غیر کا در ۔۔۔ یہی ہے شب و روز فریادِ اخترؔ
جو ہے آپ کا بس وہی ہے ہمارا ۔۔۔ ہمارا نہیں جو نہیں ہے تمہارا

حضرت والا نے فرمایا کہ ''ان اشعار کو پڑھو، یہ اس وقت کے ہیں جبکہ میری عمر پچیس تیس سال تھی، میں اس وقت ایک مسکین طالبِ علم تھا لیکن بڑے بڑے نوابوں کو بھی خاطر میں نہیں لایا، یہ حضرت شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی غلامی کا صدقہ ہے۔ جو اللہ والوں کی غلامی کرتا ہے وہ سلاطین سے بھی متاثر اور مرعوب نہیں ہوتا۔''

ایک رئیس کا چائے پلا کر پیالیاں دھونے کا کہنا اور اس پر ڈانٹ کا واقعہ

حضرت والا نے فرمایا کہ ''ایک واقعہ سناتا ہوں، میرے ایک پیر بھائی بہت بڑے رئیس تھے اور حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز بھی تھے، ان کے یہاں کاریں، گھوڑے، بندوق کا پہرہ ہوتا تھا اور پستول لگا کر خود بھی ایسی آن بان سے رہتے تھے کہ بادشاہ معلوم ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ ہم بحری جہاز پر کراچی سے بمبئی گئے، اس وقت شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم اور حضرت حافظ عبدالولی بہرائچی رحمۃ اللہ علیہ اور وہ رئیس صاحب بھی ہمراہ تھے۔ وہ عالم نہیں تھے مگر بہت ہی دین دار اور تہجد گذار تھے۔ ایک دن چائے بنا کر مجھ سے کہنے لگے کہ ذرا پیالیاں دھولیں، وہ عمر میں مجھ سے بڑے تھے لیکن میں نے ان سے کہا کہ جناب! سنئے، مجھے اللہ نے دو حرف علم عطا فرمایا ہے۔ اگر مجھے چائے پلانی ہے تو آئندہ کبھی پیالی دھونے کے لئے نہ کہیے گا ورنہ میں اس کی چائے کبھی نہیں پیتا جو بعد میں ملّا سے پیالی دھلوائے، انہوں نے اسی وقت اپنی ٹوپی اتاری اور کہا کہ آپ میرے سر پر جوتے لگائیے، مجھ سے یہ گستاخی کیوں ہوئی؟ لہٰذا جب اس طرح کا موقع آئے گا تو پتا چلے گا کہ میں مال داروں کے ساتھ کیا برتاؤ کرتا ہوں۔''

❁ ❁

گرچہ میں بے گھر رہا بے در رہا
پر ترے ہی در پہ میرا سر رہا
اُن کو ہر لحظہ حیاتِ نو ملی
زیرِ خنجر عاشقوں کا سر رہا

از کلام حضرت والا مرشدنا و مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

گیارہواں باب:

تقویٰ اور اس کا اہتمام

نہیں تیس برسوں میں اِک لمحے کو بھی سنی میں نے حضرت سے غفلت کی باتیں

(احقر عشرت جمیل میرؔ عفا اللہ عنہ)

یہ کیسی شرافت ہے، کیسی نجابت، کریں جلوتوں میں شرافت کی باتیں
مگر جاتے ہیں خلوتوں میں جب اپنی، حسینوں سے کرتے ہیں ذلت کی باتیں
زِناکار آنکھوں کا، فاسق خدا کا، نبی نے ہے ملعون جس کو پکارا
خریدے نظر سے جو لعنت خدا کی، وہ کیا کر رہا ہے ولایت کی باتیں
نہیں چھوٹتی لت اگر معصیت کی، تو رکھ دے سر اپنا تُو چوکھٹ پہ رب کی
کہ محبوب ہیں بارگاہِ صمد میں، ندامت کے آنسو ندامت کی باتیں
خود اپنی تمنّاؤں کا خون کرنا، نہیں کام اے دل ہے یہ ہیجڑوں کا
حسینوں سے نظریں بچا کر تڑپنا، یہ ہیں شیر مَردوں کی ہمت کی باتیں
اے زاہد تُو کس وہم میں مبتلا ہے، کہ نامِ طریقت سے شعلہ بپا ہے
شریعت کی باتیں محبت سے کرنا، یہی تو فقط ہیں طریقت کی باتیں
کہاں کا گنہ معصیت کیسی یارو، تم اندھے ہو کیا اس حقیقت کو جانو
نہیں تیس برسوں میں اِک لمحہ کو بھی، سنی میں نے حضرت سے غفلت کی باتیں
مرے شیخ کے پاس آ کر تو دیکھو، محبت کے دن ہیں محبت کی راتیں
ارے وہ تو خود ہیں سراپا محبت، سنو گے بس اُن سے محبت کی باتیں
محبت کو کوئی اگر جسم ملتا، وہ ہوتا سراپا مرے شیخ ہی کا
کہ ہم نے نہیں دیکھی ایسی محبت، نہ ایسی سنی ہیں محبت کی باتیں
خدا جن تمنّاؤں سے بھی ہو ناخوش، دلیری سے ہر اِک تمنّا کا خوں کر
کہ ہیں یہ بظاہر تو حسرت کی باتیں، مگر درحقیقت ہیں عشرؔت کی باتیں

داغِ حسرت سے دل سجائے ہیں
تب کہیں جا کے اُن کو پائے ہیں
اِن حسینوں سے دل بچانے میں
میں نے غم بھی بہت اُٹھائے ہیں
کام بنتا ہے فضل سے اختؔر
فضل کا آسرا لگائے ہیں

از کلام حضرت والا قدس سرہ

تقویٰ اور اس کا اہتمام

حضرت والا سے زندگی میں کبھی گناہ تو کیا لغزش بھی نہیں ہوئی

احقر جامع عرض کرتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت والا نے احقر سے فرمایا کہ ''میں تم کو راز کی بات بتاتا ہوں، میرے اندر عشق کا طوفان تھا، بچپن ہی سے میرا مزاج عاشقانہ تھا۔ جب میں جوان ہوا تو خواہشات کا ایک سمندر میرے دل میں موجیں مار رہا تھا۔ خیال آیا کہ اگر میں نے کسی اللہ والے کا دامن نہیں پکڑا تو میں خواہشات کے سمندر میں بہہ جاؤں گا۔ چنانچہ میں نے فوراً حضرت شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کر لی اور پوری زندگی ان کے قدموں میں گزار دی۔'' اس کے بعد حضرت والا نے احقر سے فرمایا کہ ''اس عاشقانہ مزاج کے باوجود زندگی میں مجھ سے کبھی ایک دفعہ لغزش بھی نہیں ہوئی۔'' یعنی گناہ تو بڑی دور کی بات ہے، اللہ کے راستے میں الحمد للہ کبھی ڈگمگایا بھی نہیں۔ حضرت والا کی شان میں احقر کا شعر ہے ؎

کہاں کا گناہ معصیت کیسی یارو تم اندھے ہو کیا اس حقیقت کو جانو
نہیں تیس برسوں میں اک لمحے کو بھی سنی میں نے حضرت سے غفلت کی باتیں

یہ سن کر جنوبی افریقہ کے بڑے عالمِ دین مولانا یونس پٹیل صاحب نے فرمایا کہ کاش! یہ حالات امت کے سامنے آ جائیں

تا کہ ہم لوگ استفادہ کریں۔ ہماری آنکھیں کھولنے کے لئے صرف ایک یہی بات کافی ہے۔

سن لو کچھ دن زبانِ اخترؔ سے
قبر سے پھر کوئی بیان نہیں

معصیت کے خوف سے دواخانہ ختم فرمادیا

حضرت والا نے خود یہ واقعہ سنایا کہ ''بیالیس برس پہلے کا واقعہ ہے، میرے مطب پر ایک بڑھیا آئی، منہ میں ایک بھی دانت نہیں، اٹھارہ برس کی اس کی بیٹی میک اپ کئے ہوئے اس کے ساتھ تھی، اس کی آنکھ میں کچھ تکلیف تھی۔ بڑھیا نے کہا کہ حکیم صاحب! میری بیٹی کی آنکھ میں تکلیف ہے، اس کی آنکھ دیکھئے۔بس میں نے دل میں کہا کہ آج سے مطب بند! دواخانہ پر اب میں ایک منٹ بھی نہیں بیٹھوں گا۔ میں نے کہا کہ میں ایمان نہیں بیچ سکتا۔ جو اللہ پر مرتا ہے اس کی روٹی کا انتظام اللہ کے ذمہ ہے۔ واللہ کہتا ہوں کہ جو سارے کافروں کو روٹی دیتا ہے وہ اپنے عاشقوں کو روٹی نہیں دیگا۔ دشمنوں کو روٹی کھلائے اور دوستوں کو روٹی سے محروم کردے، ایسا نہیں ہوسکتا۔

کتب خانہ اور دواخانہ میری ملکیت ہے۔ اب کوئی کتب خانہ اور دواخانہ دیکھ کر بولے کہ صاحب دیکھیے! یہ لوگ مدرسہ کھول کر جائیدادیں بنارہے ہیں۔ ارے ظالمو! پوچھ تو لو، بدگمانی کا حرام فعل کیوں کرتے ہو؟ ناظم آباد میں میرا مکان چار لاکھ کا فروخت ہوا، اسی سے ہمارا کاروبار چل رہا ہے۔ میں نے مکان بیچنے کے لئے اخبار میں اشتہار دیا لیکن اخبار میں اشتہار دینا میرے لئے مفید نہیں ہوا۔ میرا مکان میرے ایک خاص دوست اور خلیفہ مجازِ بیعت حافظ ڈاکٹر ایوب صاحب (ہارٹ اسپیشلسٹ) نے خریدا جن کا پورا خاندان مجھ سے بیعت ہے۔''

مالی معاملات میں احتیاط

حضرت والا نے اپنے خادم فیروز میمن صاحب کو بلایا اور فرمایا کہ برطانیہ کے سفر سے واپسی پر ایک رقم ۴۶۱ پاؤنڈ غلطی سے کراچی میرے سامان میں آگئی ہے جسے واپس برطانیہ اس کے مالک کے پاس بھجوانا ہے، فرمایا کہ مجھے بہت تشویش ہورہی ہے کہ دوسرے کی رقم میرے پاس آگئی ہے، جب تک یہ رقم اس کے مالک کے پاس نہیں پہنچ جاتی مجھے سکون نہیں ملے گا۔ ابھی حضرت والا اپنے خادم سے یہ بات فرمارہے تھے کہ کسی نے آکر عرض کیا کہ حضرت مولانا مسیح اللہ خان جلال آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید آپ سے ملنے آئے ہیں اور وہ کہہ رہے ہیں کہ ان کا برطانیہ کا سفر ہے اور وہ دعا لینے آئے ہیں۔ حضرت والا نے انہیں اندر بلوالیا، جب وہ آئے، حضرت والا سے ملے، دعائیں لیں اور عرض کیا کہ حضرت! برطانیہ کے لئے کوئی کام ہو تو مجھے بتادیجئے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ یہ میرا چھوٹا سا کام اگر

آپ کردیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا اجر عطا فرمائے گا، آپ یہ ۴۶۱ پاؤنڈ فلاں صاحب کو اس نمبر پر اطلاع دے کر حوالے کردیں اور جب ان کے حوالے کردیں تو مجھے بھی اطلاع کیجئے گا۔ انہوں نے حضرت والا سے درخواست کی کہ یہ ۴۶۱ پاؤنڈ آپ میری طرف سے ہدیہ قبول فرمالیں، اُن صاحب کو میں اپنے پاس سے ادا کردوں گا، آپ کا احسانِ عظیم ہوگا اگر آپ یہ خدمت مجھے کرنے کا موقع عنایت فرمائیں۔

سفرِ لندن میں ذاتی ہدیے کی تمام رقم مدرسے میں دینے کا قصہ

احقر راقم الحروف عشرت جمیل عرض کرتا ہے کہ لندن کے ایک سفر میں حضرت والا نے اپنے ذاتی ہدیہ اور مدرسے کی رقم کے لئے احقر سے فرمایا کہ دونوں کو الگ الگ نوٹ کرتا رہے۔ احقر نے اپنے پاس ایک دودن ہدایا وغیرہ کی تفصیلات نوٹ کیں لیکن اس کے بعد نوٹ نہیں کرسکا۔ حضرت والا بھی الگ اپنے پاس ہدایا وغیرہ کے بارے میں اپنی ایک ڈائری میں نوٹ فرمالیتے تھے۔ ایک دن حضرت والا نے احقر سے فرمایا کہ ''میری ڈائری جس میں ہدایا کی تفصیلات نوٹ کی ہوئی تھیں، وہ نہیں مل رہی ہے۔'' احقر نے اسے بہت تلاش کروایا لیکن وہ ڈائری نہیں ملی۔ حضرت والا نے احقر سے دریافت فرمایا کہ تم نے جو نوٹ کیا ہے وہ کاپی لے آؤ۔ احقر نے عرض کیا کہ اس میں تو صرف ابتدائی دو دنوں کے ہدایا کی تفصیل نوٹ ہے، اس کے بعد کی نہیں۔ بس اس کاپی میں جو تھوڑی رقم ہدیہ کی مد میں احقر نے نوٹ کی ہوئی تھی، حضرت والا نے صرف وہی رقم اپنے پاس رکھی اور باقی سب مدرسے میں جمع کرادی۔

ایک بڑی رقم مبہم الفاظ کی وجہ سے اشاعتِ کتب میں جمع کرادی

ایک مرتبہ حضرت والا خانقاہ میں تشریف فرما تھے۔ خانقاہ کے سڑک والے دروازے پر ایک عورت آئی اور پاسبان کو لفافے میں پچیس ہزار روپے دے کر چلی گئی۔ اس سے مد کا معلوم کیا تو اس نے کہا کہ خط میں لکھ دیا ہے۔ خط میں لکھا تھا کہ میں آپ کی کتابیں پڑھتی رہتی ہوں اور مجھے اس سے بہت فائدہ ہورہا ہے اور یہ پچیس ہزار روپے آپ کی خدمت میں پیش ہیں۔ حضرت والا نے فرمایا کہ جلدی جاؤ، دروازے پر دیکھو وہ ہے یا چلی گئی۔ خادم نے دروازے پر دیکھ کر بتایا کہ وہاں تو کوئی بھی نہیں ہے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ یہ پچیس ہزار روپے نشر و اشاعت میں جمع کردو۔ احقر نے عرض کیا کہ حضرت! خط میں تو لکھا ہے کہ یہ پچیس ہزار روپے آپ کی خدمت میں پیش کئے ہیں۔ حضرت والا نے فرمایا کہ اس میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ میں آپ کی کتابیں پڑھتی ہوں اور مجھے اس سے بہت فائدہ ہورہا ہے، تو اس نے یہ سوچا ہوگا کہ یہ کتابیں جو چھپ رہی ہیں، اس کو کوئی نہ کوئی چھپواتا ہی ہوگا تو اس لئے ہوسکتا ہے کہ اس نے یہ رقم کتابوں کو چھاپنے کے لئے دی ہو۔ (یہ ۱۹۹۲ء کے آس پاس کی بات ہے)

حفاظتِ نظر، اَمردوں سے احتیاط

(اَمرد اس کم عمر حسین لڑکے کو کہتے ہیں جس کے ابھی داڑھی مونچھ نہ آئی ہو یا آئی ہو تو بھی اس کے چہرے میں کشش ہو۔ ایسے لڑکوں کا شرعی حکم یہ ہے کہ ان کو شہوت سے سر سے پیر تک دیکھنا جائز نہیں ہے)

حضرت والا نے فرمایا کہ: ''جب میں اَمردوں سے احتیاط سے متعلق بیان کرتا ہوں تو اللہ کے لئے بیان کرتا ہوں اور اپنی عزت کو داؤ پر لگا کر بیان کرتا ہوں۔'' حضرت والا نے ہمیشہ یہی فرمایا کہ مجھے جو کچھ ملا ہے نظر کی حفاظت سے ملا ہے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ ''اگر کہیں ہیضہ پھیلا ہوا ہو اور وہاں کوئی نزلہ زکام کی دوا دے رہا ہو تو کتنا بڑا بے وقوف ہوگا؟ اس زمانے میں بدنظری کا ہیضہ پھیلا ہوا ہے، مجھ سے برداشت نہیں ہوتا کہ میں اسے چھوڑ کر کچھ اور بیان کروں۔ اگر بدنظری کے کالرہ سے بچنا نصیب ہوجائے تو جھوٹ، غیبت وغیرہ جیسے دوسرے بڑے بڑے گناہوں سے بچنا کچھ مشکل نہ ہوگا۔''

ایک طالب علم کو اَمرد سے بات کرنے پر ڈانٹ

احقر جامع عرض کرتا ہے کہ حضرت والا سندھ بلوچ ٹہلنے کے لئے جاتے تھے جب وہاں زمین بھی نہیں لی تھی، ایک مرتبہ جب سندھ بلوچ سوسائٹی جانے کے لئے نکلنے لگے تو حضرت والا نے گلشن خانقاہ کے صحن میں دیکھا کہ ایک باریش لڑکا ایک بے ریش لڑکے سے بات کر رہا تھا، حضرت نے اس کو فوراً بلا لیا اور فرمایا کہ اس سے کیا بات کر رہے تھے؟ اس نے کہا ''حضرت! میں سبق کے بارے میں بات کر رہا تھا۔'' حضرت والا نے فرمایا کہ ''اس کا سبق الگ ہے اور تمہارا الگ ہے تم نے کیسے اس سے بات کی؟ اگر آئندہ میں نے تمہیں اس سے بات کرتے ہوئے دیکھا تو اسی وقت اخراج کردوں گا، بس ایک موقع دے رہا ہوں۔''

اَمردوں کو بیان میں سامنے نہیں بٹھاتے تھے

ایک بڑے عالم نے بتایا کہ جب وہ مدرسہ بنوری ٹاؤن میں پڑھتے تھے تو حضرت کا جمعہ کا بیان سننے کے لئے نیو ٹاؤن سے خانقاہ آتے تھے، اس وقت ان کی داڑھی نہیں آئی تھی۔ ان کے ساتھ چند دوسرے اَمرد طلباء بھی آتے تھے۔ حضرت ان سب کو دائیں طرف بٹھاتے تھے، باہر نکل کر وہ اپنے ساتھیوں سے کہتے تھے کہ چونکہ ہم بنوری ٹاؤن سے آتے ہیں، ہمارے مدرسے کی بڑی شان ہے، ہم وی آئی پی لوگ ہیں، اس لئے حضرت ہمیں دائیں طرف بٹھاتے ہیں لیکن دو تین بیانات کے بعد پتا چلا کہ حضرت تو اَمردوں سے نظر کی حفاظت فرماتے ہیں، اس لئے سامنے نہیں بٹھاتے۔

ایک ڈاکٹر صاحب کے تاثرات جو کم عمری میں بیعت ہوئے تھے

ایک نوجوان طالب علم جو میڈیکل کالج میں ڈاکٹری پڑھ رہے تھے، حضرت والا کے پاس اس وقت سے آ رہے تھے جب ان کی داڑھی بھی نہیں آئی تھی۔ ان کو حضرت والا کے سامنے بیٹھنے کی اجازت نہیں تھی۔ خود انہوں نے احقر کو بتایا کہ میڈیکل کالج میں بہت گندہ ماحول تھا، اس سلسلے میں کبھی حضرت والا سے ضروری مشورہ کرنا ہوتا تو حضرت والا نے مجھ سے فرمایا تھا کہ اپنا خط کسی دوسرے کے ہاتھ بھجوایا کرو۔ میں کسی اور کے ہاتھ سے خط حضرت والا کو بھجوادیتا۔ حضرت والا جواب لکھ کر انہی صاحب کو دے دیتے تھے۔ مجھے حضرت والا کے کمرے میں آنے کی اجازت نہیں تھی۔ ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ اگر کبھی حضرت سے بہت ضروری کوئی بات کرنی ہوتی تھی تو حضرت کے کمرے میں دو تین آدمی ہوتے تھے، تنہائی میں میری بات نہیں سنتے تھے، حضرت والا اپنا منہ دوسری طرف کر لیتے، پھر میری بات سنتے۔ حضرت والا کے اس تقویٰ کی برکت سے میرے اوپر یہ اثر ہوا کہ میڈیکل کالج میں اللہ تعالیٰ نے مجھے تقویٰ سے رہنے کی توفیق عطا فرمائی۔ وہاں مجھے یہ خیال آتا تھا کہ جب میرے شیخ اتنا تقویٰ سے رہتے ہیں تو پھر مجھے کتنا تقویٰ سے رہنا چاہیے۔

انہی ڈاکٹر صاحب کی شادی ہوگئی اور صاحبِ اولاد بھی ہوگئے تو ایک دن انہوں نے کہا کہ آج میں بہت حیرت زدہ رہ گیا۔ میں شادی شدہ ہوگیا اور میرے بچے بھی ہیں، داڑھی بھی آگئی، آج جب میں حضرت والا کے سامنے بیٹھا ہوا تھا تو حضرت والا نے میری طرف دیکھا اور فرمایا: ''اچھا! تمہاری آنکھیں بھی میری آنکھوں کی طرح نیلی ہیں۔ حضرت والا کو اب تک یہ خبر بھی نہ تھی کہ میری آنکھیں کیسی ہیں؟''

ایک اَمرد مرید کی خدمت کی خواہش پر جواب

ایک اَمرد لڑکے نے حضرت والا سے عرض کیا کہ آپ نے بھی تو اپنے شیخ کی جوانی میں خدمت کی، ہمیں بھی آپ اپنی خدمت کا موقع دیں۔ حضرت والا نے فرمایا ''میرے شیخ کی بات اور تھی، میں اپنا نقصان نہیں کرسکتا۔''
برطانیہ میں چند اَمرد نوجوانوں نے حضرت والا سے عرض کیا کہ اجازت ہو تو ہم آپ کے پیر دبالیں۔ حضرت والا نے منع فرمادیا اور ان کو سمجھانے کے لئے فرمایا کہ ''میرے پاس ایک سانپ ہے جس کا نام نفس ہے، وہ کسی وقت بھی ڈس سکتا ہے، ابھی آپ کی داڑھی کم ہے، اس لئے آپ مجالس میں آؤ اور جب آپ کی داڑھی پوری آجائے گی تو پھر خدمت کرنا۔''

اَمرد سے تنہائی کا خطرہ ہوا تو حضرت والا خود باہر چلے گئے

احقر جامع عرض کرتا ہے کہ ایک نوجوان نے بتایا: ’’ایک بار میں خانقاہ میں حاضر ہوا تو حضرت والا کے پاس حضرت مولانا مظہر صاحب دامت برکاتہم اور میر صاحب (احقر عشرت جمیل میر) موجود تھے۔ میں بھی خانقاہ میں بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد مولانا مظہر صاحب کسی کام سے اٹھ کر چلے گئے، بعد میں میر صاحب بھی چلے گئے، حضرت والا کا تقویٰ ایسا ہے کہ مجھ سے نہیں فرمایا کہ باہر جاؤ، بلکہ خود باہر تشریف لے گئے۔‘‘

کم داڑھی والے خلیفہ کو بیان سے منع فرمادیا

حضرت والا نے ایک نوجوان کو اجازتِ بیعت عطا فرمائی اور فرمایا کہ فی الحال تم بیان نہ کرنا کیونکہ تمہاری داڑھی ابھی کم ہے اور لوگ تمہیں دیکھ کر اگر دل میں گندے خیالات پکائیں گے تو سارا گناہ تمہیں ملے گا، جیسا کہ حدیث پاک میں ہے لَعَنَ اللّٰہُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَیْہِ اس میں دکھانے والے پر بھی لعنت ہے۔ اس لئے خبردار خبردار! ابھی بیان مت کرنا، جب تک میں اجازت نہ دوں، لوگوں کے فائدے کے لئے اپنا نقصان مت کرانا۔ اگر کوئی کہے تو کہہ دینا کہ میرے شیخ نے منع کیا ہے۔ لوگوں سے زیادہ اپنی اصلاح کی فکر کرو۔

اَمردوں کو عمامہ اور سرمہ کی سنت سے خوفِ فتنہ سے منع فرماتے

حضرت والا کو فالج ہوا لیکن پھر بھی سندھ بلوچ کی خانقاہ میں ہر اتوار کو تشریف لاتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت والا مجلس کے بعد خدام کے سہارے واپسی کے لئے باہر تشریف لا رہے تھے، دائیں طرف ایک نوجوان کھڑا تھا، جس کے سر پر بڑے بال تھے، داڑھی ابھی پوری نہ نکلی تھی، مونچھیں صاف تھیں، آنکھوں میں سرمہ لگا ہوا تھا اور عمامہ باندھا ہوا تھا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ پوچھ کر بتاؤ یہ کس سے بیعت ہے؟ بتایا گیا کہ آپ کے فلاں خلیفہ سے بیعت ہے۔ حضرت والا نے اپنے ان خلیفہ کو بلا کر ناراضگی کا اظہار فرمایا کہ ناظر اور منظور دونوں پر لعنت آئی ہے، یہ تو منظور بنا ہوا ہے، جو روحانی بیمار ہیں جب اس کو دیکھیں گے تو دل میں گندے خیالات پکائیں گے۔ آپ نے اس کو سمجھایا کیوں نہیں کہ سرمہ رات کو سوتے وقت لگایا کرے اور صبح فجر سے پہلے آنکھیں صاف کرلیا کرے، اس کو اتنی مونچھیں رکھواؤ کہ بس ہونٹوں کا کنارہ کھلا رہے، سر پہ بڑے بال نہ رکھے، سر منڈا کر رہے، بال رکھ کر اپنے آپ کو وبال میں مت ڈالے، دوسروں کو گناہوں سے بچانا بھی ضروری ہے۔ اور فرمایا کہ اس کی عمر ابھی عمامہ باندھنے کی نہیں ہے، اس سے خوبصورتی میں اَور اضافہ ہوجاتا ہے، عمامہ فرض، واجب تو کیا سنتِ مؤکدہ بھی نہیں ہے بلکہ سنتِ عادیہ ہے، اور اپنے کو گناہ سے بچانا فرض ہے اور دوسروں کو بھی تقویٰ میں تعاون کرنا ضروری ہے۔

اَمردوں سے احتیاط کا مضمون بیان نہ کریں۔ایک شخص کی نصیحت

حضرت والا ہندوستان کے سفر میں بیانات کے سلسلے میں ایک شہر تشریف لے گئے،ایک مدرسے میں بیان تھا۔ حضرت والا نے اَمرد پرستی کی تباہ کاریوں پر بیان کیا۔ بیان کے دوران احقر راقم الحروف کے پاس جو اس سفر میں حضرت والا کے ساتھ تھا، ایک پرچہ آیا کہ اس مدرسے میں یہ مرض نہیں ہے لہٰذا حضرت سے کہلا دیں کہ یہ بیان یہاں نہ کریں۔ احقر نے پرچہ اپنے پاس ہی رکھ لیا اور حضرت کو کوئی اطلاع نہیں دی۔ بیان ختم ہونے کے بعد احقر نے مدرسے کے مہتمم مفتی صاحب کو پرچہ کی اطلاع دی، انہوں نے تحقیق کی تو پتا چلا کہ جس شخص نے یہ پرچہ بھجوایا ہے وہ اَمردوں سے احتیاط نہیں کرتا، پیر بھی دبواتا ہے۔ جب اس نے اَمردوں سے احتیاط پر حضرت والا کا بیان سنا تو اسے خوف محسوس ہوا کہ طلباء تو ایسا بیان سن کر ہوشیار ہوجائیں گے لہٰذا اس نے اس سے بچنے کے لئے بیان کے دوران یہ پرچہ بھجوادیا مگر حضرت نے بعد میں بھی کسی کی ناراضگی کی پرواہ نہیں کی اور اَمرد پرستی کے نقصانات بیان فرماتے رہے۔

پنجاب میں خواتین کا پِیر کو دیکھنے کا شوق اور اس کا رد

جب حضرت والا پہلی مرتبہ بہاولنگر تشریف لے گئے تو مولانا جلیل احمد اخون صاحب نے عرض کیا کہ حضرت! یہاں پر عورتیں قنات ہٹا کر کہتی ہیں کہ ''پیرنوں چنگی طرح ویکھڑن دو'' (ہمیں اچھی طرح پِیر کو دیکھنے دو)۔ جیسے ہی بیان شروع ہوا، حضرت والا نے فرمایا کہ سنا ہے کہ یہاں کی عورتیں قنات ہٹا کر کہتی ہیں ''پیرنوں چنگی طرح ویکھڑن دو'' خبردار! اگر کسی نے قنات ہٹانے کی کوشش کی، اللہ تعالیٰ کا حکم عورتوں کے لئے بھی ہے:

﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ﴾ ۔ (سورۃالنور: آیۃ۳۱)

پِیر بھی نامحرم ہوتا ہے، اس لئے خواتین بھی ہر نامحرم سے نظروں کی حفاظت کریں، نہ تمہارا ویکھڑن چلے گا نہ ہمارا دیکھڑن چلے گا، چلے گا تو اللہ تعالیٰ کا حکم چلے گا۔

ایئرپورٹ کی بس میں حضرت والا نظر نیچی کرکے بیٹھے رہے

عمرے کے بعد پاکستان آنے کے لئے جدہ ایئرپورٹ پر حضرت والا ایئرپورٹ کے ڈپارچر لاؤنج میں تھے اور فرسٹ کلاس کا ٹکٹ ہونے کی وجہ سے آخری بس میں وہیل چیئر پر تشریف لے گئے۔ تقریباً آدھا گھنٹہ حضرت والا بس میں تھے اور آپ کی نظریں آدھے گھنٹے تک جھکی رہیں کہ کہیں کسی نامحرم مسافر پر نظر نہ پڑ جائے۔

کم عمر بچوں سے نعت شریف بھی مت سنو

احقر جامع عرض کرتا ہے کہ ری یونین، فرانس کے سفر میں حضرت والا کا ایک جگہ پر جلسے میں بیان تھا۔ حضرت والا نے پوچھا کہ کیا ترتیب ہوگی؟ بتایا گیا کہ پہلے بچے قرآن پاک پڑھیں گے، پھر بچے اشعار پڑھیں گے، اس کے بعد آپ کا بیان ہوگا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ بے ریش بچوں سے اشعار پڑھوانے کو ہمارے اکابر نے منع کیا ہے، یہ ہمارے اکابر کے اصول کے خلاف ہے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل فرماتے ہیں:

((قَالَ النَّوَوِیُّ وَیَنْبَغِیْ اَنْ یَّحْتَرَزَ عَنْ مُّصَافَحَۃِ الْاَمْرَدِ الْحَسَنِ الْوَجْہِ فَاِنَّ النَّظَرَ اِلَیْہِ حَرَامٌ))۔ (مرقاۃ)

[ ] حسین اَمرد سے مصافحہ سے بھی احتراز چاہیے، ان کی طرف نظر حرام ہے۔ جب نظر حرام ہے تو مصافحہ بدرجۂ اولیٰ قابلِ احتراز ہے۔ (مَس اشد ہے نظر سے)۔ اور علامہ شامی ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

((اَلْاَمْرَدُ الْحَسَنُ الَّذِیْ طَرَّ شَارِبُہٗ وَلَمْ تَنْبُتْ لِحْیَتُہٗ فَحُکْمُہٗ کَحُکْمِ الْمَرْأَۃِ لَایَجُوْزُ النَّظَرُ مِنْ فَرْقِہٖ اِلٰی قَدَمِہٖ))۔ (الدر المختار حاشیۃ ابن عابدین)

جس لڑکے کی ابھی داڑھی نہ آئی ہو، مونچھیں بھی ہلکی ہلکی ہوں، اس کا اور عورت کا حکم ایک ہے۔ سر سے پیر تک ایسے لڑکوں کو دیکھنا جائز نہیں۔ یہ وہ فتاویٰ شامی ہے جس کے ذریعہ سے آج تمام دنیا میں فتویٰ دیا جاتا ہے۔ آپ کیسے ان سے اشعار پڑھوائیں گے کیونکہ ان کا حکم لڑکیوں کے حکم میں ہے، میں ایسی جگہ بیان نہیں کرسکتا جہاں شریعت کا حکم ٹوٹ رہا ہو۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضرت ہم نے ان سے انعام کا وعدہ کرلیا ہے، اگر ان سے اشعار نہیں پڑھوائیں گے تو ان کا دل ٹوٹ جائے گا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ مجھے دین شکنی کی فکر زیادہ ہوتی ہے، دل شکنی کی نہیں ہوتی۔ آپ ان سے اشعار پڑھواتے ہیں تو میرا بیان نہ کروائیں، آپ کو اختیار ہے۔ انہوں نے کہا کہ آپ کا بیان بھی بہت ضروری ہے۔ فرمایا کہ اگر میرا بیان ضروری ہے تو ان سے اشعار نہ پڑھوائیں، جہاں تک انعام کا وعدہ کیا ہے تو مجھ سے رقم لے کر انہیں انعام دے دیں۔ ہم لوگ مدرسوں کا نام تو رکھتے ہیں جامعہ اشرفیہ، جامعہ قاسمیہ، جامعہ رشیدیہ لیکن ان بزرگوں کی باتوں پر عمل کیوں نہیں کرتے؟ کیا ہم نے یہ نام صرف چندہ لینے کے لئے لکھوائے ہیں۔ انہوں نے حضرت کی بات مان لی اور بچوں سے اشعار نہیں پڑھوائے تب حضرت والا نے وہاں بیان فرمایا۔

سماع کی چار شرائط از حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ

احقر جامع عرض کرتا ہے کہ حضرت والا نعتیہ اشعار اور دیگر نصیحت کے اشعار سننے کے لئے حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ چار شرائط بیان فرماتے تھے۔

پہلی شرط: مسموع کودک وزن نباشد، شعر سنانے والا اَمرد یعنی بے داڑھی مونچھ کا لڑکا نہ ہو اور نہ عورت ہو۔ عورتوں اور بے داڑھی مونچھ کے لڑکوں سے اشعار کیا نعت شریف سننا بھی صحیح نہیں ہے۔

دوسری شرط: سامع اہلِ ہوا نباشد، شعر سننے والے اہلِ نفس، اہلِ ہوا نہ ہوں جن کو عشقیہ شعر سن کر کوئی دنیاوی معشوق یاد آجائے بلکہ اشعار سننے والے سب اللہ کے عاشق ہوں اور نفسانی محبت سے پاک ہو چکے ہوں، ان پر روحانیت کا غلبہ ہو، ان کے قلوب مزکّٰی، پاکیزہ، مصفّٰی اور مجلّٰی ہوں، عشقِ الٰہی کی باتوں سے ان کا قلب اللہ ہی کی طرف متوجہ رہے، معشوقانِ مجازی کی طرف نہ جائے۔

تیسری شرط: مضمون خلافِ شرع نباشد، اشعار کے مضامین شریعت کے خلاف نہ ہوں۔ آج کل کے قوال خلافِ شرع مضامین بیان کرتے ہیں، زمین آسمان کے قلابے ملاتے ہیں، نبی کو خدا سے بڑھا دیتے ہیں اور اولیاء اللہ کو نعوذ باللہ خدا کی حکومت میں شریک قرار دے کر امت کو گمراہ کرتے ہیں۔ اللہ وحدہٗ لاشریک ہے، اس کا کوئی ہمسر نہیں، کوئی شریک نہیں۔ پڑھنے والا کسی کو خدا کے برابر نہ کر رہا ہو، اولیاء اللہ کو بااختیار اور خدا کی حکومت میں شریک نہ سمجھتا ہو، اللہ تعالیٰ کو نعوذ باللہ برطانیہ کے بادشاہ کی طرح نہ سمجھتا ہو کہ جہاں اصل حکومت وزیر اعظم اور پارلیمنٹ کے ممبر کرتے ہیں اور بادشاہ اپنا خرچہ پانی لے کر صرف دستخط پر گذارہ کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ کو ایسا مت سمجھو۔

خدا فرما چکا قرآں کے اندر
مرے محتاج ہیں پیر و پیمبر
وہ کیا ہے جو نہیں ہوتا خدا سے
جسے تو مانگتا ہے اولیاء سے

ہاں آپ وسیلہ مانگ سکتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے دعا مانگیں، اولیاء کرام کے وسیلے سے کہیں کہ اے اللہ! تیرے جتنے اولیاء ہیں ان کے صدقہ اور طفیل میری دعا قبول فرمالے، مگر مانگیں گے خدا ہی سے، سارا اختیار اللہ کا ہے۔

چوتھی شرط: آلۂ لہو ولعب نہ باشد، اور چوتھی شرط یہ ہے کہ آلاتِ مزامیر یعنی گانے بجانے کے آلات، طبلہ وساز، سارنگی وغیرہ نہ ہوں، شریعت کے خلاف چیزیں نہ ہوں کہ یہ سب حرام اور گناہ کبیرہ ہیں۔ میں بڑے درد سے پوچھتا ہوں

کہ کیا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کبھی طبلہ بجایا؟ کیا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کبھی طبلہ بجایا؟ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تک اس دنیا میں تشریف فرما تھے، کیا آپ کی حیاتِ مبارکہ میں کبھی یہ کام ہوا؟ ایک صاحب نے مجھ سے بحث کی کہ قوالی سے دل میں عشق وتڑپ پیدا ہوجاتی ہے، طبلہ اور سارنگی کے ساتھ جب شعر ہوتا ہے تو دل میں عشقِ الٰہی میں جوش آجاتا ہے۔ میں نے کہا کہ یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو نہیں بتائی، صحابہ نے تابعین کو نہیں بتائی اور تابعین نے تبع تابعین کو نہیں بتائی، یہ راز بس تمہارے سینے میں آگیا، عشقِ الٰہی کی تڑپ کا راز بس آپ کو ملا، پھر اس نے توبہ کی۔ یہ بات کشمیر کے رہنے والے ایک صاحب کی بتائی ہوئی ہے، ماشاءاللہ وہ اور ان کا سارا خاندان بدعات اور خلافِ شرع باتوں سے تائب ہوگیا۔

ان شرائط کے ساتھ ساتھ یہ بھی ہے کہ شرعی پردہ ہو، مرد عورت الگ الگ ہوں اور تصویر کشی نہ ہو، موویٰ نہ بن رہی ہو اور پیسوں کا لین دین نہ ہو، نماز باجماعت کی پابندی کی جائے، غرض کوئی گناہ نہ ہو رہا ہو۔

آثارِ نسبت مع اللہ

خورشید عطا ہوتا نظر آتا ہے مجھ کو
مفقود ہوا جاتا ہے انجم کا تحسُّر

ظلمت ہے کہاں اس کا تصور بھی نہیں ہے
خورشید بداماں پہ واجب ہے تشکُّر

اُس مے کدۂ غیب سے کیا جام ملا ہے
ہے دُور مجھ سے دوستو دنیائے تفکُّر

ازکلام حضرت والا مرشدنا ومولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

❁ خورشید: سورج ❁ مفقود: غائب ہونا ❁ انجم: ستارے ❁ تحسُّر: حسرت

ٹیلی وژن، میڈیا اور تصویر کشی کے بارے میں

ٹی وی پر بھی کسی عورت کا مرد کو دیکھنا حرام ہے

حضرت والا نے فرمایا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور صحابیات، ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن جن کے گھر میں خدا کا رسول رہتا ہو، جن کے گھر میں حضرت جبرئیل علیہ السلام آتے ہوں، جن کے گھر میں وحی نازل ہوتی تھی، ان سے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے صحابہ! تم ہمارے نبی کی بیویوں سے، ازواجِ مطہرت سے، اپنی ماؤں سے کوئی ضرورت کی بات کرو تو فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ (سورۃ الاحزاب: آیۃ ۵۳) پردے سے سوال کرو، بے پردہ سوال مت کرو۔ ایک بوڑھے، نابینا صحابی حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں داخل ہوتے ہیں، ہماری مائیں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیٹھی تھیں، ترمذی شریف کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((اِحْتَجِبَا مِنْهُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ اَلَيْسَ هُوَ اَعْمٰى لَا يُبْصِرُنَا وَلَا يَعْرِفُنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفَعَمْيَاوَانِ اَنْتُمَا؟ اَلَسْتُمَا تُبْصِرَانِهٖ))

اے دونوں خواتین! جلدی سے پردہ میں ہوجاؤ۔ انہوں نے عرض کیا کہ کیا ابن امِ مکتوم اندھے نہیں ہیں؟ آپ ہمیں ان سے پردہ کیوں کرا رہے ہیں؟ ارشاد ہوا کہ تم دونوں تو دیکھتی ہو، کیا تم دونوں بھی اندھی ہو؟ بتایئے! نبی نے نابینا صحابی سے ان کو پردہ کرایا کیونکہ عورتوں پر بھی اپنی نگاہوں کی حفاظت کرنا لازم ہے، قرآن جہاں مردوں کے لئے اعلان کرتا ہے يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ (سورۃ النور: آیۃ ۳۰) مرد اپنی نگاہیں نیچی کرلیں، بے پردہ عورتوں کو نہ دیکھیں وہاں عورتوں کے لئے بھی قرآن اعلان کرتا ہے يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ (سورۃ النور: آیۃ ۳۱) عورتیں بھی غیر مردوں کو نہ دیکھیں، عورتوں کو بھی دوسرے مردوں کو دیکھنا حرام ہے۔

آج گھر گھر ٹیلی ویژن چل رہا ہے۔ عورتیں مردوں کی ٹانگیں دیکھ رہی ہیں، کرکٹ ہو رہی ہے جس کا نام میں نے کوڑا کرکٹ رکھا ہے، لنگوٹا باندھے ہوئے باکسنگ ہو رہی ہے، عورتیں جو حجن بھی ہیں، نمازن بھی ہیں لیکن افسوس کہ مسئلہ جاننے یا نہ جاننے سے شیطانی کام میں مشغول ہیں، کسی عورت کے لئے نامحرم مردوں کو دیکھنا جائز نہیں ہے، جس طرح مردوں کو عورت کو دیکھنا جائز نہیں۔ ٹیلی ویژن کے حرام ہونے کی یہی وجہ کافی ہے کہ ٹیلی ویژن پر مرد عورتوں کو دیکھتا ہے اور عورتیں مردوں کو دیکھتی ہیں، چاہے اس پر قرآن شریف ہی کیوں نہ آئے۔ اگر کوئی عورت قرآن شریف پڑھ رہی ہے، نعت شریف پڑھ رہی ہے اس کا دیکھنا بھی حرام ہے، اس کی آواز کو سننا بھی حرام ہے۔ اگر ریڈیو سے معلوم ہو کہ آج کوئی لڑکی قرآن شریف پڑھے گی، اس کا سننا جائز نہیں۔

دبئی ٹی وی والوں کی حضرت والا کے انٹرویو کی خواہش پر جواب

احقر راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ حضرت والا کا بیان دبئی کی مسجد الغُریر میں ہوا۔ بیان ختم ہونے کے بعد شارجہ ٹی وی والوں نے کہا کہ آپ لوگوں نے اپنے شیخ کو چھپا رکھا ہے، ہم شارجہ ٹی وی سے تعلق رکھتے ہیں، اگر آپ کے شیخ ٹی وی پر آ جائیں تو بہت سے لوگ مسلمان ہو جائیں گے اور بہت سے مسلمان اللہ والے ہو جائیں گے۔ کسی نے حضرت والا سے عرض کیا تو حضرت والا نے فرمایا کہ ''ان سے پوچھو اگر وہ اپنی خالہ کے گھر جائیں اور خالہ ایک سونے کے چمچ میں جس پر ہیرے لگے ہوں، اس سے بچے کا پاخانہ صاف کر کے پھر اس چمچ کو پاک کر کے، اس پر آپ کو حلوہ پیش کرے تو کھاؤ گے؟ شارجہ ٹی وی والوں نے کہا کہ ہرگز نہیں۔ فرمایا کہ آہ! جس ٹی وی پر گانا سکھایا جاتا ہو، ننگا ناچ دکھایا جاتا ہو، حرام عشق سکھایا جاتا ہو، زنا سکھایا جاتا ہو، چوری ڈاکہ سکھایا جاتا ہو، اللہ تعالیٰ کی شریعت اور سنت کی دھجیاں اڑائی جاتی ہوں اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے دین کو پھیلانا کیسے جائز ہو جائے گا؟ فرمایا کہ ہمارے بزرگ تو اس پر تلاوت سننے اور دیکھنے کو اور حرم کی تراویح کو دیکھنے سے بھی منع فرماتے ہیں۔ ہم دین کو پھیلائیں گے، اللہ تعالیٰ کے کرم سے شریعت کے دائرے میں رہ کر پھیلائیں گے، تعداد مقصود نہیں، اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہے۔ آج تک کوئی بھی ٹی وی دیکھ کر ولی اللہ بنا ہو تو ہمیں بتا دیں، دینی پروگرام کتنی دیر کا ہوتا ہے اور دوسری گندگیاں کتنی دیر کی ہوتی ہیں۔ کیسے بچ سکتے ہیں۔ اگر آپ بچ بھی گئے تو آپ کی اولاد کیسے بچے گی؟''

اور ۱۹۸۹ء میں ایک موقع پر حضرت والا نے فرمایا کہ ''یہ بتاؤ! جس ٹی وی پر ابھی ابھی ناچ گانا ہوا ہے، ابھی ابھی شریعت کے خلاف باتیں ہوئی ہیں، اسی پر اللہ کا کلام پڑھا جا رہا ہے۔ سوچنے کی بات ہے۔ لہٰذا ریڈیو اور ٹیلی ویژن سے قرآن سننا بھی جائز نہیں ہے کیونکہ اس پر گانا ہوتا ہے اور ناچ گانا حرام ہے۔ حرام کے آلے سے اللہ کا کلام سننا کیسے جائز ہوگا؟ اب کوئی کہے کہ فلاں مولانا صاحب کیوں ٹی وی پر آتے ہیں؟ ہمارے بزرگانِ دین میں سے کوئی ٹی وی پر نہیں گیا۔ مولانا مسیح اللہ جلال آبادی رحمۃ اللہ علیہ کو کبھی کسی نے ٹی وی پر دیکھا؟ میرے شیخ حضرت شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کو کسی نے ٹی وی پر دیکھا؟ حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم کو کسی نے ٹی وی پر دیکھا؟ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ اگر زندہ ہوتے تو کیا یہ حضرات ٹی وی پر آتے؟ ہم دین کو پھیلانے کے ذمہ دار نہیں، اگر پھیلائیں گے تو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی راہوں سے، ہم اللہ کو ناراض کر کے دین پھیلانے کے مکلف نہیں ورنہ تو سب خوب ناچ گانا کرتے، لڑکی کا ناچ دکھاتے، مجمع جمع کرتے اور کہتے کہ آج وعظ ہوگا کیونکہ تم لوگ ایسے وعظ کے نام پر آتے نہیں ہو، تم کو اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نہیں ہے، ہم نے

تمہارے لئے ایک خوبصورت عیسائی لڑکی کے ناچ گانے کا انتظام کیا ہے تاکہ تم اس لالچ سے جمع تو ہوجاؤ، اب وعظ سنو۔ یہ بھی حرام ہے۔ ناچ دکھا کر اللہ کی باتیں سنانا حرام ہے، اللہ کو ہماری کوئی ضرورت نہیں، جس کو سو دفعہ غرض ہو اللہ کو راضی کرے اور جنت میں جائے۔ حرام کاری اور حرام کی راہوں سے دین پھیلانا ہمارے ذمے نہیں ہے۔''

ایک گلوکار کا قصہ جس نے توبہ کی مگر پھر ٹی وی پر نعت پڑھنے لگا

ایک صاحب .... بہت مشہور گلوکار تھے، پھر انہوں نے گناہوں سے توبہ کر لی، ایک مرتبہ حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت کے حکم پر خانقاہ کی مجلس میں نعتیہ اشعار پڑھے۔ حضرت والا بہت خوش ہوئے اور بہت دعائیں دیں۔ کچھ عرصے بعد پتا چلا کہ انہوں نے دوبارہ ٹی وی پر آنا شروع کر دیا ہے اور عورتوں سے بھی اختلاط رکھتے ہیں۔ حضرت والا نے فرمایا کہ وہ اگر کبھی دوبارہ خانقاہ آئیں تو ان کو عزت احترام سے بٹھانا، محبت سے پیش آنا مگر اب ان سے اشعار نہیں پڑھواؤں گا۔

دبئی میں ہوٹل کے کمرے میں ٹی وی پر پردہ ڈلوادیا

۱۵/اپریل ۲۰۰۲ء حضرت والا جنوبی افریقہ تشریف لے جارہے تھے۔ دبئی ایئرپورٹ پر ٹرانزٹ میں جس ہوٹل میں قیام تھا اس کے کمرے میں ٹی وی رکھا ہوا تھا۔ حضرت والا نے اس ٹی وی پر چادر ڈلوا کر اس کو ڈھانپنے کا حکم فرمایا اور فرمایا کہ یہ گناہ کے لئے استعمال ہوتا ہے، اس میں ناچ گانے، عورتیں، بے حیائی کی باتیں اور تصویریں آتی ہیں، اس لئے اس پر چادر ڈلوادی کہ ہم آلۂ گناہ کو دیکھنا بھی نہیں چاہتے، اگرچہ اس وقت یہ بند ہے اور کوئی گناہ نہیں ہورہا ہے مگر اس کو دیکھ کر بھی تکلیف ہوتی ہے۔

(مدینہ شریف سے حضرت والا کے ایک اجازت یافتہ کا فون آیا کہ ہم سب نے مل کر فیصلہ کیا ہے کہ اگر حضرت والا اجازت دیں تو ہم ٹی وی پر آکر حضرت والا کی تعلیمات کو عام کریں۔ حضرت والا نے ناراضگی سے فرمایا کہ ہرگز اجازت نہیں ہے، اگر آپ کو ٹی وی پر آنے کا شوق ہے تو اختر سے تعلق ختم کردو۔ از جامع)

حضرت والا بغیر شرعی ضرورت کے تصویر کو حرام فرماتے تھے

۱۹۸۷ء میں ایک موقع پر حضرت والا نے فرمایا کہ یہ رسالہ ''الفاروق'' (جمادی الاخریٰ ۱۴۰۷ھ بمطابق فروری ۱۹۸۷ء) ہے جو جامعہ فاروقیہ سے شائع ہوتا ہے، اس میں شائع ہونے والا فوٹو گرافی کا مسئلہ مجھے سنانا تھا۔ یہ مسئلہ ہے کہ آج کل گروپ فوٹو کھنچوایا جارہا ہے۔ گروپ فوٹو مثلاً کسی فیکٹری میں بڑا آدمی مثلاً وزیراعظم آ گیا تو سب کھڑے ہوجاتے ہیں، جناب وزیراعظم بھی کھڑے ہیں اور گروپ فوٹو کھنچوالیا۔ کسی ہسپتال میں ڈاکٹر کے پاس

وزیرِ صحت آ گیا، کہیں شادی ہورہی ہے، دلہن والے اور دولہا والے بڑے بڑے معززین کھڑے ہیں، دلہن صاحبہ بھی بیٹھی ہیں، گروپ فوٹو آ گیا۔ اس کا مسئلہ بتاتا ہے۔

سوال: (۱)۔ استقبالیہ یا دعوت وغیرہ میں شادی بیاہ میں گروپ فوٹو کھنچوانا جائز ہے یا نہیں؟ (۲)۔ اگر نہیں تو کیا حرام ہے یا چھوٹا گناہ ہے؟ (۳)۔ اور کوئی عالمِ دین بھی فوٹو کھنچواتا ہے تو اس کو پیشوا یا لیڈر بنانا درست ہے یا نہیں؟

جواب سنئے! تصویر کھنچوانا مطلقاً ناجائز اور حرام ہے۔ البتہ اگر حج کرنا ہے یا کوئی اور کام کرنا ضروری ہے، پاسپورٹ بنوانا ہے تو پاسپورٹ کے لئے اس کی گنجائش ہے لیکن تقریبات میں، شادی بیاہ میں جو گروپ فوٹو کھنچوائے جاتے ہیں، یہ سب کے سب ناجائز اور حرام ہیں۔ اگر کوئی عالمِ دین خوشی سے کھنچواتا ہے تو ایک تو یہ کہ کسی صدر نے یا کسی وزیراعظم نے سرکاری کام سے بلایا ہے، اچانک فوٹو گرافر آ جاتے ہیں، یہ بیچارہ دل میں ناراض اور پریشان ہے تو اس کے مسئلے اور ہیں، لیکن اگر بخوشی کھنچواتا ہے تو ایسے عالم کو پیشوا یا لیڈر بنانا درست نہ ہوگا لہٰذا علماء سے یہی گمان رکھو کہ ہوسکتا ہے ان کو کوئی مجبوری ہو اور یہ دل میں ناراض ہوں، یہ فوٹو گرافر کبھی اچانک چور کی طرح بھی آ جاتے ہیں۔

حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم اپنے ایک پرانے شاگرد جس نے ان سے ہردوئی میں حفظ کیا تھا، ان کے ہاں وعظ کرنے تشریف لے گئے۔ وعظ کے دوران اچانک ایک روشنی آئی۔ لوگوں نے کہا کہ حضور! شارٹ سرکٹ ہوا ہے، یہ اس کی آواز ہے۔ حضرت شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ نہیں! یہ کیمرے کی حرکت معلوم ہوتی ہے۔ یہ اللہ والے بڑے ہوشیار ہوتے ہیں۔ فرمایا پکڑو! اسے دیکھو۔ پکڑا تو کیمرہ نکلا۔ فرمایا کہ میرے سامنے پوری رِیل صاف کردو، آئندہ اس گھر میں کبھی قدم نہیں رکھوں گا حالانکہ پرانا تعلق تھا۔ یہ ہمت ہونی چاہیے۔ ایسی شادی بیاہ میں مت جاؤ جہاں فوٹو وغیرہ کھنچ رہا ہو، جس مجلس میں نافرمانی ہو تو نافرمانی والی مجلس میں جانا جائز نہیں ہے۔ اب دیکھ لو! ان نالائقوں کو خوش کرکے تم کتنی دنیا و آخرت لے لوگے اور اگر اللہ کو خوش کرلو تو کتنی دنیا و آخرت پاجاؤ گے، اس کا خود فیصلہ کرلو۔ مخلوق کو مت دیکھو، یہ مت دیکھو کہ برادری کیا کہے گی؟ خواجہ صاحب کا شعر ہے؎

سارا جہاں خلاف ہو پروا نہ چاہیے
پیشِ نظر تو مرضیِ جانانہ چاہیے
پھر اس نظر سے جانچ کے تو کر یہ فیصلہ
کیا کیا تو کرنا چاہیے کیا کیا نہ چاہیے

اگر مجبوراً تصویر کھنچواؤ تو چہرے پر غم کا تاثر ہونا چاہیے

احقر راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ حضرت والا فرماتے تھے کہ فوٹو کھنچوانا اور فوٹو دیکھنا دونوں منع ہے۔ اگر شرعی عذر کی وجہ سے جیسے پاسپورٹ یا شناختی کارڈ کے لئے فوٹو کھنچوانا ہو تو میرے شیخ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ مسکرا کر فوٹو نہیں کھنچوانا، چہرے پر غم طاری ہو اور دل میں استغفار کر کے اللہ تعالیٰ سے عرض کرو کہ اے اللہ! فوٹو کھنچوانا منع ہے لیکن میرا شرعی عذر ہے، مجھے معاف فرما دیجئے۔

مسجدِ قبا، مدینہ شریف میں تصویر کھنچوانے والوں کو ڈانٹ

حضرت والا مسجدِ قبا، مدینہ شریف میں حاضر ہوئے تو سیڑھیوں پر کچھ مرد اور عورتیں فوٹو کھنچوا رہے تھے۔ حضرت والا کا چہرۂ مبارک اللہ تعالیٰ کی نافرمانی دیکھ کر غصے سے لال ہو گیا اور بہت زور سے ڈانٹ کر فرمایا ارے نالائقو! لوگ اس سرزمین پر گناہ بخشوانے آتے ہیں اور تم گناہِ کبیرہ کر رہے ہو۔ سب مرد اور عورت اس طرح بھاگے کہ پیچھے مڑ کر بھی نہیں دیکھا۔

حضرت والا نے تصویر کی وجہ سے سعودی حکومت کا بڑا انعام ٹھکرا دیا

جناب فیروز میمن صاحب نے بتایا کہ سعودی عرب سے ایک صاحب کا فون آیا جو امامِ کعبہ کے شاگرد ہیں، انہوں نے کہا کہ جو حضرت والا کی دینی خدمات ہیں، اتنا بڑا مدرسہ، اتنی کتابیں، اور اتنی زبانوں میں اور بڑی چھوٹی کتابیں مفت تقسیم کرنا، تو میری یہاں پر سب سے بات ہو گئی ہے، یہاں سعودی عرب کا بڑا انعام حضرت والا کو دینے کے لئے تیار ہیں جس کے لئے یہاں تقریب میں حضرت والا کو آنا ہوگا، آپ کی تصویر بھی بنائیں گے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ ہمیں دنیا کے کسی انعام یا کسی انسان کا سرٹیفکیٹ نہیں چاہیے، اللہ کی رضا سب سے بڑھ کر ہے۔

شامِ ہمدرد میں بعض اہلِ دین کی تصاویر دیکھ کر

آپ کے چہروں پہ شربتِ روح افزا کا لہو — کر رہا ہے صرف فوٹو ہی میں سب کو سرخرو
اپنے خالق سے یہ غفلت کر کے میرے دوستو — قبلِ توبہ گر مرے ہونا پڑے گا زرد رُو
عارضی عزت صدائے جاہ گو ہے کُو بہ کُو — پُرخطر ہوگا مگر محشر میں ایسا سرخرو

از کلام حضرت والا قدس اللہ سرہ

تقویٰ کی انتہائی باریک باتوں کی احتیاط کے بارے میں

ایک دعوت میں میزبان نے ٹی وی چلادیا

احقر مرتب عرض کرتا ہے کہ ایک رئیس جو میرے وطن کے تھے، پہلے غریب تھے، یہاں آ کر امیر ہو گئے تھے، پیسہ آ جانے کے بعد دماغ میں کچھ خناس بھر گیا تھا۔ انہوں نے حضرت والا کی اپنے گھر پر دعوت کی، اس دعوت میں وزراء اور مل مالکان بھی تھے، کیونکہ وہ خود بھی مل مالک تھے۔ جب کھانا شروع ہوا اور حضرت والا نے بھی کھانا پلیٹ میں اتارلیا، اچانک اس رئیس نے ٹی وی چلادیا تو حضرت والا نے لقمہ وہیں رکھا، فوراً کھڑے ہو گئے اور اتنی زور سے ڈانٹ لگائی کہ تمہاری ہمت کیسے ہوئی ٹی وی چلانے کی! تم نے مجھے بکاؤ مال سمجھا ہوا ہے کہ میں متاثر ہو جاؤں گا، تم یہ سمجھتے تھے کہ میں تمہاری روٹی کھاتا رہوں گا، میں ایسا رزق نہیں کھا سکتا جس سے اللہ ناراض ہو جائے، تمام ساتھیوں سے فرمایا کہ کوئی یہاں کھانا نہ کھائے۔ سارے مجمع کے سامنے حضرت والا نے اس کو ڈانٹ دیا۔ وہ حضرت والا کے پیچھے پیچھے دوڑے ہوئے آئے۔ ہاتھ جوڑ کر عرض کیا کہ مجھے معاف فرما دیجئے، مجھ سے غلطی ہوگئی، خیال نہیں رہا تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ معاف تو کر دیا۔ پھر انہوں نے کہا کہ حضرت دو لقمے ہی کھا لیجیے میرا دل خوش ہو جائے گا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ بس میں نے معاف کر دیا، لیکن کھانا نہیں کھاؤں گا۔ انہوں نے بہت ضد کی مگر حضرت نے اس کا کھانا نہیں کھایا۔ خانقاہ میں مجھ سے فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے میں نے دوبارہ کھانا کیوں نہیں کھایا؟ اگر میں دوبارہ کھانا کھانے چلا جاتا تو پھر یہ کہتے کہ دیکھو! اتنا ہمیں ڈانٹ رہے تھے اور اب دوبارہ کھانے کی لالچ میں آ گئے۔ حضرت والا کی کیا نظر تھی۔

دعا کے الفاظ پر دل کی کھٹک کا عالم

دبئی متحدہ عرب امارات میں حضرت والا گاڑی میں العین تشریف لے جا رہے تھے۔ کراچی سے ایک بڑی عمر کی خاتون کا فون آیا، ان کے بچے کی طبیعت کافی ناساز تھی۔ انہوں نے حضرت والا سے دعا کی درخواست کی۔ حضرت والا نے اسی وقت دعا دی اور اس کے بعد بھی دیر تک دعا فرماتے رہے۔ کچھ دیر بعد خاتون کا دوبارہ فون آیا اور عرض کیا کہ الحمدللہ! بچہ بالکل ٹھیک ہو گیا ہے۔ حضرت والا نے فرمایا الحمدللہ! ہم نے دعا کی تھی اور پھر فون رکھ دیا۔ تھوڑی دیر بعد صاحبِ کار سے دریافت فرمایا کہ ان خاتون کا فون نمبر ہے چونکہ موبائل میں فون نمبر آ جاتا ہے تو انہوں نے عرض کیا کہ جی ہاں نمبر ہے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ نمبر ملا کر دو، پھر فون پر ان خاتون سے فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لی ہے اور سب کے سامنے اللہ سے معافی مانگ رہا ہوں کہ میں نے جو یہ جملہ کہا کہ میں نے

دعا کی تھی، مجھے ایسا نہیں کہنا چاہیے تھا، ہمارا کام تو صدا لگانا ہے دعا قبول کرنے والی تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

نمازِ جنازہ سے قبل میت پر کلمہ والی چادر نہ رہنے دیتے

اگر کوئی جنازہ کی نماز پڑھانی ہوتی اور اس پر کلمہ طیبہ والی چادر ہوتی تو کبھی بھی نمازِ جنازہ نہ پڑھاتے، خانقاہ میں اپنی طرف سے سفید چادر کا انتظام کیا ہوا تھا، اس چادر کو میت پر ڈال کر پھر نمازِ جنازہ پڑھاتے، اور فرماتے کہ اس چادر پر کلمہ طیبہ اور قرآن پاک لکھا ہوتا ہے اور پھر وہ چادر پیروں کی طرف آجاتی ہے جو بے ادبی ہے، اس وجہ سے یہ چادر نہیں ڈالنی چاہیے۔

بہت بڑی جائیداد کے کاغذات واپس ہندوستان بھجوا دیے

شروانی صاحب جن کا ذکر پہلے آچکا ہے ان کے سٹیزن شپ کے کاغذات مکمل نہ ہونے کی وجہ سے اس زمانے میں لاکھوں کی جائیداد حضرت والا کے نام کردی تھی، پھر انہیں کینسر ہوگیا اور ان کا انتقال ہوگیا۔ حضرت والا نے ان کی بیوہ کو خط لکھا کہ آپ کے شوہر نے کچھ جائیداد احقر کو دی ہے، آپ کچھ ثبوت کے ساتھ کسی کو بھیجیں تا کہ جائیداد ان کے حوالے کردی جائے۔ وہ صاحب ہندوستان سے آئے، (گورنمنٹ کے کسی محکمہ میں ملازم تھے) داڑھی نہیں تھی، دنیادار تھے جب اتنی بڑی جائیداد کو بیوہ کے نام کرتے ہوئے دیکھا اور حضرت والا نے تیس ہزار روپے بھی دیے کہ شروانی صاحب کی امانت احقر کے پاس تھی۔ وہ صاحب رونے لگے اور کہنے لگے کہ میں اس بات کو نہیں مانتا تھا کہ اب دنیا میں کوئی اللہ والے بھی ہیں اور روتے ہوئے کہا کہ آپ جیسے نیک لوگوں کی وجہ سے دنیا قائم ہے۔

ٹخنہ چھپانا ایک لمحے کو بھی گوارا نہ کیا

مدینہ شریف میں ایک صاحب نے حضرت والا کو ایسا جبہ ہدیہ کیا جو عموماً عرب لوگ پہنتے ہیں۔ حضرت والا کی عادتِ شریفہ تھی کہ جب کوئی ہدیہ دیتا تو اس کی دی ہوئی چیز کو اس کے سامنے ہی استعمال فرمالیتے تا کہ اس کا دل خوش ہوجائے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ یہ جبے لمبائی میں زیادہ ہوتے ہیں اس لئے اس کو نیچے سے کچھ کٹوا کر چھوٹا کردیا جائے۔ خدام نے جبے کو لمبائی سے کٹوا کر پیش کیا۔ دو خادم کے سہارے پر حضرت والا کھڑے ہوئے۔ دوسرے خدام نے جبہ پہنایا لیکن چونکہ حضرت والا فالج کی وجہ سے جھک نہیں سکتے تھے، اس لئے خادم سے پوچھا کہ دیکھو! ٹخنہ کو تو نہیں چھو رہا ہے؟ خدام نے عرض کیا کہ بالکل چھو رہا ہے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ جبہ اتارو اور اس کو مزید کٹوا کر چھوٹا کرو۔ ایک خادم جبہ کا ڈبہ لینے کے لئے جانے لگے تو حضرت والا کا چہرہ غصے سے سرخ ہوگیا اور ڈانٹ کر فرمایا کہ پہلے جبہ اتارو، اگر اس حالت میں موت آگئی تو اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دوں گا؟

بیان کے بعد ہدیہ قبول نہیں فرماتے تھے

جناب فیروز میمن صاحب کے گھر بیان کے لئے حضرت والا تشریف لے گئے۔ خصوصی تعلق کی بناء پر حضرت کے گھر کی تمام خواتین بشمول حضرت پیرانی صاحبہ بھی تشریف لے گئیں۔ پھر فیروز صاحب کے والد صاحب نے حضرت والا کو اور احقر میر کو اور مولانا مظہر صاحب کو ہدیہ پیش کیا اور حضرت والا کی گھر کی خواتین کو فیروز صاحب کے گھر والوں نے ہدیہ پیش کیا۔ جب حضرت والا کو ہدیہ پیش کیا تو حضرت والا نے فرمایا کہ ہمارے بزرگوں نے بیان کے بعد ہدیہ لینے سے منع کیا ہے، یہ بیان کا معاوضہ ہوجاتا ہے۔ لیکن ان کے والد صاحب نے ضد کی اور بہت مجبور کیا تو حضرت والا نے لفافہ لے لیا۔ پھر فیروز صاحب سے فرمایا کہ اپنے بڑے بھائی سلیم میاں کو کہیں کہ مجھے خانقاہ پہنچانے کے لئے وہ چلیں اور آپ (فیروز صاحب) بھی ساتھ چلیں۔ جب گلشن خانقاہ پہنچے تو حضرت والا نے فیروز صاحب سے فرمایا کہ تم گاڑی میں بیٹھے رہو اور ان کے بھائی کو اپنے ساتھ کمرے میں لے گئے۔ تھوڑی دیر بعد جب ان کے بھائی واپس آئے تو ان کی آنکھوں میں آنسو تھے اور کہا کہ میں نے زندگی میں ایسا اللہ والا نہیں دیکھا اور جیب سے ہدیہ والا لفافہ نکال کر دکھایا کہ ابّا کا ہدیہ حضرت نے واپس کر دیا ہے اور فرمایا کہ میں نے سب کے سامنے آپ کے والد صاحب کی عزت رکھ لی، آپ کے والد صاحب کی عزت کے لئے اپنے اصول سے ہٹ گیا۔ اب یہ لفافہ اپنے والد صاحب کو میری طرف سے ہدیہ کر دینا۔ جب سلیم میاں نے اپنے والد صاحب کو لفافہ واپس کیا تو ان کے والد صاحب بھی رو پڑے کہ آج دنیا میں ایسے اللہ والے کہاں ہیں۔

شبِ برات کی جھنڈیاں اور برقی قمقمے والی جگہ بیان نہیں فرمایا

ایک جگہ حضرت والا بیان کے لئے تشریف لے گئے، وہاں دیکھا کہ جھنڈیاں لگی ہوئی تھیں اور چھوٹے چھوٹے رنگین بلب (برقی قمقمے، برقی مرچیں) لگے ہوئے تھے، جن کو حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے منع فرمایا ہے کہ یہ دیوالی کی نشانی ہے۔ حضرت والا نے گاڑی چلانے والے سے فرمایا کہ میں تو یہاں بیان نہیں کروں گا، واپس چلو۔ بیان کے داعی حضرات سڑک پر ہی انتظار کر رہے تھے۔ وہ فوراً قریب آئے اور کہا کہ حضرت آپ تشریف لے آئیں۔ حضرت نے فرمایا کہ جھنڈیاں اور بتیاں لگائی ہوئی ہیں، حضرت مجدد نے فرمایا کہ یہ دیوالی کی نشانی ہے، اس کو کیوں لگایا ہے؟ منتظمین نے جلدی سے جھنڈیاں اتار دیں۔ فرمایا کہ لائٹیں؟ عرض کیا کہ لائٹیں ابھی بند کر دیتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ نہیں، جب لوگ صبح کو لائٹیں جلتی ہوئی دیکھیں گے تو انہیں کیا معلوم کہ میرے بیان کے دوران لائٹیں بند تھیں، تہمت سے بچنے کا بھی تو حکم ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم ابھی لائٹیں بھی اتار دیتے ہیں۔ لائٹیں بھی

اتار دیں، اس وقت تک حضرت باہر گاڑی ہی میں تشریف فرما رہے، جب سب لائٹیں اتر گئیں تب اندر تشریف لے گئے۔

شادی پر لڑکی والوں کا کھانا نہ خود کھایا نہ خانقاہ میں قبول فرمایا

ایک صاحب جو پرانے آنے والے تھے انہوں نے حضرت والا سے عرض کیا کہ میں دعوت کا کھانا لایا ہوں۔ حضرت والا نے پوچھا کہ کس بات کا کھانا ہے؟ عرض کیا کہ بیٹی کی شادی کا کھانا ہے۔ فرمایا کہ آپ کو معلوم نہیں ہے کہ بیٹی کی دعوت سنت سے ثابت نہیں ہے۔ عرض کیا کہ میری کچھ مجبوری ہے، آپ مہربانی فرما کر کچھ کھالیں۔ حضرت نے فرمایا کہ آپ کی مجبوری ہے، میری کوئی مجبوری نہیں ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ میری خوشی کی خاطر آپ ایک لقمہ کھالیں۔ حضرت والا نے فرمایا کہ آپ کو خوش کروں اور سنت کے طریقے سے ہٹ جاؤں۔ تو وہ کہنے لگے کہ حضرت اگر آپ نہیں کھا رہے تو اپنے متعلقین کو کھلا دیں، حضرت والا نے فرمایا کہ جو چیز میں اپنے لئے پسند نہیں کرتا وہ اپنے دوستوں کے لئے بھی پسند نہیں کرتا، اس نے بہت اصرار کیا مگر حضرت والا نے قبول نہیں فرمایا۔ کسی نے کہا کہ ان کی دل شکنی ہوگی۔ حضرت والا نے فرمایا کہ دین شکنی کے سامنے کسی کی دل شکنی کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ بس یہ فکر ہونی چاہیے کہ دین شکنی نہ ہو۔

جمعہ کی پہلی اذان کے بعد دودھ والے سے دودھ نہیں لیا

ایک مرتبہ جمعہ کی پہلی اذان ہونے کے بعد دودھ والا جو روزانہ دودھ لاتا تھا دودھ دے کر جانے لگا تو حضرت والا نے اس کو فوراً بلوایا اور فرمایا کہ یہ دودھ تم لے جاؤ، پھر اگر تمہارا جی چاہے تو واپس لے آنا، یہ اس وقت ہمیں قبول نہیں ہے کیونکہ جمعہ کی پہلی اذان ہو چکی ہے، اس کے بعد خرید و فروخت حرام ہے۔

مدرسہ کے لئے بھی مشکوک مال قبول نہیں فرماتے تھے

جناب فیروز میمن صاحب کے رشتے دار حضرت والا کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ اس زمانے میں سندھ بلوچ سوسائٹی میں جو دو سو گز کا پلاٹ حفظ کے مدرسے کے لئے تھا وہ خریدا جانے والا تھا اور تعمیر ہونے والی تھی۔ ان کے رشتے دار نے اسّی ہزار روپے جو بہت بڑی رقم تھی، حضرت والا کو پیش کئے۔ اس کے بعد وہ اور ان کے عزیز کتب خانہ مظہری چلے گئے۔ حضرت والا کے خادم نے کتب خانہ آکر کہا کہ حضرت آپ دونوں کو یاد فرما رہے ہیں۔ جب دونوں اندر حاضر ہوئے تو حضرت والا نے ان کے رشتہ دار سے پوچھا کہ آپ کیا کام کرتے ہیں؟ انہوں نے

عرض کیا کہ میں سرکاری ملازم ہوں۔ حضرت والا نے فرمایا کہ آپ کے پاس اتنی بڑی رقم کہاں سے آ گئی؟ انہوں نے گردن جھکالی اور کوئی جواب نہ دیا۔ حضرت والا سمجھ گئے اور فرمایا کہ مجھے آپ کی حلال آمدنی میں سے پانچ سو روپے بھی مل جائیں تو وہ ہمارے لئے پانچ لاکھ کے برابر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نیت کو دیکھتے ہیں اور آپ جو اپنی حلال رقم خوشی سے دینا چاہیں وہ دے دیں اور تمام رقم واپس کر دی۔ پھر ان صاحب نے اپنی حلال آمدنی سے دوسرے دن تین ہزار روپے پیش کئے۔ بہت عرصے بعد انہی صاحب نے حضرت والا کو دو بوتل جامن کے شربت کی پیش کی۔ حضرت والا نے ان کی کمائی کو یاد رکھا تھا اور فرمایا کہ یہ شربت اس رقم میں سے تو نہیں ہے؟ ان صاحب نے قسم کھائی کہ یہ میرے بہنوئی نے مجھے ہدیہ کیا ہے اور وہ ایک پیسہ بھی رشوت نہیں لیتے۔

قرآن پاک سنانے کی اجرت کو حرام سمجھتے تھے

حضرت والا کے بھانجے کے بیٹے نے جو حافظِ قرآن ہیں، کراچی یونیورسٹی میں تراویح میں قرآن پاک سنایا اوران لوگوں نے پانچ ہزار روپے کا چیک دیا۔ وہ حضرت والا کے پاس آئے اور ساری بات بتائی۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ ہمارے بزرگوں نے تراویح پڑھا کر اجرت لینے اور دینے دونوں کو حرام فرمایا ہے، اس لئے ان کو چیک واپس دے کر آؤ۔ انہوں نے عرض کیا کہ نانا! میں نے پہلے ہی ان کو بہت منع کیا، لیکن وہ مان ہی نہیں رہے تھے اور کہا کہ ہم آپ کو ہدیہ دے رہے ہیں۔ حضرت والا نے فرمایا کہ ان کے پاس جاؤ اور کہو کہ میں اگلے برس تراویح نہیں پڑھاؤں گا تو کیا تم مجھے ہدیہ دو گے؟ نواسے صاحب واپس گئے اور ان کو نانا کی بات سمجھائی تو ان کے پاس کوئی جواب نہ بن پڑا تو کہا کہ ''جب ہمارے یہاں سے ایک بار چیک ایشو ہو جاتا ہے تو بغیر کسی وجہ کے واپس نہیں ہو سکتا۔ یہ شرعی مسئلہ اکاؤنٹس والے سمجھیں گے نہیں، اس لئے آپ اس چیک کو رکھ لیں۔'' حافظ صاحب نے حضرت والا سے عرض کیا تو حضرت والا نے فرمایا کہ ہم کچھ نہیں جانتے، تم بس یہ چیک ان کو واپس کرو، چنانچہ چیک واپس کر دیا۔

کسی فاسق سے اسٹیج پر قرآن پاک یا اشعار نہیں سنتے تھے

حضرت والا کو پتا چلا کہ مدرسے میں قاری صاحبان کو قراءت کے لئے بلایا جا رہا ہے۔ حضرت والا نے پوچھا کہ ان کی شرعی داڑھی ہے؟ عرض کیا گیا کہ داڑھی کٹواتے ہیں۔ پھر پوچھا کہ بڑی بڑی مونچھیں تو نہیں؟ عرض کیا گیا کہ بڑی بڑی مونچھیں بھی ہیں۔ فرمایا کہ ٹخنے تو نہیں چھپاتے؟ عرض کیا گیا کہ ٹخنہ بھی چھپاتے ہیں۔ فرمایا کہ فساق کو ہرگز اپنی خانقاہ اور مدرسے میں قرآن سنانے نہیں دوں گا، جب فاسق قرآن پاک سنائے گا تو دل پر کیا اثر ہوگا؟

حقوقِ تصنیف محفوظ کرنے کو حرام فرماتے تھے

حضرت والا کو اطلاع ملی کہ کتب خانے کے ایک ملازم نے بغیر اجازت کے حضرت والا کی تصانیف کے حقوق محفوظ کرانے کے لئے وکیل سے رابطہ کیا ہے اور کاغذات بھی بنالئے ہیں اور وہ متعلقہ محکمے میں یہ کاغذات جمع کروانے والے ہیں۔ حضرت والا نے احقر راقم الحروف، مولانا مظہر صاحب دامت برکاتہم، مولانا حافظ محمد ابراہیم میاں سلمہٗ، جناب فیروز میمن صاحب کو اپنے کمرے میں بلوایا، حافظ ضیاء الرحمٰن اور مطہر محمود بھی موجود تھے اور ہم سب کے سامنے ان صاحب کو سخت ڈانٹ لگائی اور ناراضگی سے فرمایا کہ تمہاری ہمت کیسے ہوئی یہ کام کرنے کی؟ سب غور سے سن لو! یہ میری نصیحت بھی ہے اور وصیت بھی ہے، خبردار! میری کسی بھی کتاب کے کبھی بھی کوئی حقوق محفوظ نہ کرانا۔ میری طرف سے کسی کو بھی اجازت نہیں ہے۔ میں حقوق محفوظ کرانے کو دین کو قید کرنے کے مترادف سمجھتا ہوں اور میں اس کو حرام کہتا ہوں۔ اس وقت ان صاحب نے کچھ علماء کے نام لئے کہ ان کی بھی کتابوں کے حقوق محفوظ ہوتے ہیں۔ حضرت والا اَور ناراض ہوگئے۔ فرمایا کہ میرے سامنے کسی کا نام مت لو نہ کسی کی غیبت کرو، وہ ان کی تحقیق ہے، میں تو اپنے بزرگوں کی بات پیش کرتا ہوں۔ پھر اس کے بعد ان صاحب سے حضرت والا نے سب فائلیں منگوا کر سب کے سامنے ضائع کروادیں۔

حلال لقمہ کھانے کا سخت اہتمام فرماتے

حضرت والا نے ہمیشہ رزقِ حلال کا بہت اہتمام کیا۔ حضرت والا کے ایک قریبی عزیز انشورنس کمپنی میں ملازم تھے۔ حضرت والا نے کبھی ان کے گھر کا پانی تک نہیں پیا۔ ان کے گھر جاتے تھے لیکن فرماتے تھے کہ پانی وغیرہ رہنے دو، بس میں صلہ رحمی کے لئے ملاقات کی خاطر آیا ہوں، جس دن تم یہ نوکری چھوڑ دو گے اور حلال رزق اپناؤ گے، ان شاء اللہ اس دن میں کھانا بھی کھاؤں گا۔ ایک دن ان لوگوں نے بہت زیادہ اصرار کیا تو حضرت پکانے کا سارا سامان خرید کرلے گئے اور فرمایا کہ یہ پکا کے کھلاؤ۔ بالآخر ایک دن انہوں نے انشورنس کی نوکری چھوڑ دی اور حلال رزق اختیار کرلیا تو حضرت والا نے بہت شاباشی دی۔

چھوٹے بچوں کی تربیت کا بہت خیال فرماتے

ایک چھوٹے بچے کا ٹخنہ چھپا ہوا تھا۔ حضرت والا نے ان کے والد سے فرمایا کہ اس بچے سے سوال نہیں ہوگا کیونکہ یہ بچہ ہے مکلف نہیں، مگر آپ سے سوال ہوگا کہ ابھی سے تربیت کیوں نہیں کی؟ آپ ابھی سے اپنی کوشش

کرتے رہیے۔ چھوٹے بچے حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان کی ٹھڈی کو پکڑ کر فرمایا کہ تمہارا کیا حال ہے؟ پھر فرمایا کہ بچوں سے پیار کرنا مجھ سے سیکھو، بچوں کو گود میں بٹھانا، گال پکڑنا اور چومنا اس کی کیا ضرورت ہے؟ اس میں نفس شامل ہوجاتا ہے۔

مچھر مارنے والی برقی مشین کو استعمال نہ فرماتے

مچھر مارنے کی الیکٹرک مشین کے بارے میں جس میں کرنٹ کے ذریعے مچھر مرتے ہیں، حضرت والا کو بہت فکر ہوئی کہ حدیث شریف میں کسی جاندار کو جلا کر مارنے کی ممانعت آئی ہے، کہیں یہ اس میں داخل تو نہیں؟ فوراً دارالعلوم کراچی آدمی بھجوایا کہ حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب دامت برکاتہم کو میرا سلام کہو اور میری طرف سے کہو کہ اس کا جواب مہربانی فرما کر آج ہی دے دیں۔ وہ صاحب چند گھنٹے میں مفتی صاحب سے جواب لے کر آئے کہ اس مشین کا استعمال جائز ہے۔ تھوڑی دیر حضرت والا نے مشین استعمال فرمائی، پھر فرمایا کہ میری طبیعت اس کو گوارا نہیں کر رہی اگرچہ فتویٰ کی رو سے جائز ہے، مجھ سے یہ مشین استعمال نہیں ہوتی لہٰذا اسے ہٹا دو۔

چائے پینے کے بعد پیالی کو انگلی سے صاف کر لیتے

اکثر لوگ چائے کی پیالی میں ایک گھونٹ چائے آخر میں چھوڑ دیتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ یہ جدی پشتی نواب ہیں حالانکہ اس چائے میں دودھ بھی ملا ہوتا ہے۔ اسی طرح لوگ پا کولا پی کر ایک گھونٹ بچا دیتے ہیں کہ اگر پورا گلاس خالی کر دیا تو لوگ کیا کہیں گے، پھر اتنی مقدار میں رزق گٹر لائن میں چلا جاتا ہے۔ حضرت والا جب چائے پیتے تھے تو چائے کی پیالی پوری خالی کر کے پھر انگلی سے پوری پیالی کو صاف کرتے تھے، فرمایا کرتے تھے کہ یہ اس لئے کرتا ہوں تاکہ آسمان سے اللہ تعالیٰ دیکھ کر خوش ہوں کہ میرا بندہ رزق کے ذرّے ذرّے کا حریص ہے، یہ شکر ادا کرنے کا انداز ہے، زیادہ شکر ادا کرنے پر اللہ تعالیٰ اور بڑھا کر عطا فرمائیں گے۔

بارباڈوس میں کشتی کے عیسائی مچھیرے کا بھی ستر چھپوایا

بارباڈوس کے سفر میں حضرت والا مع احباب کے سمندر دیکھنے گئے۔ وہاں کا سمندر بہت شفاف ہے کہ پانی کے نیچے کی مچھلیاں اور پودے بھی نظر آتے ہیں۔ اس کے لئے وہاں ایسی کشتی کرائے پر ملتی ہے جس کے پیندے میں لکڑی کی بجائے آر پار نظر آنے والا شیشہ لگا ہوا ہوتا ہے۔ حضرت والا اپنے خدام کے ساتھ اس کشتی میں سوار ہوئے۔ ایک عیسائی جو کشتی چلانے والا تھا وہ چڈی پہنے ہوا تھا، حضرت والا نے مولانا عبدالحمید صاحب (مہتمم دارالعلوم آزادوِل) سے فرمایا کہ اس کشتی بان کو چادر دے دیں کہ اپنے گھٹنوں پر ڈال لے۔ مولانا نے اس کو چادر دے دی

اور حضرت سے عرض کیا کہ حضرت! یہ تو عیسائی ہے، ستر چھپانے کا مکلف نہیں ہے، آپ نے جو یہ عمل کیا، اس میں کیا حکمت پوشیدہ ہے، ہمیں بھی بتادیں تاکہ ہمارا فائدہ ہوجائے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ یہ تو مکلف نہیں ہے لیکن ہم تو مکلف ہیں، ہماری نظر تو اس کے ستر پر پڑسکتی تھی۔

عورتوں کو اصلاحی خط میں شیخ کی محبت کے الفاظ لکھنے سے منع فرماتے

حضرت والا کے پاس اگر کسی خاتون کا اصلاحی خط آتا اور اس میں لکھا ہوتا کہ مجھے اپنے شیخ کی بہت محبت معلوم ہوتی ہے۔ تو حضرت والا جواب میں تحریر فرماتے کہ نامحرم کو شیخ کے لئے بھی محبت کا لفظ نہیں لکھنا چاہیے، یہ لکھ سکتے ہیں کہ آپ کی بہت عقیدت اور عظمت معلوم ہوتی ہے۔

پوتے کی گھروالی بیمار تھی تو اپنے ساتھ سفر کی اجازت نہیں دی

حضرت والا جنوبی افریقہ کے شہر آزادوِل میں تھے تو حضرت کے پوتے کا فون آیا کہ دادا! میرا جنوبی افریقہ کا ویزا لگ گیا ہے اور میں آپ کی خدمت اور صحبت میں رہنے کے لئے افریقہ آرہا ہوں۔ حضرت والا نے فرمایا کہ آپ کی اہلیہ کے ہاں ولادت متوقع ہے اور ان کا تمام خاندان دوسرے ملک میں ہے اور ہر عورت یہ چاہتی ہے کہ ولادت کے موقع پر شوہر نزدیک رہے۔ خدانخواستہ اگر کوئی ایسی ضرورت پڑگئی تو آپ کے علاوہ اس وقت کون وہاں پہنچ سکتا ہے؟ پوتے نے حضرت والا سے ضد کی کہ میں نے آپ کے ساتھ کبھی سفر نہیں کیا ہے اور پھر ڈاکٹرنی نے ولادت کی تاریخ پچیس دن بعد کی دی ہے، میں صرف پندرہ دن آپ کے ساتھ رہ کر واپس آجاؤں گا۔ حضرت والا نے منع فرمایا لیکن پوتے حضرت والا کے پاس آنے کے لئے بے چین تھے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ میں آپ کو مشورہ نہیں بلکہ حکم دے رہا ہوں کہ آپ مت آؤ، ڈاکٹرنی کے تاریخ دینے سے کیا ہوتا ہے؟ پوتے نے بات مان لی کہ دادا! جس طرح آپ فرماتے ہیں اسی طرح کروں گا۔ چند ہی دن گذرے تھے کہ رات کو تین بجے پوتے کا فون آیا اور کہا کہ دادا کو اطلاع کردیں کہ الحمدللہ! میرے یہاں بیٹا پیدا ہوا ہے۔ جب فجر کے بعد حضرت والا کو یہ بات بتائی گئی تو حضرت والا بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ اے اللہ! آپ کا کرم ہے کہ آپ نے اس بوڑھے کی لاج رکھ لی۔

مہندی کے ڈبے پر خاتون کے ہاتھ کی بھی تصویر لگانا گوارا نہیں کیا

جناب فیروز میمن صاحب بتاتے ہیں کہ ''ہماری فیکٹری میں مہندی پاؤڈر کا آرڈر آیا۔ چونکہ حضرت والا کے حکم پر جاندار کی تصویر تو لگانی نہیں تھی، اس وجہ سے بھائیوں میں مشورہ ہوا کہ کسی خاتون کا مہندی والا ہاتھ دیا جائے۔

جو ڈیزائنر تھا وہ ڈیزائن بنا کر لایا، اس میں خاتون کے ہاتھ مہندی اور چوڑیوں والے تھے اور ڈبے پر چھاپنے کے لئے پریس میں بٹر پیپر پر فلمیں بھی بن چکی تھیں۔ ڈیزائنر سے پوچھا کہ تصویر میں جن خاتون کے ہاتھ ہیں ان کو کتنے پیسے دینے ہوں گے؟ ڈیزائنر نے کہا کہ میری جاننے والی خاتون ہیں، انہوں نے مجھ سے پیسے نہیں لئے اور چونکہ آپ کا اتنا کام کرتا ہوں لہٰذا میں بھی پیسے نہیں لیتا۔ احقر کے بھائیوں کا مشورہ ہوا کہ ہم احسان کیوں لیں، ہم کچھ نہ کچھ ہدیہ دے دیں گے۔ ساری بات جب طے ہوگئی تو احقر کے دل میں خیال آیا کہ حضرت کے صدقے، اللہ تعالیٰ حضرت سے تمام باتیں پوچھنے کی توفیق عطا فرماتے ہیں۔ یہ پوچھ لوں کہ ان کو نقد ہدیہ دیں یا کوئی چیز خرید کر ہدیہ دیں۔

حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوا، ساری بات عرض کی۔ حضرت والا نے فرمایا کہ یہ بتاؤ! اس ہاتھ میں کشش ہے یا نہیں ہے؟ احقر نے عرض کیا کہ کشش تو ہے۔ فرمایا کہ جو لوگ یہ ہاتھ دیکھیں گے ان کے دل میں خیال آئے گا کہ یہ عورت کیسی خوبصورت ہوگی، اس کے لئے دل میں گندہ خیال لائیں گے تو اس کا گناہ تمہیں ملے گا۔ اس لئے ہدیہ دینے کو چھوڑو، اس ہاتھ کی تصویر کے ساتھ مہندی کا پیکٹ بھی نہیں بنوانا۔ احقر کے پسینے چھوٹ گئے اور عرض کیا کہ حضرت والا! آپ کو تو معلوم ہے کہ ہمارے والد صاحب اور بھائی سب مل کر فیصلہ کرتے ہیں اور اس پر خرچہ بھی ہو چکا ہے، میں کس طرح بات کروں کہ ہم فلمیں اور ڈیزائن سب ختم کر دیں؟ حضرت والا نے ناراضگی سے فرمایا کہ جب عمل کرنے کی ہمت نہیں ہے تو مجھ سے پوچھتے کیوں ہو؟ جاؤ، جو جی میں آئے کرو۔ احقر نے عرض کیا کہ آپ دعا فرما دیں، آپ کے صدقے سب سے بات کروں گا اور نصیحت بھی فرما دیں۔ حضرت والا نے فرمایا کہ صلوٰۃ الحاجت پڑھنا، پھر اپنے بابا اور بھائیوں پر یا سبوح، یا قدوس، یا غفور، یا ودود پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگ کر چپکے چپکے دَم کر دینا اور میری یہ بات ان کے سامنے رکھو کہ بغیر کسی ہاتھ کی شکل کے مہندی کا ڈبہ چھپوا لیں، رزق اللہ کے ہاتھ میں ہے، عورت کے ہاتھ کی تصویر میں نہیں ہے۔

احقر نے اسی طرح عمل کیا اور حضرت والا کی کرامت دیکھ کر حیران ہوگیا کہ والد صاحب اور سب بھائیوں نے کہا کہ جیسا حضرت والا فرماتے ہیں ویسا ہی کرنا چاہیے، آج تک ہم نے ایسا تقویٰ والا کوئی اللہ والا نہیں دیکھا جو دوسروں کو بھی بچانے کی فکر رکھتا ہو۔ احقر عرض کرتا ہے کہ اس پیکٹ پر ہاتھ کی بھی تصویر نہیں دی گئی اور صرف مہندی اور پھول بنائے گئے تھے۔ تقریباً تمام کاروباری لوگوں نے کہا کہ تمہیں ایک بھی آرڈر نہیں ملے گا، لوگوں کو کیسے معلوم ہوگا کہ اس پیکٹ میں مہندی ہے؟ احقر عرض کرتا ہے کہ حضرت والا کے صدقے اور دعاؤں کی برکت سے بہت آرڈر آئے اور ایسے ملک سے آئے کہ سب حیران تھے۔''

بنگلہ دیش میں اس رکشہ میں نہیں بیٹھے جس میں تصویر لگی ہوئی تھی

احقر جامع عرض کرتا ہے کہ حضرت والا بنگلہ دیش میں ایک پرانی کار میں سفر فرما رہے تھے، راستے میں کار خراب ہوگئی۔ دوستوں نے فیصلہ کیا کہ حضرت والا کے ساتھ کچھ احباب کو رکشہ میں سوار کردیا جائے تاکہ منزل پر پہنچ سکیں۔ تھوڑی دیر میں ایک رکشہ آ کر رکا۔ حضرت والا رکشے میں تشریف فرما ہوئے لیکن فوراً ہی اتر گئے۔ خدام کے دریافت کرنے پر فرمایا کہ اس رکشہ میں تصویر لگی ہوئی تھی اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تصویر والی جگہ پر تشریف نہیں لے جاتے تھے۔ گرمی خوب تھی اور لُو چل رہی تھی اور حضرت والا کے کپڑے پسینے سے بھیگتے جا رہے تھے۔ اس حالت میں بہت دیر تک کھڑے رہے۔ جو بھی رکشہ آتا اس میں کوئی نہ کوئی تصویر ہوتی۔ پھر کافی دیر بعد ایک رکشہ آیا جس میں کوئی تصویر نہیں تھی، تب حضرت والا اس میں تشریف فرما ہوئے۔

ایک بزرگ کا خلافِ شریعت عمل دیکھ کر ان کو نصیحت کا خط لکھنا

ایک بڑے صاحبِ نسبت بزرگ جو ڈاکٹر بھی تھے، کراچی میں مطب کرتے تھے۔ انہیں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ دیکھو! کبھی بدنظری مت کرنا۔ وہ بزرگ فرماتے تھے کہ اس دن سے مجھے بدنظری سے ایسی نفرت ہوگئی، جیسے پیشاب پاخانہ سے ہوتی ہے۔ یہ سن کر ہمارے حضرت والا نے فرمایا کہ یہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت تھی کہ رذیلے کا امالہ نہیں ہوا، ازالہ ہوگیا۔ ان کا معمول تھا کہ جب مطب کرتے تھے تو چونکہ بدنظری سے ایسی نفرت ہوگئی تھی اس لئے نظر نیچی رکھتے تھے، دیکھتے ہی نہیں تھے۔ جیسے ہی کوئی عورت آئی، اس کو جلدی سے نسخہ دیا اور وہ فیس دے کر چلی گئی۔ ایک دن حضرت والا ان کے مطب پر تشریف لے گئے تو دیکھا کہ وہاں عورتیں آ رہی تھیں اور مریض اور طبیب کے درمیان کوئی پردہ نہیں تھا۔ حضرت والا واپس تشریف لے آئے اور احقر سے فرمایا کہ ان بزرگ کا تو یہ مقام ہے کہ ان پر کوئی اعتراض نہیں، وہ طبیعت کے پاک صاف ہیں لیکن اس عمل میں دو خرابیاں ہیں: ایک خرابی تو یہ ہے کہ شریعت کا حکم ٹوٹ رہا ہے۔ ایسا تھوڑی ہے کہ اگر کسی کو نامحرم عورت کی طرف رغبت نہ ہو تو اس سے پردہ نہ کرے۔ دوسرا یہ ہے کہ وہ مقتدا ہیں، اس لئے ان کے مریدین پر یہ اثر ہوگا کہ شاید پردہ کرنا اتنا اہم نہیں ہے کیونکہ ہمارے شیخ بھی نہیں کرتے۔ تو یہاں سے فتنے کا دروازہ کھل جائے گا، لوگ پردے کی اہمیت کو نہیں جانیں گے۔ حضرت والا نے ان بزرگ کو "عبداللہ" کے نام سے خط لکھا اور اس خط میں پردے سے متعلق شرعی احکامات ذکر کئے۔ ان بزرگ نے اپنی مجلس میں حضرت والا کے خط کو پڑھ کر سنایا اور فرمایا کہ میرے کسی مخلص دوست نے اس طرف میری توجہ دلائی ہے، میں اس بات سے رجوع کرتا ہوں۔ اس دن کے بعد ان کے مطب پر عورتوں کے حصے میں پردہ لگ گیا۔

پیشانئ اختر کی چمک دیکھ رہے ہیں

حضرت مولانا شاہین اقبال اثرؔ صاحب دامت برکاتہم

کھلتا درِ عرفان تلک دیکھ رہے ہیں
جو مرشدِ کامل کی جھلک دیکھ رہے ہیں

ڈوبے ہیں تحیُّر میں اثر شمس و قمر بھی
پیشانئ اختر کی چمک دیکھ رہے ہیں

احسان کا وہ مرتبہ تقویٰ کی بلندی
انسان کو بھی رشکِ مَلک دیکھ رہے ہیں

جس پھول نے اک عمر ہے کانٹوں میں گزاری
اُس رشکِ گلستاں کی مہک دیکھ رہے ہیں

وہ لوگ کبھی نیک، مَلک ہو نہیں سکتے
نمکین کے جو نوک پلک دیکھ رہے ہیں

اک طائر قدسی پہ فدا جب سے ہوا ہے
پروازِ اثرؔ سوئے فلک دیکھ رہے ہیں

❁ درِعرفان: اللہ کی پہچان کا دروازہ ❁ تحیُّر: حیرانی ❁ مَلَک: فرشتہ ❁ نوک پلک دیکھنا: حُسن کو بغور دیکھنا
❁ طائرقدسی: پاکیزہ پرندہ ❁ فلک: آسمان

بارہواں باب:
مشائخ کی محبت اور ان کا ادب

مشائخ کی محبت اور ان کا ادب

فیض کا مدار شیخ سے قوی تعلق پر ہے

حضرت والا نے فرمایا کہ جس مرید کا جتنا قوی تعلق شیخ سے ہوگا اتنا ہی اس کو فیض ہوتا ہے، چاہے بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔ اگر اس کا باپ صاحبِ نسبت اور ولی اللہ ہے اور صاحبِ دردِ دل ہے اس کو بھی فیض منتقل نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کو قوی تعلق اپنے باپ سے نہ ہوگا، یہاں وراثت نہیں چلتی ہے۔ یہ دردِ دل وہ چیز ہے جو وراثت میں نہیں ملتی، کتنے اولیاء اللہ کے گھر میں شیطان اور کتنے شیطان کے گھر میں ولی اللہ پیدا ہوئے ؎

زادۂ آزر خلیل اللہ ہو
اور کنعاں نوح کا گمراہ ہو

آزر بت پرست کا بیٹا ابراہیم خلیل اللہ بن رہا ہے اور نوح علیہ السلام کا بیٹا کافر ہو رہا ہے ؎

اہلیہ لوطِ نبی ہو کافرہ
زوجۂ فرعون ہووے طاہرہ

حضرت لوط علیہ السلام پیغمبر کی بیوی کافرہ تھی اور فرعون جیسے مردود کی بیوی حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا پاکیزہ اور صحابیہ تھیں۔

حضرت والا کا اپنے شیخ اور ان کے اہلِ خانہ کا ادب کرنا

احقر جامع عرض کرتا ہے کہ حضرت والا کے دل میں اپنے شیخ حضرت شاہ ابرار الحق صاحب کی اتنی عظمت تھی کہ آخری عمر میں اپنے شیخ سے خود بات نہ فرماتے تھے بلکہ جناب فیروز میمن صاحب کی ذمہ داری لگائی تھی کہ وہ حضرت شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بات کر کے پھر حضرت والا کو سب تفصیل بتاتے تھے۔ حضرت والا فرماتے تھے کہ مجھے خوف آتا ہے کہ میری کسی بات سے میرے شیخ مجھ سے ناراض نہ ہو جائیں، اب مجھے اپنے شیخ کی ناراضگی کا بالکل تحمل نہیں ہے۔ حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کو آخر عمر تک پابندی سے خط لکھتے، فیکس کرتے، کبھی اپنے خادم کے ذریعے سے فون کرواتے، اگر کوئی ہندوستان جا رہا ہوتا تو حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اور پیرانی صاحبہ کی خدمت میں ہدیہ بھجواتے، جو حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کا جواب یا پیغام لے کر آتا تو حضرت والا اس سے بہت محبت سے ملتے اور اس کو ہدیہ ضرور دیتے کہ میرے شیخ کے پاس سے آیا ہے۔

حضرت والا فرماتے تھے کہ ''اپنے مشائخ کی خدمت میں ہدیہ پیش کرنا اکابر کا معمول رہا ہے، آج کل اس میں بہت غفلت ہے جس کی وجہ قلتِ محبت ہے حالانکہ شیخ کی محبت اور توجہ حاصل کرنے کا یہ بہترین ذریعہ ہے۔ میرا طالب علمی کا زمانہ بہت غربت کا تھا۔ حکمت پڑھنے کے بعد میڈیکل آفیسر کی ملازمت کو خیرباد کہہ کر میں اپنے شیخ کی خدمت میں آیا تھا اور وہیں علمِ دین بھی حاصل کیا۔ اُس زمانے میں میرے پاس ایک پیسہ بھی نہیں ہوتا تھا تو میں اپنے شیخ کے لئے جنگل سے درخت کی شاخ توڑ کر مسواک بناتا تھا اور شیخ کی خدمت میں پیش کرتا تھا، کبھی استنجاء کے لئے مٹی کے ڈھیلے پیش کر دیتا تھا اور کبھی ایک دوآنہ جمع ہو گیا تو بازار سے الائچی خرید کر شیخ کی خدمت میں پیش کر دی۔ مجھے تو کوئی یہ آدابِ محبت سکھانے والا بھی نہیں تھا، اللہ تعالیٰ ہی میرے دل میں یہ باتیں ڈالتے تھے۔''

مولانا عبدالحمید صاحب (مہتمم دارالعلوم آزاد وِل جنوبی افریقہ) اپنے مرید جناب یوسف ڈیسائی کے ہمراہ ہردوئی جا رہے تھے تو حضرت والا نے ان کے ذریعہ حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک ہدیہ ارسال فرمایا۔ ۲۵/ذوالحجہ ۱۴۲۵ھ مطابق ۵/فروری ۲۰۰۵ء کو جب یہ دونوں صاحبان حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت کو خوب ہشاش بشاش پایا۔ مولانا عبدالحمید صاحب نے عرض کیا کہ ہم دونوں کراچی میں ایک ہفتہ حضرت کی خانقاہ میں رہ کر آئے ہیں تو حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ بہت خوش ہوئے۔ جب حضرت والا کا ہدیہ پیش کیا تو قبول فرمالیا اور ارشاد فرمایا کہ یہ سب تبرک ہے اور حضرت کو دعائیں دیں۔ اسی طرح انتقال سے کچھ ماہ پہلے حضرت والا نے مفتی حسین بھیات صاحب کے ذریعہ بھی ہدیہ بھجوایا تھا۔ مفتی صاحب نے جب حضرت مرشدی کا ہدیہ پیش کیا تو اُس وقت بھی یہی فرمایا کہ یہ تبرکات ہیں اور حضرت کی صحت کے بارے میں دریافت فرمایا اور صحت یابی کی دعا فرمائی۔

۹/ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ مطابق ۱۷/مئی ۲۰۰۵ء کی شب حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے انتقال فرمایا۔ جب حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت کی اطلاع ملی تو حضرت والا کو شدید صدمہ ہوا لیکن ضبط فرماتے رہے مگر جب حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کے داماد حکیم کلیم اللہ صاحب کو تعزیت کے لئے فون کیا تو ضبط کا بند ٹوٹ گیا اور حضرت والا فون پر بے اختیار رونے لگے اور غم میں ساری رات حضرت والا کو نیند نہیں آئی۔ فرمایا کہ مجھے اپنی زندگی میں اپنے تین مشائخ کی جدائی کا غم اُٹھانا پڑا۔

شیخ کے پوتے کا بریف کیس گم ہونے پر بے چینی

مدینہ شریف میں حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے مولانا عبداللہ پھولپوری مدظلہ نے حضرت والا سے درخواست کی کہ یہ میرا بریف کیس ہے، مہربانی فرما کر اگر کسی سے کہہ دیں کہ یہ بریف کیس جدہ میں مجھے دے دیں۔ حضرت والا نے بریف کیس لے کر خادم کو دے دیا اور فرمایا کہ اس کو سامان میں رکھ لیں، جدہ ساتھ لے کر چلنا ہے۔

جب جدہ جانے کے لئے مدینہ شریف ایئر پورٹ کے لاؤنج میں پہنچے تو حضرت والا نے دریافت فرمایا کہ بریف کیس کہاں ہے؟ خادم نے عرض کیا کہ وہ تو ہم ہوٹل میں بھول آئے۔ حضرت والا نے ناراضگی کا اظہار فرمایا اور بہت بے چین ہوگئے، بہت پریشان تھے۔ پھر مدینہ شریف میں جو احباب رہ گئے تھے ان کو فون کروایا کہ فوراً حضرت کے ہوٹل جائیں اور بریف کیس کو جدہ بھجوائیں۔ پورے راستے حضرت والا پریشان رہے اور جب جدہ پہنچے تو دوبارہ مدینہ شریف فون کرکے معلوم کیا تو پتا چلا کہ بریف کیس پیچھے رہ جانے والے حضرت والا کے احباب نے حاصل کرلیا ہے اور کسی کے ساتھ جدہ پہنچانے کا انتظام کر رہے ہیں۔ چند گھنٹوں کے بعد حضرت کے خلیفہ مولانا یونس پٹیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ بریف کیس لئے ہوئے جدہ پہنچ گئے۔ حضرت والا بہت خوش ہوئے اور ان کو بہت دعائیں دیں، فرمایا کہ آپ کیسے آ گئے؟ کسی اور سے بھجوا دیا ہوتا۔ عرض کیا کہ آپ سے دعائیں لینی تھیں، اہلیہ کو ہوٹل پہنچا کر بس میں بیٹھ کر آیا ہوں، بریف کیس حوالے کرکے دوسری بس سے واپس جا رہا ہوں۔

اپنے شیخ کی موجودگی میں حضرت والا پر عظمت کا غلبہ

حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کراچی تشریف لائے تھے اور نواب قیصر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے گھر پر قیام تھا۔ روزانہ عصر کے بعد مجلس ہوتی تھی۔ حضرت والا بھی حاضر تھے اور حضرت کے ایک مرید بھی اس مجلس میں حاضر تھے۔ جس طرح تشہد میں بیٹھا جاتا ہے، حضرت والا اس طرح حضرت شاہ ابرارالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے تشریف فرما تھے۔ جب مجلس ختم ہوئی تو سب حضرت شاہ ابرارالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مصافحہ کے لئے آگے بڑھے تو حضرت والا کے وہ مرید اپنے شیخ یعنی حضرت والا سے ہاتھ ملانے کے لئے آ رہے تھے تو حضرت نے فوراً فرمایا کہ بادشاہ کے ہوتے ہوئے ہماری طرف کیا آ رہے ہو؟ جاؤ حضرت سے ملو۔

شیخ بھی اپنے شیخ کے پاس جائے تو مرید بن کر جائے شیخ بن کر نہیں

شیخ کے ادب کی تعلیم: (سوال) حضرت والا کے ایک مجاز خلیفہ نے حضرت والا سے عرض کیا کہ جب میں آپ کی خانقاہ آتا ہوں تو میرے بہت سے احباب اور مریدین مجھے گھیر لیتے ہیں، مصافحہ شروع کر دیتے ہیں، بعض ہاتھ چومنے لگتے ہیں اور ایک مجمع سا لگ جاتا ہے جو خانقاہ میں مجھے خلافِ ادب معلوم ہوتا ہے، بہت منع کرتا ہوں لیکن لوگ نہیں مانتے۔ مجھے اس معاملے میں بہت تشویش ہے۔ (جواب) ارشاد فرمایا کہ شیخ کا ادب یہ ہے کہ خانقاہ میں جانے کے بعد اپنا وجود ہی نظر نہ آئے کہ ہم کیا ہیں؟ اپنے سب مریدین اور معتقدین کو سمجھا دو کہ شیخ کے سامنے میں شیخ نہیں ہوں، شیخ کے سامنے میں شیخ کا غلام ہوں۔ لہٰذا یہاں کوئی میرا ہاتھ چومے گا یا نصیحت سننے کے لئے

مجمع لگائے گا یا میرے جوتے اٹھائے گا تو میں سختی سے پیش آؤں گا۔ چاہے کوئی مرید ہو یا غیر مرید ہو سب کو ڈانٹ دو کہ مجھے برباد مت کرو اور بدنصیب مت بناؤ، اگر میں بے ادب ہوں گا تو بے نصیب ہو جاؤں گا کیونکہ باادب بانصیب اور بے ادب بے نصیب ہوتا ہے۔ اسی طرح شیخ کے ساتھ سفر میں جاؤ تو خادم بن کر جاؤ، مخدوم بن کر مت جاؤ کہ مریدوں کے مجمع کو لے گئے، کوئی ہاتھ دبا رہا ہے، کوئی پاؤں دبا رہا ہے، جب مخدوم بنو گے تو شیخ کی خدمت کیسے کرو گے اور نفس کیسے مٹے گا؟ نفس کی چالیں بہت باریک ہوتی ہیں، مخلوق میں عزت دکھا کر نفس اندر اندر خوش ہوتا ہے۔ نفس بہت مشکل سے مٹتا ہے، شیخ کے سامنے ذلیل ہو جاؤ، اس کے پاؤں میں خود کو خوب رگڑ والو۔ بزرگوں نے لکھا ہے کہ حبِ جاہ صدیقین کے سر سے بھی سب سے آخر میں نکلتی ہے۔

شیخ کی اولاد کی محبت اور ان کا ادب

حضرت والا نے فرمایا کہ شیخ کے انتقال کے بعد بھی اس کا اور اس کی اولاد کا، اس کے بیٹوں کا، اس کے پوتوں کا ادب لازم ہے۔ خصوصاً اس کی اولاد، بیٹے پوتے اگر عالم اور حافظ بھی ہوں تو سونے پر سہاگہ ہے کہ ان کو شیخ کی نسبت بھی ہے اور علمِ دین کی نسبت بھی ہے۔ میرے شیخ حضرت شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی عادت تھی کہ جہاں بیٹھتے تھے تو پہلے ایک کپڑا بچھاتے تھے لیکن اپنے شیخ حکیم الامت مجدد الملت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر جب حاضر ہوئے تو میں نے دیکھا کہ ادب کی وجہ سے بغیر کچھ بچھائے زمین پر بیٹھ گئے اور رو رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ مجھ کو بھی اور آپ کو بھی اور سب کو باادب بنادے اور بے ادبی سے بچائے۔ آمین۔ آخر میں فرمایا کہ شیخ کے ادب کا یہ مضمون کبھی کبھی مجلس میں سنوا دیا کرو۔

اپنے حاسدین کی مشکل وقت میں خفیہ مدد فرمائی

حضرت والا نے جناب فیروز میمن صاحب سے فرمایا کہ العین (عرب امارات) میں پھولپور، ہندوستان کے ایک صاحب کچھ مشکلات میں ہیں انہیں پیسے بھجوانے ہیں، کیا کوئی انتظام ہو سکتا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ میرے بھائی دبئی میں ہوتے ہیں، ان کا سپلائی کا کام ہے اور العین بھی جانا ہوتا ہے۔ فرمایا کہ ان صاحب کا یہ فون نمبر ہے اور رقم دی کہ یہ رقم ان تک پہنچا دیں۔ دو مرتبہ اسی طرح سے رقم پہنچائی گئی۔ تیسری بار فرمایا کہ ان کو نقصان پر نقصان ہو رہا ہے، یہ مزید رقم لو، اپنے بھائی کے ذریعے سے ان کا اور ان کے گھر والوں کا ہندوستان کا ٹکٹ بنوا کر ان کو ہندوستان بھجوا دو۔ بعد میں پتا چلا کہ وہ حضرت والا کو حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں قیام کے زمانے میں بہت ستاتے تھے لیکن اپنے شیخ کے شہر سے تعلق کی وجہ سے ان کی مدد فرمائی۔

شیخ کے اوقاتِ مجلس میں اپنی مجلس جمانے پر اہم تعلیم

احقر مرتب عرض کرتا ہے کہ چند سال پہلے حضرت والا نے ایک صاحب کو اجازتِ بیعت عطا فرمائی۔ انہوں نے اپنی مجلس کا وہی وقت رکھا جو رات کو حضرت والا کی مجلس کا وقت ہوتا ہے اور شیخ کی مجلس میں نہیں آئے۔ حضرت والا نے ان کے بارے میں دریافت فرمایا کہ کہاں ہیں؟ معلوم ہوا کہ ان کے گھر پر دین کی مجلس ہو رہی ہے۔ حضرت والا نے ناراضگی کا اظہار فرمایا اور فرمایا کہ میرا جو خلیفہ میری مجلس کو چھوڑ کر اپنی مجلس کو گرم کرے گا اس کی گرمیاں بھی سردیاں ہوں گی۔

اپنی مجلس کی بجائے شیخ کی خدمت میں خود کو مٹانے کو ترجیح دو

(سوال) ایک اجازت یافتہ نے عرض کیا کہ سخت عذر و معذرت کے باوجود اور علم و عمل کے اعتبار سے بے مائیگی کے باوجود لوگ حسنِ ظن کی وجہ سے احقر کو بیانات پر مجبور کرتے ہیں۔ اس وقت یہ ہفتہ واری سلسلہ شہر کی مختلف مساجد میں جاری ہے، پتا نہیں یہ سلسلہ مجھے جاری رکھنا چاہیے یا نہیں؟

(جواب) ارشاد فرمایا کہ غور کریں کہ لوگ مجبور کرتے ہیں، کوئی چیز آپ کو اپنے شیخ کی مجلس میں آنے پر مجبور نہیں کرتی؟ ہمارے بزرگوں کا کیا طریقہ رہا ہے؟ اپنے بیانات کی مجالس سجانا یا شیخ کی مجلس میں خود کو مٹانا؟ بیانات کے لئے وقت نکل آنا اور اپنے شیخ کے پاس آنے کی فرصت نہ ملنا قلتِ محبت کی علامت ہے۔ اولیاء اللہ کی تاریخ شاہد ہے کہ جنہوں نے اپنے مشائخ کی قدر کی، اللہ نے ان ہی سے دین کا کام لیا۔

شیخ کی مجلس کے آداب

حضرت والا فرماتے تھے کہ غنیمت سمجھ لو اس مل بیٹھنے کو، مبادا یہ وقت پھر آئے نہ آئے۔ شیخ کی مجلس میں توبہ کر کے آنا چاہیے اور رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ پڑھ کر دعا کرے کہ اے اللہ! میرے گناہوں کی نحوست کی وجہ سے مجھے میرے شیخ کے فیوض و برکات سے محروم نہ فرما۔ اگر برتن صاف نہ ہو تو دودھ والا دودھ نہیں دے گا، اپنے دل کے برتن کو گناہوں سے صاف کر کے آؤ۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اس طرح سنتے تھے کہ ہلتے تک نہ تھے جیسے ان کے سروں پر کوئی چڑیا بیٹھی ہوئی ہو، اور سن کر عرض کرتے تھے کہ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ہم نے سن لیا عمل کریں گے۔

بیان میں شیخ کی طرف دیکھتا رہے، اِدھر اُدھر نہ دیکھے ورنہ دل غائب ہو جائے گا۔ اگر بادشاہ بھی آ جائے تو اس کی طرف نہ دیکھو، شیخ کے سامنے بادشاہ کیا بیچتا ہے۔ ایک صاحب مجلس میں کہیں اور دیکھ رہے تھے۔

حضرت والا نے فرمایا کہ میں آپ کو دیکھ رہا ہوں اور آپ کہیں اور دیکھ رہے ہیں۔ کتنا دُکھ ہو رہا ہے مجھے۔ پھر فرمایا کہ ابھی ابھی اللہ تعالیٰ نے یہ علم عطا فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دیکھتے ہیں اَلَمۡ یَعۡلَمۡ بِاَنَّ اللّٰہَ یَرٰی اُس وقت اگر کوئی بدنظری کر رہا ہو تو اللہ تعالیٰ کو کتنا غصہ آئے گا کہ میں اس ظالم کو دیکھ رہا ہوں اور یہ سڑنے والی لاشوں کو دیکھ رہا ہے۔

اگر گلاس پانی کے کسی بڑے آبشار کے نیچے بھی رکھ دیا جائے لیکن الٹا رکھا ہوا ہو تو قیامت تک بھی نہیں بھرے گا، اس لئے مجلس میں دل کے گلاس کو سیدھا کر کے آؤ، شیخ سے جتنا نیک گمان ہوگا اتنا ہی فائدہ ہوگا۔

جب کوئی خلیفہ اپنے بزرگوں کی، مشائخ کی اور بڑوں کی بات سنائے تو جن کی بات ہے ان کا نام لے کر بتائے کیونکہ بڑوں کی بات کا انکار مشکل ہوتا ہے اور سامعین سے بھی توقع ہو جاتی ہے کہ وہ قبول کریں گے اگرچہ چھوٹوں کی زبان سے نکلے لیکن نقلِ اقوالِ اکابر کی برکت سے چھوٹوں کی بھی قدر بڑھ جاتی ہے۔ ٹونٹی کتنی ہی خراب ہو لیکن اگر بڑے دریا کے پانی سے اس کا تعلق ہے تو اس ٹونٹی میں منہ لگاتے ہوئے کسی کو شرم نہیں آتی کیونکہ جانتا ہے کہ یہ پانی دریائے ستلج یا راوی سے آرہا ہے، پینے والوں کے مقابلے میں ٹونٹی تو چھوٹی ہے لیکن سمجھتا ہے کہ واسطہ تو چھوٹا ہے مگر اس کا بہت بڑے دریا سے تعلق ہے۔

کوشش کرو کہ شیخ کو بلا ارادہ بھی کوئی تکلیف نہ پہنچے

احقر جامع عرض کرتا ہے کہ ایک مرتبہ جمعہ کے روز بعد فجر تقریباً ایک گھنٹہ حضرت والا ارشادات فرماتے رہے اور قبل جمعہ مسجد اشرف میں حضرت مرشدی کا بیان بھی ہوتا تھا، تو احقر نے یہ سوچ کر کہ حضرت والا کو تعب ہو جائے گا عرض کیا کہ آج جمعہ کی بھی مجلس ہے اور حضرت والا کو آرام کی ضرورت ہے تو حضرت نے فرمایا کہ جزاک اللہ! اللہ تعالیٰ اس محبت کا آپ کو اجر عطا فرمائے لیکن آپ کو یہ مشورہ دیتا ہوں کہ آئندہ سے یاد بھی نہ کراؤ۔ اللہ جب دردِ دل دیتا ہے تو مضامین کے بیان کی طاقت بھی عطا فرما دیتا ہے اور دوسری مجلس کے لئے بھی طاقت عطا فرما دیتا ہے لہٰذا اس بات کو یاد رکھو کہ آئندہ سے کبھی ایسا مشورہ نہیں دو۔ بارش تو اس وقت ہو رہی ہے، بادل کا وزن تم کیسے روک سکتے ہو؟ رٹی رٹائی تقریر والے رٹو مقرر کو مشورہ دے دو مگر جن کے قلب پر اللہ کی طرف سے بادل آتے ہیں تو بادل جب تک برس کر اپنا وزن ہلکا نہ کر لیں وہ جا نہیں سکتے۔ اس طریق میں اللہ والوں کو خصوصاً اپنے متبع سنت و پابندِ شریعت شیخ کو خوش رکھنا سالک پر فرض ہے اور شیخ جو ہدایت دے اس پر عمل کرنا بھی فرض ہے اور اللہ والوں کو دُکھ دینا چاہے غیر شعوری اور غیر ارادی طور پر ہو سخت مضر ہے۔ اللہ والوں کو اذیت دینے والے سے اللہ ناراض ہو جاتا ہے، اس لئے اللہ والوں کو ستانا کفر سے بھی زیادہ خطرناک ان معنوں میں ہے کہ کافر تو مسلمان ہو سکتا ہے لیکن اپنے اولیاء کی اذیت سے اگر اللہ

ناراض ہوگیا تو کلمہ دل سے نکل جائے گا۔ اس لئے اس کی کوشش کرو کہ بلاقصد اور بلاارادہ بھی شیخ کو تم سے کوئی تکلیف نہ پہنچے جبکہ شیخ بار بار تنبیہ بھی کرے کہ یہ کام نہ کرو یا فلاں کام کرو۔ پھر بار بار اس کی خلاف ورزی کرنا، یہ کیا ہے؟ لہٰذا خبردار ہوجاؤ کہ یہ بڑی نالائقی اور کم بختی کی بات ہے۔ شیخ کی بات کو معمولی مت سمجھو۔ اس میں لاپروائی نہ کرو، پابندی سے اس کا اہتمام کرو۔ دیکھو! صحابہ رضی اللہ عنہم نے محبت کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کڑوی دوا پلادی تھی جس کو پلانے سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے منع فرمایا تھا۔ جب آپ کو ہوش آیا تو آپ کو ناگواری ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنہوں نے مجھے کڑوی دوا پلائی ہے سب کو وہی دوا پلائی جائے۔ محدثین لکھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کڑوی دوا پلا کر تھوڑا سا انتقام اس لئے لے لیا ورنہ اللہ کا انتقام آنے کا اندیشہ تھا۔ دیکھئے! صحابہ نے اخلاص سے دوا پلائی تھی مگر اپنے مقبول بندوں کی طبعی تکلیف پر اخلاص بھی پسند نہیں، طبعی تکلیف کی وجہ سے اللہ نے اخلاص کو بھی پسند نہیں کیا۔ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے اسی حدیث سے ثابت کیا ہے کہ شیخ کو طبعی تکلیف بھی نہ دو۔

بس یاد رکھو کہ شیخ کی محبت آدابِ شاہراہ اولیاء کے ساتھ کرو۔ کسی ملفوظ میں دکھا دو کہ مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ یا مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ یا مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ جیسے بڑے بڑے علماء نے حضرت حکیم الامت کو مشورہ دیا ہو کہ حضرت آج فلاں وقت آپ کا بیان بھی ہے لہٰذا اس وقت زیادہ بیان نہ فرمائیے۔ حکیم الامت نے فرمایا کہ اگر بھول کر شیخ بدپرہیزی بھی کررہا ہو تو اس کو یاد بھی نہ دلاؤ کہ یہ آپ کو مضر ہے۔ راہِ سلوک آسان نہیں ہے۔ بہت عقل چاہیے، عقلِ سلیم چاہیے اس کے لئے دعا بھی کرو کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عطا فرمائے۔ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ بادشاہوں کے ساتھ رہنا آسان ہے مگر اللہ والوں کے ساتھ رہنا مشکل ہے کیونکہ ذکر اللہ کی برکت سے ان کے مزاج میں انتہائی لطافت آجاتی ہے اس لئے اللہ والوں کے غلاموں کو عقل وفہم بادشاہوں کے غلاموں سے زیادہ مانگنا چاہیے اور اللہ والوں کے جو غلام ہیں ان کے مزاج کی بھی رعایت کرو اور یہ جملہ اپنے لئے کہتا ہوں کیونکہ میری اللہ والوں کی غلامی سے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ لہٰذا اللہ والے یا اللہ والوں کے غلام جو حکم دیں ویسا ہی کرو۔ بعض بے وقوف کہتے ہیں کہ ہم شیخ کی بھلائی کی خاطر حکم کے خلاف کریں گے چاہے ڈانٹ کھائیں یا مار کھائیں لیکن اگر یہ بات ہوتی تو جن لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے منع فرمانے کے باوجود آپ کو غشی کی حالت میں کڑوی دوا پلادی تھی، ان کو سزا نہ ملتی۔

سالکین کی استعداد کے مطابق شیخ کو مضامین کا القاء ہونا

ارشاد فرمایا کہ اللہ تو رب العالمین ہے، ماں باپ سے بچوں کو جو کھانا ملتا ہے وہ رزق اللہ تعالیٰ ہی تو ماں باپ کو دیتے ہیں، بچے کہاں سے کما رہے ہیں؟ لیکن اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ اس بچے کو کیا غذا مفید ہوگی؟ ہم نے اِس کو

بادشاہ بنانا ہے، اُس کو عالم بنانا ہے تو مفید غذاؤں کا انتظام ماں باپ کو دیا جاتا ہے، اسی طرح طالبین کے لئے جو روحانی غذا شیخ کے قلب میں آئے یعنی اللہ تعالیٰ جو مضامین دل میں ڈالیں سمجھ لو کہ اس وقت ہماری تربیت کے لئے یہی غذا مفید ہے، چونکہ اللہ تعالیٰ ربُّ الابدان بھی ہیں اور ربُّ الارواح بھی ہیں، بدن کی تربیت بھی کرتے ہیں کہ ماں باپ کو روٹی دیتے ہیں اور روح کی تربیت بھی کرتے ہیں کہ مرشد کو مضامینِ عالیہ دیتے ہیں۔

لہٰذا شیخ جب کوئی مضمون بیان کر رہا ہو تو لقمہ نہ دو کہ حضرت فلاں وقت آپ نے یہ بھی بیان کیا تھا۔ حضرت شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں بھی بعض مرتبہ ایسی باتیں ہوتی تھیں کہ کسی وقت کچھ بیان ہوا، کسی وقت کچھ بیان نہیں ہوا لیکن ہم لوگ خاموش رہتے تھے، ایک دفعہ یاد دلایا تو ڈانٹ پڑگئی، فرمایا کہ بولا مت کرو! جو اوپر سے آئے، اس میں دخل اندازی مت کرو، جو آئے اسے پی لو، جو جام و مینا اُس میکدۂ ازل سے، اُس عالمِ غیب سے آئے اُس جام و مینا کو پی لو، اس وقت یہ مت کہو کہ پہلے آپ نے یہ پلایا تھا، اس کی یاد بھی مت دلاؤ! اگر اعلان کیا جائے کہ دس بجے سے گیارہ بجے تک فلاں سبق ہوگا، تو اس کا مزہ الگ ہے اور ایک یہ ہے کہ کوئی مضمون مقرر نہیں ہے، چلتی پھرتی درسگاہ، چلتا پھرتا مدرسہ، چلتی پھرتی خانقاہ، تو یہ خانقاہ انتظام و ترتیب کے تابع نہیں ہوتی، اس کا مزہ الگ ہے، اس زمین کا خاص تعلق اوپر سے ہوتا ہے۔ جب آجائے بیان کردیا جب نہیں آئے کچھ بیان نہیں کرتا، آسمان کی گرم گرم زیادہ مزیدار ہوتی ہے۔

ادب کے متفرق واقعات

علم، قلم، سیاہی، کتاب وغیرہ کا ادب

(۱) علم سے متعلق کوئی بھی چیز ہوتی تو حضرت والا اس کا بہت ادب سکھاتے، مثلاً جس قلم سے لکھتے ہو، اس کا ادب کرو، اس کو پھینکو نہیں، اس سے لکھنے کے علاوہ کوئی دوسرا کام نہ لو (بعض لوگ قلم سے ازار بند ڈالنے کا کام لیتے ہیں)، اگر سیاہی انگلی پر لگ جائے تو بغیر چھڑائے ہوئے بیت الخلاء نہیں جاؤ۔ اسی طرح حضرت والا کے کمرے میں ہمیشہ دو ٹوکریاں رہتیں، ایک ٹوکری (کاغذ دان) جو صرف کاغذ ڈالنے کے لئے مخصوص ہوتی اور دوسری ٹوکری ردی چیز ڈالنے کے لئے ہوتی۔ ایک اصول یہ بتایا ہوا تھا کہ کتاب، کاپی، روپے یا کھانے پینے کی کوئی شے ہو تو دائیں ہاتھ میں لینا چاہیے اور جوتے چپل یا اور کوئی کم درجے کی چیز ہو تو بائیں ہاتھ میں لیں، نیز دینی کتاب کو ہاتھ میں لے کر لٹکانے سے منع فرماتے بلکہ اوپر سینے سے لگا کر رکھنے کا فرماتے۔ ایک خاص نصیحت یہ بھی تھی کہ کسی دینی کتاب کے اوپر کوئی دنیاوی کتاب نہ رکھی جائے۔ دینی کتابوں میں بھی درجہ بدرجہ ترتیب سکھاتے تھے مثلاً قرآن پاک کے اوپر

حدیث شریف کی کتاب نہیں ہونی چاہیے، حدیث شریف پر فقہ اور فقہ کی کتاب پر منطق کی کتاب نہیں رکھنی چاہیے۔ اسی طرح تفاسیر و شروحات کی ترتیب تھی کہ سب سے اوپر تفسیر ہو، پھر حدیث، پھر فقہ، پھر دیگر فنون کی کتابیں (ادب، بلاغت، منطق وفلسفہ وغیرہ)۔

جن لوگوں کے گھر پر تصویر والا اخبار آتا ہے ان سے فرماتے کہ اخبار کو چھپا کر رکھا کرو، اس میں جو تصویریں ہوتی ہیں ان کی وجہ سے رحمت کے فرشتے گھر میں نہیں آتے۔

ایک نصیحت یہ بھی تھی کہ بڑے جو کام کرنے کو کہیں تو اس کو اگر کر لے تو بھی اطلاع کرنا چاہیے تا کہ ان کا دل اس طرف سے بے فکر ہو جائے اور اگر کسی وجہ سے نہیں کر سکا تو بھی اطلاع کرے کہ اس وجہ سے یہ کام نہیں ہو سکا۔

(۲) حضرت والا کھانا کھانے کے بعد جب تسلے (سِلفچی) میں ہاتھ دھوتے اور کلی کرتے تو پھر اسی برتن میں ناک صاف نہیں کرتے تھے کہ اس میں ہاتھوں پر لگے ہوئے کھانے کے ذرات آچکے ہیں، پہلے وہ برتن دھلواتے، پھر ناک صاف کرتے۔

(۳) جب حضرت والا کو ۲۰۰۰ء میں فالج ہوا تو حضرت والا اپنے پلنگ پر ٹانگیں پھیلا لیتے تھے تا کہ پیروں میں دورانِ خون چلتا رہے اور پیر سُن نہ ہو جائیں لیکن جب مجلس میں تشریف فرما ہوتے تو حضرت والا ڈیڑھ ڈیڑھ گھنٹے تک پاؤں اندر سکوڑ کر رکھتے۔ ایک بار پوچھا گیا کہ آپ کو اتنی تکلیف ہو رہی ہے تو آپ پیر سیدھے کر لیا کریں؟ فرمایا کہ میرے پیر لوگوں کی طرف ہوتے ہیں جو اللہ کے لئے یہاں آتے ہیں، اس وجہ سے میں ان کی طرف پیر نہیں کرتا ہوں۔ عرض کیا گیا کہ آپ کی تو مجبوری ہے اور مجبوری میں اس طرح کرنے کی گنجائش ہے، فرمایا کہ میرا دل نہیں مانتا۔

حضرت والا کا مدینہ شریف کا کمالِ ادب

ایک صاحب جو دبئی میں رہتے ہیں اور اکثر پاکستان آتے رہتے ہیں، ان سے حضرت والا نے دریافت فرمایا کہ مکہ شریف اور مدینہ شریف جاتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ حضرت والا کی جوتیوں کے صدقہ میں مہینہ میں کئی بار حاضری کی توفیق ہوتی ہے۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ جوتیوں کا لفظ اللہ کے گھر کے لئے استعمال نہ کرو، اللہ کے گھر کی ناقدری اور بے ادبی ہے۔ پیر ہو یا پیر کا باپ ہو، وہاں اس کی جوتیاں بھی نہیں جا سکتیں، وہ خود وہاں ننگے پیر جاتا ہے، اللہ کے گھر کسی کی جوتیوں کے صدقہ میں نہیں جاتے، اللہ کے گھر صرف اللہ کے کرم سے بندہ جاتا ہے۔ یہ ملفوظ سن کر ایک ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ فالج کے باوجود حضرت والا کی ذہنی صحت حیرت انگیز ہے، الحمد للہ۔

وہ اپنے ہاتھ میں ہمارا ہاتھ لے کے چلتے ہیں

از کلامِ مولانا شاہین اقبال اثرؔ صاحب دامت برکاتہم

جو اپنے دل میں خالقِ حیات لے کے چلتے ہیں
وہ اپنے ساتھ ساری کائنات لے کے چلتے ہیں

جہاں بھی جائیں چشمِ اَشکبار ساتھ ساتھ ہو
وہ نیل اور دجلہ و فرات لے کے چلتے ہیں

جہاز قربِ حق کا آسماں پہ ہوتا ہے مگر
نزول کر کے ہم کو اپنے ساتھ لے کے چلتے ہیں

زمانے بھر کے بُت ہمارا کیا بگاڑیں گے بھلا
کہ اپنے ساتھ ہم خدا کی ذات لے کے چلتے ہیں

وہ کیا جواب دیں گے جا کے منکر و نکیر کو
رہِ حیات میں جو منکرات لے کے چلتے ہیں

بیاں کرے گی حال کو زبانِ عقل کس طرح
دیوانے جب ہی عشق کی لُغات لے کے چلتے ہیں

ہم اس لئے ہیں مطمئن رہِ سلوک میں اثرؔ
وہ اپنے ہاتھ میں ہمارا ہاتھ لے کے چلتے ہیں

❁ نیل، دجلہ، فرات: تین مشہور دریاؤں کے نام ہیں ❁ بُت: باطل خدا، حسین
❁ منکَر، نکیر: دو فرشتوں کے نام جو قبر میں سوال پوچھیں گے ❁ لغات: لغت کی جمع یعنی زبان، بولی
❁ وہ اپنے ہاتھ میں ہمارا ہاتھ لے کے چلتے ہیں: شیخ اور مرید کے تعلق کو بیان کیا گیا ہے

شیخِ وقتِ عالمگیر ۔ میرا خواجہ میرا پیر

از کلامِ مولانا شاہین اقبال اثرؔ صاحب دامت برکاتہم

میرے خوابوں کی تعبیر — میری آنکھوں کی تنویر
میری الفت کی جاگیر — خُلق و رحمت کی تفسیر
تیری صحبت پُر تاثیر — تیری خاموشی تقریر
شیخِ وقتِ عالمگیر
میرا خواجہ میرا پیر

فکرِ دنیا سے آزاد — غمِ عقبیٰ سے دل شاد
تیرا نالہ و فریاد — مثلِ حاجیؒ امداد
پیشِ باطل ہے فولاد — راہِ حق کا ہے فرہاد
دینِ حق کی ہے شمشیر
میرا خواجہ میرا پیر

نفس و شیطاں سے ہے جنگ — تو نے سکھلایا ہے ڈھنگ
اب ہے میرا اَنگ اَنگ — عشقِ حق سے مثلِ چنگ
ہے یہ اصلی راگ و رنگ — جینا مرنا تیرے سنگ
میری جاں میری تقدیر
میرا خواجہ میرا پیر

تیرا ہم پر ہے احسان کیا واقفِ رحمٰن
ساری دنیا میں فیضان کیا بتلاؤں تیری شان
میرے دل کا ہے ارمان تجھ پر ہو جاؤں قربان
تو ہی بتلا کچھ تدبیر
میرا خواجہ میرا پیر

تیرے رُخ پر ایسا نور جس سے دل میرا مسرور
پارہ پارہ ہے یہ طور تیرا جلوہ ہے بھرپور
حسنِ خالق ہے مستور جب ہی آنکھیں ہیں مخمور
دل کو کرتا ہے تسخیر
میرا خواجہ میرا پیر

تیری مجلس حق و ہُو تیرا چرچہ کُو بہ کُو
رنگ لایا چار سُو تیرے ارماں کا لہو
جو ہے تیرے روبرو مست و بے خود بے سُبو
دل میں لاگے تیرا تیر
میرا خواجہ میرا پیر

تجھ پر اے جانِ اختر قرباں خورشید و قمر
حسنِ یزداں کا مظہر مثلِ شمس ہے اظہر
تیری آہوں میں اثرؔ دل کو کرتا ہے مضطر
تیرا نالۂ شب گیر
میرا خواجہ میرا پیر

کہیں مدت میں بھیجتا ہے ساقی ایسا مستانہ

دلِ تاریک روشن کر دیے تیری نگاہوں نے
درِ توبہ پہ رکھ دی اپنی پیشانی گناہوں نے

کتابِ زندگی کا ہر ورق تصویرِ سنت ہے
تری ہر نقل و حرکت نقشۂ تدبیرِ سنت ہے

شرف تجھ کو ملا بزمِ ولا کی باریابی کا
صحابی گو نہیں لیکن نمونہ تھا صحابی کا

کسے گنجائشِ شک ہے مبارک کامرانی میں
کہ اک دنیائے ہو چھوڑی ہے اس دنیائے فانی میں

لکھے گا وقت آبِ زر سے تیرے کارناموں کو
مسلماں حفظ کر لیں کاش ان زرّیں اصولوں کو

اجالا اس طرح کرتا تھا پیدا ذہنِ فاسق میں
سُپیدہ جیسے اُگتا ہو ریاضِ صبح صادق میں

نچھاور روح کرتا تھا نشانِ پائے احمد[۱] پر
تصور اڑتا رہتا تھا ہمیشہ سبز گنبد پر

یہ خدامِ شریعت ہیں جو مانندِ پیمبر ہیں
وہ دریا کیسا ہوگا جس کے یہ قطرے سمندر ہیں

جو سچ پوچھو جہاں میں قطبِ ارشاد و ہدایت تھا
ترے تبلیغ کے ہاتھوں میں فانوسِ ہدایت تھا

ابلتا دیکھتا ہوں کوثرِ عرفاں کا فوارہ
نظر کو بخشتا ہے دولتِ انوار کا نظارہ

اسی ماحول میں گم ہو گیا ہنستا ہوا تارہ
سوادِ اعظمِ اسلام کا رخشندہ مہ پارہ

وہ تارہ جو رہا ملفوف احرامِ قیادت میں
گزاری جس نے اپنی زندگی اصلاحِ امت میں

جہاں سے نقش مٹ سکتا نہیں اللہ والوں کا
یہ تیرا مرثیہ کیا ہے قصیدہ ہے کمالوں کا

عقیدت نے جسے لکھا ہے قرطاسِ محبت پر
جسے بیتابیاں پڑھتی ہیں خلوت میں بچشمِ تر

کہیں مدت میں بھیجتا ہے ساقی ایسا مستانہ
بدل دیتا ہے جو بگڑا ہوا دستورِ میخانہ

❁ بزمِ وَلا: بزمِ الفت ❁ سپیدہ: سفیدی ❁ ریاض: روضہ کی جمع، بہت سے باغ ❁ ملفوف: لپٹا ہوا
❁ قرطاس: کاغذ

۱؎ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

(شاعر رمزیؔ اٹاوی)۔ از اشرف السوانح

تیرہواں باب

مخلوق میں محبوبیت
اور
مایوس لوگوں پر شفقت

خدمتِ اختری دائمی سروری[1] سلطنت سے غنی ہے فقیر آپ کا
پیار سب کے لئے آپ کے قلب میں ہر غریب آپ کا ہر امیر آپ کا

[1] سروری: سرداری، بادشاہت

از کلام مولانا منصور الحق ناصؔر صاحب دامت برکاتہم

مخلوق میں محبوبیت اور مایوس لوگوں پر شفقت

ملک دراصل تو خاصانِ خدا کا ہے انیسؔ
دل جھکے پڑتے ہیں قدموں پہ حکومت کے بغیر

لوگ ایسے ٹوٹے پڑتے تھے جیسے شیرے پر چیونٹیاں ہوں

احقر راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ ایک مرتبہ جب احقر نے حضرت والا سے حضرت کی سوانح لکھنے کے لئے عرض کیا تھا تو حضرت والا نے فرمایا تھا کہ ''اللہ تعالیٰ میرے درد کو ضائع نہیں کرے گا، مزید فرمایا کہ میرے یہ مواعظ خود میری سوانح ہیں، جس کے دل میں دردِ محبت ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی خوشبو کو سارے عالم میں خود ہی نشر فرما دیتے ہیں۔'' ہم نے سعودی عرب، پاکستان، بنگلہ دیش، جنوبی افریقہ، لندن، امریکا، کینیڈا وغیرہ میں بھی دیکھ لیا۔ بنگلہ دیش میں بیک وقت دس دس ہزار کا مجمع ہوتا تھا اور کوئی وقت خالی نہیں جاتا تھا کہ آرام کر سکیں۔ حضرت والا کو نیند کا بھی وقت نہیں ملتا تھا۔ بعض وقت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے حجرے کا دروازہ بند کرنا پڑتا تھا، لوگ آتے ہی رہتے تھے۔ جنوبی افریقہ میں بھی بڑے بڑے علماء ہر وقت آتے رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کو ایسی محبوبیت اور دردِ محبت عطا فرمایا تھا جیسے شیرے پر چونٹیاں چپک جاتی ہیں، اسی طرح لوگ حضرت والا کے گرد چمٹے رہتے تھے۔

عشقِ الٰہی کے اس آتش فشاں کو کوئی نہ پہچان سکا

حضرت والا سراپا محبت، سراپا کرم تھے بقول بنگلہ دیش کے ایک عالم اور حضرت والا کے خلیفہ مولانا حبیب اللہ صاحب کے کہ اگر اللہ تعالیٰ محبت کو کوئی شکل اور جسم دیتے تو وہ حضرت والا ہوتے گویا محبت، حضرت والا کی شکل میں متشکل ہوگئی تھی اور اس میں کیا شک ہے کہ حضرت والا مجسم محبت تھے۔ سینہ میں درد بھرا دل سارے عالم میں حضرت والا کو اللہ کے لئے بے قرار رکھتا تھا۔ حضرت والا ہی کا شعر ہے ؎

اخترؔ کو کیا ہوا ہے کہ عالم میں ہر طرف
پھرتا ہے اپنا چاک گریباں کئے ہوئے

حضرت والا کے قلبِ مبارک میں دردِ محبت کا ایک بے مثل اور نایاب خزانہ تھا جس کے متعلق احقر کا گمان اقرب الی الیقین ہے کہ امت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت کو اس میں بالکل منفرد فرمایا تھا اور آنے والی صدیاں ان شاء اللہ تعالیٰ اس کی گواہی دیں گی اور آنے والی نسلیں اس دردِ محبت سے مست ہو کر سر دُھنیں گی کہ آہ! عشق کا ایسا آتش فشاں اُمت میں موجود تھا جس کو کوئی پہچان نہ سکا اور قدر نہ کر سکا، آج حسرت ہوتی ہے کہ ہم نے اس بے مثل خزانہ سے کچھ حاصل نہ کیا۔ اللہ کی محبت کی یہ آگ حضرتِ اقدس کو بے قرار رکھتی تھی، حضرت والا چاہتے تھے کہ ہر دل میں اللہ کی محبت کی آگ لگ جائے اور ہر شخص معمولی درجہ کا ولی اللہ نہیں، ولایتِ صدیقیت کی آخری سرحد تک پہنچ جائے۔ حضرت والا کی زندگی کا یہی مقصد اور یہی مشن تھا جس کے لئے ہمیشہ سفر و حضر میں حضرت والا کو بے قرار پایا۔

نیست معشوقی ہمیں زلفِ چلیپا داشتن

ایک بیان کے دوران حضرت والا نے رومال طلب فرمایا تو ایک شخص نے ٹشو پیپر پیش کیا اور احقر (جامع) نے حضرت والا کا رومال جو احقر کے پاس تھا پیش کیا لیکن حضرت والا نے ان صاحب کا ٹشو پیپر استعمال فرمایا اور فرمایا کہ میاں سن لو! میرے مرشد شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک شعر پڑھتے تھے۔ غالباً آج اس مسجد میں پہلی دفعہ یہ شعر پڑھ رہا ہوں، میری اولاد نے بھی نہیں سنا، میرے احباب نے بھی نہیں سنا، میر صاحب جو تیس برس سے میرے ساتھ ہیں انہوں نے بھی نہیں سنا، پہلی دفعہ پیش کر رہا ہوں، ابھی نہ جانے کتنے خزانے اس فقیر کے قلب میں ہیں، آہ! میرے شیخ یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

نیست معشوقی ہمیں زلفِ چلیپا داشتن

زلفِ چلیپا کہتے ہیں لمبے لمبے بالوں کو۔ فرماتے ہیں کہ معشوقی اس کا نام نہیں ہے کہ پٹے رکھ لو، زلفیں بڑھا لو، بڑی بڑی زلفیں رکھنے کا نام مشیخت نہیں ہے۔ شیخ بننا آسان نہیں ہے، صرف بڑی بڑی زلفیں رکھنے سے کام نہیں بنتا بلکہ ؎

دردِ سر بسیار دارد پاسِ دلہا داشتن

(اس مصرع کو حضرت والا نے بہت درد کے ساتھ بار بار چھ دفعہ پڑھا) اپنے احباب کے دلوں کا خیال رکھنا کہ میری ذات سے ان کو تکلیف نہ ہو بڑا مشکل کام ہے، سب کی دلجوئی کرنا اتنا آسان کام نہیں ہے، اصلی شیخ وہی ہے جو دلوں کا خیال رکھتا ہے۔ میں نے اپنے بزرگوں سے سیکھا ہے کہ کسی اللہ والے کی دل شکنی نہ ہو، اس کا دل نہ ٹوٹنے پائے۔ اب اس بیچارے نے ٹشو پیپر دیا، کس محبت سے دیا اور مجھے رومال بھی پیش ہوا مگر یہ رومال تو میرا ہی ہے، اگر میں اپنے رومال کو نہ استعمال کروں تو کوئی شکایت نہیں کرے گا لیکن اگر ٹشو پیپر استعمال نہ کرتا تو اس کا دل دُکھ جاتا کہ میرا ٹشو پیپر قبول نہیں ہوا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق دی کہ ٹشو پیپر استعمال کروں۔ یہ توفیق ہونا بھی میرے بزرگوں کی جوتیوں کا صدقہ ہے۔

دریادِ کُھلنا (بنگلہ دیش)

اہلِ کُھلنا (بنگلہ دیش) کی محبت میں یہ اشعار حضرت والا نے وہاں کے دورے کے موقع پر ارشاد فرمائے تھے، بعد میں مختلف مواقع پر دیگر شہروں کے نام سے بھی پڑھے گئے۔

❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀

کُھلنا کے رہنے والو

کُھلنا کے رہنے والو! الفت کرو خدا سے
سنت پہ جان دے کر انعام لو خدا سے

جو خود ہیں مرنے والے اُن پر نہ جان دینا
دی جس نے زندگی کو اُس پر ہی جان دینا

جنت ملے گی ہم کو سنت کے راستے سے
خوش ہو گا میرا مولیٰ سنت کے راستے سے

اللہ کے لئے تم مجھ کو نہ بھول جانا
اے ساکنانِ کُھلنا اخترؔ کو یاد رکھنا

میرا پیام سن کر مجھ کو دعائیں دینا
وعدہ ہے تم سے میرا تم کو دعائیں دینا

لوگوں کی حضرت والا سے محبت کی چند جھلکیاں

جب شمع محبت دل میں لئے محفل میں ہو کوئی صاحبِ ضو
پھر عشقِ خدا کے پروانے خود اُڑ کر وہاں آ جائیں گے

حضرت والا کا یہ شعر بالکل حضرت والا کے مقامات اور حالات کی عکاسی کرتا ہے۔ ہم سب نے دیکھا کہ جہاں بھی حضرت والا نکل گئے تو وہاں ایک مجمع پیچھے پیچھے ہوتا تھا۔ جس طرح شمع پر پروانے جاتے ہیں، ایسے ہی اللہ کے عشاق اللہ والوں کے پاس جاتے ہیں، اس کے لئے کسی اشتہار کی ضرورت نہیں ہوتی۔ جیسے تائب صاحب نے حضرت والا کی شان میں فرمایا تھا۔

لوگ صحراؤں سے گلشن پہنچے
کب کسی نے تھا اشتہار دیا

اللہ والوں کا اشتہار نہیں دیا جاتا، ان کی ذات سارے عالم میں خود اشتہار ہوتی ہے۔

بیرونِ ملک کے اسفار کے دوران حضرت والا بغیر کسی تشہیر کے کبھی ٹہلنے تشریف لے جاتے تو پیچھے موٹروں کی لائنیں لگ جاتیں چاہے وہ جنگل ہی کیوں نہ ہو، ہر موٹر میں پانچ پانچ چھ چھ لوگ ہوتے۔ دونوں حرمین شریفین میں لوگ آپ کو دیکھ کر رُک جاتے، ہاتھ ملاتے، ہاتھوں کو چومتے، ٹک ٹکی باندھ کر دیکھتے رہتے اور کہتے کہ ان بزرگ کے چہرے پر بہت نور ہے۔ بار بار لوگوں کا رَش لگنے کی وجہ سے وہاں کی پولیس (شرطہ) آ کر کہتے تھے کہ رَش مت لگاؤ لیکن شرطے بھی کئی بار اپنی جگہ چھوڑ کر حضرت والا سے آ کر ملے۔

آخری عمر میں حضرت والا کی خوراک بہت کم ہوگئی تھی۔ جنوبی افریقہ کے سفر میں وہاں کے میزبان حضرت کی پلیٹ میں کھانا جان بوجھ کر زیادہ اتارتے تھے تاکہ جو بچ جائے تو ان کو حضرت والا کا برکت والا پس خوردہ کھانے کو مل جائے (اگر میزبان اپنے مہمان کی پلیٹ میں زیادہ کھانا اتار دے تو مہمان پر اس پلیٹ کو صاف کرنا لازم نہیں البتہ اس کے بچے ہوئے کھانے پر پہلا حق میزبان کا ہوتا ہے، وہ چاہے تو کسی اور کو بھی شریک کرلے۔ جامع) بعض اوقات میزبان کے بے تکلف دوست حضرت والا کا بچا ہوا کھانا لینے کے لئے میزبان سے چھینا جھپٹی سے بھی گریز نہ کرتے۔ ایک بار ڈربن جنوبی افریقہ (۱۹۹۵ء) کے سفر میں کھانا کچھ کم بچا تو سب آپس میں ضد کر رہے تھے۔ ایک بڑے عالم آئے اور انہوں نے وہ بچا ہوا کھانا دیگ میں ڈال کر سب ملا دیا اور کہا کہ اب سب یہ برکتی کھانا کھاؤ۔

دریادِڈربن (جنوبی افریقہ)

حضرت والا ہوائی جہاز سے ڈربن سے کیپ ٹاؤن تشریف لے جارہے تھے تو احقر عشرت جمیل سے فرمایا کہ تم پیچھے چلے جاؤ اور مولانا یونس پٹیل صاحب سے کہو کہ وہ یہاں میرے پاس آ جائیں۔ احقر نے پچھلی سیٹ پر مولانا سے جا کر کہا کہ حضرت والا آپ کو یاد فرما رہے ہیں۔ مولانا حضرت والا کے پاس جا کر بیٹھ گئے۔ حضرت والا نے اپنی جیب سے ایک نوٹ بک نکالی اور کچھ لکھنا شروع کر دیا۔ مولانا حضرت والا کو لکھتا ہوا دیکھتے رہے، جب وہ اشعار ''دریادِ ڈربن'' مکمل ہو گئے تو حضرت والا نے مولانا کو یہ اشعار دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ اشعار میر صاحب کو دکھا دیجئے۔ اپنے ایک عاشقِ صادق کے لئے حضرت والا کے یہ اشعار قلبی محبت کے آئینہ دار ہیں۔

لغت سے ہم سمجھتے تھے کہ یہ کوئی بیاباں ہے
مگر دیکھا تو ڈربن دوستو رشکِ گلستاں ہے

یہاں کے دوستوں سے قلب و جاں مسرور ہیں میرے
خدا کے فضل سے ڈربن ہمارا فرحتِ جاں ہے

اسی ڈربن میں ہے اِک خادمِ دیں مولوی یونس
مری آہ و فغاں کے نشر کا جو ساز و ساماں ہے

ہمارے دردِ دل کا ترجمہ انگلش میں کردینا
اسے یورپ میں کرنا نشر پھر یہ حقِ ایماں ہے

اُٹھاتا ہے جو نازِ شیخ کو اے دوستو! سن لو
اُسی کو خلق میں دیکھوگے تم کہ جانِ جاناں ہے

بزرگوں کی دعاؤں سے ملا ہے دردِ دل مجھ کو
تعجب کیا زباں میری جو ہر سُو شعلہ افشاں ہے

تعجب کیا شہیدوں پر جو اپنی جان بھی دے دی
فدا ہونے کو اُن پر ایک کیا یہ سینکڑوں جاں ہے

رفو کرتا وہی ہے چاک دامانی اُمت کا
وفورِ عشق سے جو خود بھی اخترؔ چاک داماں ہے

داڑھی رکھنے کے لئے بہت دردِ دل سے فرماتے تھے

حضرت والا نے بیان میں ارشاد فرمایا کہ بعض لوگ کہتے ہیں داڑھی ہمارے دل میں ہے۔ میں ان سے پوچھتا ہوں کہ اگر جہاز لینڈ کرنے والا ہو اور پائلٹ اعلان کردے کہ آج پہیے نہیں نکل رہے تو کیا آپ لوگ اس چیز کو پسند کریں گے کہ پہیے بھی اندر رہیں اور نکل نہیں رہے، اس وقت تو آپ لوگ کلمہ پڑھنا شروع کردیں گے۔ اسی طرح داڑھی کو دل میں مت رکھو، باہر نکالو، اللہ تعالیٰ کی محبت چھپانے کے لئے نہیں ہوتی بلکہ ظاہر کرنے کے لئے ہوتی ہے۔ایک مرتبہ بیان فرما کر خانقاہ تشریف لائے، بائیں طرف ایک صاحب بڑی عمر کے کھڑے تھے جن کی داڑھی نہیں تھی۔ حضرت والا نے ان کے گال پر ہاتھ پھیرا اور مسکراتے ہوئے فرمایا کہ آپ کی داڑھی کب باہر نکلے گی؟ وہ صاحب مسکرانے لگے اور کہا کہ حضرت میں نے داڑھی رکھ لی ہے۔

اپنے مرید کا روزہ افطار کرانے کی فکر فرمائی

حضرت والا احباب کے ساتھ سیر کی غرض سے سندھ بلوچ تشریف لے جاتے تھے، ایسے ہی ایک موقع پر مغرب کی اذان کے قریب حضرت والا کو پتا چلا کہ جناب فیروز میمن صاحب کا روزہ ہے۔اس زمانے میں آس پاس کوئی دکان نہیں تھی تو دور سائیکل پر کسی کو بھجوا کر بسکٹ منگوائے اور روزہ افطار کروایا۔گلشن خانقاہ واپسی پر جب خانقاہ کے دروازے پر پہنچے تو فرمایا کہ فیروز میاں! تم میرے کمرے میں آجاؤ اور احقر میر سے فرمایا کہ ان کے لئے میرے کبابوں میں سے ایک کباب، چپاتی اور گرم چائے لے کر کمرے میں آجائیں۔ فیروز صاحب بتاتے ہیں کہ آج تک اس کباب، چپاتی اور چائے کی لذت نہیں بھولتی۔

لاہور میں ایئر کنڈیشنڈ کمرے میں سب کو سونے کا حکم فرمایا

لاہور کے سفر میں گرمی شدید تھی اور حضرت والا کا کمرہ جنہوں نے دیکھا ہے انہیں معلوم ہے کہ وہ کمرہ کتنا چھوٹا ہے لیکن اپنے اے سی والے کمرے میں سب کو سونے کا حکم فرمایا، سب نے اس وجہ سے منع کردیا کہ حضرت والا کو راحت رہے مگر فرمایا ''بس جو کہا ہے اس پر عمل کرو۔''

اہلِ حرم سے خاص اہتمام سے اٹھ کر معانقہ فرماتے

فالج کے باوجود جب بھی کوئی حرمین شریفین جاتا یا وہاں سے کوئی آتا، یا کوئی بڑے اہلِ علم آتے تو ان کے منع کرنے کے باوجود حضرت والا خدام سے فرماتے کہ مجھے اٹھا کر بٹھاؤ اور ان سے معانقہ فرماتے۔

سفر میں اپنے احباب کے آرام وراحت کی بہت فکر فرماتے

ہر سفر میں یہ دیکھا کہ اپنے خادموں کے کھانے کا خیال رکھنا، بار بار پوچھنا کہ کھانا کھایا یا نہیں؟ اور رات کو سونے سے پہلے آخر تک پوچھتے رہتے کہ جگہ ملی یا نہیں ملی؟ بستر ملا یا نہیں ملا؟ تکیہ ملا یا نہیں ملا؟

اپنے پوتے کو دیکھنے کے لئے کمرے سے بلوایا

مدینہ شریف میں رات گیارہ بجے کے بعد حضرت والا کو نیند آنے ہی والی تھی تو فرمایا کہ آج میں نے اپنے پوتے مولانا ابراہیم سلمہٗ کو نہیں دیکھا، ذرا دیکھ کر آؤ کہ وہ جاگ رہے ہیں یا سو چکے ہیں۔ (حضرت والا کے کمرے کی لائٹ بند تھی کیونکہ لائٹ کھولنے سے حضرت والا کی نیند اُڑ جاتی ہے۔) خادم آئے اور عرض کیا کہ مولانا ابراہیم صاحب جاگ رہے ہیں۔ فرمایا کہ ان کو بلالاؤ۔ مولانا ابراہیم میاں آ گئے اور دادا کو سلام کیا، حضرت والا نے خیریت پوچھی، پھر فرمایا کہ لائٹ کھول دو تاکہ میں اپنے پوتے کو اچھی طرح سے دیکھ لوں۔

اپنے تمام مریدوں کے لئے ہمیشہ دعا گو رہتے

ارشاد فرمایا کہ صلاح الدین میاں نے سلام کہلایا ہے، وہ بیمار ہیں، ابھی فون آیا تھا۔ یہ وہی ہیں جو یہ نعرہ مارتے ہیں ''کتنے پیارے ہیں میرے شیخ۔'' میں کہتا ہوں کہ کتنے پیارے ہیں میرے مرید جنہیں میں ایک دن بھی نہیں بھولتا، روزانہ دعا کرتا ہوں کہ جو اس نالائق سے کسی درجے کا بھی تعلق رکھتے ہیں، یہاں تک کہ جو خانقاہ میں آتا ہے اس کے لئے بھی دعا کرتا ہوں کہ یا اللہ! جو خانقاہ میں آوے، محروم نہ جاوے۔

ناصر گلزار مرحوم کی رحلت پر اہلِ خانہ کے نام تعزیت نامہ

حضرت والا کے خادم ناصر گلزار صاحب جنہوں نے حضرت والا کے ہاتھ پر بیعت اور توبہ کی تھی، تقویٰ والی زندگی اختیار کی، اہلِ وراثت کو وراثت واپس کی، ہر بات حضرت والا سے پوچھ پوچھ کر عمل کرتے تھے، ان کا اچانک انتقال ہو گیا تو حضرت والا نے اہلِ خانہ کو تعزیت کا یہ پیغام بھجوایا:

''مرحوم کی رحلت کا سخت صدمہ ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ لیکن جو وقت مقرر ہے اس سے ایک لمحہ آگے پیچھے نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: لَا یَسْتَقْدِمُوْنَ سَاعَۃً وَّلَا یَسْتَاْخِرُوْنَ یعنی ایک گھڑی آگے پیچھے نہیں ہو سکتا۔ دنیا میں ہر کام اللہ کی مرضی سے ہوتا ہے لہٰذا اللہ کی مرضی پر راضی رہنا ہر مسلمان پر فرض ہے جیسا نماز فرض ہے، روزہ فرض ہے، زکوٰۃ اور حج فرض ہے۔ یہ

جدائی دائمی نہیں ہے عارضی ہے، سب کو یکے بعد دیگرے وہیں جانا ہے لہٰذا ہمیں عبرت لینی چاہیے کہ نہ معلوم کس وقت بلاوا آجائے۔ اس لئے آخرت کی تیاری میں لگ جانا چاہیے اور مرحوم کے لئے ایصالِ ثواب کریں کیونکہ اب ان کا عمل ختم ہوگیا۔ جو مالی، بدنی، زبانی عبادتوں کا ثواب ان کو ایصال کریں گے یہی اب ان سے اصلی محبت ہے کیونکہ عالمِ برزخ میں یہ ثواب پا کر مُردوں کو اتنی خوشی ہوتی ہے کہ دنیا و مافیہا سے زیادہ خوشی ہوتی ہے۔''

فیروز میمن صاحب کی والدہ کے انتقال پر ان کے گھر تشریف لے گئے

جناب فیروز میمن صاحب کی والدہ کا انتقال ہوا تو دوسری منزل تک خادموں کا سہارا لے کر تشریف لائے اور ان کے گھر کے مَردوں کو جمع کر کے صبر کے بارے میں نصیحتیں فرمائیں۔ پھر فجر کے بعد نمازِ جنازہ کے وقت بھی تشریف لے گئے۔ مسجد کے امام صاحب نے حضرت والا سے عرض کیا کہ آپ نمازِ جنازہ پڑھائیں تو فرمایا کہ یہ تو آپ کا حق ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں اپنا حق آپ کو دیتا ہوں۔ پھر حضرت والا نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ اس کے بعد اہلِ میت جب جنازہ لے کر قبرستان پہنچے تو دیکھا حضرت والا پہلے ہی سے وہاں موجود ہیں۔ حضرت والا نے فرمایا کہ چونکہ عورت کی میت ہے لہٰذا قبر میں اتارتے وقت دو چادروں سے پردہ کیا جائے تاکہ بے پردگی نہ ہو۔ چادریں موجود نہیں تھیں تو فرمایا کہ پھر ایسا کرو کچھ لوگ قبر کی طرف پیٹھ کر کے اِس طرف کھڑے ہوجائیں اور کچھ لوگ پیٹھ کر کے اُس طرف کھڑے ہوجائیں تاکہ پردہ ہوجائے۔ پھر فرمایا کہ قبر میں کوئی نامحرم نہ اترنے پائے۔ نامحرم کا عورت کی قبر میں اترنا جائز ہی نہیں۔ آخر میں ان کی برادری میں یہ رواج تھا کہ تدفین کے بعد اعلان ہوتا تھا کہ بھائیو! اب سب چل کر خیرات کا کھانا کھاؤ۔ بڑی بڑی گاڑیوں والے بھی خیرات کا کھانا کھاتے تھے۔ انہوں نے حضرت سے تدفین کے بعد پوچھا کہ حضرت! اب کیا کرنا ہے؟ زور سے فرمایا کہ اب کیا! اب سب اپنے اپنے گھروں کو جاؤ حالانکہ قبرستان میں سب لوگ ایک جگہ نہیں کھڑے تھے، مختلف جگہ پر پھیلے ہوئے تھے۔ حضرت والا کی کرامت کہ حضرت کی آواز سب کے کانوں تک گئی اور سب لوگ بغیر کھانا کھائے اپنے اپنے گھر لوٹے۔

کافروں پر بھی رحمت فرماتے کہ اسلام سے قریب ہوجائیں

۲۰۰۲ء کے سفر جنوبی افریقہ میں حضرت والا صبح کی سیر کے لئے فلوریڈا جھیل تشریف لے جاتے تھے۔ تھوڑی دیر چہل قدمی کے بعد جھیل کے کنارے ہی حضرت والا کے لئے آرام دہ کرسی پر گدے لگا دیے جاتے، آپ کرسی پر تشریف فرما ہوتے اور تمام احباب گھاس پر جہاں قالین بچھا دیے جاتے تھے بیٹھ جاتے۔ ایک دن بعد فجر

حضرت والا حسبِ معمول احباب کے ساتھ سیر کے لئے فلوریڈا پارک تشریف لے گئے اور چہل قدمی کے بعد گھاس کے لان پر کرسی پر تشریف فرما ہوئے۔ سامنے جھیل تھی۔ کچھ فاصلے پر جھیل کے کنارے دو تین عیسائی انگریز نہایت خستہ حالت میں گھاس پر لیٹے تھے، معلوم ہوتا تھا کہ نشہ میں ہیں۔ تھوڑی دیر بعد وہ اٹھ کر آئے اور ہم لوگوں سے بھیک مانگنے لگے۔ بعض احباب نے کہا کہ ان کو مت دو۔ حضرت والا کو معلوم ہوا تو فرمایا کہ ان کو دے دو۔ ان کے دل میں مسلمانوں کی محبت آئے گی جس سے یہ اسلام سے قریب ہوں گے۔ ان کے اسلام لانے کی حرص میں ان کی مدد کرو۔ جب حضرت والا پارک سے روانہ ہونے لگے تو یہی انگریز جو مچھلیاں پکڑ رہے تھے دوبارہ آئے اور آ کر ہمارے ایک ساتھی سے حضرت والا کے لئے پوچھا کہ کیا یہ آپ لوگوں کے Priest (یعنی پادری) ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں (کیونکہ وہ شیخ اور مرشد کا لفظ نہ سمجھتا) اور دریافت کیا کہ یہ کیوں پوچھتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم تین گھنٹے سے یہاں جال لگائے بیٹھے تھے، ایک مچھلی بھی نہیں آرہی تھی اور نہ درختوں پر یہاں کوئی پرندہ تھا۔ جب سے تمہارے یہ بزرگ آئے ہیں مچھلیاں اتنی تیزی سے ہمارے جال میں آرہی ہیں کہ ہمارے جھولے بھر گئے اور درختوں پر بھی اتنے سارے پرندے نہ جانے کہاں سے آگئے جبکہ پہلے ایک بھی پرندہ نہیں تھا۔

ایک بیروزگار نوجوان کو تسلی دینے کا عجیب عنوان

ایک صاحب بہت پریشان تھے اور رزق کے بارے میں بہت مایوس تھے۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کُل کو رزق دے رہا ہے یا نہیں؟ آپ تو ایک جُز ہیں جو کُل کو دے رہا ہے کیا وہ جُز کو نہیں دے سکتا۔ ایک صاحب پریشان تھے تو حضرت والا نے ان سے فرمایا کہ آپ کی عمر کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ چھتیس برس۔ ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی دوست وفادار ہو اور اپنے دوست کا ہمیشہ خیال رکھتا ہو تو جب بھی کوئی معاملہ آئے گا تو اللہ تعالیٰ کے بعد اس کی طرف دھیان جائے گا۔ یہ تو سوچو کہ جس رب نے چھتیس برس آپ کو کھلایا ہے کیا وہ باقی برس آپ کو نہیں کھلائے گا۔

گناہوں سے مایوس نوجوان کو تسلی کا عنوان

ایک نوجوان حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور روتے ہوئے عرض کیا کہ آپ کے پاس آتے ہوئے اتنے برس ہو گئے ہیں، اب تک مجھ سے گناہ نہیں چھوٹ رہے ہیں، نہ ہی اللہ والا بنا ہوں۔ حضرت والا نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مایوسی ہے ہی نہیں، توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے، مایوس کیوں ہوتے ہو؟ یہ بتاؤ! یہاں آنے سے پہلے کبھی گناہ کو گناہ سمجھا تھا۔ نوجوان کے آنسو رک گئے اور عرض کیا کہ کبھی گناہ کو گناہ نہیں سمجھتا تھا، گناہ ایسے تھے جیسے ناک پر مکھی۔ فرمایا کہ یہ فائدہ یہاں آنے کا کیا کم ہے کہ آپ گناہ کو گناہ سمجھ رہے ہیں۔ جب گناہ کو گناہ سمجھ رہے ہیں

یہی تو ندامت ہے جو خوش نصیبوں کو ملتی ہے۔ گناہ نہ چھوڑنے پر آپ کو جو رونا آرہا ہے اس سے پہلے آپ کو کبھی رونا آیا؟ کیا یہ کامیابی کم ہے کہ آپ کو رونا آرہا ہے۔ ان ندامت کے آنسوؤں کو اللہ تعالیٰ آسمان پر امپورٹ کرتے ہیں کیونکہ وہاں پر آنسو ہیں ہی نہیں، ان آنسوؤں کو اللہ تعالیٰ شہید کے خون کے برابر وزن کرتے ہیں ۔

کی برابر می کند شاہِ مجید ۔ اشک را در وزن با خونِ شہید

اے جلیل اشک ِگنہگار کے یک قطرے کو ۔ ہے فضیلت تری تسبیح کے سو دانوں پر

کالج کے ایک مایوس طالب علم کے تین سوالات اور حضرت والا کے الہامی جوابات

(۱)۔تکلیف اور بیماری میں شکایت کا سبب خود کو بے قصور سمجھنا ہے: ایک انگریزی کالج کے طالب علم جو کسی بیماری میں مبتلا تھے آئے اور کہا کہ یہ بیماری بھی تو اللہ نے دی ہے حالانکہ میں کسی کو تکلیف بھی نہیں دیتا، کسی کا نقصان نہیں کرتا، سب کا بھلا چاہتا ہوں لیکن پھر بھی مبتلا ہوں۔ ارشاد فرمایا کہ ہم لوگ اپنے آپ کو بے قصور سمجھتے ہیں حالانکہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

((کُلُّ بَنِیْ اٰدَمَ خَطَّآءٌ))۔ (ترمذی شریف)

تمام بنی آدم خطا کار ہیں، تم سب خطا کار ہو۔ اس ایک جملۂ مبارک میں پوری امت مخاطَب ہے مع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یعنی اس میں وہ بندے بھی شامل ہیں جو کسی مقامِ ولایت پر بھی فائز ہو چکے ہیں اور صحابہ سے بڑا ولی کون ہوگا وہ بھی مخاطَب ہیں۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم بعد نماز کے استغفار فرماتے کہ اے اللہ! معاف فرما دیجئے۔ عبادت کی ہے، نعوذ باللہ کوئی گناہ نہیں کیا اور نبی تو گناہ کر بھی نہیں سکتا، معصوم ہوتا ہے، فرشتے اس کی عصمت کی حفاظت پر مامور ہوتے ہیں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم عبادت کے بعد معافی مانگ رہے ہیں کہ اے اللہ آپ معاف فرما دیجئے کیونکہ آپ کی عظمت کے پیشِ نظر آپ کی عبادت کا حق ادا نہ ہوا، اور ایک ہمارا حال ہے کہ ہزاروں نافرمانیوں میں مبتلا ہیں لیکن سمجھتے ہیں کہ ہم بے قصور ہیں۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اس وقت فرض کر لیجیے کہ حشر ہو رہا ہے اور آپ اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ سے پوچھ رہے ہیں کہ دنیا میں رہ کر ہماری محبت کا حق ادا کیا تھا؟ تو کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ ہاں کیا تھا؟

(۲)۔دین سے دوری کا سبب ماحول نہیں، قلّتِ طلب ہے: پھر اس نے کہا کہ ہمارا ماحول ہی ایسا ہے کہ ہمیں دین کی حقیقت کا ہی پتا نہیں کہ دین کیا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ کیا اللہ کے سامنے یہ عذر چل سکتا ہے کہ صاحب ہمیں خبر ہی نہ تھی؟ کیا اتنی خبر آپ کو نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ موجود ہیں، پھر اگر دل میں تڑپ ہو اور آخرت پر یقین ہو، اللہ کی عظمت دل میں ہو تو آدمی خود تلاش کرتا پھرے۔ جس چیز کو ہم اپنے لئے نفع بخش خیال کرتے ہیں اس کے لئے کیسی کیسی محنتیں کرتے ہیں۔ آپ جو یہ کتابیں لئے پھرتے ہیں تو کیوں؟ اسی لئے تو کہ آپ سمجھتے ہیں کہ میں نے ایم اے کر لیا تو

زندگی سنور جائے گی۔اس لئے دن رات محنت کرتے ہیں، دماغ کھپاتے ہیں اور جو اس مضمون صنعت کا ماہر ہے اس کی خدمت میں لگتے ہیں اور اس سے سیکھتے ہیں۔اسی طرح اگر اللہ کی طلب ہے تو کچھ محنت کرنی پڑے گی کچھ وقت نکالنا پڑے گا اور دین کو بھی کسی دین والے سے سیکھنا پڑے گا۔میاں! وجہ یہ ہے کہ دنیا کی فکر ہے آخرت کی فکر نہیں اگر یہ فکر پیدا ہوجائے تو خود عقل آجائے گی کہ آخرت کیسے بنتی ہے؟ خود تدبیریں سوچو گے جیسے دنیا کی عقل آگئی ہے۔ سمندر کسی نے نہ دیکھا ہو لیکن سن لیا ہے کہ سمندر ہے تو طالب خود تلاش کرتا ہے، اپنے قدم اٹھا کر بس تک لے گیا، ٹکٹ خریدے گا، بس کا نمبر معلوم کرے گا تو سمندر کے لئے خود اتنی محنت کی، دین کے لئے چاہتے ہیں کہ کچھ محنت نہ کرنی پڑے حالانکہ دنیا کا حاصل کرنا مشکل ہے دین کا حصول آسان ہے، نماز میں ایک سجدہ کرنے میں کوئی محنت کرنی پڑتی ہے؟ ساری زمین مسجد بنادی گئی کہ جہاں چاہو سجدہ کرو اور سلطنت کا لطف حاصل کرو، یہ سلطنت عام کردی گئی لیکن ہم پھر بھی دین کو ھوّا سمجھتے ہیں اور دنیا کے لئے ماہرینِ فنون کے پاس بھاگے پھرتے ہیں مگر روزانہ یا ہفتہ یا مہینہ میں کسی دن اللہ کو حاصل کرنے کے لئے کسی اللہ والے کے پاس جانے کی ہمیں توفیق نہیں ہوتی۔

حزن وغم بھی رحمت وشفقت ہے: پھر (اس کی تسلی کے لئے) فرمایا کہ بیماری اس لئے نہیں دی جاتی کہ تم پلنگ پر پڑ جاؤ یا پریشان ہوجاؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ ظالم نہیں ہیں، فرماتے ہیں:

﴿لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفۡسًا اِلَّا وُسۡعَہَا﴾۔ (سورۃ البقرۃ: آیۃ ۲۸۶)

کسی کو اس کی برداشت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے بلکہ بیماری و پریشانی اس لئے دیتے ہیں کہ غفلت سے باز آجاؤ، دل کا زنگ دور ہو اور مجبور ہوکر ہمارے پاس آجاؤ۔حزن وغم بوجہ شفقت ومحبت کے ہیں، ہمارے ہی فائدہ کے لئے ہیں، انتقام یا ایذا کے لئے نہیں ہوتے۔دنیا کے مصائب سے اگر بچنا چاہتے ہو تو اس کا واحد طریقہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس آجاؤ۔ایک یہودی نے پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ اگر چاروں طرف سے تیر آرہے ہوں تو ان سے بچنے کا کیا طریقہ ہے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ سے پوچھ کر بتاؤں گا۔وحی آئی کہ اس سے کہہ دو کہ تیر چلانے والے کے پاس آکر کھڑا ہوجائے ۔

بلائیں تیر اور فلک کماں ہے، چلانے والا شہنشہاں ہے
اُسی کے زیرِ قدم اماں ہے، بس اور کوئی مفر نہیں ہے

آخر خود سوچنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا کیا فائدہ ہے؟ اللہ تعالیٰ تو احتیاج سے پاک ہیں۔اگر ساری دنیا کافر ہوجائے تو ان کی سلطنت میں ذرہ برابر کمی نہیں آسکتی اور ساری دنیا مومن ہوجائے تو ذرہ برابر ان کی سلطنت میں اضافہ نہیں ہوسکتا۔ کفر ونافرمانی میں ہمارا اپنا نقصان ہے، اطاعت وفرماں برداری میں ہمارا اپنا نفع ہے۔کیا کسی حکیم یا ڈاکٹر کے لئے

آپ کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے پیسے بنانے کے لئے مجھے ایسی دوا دی کہ مجھے فائدہ نہ ہوا، مرض کو طول دے دیا؟ جبکہ یہ بات بندوں کے لئے تو ٹھیک بھی ہوسکتی ہے کہ بندوں کو احتیاج ہے، غرض ہے، اپنے فائدہ کے لئے وہ ایسا کر سکتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کو ہم سے نہ کوئی غرض ہے نہ احتیاج ہے کہ اللہ نے اپنی فلاں غرض اور احتیاج کے لئے ہمیں یہ مصیبت دی حالانکہ معلوم ہو چکا کہ ان کی ذات پاک اور ان کی سلطنت ہماری اطاعت و نافرمانی سے بے نیاز ہے۔ بس یہ بیماری وغیرہ ہمارے ہی نفع کے لئے، ہماری غفلت کو دور کرنے کے لئے بھیجی جاتی ہے کہ بندہ ہماری طرف رجوع کرے اور اپنی زندگی کے مقصد کو پہچانے ورنہ اگر کھانا پینا اور ہگنے موتنے ہی کو مقصد بنالیا تو پھر انسان میں اور کتے اور جانور میں کیا فرق رہا؟ آدمی اگر اپنی زندگی کا مقصد نہیں پہچانتا تو کتے اور جانور اور تمام موجودات بلکہ ان سے بھی ذلیل اور بدتر ہوجاتا ہے کیونکہ آپ اگر پاؤ بھر کھاتے ہیں تو بھینس ۲۰ رسیر کھاتی ہے، آپ اگر آدھ سیر ہگتے ہیں تو ہاتھی دس سیر ہگتا ہے، آدمی اگر تین منٹ جماع کرتے ہیں تو کتے، جانور گھنٹوں کر سکتے ہیں۔ اسی طرح سوٹ بوٹ پہن کر اور پیڈ لگا کر اگر کندھوں کو اونچا کر کے چلتے ہو تو پہاڑ تم سے زیادہ بلند ہے، اگر اپنی جلد کی چمک اور سفیدی کو باعثِ فوقیت سمجھتے ہو تو شمس و قمر تم سے زیادہ روشن ہیں۔ غرض اس معیار پر تو انسان تمام موجودات سے ذلیل ہے۔ بظاہر سب موجودات سے تو انسان چھوٹا ہے لیکن کس چیز نے اسے ممتاز کیا؟ وہ ہے دین، احکامِ شریعت جس کو جب اللہ تعالیٰ نے کوہ و دریا، زمین و آسمان پر پیش کیا تو بوجہ عاجزی ڈر کر اٹھانے سے انکار کر دیا اور انسان نے اس بار کو اٹھالیا۔ پس اگر انسان اس امانت کی قدر نہیں کرتا تو جانور اور کتے سے زیادہ ذلیل ہوجاتا ہے کیونکہ اس کے اندر عقل و فہم ہے اور جانور اس سے خالی ہے، اور دین تو نعمت ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَاَتۡمَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ نِعۡمَتِىۡ﴾ ۔ (سورۃ المائدۃ: آیۃ ۳)

میں نے تم پر اپنی نعمت تمام کر دی۔ ہم نعمت کو زحمت سمجھتے ہیں۔ اگر شریعت بدنگاہی سے منع کرتی ہے تو یہ نعمت ہے کیونکہ بدنگاہی سے عشق پیدا ہوگا، پھر معشوق کی گلی میں جائے گا اور پھر جوتے پڑ جاتے ہیں تو بدنگاہی سے اگر اللہ نے منع کیا تو ہمیں جوتے کھانے سے بچایا تو یہ نعمت ہے یا زحمت؟ اسی طرح اگر چوری سے منع کیا تو تمہارا ہاتھ کٹنے سے اور مخلوق میں رسوا ہونے سے بچایا۔ چور کی کیا کوئی عزت کرتا ہے؟ پھر خود سوچو کہ یہ نعمت ہے یا زحمت؟ اسی طرح زنا سے منع کیا تو اولاد کے نطفوں کی حفاظت کی کہ اولاد تمہاری رہے اور خون کی محبت قائم رہے اور بڑھاپے میں اولاد کام آئے ورنہ جہاں زنا عام ہو گیا وہاں دیکھ لو کیا حال ہے، برطانیہ میں بوڑھے ماں باپ کے لئے آبادی سے دور یتیم خانے بنا دیے گئے۔ یہ اسی وجہ سے ہے کہ زنا اتنا عام ہو گیا کہ آپس کی محبت محسوس نہیں ہوتی۔

(۳)۔ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ ...الخ کی تفسیر: پھر ان صاحب نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے

کافروں کے قلوب پر مہر لگادی، اب وہ ہدایت نہیں پا سکتے تو ان کافروں کا کیا قصور ہے کیونکہ ان پر تو مہر لگ چکی۔ ارشاد فرمایا کہ جو لوگ ترجمہ قرآن کسی عالم، اللہ والے سے سمجھ کر نہیں پڑھتے وہ اسی لئے گمراہ ہوجاتے ہیں کہ کچھ کا کچھ سمجھ جاتے ہیں۔ خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ پڑھ کر وہ یہ سمجھتے ہیں کہ نعوذ باللہ، اللہ تعالیٰ ظالم ہیں، جہاں یہ فرمایا:

﴿خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ﴾ ۔(سورۃ البقرۃ: آیۃ ۷)

اس کے کئی سیپاروں کے بعد اس آیت کی تشریح فرمادی کہ ہم نے کیوں مہر لگائی؟ فرماتے ہیں:

﴿بَلْ طَبَعَ اللّٰہُ عَلَیْہَا بِکُفْرِہِمْ﴾ ۔(سورۃ النسآء: آیۃ ۱۵۵)

کہ ہم نے مہر لگادی ان کے قلوب پر ان کے کفر کی وجہ سے۔ انہوں نے دین کی نعمت کو زحمت سمجھا اور نافرمانی اور سرکشی اختیار کی اور من مانی زندگی گذاری اور طے کرلیا کہ ہمیں ایمان لانا ہی نہیں ہے، یہاں تک کہ اس طغیانی اور سرکشی کی وجہ سے ان کی صلاحیتِ ہدایت ختم ہوگئی اور ان کے قلوب پر مہر لگادی گئی کہ جاؤ اب ہدایت نہیں پا سکتے کیونکہ تم نے خود طے کیا کہ ہم اسی طرح سرکشی و نافرمانی کرتے رہیں گے، اس وجہ سے محروم کردیئے گئے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ کسی کا لڑکا حد سے زیادہ نافرمان ہو، باپ چاہتا ہے کہ وہ فرمانبردار ہوجائے لیکن جب اس کی نافرمانیاں حد سے گذر گئیں تو باپ کہتا ہے کہ تجھے جائیداد کی وراثت سے محروم کرتا ہوں۔ تو کیا باپ نے اس پر ظلم کیا؟ بس اگر باپ ظلم نہیں کرسکتا تو کیا اللہ تعالیٰ ظلم کرسکتے ہیں، وہ تو ظلم سے پاک ہیں۔ لہٰذا کفار کی سابقہ نافرمانیوں کی وجہ سے ان کے قلوب کو محروم کردیا گیا۔ یہی تفسیر ہے اس آیت کی۔

سیاہ فام مولانا موسیٰ جنوبی افریقی سے حضرت والا کی محبت کا عالم

جنوبی افریقہ سے نومسلم مولانا موسیٰ سلمہٗ ہر برس حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ پورا سال تھوڑے تھوڑے پیسے جمع کرتے اور پھر ایک بار ضرور آتے۔ وہ جنوبی افریقہ کے بہت ہی غریب قبیلے ''زولو'' سے تعلق رکھتے ہیں اور رنگ کے بہت کالے ہیں۔ حضرت والا ان کے لئے فرماتے: ھٰذَا بِلَالِیْ، (یہ میرا بلال ہے) اور ایک مرتبہ فرمایا: ''اس کی جلد تو کالی ہے مگر دل اس کا اجالا ہے۔'' حضرت والا ان سے بہت محبت فرماتے، معانقہ کرتے، ہدایا دیتے۔ ایک بار حضرت والا نے ان سے بیان کرنے کے لئے فرمایا تو ان پر گریہ طاری ہوگیا اور روتے ہوئے یہ بیان کیا: ''دوستو اور بزرگو! لوگ محبت کرتے ہیں مال کی وجہ سے، میرے پاس تو مال نہیں ہے۔ لوگ محبت کرتے ہیں پوسٹ کی وجہ سے، میرے پاس کوئی پوسٹ بھی نہیں ہے۔ لوگ محبت کرتے ہیں شکل کی وجہ سے میری شکل تو آپ لوگ دیکھ ہی رہے ہیں، لوگ محبت کرتے ہیں بڑے خاندان اور بڑے قبیلے کی وجہ سے، لیکن میرا قبیلہ بھی ایسا نہیں ہے۔ جب میں نے کلمہ پڑھا تو مجھے حضرت والا سے ایسی محبت ملی جو کہیں نہیں ملی۔ پھر روتے ہوئے

کہا کہ حضرت والا صرف اللہ کے لئے مجھ سے محبت فرماتے ہیں، میرے اندر تو کچھ بھی نہیں ہے، یہ دلیل ہے کہ حضرت والا بہت بڑے اللہ والے ہیں۔''

حضرت والا کا چہرہ دیکھ کر ایک عیسائی مسلمان ہو گیا

لوساکا، زمبیا کے سفر میں مولانا نذیر لونت صاحب کے مکان پر ۲۳ ؍ ۱۴۲۳ھ مطابق ۳ ؍ مئی ۲۰۰۲ء بروز جمعہ بعد مغرب وعظ کے بعد میزبان کے عیسائی ڈرائیور نے کہا کہ مجھے اِن بزرگ (حضرت مرشدنا شاہ حکیم محمد اختر صاحب) کے ہاتھ پر مسلمان کرادیں۔ مولانا نذیر لونت نے بتایا کہ یہ اردو بالکل نہیں سمجھتا۔ یہ حضرت کی تقریر سن کر ایمان نہیں لایا، حضرت والا کا چہرہ دیکھ کر مسلمان ہوا ہے۔ حضرت والا نے اس کو کلمہ پڑھا کر اپنے سینے سے لگالیا۔ حضرت والا کی شفقت سے اس کی آنکھوں میں بھی آنسو آ گئے۔

حضرت والا جب جنوبی افریقہ تشریف لے گئے تو وہاں کے میزبان کے گھر جب پہنچے اور گاڑی سے باہر قدم رکھا تو میزبان کا عیسائی ملازم بھاگتا ہوا آیا اور اپنے مالک سے کہا کہ جس دین پر یہ بزرگ ہیں، مجھے اس دین پر کرادو۔ میزبان نے ان سے پوچھا کہ تمہیں تو ان کی زبان بھی نہیں آتی نہ یہ معلوم ہے کہ یہ کس دین پر ہیں، پھر تم نے یہ کیوں کہا کہ جس دین پر یہ ہیں اس دین پر کرادو؟ ملازم نے کہا کہ ان کا چہرہ بتا رہا ہے کہ یہ شخص سچا ہے، اس کا دین بھی سچا ہوگا۔

حضرت والا کی بنگلہ دیش میں محبوبیت کا عالم

مولانا اسماعیل صاحب کشور گنجی نے بتایا کہ ایک چشم دید واقعہ سناتا ہوں۔ لال قلعہ مسجد بہت بڑی مسجد ہے اور پورا علاقہ اہلِ رسومات کا ہے۔ یہاں پر حضرت والا نے عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اتباعِ سنت پر ایسا پر اثر بیان فرمایا کہ سامعین پر عجیب کیفیت طاری ہوگئی۔ سب آپس میں کہنے لگے کہ کون کہتا ہے کہ یہ وہابی ہیں، یہ تو پیور سنی ہیں۔ جب حضرت والا وہاں سے روانہ ہوئے تو وہ لوگ حضرت والا پر ٹوٹ پڑے کہ مصافحہ یا کم از کم ہاتھ ہی لگ جائے، چند احباب نے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر حضرت والا کے گرد حلقہ بنایا۔ لوگ حضرت والا کی طرف دائیں بائیں اور پیچھے سے ہاتھ بڑھاتے، جب ان کا ہاتھ حضرت کے جسم سے چھو جاتا تو اپنا ہاتھ چومتے اور کہتے کہ میرا تو کام بن گیا۔ بنگلہ دیش کے حضرت حافظ جی حضور رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت والا سے لوگ اس طرح چپٹتے ہیں جس طرح مکھیاں گڑ پر چپٹتی ہیں۔

حضرت والا کی حرمین شریفین میں محبوبیت کا عالم

احقر جامع عرض کرتا ہے کہ جب حضرت والا حرم میں حاضر ہوتے تھے تو لوگ مڑ مڑ کر حضرت کو دیکھنے لگ جاتے یہاں تک کہ وہاں کے شرطے (پولیس والے) اپنی جگہ سے آ کر حضرت والا کی پیشانی کو چومتے تھے۔ ایک مرتبہ شرطہ

پولیس نے سامنے سے لوگوں کا داخلہ بند کردیا لیکن حضرت والا کی وہیل چیئر لے جا کر مواجہہ شریف میں بالکل حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے کھڑی کردی۔ اس وقت حضرت والا کی خوشی کے مارے ہلکی سی چیخ بھی نکل گئی جسے کئی لوگوں نے سنا۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خادم مولانا عبدالقدیر صاحب جو اپنے شیخ کے انتقال کے بعد مدینہ شریف ہی میں مقیم ہو گئے تھے، شیخ کے بعد نہ کسی سے بیعت ہوئے اور نہ کسی کی مجلس میں جاتے تھے۔ حضرت والا کو مدینہ شریف حاضر ہوئے کچھ دن ہو چکے تھے، ظہر کے بعد مولانا عبدالقدیر صاحب حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اَشک بار آنکھوں سے اپنا خواب سنایا کہ:

''رات حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی خواب میں زیارت ہوئی، فرمایا کہ پیارے! مثل مشہور ہے کہ پیاسا کنوئیں کے پاس جاتا ہے لیکن اگر کنواں پیاسے کے پاس آ جائے تو (کیا کہنا ہے!)۔ پھر فرمایا کہ پیارے! مدینہ شریف میں مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم حاضر ہیں، ان کے پاس جا کر بیٹھو۔''

بیدار ہو کر اپنے داماد مولانا خالد مرغوب صاحب کو فون کیا (جو مدینہ یونیورسٹی میں ملازم ہیں) اور پوچھا کہ کیا حضرت والا مدینہ شریف میں آئے ہوئے ہیں؟ مولانا خالد صاحب نے کہا کہ جی ہاں! وہ تو کئی دن سے حاضر ہیں اور ہم روزانہ ان کی مجلس میں جاتے ہیں۔ مولانا عبدالقدیر صاحب نے اپنے داماد سے کہا کہ آپ نے مجھے کیوں نہیں بتایا کہ حضرت والا آئے ہوئے ہیں۔ مولانا خالد مرغوب نے کہا کہ آپ کسی بزرگ کی مجلس میں نہ جاتے ہیں نہ کسی سے ملتے ہیں تو میں آپ کو کیسے بتاتا؟ بہر حال! مولانا عبدالقدیر صاحب نے عرض کیا کہ حضرت! بے چین ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں، مجھے آپ اپنے دستِ مبارک پر بیعت کرلیجیے۔ پھر حضرت والا کے ہاتھ پر بیعت ہو گئے۔ پھر روزانہ صبح بہت جلدی آ جاتے تھے اور رات کو دیر گئے واپس جاتے تھے۔

حضرت والا کی ایک عشقِ مجازی کے بیمار پر شفقت

حضرت والا نے فرمایا کہ ''میرے پاس باہر ملک سے ایک نوجوان کا خط آیا۔ وہ بے چارہ کسی عورت کے رنگ و روپ میں آ کر اس کی محبت میں مبتلا ہو گیا۔ اس نے لکھا کہ میری نیند اُڑی ہوئی ہے اور مجھے ان خبیث، مردار اور مرنے والی لاشوں کے چکر میں اتنا غم ہے کہ اگر میرا غم پورے شہر پر تقسیم کردیا جائے تو وہ غم پورے شہر کے لئے کافی ہوگا اور اگر مجھے اس سے نجات نہیں ملی تو میں پاگل ہو جاؤں گا۔ یہ خط مجھے گیارہ بجے موصول ہوا حالانکہ میں تھکا ہوا تھا لیکن ایسے خط کے جواب میں اختر دیر نہیں کرتا، مصیبت زدہ کے خط کا جواب فوراً دیتا ہوں۔ چنانچہ کل ہی خط کے جواب کی رجسٹری کردی جبکہ جواب کی رجسٹری کے لئے اس نے کہا بھی نہیں تھا۔ میں نے حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''التکشف'' کے صفحہ ۷۵ پر جو علاج لکھا ہے، وہ ڈیڑھ صفحہ میں نے خود نقل کیا، اس وقت میرے پاس کوئی منشی،

کوئی دوست ایسانہیں تھا کہ میں اس سے لکھواتا جبکہ مجھے بہت ضعف تھا، لیکن میں نے خود لکھا کہ شاید کسی اللہ کے بندے کی خدمت میری مغفرت کا بہانہ بن جائے۔ میں نے لکھا کہ میں تم کو وہ جواب لکھ رہا ہوں جو حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مریدوں کو لکھا، ان شاء اللہ! سو فیصد مفید اور مجرب ہے۔ اگرچہ یہ دوا کڑوی ہے، مگر پی جاؤ، ان شاء اللہ! شفا ہوجائے گی۔ حوالہ لکھنے کی وجہ سے اپنے بڑوں کی بات کے وزن سے قیمت بڑھ جاتی ہے۔ اس علاج سے لاکھوں بگڑے ہوئے لوگ بن گئے، بڑی بڑی گندگی والے، بڑے بڑے گناہوں کی نجاستوں میں غرق لوگ نہ صرف ولی ہوئے بلکہ ولی گر ہوئے۔''

گناہوں کو چھوڑنے کا ایک دلکش طریقہ

(ناظم آباد، ۴جی ۱۲/۱، کراچی) ارشاد فرمایا کہ جب تک گناہوں کی عادت نہ چھوٹے اس وقت تک ہر گناہ کے بعد فوراً استغفار کرنا چاہیے۔ اگر کبھی اتفاق سے کپڑوں پر کوئی گندگی لگ جاتی ہے تو کیا اس وقت اس کپڑے کو فوراً نہیں دھوتے ہو؟ کیا وہ گندا کپڑا پہنے ہوئے پھرتے رہتے ہو؟ اس وقت کوئی یہ نہیں چاہتا کہ اس گندگی کی حالت میں کوئی مجھے دیکھے بلکہ فوراً پہلے صفائی کرتے ہو۔ یہی حالت گناہ کے بعد بھی ہونی چاہیے کہ روح گندی ہوگئی اب جب تک صفائی نہ کرلو کسی کے سامنے نہ جاؤ جب تک اللہ سے معاملہ صاف نہ کرلو، اور گناہ کی دھلائی ہوتی ہے وضو سے، نماز سے، ندامت اور گریہ وزاری سے، اللہ والوں کی صحبت سے۔ آنکھوں میں دو تھیلیاں آنسوؤں کی اللہ نے رکھ دی ہیں بس یہ ہماری تھیلیاں گناہوں کو بہادیتی ہیں، گناہ ہوجائے بس آنسوؤں کا دریا بہادو۔ اگر شیطان یہ وسوسہ دل میں ڈالے کہ بے وقوف ابھی تو رو رہا ہے اور ابھی پھر یہی گناہ کرے گا، ایسی توبہ سے کیا فائدہ؟ تو اس سے کہہ دو کہ کم بخت! کوئی اور دروازہ بھی نہیں ہے، کوئی جائے پناہ اُن کے علاوہ نہیں ہے، کوئی اور اللہ نہیں ہے، نیکوں کا بھی وہی اللہ ہے اور گناہگاروں کا بھی وہی اللہ ہے، ہم گناہ کرتے کرتے تھک سکتے ہیں لیکن ہمارا اللہ معاف کرتے کرتے نہیں تھک سکتا۔ اس لئے گناہ ہوجائے تو خوب استغفار کیجئے۔ اس کثرتِ استغفار سے ان شاء اللہ ایک دن گناہوں کی عادت چھوٹ جائے گی کیونکہ شیطان دیکھے گا کہ یہ گناہ کرکے اتنا روتا ہے کہ پہلے سے زیادہ مقرب ہوجاتا ہے اس لئے پھر وہ گناہ کرانا چھوڑ دے گا لہٰذا استغفار میں کوتاہی نہ کرنا چاہیے ورنہ گناہوں کے دھبوں سے قلب و روح میلے ہوتے چلے جاتے ہیں۔ کم گندا کپڑا تو آسانی سے دُھل جاتا ہے اور زیادہ گندا کپڑا جلد صاف نہیں ہوتا، پھر تیزاب ڈالنا پڑتا ہے۔ اگر استغفار نہ کیا اور روح میلی ہوتی چلی گئی تو پھر دوزخ کی آگ کے تیزاب سے تزکیہ کیا جائے گا تو کون ہے جو تیزاب سے تزکیہ کرانا چاہتا ہے، عقلمندی تو یہی ہے کہ خود دھوڈالے، رو دھو کر معاملہ صاف کرلے اور اپنے مصلح سے مشورہ بھی ضروری ہے۔

حضرت والا کی دعاؤں سے پریشان حال سکون پاتے تھے

ایک صاحب گلشن خانقاہ آئے، مجھے بتایا کہ میں آٹھ سال سے ہنسا نہیں ہوں، کچھ مالی پریشانی تھی، کچھ گھریلو پریشانی تھی مگر کہنے لگے کہ یہاں مجھے ایسا لگ رہا ہے کہ جیسے کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے حالانکہ حضرت سے ابھی تک ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ اس کے بعد وہ بیٹھے بیٹھے سو گئے، میں اپنا کام کرنے لگا۔ ایک ڈیڑھ گھنٹے کے بعد جو دیکھا تو وہ سو رہے ہیں، میں نے کہا کہ شاید دوبارہ آئے ہیں کہنے لگے کہ نہیں، مجھے ایسی نیند آئی کہ آٹھ برسوں میں ایسی نیند نہیں آئی۔ ناظم آباد میں ایک دفعہ حضرت والا کے پرانے مرید آزاد صاحب ہیں، وہ بہت پریشان تھے۔ گھر میں بیوی بیمار اور مالی حالت بہت تنگ اور اُدھر کشمیر سے اطلاع آئی کہ والدین بیمار ہیں، سخت پریشانی کے عالم میں تھے۔ حضرت والا سے انہوں نے عرض کیا تو حضرت والا نے فرمایا کہ ''ارے بھئی پریشانی کی کیا بات ہے؟ آسمان پہ بادل چھا جاتے ہیں اور سورج کا پتا نہیں چلتا کہ کبھی نکلے گا بھی یا نہیں؟ اندھیرا چھا جاتا ہے۔ پھر اللہ کی رحمت کی ایک ہوا چلتی ہے سارے بادلوں کو اُڑا کے لے جاتی ہے اور سورج چمکنے لگتا ہے، پریشان کیوں ہوتے ہو؟'' آزاد صاحب کہنے لگے کہ مجھے ایسی ہمت بندھی کہ میری ساری پریشانی دور ہوگئی۔ پھر حضرت والا کی شفقت دیکھئے کہ فرمایا ''پریشان مت ہو، اگر کسی چیز کی ضرورت ہو، پیسے کی ضرورت ہو تو مجھ سے لے لینا۔'' تو انہوں نے کہا کہ حضرت کی برکت سے پھر ضرورت ہی نہیں پڑی، سب پریشانیاں دور ہوتی چلی گئیں۔ ناامیدی کے اندھیروں میں امید کا آفتاب حضرت والا روشن کر دیتے تھے۔ جس ملک میں بھی گئے، جو پریشان حال اور غمگین آیا، حضرت والا کی برکت سے خوش وخرم گیا، زندگی مزیدار ہوگئی۔

کیا کہوں آہ وہ مرشد تھا مرا کیا اخترؔ
چشمِ تر نعرۂ ھُو چاک گریباں پایا

حضرت والا اگر خفا ہوتے تو جلد ہی اس کی تلافی فرما دیتے

حضرت والا اگر کبھی کسی بات پر تنبیہ فرماتے تھے تو اسی وقت اس کی تلافی بھی فرما دیتے تھے تاکہ دوسرے کا دل خوش ہو جائے۔ میرے ساتھ بھی کئی دفعہ ایسا ہوا۔ جب جمعہ کی چھٹی ہوا کرتی تھی تو ہمارے ڈاکٹر خلیل صاحب ایک رات قیام کرنے کے لئے آیا کرتے تھے تو میں اکثر کچھ پکا لیا کرتا تھا۔ حضرت والا کو ماش کی دال پسند تھی، کبھی ماش کی دال، کبھی پلاؤ پکا لیا، کبھی اسٹو پکا لیا۔ ایک دن کچھ سستی سی ہو رہی تھی، میں نے سوچا کہ حضرت والا کے گھر سے کھانا اتنا آجاتا ہے کہ آج ضرورت نہیں پڑے گی۔ اتفاق کی بات اس دن گھر سے کوئی انتظام نہیں تھا تو حضرت والا نے احقر سے

دریافت فرمایا کہ میر صاحب! تم نے کچھ پکایا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت! میں نے تو آج کچھ نہیں پکایا۔ فرمایا ''اچھا! یہی آپ کی محبت ہے، یہ ہمارے اتنے پرانے دوست ہیں (ڈاکٹر صاحب)، ہر جمعرات کو آتے ہیں، آپ نے ان کا اتنا بھی اکرام نہیں کیا کہ ان کے لئے کچھ پکا لیتے اور میرا بھی آپ نے کچھ لحاظ نہیں کیا حالانکہ میں آپ پر توجہ ڈال رہا تھا، آپ کو میری توجہ کا بھی کچھ اثر نہیں ہوا، اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو مجھ سے مناسبت ہی نہیں ہے۔'' یہ سن کر میں ایک دم ڈر گیا، میں نے عرض کیا کہ حضرت! واقعی مجھ سے بہت سخت غلطی ہوگئی۔ حضرت والا نے فرمایا ''کیا غلطی ہوگئی۔ یہ جو آپ غلطی کا اعتراف کررہے ہیں یہ تو آپ کی شرافت ہے ورنہ توجہ ڈالنے سے کیا ضروری ہے کہ دوسرے تک توجہ پہنچ بھی جائے''، ایک ہی وقت میں نشتر اور ایک ہی وقت میں مرہم لگا دیا۔

احقر کے بیمار ہونے پر حضرت والا کی تڑپ

ایک مرتبہ میں بہت بیمار ہوگیا تھا، میرے دل میں خوف بیٹھ گیا تھا کہ حضرت والا مجھ سے ناراض ہیں، جب ٹھیک ہوگیا تو فرمایا تمہیں جو بیماری ہوئی دراصل میری محبت ہی کی وجہ سے ہوئی۔ اُس خوف سے حضرت کے پاس آتے ہوئے بھی ڈرنے لگا کہ حضرت مجھے دیکھیں گے تو حضرت کو تکلیف ہوگی۔ جب میں نے اسٹیل مل میں ملازمت کرلی، اس نوکری سے پہلے حضرت والا میرے گھر تشریف لائے، میرے والد صاحب بھی حضرت سے بیعت تھے۔ حضرت والا، حیدرآباد والے سلیم الحق صاحب کے ہمراہ تشریف لاتے۔ حضرت والا فرماتے تھے کہ میر صاحب! واللہ میں تم سے ناراض نہیں ہوں خوش ہوں۔ بعد میں پھر حضرت والا سن ۱۹۸۰ء کے قریب تشریف لائے، میرے والد صاحب سے ملاقات کی، جب جانے لگے تو والد صاحب سے فرمایا کہ ''یہ تو بالکل ٹھیک ہوگیا، یہ تو میرا دیوانہ ہے، یہ دیوانہ وار پھر میرے پاس آئے گا، اس کا یہ وہم جاتا رہے گا''۔ اللہ کا شکر ہے کہ ایسا ہی ہوا۔ اسی دوران آزاد صاحب ملے تو میں نے پوچھا کہ کیا حضرت والا میرا نام لیتے ہیں؟ انہوں نے کہا حضرت والا تو تمہیں بہت یاد کرتے ہیں کہ وہ ایسا تھا، ایسا تھا، میں نے اس کے لئے غلافِ کعبہ پکڑ کے دعا کی ہے، ابھی تک نہیں آیا، بے چین رہتے ہیں۔ سلیم الحق صاحب نے بتایا کہ جیسے کوئی ماں اپنے بچے کے لئے بے چین ہوتی ہے ایسے حضرت والا بے چین ہوتے تھے۔ پھر میں نے خواب دیکھا کہ ایک درخت ہے اور حضرت والا وہاں لیٹے ہوئے ہیں اور میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوں۔ حضرت والا ناظم آباد سے گلشن منتقل ہوچکے تھے تو میں نے کسی سے پوچھا کہ حضرت کا پتا بتاؤ تو ہمارا ایک عزیز تھا وہ جانتا تھا۔ پھر میں پوچھتا پوچھتا آیا اور کچھ حضرت کے لئے ہدیہ جیب میں لے کے آیا۔ یہ سوچ کے آیا تھا کہ اگر حضرت والا نے میرا ہدیہ قبول کرلیا تو میں سمجھوں گا کہ حضرت مجھ سے خوش ہیں اور اگر حضرت نے

قبول نہیں کیا تو ناراض ہیں۔ جیسے ہی حضرت نے مجھے دیکھا تو فرمایا وہ دیکھو میر! اور مجھے سینے سے لگالیا۔ پھر کسی سے فرمایا کہ میر کے لئے ہری بوتل (پا کولا) لے کے آؤ۔

جب میں پہنچا تو حضرت والا درسِ حدیث شریف دے رہے تھے، دو طالب علم تھے، پھر ان کو پڑھا کر فارغ ہوئے تو میں نے حضرت سے عرض کیا کہ میں کچھ ہدیہ پیش کرنا چاہتا ہوں تو حضرت نے فرمایا کہ دیر کس بات کی ہے، فوراً لاؤ۔ اس وقت مجھے یقین ہوگیا کہ حضرت والا مجھ سے خوش ہیں حالانکہ حضرت تو کبھی ناراض ہی نہیں تھے۔ دوبارہ جب شام کو آیا تو حضرت والا ایک پیڑ کے نیچے آرام فرما رہے تھے۔ پہلے گلشن خانقاہ کے باہر والے صحن میں ایک درخت ہوتا تھا، کچھ زمین کچی تھی، اس پر فرش نہیں تھا، گھاس تھی۔ تو حضرت وہیں چادر پر لیٹے ہوئے تھے، پھر مجھے یاد آیا کہ یہی تو میں نے خواب میں دیکھا تھا۔

حضرت والا کی ایک کرامت کا واقعہ

حضرت والا نے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل فرمایا تھا کہ اَلْاِسْتِقَامَةُ عَلَى الدِّيْنِ فَوْقَ اَلْفِ كَرَامَةٍ (دین پر استقامت ایک ہزار کرامتوں سے افضل ہے) سنت وشریعت کی پابندی یہی حضرت والا کی سب سے بڑی کرامت تھی کہ کوئی لمحہ سنت اور شریعت کے خلاف نہیں تھا، ۴۶ برس تک شب وروز دیکھا، ایک لمحہ بھی ایسا نہیں تھا کہ حضرت نے دین کے کسی ادنیٰ سے ادنیٰ حکم کو کسی مصلحت کی وجہ سے چھوڑ دیا ہو، اس سے بڑھ کر کیا کرامت ہوسکتی ہے؟ ویسے ہر قدم پہ حضرت والا کی کرامت دیکھی، لا علاج مریضوں کو اپنی آنکھوں سے تندرست ہوتے دیکھا، تیس مریض تو میں نے گنے تھے جن کو ڈاکٹروں نے جواب دے دیا تھا۔ حضرت والا کی کرامت کا ایک ہی واقعہ سناتا ہوں۔ بنگلہ دیش میں مولانا معراج الدین صاحب جو حضرت والا کے خلیفہ تھے ان کو فالج ہوگیا لیکن حضرت کو معلوم نہیں تھا۔ جب حضرت والا بنگلہ دیش تشریف لے گئے تو ان کی مسجد راستے میں پڑتی تھی، وہاں وہ دو آدمیوں کے سہارے پہ کھڑے تھے۔ حضرت والا نے ان کو دیکھ کے فرمایا کہ ارے ان کو کیا ہوا تو حاجی کمال صاحب نے بتایا کہ انہیں چار مہینے سے فالج ہوگیا ہے، نہ نماز پڑھا سکتے ہیں، نہ بول سکتے ہیں، پتا نہیں یہاں کس طرح سہارے سے آگئے ہیں؟ حضرت والا نے فرمایا کہ گاڑی روکو۔ گاڑی روک کے حضرت والا ان سے ملے اور ان پر کچھ پڑھ کے دم کیا۔ اس کے بعد انہوں نے سہارا دینے والوں سے کہا کہ مجھے چھوڑ دو، پھر حضرت کے پاس چل کر آئے۔ میری چشم دید بات ہے۔ مولانا معراج الدین یہاں حضرت والا کی بیماری میں بھی آئے تھے، وہ ٹھیک تھے اور حضرت والا کو فالج ہوگیا تھا۔ اب یہ تکوینی راز ہوتے ہیں کہ کتنے ہی لوگ حضرت والا کی دعاؤں سے صحت پا گئے اور حضرت والا نے فالج ہی کی حالت میں رحلت فرمائی۔

حضرت والا کی تعلیمات سے نوجوانوں کی زندگیوں میں انقلاب آجاتا تھا

جب میں شروع شروع میں حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس وقت بھی حفاظتِ نظر ہی کا مضمون تھا اور آخر وقت تک یہی مضمون تھا کہ نگاہ کی حفاظت کرو حسینوں سے نظر بچاؤ، دل بچاؤ۔ اس وقت تو ایسی بے پردگی اور عریانی نہیں تھی، بہت سے لوگ اعتراض کرتے تھے، بدگمانی بھی کرتے تھے ایسے بیوقوف بھی تھے، کچھ کہتے تھے کہ وہاں جاؤ تو بس حسینوں کے پیچھے ڈنڈا لئے ہوئے دوڑتے ہیں تو حضرت والا کے کان میں یہ بات پڑی تو حضرت والا نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہے کہ بعض لوگ میرے مضمون پر اعتراض کرتے ہیں، بدگمانی بھی کرتے ہیں اور میرے اوپر شک بھی کرتے ہیں مگر مجھے کسی کی پرواہ نہیں ہے۔ میں اپنی عزت کو داؤ پر لگا کر اللہ کے لئے یہ مضمون بیان کرتا ہوں اور کرتا رہوں گا۔ بالآخر اسی مضمون سے حضرت والا کا سارے جہان میں شہرہ ہوگیا، کتنے نوجوانوں کی جوانیاں محفوظ ہوگئیں، کتنی لڑکیاں جو فیشن کی دلدادہ تھیں، حضرت والا کا بیان سننے آتی تھیں، حضرت والا نے معظم ٹیرس میں پردے کا انتظام کروا رکھا تھا، قناتیں بھی لگوادی تھیں، وہاں کوئی مرد نہیں جاسکتا تھا۔ تو بعض عورتوں نے شکایت کی، پیغام کہلوایا کہ حضرت! یہاں بیان سننے کچھ ایسی بے پردہ لڑکیاں آتی ہیں جن کا لباس بھی بالکل واہیات ہوتا ہے، بال بھی کھلے اور کٹے ہوئے ہوتے ہیں، ان کو ہم کچھ نصیحت کریں کہ اپنا حلیہ درست کرکے آیا کریں۔ تو حضرت والا نے بیان کے دوران ہی ڈانٹ کر فرمایا کہ خبردار! ان کو کسی نے کچھ کہا، ان کو آنے دو، کوئی ذرّہ اللہ کی محبت کا ان کے دل کے اندر ہے جس کی وجہ سے آتی ہیں۔ چنانچہ انہی بچیوں کی زندگی میں ایسا انقلاب آیا کہ ماں باپ نے جو بالکل آزاد تھے ان کو مارا بھی، میرے پاس بھی فون آتا تھا، حضرت سے بیعت بھی ہوگئیں۔ بہت سختیاں جھیلیں، سب اللہ والی تہجد گزار ہوگئیں، آج بھی کوئی امریکہ میں ہے کوئی کینیڈا میں ہے لیکن شرعی پردہ کررہی ہیں۔

سفر لاہور کا ایک واقعہ

حضرت والا کا صحت کی حالت میں جب لاہور کا آخری سفر ہوا تو حضرت پر عجیب کیفیت تھی۔ ایک مرتبہ بادشاہ جہانگیر کے مقبرے پر تشریف لے جارہے تھے تو حضرت والا نے فرمایا کہ ''مجھے کسی نے نہیں پہچانا، مجھے میری اولاد نے بھی نہیں پہچانا، میرے بیوی بچوں نے بھی نہیں پہچانا، میرے ساتھ جو دن رات رہتے ہیں، انہوں نے بھی مجھے نہیں پہچانا'' واقعی ہم حضرت کی قدر نہیں کرسکے۔ بس بہت ہی عجیب کیفیت تھی۔ پھر حضرت والا وہاں اس کے مقبرے پہ گئے۔ یہ عجیب بادشاہ تھا، اسے اپنی ملکہ نور جہاں سے جو شیعہ تھی، بہت محبت تھی۔ اس کمبخت میں ادائیں بھی

عجیب تھیں۔اس کے ہاتھوں میں دو کبوتر تھے۔ایک اسکے ہاتھ سے اُڑ گیا تو جہانگیر نے پوچھا وہ دوسرا کبوتر کیسے اُڑ گیا؟ تو اس نے دوسرے ہاتھ والا کبوتر بھی اُڑا دیا اور کہا ایسے اُڑ گیا، اسی ادا پر اس نے شادی کر لی۔پھر اتنا عاشق ہو گیا کہ اگر نور جہاں سامنے نہ ہوتی تو فرامینِ شاہی نہیں لکھ سکتا تھا، جب تک وہ سامنے بیٹھی رہتی تو اس کا دربار چلتا تھا، اتنا اس کی جدائی سے پریشان ہو جاتا تھا۔ایک دن نور جہاں نے کہا کہ جب میرے بغیر آپ کا دماغ صحیح نہیں رہتا، تو آپ میرا مذہب اختیار کر لیجیے، میں شیعہ ہوں آپ بھی شیعہ بن جائیے، تو جہانگیر نے کہا تھا ؎

جاناں بہ تو جاں دادم نہ کہ ایماں دادم

اے نور جہاں، اے محبوب تجھ پر میں نے جان تو دی ہے، ایمان نہیں دیا ہے۔تو اس کے مقبرے پر حضرت والا تشریف لے گئے، وہاں کچھ پڑھ کے ایصالِ ثواب کیا، پھر فرمایا کہ عجیب بات ہے! یہ مقبرہ بادشاہ کا ہے لیکن یہاں مجھے انوارات نظر آ رہے ہیں۔احقر نے عرض کیا کہ حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالے میں جو کانپور سے نکلتا تھا، اس میں یہ واقعہ لکھا تھا کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے لئے فرمایا تھا کہ اگر ہم جنت میں گئے تو بغیر تیرے داخل نہیں ہوں گے۔حضرت والا نے فرمایا کہ یہ انہی کا نور معلوم ہوتا ہے۔

❁ ❁

از کلام حضرت تائبؔ صاحب دامت برکاتہم

یاں دھوپ اور چھاؤں کا سنگم ہے یہ گلشنِ شیخ کا موسم ہے
ہنستوں کو رُلایا جاتا ہے روتوں کو ہنسایا جاتا ہے

یاں مفت پلائی جاتی ہے گو مفت نہیں حاصل ہوتی
یاں اَشک بہائے جاتے ہیں، یاں خون جلایا جاتا ہے

کیوں رُخ پہ نکھار نہ آئے بھلا، کیوں دل پہ بہار نہ چھائے بھلا
جب خونِ تمنّا سے تائبؔ ہر روز نہایا جاتا ہے

❁ ❁

❁ سنگم: ملاپ

چودھواں باب

تربیت کی بعض خاص باتیں

نہ گلشن میں آتے نہ مالی سے ملتے، نہ تقویٰ کے چاروں طرف پھول کھلتے

ازکلام جناب حضرت خالد اقبال تائبؔ صاحب دامت برکاتہم

ہمیشہ خدا کی محبت کی باتیں، ہمیشہ نبی کی اطاعت کی باتیں
یہی میرے مرشد کی جلوت کی باتیں، یہی میرے مرشد کی خلوت کی باتیں
جو حسنِ سماعت خدا ہم کو بخشے تو کانوں سے اپنے سماعت کریں ہم
بلا کی بلاغت،غضب کی فصاحت، جُنوں کی حکایت،قیامت کی باتیں
نگاہیں جھکا کر گزرنا سکھایا، خدا سے سرِ راہ ڈرنا سکھایا
بچائیں جو شر اور آفت سے ہم کو، سکھائیں وہ ہم کو شرافت کی باتیں
ہواؤں پہ اُڑنا نہ پانی پہ چلنا، شریعت و سنت کے سانچے میں ڈھلنا
یہی کچھ بتاتے ہیں مرشد ہمارے، یہی کچھ ہیں اُن کی کرامت کی باتیں
مقالے کا عنوان ہے حسنِ فانی، حیا سے ہے پی ایچ ڈی پانی پانی
بچاتے ہیں وہ عشقِ صورت سے ہم کو سنا کر ہمیں حسنِ سیرت کی باتیں
نہ گلشن میں آتے نہ مالی سے ملتے، نہ تقویٰ کے چاروں طرف پھول کھلتے
نہ تائبؔ مصائب سے بچ کر نکلتے،خدا کی قسم ہیں یہ قسمت کی باتیں

تربیت کی بعض خاص باتیں

کوئی معمولی سی بھی بھلائی کرے تو اس کا شکریہ ادا کرو

حضرت والا گاڑی میں کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ برابر سے ایک گاڑی گذری اور اس کے ڈرائیور نے ہاتھ کے اشارے سے کچھ کہا۔ حضرت والا کے مرید جو گاڑی چلا رہے تھے، انہوں نے ہاتھ سے ایسا اشارہ کیا جیسے کہا جاتا ہے کہ جاؤ جاؤ، اپنا کام کرو۔ حضرت والا نے فرمایا کہ یہ کیا کہہ رہا تھا؟ بتایا کہ وہ کہہ رہا تھا کہ تمہارے ٹائر میں ہوا کم ہے۔ حضرت والا نے ناراضگی کے ساتھ فرمایا کہ وہ تمہاری بھلائی میں یہ بات بتا رہا ہے اور تم نے ایسا تلخ جواب اس کو دیا کہ آئندہ وہ کسی کے ساتھ نیکی ہی نہ کرے گا اور داڑھی والوں سے بدگمان ہو جائے گا، جلدی سے اپنی گاڑی ان کی گاڑی کے پاس لے جا کر ان سے معافی مانگو اور جزاک اللہ کہو۔

مدینہ شریف کے ایئرپورٹ سے حضرت والا کے مقامی احباب نے اپنی گاڑیوں میں حضرت والا کے ساتھ تمام لوگوں کو جو کراچی سے آئے تھے ان کے ہوٹل تک پہنچایا۔ جب سب پہنچ گئے تو حضرت والا نے فرمایا کہ جو ہمیں ایئرپورٹ سے ہوٹل لایا اس نے ہم پر احسان کیا ہے، احسان کا بدلہ چکانا چاہیے، اس کو کوئی ہدیہ تحفہ دینا چاہیے اور اگر ہدیہ نہیں دے سکتے تو ان کو دین کی کوئی بات سنا دو۔

دین کے خادموں کو عوام کے ساتھ محبت کا برتاؤ رکھنا چاہیے

((اَلْمُؤْمِنُ مَاْلَفٌ وَّلَا خَیْرَ فِیْمَنْ لَّا یَأْلَفُ وَلَا یُؤْلَفُ)) ۔ (مرقاۃ)

ایک صاحب کی اصلاح کے لئے ارشاد فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں لَا خَیْرَ فِیْ مَنْ لَّا یَأْلَفُ وَلَا یُؤْلَفُ اس شخص میں کوئی خیر نہیں ہے جو لوگوں سے محبت نہیں کرتا اور اس کی پاداش میں وہ محبت نہیں کیا جاتا، یعنی لوگوں سے خوش اخلاقی اور محبت نہ کرنے کی سزا اس کو یہ ملتی ہے کہ لوگ بھی اس سے محبت نہیں کرتے۔ کراچی میں ایک مسجد کے امام مظاہر العلوم سہارنپور کے فارغ اور دورہ میں اول آنے والے ایک عالم صاحب نے مجھ سے کہا کہ آج کل کے لوگ محبت سے عاری ہیں حتیٰ کہ مقتدی تک محبت نہیں کرتے۔ میں نے کہا کہ آپ ان سے محبت کیجئے، وہ خود آپ سے محبت کرنے لگیں گے۔ کہنے لگے کہ جب وہ محبت نہیں کرتے تو میں کیوں کروں؟ میں نے کہا کہ مولانا! حدیث کے الفاظ کی تقدیم و تاخیر بتا رہی ہے کہ جو یَأْلَفُ ہوگا وہ یُؤْلَفُ ہوگا۔ پہلے آپ لوگوں سے محبت کریں پھر آپ محبت کئے جائیں گے۔

محبت بہت بڑی نعمت ہے، میں کیا بتاؤں کہ اس کا کتنا بڑا فائدہ ہوتا ہے، دین پھیلانے میں اس سے ایسی آسانی ہوتی ہے کہ بہت جلد لوگ دین سیکھنے لگتے ہیں۔ دین کے پھیلانے میں محبت سے ایسی مدد ملتی ہے کہ کہہ نہیں سکتا۔ بعض دفعہ مجھ سے بعض لوگ ملنے نہیں آئے تو میں خود ان کے پاس پہنچ گیا، محبت کی چوٹ ایسی ہے کہ آدمی گرویدہ ہوجاتا ہے۔ دشمن بھی ہو تو اس سے بھی سلام دعا کرلو، اس کی دشمنی کا جوش کم ہوجائے گا اور دوستوں کی دوستی میں اضافہ ہوجائے گا۔ دوسری حدیث میں ہے اَلتَّوَدُّدُ اِلَی النَّاسِ نِصۡفُ الۡعَقۡلِ لوگوں سے محبت کرنا آدھی عقل ہے اور تَوَدُّدُ بابِ تفعل سے ہے جس میں تکلف کی خاصیت ہوتی ہے یعنی اگر کسی سے مناسبت نہ ہو، دل نہ چاہے تب بھی بہ تکلف تم اس سے محبت و خوش اخلاقی سے پیش آؤ، یہ آدھی عقل ہے۔

کوئی بیت الخلاء میں ہو تو اس کا دروازہ مت کھٹکھٹاؤ

جنوبی افریقہ میں مفتی حسین بھیات صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے گھر میں شروع شروع میں صرف ایک ہی بیت الخلاء تھا۔ حضرت والا کو استنجے کا تقاضا ہوا تو خادم سے فرمایا کہ دیکھو بیت الخلاء میں کوئی ہے تو نہیں؟ حضرت والا نے دیکھا کہ وہ خادم بیت الخلاء کا دروازہ کھٹکھٹا کر پوچھنے والے تھے۔ فوراً حضرت والا نے وہیں سے فرمایا کہ بیت الخلاء کو مت کھٹکھٹانا، یہاں واپس آجاؤ۔ پھر فرمایا کہ اگر آپ دروازہ کھٹکھٹاتے تو جو بیت الخلاء میں ہے اس کو اذیت ہوتی، ہم اس کے باہر آنے کا انتظار کرلیتے ہیں۔

گھر پر دعوت کرو تو خواتین پر کھانا جلد تیار کرنے کا دباؤ مت ڈالو

حضرت والا ناشتے کے لئے اپنے خادم فیروز میمن صاحب کے گھر تشریف لے گئے مگر گاڑی سے اتر کر ان کے گھر تشریف نہ لے گئے بلکہ فرمایا کہ میں پارک میں چہل قدمی کررہا ہوں، جب ناشتہ تیار ہوجائے تو مجھے بلالینا۔ بعد میں پتا چلا کہ حضرت والا گھر اس لئے تشریف نہیں لے گئے کہ اگر پہلے گھر چلے جاتے تو گھر والے گھبرا جاتے کہ مہمان آگئے اور ناشتہ تیار نہیں ہوا، دیر ہورہی ہے، گھر کے مرد، عورتوں پر غصہ کرنے لگ جاتے کہ جلدی ناشتہ تیار کریں۔

جو برتن کھانے کے کاموں میں استعمال ہو اس میں ہاتھ مت دھوؤ

ناشتے کے بعد جب حضرت والا کے ہاتھ دھلانے کے لئے برتن لایا گیا تو حضرت والا نے دریافت فرمایا کہ اپنے گھر میں سے پوچھ کر آؤ کہ یہ برتن کھانا پکانے یا کھانے سے متعلق کسی کام میں تو استعمال نہیں ہوتا؟ میزبان گھر سے پوچھ کر آئے اور بتایا کہ حضرت! کھانا کھانے کے لئے استعمال نہیں ہوتا، صرف اس میں آٹا گوندھا جاتا ہے۔

ہنس کرفرمایا کہ ''ارے میاں! کیا آٹا رزق نہیں ہے۔'' پھراس برتن میں کھانے کے اکرام کی وجہ سے ہاتھ نہیں دھوئے اورفرمایا کہ میں واش بیسن میں ہاتھ دھولوں گا، آئندہ کمرے میں ہاتھ دھلوانے ہیں تو ہاتھ دھونے کے تسلے کا انتظام کرو۔

سفر میں کمزور ساتھی کی رعایت ضروری ہے

عمرے کے سفر میں بہت سے احباب ساتھ تھے اور ہوٹل کے ایک کمرے میں کئی کئی لوگ رہ رہے تھے۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت! کچھ لوگ ایئر کنڈیشن بہت تیز چلاتے ہیں، مجھے نزلہ کھانسی کا خدشہ ہے، مجھ سے تیز ایئر کنڈیشن برداشت نہیں ہوتا۔ حضرت والا نے سب کو حکم دیا کہ کمزور آدمی کی رعایت کرنا سب پر ضروری ہے، اگر خدانخواستہ تمہارے تیز ایئر کنڈیشن چلانے سے کوئی بیمار ہوگیا تو پھر کیا ہوگا؟ اس لئے ایئر کنڈیشن کو کم کریں، کم کرنے سے بیماری کا خطرہ نہیں۔

حرمین شریفین میں جانے کے لئے لفظ حاضری کہنا چاہیے

مکہ شریف میں حضرت والا سے ملنے ایک صاحب آئے، حضرت والا حرم جا چکے تھے۔ خادم نے بتایا کہ حضرت والا حرم ''تشریف'' لے جا چکے ہیں۔ جب حضرت والا کو پتا چلا تو ڈانٹ کر فرمایا کہ خبردار! یہاں ''تشریف'' کا لفظ استعمال نہ کرو، کہاں ہم اور کہاں خانہ کعبہ! یہ کہو کہ میرے شیخ حرم حاضری کے لئے گئے ہوئے ہیں۔

بیوی حُسن میں اول چاہیے تو مونچھوں میں اول نمبر کیوں نہیں لیتے؟

لاہور کے سفر میں کچھ علماء حضرت والا سے ملنے آئے، ان سے فرمایا کہ آپ کی مونچھیں بڑی ہیں کیونکہ ان سے ہونٹوں کا کنارہ چھپ رہا ہے، ہمارے پاس مشین ہے، ہم اپنے دوستوں سے آپ کی مونچھیں صحیح کروادیتے ہیں۔ وہ لوگ راضی نہیں ہوئے کہ ہم بعد میں کروالیں گے تو حضرت والا نے فرمایا کہ اگر میں آپ کی شادی کراؤں اور پوچھوں کہ حسین نمبر ون سے شادی کروگے یا حسین نمبر دو سے کروگے؟ انہوں نے ہنستے ہوئے کہا کہ اول نمبر سے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ پھر دین میں اول نمبر کیوں نہیں لیتے ہو؟ انہوں نے مونچھیں صاف کروادیں۔

دعوت میں کوئی خاص ڈش ہو تو دوسروں کا بھی خیال رکھو

لاہور میں مولانا مشرف علی صاحب تھانوی دامت برکاتہم نے حضرت والا کی رات کے کھانے کی دعوت کی، رات کا قیام بھی انہی کے مدرسے میں تھا۔ کھانا کھانے کے بعد مجلس ہوئی اور مجلس کے بعد میزبان اپنے گھر چلے گئے۔

حضرت والا نے سب احباب کو جمع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ ہمارے ایک دوست نے کھانے میں دو کباب لے لئے اور دوسرے ساتھی کا حق مارا۔ پہلے اندازاً دیکھنا چاہیے کہ کس کے حصے میں کتنے کباب آئیں گے؟ دوسرے کا حق نہ ماریں، کھاؤ گے خوشبو والا مگر صبح بیت الخلاء میں بدبو والا ہی نکلے گا۔

والدین کی خدمت کو سعادت سمجھو

احقر عشرت جمیل عرض کرتا ہے کہ احقر کے والد صاحب کی طبیعت ناساز تھی۔ حضرت والا نے فرمایا کہ آپ کے والد صاحب بیمار ہیں، آپ اپنے والد صاحب کے پاس جائیں۔ احقر نے عرض کیا کہ حضرت! میں آپ کو چھوڑ کر خانقاہ سے نہیں جانا چاہتا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ ''میر صاحب! اب آپ کو اللہ تعالیٰ خانقاہ میں نہیں ملیں گے بلکہ اب اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے بابا کے پاس ملیں گے، فوراً خانقاہ سے والد صاحب کے پاس جائیں۔''

جناب فیروز میمن صاحب کے والد صاحب اپنے بیٹے کا انتظار کر رہے تھے اور وہ حضرت کو چھوڑ کر جانا نہیں چاہتے تھے۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ پہلا حق اللہ تعالیٰ کا ہے، پھر والدین کا ہے، پھر شیخ کا ہے، جاؤ جلدی سے، ایسے بتانے والے بھی کم ملیں گے۔ ایک صاحب سے فرمایا کہ والد کی خوب خدمت کیا کرو۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضرت والد صاحب نے مجھے بچپن میں بہت مارا ہے، تکلیفیں دی ہیں، خدمت کرنے کا دل نہیں چاہتا۔ ارشاد فرمایا کہ شیخ کا حکم سمجھ کر خدمت کرو اور سوچو کہ شیخ کی خدمت کر رہا ہوں۔ پھر وہ صاحب خوشی سے والد کی خدمت کرنے لگے۔

مومن بھائی سے نیک گمان کے لئے ہزار تاویلات سوچو

جنوبی افریقہ کے سفر کے دوران حضرت والا کی گاڑی میں جناب فیروز میمن صاحب بھی ہمراہ بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے عرض کیا کہ اگر کسی سے بدگمانی ہو تو کیا کرنا چاہیے؟ حضرت والا نے فرمایا کہ کیا شیخ سے بدگمانی ہے؟ عرض کیا کہ حضرت! ہرگز نہیں، کسی اور سے ہے۔ فرمایا کہ بات کرنے کا ادب سیکھو، تمہیں پہلے یہ کہنا چاہیے تھا کہ حضرت! آپ سے بدگمانی نہیں، کسی اور سے بدگمانی ہے۔ فرمایا کہ اتنی دیر بھی شیخ کو تکلیف نہ دو کہ یہ شاید مجھ سے بدگمانی کر رہا ہے، اگر مجھ سے بدگمانی ہوتی تو میں تمہیں سڑک پر یہیں اتار دیتا کہ پاکستان واپس جاؤ، ایسے آدمی کو فائدہ نہیں ہوتا جو شیخ سے بدگمانی کرتا ہے۔ اور پھر ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی بات سنائی:

((مَنِ اعْتَرَضَ عَلٰی شَیْخِہٖ وَنَظَرَ اِلَیْہِ احْتِقَارًا لَّمْ یُفْلِحْ اَبَدًا)) ۔ (مرقاۃ)

جس نے اپنے شیخ پر اعتراض کیا اور اس کو حقارت کی نظر سے دیکھا وہ کبھی فلاح نہیں پا سکتا۔ پھر فرمایا کہ اب بتاؤ، کیا بات ہے؟ عرض کیا کہ جب رہائش والی جگہ پر جاتا ہوں تو مجھے لگتا ہے کہ کوئی میرا عطر بیگ سے نکال کر

استعمال کرتا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ بدگمانی کرنا حرام ہے، میرے شیخ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ قیامت کے دن اس پر ثبوت مانگا جائے گا اور ثبوت نہ ہونے پر پکڑ کا اندیشہ ہے اور نیک گمان پر ثواب ملے گا، لہٰذا نیک گمان رکھ کر مفت میں ثواب لے لو اور جس کے لئے بدگمانی ہورہی ہے اس کے لئے دل میں اچھے جواب خود سوچ لو۔ بدگمانی کر کے اپنے دل کو اللہ تعالیٰ سے دور نہ کرو بلکہ خوش گمانی کر کے اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مصروف رکھو۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضرت! آپ کی اس نصیحت سے بہت عظیم الشان فائدہ ہوا۔ پھر دوسرے دن آ کر عرض کیا کہ ابھی پتا چلا ہے کہ ہمارے ایک ساتھی کے پاس بھی ایسا ہی عطر ہے جیسا میرے پاس ہے، وہ اپنا عطر استعمال کرتے ہیں، میرا نہیں، آپ کا احسانِ عظیم ہے کہ آپ نے بدگمانی سے بچالیا۔

دعوت میں میزبان سے کسی معمولی چیز کی بھی فرمائش مت کرو

حضرت والا نے سکھایا کہ میزبان سے کبھی کسی چیز کی فرمائش نہ کرے کیونکہ اگر وہ چیز ختم ہوچکی ہو یا گھر میں میسر ہی نہ ہو تو وہ شرمندہ ہوجائے گا۔ کسی مومن کو شرمندہ کرنا جائز نہیں ہے، مومن کی آبرو کعبہ سے بڑھ کر ہے۔

عورتوں کے لئے بیانات سننا اور مواعظ پڑھنا نیک صحبت کے قائم مقام ہے

وقتاً فوقتاً خواتین خط میں لکھتی ہیں یا فون کرتی ہیں یا باہر ملک سے پیغام بھجواتی ہیں کہ مَردوں کے مزے ہیں کہ وہ آپ کو دیکھتے ہیں، آپ کے پاس وقت گزارتے ہیں، آپ کے پاس چلّہ لگاتے ہیں، ان کو توصحبتِ اہل اللہ مل جاتی ہے، وہ تو اللہ والے بن جاتے ہیں لیکن ہم عورتیں نہ آپ کو دیکھ سکتی ہیں، نہ خانقاہ آ سکتی ہیں، نہ وقت لگا سکتی ہیں، ہم کیسے رابعہ بصریہ بن سکتی ہیں؟ ارشاد فرمایا کہ چاہے کوئی کتنا بھی بڑا اللہ والا ہو لیکن شریعت کے حکم کے تابع ہوگا، نامحرم سے شرعی پردہ کرنا فرض ہے، اللہ تعالیٰ کا حکم توڑ کر کوئی اللہ والا نہیں بن سکتا۔ صحابیات رضی اللہ عنہن سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پردہ فرماتے تھے اور صحابیات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک باتیں کانوں سے سن کر صحابیہ بنتی تھیں۔ آج بھی اگر عورتیں شیخ کی مجلس میں شرعی پردے سے بیان سنیں، کیسٹ سے بیان سنیں اور اپنے شیخ کی کتابیں پڑھیں تو وہ کان سے سن کر اس پر عمل کر کے رابعہ بصریہ بن سکتی ہیں۔

اپنے گھروں میں کوئی تصویر والا کھلونا مت لاؤ

ارشاد فرمایا کہ گڑیا یا جس کھلونے میں تصویر بنی ہوئی ہو اگر بچے ضد کریں اور نہ توڑنے دیں تو ان بچوں کو پیار سے سمجھاؤ کہ گڑیا پچاس روپے کی ہے، ہم آپ کے لئے سو روپے کی ٹرین لے آتے ہیں، گڑیا سے

اللہ تعالیٰ ناراض ہوں گے۔ اگر نہ مانے تو مارو مت، غصہ مت کرو اور بچی کو سمجھا دو کہ چلو ہم گڑیا کو پردہ کراتے ہیں اور برقع پہناتے ہیں۔ پھر کچھ دنوں کے بعد کوئی اور کھلونا لا کر دے دو۔ بچوں کی تربیت کے انداز بھی سیکھو۔

اگر کوئی دعوت کرے تو اس کو اپنے پرہیز کا پہلے ہی بتادو

حضرت والا جب کہیں دعوت میں جاتے تو پہلے ہی سے میزبان کو بتادیتے کہ فلاں چیز سے مجھے پرہیز ہے، فرماتے تھے کہ اگر کسی چیز سے پرہیز ہے یا مرچوں سے پرہیز ہے تو میزبان کو پہلے سے بتادو، ایسا نہ ہو کہ وہ کھانا تیار کرکے لے آئے اور پھر آپ اسے منع کردیں تو اس سے اس کو غم ہوگا۔ اس کے علاوہ حضرت والا جب کسی کی دعوت میں تشریف لے جاتے تو آپ کا معمول تھا کہ صاحبِ خانہ کے گھر والوں کے لئے ہدیہ دیتے اور فرماتے کہ اہلِ خانہ کی دلجوئی ضروری ہے، بے چارے گھر کے افراد اتنے گھنٹے تک کھانا پکاتے ہیں، ان کو ہدیہ دو تا کہ ان کا دل خوش ہو اور دوبارہ آنے پر ان کا دل خوش رہے۔

جہاں گناہ ہو رہا ہو وہاں کی دعوت مت قبول کرو

ارشاد فرمایا کہ جس ولیمے میں کوئی گناہ یا نافرمانی ہو تو ہرگز مت جاؤ۔ مگر ولیمے سے ایک دو دن پہلے جا کر کچھ ہدیہ تحفہ دے دو تا کہ وہ یہ نہ سمجھیں کہ مولوی کنجوس ہوتا ہے، ویسے اگر دو سو دیتے ہو تو اب تین سو دے دو۔

اچھی چیز پکے تو خادموں کو بھی کھلاؤ تا کہ نظر نہ لگے

ارشاد فرمایا کہ جب کوئی اچھی چیز پکے تو خدام کو پہلے کھانے کے لئے دے دیا کرو تا کہ نظر نہ لگے۔ اسی طرح جب کھانا لاؤ تو ڈھانپ کر لایا کرو چاہے صرف روٹی ہی کیوں نہ ہو۔

کھانے کی پلیٹ پر دوسری پلیٹ مت رکھو

ارشاد فرمایا کہ کھانے کی پلیٹ پر دوسری کھانے کی چیز مت رکھو۔ جیسے اگر چاول ہو تو چاول پر سالن کی پلیٹ مت رکھو۔

سفر میں جاؤ تو ضرورت کی تمام چیزیں ساتھ رکھو

حضرت والا کا معمول تھا کہ جب بھی سفر پر تشریف لے جاتے تو اپنے بکسے میں ضرورت کی چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی رکھتے تا کہ میزبان سے کوئی چیز مانگنی نہ پڑے۔

بیان میں منکرات پر نکیر میں مخلوق کا خوف مت کرو

جناب فیروز میمن صاحب کبھی کبھی اپنے والد صاحب کے دفتر واقع کیاڑی بیان کرنے جاتے تھے۔ عصر کی نماز جس مسجد میں پڑھتے تھے وہاں پر نماز کے بعد لڑکیوں کو قرآن پاک پڑھایا جاتا تھا جس میں بعض بڑی عمر کی بھی لڑکیاں بے پردہ ہوتی تھیں۔ جب مسجد کے نمازیوں کو پتا چلا کہ فیروز صاحب کا تعلق حضرت والا سے ہے تو انہوں نے کہا کہ آپ امام صاحب کو سمجھائیں کہ بڑی لڑکیوں کو مسجد میں نہ آنے دیں اور نہ ان کو قرآن پڑھائیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ اتنی بات تو ان کو خود سمجھ میں آنی چاہیے، میری بات امام صاحب کیسے مانیں گے؟ کچھ عرصے بعد انہی امام صاحب نے فیروز صاحب سے کہا کہ آپ یہاں مغرب سے عشاء کچھ دین کی بات سنا دیا کریں۔ فیروز صاحب نے حضرت والا سے عرض کیا کہ ایک مسجد میں اس طرح بڑی بچیوں کو قرآن پاک پڑھایا جاتا ہے، پردے کا انتظام نہیں، ہنسی مذاق بھی ہوتا رہتا ہے، وہاں دین کی بات سنانے کا موقع ملا ہے تو احقر کا خیال ہے کہ پہلے چند ہفتہ اللہ کی محبت کا مضمون، معافی کا مضمون اور اللہ تعالیٰ کے عشق کی باتیں عرض کرے، بعد میں پھر یہ مسئلہ بتائے کہ اس طرح قرآن پاک پڑھانا جائز نہیں لیکن جس طرح حضرت والا حکم فرمائیں گے اسی طرح کروں گا۔ حضرت والا نے جوش میں فرمایا کہ لوگوں کی خوشی کو مت دیکھو، تعداد کو مت دیکھو، اگر تم نے پہلے بیان میں یہ بات نہیں بتائی اور بالفرض تمہارا انتقال ہو گیا تو اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دو گے؟ اگر اللہ تعالیٰ نے یہ پوچھ لیا کہ تمہیں ہم نے موقع دیا تھا، تم نے حق کو کیوں چھپایا؟ اس وقت کیا جواب دو گے؟ کسی سے مت ڈرو، صاف صاف ڈنکے کی چوٹ پر بتا دو کہ یہ گناہ ہو رہا ہے، ماں باپ کا فرض ہے کہ وہ بھی اپنی بچیوں کو پردہ کروائیں، اس پر اگر تمہارا بیان بند ہوتا ہے ہونے دو، کسی کی پرواہ نہ کرو۔

دنیاوی نعمتوں میں اپنے سے کم نعمت والے کو دیکھ کر شکر کرو

حضرت والا، جناب فیروز میمن صاحب کی پرانی گاڑی میں تشریف فرما تھے، برابر سے ایک نئی گاڑی نے اوورٹیک کیا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ اپنے سے کم نعمت والوں کو دیکھو تا کہ شکر کی توفیق ہو اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ لَئِنۡ شَکَرۡتُمۡ لَاَزِیۡدَنَّکُمۡ شکر کرو گے تو اللہ تعالیٰ اور زیادہ دیں گے۔ اس لئے کہا کرو کہ یا اللہ! آپ کا شکر ہے کہ آپ نے جو یہ گاڑی کی نعمت دی ہے ہم تو اس کے لائق نہیں ہیں۔ پرانی گاڑی والا نئی گاڑی والے کو نہ دیکھے بلکہ بغیر گاڑی والے کو دیکھے یا موٹر سائیکل والے کو دیکھے یا سائیکل والے کو دیکھے۔ جب کار آگے بڑھی تو ایک گدھا گاڑی گذر رہی تھی۔ حضرت والا نے فرمایا کہ ہمیں شکر ادا کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں گدھا نہیں بنایا، ورنہ گدھے کا مالک ڈنڈے مارتا اور ڈبے میں پتھر ڈال کر کھڑ کھڑ کرتا اور لاتیں مارتا، اس لئے ہر حالت میں شکر ادا کیا کرو۔

خانقاہ گلشن اقبال واپس آ کر حضرت والا نے یہ سارا واقعہ سنا کر شکرادا کرنے پر نصیحتیں فرمائیں۔کسی نے عرض کیا کہ حضرت! جس کے پاس گاڑی، موٹرسائیکل، سائیکل بھی نہ ہو اور بس کے کرائے کے پیسے بھی نہ ہوں تو وہ کس چیز کا شکرادا کرے؟ حضرت والا نے دونوں ٹانگوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ان ٹانگوں کا شکرادا کرے، کیا اپنی ٹانگیں مرسڈیز کے عوض بیچو گے؟

آج کل فتنے کا زمانہ ہے لہٰذا بڑے بال مت رکھو

حضرت والا اپنے خدام سے فرماتے تھے کہ سر منڈا کے رہو، چاہے وہ عمر رسیدہ ہی کیوں نہ ہوں اور فرماتے کہ فتنے کا زمانہ ہے، بال رکھ کر اپنے آپ کو وبال میں نہ ڈالو۔طلباء کو بھی سختی سے تاکید فرماتے کہ سر منڈا کر رہا کریں اور خانقاہ میں وقت لگانے کے لئے آنے والوں کو بھی سر منڈانے کا فرماتے تھے۔

اے نوجوانو! فانی دنیا سے دل نہ لگاؤ

ارشاد فرمایا کہ میرا ایک شعر سول ہسپتال، کراچی میں ہوا۔میں وہاں پر ای سی جی کروا رہا تھا، مجھے باندھ کر بستر پر لٹا دیا گیا۔اس وقت میرے دل پر کچھ گھبراہٹ سی ہوئی، میں سمجھا کہ قلب کی حرکت بند ہو جائے گی۔فوراً شیطان آیا، اس نے کہا کہ تم ابھی دنیا سے چلے جاؤ گے، لیکن تم نے دنیا کا تماشہ نہیں دیکھا، دنیا میں کیسے کیسے مزے تھے اور تم نے پیری مریدی اور ملّاؤں کے چکر میں آ کر سارے گناہ چھوڑ دیے، تم نے دنیا کے مزے دیکھے ہی نہیں۔میں نے اللہ سے عرض کیا کہ اے اللہ! مجھے کوئی جواب عطا فرما تا کہ اس شیطان کو جواب دے دوں۔اسی وقت ایک شعر موزوں ہو گیا حالانکہ ای سی جی ہو رہی تھی، مشینیں لگی ہوئی تھیں، قلب کی رفتار شمار ہو رہی تھی اور یہ فقیر شعر کہہ رہا تھا، وہ شعر سنئے ؎

کسی خاکی پہ مت کر خاک اپنی زندگانی کو

ارے! تم بھی مٹی کے ہو، مٹی کی صورتوں پر اپنی مٹی کو مٹی مت کرو۔اس مصرع کے بعد شیطان نے کہا کہ پھر جوانی کا مزہ؟ اس کے بعد فوراً دوسرا مصرع بھی بن گیا ؎

جوانی کر فدا اُس پر کہ جس نے دی جوانی کو

جوانی اس پر قربان کر دو جس نے تمہیں جوانی عطا فرمائی۔واللہ! میں کہتا ہوں کہ جوانی ہی میں بیعت ہوا یعنی یہ نہیں کہ جوانی میں خوب سینما، پتنگ بازی کے بعد اگر بڑھاپے میں حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت ہوتا تو آج میں جوانوں کو نہیں کہہ سکتا تھا، پھر وہ جوان کہتے کہ آپ بھی بہت دن کے بعد تائب ہوئے ہیں، اب بزرگوں کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا، لہٰذا جب ہم بھی آپ کی عمر میں پہنچیں گے، تب بیعت ہوں گے۔اختر نے سترہ سال کی عمر میں بیعت کی تھی۔

پندرہواں باب

حضرت والا کے الہامی علوم

عرش سے علم ہے مُستنیر آپ کا

از کلام حضرت مولانا منصور الحق ناصؔر صاحب دامت برکاتہم

کیوں نہ ہو پاک روشن ضمیر آپ کا
عشقِ حق سے اُٹھا جب خمیر آپ کا

گر طریقت میں اپنی مثال آپ ہیں
علمِ شرعی بھی ہے بے نظیر آپ کا

کوئی حاجت نہیں بس کسی اور کی
حق تعالیٰ ہے جب دستگیر آپ کا

مدرسہ خانقاہ سب سپردِ خدا
کوئی ہم نے نہ دیکھا سفیر آپ کا

بے نیازِ کتاب و کتب خانہ ہیں
عرش سے علم ہے مُستنیر آپ کا

بنتا تھا علم والوں کا جو مُستشار
لو وہی بن گیا مُستشیر آپ کا

کوئی کتنا ہو کامل مکمل مگر
ہو نہیں سکتا عشر عشیر آپ کا

کیا ضرورت کسی اور کی آپ کو
جب ہے ناصؔر غلامِ حقیر آپ کا

❁ مستنیر: نور لیا ہوا ❁ خمیر: بنیاد ❁ دستگیر: مددگار ❁ مستشار: جس سے مشورہ لیا جاتا تھا
❁ مستشیر: مشورہ لینے والا ❁ عشر عشیر: ذرہ برابر

یوں بیانِ محبت زباں پر تو ہے
اے خدا مجھ کو آنسو کا دریا بھی دے
اپنے اخترؔ کو دے نعمتِ علم بھی
اور زباں پر محبت کا نعرہ بھی دے

از کلام حضرت والا شیخ العرب والعجم رحمۃ اللہ علیہ

حضرت والا کے الہامی علوم کی کیفیت

احقر راقم الحروف عشرت جمیل عرض کرتا ہے کہ حضرت والا کا ایک ایک ملفوظ، ایک ایک مضمون خصوصاً اُن سالکینِ طریق کے لئے جو عاشقانہ مزاج رکھتے ہوں مثل آبِ حیات کے ہوتا تھا جس کے ہر گھونٹ میں ایک حیاتِ نو عطا ہوتی تھی، مردہ دلوں کو ایک نیا دل اور مردہ روحوں کو ایک نئی روح ملتی تھی اور اللہ تعالیٰ کا راستہ نہ صرف آسان بلکہ لذیذ تر ہوجاتا تھا کیونکہ یہ ارشادات تفکر اور ذہنی کاوش کا نتیجہ نہیں بلکہ وارداتِ غیبیہ اور الہام من اللہ ہوتے تھے۔ اسی کے متعلق حضرت والا کا یہ شعر ہے ؎

میرے پینے کو دوستو سن لو
آسمانوں سے مے اترتی ہے

اللہ تعالیٰ نے حضرتِ اقدس کو جس باطنی حلاوت اور لذتِ قرب سے مشرف فرمایا تھا اس کو مجھ جیسا کور باطن کیا جان سکتا تھا البتہ حضرت والا کے درد انگیز الفاظ و چشمِ اَشکبار اور آہ و فغاں محبت کے اس آتش فشاں کے ترجمان ہوتے تھے جو حضرت والا کے سینۂ مبارک میں پوشیدہ تھا اور جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کو خاص فرمایا تھا، اور جو اُمت میں کم ہی اولیاء کو عطا ہوا، اور یہ وہ درد تھا جو چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتا ؎

ڈھونڈو گے اگر ملکوں ملکوں
ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم

محبی ومحبوبی شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تقاریر وتصانیف میں جہاں جہاں قرآن وحدیث کی تفسیر وتشریح فرمائی اور جہاں جہاں الہامی مضامین از قبیل وارداتِ غیبیہ بیان ہوئے وہ اپنی مثال آپ ہیں، حضرت مولانا یونس پٹیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جنوبی افریقہ میں کئی مواقع پر فرمایا کہ کاش! حضرتِ اقدس کے ان علوم کا مجموعہ الگ شائع ہوجائے تو قیامت تک امتِ مسلمہ کی ہدایت واصلاح اور اللہ تعالیٰ کی اشد محبت کے حصول کا بے مثل ذخیرہ ہوگا، یہ الہامی علوم ایسے ہیں جو کتابوں میں نہیں ملتے۔

حضرت والا کو بارہا دیکھا کہ حسبِ عادتِ شریفہ سیر کرتے ہوئے یکدم رک جاتے تھے جیسے اچانک قلب پر مضمون وارد ہوا ہو اور پھر کھڑے کھڑے بیان فرماتے رہتے، ٹہلتے ٹہلتے پھر اچانک مضمون وارد ہوتا اور حضرت والا پھر بیان فرمانے لگتے۔ حضرت کا ہر بیان، ہر تقریر وتحریر الہامی ہوتی تھی۔ حضرت والا فرماتے تھے کہ:

''جب میرے دل میں کوئی مضمون وارد ہوتا ہے تو پھر میں یہ نہیں دیکھتا کہ اس علم کو مجلس میں بیان کروں گا بلکہ صحرا کا سناٹا ہو یا دریا کا کنارا ہو یا کوہ کا دامن ہو جب تک اس کو بیان نہیں کرلیتا خواہ ایک ہی آدمی ہو اس وقت تک دل کا بوجھ ہلکا نہیں ہوتا جیسے پانی سے بھرا ہوا بادل جب تک برس نہیں لیتا اس کا بوجھ ہلکا نہیں ہوتا۔ بارش کا تو ایک موسم ہوتا ہے لیکن اللہ کی عنایات وکرم کا کوئی موسم نہیں۔ وہ جب چاہیں جس وقت چاہیں علوم کی بارش فرمادیں۔ جب دل ہلکا ہوجاتا ہے تو میں سمجھ جاتا ہوں کہ اب وارداتِ غیبیہ منقطع ہوگئے، پھر میں اپنی طرف سے کچھ بیان نہیں کرتا۔''

کراچی میں بھی بوقتِ سیر روزانہ اسی طرح کے ارشادات فرماتے اور افریقہ کے جنگلوں اور ری یونین کے دامنِ کوہ اور سمندر کے کنارے کے درمیان سیر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی محبت کے درد بھرے ارشادات فرماتے رہتے اور لوگوں کے دلوں کو تڑپاتے رہتے، گرماتے رہتے۔ سفر ہو یا حضر، جلوت ہو یا خلوت، کوہ کا دامن ہو یا دریا کا کنارا، صحرا اور جنگل کا سناٹا ہو یا شہروں کا شور وشغب، ہر وقت حضرت رحمۃ اللہ علیہ اللہ کی محبت میں غرق تھے، کبھی نالہ وفغاں سے اور کبھی درد بھرے دل سے نکلی ہوئی آہوں سے درسِ محبت دیتے رہتے اور جب جوش میں آتے تو دل کی آہِ سوزندہ سے نکلے ہوئے ایسے ارشادات زبانِ مبارک سے جاری ہوتے کہ پتھر دل بھی پگھل جاتے۔ ایسا غرق فی المحبت اللہ والا احقر نے نہیں دیکھا بلکہ احقر کا گمان اقرب الی الیقین ہے کہ امت میں ایسے غرق فی المحبت اولیاء اللہ کوئی کوئی ہوئے ہیں۔ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس آخرت کی مجلس ہوتی تھی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہم دنیا کی زمین پر نہیں آخرت کی زمین پر اللہ تعالیٰ کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ایسے علوم ومعارف جو اللہ تعالیٰ نے خاص حضرت کے قلبِ مبارک کو عطا فرمائے ان میں سے چند بطورِ نمونہ یہاں درج کئے جاتے ہیں، قارئین سے دعا کی

گذارش ہے کہ ایسے تمام علوم کو حضرت والا کے ذخیرۂ تصانیف سے الگ کر کے شائع کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اٰمین برحمتك یا ارحم الراحمین

(۱)۔ جس کے قید خانے احب ہوتے ہیں تو گلستاں کیسے ہوں گے؟

﴿رَبِّ السِّجۡنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدۡعُوۡنَنِیۡۤ اِلَیۡہِ﴾ ۔(سورۃ یوسف: آیۃ ۳۳)

(مسجد خانقاہِ پھولپور) ارشاد فرمایا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو جب قید خانے میں ڈالا گیا، وہ اللہ کے راستے کا قید خانہ تھا، اور دنیاوی کسی جرم کی بناء پر نہیں تھا، ان کا جرم صرف تقویٰ تھا، زلیخا کی بات کو نہیں مانا لہٰذا انہوں نے جو اعلان کیا، اس میں قیامت تک کے لئے خدائے تعالیٰ کے اس عاشق کی تاریخ سازی ہے۔ الٰہ آباد میں حضرت مولانا پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ندوہ کے کچھ علماء بیٹھے تھے، میں نے عرض کیا کہ یہ آیت رَبِّ السِّجۡنُ اَحَبُّ اِلَیَّ حق تعالیٰ کی شانِ محبوبیت پر عظیم ترین دلیل ہے، کیسے؟ رَبِّ السِّجۡنُ اَحَبُّ اِلَیَّ اے ہمارے پالنے والے! مجھے آپ کو خوش کرنے کی راہ میں اور نافرمانی سے بچنے کی راہ میں زلیخا جو قید خانے کی دھمکی دے رہی ہے، میں اس قید خانے کو عزیز تر نہیں، حبیب نہیں، محبوب بھی نہیں، احب سمجھتا ہوں۔ اے اللہ! آپ اتنے محبوب ہیں کہ آپ جیسے محبوب کی راہ کے کانٹوں کو ساری دنیا کے پھول اگر سلامِ احترامی پیش کریں، ساری دنیا کی خوشیاں اگر اس غم کو سلام کریں تو اس کانٹے، اس غم کی عظمت کا حق ادا نہ ہو سکے گا کیونکہ غیر محدود عظمتوں کے مالک، غیر محدود شانِ محبوبیت والے اللہ کے راستے کا کانٹا ہے۔ تو میں نے عرض کیا کہ جب اللہ ایسے پیارے ہیں، اتنے محبوب ہیں کہ جن کے راستے کے قید خانے احب ہوتے ہیں تو ان کی راہ کے گلستاں کیسے ہوں گے؟ یعنی ذکر و تہجد کی لذات کیسی ہوں گی؟ علمائے ندوہ اس وقت اپنی زبان دانی بھول گئے حالانکہ ؎

ہے دلِ روشن مثالِ دیوبند
اور ندوہ ہے زبانِ ہوشمند

اہلِ ندوہ کی زبان دانی اس وقت حالتِ حیرت میں تھی اور حضرت نے مجھے بہت شاباشی دی۔

(۲)۔ صحبتِ اہل اللہ کو سمجھانے کے لئے سونے کے پہاڑ کی مثال

دسمبر ۱۹۹۵ء جنوبی افریقہ کے سفر میں حضرت والا لینیشیا سے ڈربن گاڑی میں تشریف لے جارہے تھے۔ راستے میں بائیں طرف پیلی مٹی کے پہاڑ تھے اور خاردار تاریں لگی ہوئی تھیں، جس پر لکھا ہوا تھا کہ اس میں تیز کرنٹ ہے جو چھوئے گا مر جائے گا۔ جہاں جہاں سونا نکلا ہے وہاں ایک ایک میل تک کھدائی کی گئی ہے اور اس کی مٹی کو جگہ جگہ

جمع کر دیا گیا ہے، وہ مٹی بالکل پیلی ہوتی ہے۔ حضرت والا نے میزبانوں سے پوچھا کہ یہ مٹی پیلی کیوں ہے؟ انہوں نے بتایا کہ اس پہاڑ کے اندر سونا تھا تو سونے نے اس کا رنگ پیلا کر دیا۔ ارشاد فرمایا کہ یہاں سونا تھا، حکومتِ جنوبی افریقہ نے سونا نکال لیا، اس سونے کی صحبت کی برکت سے مٹی بھی پیلی پیلی ہوگئی ہے اور مٹی کو دیکھ کر سونا یاد آتا ہے کہ یہاں اندر سونا تھا تو اللہ والوں کو دیکھ کر کیا دل میں یہ نہیں آئے گا کہ ان کے دل میں سونے کا خالق اور مالک ہے۔ وہاں سونا تھا اور نکال دیا گیا، پھر بھی مٹی کا رنگ بدل گیا اور اللہ والوں کے دل میں سونے کا مالک ہے تو کیا ان کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ یاد نہ آئیں گے۔

اب اس حدیث کا مطلب واضح ہوگیا ''اِذَا رُأُوْ ذُکِرَ اللّٰہُ'' اللہ والا وہ ہے جس کو دیکھنے سے خدا یاد آجائے۔ حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ جب قافلہ لے کر بالاکوٹ جا رہے تھے تو ایک شخص نے دعا کی تھی اے اللہ! یہ اللہ والا ایک نظر مجھے دیکھ لے اور ان کے راستے میں کھڑا ہوگیا تھا۔ دیکھو! آہ کیسے قبول ہوتی ہے! کس دل سے اس ظالم نے مانگا کہ سید صاحب نظر نیچی کر کے چل رہے تھے، بہت فاصلے سے وہ دیکھ رہا تھا یعنی سیکڑوں قدم سے نیچی نظر تو جب وہاں اس آدمی کے پاس آئے جہاں وہ کھڑا تھا اور اللہ سے آہ و فریاد کر چکا تھا، اس کی آہ عرشِ اعظم پر قبول ہوئی اور فرش پر سید احمد شہید کے دل پر ظہور ہوا، اللہ والے عموماً سامنے نظر رکھتے ہیں لیکن جب سید صاحب اس شخص کے پاس پہنچے تو اس کو نظر اٹھا کر دیکھ لیا۔ حضرت کی آنکھ کس نے اٹھوائی؟ اس کی آہ نے۔ مانگ کے تو دیکھو، اللہ سے کیا نہیں ملتا۔ سید صاحب نے اس کو دیکھا اور آگے بڑھ گئے۔ آہ ؎

آہِ من گر اثرے داشتے
یارِ من بکویم گذرے داشتے

اگر میری آہ میں کچھ اثر ہے تو میرا یار میری گلی سے ضرور گذرے گا تو کیا ہوا پھر سنو! اس دن سے جب وہ دیوبند کی مسجد چھتہ میں جاتا تھا، مسجد روشن ہوجاتی تھی تو حضرت مولانا یعقوب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ یہ روشنی کیوں ہوتی ہے؟ کسی نے کہا کہ ایک آدمی آتا ہے تو روشنی ہوتی ہے۔ فرمایا کہ اس آدمی کو مجھ سے ملاؤ۔ مولانا یعقوب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے استاد ہیں۔ پوچھا بھئی! تمہارے آنے سے یہ روشنی جو ہوتی ہے، تم کیا وظیفہ پڑھتے ہو؟ کیا عمل کرتے ہو؟ عرض کیا کہ میں ایک عامی مسلمان ہوں، مجھ میں کوئی خوبی نہیں ہے لیکن اللہ کے ایک زبردست عظیم الشان صاحبِ نسبت ولی اللہ کی مجھ پر نظر پڑی تھی جب وہ جان دینے کے لئے بالاکوٹ جا رہے تھے ؎

جان تم پر نثار کرتا ہوں
میں نہیں جانتا وفا کیا ہے

یہ ان کی نظر کا صدقہ تھا۔ معلوم ہوا نظر سے بھی کچھ چیزیں مل جاتی ہیں۔ یہی ہے وہ حدیث شریف جس میں آتا ہے:

((مَنْ اَوْلِیَآءُاللہِ قَالَ الَّذِیْنَ اِذَا رُأُوْا ذُکِرَ اللہُ عَزَّ وَجَلَّ)) ۔(سنن الکبریٰ للنسائی)

اللہ والوں کو دیکھ کر خدا یاد آجاتا ہے، جن کا چہرہ اللہ تعالیٰ کا ترجمان ہوتا ہے، جن کے دل میں اللہ ہوتا ہے، جو غیر اللہ سے اپنے قلب کو پاک کر لیتے ہیں۔

(۳)۔پچاس سال پہلے پڑھی ہوئی ایک حدیث شریف کا درس

((قَالَ لِعَلِیٍّ اُمْحُ رَسُوْلَ اللہِ قَالَ عَلِیٌّ لَا وَاللہِ لَا اَمْحُوْکَ اَبَدًا)) ۔(صحیح البخاری)

ارشاد فرمایا کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ معاہدہ لکھ رہے تھے، جب انہوں نے لکھا کہ یہ معاہدہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور قریش کے مابین طے پایا ہے تو کفارِ قریش نے اعتراض کیا کہ محمد بن عبد اللہ لکھا جائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے ساتھ رسول نہ لکھا جائے، اگر رسول مانتے تو جھگڑا ہی ختم ہو جاتا۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے علی! صرف ''محمد'' لکھو اور لفظ رسول کاٹ دو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس حکم کو نہیں مانا، عرض کیا لَا وَاللہِ لَا اَمْحُوْکَ (خدا کی قسم! میں آپ کو نہیں مٹا سکتا) اس لفظ کو مٹانا آپ کو مٹانے کے مترادف ہے۔ بخاری شریف کی روایت ہے۔ بعض وقت بعض حکم کو ماننے کی طاقت ہی نہیں ہوتی کہ میں کیسے جرأت کروں کہ آپ کے نام کے ساتھ رسول کو مٹا دوں۔ میرے شیخ نے فرمایا کہ اس وقت میں حکم کا یہی ادب ہے کہ واللہ! میں آپ کا نام نہیں مٹا سکتا یعنی لفظ ''رسول'' کو نہیں مٹا سکتا، میرے اندر طاقت نہیں ہے۔ یہ روایت مجھے میرے شیخ شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے آج سے پچاس برس پہلے پڑھائی تھی اور دیکھو! ابھی کیسے مجھے یاد آئی۔ شاید میں گلشنِ اقبال خانقاہ کی ۲۰ برس کی تاریخ میں پہلی مرتبہ بیان کر رہا ہوں۔ میرے بیٹے، پوتے اور دوست جانتے ہیں کہ میں کتاب دیکھ کر تقریر نہیں کرتا ہوں مگر اللہ تعالیٰ میری مدد فرماتے ہیں۔

(۴)۔جھوٹا خدا بھی سمندر میں ڈوب رہا ہو تو ''یا خدا'' پکارے گا

(حضرت والا کا معمول تھا کہ جس ملک میں تشریف لے جاتے تھے تو فجر کے بعد سیر کرنے کے لئے بھی تشریف لے جاتے تھے، اور اگر اس شہر میں سمندر ہو تو سمندر کے کنارے ضرور جاتے تھے تاکہ اللہ تعالیٰ کی معرفت ہو۔ مورخہ ۲۸ ربیع الاول ۱۴۲۵ھ بمطابق ۱۸ مئی ۲۰۰۴ء بروز منگل ڈربن پہنچنے کے بعد ڈاکٹر عمر صاحب (شوگر اسپیشلسٹ) نے درخواست کی تھی کہ حضرت والا ان کے گھر تشریف لائیں۔ حضرت والا نے ان کی درخواست

منظور فرمالی۔ ڈاکٹر صاحب نے عرض کیا کہ یہاں سے سمندر قریب ہے، اگر پہلے سمندر دیکھنے تشریف لے چلیں پھر گھر پر آرام فرمالیں چنانچہ حضرت والا نے اجازت عطا فرمادی کہ گیارہ بجے والی مجلس سمندر کے کنارے ہوگی۔ صبح دس بجے ڈاکٹر عمر صاحب کار لے کر آ گئے اور وہاں سے ایک گھنٹہ Park Raine کے سمندر کے کنارے پہنچے جہاں ڈاکٹر صاحب نے بہت عمدہ خیمہ لگوایا تھا۔)

ارشاد فرمایا کہ سمندر کو دور تک دیکھو جہاں تک نظر جاتی ہے پانی ہی پانی ہے اور سوچو کہ فرعون، نمرود، شداد اور جتنے خدائی کا دعویٰ کرنے والے ہیں سب کو سمندر میں ڈال دیا گیا، وہ ڈوب رہے ہیں اور پریشانی کے عالم میں اللہ تعالیٰ کو پکار رہے ہیں کہ !O My God سب خدائی بھول گئی، اور سمندر میں ڈالنا تو دور کی بات ہے، اگر خدائی دعویداروں کو سمندر کے چار میل اندر لے جا کر دھمکی دی جائے کہ ابھی تمہیں پانی میں ڈال دیا جائے گا تو سب ہاتھ جوڑیں گے، ساری خدائی ناک کے راستہ سے نکل جائے گی۔ تصور کرو اور ایمان تازہ کرو۔

موت سامنے نظر آ رہی ہو تو گناہ تو کیا گناہ کا تصور بھی نہیں آئے گا

اسی طرح اگر بیچ سمندر میں کسی گنہگار کو لایا جائے کہ گناہ سے توبہ کرتا ہے کہ نہیں؟ اگر نہیں تو پانی میں ڈالتے ہیں تو جتنے رومانٹک مزاج ہیں سب کا عشق ناک کے راستہ سے نکل جائے گا۔ کسی کو گناہ کا تصور بھی نہیں ہوگا، سب کی سرکشی اور نفس کی حرام لذت کی ڈیمانڈ اور بدمستیاں غائب ہو جائیں گی۔ بتاؤ کوئی ہے ایسا بہادر جو اس وقت بھی گناہ کرے، اگرچہ گناہوں کے اسباب میں وہاں لڑکی اور لڑکے سب موجود ہوں اور ان سے کہا جائے کہ گناہ کرلو لیکن گناہ کے بعد پھر تمہیں سمندر میں ڈال دیا جائے گا تو کوئی زنا کرے گا؟ کوئی کہے گا کہ ہاں! سمندر میں ڈال دو لیکن ہم گناہ کریں گے؟ ارے گناہ کا تصور بھی نہیں آئے گا۔ کیا اللہ کی جہنم سے اتنا بھی ڈر نہ ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں جہنم کی خبر دی تو جہنم کے خوف سے گناہ کرنے سے کیوں نہیں رکتے؟ کیوں اثر نہیں ہوتا؟ حسینوں کو دیکھ کر پاگل ہونا یہ اللہ کے قہر و عذاب کی مستی ہے اور یہ مستی عذاب ہی سے اترتی ہے۔ پھر کوئی بچانے والا نہیں ہوتا۔

از شرابِ قہر چوں مستی دہد
نیست ہارا صورتِ ہستی دہد

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جس کو اس کی شامتِ عمل سے اپنے قہر اور عذاب کی مستی دیتے ہیں تو اس کو فانی چیزیں بہت عظیم الشان نظر آتی ہیں کہ بس سب کچھ یہی ہیں، یہی رومانٹک دنیا اور حرام مزے اصل زندگی ہے ۔

غیر چوں آید نظر تمویہ اوست

جب غیر اللہ کی محبت دل میں آئے اور نظر میں سما جائے، غیر اللہ دل موہ لے اور معلوم ہو کہ بس یہی زندگی ہے تو سمجھ لو کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ''تمویہ''، آزمائش اور امتحان ہے ۔

چوں رود غیر از نظر تنبیہ اوست

اور جب غیر سے نظر پاک ہو جائے، غیر اللہ دل سے نکل جائے تو یہ خوش نصیبی ہے اور علامت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ اور ہدایت اس کو مل گئی ۔ یہ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے جو اس سمندر کے کنارے سنا رہا ہوں ۔ جس طرح سمندر کے بیچ میں ڈبوئے جانے کے خوف سے توبہ کرو گے، زمین پر اللہ کے خوف سے توبہ کرلو۔ بلاؤں میں گھر کر توبہ کرنا کیا کمال ہے؟ اللہ کی دی ہوئی امن اور عافیت میں توبہ کرو۔ شریف بندہ وہ ہے جو عیش اور آرام میں خدا کو یاد کرتا ہے ۔ اس لئے:

((اُذْكُرُوا اللهَ فِي الرَّخَآءِ يَذْكُرْكُمْ فِي الشِّدَّةِ)) ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ: کلام ضحاك بن قیس رضی اللہ عنہ)

اللہ کو یاد کرو آرام میں اللہ تعالیٰ تم کو دُکھ میں، مصیبت میں یاد رکھے گا۔

سمندر اللہ کی بڑی نشانی ہے، اس سے سبق حاصل کرو

سمندر اللہ تعالیٰ کی ادنیٰ مخلوق ہے لیکن اگر اللہ تعالیٰ کسی بڑے سے بڑے بدمعاش فرعون، نمرود، شداد کو سمندر کے بیچ میں ڈال دیں تو کیا اس کو کوئی راستہ ملے گا نجات کا؟ اس وقت کوئی دعویٰ خدائی کرے گا؟ اللہ سے ڈرو، سمندر آیت اللہ ہے، بہت بڑی نشانی ہے اللہ کی، ہمیں تو اللہ تعالیٰ نے مسلمان بنایا ہے، اللہ کی نشانیوں سے سبق نہ لینا تو کافروں کا مزاج ہے ۔ کافر مچھلی کا شکار کرتا ہے مگر اس کو عقل نہیں آتی کہ سمندر کس نے پیدا کیا ہے؟ وہ تو جانور کی طرح اپنے کھانے پینے میں لگا ہوا ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ؕ﴾ ۔ (سورۃ الاعراف: آیۃ ۱۷۹)

یہ (کفار) تو جانور کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی بدتر ہیں ۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں ایمان عطا فرمایا، ایمان ان کی عطا اور فضل ہے ہمارا کوئی کمال نہیں ۔

روزِ قیامت سمندر کو آگ بنا دیا جائے گا

بس سمندر دیکھنے میں مجھے بہت مزہ آتا ہے اور بہت سبق ملتا ہے، اس لئے جس ملک میں جاتا ہوں چاہے ری یونین ہو، افریقہ ہو یا امریکا سمندر کے کنارے ضرور جا کر بیٹھتا ہوں ۔ جہاں تک دیکھو پانی ہی پانی ہے اور چونکہ زمین گول ہے تو سمندر بھی گول ہے ۔ دنیا کا تین حصہ سمندر ہے ایک حصہ زمین، خشکی ہے ۔ مفتی اعظم پاکستان حضرت

مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر معارف القرآن میں آیت اِذَا الۡبِحَارُ فُجِّرَتۡ کے ذیل میں لکھا ہے کہ قیامت کے دن سمندر کو آگ بنا دیا جائے گا اور اس کو دوزخ میں اللہ تعالیٰ ضم کر دیں گے۔

(۵)۔فَفِرُّوۡۤا اِلَی اللّٰہِ۔حسینوں سے فرار کی تین اقسام

﴿فَفِرُّوۡۤا اِلَی اللّٰہِ ؕ﴾ ۔(سورۃ الذاریات: آیۃ ۵۰)

(خانقاہ گلشنِ اقبال) ارشاد فرمایا کہ فرارِ شرعی کی تین قسمیں ہیں۔ آنکھوں سے حسین لڑکیوں اور لڑکوں کو نہیں دیکھا، شدید تقاضے کے باوجود نگاہِ چشمی کی حفاظت کی یعنی اپنی نگاہوں کو حسینوں سے بچایا اس کا نام فرارِ عینی ہے۔ اس کے بعد نگاہِ قلبی کی بھی حفاظت کی یعنی دل میں گندے گندے خیالات نہیں پکائے، دل میں قصداً اُس حسین کا خیال نہیں لائے، اس کا نام فرارِ قلبی ہے۔ اس کے بعد جسم سے بھی بھاگے، حسینوں کے پاس سے اپنے جسم کو بھی دور کر دیا، اسبابِ گناہ سے دور ہو گئے کہ اگر قریب رہیں گے تو بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی، کسی نہ کسی وقت نظر اٹھ جائے گی۔ یہاں تک کہ گناہِ کبیرہ میں مبتلا ہو جانے کا خطرہ ہے، اس لئے جسم کو اللہ کی نافرمانی کے اسباب سے دور کر دیا، اس کا نام فرارِ قالبی، فرارِ بدنی ہے۔ فرارِ شرعی کی یہ تین قسمیں شاید ہی آپ کسی کتاب میں پائیں گے۔ مفسرین کی جتنی عربی تفسیریں ہیں اس آیت کی تفسیر دیکھئے! مجھے اللہ کی رحمت سے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس علم میں اختر کو اس وقت خاص فرمایا اور شاید ہی یہ بات آپ کہیں پائیں اور ''شاید'' کا لفظ بھی دعویٰ توڑنے کے لئے کہہ رہا ہوں اور اس کو تفسیر نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ یہ قرآن پاک کے لطائف میں سے ہے۔

(۶)۔میراث میں لڑکے کو دو، لڑکی کو ایک حصہ ملنے کا راز

﴿لِلذَّکَرِ مِثۡلُ حَظِّ الۡاُنۡثَیَیۡنِ ۚ﴾ ۔(سورۃ النسآء: آیۃ ۱۱)

(بر مکان مفتی حسین بھیات صاحب، جنوبی افریقہ) ارشاد فرمایا کہ یورپ کے اہلِ کفر کہتے ہیں کہ یہ اسلام میں ظلم ہے کہ میراث میں لڑکی کا ایک حصہ اور لڑکے کے دو حصہ ہیں، لڑکی کیا خود لڑکی بنتی ہے یا اللہ بناتا ہے؟ جب خدا بناتا ہے تو اسلام میں ایسا کیوں ہے؟ اب اس کا جواب سنو جو اللہ تعالیٰ نے اختر کو عطا فرمایا کہ چونکہ لڑکے کو ڈبل فکر ہے، اپنا روٹی، کپڑا اور مکان اس پر واجب ہے اور جب شادی کرے گا تو بیوی کی روٹی کپڑے اور مکان کا بھی وہ ذمہ دار ہو گا تو اس پر ڈبل فکر ہوئی کہ نہیں؟ لہٰذا اس کو ڈبل حصہ ملے گا اور لڑکی کا روٹی، کپڑا، مکان شوہر کے ذمہ ہے، اللہ نے اپنے کرم سے میراث میں پھر بھی اس کا ایک حصہ رکھ دیا تاکہ اس کے ماں باپ یا بھتیجے یا خاندان والے آئیں تو اپنے پیسے سے دعوت کر دے یا اپنا مرنڈا پینے کو دل چاہے تو شوہر کے پیسے کی محتاج نہ رہے، اپنے پیسے سے مرنڈا پی لے اور اپنے

خاندان والوں، بھائی، بھتیجوں کوتحفہ بھی دے سکے۔ میراث پڑھانے والے ایک قدیم استاد نے کہا کہ ہم لوگ میراث پڑھاتے ہیں اور پڑھتے ہیں لیکن آج تک یہ وجہ سمجھ میں نہیں آئی تھی، میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

(۷)۔مشائخ کو اپنا خلیفہ کیسے بنانا چاہیے؟

﴿فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ ﴾ ۔(سورۃالنسآء:آیۃ ۴۳)

(بر مکان مفتی حسین بھیات صاحب،جنوبی افریقہ) ارشاد فرمایا کہ اگر ایک میل تک پانی نہیں ہے تو شریعت کا حکم ہے کہ مٹی سے تیمم کرلو اور نماز پڑھ لو۔ تو سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پانی کا خلیفہ مٹی کو کیوں بنایا؟ اس کا جواب اللہ پاک نے میرے دل کو عطا فرمایا کہ پانی سے قریب تر کرہ، کرۂ ارض ہے، یعنی مٹی پانی سے قریب ہے۔ دوسرے مٹی میں تواضع ہے، کوئی اس پر چل رہا ہے، کوئی پیشاب کررہا ہے بے چاری کچھ نہیں بولتی۔ لہٰذا مشائخ کو بھی چاہیے کہ خلافت کی بنیاد دو چیز پر رکھیں، ایک تو اس میں تواضع ہو، نفس میں تکبر اور اکڑفوں نہ ہو، دوسرے ایک زمانہ وہ شیخ کے ساتھ رہے تاکہ شیخ کے مزاج کو سمجھ سکے۔ جس کے دل میں جب تک یہ دو صفات نہ ہوں وہ خلافت کے قابل نہیں۔

(۸)۔حرم شریف کے پہاڑوں پر سبزہ نہ ہونے کا راز

(ری یونین میں بیان کے بعد موسم اور زیادہ خوش گوار ہوگیا۔ فضا ابر آلود ہوگئی اور بارش کی ہلکی ہلکی پھوار پڑ رہی تھی۔ سامنے سبزہ لدے ہوئے فلک بوس پہاڑوں کا سلسلہ نہایت خوش نما منظر پیش کررہا تھا۔ اس وقت یہ ارشاد فرمایا جو نقل کررہا ہوں۔ جامع)

ان رنگین پہاڑوں کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے جیسے دلہن سجی ہوئی ہے۔ ان کو دیکھ کر الحمدللہ حرم کے پہاڑوں کو یاد کرتا ہوں۔ دنیا کی رنگینیوں سے اختر اپنے بزرگوں کی جوتیوں کے صدقہ میں دھوکہ میں نہیں آتا۔ ان پہاڑوں کو دیکھ کر میں نے فوراً یہ شعر پڑھا جو میرا ہی ہے ؎

میری نظروں میں تم ہو بڑے محترم
یا جبال الحرم یا جبال الحرم

اے حرم کے پہاڑو! خدائے تعالیٰ نے اپنے بیت اللہ کے لئے تمہیں اپنا پڑوسی بنایا ہے۔ تم سے بڑھ کر کون ہوسکتا ہے؟ تم کو دیکھ کر تجلی کعبہ یاد آتی ہے، کعبہ والا یاد آتا ہے اور ان رنگین پہاڑوں کو دیکھ کر دل ان میں پھنس جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حرم کے پہاڑوں کو چٹیل رکھا تاکہ میرے حاجیوں کا دل کہیں پہاڑوں کی رنگینیوں میں نہ پھنس جائے تاکہ طواف کرتے رہیں، ملتزم سے چپکے رہیں ورنہ کیمرہ لئے ہوئے رنگین پہاڑوں سے چپکے رہتے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا

تکوینی راز ہے جو اللہ تعالیٰ نے مکہ شریف میں میرے دل میں ڈالا۔ افریقہ کے پہاڑوں پر بھی میں نے کہا کہ یہ کتنے ہی خوش نما ہوں مگر مجھے تو اللہ کے گھر کے پہاڑ یاد آ رہے ہیں کیونکہ اُن کو دیکھ کر اللہ یاد آتا ہے اور اِن کو دیکھ کر دل دنیا کی رنگینیوں میں پھنس جاتا ہے، یہاں کافر سیاح پہنچتے ہیں اور حرم کے پہاڑوں پر کوئی کافر نہیں جا سکتا۔ اللہ نے ان کو اپنے دوستوں کے لئے رکھا ہے۔ پس جو پہاڑ منظورِ نظرِ انبیاء ہیں، جو پہاڑ منظورِ اولیاء ہیں ان کو یہ ظالم کیا پا سکتے ہیں جہاں کافر زنا کرتے ہیں اور شراب پیتے ہیں۔ ان کی پستیاں بھلا کیا پا سکتی ہیں ان عظمتوں کو جہاں جغرافیائی اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے اپنا گھر بنایا ہے۔ ہر شخص جو اپنا گھر بناتا ہے سب سے اچھی جگہ بناتا ہے، تو سمجھ لیجیے اللہ تعالیٰ اپنا گھر جس جگہ بنائیں اس سے بہتر کون سی جگہ ہوگی؟ لہٰذا سب سے بہتر وہ ماحول، وہ جغرافیہ وہ جگہ ہے جہاں اللہ نے اپنا گھر بنایا ہے، اس سے بہتر دنیا میں کوئی جغرافیہ نہیں ہوسکتا۔

(۹)۔ مسلمانوں کی مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کے سات (۷) راز

(بر مکان مولانا اقبال ہتھورانی، جنوبی افریقہ) ارشاد فرمایا کہ ایک اور بات بتاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام سے ہجرت کیوں کروائی؟ اپنے پیغمبر علیہ السلام اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو بیت اللہ اور زم زم کے پانی سے محروم کرنا بظاہر عجیب لگتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ کا ثواب چھڑوا کر پچاس ہزار کے ثواب والی جگہ پر کیوں بھیجا؟ اور ایسا بھیجا کہ فتح مکہ کے بعد بھی ان کو وہاں رہنے کی اجازت نہیں دی، اس میں کئی راز ہیں جو عرض کرتا ہوں:

ہجرت کا پہلا راز: سنئے کہ ہجرت کے حکم سے اللہ تعالیٰ نے عالمِ اسلام کو یہ نعمت بخشی کہ وطن کوئی چیز نہیں ہے، تمہارا وطن وہی ہے جہاں ہم خوش ہوں ؎

شہرِ تبریز ست و شہرِ شاہِ من
پیشِ عاشق این بود حبّ الوطن

وطن عاشقوں کا کہاں ہے؟ جہاں ان کا محبوب رہتا ہے۔ ایک معشوق نے اپنے عاشق سے پوچھا کہ اے میرے عاشق! پردیس میں تو نے ہزاروں شہر دیکھے ؎

گفت معشوقے بہ عاشق اے فتیٰ
تو بہ غربت دیدئی بس شہرہا

تجھے کون سا شہر سب سے اچھا لگا؟ ؎

پس کدامین شہر زاں ہا خوشتر است
گفت آں شہرے کہ در وے دلبر است

اس نے جواب دیا کہ وہ شہر کہ جہاں میرا محبوب رہتا ہے۔تو عاشقوں کا شہر وہی ہے جہاں ان کا محبوب رہتا ہو لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ثابت کردیا کہ وطن کچھ نہیں ہے، جہاں ہم خوش رہیں وہی تمہارا اصلی وطن ہے۔ جب ہم میدانِ عرفات میں اپنا پڑاؤ خیمہ لگادیں تو اس وقت تم کعبہ بھی چھوڑ دو، ہمارا گھر بھی چھوڑ دو، تم بھی عرفات میں اپنا پڑاؤ لگاؤ، ہمارے حکم کے آگے ہمارا گھر بھی کوئی چیز نہیں ہے۔ اگر کوئی حاجی کعبہ سے لپٹا رہے کہ میں اللہ کا گھر نہیں چھوڑوں گا، عرفات، منیٰ اور مزدلفہ نہیں جاؤں گا، یہیں رہوں گا تو کیا اس کا حج ادا ہوگا؟ لہٰذا اللہ نے یہاں یہ دکھا دیا کہ جہاں ہم ہیں وہیں ہمارا گھر ہوگا۔

ہجرت کا دوسرا راز: اللہ نے اپنی رزّاقیت کا اعتماد بحال کیا ہے کہ کیا تمہیں ہم پر بھروسہ نہیں ہے کہ اپنی دکان سے چپٹے ہوئے ہو، دکان چھوڑو، دروازۂ رزق کو چھوڑو، رزق کے اسباب چھوڑو اور رزاق کو مدینہ شریف اپنے ساتھ لے جاؤ، دیکھیں کیسے بھوکوں مرتے ہو۔ لہٰذا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سب دکان، تجارت چھوڑ چھوڑ کر چلے گئے، کس قدر عظیم الشان توکل تھا اور وہاں سب کے سب روزی میں لگ گئے، ماشاء اللہ کسی کو کوئی کمی نہیں ہوئی۔

ہجرت کا تیسرا راز: غیر اللہ سے نظر ہٹ کر اللہ ہی پر نظر ہوگئی، عشق کی تکمیل ہوگئی، محبت کی تکمیل ہوگئی۔ اس لئے بزرگوں نے فرمایا کہ اپنے شیخ کے ساتھ سفر کرو تاکہ تم بھی بے وطن ہو اور شیخ بھی بے وطن ہو، دونوں بے وطنوں پر خدا کو رحم آجائے کہ یہ میری محبت میں مارے مارے پھر رہے ہیں، گھر سے دور، بال بچوں سے دور، کاروبار سے دور، لہٰذا ان پر اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے ؎

مانا کہ بہت کیف ہے حب الوطنی میں
مے ہوجاتی ہے تیز غریب الوطنی میں

چنانچہ جب موقع ملے چاہے دو تین ہی دن ہوں، اپنے شیخ کے ساتھ سفر کرو پھر ان شاء اللہ تعالیٰ اس کا فائدہ دیکھنا۔ اگر پیر تو بے وطن ہے اور تم اپنے وطن میں بیٹھے رہو تب بھی فائدہ تو ہوگا مگر تھوڑا ہوگا، اگر مکمل فائدہ چاہتے ہو تو پیر کے ساتھ سفر کرو، شیخ کے ساتھ بے وطن ہوجاؤ کیونکہ بے وطن ہوکر دنیا کی محبت سے دل پاک ہوجاتا ہے، جب صحابۂ کرام کا دل دنیا کی محبت سے پاک ہوگیا تو وہ کیسے بے جگری سے لڑتے تھے۔

ہجرت کا چوتھا راز: اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہیں، اگر چاہتے تو اپنے نبی کو ہجرت پر مجبور نہ ہونے دیتے۔ سارے ابوجہل و ابولہب کے لئے ایک فرشتہ بھیج دیتے جو سب کی گردن دبا دیتا لیکن ایک تکوینی راز سے اپنے نبی کو اللہ نے مدینہ پاک میں رکھا تاکہ حاجی حج کرنے جب بیت اللہ آئیں تو اللہ پر فدا رہیں اور جب مدینہ پاک جائیں تو روضۂ مبارک پر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا رہیں ورنہ حاجی جب مکہ شریف میں ہوتے تو دل چاہتا کہ روضۂ مبارک پر

حاضر ہوتے اور جب روضۂ مبارک پر ہوتے تو صلوٰۃ و سلام پڑھتے ہوئے دل چاہتا کہ طواف کرتے، ملتزم پر ہوتے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ہمارے دلوں کو پاش پاش ہونے سے بچالیا کہ جب بیت اللہ میں رہو تو خدا پر فدا رہو اور جب مدینہ میں رہو تو رسولِ خدا پر فدا رہو اور صلوٰۃ و سلام پڑھتے رہو۔ مولانا شمیم (مدرسہ صولتیہ، مکہ مکرمہ) نے کہا کہ یہ مضمون جلدی نوٹ کرو، آج زندگی میں پہلی دفعہ سن رہا ہوں۔ اس سے پہلے نہ کسی کتاب میں دیکھا نہ کسی سے سنا۔ میں نے کہا کہ یہ اللہ والوں کی جوتیوں کا صدقہ ہے۔ اختر کا کوئی کمال نہیں۔ مجھے بزرگوں کی دعائیں لگی ہیں۔ ان کی نظریں پڑی ہوئی ہیں۔ اگر کتے پر اللہ والوں کی نظر سے اثر ہوسکتا ہے تو اختر پر تو الحمدللہ بہت زیادہ اللہ والوں کی نظریں پڑی ہیں۔

ہجرت کا پانچواں راز: اہلِ مدینہ کے عشق کی کرامت دکھانی تھی کہ ان کا محبوب ان کے پاس بھیج دیا گیا اور اہلِ مکہ کی ناقدری پر یہ دکھانا تھا کہ نعمت کی ناقدری سے کبھی نعمت چھین بھی لی جاتی ہے۔ اگر اللہ چاہتے کہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وطن سے بے وطن نہ ہوں، صحابہ وطن سے بے وطن نہ ہوں تو موت کے فرشتے عزرائیل علیہ السلام کو بھیج دیتے وہ ابوجہل، ابولہب سب کا گلا دبا دیتے اور ان اذیت پہنچانے والوں کی وجہ سے آپ کو اور صحابہ کو ہجرت نہ کرنی پڑتی لیکن باوجود قدرتِ کاملہ کے پھر بھی ہجرت کو فرض فرمایا اور ان کافروں کی موت فرشتوں سے نہیں صحابہ کی تلواروں سے ہوئی تاکہ میرے صحابہ کو قتلِ کفار کا شرف ملے، عزرائیل علیہ السلام ہی کو ساری فضیلت نہ مل جائے، اور اگر اللہ مکہ ہی میں کافروں کو مار دیتا اور آپ وطن سے بے وطن نہ ہوتے تو اہلِ مدینہ جو آپ پر جان چھڑک رہے تھے ان کو عشق و محبت کا حصہ کیسے ملتا؟ بقول مولانا منصور الحق ناصرؔ کے ؎

ان سے محبوبِ حقیقی کا پتا ملتا ہے
شیخ پر جان چھڑکنا یوں ہی بیکار نہیں

تو اہلِ مدینہ نے اپنی جان، مال، آبرو اور محبت پیش کی، اللہ تعالیٰ نے عشق کی کرامت پیش کی کہ جو لوگ میرے پیاروں کو پیار کرتے ہیں تو ہم اپنے پیاروں کو ان پیار کرنے والوں کو دے دیتے ہیں لہٰذا اہلِ مکہ اس قابل نہیں کہ ہمارا پیارا ان کے ساتھ رہے کیونکہ انہوں نے ہماری نعمت کی ناقدری کی ہے، ناقدروں سے اللہ تعالیٰ نعمت چھین لیتا ہے لَئِنۡ شَکَرۡتُمۡ لَاَزِیۡدَنَّکُمۡ جو قدردانی کرتے ہیں اللہ تعالیٰ صرف نعمت میں ان کی اضافہ نہیں کرتا بلکہ ازدیادِ نعمت کے ساتھ ساتھ وہ محبوب بھی ان کو دے دیتا ہے لہٰذا سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اہلِ مدینہ کو دے دیا۔

ہجرت کا چھٹا راز: ہجرت سے یہ بھی ظاہر فرما دیا کہ اسلام کھاتہ بہی یا ناپ تول کا کوئی کمپیوٹرائزڈ مذہب نہیں ہے کہ کعبہ شریف میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ اور مسجدِ نبوی میں پچاس ہزار ہے تو ہم کیوں ہجرت کریں؟ نہیں! میری رضا کے سامنے ثواب کیا چیز ہے، مسلمان میری رضا پر فدا ہوتے ہیں، میں اگر کعبہ میں راضی ہوں تو کعبہ میں رہو

اورعرفات کے جنگل میں بھیج دوں تو وہاں رہو اور مدینہ شریف میں ہجرت کا حکم دے دوں تو وہاں رہو۔ اسلام نام ہے اللہ کی مرضی پر فدا ہونے کا نہ کہ ثواب کے ناپ تول اور کھاتہ بہی کا۔

ہجرت کا ساتواں راز: اور اس سے بھی بڑھ کر ایک علم اللہ تعالیٰ نے میرے قلب کو عطا فرمایا کہ ہجرت کی فرضیت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی اہمیت بھی ظاہر ہوگئی کہ میرا رسول کعبہ سے بہتر ہے۔ فرض حج تو کعبہ ہی میں ادا ہوگا لیکن کعبہ والا تمہیں میرے رسول سے ملے گا۔ کیفیتِ یقین و ایمان اور کیفیتِ احسان کعبہ کے پتھروں سے تمہارے دل میں منتقل نہیں ہوگی، میرے رسول کے قلب سے منتقل ہوگی، کیفیتِ ایمانیہ و احسانیہ کا محل، مرکز اور مستقر قلب ہے تو قلبِ پیغمبر سے ایمان و احسان منتقل ہوگا، کعبہ نے اپنے اندر سے بت نہیں نکالے، میرے رسول نے کعبہ سے بت نکالے تو تمہارے دل سے غیر اللہ کے بت کعبہ نہیں میرا رسول نکالے گا۔ لہٰذا میرا نبی جہاں جا رہا ہے وہیں تم سب چلے جاؤ، ایک کو بھی اجازت نہیں جو کعبہ میں رہے، کعبہ میں رہنے سے تمہیں کعبہ ملے گا، میرے رسول سے تمہیں کعبہ والا ملے گا اور جب تک کعبہ والا نہیں ملے گا تو کعبہ کا مزہ بھی نہیں پاؤ گے۔ گھر کا مزہ جب ہے جب گھر والے سے تعلق ہو۔

تو ہجرت کے حکم سے اللہ تعالیٰ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی اہمیت بتادی جس سے نائبِ رسول یعنی متبع سنت مشائخ کی صحبت کی اہمیت بھی ظاہر ہوگئی کہ جہاں تمہارا مربی ہو وہاں جاؤ، اپنے وطن سے چپکے مت رہو کیونکہ اللہ تمہیں اللہ والوں سے ملے گا۔

(۱۰)۔حرمین شریفین میں نظر کی حفاظت کا مراقبہ

(برمکان مولانا اقبال ہتھورانی، جنوبی افریقہ) ارشاد فرمایا کہ جس نے اللہ کو راضی رکھا اس کا عجم بھی بیت اللہ ہے، جب کعبہ والے کو ساتھ رکھ رہا ہے تو اللہ کی ذات کے سامنے کعبہ کیا ہے؟ اور جو اللہ کو ناراض رکھے ہوئے ہے تو وہ کعبہ کے اندر رہ کر بھی کعبہ سے دور ہے۔ کعبہ میں ہے اور طواف میں تمام لڑکیوں کو دیکھ رہا ہے، بتاؤ وہ کعبہ میں ہے مگر کعبہ سے دور ہے یا نہیں؟ اسی طرح جب عرب ممالک میں اسکول کی چھٹیاں ہوتی ہیں تو وہاں کے اسکول کے طلبا پکنک منانے نہیں جاتے، وہ طواف کرتے ہیں، عمرہ کرتے ہیں، اللہ کی کیا شان ہے! اب کوئی اَمرد پرست وہاں ان لڑکوں کو دیکھے تو یہ شخص وہ خبیث ہے جو کعبہ میں رہ کر کعبہ والے کی نافرمانی میں مبتلا ہے۔

اسی لئے میں جب عمرہ کے لئے جاتا ہوں تو یہی ایک سبق دیتا ہوں کہ جب کعبہ میں رہو تو کسی عورت اور لڑکے کو مت دیکھو، یہ سمجھو کہ یہ اللہ کے مہمان ہیں اور مہمان کی اہانت کو میزبان اپنی توہین سمجھتا ہے، جیسے حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کے خبیثوں سے فرمایا تھا:

﴿قَالَ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ ضَيْفِيْ فَلَا تَفْضَحُوْنِ۝﴾ ۔ (سورۃ الحجر: آیۃ ٦٨)

دیکھو! یہ میرے مہمان ہیں، مجھے رسوا نہ کرو، مہمان کی رسوائی کو پیغمبر نے اپنی رسوائی فرمایا۔ تو اللہ کے گھر میں کسی لڑکی یا لڑکے کو دیکھنا گویا کہ اللہ کے ساتھ اہانت کا معاملہ ہے۔ سوچ لو! عذابِ عظیم کا خطرہ ہے لہٰذا جب اچانک کسی عورت پر نظر پڑ جائے تو فوراً نظر بچا کر دل میں کہو کہ اے خدا! یہ عورت میری ماں سے بہتر ہے، وہ شخص کتنا خبیث ہوگا جو اپنی ماں سے بدنظری کرتا ہو۔ اور ایسے ہی کوئی خوبصورت لڑکا نظر آجائے تو یہ کہو کہ اے خدا! یہ میرے باپ سے زیادہ محترم ہے کہ مدینہ پاک کا اور آپ کا مہمان ہے۔ میں جب یہ تقریر کرتا ہوں تو بڑے بڑے حاجی صاحبان اور علمائے دین میرا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ آج تمہاری اس تقریر سے ہمارا حج مزیدار ہوگیا، تقویٰ کے ساتھ ہوگیا۔

اور جو وہاں حرم میں لڑتا ہے تو پھر وہ ساری زندگی محبت سے محروم کردیا جاتا ہے، وہ اپنے ملک میں آکر بھی محبت نہ کرسکے گا اور وہاں جس کا تقویٰ ٹوٹ جاتا ہے تو پھر سمجھ لو کہ اس گناہ کی نحوست کی وجہ سے اس کو اپنے ملک میں بھی تقویٰ نہیں ملے گا۔ اس لئے کم سے کم حج اور عمرہ کے زمانے میں ایک بھی گناہ نہ کرو، خاص کر آنکھوں سے تقویٰ سے رہو تو اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے ملکوں میں بھی تقویٰ سے رہنے کی توفیق دے گا کہ اس بندہ نے ہمارا احترام کیا، اب اس کو اس کے ملک میں بھی یہ نعمت دے دو۔

(۱۱)۔اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا الخ میں اطاعت کو رزق سے کیوں تعبیر کیا گیا؟

(مسجدِ اشرف، کراچی) ارشاد فرمایا کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دعا اگر یاد کرلیں سو فیصد یقین سے کہتا ہوں کہ بغیر ولی اللہ ہوئے، اللہ کی ولایت اور دوستی کا تاج اپنی بندگی اور غلامی پر رکھے بغیر موت نہیں آسکتی، اس کو میں ابھی حدیث سے ثابت کرتا ہوں: ((اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّ ارْزُقْنَا اتِّبَاعَہٗ وَ اَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّ ارْزُقْنَا اجْتِنَابَہٗ))۔ (ابن کثیر)

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے وَ فِّقْنَا کے بجائے یہاں وَ ارْزُقْنَا کیوں مانگا؟ یعنی یہ نہیں مانگا کہ اے اللہ! ہمیں حق کو حق دکھا اور اس کی اتباع کی توفیق عطا فرما اور باطل کو باطل دکھا اور اس سے بچنے کی توفیق عطا فرما بلکہ اس عنوان سے مانگا کہ اے اللہ! ہمیں حق کو حق دکھا وَ ارْزُقْنَا اتِّبَاعَہٗ اور حق بات کی اتباع کو ہمارا رزق، ہماری روزی بنادے اور باطل کو باطل دکھا، وَ ارْزُقْنَا اجْتِنَابَہٗ اور باطل سے اجتناب، دوری اور احتیاط کو بھی ہمارا رزق بنادے تو یہاں توفیق کیوں نہیں مانگی؟ رزق کیوں مانگا؟ اس میں کیا راز ہے؟ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کو دوسری حدیث سے سمجھو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ رزق خود اپنے کھانے والے کو تلاش کرتا ہے:

((اِنَّ نَفْسًا لَّنْ تَمُوْتَ حَتّٰی تَسْتَکْمِلَ رِزْقَھَا))۔ (کنز العمال)

لَنْ نفی میں سخت تاکید ہے یعنی ہرگز نہیں مرسکتا۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا کہ میری امت کو جسمانی رزق کی

تکمیل کے بغیر موت نہیں آسکتی، ہر شخص کا رزق اس کو ایسے تلاش کرتا ہے جیسے اس کی موت اس کو تلاش کرتی ہے:

((اِنَّ اَحَدَکُمْ لَیَطْلُبُہٗ رِزْقُہٗ کَمَا یَطْلُبُہٗ اَجَلُہٗ)) ۔ (کنز العمال)

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ارشادِ مبارک سے اختر تمہارے لئے ایک روحانی رزق کا ڈش پیش کرتا ہے جس کی برکت سے بغیر ولی اللہ ہوئے اور بغیر رزقِ روحانی کی تکمیل کے تم کو موت نہیں آئے گی۔ دیکھئے! دونوں احادیث کے ملانے سے ایک علمِ عظیم عطا ہوا کہ اس دعا میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یہ مانگ رہے ہیں کہ بغیر مکمل فرمانبرداری اور بغیر مکمل گناہوں سے محفوظ ہوئے اور بغیر ولی اللہ بنے میرے امتی کا انتقال نہ ہو، اس سے پہلے میرا کوئی امتی نہ مرے۔ واہ کیا دعا ہے سبحان اللہ! اے اللہ! حق کو حق دکھادے، مگر ایسا نہ ہو کہ یہ جملہ ہمارا نامکمل رہے، حق دیکھنے کے بعد بھی ہم حق پر عمل نہ کریں، نفس و شیطان اپنی غلامی کے پنجڑے میں ہمیں پکڑے ہوئے ہوں، لہٰذا وَ ارْزُقْنَا اتِّبَاعَہٗ حق دکھانے کے بعد اے اللہ! اس نعمت کی تکمیل بھی فرمادے، کیونکہ صرف حق دیکھنے سے ابھی نعمت مکمل نہیں ہوئی، جب حق پر چلنے کی توفیق بھی ہو جائے، اتباع بھی نصیب ہوجائے تو نعمتِ اُولیٰ کے لئے نعمتِ ثانیہ مکمِّل (تکمیل کرنے والی) ہے: اَرِنَا الْحَقَّ تک ابھی نعمت کامل نہیں ہوئی، اللہ نے حق تو دکھادیا، اس حق پر عمل کرنے کی ہمت اور حوصلہ بھی عطا کردے کہ جان کی بازی لگادیں اس لئے وَ ارْزُقْنَا اتِّبَاعَہٗ ہمیں اتباعِ حق کا رزق عطا فرمادے۔ یہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے وَ فِّقْنَا نہیں فرمایا وَ ارْزُقْنَا فرمایا۔ اکثر دعاؤں میں توفیق کا لفظ آیا ہے جیسے: اَللّٰھُمَّ وَ فِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی اے اللہ! اپنے محبوب اعمال کی توفیق دے دے۔ یہاں وَ فِّقْنَا ہے، مگر اس دعا میں وَ فِّقْنَا نہیں ہے، وَ ارْزُقْنَا ہے کہ ہمیں حق کی اتباع اور حق پر چلنے کے لئے رزقِ روحانی مقدر فرمادے۔ جب جسمانی رزق کا حال یہ ہے کہ ہمارا رزق ہمیں خود تلاش کرتا ہے، جب آپ ہمیں جینے کے لئے رزق دیتے ہیں تو ہمیں اللہ والا بننے کے لئے روحانی رزق کیوں نہیں دیں گے؟ جبکہ روحانی رزق ہی ہمارا مقصدِ حیات ہے، روٹی تو ہمارے جینے کے لئے ہے، مگر جینا آپ پر فدا ہونے کے لئے ہے، تو جب جینے کے لئے آپ روٹی دیتے ہیں تو جینے کا مقصد جو آپ پر فدا ہونا ہے، وہ رزقِ روحانی آپ ہمیں ضرور دیں گے۔ ہمارے مانگنے کی یہ ادا اللہ کو پسند نہ ہوتی تو ادائے نبوت ہمیں یہ ادائے غلامی نہ سکھاتی۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہماری بندگی کی تکمیل کے لئے یہ دعا سکھائی تاکہ اتباعِ حق ہمارا مقدر بن جائے کہ ان کو اس وقت تک موت نہ آئے جب تک روحانی رزق پاکر سراپا فرمانبردار، مکمل تابعدار نہ ہوجائیں اور اتباعِ حق ان کو سو فیصد نصیب نہ ہوجائے۔ اے اللہ! میرے کسی امتی کو موت ہی نہ آئے جب تک کہ یہ رزقِ روحانی کی تکمیل نہ کرلے۔

(۱۲)۔سمندر کے مدوجزر پر ایک علمِ عظیم

(خانقاہ گلشن اقبال، کراچی) ارشاد فرمایا کہ سکون ذکر اللہ سے اور اللہ والوں کی صحبت سے نصیب ہوتا ہے بشرطیکہ کسی حسین پر نظر نہ ڈالو، اس کے قریب بھی نہ رہو، اس کے یہاں آنا جانا بھی نہ رکھو، اس کی باتیں بھی نہ سنو ورنہ پھر سمجھ لو کہ سمندر تو چاند کو خالی آنکھوں سے دیکھتا ہے مگر انسان کے اندر طغیانی اور تلاطم کے پانچ راستے ہیں، کانوں سے سن کر بھی تلاطم آجائے گا، حواسِ خمسہ سب کے سب قلب کے دریا میں پہنچتے ہیں۔ اس لئے اللہ نے ان حسینوں کو دیکھنے سے منع کیا ہے۔ اب اگر کوئی کہے کہ اللہ میاں نے سمندر کو کیوں نہیں منع کردیا کہ چاند کو نہ دیکھے اور ہمیں کیوں منع کردیا؟ اب اس کی وجہ بھی مجھ سے سنو جو اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالی ہے کہ سمندر کو خدا نے اپنے لئے نہیں پیدا کیا، اس کو غیروں کے لئے پیدا کیا ہے، وہ اغیار کے لئے ہے، مخلوق کی خدمت کے لئے ہے تاکہ بادل اور بھاپ بنائے اور پانی برسے اور اس میں کشتیاں اور بحری جہاز چلیں لیکن اللہ نے اپنے بندوں کو، اپنے دوستوں کو اپنے لئے بنایا ہے اس لئے ان کو اجازت نہیں ہے کہ اپنی آنکھوں کو سپردِ اغیار کردیں۔ اس لئے ان کی نگاہوں پر فرض ہوگیا کہ خبردار! ان چاندوں کی طرف مت دیکھنا ورنہ تمہارا چین چھن جائے گا، پھر خواہشات کے سمندر میں طغیانی اور تلاطم سے لہریں اٹھیں گی تو کیا ہوگا؟ بے سکون ہو جاؤ گے، پریشانی رہے گی۔

(۱۳)۔کھانے کے بعد کی دعا میں وَ جَعَلَنَا مُسۡلِمِیۡنَ پر علمِ عظیم

((اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ اَطۡعَمَنَا وَ سَقَانَا وَ جَعَلَنَا مُسۡلِمِیۡنَ))۔ (جامع الترمذی)

(بر مکان مولانا اقبال ہتھورانی، جنوبی افریقہ) ارشاد فرمایا کہ یہ کھانا کھانے کے بعد کی دعا ہے کہ اے اللہ! تیرا شکر ہے کہ تو نے ہمیں کھلایا پلایا اور مسلمان بنایا تو یہاں مُسۡلِمِیۡنَ کیوں آیا ہے؟ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ چونکہ اسلام ایک ایسی نعمت ہے جس کا تسلسل کی وجہ سے ہر وقت احساس نہیں رہتا کیونکہ ہم مسلسل مسلمان ہیں لیکن جب بھوک لگتی ہے تو پیٹ کا احساس ہوتا ہے لہٰذا محسوس نعمت سے غیر محسوس نعمت کی طرف لگا دیا جس کی بھوک نہیں لگتی یعنی اسلام کا بھی شکریہ ادا کرو، جب تم بھوکے ہوتے ہو تو روٹی مانگتے ہو لہٰذا جب روٹی کی نعمت کا شکر ادا کرو تو اس کے ساتھ ہی اسلام کی نعمت کا بھی شکریہ ادا کرو۔ یہ تو حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اختر کو، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک ادنیٰ غلام کو ایک عظیم علم مستزاد عطا فرمایا کہ قرآن پاک میں ہے:

﴿كُلُوۡا وَ تَمَتَّعُوۡا قَلِيۡلًا اِنَّكُمۡ مُّجۡرِمُوۡنَ۝﴾۔ (سورۃ المرسلات: آیۃ ۴۶)

یعنی کافروں کے لئے فرمایا کہ تم مجرمانہ کھا رہے ہو، تھوڑے دن مجرمین کی طرح عیش کرلو، آخر میں دوزخ کا

عذاب تیار ہے اور مسلمانوں کو جو دعا سکھائی، اس کے مطابق ہم مجرمانہ نہیں مسلمانہ کھاتے ہیں، اس پر شکر کا حکم دیا کہ شکر کرو تم مجرمون نہیں ہو، تم حالتِ اسلام میں کھا رہے ہو۔ اختر کے اس علم پر یہ تعجب نہ کرو کہ ہم حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے بڑھ گئے، اصل میں سب کا مبدأ فیاض ایک ہی ہے، جس مبدأ فیاض سے حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کو عطا ہوا اسی مبدأ فیاض سے ہمیں بھی اللہ نے کچھ عطا فرما دیا تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔

(۱۴)۔صدیق کی حیات شہادت کی موت سے افضل ہے

(لیسٹر، برطانیہ) ارشاد فرمایا کہ جنگِ احد میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خونِ مبارک کو دیکھا تو تلوار نکالی اور فرمایا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مجھ سے آپ کا خونِ مبارک نہیں دیکھا جاتا، آج یا تو میں سارے کافروں کو مار ڈالوں گا یا اپنی جان دے دوں گا اور تلوار نکال کر کافروں پر جھپٹے مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی جلدی سے جھپٹے اور انہیں پکڑ لیا اور فرمایا شِمْ سَیْفَکَ یَا صِدِّیْقُ اے ابوبکر! اپنی تلوار کو میان میں رکھ لو وَ لَا تُفْجِعْنَا بِنَفْسِکَ اپنی جدائی سے مجھے غمگین مت کرو۔ اس حدیث سے پتا چلتا ہے کہ نبی کو صدیق کی زندگی شہیدوں سے زیادہ عزیز ہے کیونکہ وہ کارِ نبوت کی تکمیل کرتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں صدیقین کو شہداء سے پہلے بیان فرمایا۔

(۱۵)۔جنگِ احد میں ستر صحابہ شہید ہونے کا راز اور ایک علمِ عظیم

(لیسٹر، برطانیہ) ارشاد فرمایا کہ احد کے دامن میں مسلمانوں کو شکست ہوئی اور اتنی بڑی شکست ہوئی کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ستر شہیدوں کا جنازہ پڑھنا پڑا تھا۔ تو اس جنگ میں صحابہ کی جو شہادت ہوئی تھی تو کیا نعوذ باللہ، نعوذ باللہ، اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر نہیں تھے کہ اپنے عاشقوں کو جتوا دیتے؟ کافروں اور بعض کمزور ایمان والے مسلمانوں کے دلوں میں وسوسہ شیطان ڈالتا ہے کہ اللہ نے جبرئیل علیہ السلام اور فرشتوں سے مسلمانوں کی مدد کیوں نہیں کی؟ ستر صحابہ کو کیوں شہید ہونے دیا؟ بتایئے! سوال پیدا ہوتا ہے یا نہیں؟ اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں دیا کہ میں نے جو منعم علیہم کے چار طبقے بنائے تھے یعنی نبیین، صدیقین، شہداء اور صالحین تو اگر یہ صحابہ شہید نہ ہوتے تو شہیدوں کا کوٹہ کیسے پورا ہوتا؟ لہٰذا یہ سب کچھ اس لئے ہوا:

﴿وَیَتَّخِذَ مِنْکُمْ شُھَدَآءَ﴾ ۔(سورۃ اٰل عمرٰن: آیۃ ۱۴۰)

تا کہ ہم تم میں سے کچھ لوگوں کو شہید بنائیں، یہ تھا سارا معاملہ ؎

حسن کا انتظام ہوتا ہے
عشق کا یونہی نام ہوتا ہے

بتایئے! یہ آیت کیسی زبردست ہے، دافع الوساوس ہے کہ اے ایمان والو! دل کو چھوٹا مت کرو کہ اللہ کی مدد میں کوئی کمی ہوئی ہے، یہ سب ہمارا نظام تھا۔ نبیین اور صدیقین کے بعد شہداء کا ایک طبقہ پیدا کرنا تھا تا کہ قیامت تک کے لوگوں کے لئے نمونہ بن جائے۔ اور ایک اور جواب حق تعالیٰ نے مجھے عطا فرمایا کہ:

﴿وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَۃٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ یَمُدُّہٗ مِنْۢ بَعْدِہٖ سَبْعَۃُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ کَلِمٰتُ اللہِ ؕ﴾

(سورۃ لقمان: آیۃ ۲۷)

اگر ساتوں سمندر روشنائی ہوجائیں اور ساری دنیا کے درخت قلم ہوجائیں تو بھی اللہ تعالیٰ کی عظمتیں اور صفات بیانِ تحریر میں نہیں آسکتیں۔ تو جب ساری دنیا کے درخت لکھنے سے عاجز ہوگئے اور ساری دنیا کے سمندر روشنائی بننے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی عظمتوں کی تاریخ لکھنے سے قاصر ہوگئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے شہیدوں کے خون سے اپنی تاریخ عظمت لکھوائی۔ بتاؤ یہ علمِ عظیم کیا اللہ تعالیٰ کا اختر پر کرم نہیں ہے؟ نصِ قطعی ہے کہ سارے عالم کے درخت قلم بن جائیں اور یہ سمندر اور سات سمندر اور ایسے ہی روشنائی بن جائیں تو بھی اللہ کی خوبیاں اور تعریف نہیں لکھ سکتے۔ جب اللہ تعالیٰ نے خود سات سمندروں کی روشنائیوں اور ساری دنیا کے درختوں کے قلموں کو عاجز قرار دے دیا، اس کے بعد اپنی راہ میں خونِ شہادت سے اپنی تاریخِ محبت اور تاریخِ عظمت لکھوادی۔ یہ مضمون اللہ تعالیٰ نے میرے قلب کو عطا فرمایا۔ ذٰلِکَ مِمَّا خَصَّنِیَ اللہُ تَعَالٰی بِکَرَمِہٖ وَ بِبَرَکَۃِ دُعَآءِ مَشَایِخِیْ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْنَ وَ دَامَتْ بَرَکَاتُہُمْ۔

(۱۶)۔ مصاحبِ اہل اللہ کبھی شقی نہیں ہوتے ...... ایک علمِ عظیم

(مکہ مکرمہ، سعودیہ) ارشاد فرمایا کہ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے جامع صغیر میں اس روایت کو نقل فرمایا ہے:

((اِنَّ لِرَبِّکُمْ فِیْ اَیَّامِ دَھْرِکُمْ نَفَحَاتٍ فَتَعَرَّضُوْا لَہٗ لَعَلَّہٗ اَنْ یُّصِیْبَکُمْ نَفْحَۃٌ مِّنْھَا فَلَا تَشْقَوْنَ بَعْدَھَا اَبَدًا))

(الجامع الصغیر لسیوطی: ج ۱ ص ۹۵) (کنز العمال: (دار الکتب العلمیۃ)؛ ج ۷، ص ۳۱۷، رقم الحدیث ۲۱۳۲۰)

دنیا میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے جھونکے آتے ہیں تم ان کو تلاش کرو، اگر تم ان کو پاجاؤ گے تو تم بدبخت نہیں ہوگے۔ تو یہ ہوائیں کہاں سے ملتی ہیں؟ حدیث میں زمانہ تو بتادیا فِیْ اَیَّامِ دَھْرِ کُمْ لیکن اس کا مکان کہاں ہے؟ زمین کے کس حصہ پر یہ ہوائیں چلتی ہیں؟ اس کو بخاری شریف کی اس حدیث نے بتادیا:

((ھُمُ الْجُلَسَآءُ لَا یَشْقٰی جَلِیْسُھُمْ))۔ (صحیح البخاری)

اہل اللہ کی مصاحبت میں بیٹھنے والے شقی نہیں ہوتے۔ لَا یَشْقٰی جَلِیْسُھُمْ اور فَلَا تَشْقَوْنَ بَعْدَھَا اَبَدًا دونوں میں لفظ شقاوت موجود ہے لہٰذا ان دونوں روایات کو ملاؤ تو دو چیزیں ملانے سے تیسرا علم حاصل ہوجاتا ہے۔

یہ بات اللہ تعالیٰ نے بزرگوں کی دعاؤں کی برکت سے میرے دل میں ڈالی ہے کیونکہ میں سوچتا تھا کہ جب اللہ کے قرب کی ہوائیں آتی ہیں جن کی ایسی زبردست تاثیر ہے جس کی بدولت انسان کبھی بدبخت نہیں ہوتا لیکن اس کا کوئی مکان تو ہونا چاہیے کہ ہم وہاں جا کر ان ہواؤں کو ڈھونڈیں، اگر زمانہ معلوم ہو اور مکان معلوم نہ ہو تو انسان کے لئے اسے تلاش کرنا کتنا مشکل ہو جائے گا۔ تو زمانہ تو معلوم ہو گیا کہ اس زمانہ میں ہوائیں آتی ہیں لیکن کہاں آتی ہیں اتنی بڑی دنیا میں، اتنے بڑے عالم میں، اتنی بڑی کائنات میں ہم کیسے تلاش کریں؟ اگر بخاری شریف کی یہ حدیث سامنے نہ ہوتو ہم رحمت کی ان ہواؤں کو کہاں تلاش کرتے جن کے پانے کے بعد انسان کبھی بدبخت نہیں ہوتا۔

تو بخاری شریف کی اس حدیث سے اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا کہ میرے قرب کی جو ہوائیں آتی ہیں وہ میرے خاص بندوں پر آتی ہیں هُمُ الْجُلَسَآءُ لَا يَشْقٰى جَلِيْسُهُمْ اور جگہ بھی آتی ہیں مگر حدیث میں اس ایک جگہ کو تو متعین کر دیا گیا ہے کہ اہل اللہ کی مصاحبت میں رحمت کی یہ ہوائیں آتی ہیں جو اُن کی صحبت میں بیٹھنے سے مل جاتی ہیں لیکن یہ مطلب نہیں کہ انہیں کی صحبت میں آتی ہیں، اَور جگہیں بھی آتی ہیں۔ لیکن اہل اللہ کی مصاحبت کی برکت سے ایک تو ان ہواؤں کو سونگھنے کی، ان ہواؤں کو اخذ کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے، جیسے ریڈیو کی سوئی ہوتی ہے، سوئی گھماؤ تو پاکستان کی خبریں آنا شروع ہو جاتی ہیں، سوئی اور آگے بڑھا دی تو بنگلہ دیش کی خبریں آجاتی ہیں، سوئی جہاں پہنچتی ہے وہاں کی خبریں آنا شروع ہو جاتی ہیں، ایسے ہی اللہ تعالیٰ کی محبت کی خوشبو کی لہروں کو سونگھنے کی صلاحیت بنتی ہے اہل اللہ کی صحبت سے اور اس کے بعد جب صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے تو خدا کے عاشقوں کو تنہائی میں بھی ہوائیں آتی ہیں، خلوتوں میں بھی ہوائیں ملتی ہیں چنانچہ حضرت شاہ فضلِ رحمٰن صاحب گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ تہجد کے وقت میں یہ شعر پڑھا کرتے تھے ۔

کیوں بادِ صبا آج بہت مُشکبار ہے
شاید ہوا کے رخ پہ کھلی زلفِ یار ہے

یعنی آج ہواؤں میں اللہ تعالیٰ کے قرب کی بہت خوشبو آرہی ہے۔

(۱۷)۔اَللّٰهُمَّ وَسِّعْ لِيْ فِيْ دَارِيْ وَبَارِكْ لِيْ فِيْ رِزْقِيْ کی شرح

(مولانا اقبال جنوبی افریقی کے گھر پر) ارشاد فرمایا کہ یہاں مجھے ایک علمِ عظیم عطا ہوا ہے، یہ جگہ کی برکت بھی ہوتی ہے، وسیع گھر اللہ کی ایک نعمت ہے اور اس کے لئے وضو میں دعا مانگنا سکھائی گئی ہے:

((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ذَنْبِيْ وَوَسِّعْ لِيْ فِيْ دَارِيْ وَبَارِكْ لِيْ فِيْ رِزْقِيْ)) ۔ (کنز العمال)

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بڑا گھر مانگنے کے بعد رزق میں برکت کی دعا کیوں مانگی؟ اے اللہ! میرے گناہوں کو معاف فرما، میرا گھر وسیع کر دے اور میری روزی بھی بڑھا دے۔ تو معلوم ہوا کہ گھر بڑا ہونا نعمت ہے جس کو مانگنا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہمیں سکھایا اور جب گھر بڑا ہوگا تو مہمان زیادہ آئیں گے، بڑا مکان دیکھ کر لوگ ٹِک جائیں گے کہ یہ بڑا مکان ہے، بڑے لوگ ہیں، یہیں ٹِک جاؤ، دیہات میں جب رات ہو جاتی تھی تو مسافر لوگ دیکھتے تھے کہ کس کا گھر بڑا ہے۔ اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے آخر میں روزی مانگنا بھی سکھا دیا کہ اے اللہ گھر بھی بڑا دے اور روزی بھی برکت والی عطا فرما تا کہ بڑا گھر دیکھ کر جب مہمان آئیں تو ان کی خدمت کے لئے بھی ہاتھ کھلا رہے۔

(۱۸)۔مَنْ تَرَکَهَا مَخَافَتِيْ پر علمِ عظیم

((اِنَّ النَّظَرَ سَهْمٌ مِّنْ سِهَامِ اِبْلِيْسَ مَسْمُوْمٌ مَّنْ تَرَكَهَا مَخَافَتِيْ اَبْدَلْتُهٗ اِيْمَانًا يَّجِدُ حَلَاوَتَهٗ فِيْ قَلْبِهٖ)) ۔ (کنز العمال)

(مسجدِ نور، ڈربن) ارشاد فرمایا کہ حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نظر بازی یعنی حسینوں کو دیکھنا شیطان کا تیر ہے اور کیسا تیر ہے؟ زہریلا تیر ہے۔ جس نے میرے خوف سے نظر بازی چھوڑی، مَخَافَتِيْ یعنی میرے خوف سے چھوڑی، اب یہاں اللہ تعالیٰ نے علمِ عظیم رکھ دیا، سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زبان سے اللہ تعالیٰ کہلوا رہے ہیں کہ اگر ربّا کے خوف سے نظر بچائی تو حلاوتِ ایمانی پاؤ گے، لیکن اگر شیخ ساتھ ہے اور اس کے خوف سے نظر بچائی تو حلاوتِ ایمانی نہیں پاؤ گے۔ یہاں مَخَافَتِيْ ہے یعنی میرے خوف سے نظر بچاؤ، چاہے شیخ موجود ہو یا نہ ہو، جو ہمیشہ نظر بچاتا ہے شیخ کی موجودگی میں بھی نظر بچاتا ہے اور اس کی غیر موجودگی میں بھی نظر بچاتا ہے تو وہ حلاوتِ ایمانی پا جائے گا کیونکہ یہاں شیخ سبب نہیں ہے، اللہ سبب ہے، جیسے ابّا ہو یا نہ ہو ربّا تو ہے، ابّا نہیں دیکھ رہا ہے لیکن ربّا تو دیکھ رہا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ جو میرے خوف سے نظر بچاتا ہے میں اس کا ایمان اس مقام پر پہنچاتا ہوں کہ وہ ایمان کی مٹھاس کو دل میں پا جائے گا اور وہ ایمان دائمی رہے گا یعنی اس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا۔

(۱۹)۔تقویٰ ہر ایک پر فرضِ عین ہے۔ ایک علمِ عظیم

(دارالعلوم زکریا، جوہانسبرگ، جنوبی افریقہ) ارشاد فرمایا کہ آج اختر اس دارالعلوم میں ایک علمِ عظیم سے فائز کیا جا رہا ہے کیونکہ میری تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں پر اپنی دوستی کو فرضِ کفایہ نہیں رکھا بلکہ تقویٰ فرض کر کے فرضِ عین رکھا ہے، تقویٰ اور ولایت میں نسبت تساوی ہے کیونکہ ہر متقی ولی ہے اور ہر ولی متقی ہے لہٰذا تقویٰ

اور ولایت میں نسبتِ تساوی ہے یعنی تقویٰ فرض کر کے ہم نے اپنی دوستی کو تم پر فرضِ عین کر کے احسانِ عظیم کیا ہے ورنہ ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ہم اللہ کے ولی بھی ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ بندے کبھی اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے کہ انہیں خالقِ کائنات سے دوستی کا خیال بھی آجائے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے پہل کر کے اپنی رحمت کا ظہور فرمایا کہ میری رحمت کا عظیم الشان ظہور ہو رہا ہے۔ اے انسانو! ہم تم سے اپنی دوستی کے پیغام میں پہل کرتے ہیں، قرآن پاک میں اس آیت کو نازل کر کے دوستی کا ہاتھ تم نے نہیں، ہم نے بڑھایا ہے۔ تم تو نفس کی بدمعاشیوں میں لگے ہوئے ہو، تم کیا جانو کہ اللہ کی دوستی کیا چیز ہے؟ گدھا کیا جانے کہ نورِ تقویٰ کیا چیز ہے؟ یہ میرا کرم ہے کہ میں تقویٰ فرض کر کے تمہاری طرف اپنی دوستی کا ہاتھ بڑھا رہا ہوں اور تم پر اپنی دوستی فرضِ عین کر رہا ہوں، یہ دوستی مستحب نہیں ہے، سنت نہیں ہے، فرضِ کفایہ بھی نہیں ہے کہ کچھ لوگوں نے جنازہ کی نماز پڑھ لی تو سب کی طرف سے ادا ہو گئی، بلکہ میں اپنی دوستی کو فرضِ عین کر رہا ہوں۔ اگر سارا عالم متقی ہو جائے اور ایک مومن متقی نہیں ہوا تو تقویٰ حاصل کرنا اس پر بھی ہمیشہ فرضِ عین رہے گا۔

(۲۰)۔صبر اور شکر پر ایک علمِ عظیم

(منیٰ، سعودیہ) ارشاد فرمایا کہ اب ایک چیز عرض کرنی ہے جو میرے رب نے منیٰ میں مجھے عطا فرمائی ہے، اب جو علمی جواب بیان کر رہا ہوں حق تعالیٰ نے اسی مقام پر عطا فرمایا ہے کہ ایک حوض میں شربتِ روح افزا ہے، اس میں کئی ٹونٹیاں لگی ہوئی ہیں، جب آپ ٹونٹی کھولیں گے تو اس میں سے شربتِ روح افزا نکلے گا لیکن کسی نے ٹونٹی میں تھوڑی سی کوئی کڑوی چیز لگا دی تو اگر وہ شخص پریشر سے ٹونٹی کھولے گا تو کڑوی چیز کی کڑواہٹ محسوس بھی نہیں ہوگی، غالب شربت ہی رہے گا۔ ایسے ہی اگر اللہ تعالیٰ راضی ہیں، دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور اللہ کے تعلق کی برکت سے قلب میں اللہ کی محبت کی مٹھاس کا شربت بھرا ہوا ہے، اب دنیا کی کوئی بھی مصیبت آئے گی مثلاً نزلہ زکام ہو گیا یا کسی کا انتقال ہو گیا لیکن اس شربت کی مٹھاس کی وجہ سے اس کی زندگی بہت ہی پرسکون ہوتی ہے، موافق حالت ہو یا ناموافق حالت ہو چاہے کوئی بھی حالت ہو ہر حالت میں اللہ تعالیٰ تک پہنچتا ہے، جیسے موافق حالت میں شکر سے اللہ تعالیٰ تک پہنچتا ہے تو ناموافق حالت میں صبر سے اللہ تک پہنچتا ہے۔

(۲۱)۔ضعیف النسبت شیخ سے تعلق پر ایک الہامی علمِ عظیم

(وائٹ ریور، جنوبی افریقہ کے غار میں) ارشاد فرمایا کہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

شیخ بنانے کے لئے خالی ولی ہونا، خالی صالح ہونا کافی نہیں جیسے ایک آدمی خود تندرست تو ہے مگر ڈاکٹر نہیں ہے تو دوسروں کو علاج کے معاملے میں مشورہ نہیں دے سکتا۔ اس لئے سمجھ لو کہ ایک اللہ والا خود تو دیوانہ ہے مگر دوسروں کو دیوانہ نہیں بنا سکتا تو اس کو شیخ بنانے کا انتخاب مت کرو، دیوانہ کامل وہ ہے جو دوسروں کو بھی دیوانہ بنا دے، دیوانہ ہونا اور چیز ہے، دیوانہ سازی اور چیز ہے۔ اس کی مثال اللہ تعالیٰ نے اس غار میں عطا فرمائی، اس سے پہلے کبھی نہیں عطا ہوئی کہ اگر کوئی انسان نابالغ ہے تو کیا اس سے کوئی دوسرا انسان پیدا ہوسکتا ہے؟ بتایئے وہ خود انسان ہے یا نہیں؟ ایک نابالغ لڑکا ہے تو کیا وہ انسان نہیں ہے؟ انسان ہے لیکن اس سے دوسرے انسان پیدا نہیں ہوسکتے۔ آہ! یہ مضمون ابھی ابھی اللہ تعالیٰ نے میرے قلب کو عطا فرمایا ہے۔

(۲۲)۔ فلاح کے متعلق دو آیات کے باہمی ربط پر ایک علمِ عظیم

(جامعہ اسلامیہ، اقبال ٹاؤن، لاہور) ارشاد فرمایا کہ فلاح عربی زبان کا ایسا جامع لفظ ہے کہ شیخ محی الدین ابوزکریا نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

((لَيْسَ فِيْ كَلَامِ الْعَرَبِ كَلِمَةٌ أَجْمَعَ لِخَيْرِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ مِنْهُ))۔ (المنہاج شرح مسلم للنووی)

یعنی لفظ فلاح کا مثل عربوں کے پاس یعنی جن پر اللہ تعالیٰ نے اس لفظ کو نازل کیا ان کے پاس بھی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تزکیہ کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا۝﴾۔ (سورۃ الشمس: آیۃ ۹)

جس نے تزکیہ کرا لیا وہ کامیاب ہوگیا۔ اسی تزکیہ کے لئے اہل اللہ، اللہ تعالیٰ کا نام لینا کیوں بتاتے ہیں؟ اس لئے کہ فلاح میں تزکیہ کو جتنی اہمیت ہے اتنی ہی اہمیت اللہ کے ذکر کی بھی ہے:

﴿وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۝﴾۔ (سورۃ الانفال: آیۃ ۴۵)

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اور صاحبِ فتح القدیر علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

((اَيْ تَفُوْزُوْنَ بِسَعَادَةِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ))۔ (فتح القدیر)

دیکھو وہ مالکِ دو جہاں ہے، جو اُن کو یاد کرے گا اِس جہاں میں بھی عیش میں رہے گا اُس جہاں میں بھی عیش میں رہے گا، اللہ کے نام ہی سے دونوں جہانوں میں فلاح ملتی ہے۔ یعنی تم اللہ کا نام لوگے تو دنیا اور آخرت میں کامیاب ہوجاؤ گے۔ اسی طرح فرماتے ہیں قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا جو تزکیۂ نفس کرائے گا وہ فلاح پائے گا تو معلوم ہوا کہ فلاح کی نعمت تزکیۂ نفس پر بھی موعود ہے اور ذکر اللہ پر بھی موعود ہے۔ اب آپ کہیں گے کہ ہم ایک کام کرلیں یعنی

اللہ اللہ کرلیں اور فلاح لے لیں کیونکہ ذکر اللہ پر بھی فلاح کا وعدہ ہے، پھر تزکیۂ نفس کی کیا ضرورت ہے؟ جب دو مختلف اعمال پر ایک ہی جیسی نعمت کا وعدہ ہے تو ہم اس نعمت کو ایک عمل کر کے حاصل کرلیں اور دوسرا عمل یعنی تزکیہ کا عمل نہ کریں جیسے تیز گام بھی کراچی جاتی ہے اور شالیمار بھی کراچی جاتی ہے تو ہم شالیمار کو چھوڑ کر تیز گام سے کراچی چلے جاتے ہیں۔ تو سنئے! دنیا میں تو ایسا ہوسکتا ہے کہ آپ کسی ایک ریل سے چلے جائیں کیونکہ یہ لازم وملزوم نہیں ہیں لیکن فلاح کے لئے ذکر اللہ اور تزکیہ لازم وملزوم ہیں۔

اب سنو! ایک اور چیز عرض کرتا ہوں کہ اللہ کا ذکر عطر ہے، اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ اپنے نام کا عطر بیان کیا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا- میرے نام کا عطر لگاؤ اور دوسری جگہ فرمایا قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا- جب میرا نام لو تو میرے نام کی خوشبو کے ساتھ باطنی نجاستوں کی لِید مت لگاؤ اور ان سے پاکی حاصل کرو ورنہ میرے عطر کی توہین ہوجائے گی لہٰذا جتنا اچھا تزکیہ کراؤ گے اتنی ہی میرے عطر کی خوشبو تم پر اثر کرے گی اور ایسا اثر کرے گی کہ تم خود مست ہوجاؤ گے اور کائنات میں جدھر سے بھی گذرو گے سب کہیں گے کہ کوئی اللہ والا جا رہا ہے، پھر تمہاری رفتار بھی بدل جائے گی:

﴿وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا﴾ ۔ (سورۃ الفرقان: آیۃ ۶۳)

تمہاری رفتار سے، تمہاری گفتار سے، تمہاری چال سے اللہ والا ہونا ثابت ہوجائے گا۔

(۲۳)۔ محض عبادت سے نفس نہ مٹنے پر قرآنی دلیل۔ ایک علمِ عظیم

(مسجدِ اشرف، گلشن اقبال، کراچی) ارشاد فرمایا کہ آج آپ لوگوں کی برکت سے میرے قلب میں زندگی میں پہلی مرتبہ یہ بات آئی کہ اگر نفس عبادت سے مٹ سکتا تو شیطان نے بہت عبادت کی تھی، اس کا نفس مٹ جانا چاہیے تھا لیکن جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو تو اس نے کہا کہ واہ اللہ میاں! میں آگ سے ہوں اور وہ مٹی سے ہیں، آگ کا درجہ مٹی سے افضل ہے لہٰذا آپ افضل کو فاضل کے سامنے جھکا رہے ہیں، اس نے اگر مگر لگا دیا، یہ اگر مگر دلیل ہے کہ یہ شیطان ہے، جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں اگر مگر آنے لگے کہ اگر داڑھی رکھ لی تو کیا ہوگا؟ تو سمجھ لو کہ یہ شیطان کی مرضی پر چل کر دوزخ کی طرف جا رہا ہے اور جو اللہ کا ہے وہ اللہ کی مرضی پر چلتا ہے اور اگر مگر نہیں لگاتا۔ اس پر مولانا شاہ محمد احمد صاحب دامت برکاتہم کا شعر یاد آیا ؎

مرضی تری ہر وقت جسے پیشِ نظر ہے
بس اس کی زباں پر نہ اگر ہے نہ مگر ہے

جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا چاہتے ہیں وہ اگر مگر نہیں لگاتے۔

(۲۴)۔کسی کی شکل وصورت پر ہنسنا خالق پر ہنسنا ہے۔ایک علمِ عظیم

(جنوبی افریقہ میں لینیشیا سے فلوریڈا پارک جھیل جاتے ہوئے ریل گاڑی میں) ارشاد فرمایا کہ نظر بچانے کا یہ مراقبہ آج ہی عطا ہوا، ریل کا سفر وصول ہوگیا، ریل کے سفر کا مزہ الگ آیا اور اللہ کا قرب الگ ملا اور مراقبۂ قرب الگ نصیب ہوا کہ بعض وقت میں شیطان دل میں وسوسہ ڈالتا ہے کہ دیکھو کیسی خراب شکل ہے، شیطان کے وسوسے پر یہ سمجھنا ٹھیک نہیں ہے، اللہ کی مخلوق کو حقارت سے مت دیکھو، انہیں بھی اللہ ہی نے بنایا ہے، ان کے ڈیزائن کو مت دیکھو، ڈیزائنر کو دیکھو، ڈیزائن پر ہنسنا ڈیزائنر پر ہنسنا ہے۔ بتاؤ! یہ علمِ عظیم ہے یا نہیں؟ کالی ہو یا گوری، نظر ہٹا کر یہ کہو کہ یااللہ! یہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں، ان کو ایمان عطا فرما اور اگر ایمان ہے تو یہ کہو کہ اللہ ان کو پردہ کرنے کی توفیق دے، ان کو صالحات بنادے۔ان کو دعا دے دو، جب دعا دوگے تو اللہ سے رابطہ ہوجائے گا، جب اللہ سے رابطہ ہوگا تو نفس دشمن سے رابطہ مضمحل اور مغلوب اور کالعدم ہوجائے گا۔

(۲۵)۔عربی نحو کے قانون سے صحبت کی اہمیت پر علمِ عظیم

(خانقاہ گلشنِ اقبال، کراچی) ارشاد فرمایا کہ تقویٰ، اہلِ تقویٰ کی صحبت سے ملے گا۔ دیر سویر ہوسکتی ہے، کسی کو دیر لگ سکتی ہے مگر کوئی محروم نہیں رہے گا ان شاء اللہ۔ آپ سے بہت ہی ادب سے گذارش کرتا ہوں، اس وقت آپ بڑے ہیں اور اختر آپ کو بابا نشین کہہ رہا ہے۔ ہیں برادر کشتیٔ بابا نشیں۔اے بھائیو! بابا کی کشتی میں بیٹھ جاؤ یعنی اللہ والوں کی کشتی میں بیٹھ جاؤ۔ جو لوگ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی میں بیٹھے، بچ گئے۔ آج بھی جو اللہ والوں کی کشتی میں بیٹھ جائے گا اس کو ان شاء اللہ تقویٰ مل جائے گا اگرچہ گناہوں کا طوفان ہو۔اس پر دلیل قواعدِ نحو سے پیش کرتا ہوں کیونکہ یہ علمائے دین اور طلباء کرام کا مجمع ہے تو ان کی رعایت سے عربی نحو کا ایک قانون بتاتا ہوں۔ دیکھو ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں ہے:

((وَ کُشِفَ لَمَّا دُفِنَ بِجَنْبِہٖ بَعْضُ الْاَشْرَافِ بَعْدَ مَوْتِہٖ بِمِائَتَیْنِ وَ ثَلَاثِیْنَ سَنَةً فَوُجِدَ کَفَنُہٗ صَحِیْحًا لَّمْ یَبْلَ وَ جُثَّتُہٗ لَمْ تَتَغَیَّرْ)) ۔(مرقاۃ المفاتیح)

دوسوتیس سال کے بعد امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کے پاس بغداد کے معزز لوگوں میں سے کسی کو دفن کیا گیا تو ان کی قبر کھل گئی، اتنا عرصہ گذرنے کے بعد بھی کفن بالکل صحیح تھا جیسے ابھی دفن کیا ہو اور جسمِ مبارک میں ذرا بھی تغیر نہیں تھا۔ یہ اللہ والوں کے جنازے ہیں۔ عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے۔

عربی میں عدد اور تمیز کا قاعدہ ہے کہ سو اور سو کے بعد عدد کی تمیز مفرد مجرور ہونی چاہیے جیسے کَانَ مِقْدَارُہٗ

اَلْفَ سَنَةٍ ۔ایک ہزار کے بعد جمع سَنَوَاتٍ نہیں آیا،اللہ پاک نے مفرد سَنَةٍ نازل فرمایا اور گیارہ سے لے کر ۹۹ تک عدد کی تمیز مفرد منصوب ہوتی ہے جیسے اَحَدَ عَشَرَ کَوْکَبًا۔تو مِائَتَیْنِ کے قاعدہ سے سَنَةٍ (مفرد مجرور) ہوتا اور ثَلَاثِیْنَ کے قاعدہ سے سَنَةً (مفرد منصوب) ہونا چاہیے تھا مگر یہاں ثَلَاثِیْنَ نے عمل کیا یعنی سَنَةً کو مفرد منصوب کردیا کیونکہ عدد کا قریبی عامل ثَلَاثِیْنَ تھا،مِائَتَیْنِ دور تھا۔تو یہ کیا بات ہے کہ ۲۰۰ تو ہار گئے اور ۳۰ جیت گیا؟اس سے ایک مسئلہ تصوف کا اللہ تعالیٰ نے اختر کے دل میں ڈالا کہ اگر آپ کا قریبی دوست کوئی اللہ والا شیخ ہے اور اس کا ساتھ آپ کو نصیب ہے تو ساری دنیا میں گمراہی کی دو سو نہیں دو لاکھ طاقتیں بھی ہوں،آپ اس سے محفوظ رہیں گے،اس کا عمل آپ پر نہیں ہوگا،وہی ثَلَاثِیْنَ والا ہوگا،یعنی جو آپ کا قریبی عامل،شیخ اللہ والا ہے اسی کی برکت سے آپ اللہ والے رہیں گے،ان شاء اللہ تعالیٰ۔

(۲۶)۔رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا پر ایک علمِ عظیم

(ماریشس میں سمندر کے کنارے) ارشاد فرمایا کہ بندوں کو تکلیف دینے سے بندوں کو نقصان پہنچتا ہے تاہم اللہ کے حقوق میں کوتاہی پر جیسے ہی توبہ و استغفار کیا اللہ معاف کردیتا ہے کیونکہ اللہ کو ہمارے گناہوں سے کوئی تکلیف نہیں ہوتی اور نہ کوئی نقصان پہنچتا ہے۔اس لئے حدیث شریف میں ہے کہ:

((یَا مَنْ لَّا تَضُرُّہُ الذُّنُوْبُ وَلَا تَنْقُصُہُ الْمَغْفِرَۃُ)) ۔ (شعب الایمان للبیہقی)

اے وہ ذات! جسے بندوں کے گناہوں سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا اور اے وہ ذات جس کے مغفرت کے خزانوں میں بندوں کی خطائیں معاف کرنے سے کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔اللہ تعالیٰ نے اپنے مجرمین،اپنے نافرمانوں اور گنہگاروں کو رَبَّنَا ظَلَمْنَا سکھایا،یہ نہیں کہا کہ اے ہمارے رب! ہم نے آپ پر ظلم کیا اس لئے ہم کو معاف کردیجئے رَبَّنَا ظَلَمْنَاكَ اور ظَلَمْتُكَ نہیں سکھایا کہ اے ہمارے پالنے والے! ہم نے آپ کو جو تکلیف دی،نقصان پہنچایا اس پر ہمیں معاف فرمادے بلکہ رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا سکھایا ہے کہ ہم نے اپنے پیر پر کلہاڑی ماری ہے ؎

دستِ ما چو پائے ما را می خورد
بے امانِ تو کسے جاں کے برد

ہمارا ہاتھ ہمارے پیر کو کھا رہا ہے،آپ کی امان کے بغیر کوئی اپنی جان کو سلامتی سے آخرت کی منزل تک نہیں لے جاسکتا،اگر آپ سلامتی اور امن کے ساتھ ہماری کشتی پار نہیں کریں گے تو ہماری کشتی ڈوب جائے گی۔تو اللہ تعالیٰ کے حقوق میں بس توبہ و استغفار کافی ہے لیکن بندوں کے حقوق میں ان سے معافی مانگو،اگر مال لیا ہے تو مال واپس کرو،غیبت کی ہے تو اگر اس کو اطلاع ہوجائے تب اس سے معافی بھی مانگنا ضروری ہے۔

(۲۷)۔یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡهَهٗ پر ایک علمِ عظیم

(ماریشس میں سمندر کے کنارے) ارشاد فرمایا کہ مرید کا فرض ہے کہ ہر وقت اس آیت کا مراقبہ کرے:

﴿یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡهَهٗ﴾۔ (سورۃ الکھف: آیۃ ۲۸)

بتاؤ! ہماری ہر سانس یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡهَهٗ ہے یا نہیں؟ تلاوت کے یہ معنی تھوڑی ہیں کہ صرف تلاوت کر لو۔ بھئی! اس پر عمل بھی تو کرو، مرید اگر ہر وقت مرید ہے، حالاً و استقبالاً مرید ہے، تب وہ اصلی مرید ہے کیونکہ یُرِیۡدُوۡنَ میں مضارع ہے کہ نہیں؟ تو یہ مطلب ہوا کہ جس کے دل میں حالاً و استقبالاً ہر وقت اللہ مراد ہو، ایئر ہوسٹس سامنے آئے تو بھی یہ سمجھو کہ میں اللہ کی ذات کا مرید ہوں، میرے دل میں اللہ مراد ہونا چاہیے، غیر اللہ کو مراد بنانے والا اور غیر اللہ کا ارادہ کرنے والا یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡهَهٗ ہے یا اس دائرہ سے خارج ہے؟

تو سمجھ لو کہ اس آیت کے بارے میں یہ بہت عظیم الشان علم آج اللہ تعالیٰ اس سمندر کے کنارے عطا فرما رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے عاشقوں کی شان بیان فرما رہے ہیں یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡهَهٗ مطلب یہ کہ یہ حالاً و استقبالاً ہر وقت مجھے اپنا مراد رکھتے ہیں، یہ اللہ کے عاشقوں کا حال بیان ہو رہا ہے جو اُن کے ذوالحال کے لئے قید ہے، وہ ہر وقت اللہ کے عشق و محبت میں مقید ہیں مگر یہ ایسے قیدی ہیں کہ اپنی قید سے آزاد نہیں ہونا چاہتے ۔

پابندِ محبت کبھی آزاد نہیں ہے
اس قید کی اے دل کوئی میعاد نہیں ہے

مگر اس قید کی میعاد ہے:

﴿وَاعۡبُدۡ رَبَّكَ حَتّٰی یَاۡتِیَكَ الۡیَقِیۡنُ۝﴾۔ (سورۃ الحجر: آیۃ ۹۹)

جب موت آجائے تو بس اب چھٹی، پھر تو مزے ہی مزے ہیں، سب مجاہدہ ختم، مجاہدۂ بندگی ختم۔

(۲۸)۔دل کا ایک ہونا توحیدِ باری تعالیٰ کی دلیل ہے۔علمِ عظیم

(مسجدِ اشرف، گلشنِ اقبال، کراچی) ارشاد فرمایا کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ اُس کا کوئی اور شریک نہیں ہے۔ اگر ربوبیت میں پارٹنر شپ ہوتی تو کیا ہوتا؟ کہتے کہ بھئی ایک رب جو ہے وہ تو آج کل ہماری موافقت میں ہے مگر دوسرا کچھ ناراض ہے۔ لہٰذا فرمایا کہ نہیں، بس ہم ہی ہیں ہمیں ہی راضی کر لو، تمہارا دل بھی ایک ہے اور ہم بھی ایک ہی ہیں، اگر دنیا کو پیدا کرنے والے دو خدا ہوتے تو وہ اپنے بندوں کے بھی دو دل پیدا کرتے، تاکہ ہر خدا اپنا اپنا دل چھانٹ لے لیکن چونکہ اللہ ایک ہی ہے، اس لئے اس نے ایک ہی دل پیدا کیا۔ توحید کی یہ دلیل اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالی

کہ خدا ایک ہے لہٰذا دل بھی ایک ہی پیدا کیا، اگر دو خدا ہوتے تو دو دل پیدا ہوتے۔ ایک دل ایک خدا مانگتا اور دوسرا دل دوسرا خدا مانگتا لیکن اللہ تعالیٰ ایک ہے تو بندوں کو بھی ایک ہی دل دیا کہ اسی دل کو اپنے اللہ پر فدا کردو۔ اب میں کہتا ہوں کہ جو شخص معشوقوں کو دل دیتا ہے وہ مشرک ہے مشرک، یہ میں فتویٰ کی بات نہیں کررہا ہوں، یہ عشق اور محبت کے دارالعلوم کا فیصلہ بتا رہا ہوں۔ بتایئے! اللہ نے یہ دل اپنے لئے بنایا ہے یا ان مرنے والوں کے لئے بنایا ہے؟ میں پہلے مطب بھی کرتا تھا تو جتنے رومانٹک دنیا والے ہیں سب بدحواس، حواس باختہ، بے ساختہ، مثل فاختہ اُڑتے ہوئے آتے تھے اور اپنی پریشانی ظاہر کرتے تھے، اختر نے کسی کو چین سے نہیں پایا، میں ان سے یہی کہتا تھا ؎

ہتھوڑے دل پہ ہیں مغزِ دماغ میں کھونٹے
بتاؤ عشقِ مجازی کے مزے کیا لوٹے

(۲۹)۔ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شانِ رحمت پر علمِ عظیم

(مسجد اشرف، گلشنِ اقبال، کراچی) ارشاد فرمایا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی یٰعِبَادِیَ الَّذِیۡنَ اَسۡرَفُوۡا عَلٰۤی اَنۡفُسِھِمۡ لَا تَقۡنَطُوۡا ۔ الآیۃ تو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اعلان فرمایا: مَآ اُحِبُّ اَنَّ لِیَ الدُّنۡیَا بِھٰذِہِ الۡاٰیَۃِ ۔ (مشکوٰۃ) اے لوگو مجھے یہ آیت اتنی پسند ہے، اتنی پیاری ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے پوری کائنات دے دیں، اس سے زیادہ مجھے یہ آیت محبوب ہے۔ محدثِ عظیم ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح اس طرح فرماتے ہیں کہ:

((جَمِیۡعُ مَا فِیۡھَا بِاَنۡ اَتَصَدَّقَ بِخَیۡرَاتِھَآ اَوۡ اَتَلَذَّذَ بِلَذَّاتِھَا)) ۔ (مرقاۃ المفاتیح)

اگر اللہ تعالیٰ مجھے پوری کائنات دے دیں اور میں اس کو خدا کی راہ میں خرچ کردوں، اس سے مجھے کتنا ثواب ملے گا، اور دوسری شرح یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے ساری کائنات دے دیں اور میں اس کی تمام نعمتوں سے لذت اٹھالوں، اس سے بڑھ کر یہ آیت مجھے محبوب ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ اس میں امت کی مغفرت کے سہارے ہیں۔ واہ رے میرے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! یہ ہے آپ کی شانِ رحمۃ للعالمینیت۔ یہ بات میرے دل میں اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شانِ رحمت کی کتنی بڑی دلیل ہے۔

(۳۰)۔ مومنِ کامل کی شان کیا ہوتی ہے۔ ایک علمِ عظیم

(مجلس دعوۃ الحق لیسٹر، برطانیہ) ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے مومنِ کامل کی ایک شان جملہ خبریہ سے بیان فرمائی ہے کہ کون لوگ مومنِ کامل ہیں؟ وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ ۔ (سورۃ البقرۃ: آیۃ ۱۶۵) جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی عظمتوں کو پہچان لیا اور اللہ پاک کے نام کی لذتوں کو چکھ لیا اور قربِ خداوندی سے ان کی روح مشرف ہوئی

تو ان میں ایک خاص علامت پیدا ہوتی ہے جس کی خبر اللہ پاک جملہ خبریہ سے دے رہے ہیں، یہ حکم نہیں ہے۔ مومنِ کامل دنیا میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے، یہ جملہ خبریہ ہے تو اللہ تعالیٰ جملہ خبریہ کیوں لائے؟ حکم کیوں نہیں دیا کہ ایمان والوں کو چاہیے کہ وہ اللہ سے سب سے زیادہ محبت کریں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ ایک علمِ عظیم مجھے عطا فرمایا ہے جو کتابوں میں میں نے کہیں نہیں دیکھا کہ اللہ پاک نے ہمیں حکم نہیں دیا کہ تم لوگ ہم سے ساری کائنات سے زیادہ محبت کرو، اس جملہ خبریہ کے نزول میں یہ راز ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے کمال و جمال اور اپنی تمام شانِ جذب اور اپنی ذات وصفات کا یقین کے ساتھ علم ہے کہ جو مجھے پہچان لے گا، جس کی جان اور جس کا قلب ہمارے نام کی لذت سے آشنا ہوگا تو اس کے دل میں خود بخود ہماری محبت سب سے زیادہ ہوجائے گی۔

یہ بات سمجھانے کے لئے دنیا کی مثال دیتا ہوں تاکہ سمجھ میں آجائے کہ کوئی عورت کم حسین ہو، آنکھ کی کانی ہو یا کان کی بہری ہو، زبان کی گونگی ہو، ہاتھ کی لولی ہو یا پاؤں کی لنگڑی ہو تو اس کو خود احساس ہوگا کہ میرے ساتھ کسی کو محبت نہیں ہوگی لہٰذا وہ شادی سے پہلے ہی کہے گی کہ اس شرط پر نکاح کریں گے کہ مجھ سے سب سے زیادہ محبت کرنا۔ بولئے! شرط لگائے گی یا نہیں؟ کیونکہ اسے احساسِ کمتری ہوگا، اپنے عیوب اور نقص کا احساس ہوگا کہ ہم چاہے جانے کے قابل نہیں ہیں، تو پہلے ہی یہ شرط کرے گی کہ دیکھو ہم سے خوب محبت کرنا اور دوسری عورتوں سے محبت نہ کرنا لیکن اگر اخبار یا ریڈیو اعلان کردے کہ آج حسن میں پورے عالم میں اول نمبر آنے والے لڑکی لیسٹر کی سڑک سے گذرے گی تو کتنے لوگ سڑک کے کنارے کھڑے ہوجائیں گے کہ دیکھیں اس کا حسن کیسا ہوگا؟ لیکن جو لوگ خدا سے ڈرتے ہیں وہی بچیں گے تو کیا اس کو اعلان کرنا پڑتا ہے کہ لوگو! مجھے دیکھو یا جو بدنظری کے مریض ہیں وہ خود اسے دیکھیں گے؟

(۳۱)۔نماز باجماعت کا وجوب اور فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ...ایک علمِ عظیم

(ملاوی میں بیان) ارشاد فرمایا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ کون جائے بزرگوں کے پاس اور اکیلے عبادت کرتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے عاشقوں کی ملاقات اتنی زیادہ پیاری ہے کہ اس کو کمپلسری (لازمی) کردیا۔ کیسے؟ دلیل سنو! جماعت کی نماز واجب ہے یا نہیں؟ اکیلے اکیلے رونے والو! اکیلے اللہ کی یاد میں مشغول رہنے والو! جاؤ پانچوں وقت جماعت کی نماز میں میرے عاشقوں سے بھی ملو ورنہ تکبر آجائے گا، جو لوگ اکیلے اکیلے عبادت کرتے ہیں اکثر تکبر میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ اور جمعہ کے دن اور زیادہ عاشقوں سے ملو، عید بقرعید کو اور زیادہ عاشقوں سے ملو اور پھر حج وعمرہ میں انٹرنیشنل عاشقوں سے ملو۔

جماعت کی نماز کا یہ راز پہلی دفعہ آپ نے سنا ہوگا کہ اللہ کو اپنے عاشقوں کی ملاقات کتنی عزیز ہے اور سنو کہ جنت میں بھی اللہ کو اپنے عاشقوں کی ملاقات اتنی عزیز ہوگی کہ جنتیوں سے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ جنت کی کسی حور کو

مت دیکھنا، کسی نعمت کومت یوز (Use) کرنا اگرچہ وہ تربوز ہی کیوں نہ ہوتو جنت میں پہلا کیا کام کروفَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ میرے خاص بندوں سے ملاقات کرو وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ پھر جنت میں داخل ہو۔ میرے شیخ فرماتے تھے کہ اللہ نے اپنے خاص بندوں کی ملاقات کیوں واجب کی؟ فَادْخُلِیْ کا حکم پہلے دے رہے ہیں اور جنت کو ثانوی کیا، کیوں؟ فرمایا کہ بات یہ ہے کہ جنت مکان ہے اللہ والوں کا اور اللہ والے مکین ہیں اور مکین مکان سے افضل ہوتا ہے لہٰذا پہلے افضل سے ملو پھر فاضل سے ملو، اور بات یہی ہے کہ اللہ کے عاشقوں سے ملاقات میں جو مزہ ہے وہ جنت سے افضل ہے، اگر جنت سے افضل نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ یہ حکم پہلے کیوں دے رہے ہیں کہ اے اہلِ جنت! جنت کی نعمتوں کو بعد میں استعمال کرنا پہلے میرے عاشقوں سے ملو۔ اس کی دلیل ابھی ابھی اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی، اس کو میں نے کبھی بیان نہیں کیا کہ اللہ والوں کے دل میں اللہ ہے، وہ حاملِ مولائے کائنات ہیں اور حاملِ خالقِ جنت ہیں اور جنت مخلوق ہے تو جو خالقِ جنت دل میں لئے ہوئے ہیں پہلے ان سے ملو۔

مانا کہ میر گلشنِ جنت تو دور ہے
عارف ہے دل میں خالقِ جنت لئے ہوئے

(۳۲) تقویٰ کی فرضیت کا محبت انگیز راز

(ملاوی میں بیان) ارشاد فرمایا کہ اب ایک دوسرا راز بھی آپ پہلی دفعہ سنیں گے ان شاء اللہ، کہ اللہ تعالیٰ نے گناہ چھوڑنا اور تقویٰ اختیار کرنا اور متقی بننا کیوں فرض کیا؟ نمبر ۱: اللہ ہمیں اپنا دوست بنانا چاہتا ہے اور گناہ کے ساتھ ہم دوستی کے قابل نہیں ہوتے، جب حسین بن جاؤ گے تب اس حسین کو پاؤ گے تو گناہ کے ساتھ تم حسین نہیں رہو گے ناپاک رہو گے۔ نمبر ۲: یہ راز ابھی ابھی عطا ہوا ہے جو آپ پہلی دفعہ زندگی میں سنیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ من جملہ بہت سی وجوہات کے میں اَسرار کو محدود نہیں کرتا مگر ایک راز میرے قلب کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا کہ دیکھئے! ماں باپ چاہتے ہیں کہ میرے بچے ہمیشہ میرے سامنے رہیں، کوئی ماں باپ ایسے نہیں جو یہ چاہتے ہوں کہ میرے بچے میری نظر سے دور ہوجائیں، اگر بڑا شہر ہے، کالج اسکول دارالعلوم وہیں ہے اور روزی بھی وہیں ہے تو کبھی نہیں پسند کرے گا کہ میری اولاد مجھ سے دور ہوجائے کیونکہ ماں باپ کو اپنے بچے سے انتہائی تعلق ہے۔ نافرمانی اور گناہ سے بندہ اللہ سے دور ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی نہیں چاہتے کہ میرے بندے گناہ کرکے مجھ سے دور ہوجائیں جس طرح کوئی ماں باپ اپنے بچوں کو دور نہیں رکھنا چاہتے تو اللہ بھی نہیں چاہتا کہ گناہ کرکے میرے بندے مجھ سے دور ہوجائیں۔ میں اپنے حضور میں اور اپنے قرب میں ان کو چپکا کر اپنی رحمت کے پیار میں رکھنا چاہتا ہوں، اس لئے گناہ کو میں حرام کرتا ہوں۔ تقویٰ کے فرض ہونے کا یہ راز عجیب ہے یا نہیں؟

(۳۳)۔ جہاں عرش کا سایہ ہوگا وہاں حساب نہیں ہوگا......ایک علمِ عظیم

(ملاوی میں ختمِ قرآن پاک کے موقع پر بیان) ارشاد فرمایا کہ یہاں پر ایک عمل بتاتا ہوں کہ اللہ کے لئے کسی سے محبت کرو، خاص کر اپنے شیخ سے جو محبت کرے گا قیامت کے دن اللہ کا اعلان ہوگا اَیْنَ الْمُتَحَابُّوْنَ فِيَّ کہاں ہیں وہ بندے جو میری خاطر آپس میں محبت رکھتے تھے، نہ ان کا ملک ایک تھا، نہ زبان ایک تھی، نہ قبیلہ ایک تھا، نہ بزنس پارٹنر تھے مگر پھر بھی اللہ کے لئے آپس میں محبت کرتے تھے، کہاں ہیں وہ جلدی آجائیں میرے عرش کے سائے میں۔ یہ مضمون تو سارے اہلِ علم جانتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھ پر ایک خاص فضل فرمایا کہ وہ جس کو اپنے عرش کے نیچے بلائیں گے اس کا حساب نہیں ہوگا، وہ بے حساب جنت میں جائے گا، یہ اللہ نے میرے دل میں ڈالا کہ جہاں سایہ ہوگا وہاں حساب نہیں ہوگا۔ جب اللہ اعلان کرے گا کہ کہاں ہیں وہ بندے جو میری وجہ سے آپس میں محبت کرتے تھے، وہ عرش کے سائے میں آجائیں اور دوسری حدیث میں آتا ہے کہ جہاں حساب ہوگا وہاں سایہ نہیں ہوگا۔ ان دونوں حدیثوں کو ملانے سے معلوم ہوا کہ جہاں سایہ ہوگا وہاں حساب کتاب نہیں ہوگا تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو جو دنیا میں اللہ کے لئے آپس میں محبت رکھتے ہوں گے جب اپنے سایۂ عرش میں بلائیں گے تو وہ بلا حساب بخشے جائیں گے۔ بتایئے! کیسی زبردست دلیل اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی کہ جب سائے میں بلا رہے ہیں تو بلا حساب و کتاب جنت میں بھیج دیں گے ان شاء اللہ، لہٰذا اپنے شیخ سے محبت اللہ کے لئے کرو۔

(۳۴)۔ اللہ والوں کی قدردانی پر ایک علمِ عظیم

(بر مکان عبدالقادر، اسٹینگر، جنوبی افریقہ) ارشاد فرمایا کہ اہلِ مدینہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی جان، مال، آبرو اور محبت پیش کی، اللہ تعالیٰ نے جواب میں عشق کی کرامت پیش کی کہ جو لوگ میرے پیاروں کو پیار کرتے ہیں تو ہم اپنے پیاروں کو ان پیار کرنے والوں کو دے دیتے ہیں لہٰذا اہلِ مکہ اس قابل نہیں کہ ہمارا پیارا ان کے ساتھ رہے کیونکہ انہوں نے ہماری نعمت کی ناقدری کی ہے، ناقدروں سے اللہ تعالیٰ نعمت چھین لیتا ہے لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ جو قدردانی کرتے ہیں اللہ تعالیٰ صرف نعمت میں اضافہ نہیں کرتا بلکہ ازدیادِ نعمت کے ساتھ ساتھ وہ محبوب بھی ان کو دے دیتا ہے لہٰذا سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اہلِ مدینہ کو دے دیا۔ اس لئے میں نے بہت پہلے ڈربن، جنوبی افریقہ میں مولانا یونس پٹیل کی مسجد میں کہا تھا کہ اللہ والوں کی قدر کرلو ورنہ تم سے چھین کر اللہ والوں کو اللہ ان بستیوں میں بھیج دے گا جو قدردان ہیں اور اس کی دلیل میرے قلب میں یہی عطا ہوئی جو اس سے پہلے میں نے کبھی نہیں بیان کی کہ اللہ تعالیٰ نے باوجود کعبہ شریف، زمزم اور ایک لاکھ ثواب کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اہلِ مکہ سے چھین لیا اور مدینے شریف کے صحابہ کو دے دیا

اور یہ ثابت کر دیا کہ اسلام کمپیوٹرائزڈ مذہب نہیں ہے کہ کھاتہ لے کے بیٹھو کہ یہاں ایک لاکھ کا ثواب ہے، جہاں اللہ خوش ہیں ہماری جنت وہیں ہے، ہمارا ثواب وہیں ہے، وہیں ہمارا ایمان ہے، وہیں ہمارا اسلام ہے، وہیں ہمارا احسان ہے، ثواب کی کھاتہ پیٹری کچھ نہیں ہے۔

(۳۵)۔زبان ورنگ کا اختلاف اللہ کی نشانی ہے......ایک علمِ عظیم

(حجرہ حضرت والا در خانقاہ گلشنِ اقبال، کراچی) ارشاد فرمایا کہ کسی زبان کو دل سے حقیر سمجھنا یا زبان سے ظاہر کرنا اس میں خوفِ کفر ہے۔ چنانچہ تھانہ بھون میں حضرت تھانوی ؒ نے ایک شخص کا خط پڑھا جو بنگال سے آیا تھا جس میں لکھا تھا کہ ہم بہت ہانستا (ہنستا) ہے اس کا علاج بتائیے۔ حضرت کی مجلس میں ایک صاحب نے کہا کہ یہ بنگالی معلوم ہوتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ تمہارے اس جملے سے حقارت کی بو آرہی ہے کہ تم نے اہلِ بنگال اور ان کی زبان کو حقیر سمجھا لہٰذا تم جا کر دوبارہ کلمہ پڑھو اور دو رکعات نمازِ توبہ بھی پڑھو۔ سفر افریقہ و ملاوی میں میرے قلب کو اللہ تعالیٰ نے ایک نیا علم عطا فرمایا۔ اصل میں رات کو دو بجے مجھے ایک کتے کے بھونکنے کی آواز آئی تو میں نے دل میں سوچا کہ یہ کیا بات ہے کہ سارے عالم کے کتے ایک ہی آواز سے بھونکتے ہیں، ان کی زبانوں میں اختلاف کیوں نہیں ہے؟ جبکہ اللہ پاک انسانوں کے لئے فرماتے ہیں وَمِنۡ اٰیٰتِہٖ خَلۡقُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاخۡتِلَافُ اَلۡسِنَتِکُمۡ وَاَلۡوَانِکُمۡ ہم نے انسانوں کے اختلافِ اَلسِنۃ اور اختلافِ الوان یعنی زبان اور رنگ کے اختلاف میں اپنی نشانی رکھی ہے اور کیسی نشانی کہ آسمان و زمین کی تخلیق پر ہم اس کو عطف کر رہے ہیں، شکل ایک ہی ہے، زبان وہی دو تین انچ کی ہے مگر زبان کی بولی میں اختلاف ہے، کوئی انگریزی بول رہا ہے، کوئی بنگالی، کوئی پنجابی، کوئی پشتو، کوئی کچھ کوئی کچھ تو چونکہ اللہ تعالیٰ کو انسانوں کو معرفت دینی ہے، عارف باللہ بنانا ہے اسی لئے اس کو حالاتِ معرفت، آلاتِ معرفت، آثارِ معرفت اور نشاناتِ معرفت عطا فرمائے اور جانوروں کو عارف باللہ نہیں بننا ہے اس لئے سارے عالم کی بلی میاؤں ہی بولے گی، سارے کتے بھوں بھوں ہی کریں گے، سارے عالم کا گدھا ایک ہی بولی بولے گا، سعودیہ کا گدھا عربی میں نہیں چلّائے گا۔ یہ بہت اہم سوغات میرے قلب کو اللہ نے عطا فرمائی، یہ معمولی علم نہیں ہے۔

(۳۶)۔اولیاء اللہ کی کیفیاتِ قلبیہ ایک دوسرے سے مخفی ہونے کا راز

(فلوریڈا جھیل کے کنارے، جنوبی افریقہ) ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿فَلَا تَعۡلَمُ نَفۡسٌ مَّاۤ اُخۡفِیَ لَهُمۡ مِّنۡ قُرَّةِ اَعۡیُنٍ ﴾ ۔(سورۃ السجدۃ: آیۃ ۱۷)

ہم اپنے عاشقوں کو جو آنکھ کی ٹھنڈک دیں گے اسے تمام لوگوں سے اخفا کیا ہوا ہے۔ اس آیت پر

میرے قلب کو اللہ پاک نے ایک علمِ عظیم عطا فرمایا کہ اس آیت میں نَفْسٌ نکرہ تحت النفی ہے یعنی کوئی نفس اس میں مستثنیٰ نہیں ہے، اس میں اولیاء بھی شامل ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں کو اپنے پیاروں کی نظر سے بھی بچاتا ہے، جیسے ماں جب اپنے بچے کو دودھ دیتی ہے تو دودھ کی شیشی پر کپڑا لپیٹ کر دیتی ہے حالانکہ بعض وقت تو محلہ کا کوئی بچہ بھی نہیں ہوتا، اپنے ہی بچے ہوتے ہیں مگر اپنے پیاروں سے بھی اپنے پیارے کو بچاتی ہے، اپنے ہر بچے کی دودھ کی شیشی پر کپڑا لپیٹتی ہے کہ کہیں میرے ہی بچے کی نظر میرے بچے کو نہ لگ جائے تو اللہ تعالیٰ بھی کسی ولی کو دوسرے ولی کی آنکھ کی ٹھنڈک پر مطلع نہیں ہونے دیتے کیونکہ ولی کی نظر بھی دوسرے ولی کو لگ سکتی ہے، مالک پیاروں کی نظر سے بھی پیاروں کو بچاتا ہے۔ اسی لئے حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اجمالی طور پر تو نسبت کا پتا چل جاتا ہے کہ یہ شخص صاحبِ نسبت ہے مگر اس کے قلب میں تعلق مع اللہ کی کیا تفصیل ہے؟ لذتِ مناجات کا کیا عالم ہے؟ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک کے قرب کی تجلیات کا کیا عالم ہے؟ اس کو دوسرا ولی نہیں سمجھ سکتا۔

(۳۷) عورت کو امیر المومنین نہ بنانے کا راز

(فلوریڈا جھیل کے کنارے، جنوبی افریقہ) ارشاد فرمایا کہ ابھی حال ہی میں میرے قلب کو اللہ پاک نے ایک نیا علم عطا فرمایا کہ عورت کو سربراہ، وزیر اعظم یا خلیفہ بنانا کیوں ناجائز ہے؟ حدیثِ پاک ہے کہ جس ملک کی سربراہ عورت ہو وہ قوم فلاح نہیں پاسکتی۔ ہمارے لئے تو حدیثِ پاک کافی ہے مگر مثالوں سے بات جلدی سمجھ میں آجاتی ہے۔ امیر المومنین میں وہ خوبی ہونی چاہیے جو خلیفہ میں ہوتی ہے، مسلمانوں کا خلیفہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب ہوتا ہے۔ تو اس کی وجہ میرے قلب کو اللہ تعالیٰ نے یہ عطا فرمائی کہ امیر المومنین اور خلیفہ اگر کوئی عورت ہو اور اچانک کوئی مصیبت آجائے مثلاً دشمن ملک حملہ کردے تو حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی مشکل پیش آتی تھی اِذَا حَزَبَهٗ اَمْرٌ فَزَعَ اِلَى الصَّلٰوةِ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فوراً نماز میں مشغول ہوجاتے تھے، تو اگر مملکت پر کوئی بلا آئے اور عورت سربراہ ہے اور حالتِ حیض میں ہے تو وہ فَزَعَ اِلَى الصَّلٰوةِ سے محروم رہے گی اور یہی کہے گی کہ ہم تو نماز نہیں پڑھ سکتے، مولوی لوگو! تم ہی پڑھو، دس دن کے بعد جب ہم نہا دھولیں گے پھر پڑھیں گے، ابھی اس وقت ہم مجبور ہیں، تو جو نماز اور اللہ کی حضوری سے مجبور ہے اس کو کیوں سربراہ بناتے ہو؟

دوسری مثال یہ ہے کہ دشمن ملک نے حملہ کردیا، اب بری، بحری اور فضائی تینوں افواج کے کمانڈر آگئے کہ حضور آرڈر کیجئے کہ ہم بھی حملہ کردیں ورنہ ملک ہاتھ سے جارہا ہے تو اندر سے آواز آئی کہ بیگم صاحبہ انڈر کلوروفارم ہیں، ان کے آپریشن سے بچہ پیدا ہورہا ہے، کم از کم ایک گھنٹے بعد ہوش آئے گا، ایک گھنٹے میں تو ملک اِدھر سے اُدھر ہوجاتا ہے۔

(۳۸)۔حدیث لَا یَزَالُ عَبْدِیْ ...الخ سے ایک عجیب استدلال

(بر مکان یوسف حافظ جی، رسٹن برگ، جنوبی افریقہ) ارشاد فرمایا کہ میرے شیخ فرماتے تھے کہ حدیث شریف میں ہے کہ:

((لَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّهٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ فَکُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِهٖ وَیَدَهُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِهَا۔ (وَفِیْ رِوَایَةٍ) وَلِسَانَهُ الَّذِیْ یَتَکَلَّمُ بِهٖ))۔ (صحیح البخاری)

جو عبادت کرتے کرتے اللہ تعالیٰ کے کرم سے بلا استحقاق اللہ کا پیارا اور ولی اللہ ہوجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اپنے اولیاء کی آنکھ بن جاتا ہوں وہ میری آنکھ سے دیکھتا ہے، میں اپنے اولیاء کی زبان بن جاتا ہوں وہ میری زبان سے بولتا ہے، میں اپنے اولیاء کے پیر بن جاتا ہوں وہ میرے پیر سے چلتا ہے اور میں اپنے اولیاء کا ہاتھ بن جاتا ہوں وہ میرے ہاتھ سے پکڑتا ہے تو جب کوئی ولی اللہ مصافحہ کرتا ہے تو سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں اس کا ہاتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ حدیثِ قدسی میں فرمارہے ہیں کہ میں اپنے اولیاء کی نظر بن جاتا ہوں وہ میری نظر سے دیکھتا ہے تو جب ولی اللہ اپنے مریدوں کو دیکھتا ہے تو سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ ان کو دیکھ رہا ہے۔ (پھر خوب جوش سے فرمایا) اے علمائے دین! اس حدیث سے یہ استدلال آج زندگی میں پہلی دفعہ بیان کررہا ہوں۔ روئے زمین پر ستر سال کی عمر میں آج یہ مضمون پہلی دفعہ بیان کررہا ہوں حق تعالیٰ کے کرم اور مہربانی سے وَلَا فَخْرَ یَا کَرِیْمُ، اختر کا کوئی کمال نہیں ہے، یہ میرے بزرگوں کی دعاؤں کا صدقہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ حدیث شریف میں فرمارہے ہیں کہ لَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ جب میرا بندہ کثرتِ نوافل یعنی کثرتِ عبادات سے، نوافل سے یہاں مراد محض نفل نماز نہیں ہے، صدقۂ نافلہ بھی ہے، نفل حج بھی ہے، عمرہ بھی ہے تو معلوم ہوا کہ قرب کا خاص ذریعہ خالی فرائض نہیں ہیں، فرائض آپ کو دوزخ سے بچائیں گے اور نوافل اللہ کا پیار دلائیں گے، نوافل اللہ سے تقرب دلائیں گے۔ تو جب اللہ تعالیٰ نے حدیث میں فرمادیا کہ میں اپنے ان بندوں سے جو کثرتِ نوافل یعنی فرائض کے علاوہ بھی ہمیں پیار کرتے ہیں خالی اہلِ ضابطہ نہیں ہیں، اہلِ رابطہ بھی ہیں تو جو میرے اہلِ رابطہ ہیں میں ان کی آنکھ بن جاتا ہوں، وہ میری آنکھ سے دیکھتے ہیں۔ تو جب اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ میرے اولیاء میری آنکھ سے دیکھتے ہیں تو یاد رکھو! جب کوئی ولی اللہ کسی مرید کو دیکھے تو وہ یوں سمجھے کہ گویا آج مجھے اللہ دیکھ رہا ہے اور جب وہ مصافحہ کرے تو سمجھو آج میرے اللہ نے مجھ سے مصافحہ کیا۔ مستدل بالحدیث ہے یا نہیں؟ جب اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں میں اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں وہ میرے ہاتھ سے پکڑتا ہے تو جب اپنے شیخ سے مصافحہ کرو تو اس سے یہ حسنِ ظن رکھو، نیک گمانی سے اس سے مصافحہ کرکے یہ مزہ لوٹ لو کہ آج میرا مصافحہ میرے اللہ نے کرلیا۔

ہم تو ابھی باہر نکلنے والے تھے ہمیں کیا معلوم تھا کہ یہ علم عظیم عطا ہونے والا ہے لیکن جب اللہ کا حکم ہوتا ہے تو بادل کو ہٹنے کی اجازت نہیں ہوتی جب تک برس نہ جائے، میں نے سوچا کہ جلدی نکل چلوں تازہ ہوا کی آکسیجن لینے لیکن میرے مالک کے سامنے کروڑوں آکسیجن فدا ہیں، آکسیجن کا مقصد صحت ہے، اللہ بغیر آکسیجن صحت دینے پر قادر ہے۔ بتاؤ! یہ مضمون کبھی سنا؟ آج مجھے بہت مزہ آرہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حدیثِ پاک میں فرمایا کہ لَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی کُنْتُ بَصَرَہٗ یہاں تک کہ میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں اور وہ میری آنکھ سے دیکھتا ہے، تو جو ولی اللہ کے سامنے آتے ہیں اور ولی اللہ دیکھتا ہے تو گویا اللہ دیکھتا ہے اور شیخ سے اپنا حال بیان کرنا گویا کہ اپنے اللہ کو اپنا غم سنا دینا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں اس کے کان بن جاتا ہوں وہ میرے کان سے سنتا ہے۔ جو اپنے شیخ پر اپنے مصائب و غم اور فکر اور پریشانی پیش کرتا ہے گویا کہ اللہ کو سنا دیا، اللہ کو سنانے عرشِ اعظم پر کہاں جاؤ گے فرش پر یہ نعمت لے لو اور سنو! اللہ فرماتا ہے کہ میں اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں وہ میرے ہاتھ سے پکڑتا ہے تو جب شیخ نے ہاتھ پکڑا اور شیخ کے بارے میں اتنا تو نیک گمان رکھو کہ شاید یہ ولی اللہ ہو، امکانِ ولایت ہے یا نہیں؟ بتاؤ! اگر یقین نہ کرو تو کم سے کم درجۂ گمان میں قضیۂ ممکنہ ہی پر عمل کر لو اور دل میں مزہ لے لو کہ آج میرے اللہ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا، اور وہ جب بولتے ہیں تو میں ان کی زبان بن جاتا ہوں لہٰذا اپنے شیخ کی تقریر کو سمجھو کہ آج اللہ تعالیٰ کی طرف سے تقریر ہو رہی ہے۔ تو کتنی بڑی عظیم نعمت آج مجھے ملی، یہ مضمون آج زندگی میں پہلی دفعہ بیان کر رہا ہوں اور یہ بھی سوچ لو کہ میں سبزی منڈی میں نہیں ہوں، اس وقت علماء بیٹھے ہوئے ہیں اور علماء بھی کیسے؟ بخاری شریف پڑھا رہے ہیں۔ آج میں نے زندگی میں پہلی دفعہ یہ بات کہی ہے، پوری دنیا میں میں نے نہیں کہا آج نکل گئی ؎

آہ سے راز چھپایا نہ گیا
منہ سے نکلی مرے مضطر ہو کر
چشمِ نم سے جو چھلک جاتے ہیں
ہیں فلک پر وہی اختؔر ہو کر

(۳۹)۔ مقربیت کی تکمیل محبوبیت پر ہوتی ہے

سکھر سے ایک صاحبِ سلسلہ بزرگ تشریف لائے اس وقت یہ مضامین بیان فرمائے جس سے وہ بزرگ نہایت مسرور ہوئے۔ ارشاد فرمایا کہ حدیثِ قدسی ہے:

((لَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّہٗ ...الخ))۔ (صحیح البخاری)

یَتَقَرَّبُ مضارع ہے اور مضارع میں استمرار کی شان ہوتی ہے، معنی یہ ہوئے کہ بندہ مجھ سے نوافل کے ذریعہ

قریب ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس کو اپنا محبوب بنالیتا ہوں۔ معلوم ہوا کہ صرف قرب قرب ہی مفید اور کافی نہیں بلکہ مقربیت وہ مطلوب ہے جو محبوبیت تک پہنچا دے کیونکہ جو مقرب محبوب ہوجاتا ہے وہ پھر مردود نہیں ہوتا۔ جو لوگ مردود ہوئے وہ محبوب نہیں تھے۔ ایک شخص آپ کے پاس بیٹھا ہوا ہے، مقرب تو ہے لیکن آپ کے دل میں اس سے بُغض ہے تو اگرچہ اسے قرب حاصل ہے لیکن یہ قرب مفید نہیں۔

(۴۰)۔حدیث اِنَّ الدَّالَّ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِہٖ کی عجیب شرح

(بر مکان مفتی حسین بھیات صاحب، جنوبی افریقہ) ارشاد فرمایا کہ ایک حدیث ہے:

((اِنَّ الدَّالَّ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِہٖ))۔ (جامع الترمذی)

ایک عظیم نعمت اللہ تعالیٰ نے آج لینیشیا میں عطا فرمائی کہ جیسے نیک کام کے لئے کسی کو مشورہ دے دیا جائے کہ بھئی تم یہ نیک کام کرو مثلاً نماز پڑھنا شروع کردو اور جتنے بھی نیک کام ہیں ان میں سے کوئی بھی شروع کروا دیں تو تمام عمر اگر وہ کرتا رہا تو اس کا ثواب آپ کو ملے گا۔ اسی لئے شیخ اگر کسی کو خلافت دے تو یہ نعمتِ عظمٰی ہے کیونکہ جتنے لوگ اس سے بیعت ہوں گے، اللہ اللہ کریں گے اس کا سارا ثواب شیخ کی طرف بھی لوٹ کر آئے گا اور اس مرید کے ثواب میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ تو یہ معنی جو ابھی بیان کیا عام ہے، جملہ محدثین اسی معنی کو بیان کرتے ہیں مگر آج ایک علم عظیم اللہ تعالیٰ نے اختر کو عطا فرمایا کہ جس طرح اِنَّ الدَّالَّ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِہٖ ہے، اسی طرح اس کا عکس بھی ہے کہ کسی گناہ کی طرف اور برائی کی طرف اگر کسی نے مشورہ دیا، اَلدَّالُّ عَلَی الشَّرِّ ہوا تو دوسرے کا گناہ بھی اسی کی طرف لوٹ کر آئے گا اور وہ مثل فاعل کے ہوجائے گا۔ دلیل قرآن پاک میں ہے کہ مصر کی جن عورتوں نے سیدنا حضرت یوسف علیہ السلام سے سفارش کی تھی کہ اے یوسف! عزیزِ مصر کی بیوی کی گناہ کی بری خواہش تم مان لو، اس کا دل خوش کردو ورنہ یہ قید خانے میں ڈلوا دے گی تو آپ نے فرمایا:

﴿رَبِّ السِّجۡنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدۡعُوۡنَنِیۡۤ اِلَیۡہِ﴾۔ (سورۃ یوسف: آیۃ ۳۳)

یَدْعُوْنَ جمع مؤنث ہے جبکہ واحد نے بری خواہش ظاہر کی تھی یعنی عزیزِ مصر کی بیوی نے لیکن جن عورتوں نے اس شر کی حمایت اور سفارش کی تھی اور اس کی بری خواہش کو پورا کرنے کا مشورہ دیا تھا اور اَلدَّالُّ عَلَی الشَّرِّ ہوئی تھیں تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی اُتنا ہی مجرم قرار دیا اور ان کو یَدْعُوْنَ فرما کر اس جرم میں داخل قرار دیا۔ اس طرف ذہن کم جاتا ہے اَلدَّالُّ عَلَی الْخَیْرِ تو سب بتاتے ہیں مگر دَلَالَۃُ عَلَی الشَّرِّ بھی اُتنا ہی جرم ہے جتنا کہ فاعلِ شر کا جرم۔ تو اللہ تعالیٰ نے جمع مؤنث یَدْعُوْنَ نازل کر کے عزیزِ مصر کی بیوی کے ساتھ مصر کی ان تمام عورتوں کو بھی جنہوں نے دَلَالَۃُ عَلَی الشَّرِّ کیا تھا مجرمات میں داخل کردیا۔

(۴۱) ۔لَعَمۡرُكَ اِنَّهُمۡ ...الخ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی قسم کا راز

(بر مکان مفتی حسین بھیات صاحب، لینیشیا، جنوبی افریقہ) ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی قسم کھائی ہے:

﴿لَعَمۡرُكَ اِنَّهُمۡ لَفِیۡ سَكۡرَتِهِمۡ یَعۡمَهُوۡنَ ○﴾ ۔ (سورۃ الحجر: آیۃ ۷۲)

اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم قسم ہے آپ کی حیات کی کہ لڑکوں کے ساتھ بدفعلی کرنے والی یہ بدمعاش قومِ لوط اپنے نشہ میں پاگل ہو رہی تھی۔ زنا کے نشہ کے لئے اللہ نے یہ بات نہیں فرمائی لیکن اس خبیث فعل کے لئے جو عنوان اختیار فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ اس خبیث فعل کا نشہ زیادہ خبیث ہے۔ ایک بار اس آیت کی تلاوت کرتے وقت میرے دل میں یہ سوال آیا کہ ایسی گندی قوم کے حالات پر اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدس کی قسم اٹھائی اس میں کیا راز ہے؟ میں جدہ میں سفر کی حالت میں تھا، اس وقت وہاں کوئی تفسیر نہیں تھی۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ میرے پاس کوئی تفسیر کی کتاب نہیں ہے لیکن آپ صاحبِ کلام موجود ہیں، اس کی تفسیر آپ مجھے عطا فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ کے کرم سے دل میں یہ جواب عطا ہوا کہ یہ قوم اپنی بری خواہش کے نشہ میں تھی اور حضرت لوط علیہ السلام سے گستاخی کر رہی تھی اور جتنے لوگ اس زمانے میں متقی تھے ان کو دھمکی دے رہی تھی کہ اِنَّهُمۡ اُنَاسٌ یَّتَطَهَّرُوۡنَ یہ لوگ بہت پاک بنتے ہیں اَخۡرِجُوۡهُمۡ مِّنۡ قَرۡیَتِكُمۡ ان سب کو یہاں سے نکالو، یہ لوگ ہمارے مزہ میں حائل ہیں۔

جس طرح قومِ لوط کو باہ کا نشہ تھا اسی طرح اہلِ مکہ کو جاہ کا نشہ تھا، یہ تکبر کے نشہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کی دھمکیاں دے رہے تھے کہ یہ کل کا یتیم آج ہمارے مذہب کو بدل رہا ہے اور ہمارے بتوں کو بُرا کہہ رہا ہے تو اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارک کی قسم اس لئے کھائی کہ اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح اہلِ باہ شہوت کے نشہ میں پاگل ہو کر میرے نبی کے دشمن بن رہے تھے اور میرے نبی کے چراغِ زندگی کو بجھانا چاہتے تھے اسی طرح اہلِ مکہ کو جاہ کا نشہ ہے اور اپنی جاہ کے نشہ میں یہ آپ سے دشمنی کر رہے ہیں اور آپ کے چراغِ حیات کو بجھانا چاہتے ہیں، نشہ دونوں میں وصفِ مشترک ہے۔ فرق یہ ہے کہ ایک کو باہی نشہ تھا اور ایک کو جاہی نشہ ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی قسم کھا کر گویا یہ فرمایا کہ جس طرح ہم نے باہ والے خبیثوں سے اپنے نبی لوط علیہ السلام کو بچایا اور ان کے نشۂ باہی کو پاش پاش کر دیا اسی طرح اہلِ مکہ کے نشۂ جاہ و تکبر کو بھی ہم پاش پاش کر دیں گے اور آپ کی حیات کی حفاظت فرمائیں گے۔ یہ ہے قسم کا راز جو اللہ تعالیٰ نے میرے قلب پر منکشف فرمایا۔

(احقر راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ اس علمِ عظیم کو سن کر مجلس میں موجود بعض اکابر اہلِ علم پھڑک گئے اور

عرض کیا کہ یہ مضمون ہم نے کسی کتاب میں نہیں دیکھا تو حضرت والا نے فرمایا کہ میں نے بھی متقدمین ومتاخرین کی بہت سی تفاسیر دیکھیں لیکن کسی میں اس اشکال کا جواب مجھے نہیں ملا۔ اصل میں کسی کے دل میں اشکال ہی نہ آیا ہوگا اس لئے ان اکابر نے جواب نہیں دیا۔ میرے دل میں اشکال پیدا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے یہ علمِ عظیم عطا فرمایا۔ الحمدللہ تعالیٰ بڑے بڑے علماء نے اس مضمون کی تائید کی کہ بہترین سوال اور بہترین جواب ہے، فالحمدللہ تعالیٰ۔)

(۴۲)۔ گناہوں پر گریہ وزاری حیاتِ ایمانیہ کی دلیل ہے

(برمکان مفتی حسین بھیات صاحب، لینیشیا، جنوبی افریقہ) ارشاد فرمایا کہ اب سنئے! یہ بھی ایک علمِ عظیم ہے کہ ماں کی چھاتیوں میں خون بھرا ہوا ہے، جو چاہے ایکسرے کر لے، چاہے آپریشن کر کے دیکھ لے لیکن جب بچہ پیدا ہوتا ہے اور روتا ہے تو رونے سے ماں کے دل کی مامتا اور اس کی رحمت جوش میں آتی ہے جس سے اس کا خون دودھ میں کنورٹ (Convert) ہو جاتا ہے اور محلے والے سمجھ جاتے ہیں کہ بچہ زندہ پیدا ہوا ہے۔

جب بندہ اپنے گناہوں پر نادم ہو کر آہ وزاری کرے، اشکباری کرے تو یہ اس کی حیاتِ ایمانیہ کی دلیل ہے ورنہ وہ مردہ ہے جو گناہ کر کے شرمندہ بھی نہ ہو، ہر وقت گناہوں میں گندہ رہے اور اس کو آہ وزاری نصیب نہ ہو تو سمجھ لو کہ یہ مردہ ہے، صورتاً زندہ ہے، اس کو حیاتِ حیوانی حاصل ہے، حیاتِ ایمانیہ حاصل نہیں ہے جیسے جانور کتا، بلی، بکری، بیل بھی زندہ ہیں، کھا بھی رہے ہیں پی بھی رہے ہیں مگر حیاتِ ایمانیہ اس کو حاصل ہے جس کو رونے کی عادت نصیب ہو جائے اور اگر رونا نہ آئے تو کم از کم رونے والوں کی شکل تو بنا لے اس کو بھی اللہ تعالیٰ نے رونے والوں میں داخل فرمایا ہے لیکن شکل بنانے سے رونا افضل ہے اِنْ لَّمْ تَبْکُوْا فَتَبَاکَوْا اگر رونہ سکو تو فَتَبَاکَوْا ہے کہ رونے والوں کی شکل ہی بنا لو لیکن اعلیٰ درجہ رونا ہی ہے، رونا نہ آنے پر شفقت ہے شریعت کی کہ چل ظالم شکل ہی بنا لے۔

(۴۳)۔ اعمالِ نافلہ محبت کے لئے لازم نہیں ہیں

(خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، سینٹ پیر، ری یونین) ارشاد فرمایا کہ بعض لوگ زیادہ نفلیں اور زیادہ وظیفے نہیں پڑھتے تو کیا ان کا شمار اہلِ محبت میں نہیں ہوگا؟ اس کے بارے میں علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ ایک حدیث نقل فرماتے ہیں کہ ایک صحابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا مَتَی السَّاعَۃُ قیامت کب آئے گی؟ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا اَعْدَدْتَّ لَھَا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تم نے قیامت کے لئے کیا تیاری کی ہے؟ قَالَ مَا اَعْدَدْتُّ لَھَا کَبِیْرَ عَمَلٍ میرے پاس کوئی بڑے بڑے عمل نہیں ہیں یعنی فرض واجب سنن مؤکدہ ادا کر لیتا ہوں اور گناہوں سے بچتا ہوں

اس کے علاوہ میرے پاس اور اعمال نہیں ہیں **وَلٰکِنْ حُبَّ اللّٰہِ تَعَالٰی وَرَسُوْلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ** لیکن اللہ تعالیٰ کی محبت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا بہت بڑا خزانہ میرے دل میں ہے **فَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ** آدمی اسی کے ساتھ جنت میں رہے گا جس کے ساتھ اس کو محبت ہے۔ اب اس کی شرح سنئے! آج تک اس کی یہ شرح جو علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے میرے مطالعہ میں نہیں آئی۔ پینسٹھ سال کی عمر میں یہ عظیم نعمت ری یونین کی اس خانقاہ میں حاصل ہوئی۔ میں یہی سمجھتا تھا کہ محبت وہی ہے جس کے ساتھ اعمال لازم ہیں لیکن علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

((فَھٰذَا نَاطِقٌ بِاَنَّ الْمَفْھُوْمَ مِنَ الْمَحَبَّۃِ لِلّٰہِ تَعَالٰی غَیْرُ الْاَعْمَالِ وَالْتِزَامِ الطَّاعَاتِ)) ۔ (روح المعانی)

یعنی اس حدیث سے یہ بات مفہوم ہو رہی ہے کہ اللہ کی محبت مستغنی ہے اعمالِ نافلہ اور التزامِ طاعاتِ نافلہ سے **لِاَنَّ الْاَعْرَابِیَّ نَفَاھَا** کیونکہ اعرابی نے کبیر عمل کی نفی کر دی کہ میرے پاس بڑے بڑے اعمال نہیں ہیں لیکن **وَلٰکِنْ حُبَّ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ** کہہ کر **اَثْبَتَ الْحُبَّ** اس نے اپنی محبت کو ثابت کر دیا اور لٰکِنْ کا استثنٰی کبیر عمل کے ساتھ ہے جس سے معلوم ہوا کہ محبت خود ایک عظیم الشان عمل ہے۔ کبیر عمل کے مقابلہ میں صحابی نے اپنے قلب کا عمل پیش کیا کہ میرے پاس جسم کا عمل تو کم ہے، نوافل و تہجد و تلاوت و اشراق و چاشت میرے پاس نہیں ہیں لیکن میرے قلب میں ایک بہت بڑا عمل موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ مجھے اللہ و رسول سے محبت ہے **وَاَقَرَّہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی ذٰلِکَ** اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی محبت کو تسلیم فرمایا اور عمل کی قید نہیں لگائی کہ تم اعمال میں تو کمزور ہو پھر کہاں کے عاشق بنتے ہو؟ اگر آپ سکوت بھی فرماتے تو بھی اس کی محبت ثابت ہو جاتی کیونکہ نبی کے سکوت سے بھی مسئلہ بنتا ہے کیونکہ نبی کسی نامناسب بات پر خاموش نہیں رہ سکتا لہٰذا آپ اس کی محبت کی تردید فرما دیتے۔ اس کے برعکس یہاں تو آپ نے اس کی محبت کو تسلیم فرمایا اور ارشاد فرمایا **اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ** آدمی جنت میں اسی کے ساتھ ہوگا جس سے اس کو محبت ہے۔ اگر بڑے بڑے اعمال کے بغیر صرف محبت سے جنت میں اہل اللہ کی صحبت نہ ملتی تو آپ کبھی یہ جملہ نہ ارشاد فرماتے، یہ دلیل ہے اس بات کی کہ محبت اتنی بڑی نعمت ہے جو محبوب کا ساتھ نصیب کرا دیتی ہے۔

بعض کم عمل والوں کے دل میں اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبردست محبت ہوتی ہے۔ اگر علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ بدون نقلِ حدیث کے یہ فیصلہ کرتے تو مجھے اس کا یقین نہ آتا لیکن فرماتے ہیں کہ یہ فیصلہ تو یہ حدیثِ پاک کر رہی ہے، یہ حدیث خود اعلان کر رہی ہے کہ محبت کا خود ایک اعلیٰ مقام ہے جو اعمال سے بالاتر ہے اور یہ کہ اعمالِ نافلہ محبت کے لوازم میں سے نہیں ہیں۔ محبت ایک عجیب نعمت ہے جو موہوب من اللہ ہوتی ہے، خدا کے دینے سے ملتی ہے اور اس کا ذریعہ خدا کے عاشقوں کی صحبت ہے۔

(۴۴)۔بدنگاہی کی حرمت پر ایک علمِ عظیم

(سینٹ لوئیس، ری یونین،فرانس) سینٹ لوئیس،ری یونین پہنچ کر گاڑی ہی میں حضرت والا نے فرمایا کہ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ میں حفاظتِ نظر کا حکم صرف مسلمان عورتوں ہی سے نہیں کافر عورتوں سے بھی نظر بچانی ہے، چاہے مسلمان عورت ہو یا کافر عورت دونوں سے نظر بچاؤ اور اس کی ایک حکمت ابھی سمجھ میں آئی کہ کافر عورت پر بدنگاہی کرنے سے اگر اس سے عشق پیدا ہوا اور زنا کی نوبت آ گئی تو مسلمان کے خون اور نطفہ سے اللہ کا ایک دشمن پیدا ہوگا۔کتنی بڑی بات ہے۔دیکھو! آج سمجھ میں آئی،کیا یہ اللہ کا انعام نہیں ہے کہ کیسے کیسے علم عطا فرما رہے ہیں۔اللہ تعالیٰ نہیں چاہتے کہ میرے مومن بندہ سے میرا دشمن پیدا ہو،اس لئے کافر عورتوں سے بھی نظر بچاؤ ورنہ اگر اس سے پھنس گئے اور حمل قرار پا گیا تو گویا مومن نے اپنے خون سے اللہ کا ایک دشمن پیدا کیا اور قیامت کے دن مقدمہ چلے گا کہ تم نے میرے دشمنوں کی تعداد کیوں بڑھائی؟ لٰہذا یہ جرمِ عظیم ہے اور مسلمان، مومنہ عورت سے زنا کیوں حرام ہے کہ اس نے اپنے آئندہ آنے والے مسلمان بھائی کو حرامی بنادیا۔وہاں دشمن پیدا کرنے کا جرم عائد ہوا یہاں حرامی بنانے کا کیس چلے گا۔

(۴۵)۔مرتے دم تک تقویٰ فرض ہونے پر ایک علمِ عظیم

﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ﴾۔ (سورۃ یونس: آیۃ ٦٣)

(خانقاہ امدادیہ اشرفیہ،گلشنِ اقبال،کراچی) ارشاد فرمایا کہ اس آیت میں اٰمَنُوْا میں تو ماضی کا صیغہ استعمال فرمایا اور وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ میں مضارع لائے اور مضارع میں خاصیت تجددِ استمراری کی ہے۔معلوم ہوا ایمان چونکہ صرف ایک بار ہی لانا ہوتا ہے اس لئے ماضی سے بیان کردیا لیکن تقویٰ کی محنتیں کیونکہ عمر بھر کرنی ہیں اور تقویٰ کے اہتمام کا تسلسل پوری زندگی جاری رکھنا ہے اس لئے مضارع کا صیغہ استعمال فرمایا اور مضارع حال اور استقبال دونوں کے معنی رکھتا ہے تاکہ معلوم ہو کہ تقویٰ اور ولایت ایک ایسا عمل ہے جو آخری سانس تک جاری رہے گا اور عمر بھر حق تعالیٰ کے ساتھ اس رشتۂ ولایت کی تجدید کرنی پڑے گی۔کبھی گناہوں سے یہ رشتہ ٹوٹ جائے گا یا کمزور ہوجائے گا تو سجدہ میں گرا ہوا آنسو بہا رہا ہے، گڑگڑا رہا ہے کہ یا اللہ معاف فرمادیجئے۔یہ کیا ہے؟ یہی تجدید رشتۂ ولایت مع الحق ہے اور یہ جھگڑا زندگی بھر کا ہے،عمر بھر اس تراش خراش میں لگا رہنا ہے۔اس لئے وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ میں مضارع سے یہ بتادیا کہ عمر بھر تقویٰ کا اہتمام اور محنت کرنا پڑے گی۔

اسی طرح آیت اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ (سورۃ البقرۃ: آیۃ ۲۵۷) میں یُخْرِجُهُمْ مضارع ہے اور مضارع میں استمرار اور تجدد کی شان ہوتی ہے جس کو تجددِ استمراری کہتے ہیں یُخْرِجُهُمْ فرما کر یہ بتا دیا کہ بار بار ہم تم کو ظلمات سے نکالتے رہتے ہیں، یہ اخراج من الظلمات ایک دفعہ ہی نہیں ہوتا بلکہ ہمارا یہ فعل ہمیشہ تجدد کے ساتھ جاری ہے، تم ظلمات میں جاتے رہتے ہو ہم تمہیں نکالتے رہتے ہیں، اور یہ کیوں ہے؟ اس لئے کہ اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ہم تمہارے ولی اور دوست ہیں۔ پس اس ولایت کا حق ادا ہو رہا ہے، اپنی ولایت کا حق ادا کرنے کے لئے ہم تمہیں ظلمات سے نور کی طرف نکالتے رہتے ہیں۔

(۴۶)۔ آیت تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ... الخ کے متعلق ایک علمِ عظیم

(از متفرق قدیم ملفوظات، خزائنِ شریعت وطریقت) ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ ارشاد فرمایا ہے:

﴿تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا﴾۔ (سورۃ البقرۃ: آیۃ ۱۸۷)

یہ حدیں اللہ کی باندھی ہوئی ہیں سوان کے نزدیک نہ جاؤ اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا﴾۔ (سورۃ البقرۃ: آیۃ ۲۲۹)

یہ اللہ کی باندھی ہوئی حدیں ہیں سوان کے آگے مت بڑھو۔ ان دونوں آیتوں کے ملانے سے یہ علم حاصل ہوا کہ جس کا فَلَا تَقْرَبُوْهَا مضبوط ہوگا اس کا فَلَا تَعْتَدُوْهَا بھی مضبوط ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ ہماری طبیعت کی کمزوریوں سے واقف ہیں۔ وہ خوب جانتے ہیں کہ اگر یہ ان حدوں کے قریب جائے گا تو ان پر قائم نہ رہ سکے گا اور ہلاکت میں پڑ جائے گا اور جو قریب ہی نہ جائے گا تو تجاوز کیسے کرے گا؟ پس لَا تَعْتَدُوْا سے محفوظ رہنے کے لئے لَا تَقْرَبُوْا رہنا ضروری ہے۔

(۴۷)۔ پُرلطف حیات پانے اور مُعذَّب حیات سے بچنے کا نسخہ

(مسجدِ اشرف، گلشنِ اقبال، کراچی) ارشاد فرمایا کہ دیکھئے! فرمانبرداروں کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَلَنُحْیِیَنَّهٗ حَیٰوةً طَیِّبَةً﴾۔ (سورۃ النحل: آیۃ ۹۷)

جو ہم کو ایمان واعمالِ صالحہ سے خوش رکھتے ہیں ہم ضرور بالضرور ان کو بالطف زندگی دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے یہاں اپنی طرف نسبت کی اور واحد نہیں فرمایا کہ ''میں دوں گا'' بلکہ فرمایا کہ ''ہم دیں گے'' کیونکہ قرآنِ پاک شاہانہ کلام ہے، بادشاہ کبھی ''میں'' نہیں کہے گا، وہ کہے گا کہ ہم یہ کریں گے، ہمارا حکم یہ ہے، ہم نے یہ نازل کیا، ہم نے یہ حکم نافذ کیا، اگر اس نے ''میں'' کہا تو سمجھ لو کہ یہ بادشاہ نہیں ہے، اسے اچانک کہیں سے بادشاہت مل گئی ہے، خاندانی بادشاہت نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ جو مٹی کے انسانوں کو سلطانیت بخشتا ہے اس کا مزاجِ سلطانیت کیسا ہوگا؟ لہٰذا

فَلَنُحۡيِيَنَّهٗ جمع نازل فرمایا کہ ہم ضرور بالضرور حَيٰوةً طَيِّبَةً دیں گے۔ اور جو میری نافرمانی کر کے حرام لذت چرائے گا، نمک چور، کام چور نوالہ حاضر، دسترخوان پر فوراً بیٹھے گا اور نماز میں سستی کرتا ہے اس کے لئے فرمایا:

﴿فَاِنَّ لَهٗ مَعِيۡشَةً ضَنۡكًا﴾ ۔ (سورۃ طٰهٰ: آیۃ ۱۲۴)

یہاں یہ نہیں فرمایا کہ ہم ضرور بالضرور ان کی زندگی تلخ کردیں گے بلکہ فرمایا کہ ان کی زندگی تلخ کردی جائے گی، یہ شاہانہ کلام ہے، اس میں عظمتِ الٰہی ہے کہ جو سارے عالم کو شکر دیتا ہے وہ کڑوی بات کی نسبت اپنی طرف نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اختر کو یہ علمِ عظیم عطا فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں زندگی کو کڑوی کرنے کی نسبت اپنی طرف نہیں کی، یہ عظمتِ کلامِ شاہی ہے جیسے ابّا اگر عظیم الشان ہے تو بچوں سے یہ نہیں کہے گا میں ڈنڈے ماروں گا بلکہ یہ کہے گا کہ اگر تم نے نافرمانی کی تو تمہاری پٹائی کی جائے گی، تمہیں ڈنڈے مارے جائیں گے۔

(۴۸)۔ آیت كُلَّ يَوۡمٍ هُوَ فِىۡ شَاۡنٍ کے متعلق ایک علمِ عظیم

(خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، سندھ بلوچ سوسائٹی، کراچی) ارشاد فرمایا کہ ایک بڑے عالم نے جو جنوبی افریقہ میں بخاری شریف پڑھاتے ہیں مجھ سے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات قدیم، واجب الوجود ہے لیکن قرآن پاک کی آیت ہے:

﴿كُلَّ يَوۡمٍ هُوَ فِىۡ شَاۡنٍ ۝﴾ ۔ (سورۃ الرحمٰن: آیۃ ۲۹)

اس سے ذاتِ حق کا قدیم نہ ہونا لازم آتا ہے کیونکہ جدید شان کا پیدا ہونا حدوث پر دلالت کرتا ہے اور اللہ کے لئے فنا وحدوث ناممکن ہے اور ایسا عقیدہ کفر ہے تو قدیم ذات سے جدید شان کا پیدا ہونا سمجھ میں نہیں آتا۔ اس وقت اگر اللہ میری مدد نہ کرتا تو اس کا جواب آسان نہیں تھا کیونکہ نہ مجھے کبھی یہ اشکال ہوا تھا اور نہ اس کا جواب کسی تفسیر میں نظر سے گذرا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی اور قلب میں فوراً یہ جواب عطا فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی ہر وقت جو ایک نئی شان ہے وہ باعتبار وجود کے نہیں ہے باعتبار ظہور کے ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ساری صفات اور ساری شانیں ازلاً ابداً اللہ تعالیٰ کی ذات میں موجود ہیں، ان کی کوئی صفت فنا نہیں ہوتی، ہر صفت کا وجود ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا لیکن باعتبار ظہور کے ہر وقت ایک نئی شان ہے کیونکہ صفات کا وجود اور ہے، ظہور اور ہے جیسے کسی مال دار کی جیب میں ہزار ہزار کے ہزاروں نوٹ موجود ہیں لیکن چھپے ہوئے ہیں تو ان نوٹوں کا وجود تو ہے ظہور نہیں ہے لیکن جب وہ جیب سے نکال کر دکھاتا ہے اس وقت ان نوٹوں کا ظہور ہوتا ہے، وجود تو پہلے ہی سے تھا۔ اسی طرح ماں کے پیٹ میں بچہ کا وجود ہے لیکن ظہور نہیں ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی ہر صفت اس کی ذات کے ساتھ موجود ہے مگر اس کا ظہور ہر لمحہ ہر لحظہ ہر آن ہوتا رہتا ہے، ظہور سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کا وجود نہیں تھا۔

بتائیے! یہ کتنا عظیم الشان علم ہے اور کتنا علمی جواب ہے، کسی کتاب میں شاید ہی آپ یہ جواب پائیں گے۔

ایسے اشکالات کتابوں سے حل نہیں ہوتے، اللہ والوں کی غلامی سے یہ علوم عطا ہوتے ہیں، مبدأ فیاض سے عطا ہوتے ہیں، فضلِ آسمانی اور رحمِ رحمانی سے عطا ہوتے ہیں۔ اس کی قدر علماء سے پوچھو جو منطق اور فلسفہ سے واقف ہیں۔ جس عالم نے یہ سوال کیا تھا انہوں نے کہا کہ زندگی بھر مجھے یہ اشکال تھا لیکن اس کا جواب نہ میں نے اپنے اساتذہ سے سنا تھا، نہ کسی کتاب میں دیکھا تھا۔ آج تشفی ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا پیارا جواب عطا فرمایا کہ کوئی مست ہو یا نہ ہو، اس علم کی حلاوت سے میں خود مست ہو رہا ہوں۔

(۴۹)۔ انبیاء علیہم السلام کے علمِ غیب کی نفی کی انوکھی دلیل

(خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، سندھ بلوچ سوسائٹی، کراچی) آج صبح ناشتہ کے بعد حضرت والا نے سب لوگوں کو جو صبح کی سیر کے لئے حضرت والا کے ساتھ آئے تھے، اپنے حجرہ میں طلب فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ مشکوٰۃ شریف کی روایت ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ داخل ہوئے اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھانا تناول فرما رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے بلال آؤ! ہمارے ساتھ کھانا کھاؤ۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اِنِّیْ صَائِمٌ یَا رَسُوْلَ اللہِ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تو روزہ سے ہوں۔ اسی سے معلوم ہوا کہ نبی کو علمِ غیب نہیں ہوتا۔ اگر آپ کو علمِ غیب ہوتا تو آپ کبھی ان کو کھانے کے لئے نہ بلاتے۔ بلانا دلیل ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے روزہ کا علم نہ ہونے کی اور یہی دلیل ہے نبی کے عالم الغیب نہ ہونے کی۔ اس حدیث سے انبیاء کے علمِ غیب کی نفی کا ثبوت شاید ہی کسی محدث نے بیان کیا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے شاید مجھے اس علم میں خاص فرمایا۔

(۵۰)۔ انسان کی تخلیق پر ایک علمِ عظیم

(خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، سندھ بلوچ سوسائٹی، کراچی) ارشاد فرمایا کہ جب میں نے نیت باندھی تو میرے قلب میں اللہ تعالیٰ نے ایک علمِ عظیم عطا فرمایا کہ تمہاری پیدائش کی بنیاد نطفۂ ذلیل مَآءٍ دَافِقٍ اور مَآءٍ مَّھِیْنٍ سے ہے یعنی ایک ذلیل پانی جس سے غسل واجب ہوتا ہے۔ دل میں یہ آیا کہ تم ایک ناپاک پانی کے قطرے سے کھینچے ہوئے ہو۔ اپنے باپ کی پشت میں تم ایک ناپاک قطرہ تھے، میں نے اسی نطفۂ ناپاک کو جو مردہ منی تھی تمہارا جسم بنا دیا اور ناپاک اسٹر کچر کو کتنے جمال سے بنایا کہ ہاتھ پیر کان ناک سب تناسبِ اعضاء کے ساتھ بنائے۔ اَلْبَارِئُ کے معنی ہیں اَلَّذِیْ یَخْلُقُ بِتَنَاسُبِ الْاَعْضَآءِ جو اعضاء کو تناسب سے پیدا کرے جیسے ناک کے دونوں سوراخ برابر ہیں ورنہ اگر تناسب کے ساتھ نہ پیدا فرماتے کہ ایک سوراخ چھوٹا سا اور دوسرا تین فٹ چوڑا ہوتا تو کتنا بُرا لگتا اور کبوتر اُڑتے اُڑتے

اس میں پھنس جاتا، اور پھر اس اسٹرکچر پر کیا عمدہ فنشنگ کی کہ ہمارے گوشت، خون اور ہڈیوں پر کیا عمدہ جلد لگادی اور تمام عیب کو چھپادیا، اور پھر حواسِ خمسہ ناطقہ، باصرہ، سامعہ، شامّہ اور لامسہ عطا فرمائے کہ وہ ناپاک نطفہ آج بول رہا ہے، دیکھ رہا ہے، سن رہا ہے، سونگھ رہا ہے، چھو رہا ہے۔ حواسِ خمسہ کے ساتھ مزید انعام یہ بخشا کہ عقل وفہم عطا فرمایا اور ایمان سے مشرف فرمایا کہ آج تم زبان سے سبحان اللہ کہہ رہے ہو۔ کیا اس نطفۂ ناپاک کو یہ کمالِ عروج نہیں عطا ہوا کہ جو ناپاک ہو وہ اللہ کی پاکی بیان کرے، ایک ناپاک کی زبان سے پاکیٔ خالق بیان ہو رہی ہے، ایک ناپاک مادّہ اللہ کی پاکی بیان کرنے کا اہل قرار دیا جارہا ہے۔ ناپاک نطفہ سے سبحان اللہ کا نکلنا یہ اللہ تعالیٰ کا تاجِ عزت اور فضلِ عظیم ہے کہ تم ناپاک تھے لیکن اب میری پاکی بیان کرنے کا شرف تم کو عطا ہو رہا ہے۔

آج اس علمِ عظیم سے مجھے وجد آگیا کہ جب میں نے نیت باندھی تو میرے دل میں یہ پورا فیچر آگیا کہ اے نطفۂ ناپاک تو اپنے ابتدائی مادّے مَآءٍ مَّهِيْنٍ کو یاد کر کہ تو ایک نطفۂ ناپاک تھا، میں نے تجھے قوتِ بینائی، گویائی، شنوائی عطا فرمائی کہ جس سے تو دیکھ رہا ہے، بول رہا ہے، سن رہا ہے اور تیرے اسٹرکچر کو فنشنگ دے کر اور کرتا پاجامہ اور جبہ پہنا کر اور سجا کر اپنے سامنے کھڑا کیا ہوا ہے اور ایک مادّہ ناپاک کو اس مقام کا شرف بخشا کہ آج تو میری پاکی بیان کررہا ہے اور سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ اور سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہہ رہا ہے۔

پھر ارشاد فرمایا کہ لباس پہننے کی نیت ہر شخص کی الگ ہوتی ہے۔ یہی جبہ اگر فخر اور تفاخر کے لئے ہو تو حرام ہے اور یہی جبہ شکرِ نعمت کا سبب ہے اگر یہ سمجھیں کہ ہم تو اس قابل نہیں مگر آپ کے کرم نے بخشا ہے تو آپ کی نعمت کو استعمال کرتا ہوں تاکہ آپ خوش ہوجائیں۔ کیا شان ہے آپ کی کہ آپ نے ایک نطفۂ ناپاک کو جبہ پہنا کر سجایا ہوا ہے جیسے کوئی ابّا اپنے بچے کو خوب عمدہ عمدہ کپڑا پہنا کر پیار کرلے۔ تو اللہ تعالیٰ کا پیار اور ان کی شانِ کرم محسوس کی اختر نے ورنہ پچاس سال پہلے بھی تو میں جبہ پہن سکتا تھا لیکن میں نے زندگی میں کبھی نہیں پہنا اور اب جب بالکل بڈھا ہوگیا تو اس عمر میں یہ تقاضا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو رہا ہے۔ چار بار استخارہ بھی کیا یعنی اٹھائیس رکعات پڑھیں کہ اگر آپ کو میرا جبہ پہننا پسند ہے تو مجھ کو توفیق عطا فرمایئے اور اگر آپ خوش نہیں ہیں تو ایک کروڑ جبے آپ پر فدا ہیں، جبہ کیا چیز ہے مجھے تو آپ کو خوش کرنا ہے۔ میں اکثر نماز جبہ اتار کر پڑھتا ہوں لیکن آج میں نے کہا کہ اس جبہ میں اپنے مولیٰ کو دکھاؤں گا تاکہ آپ دیکھیں کہ آپ نے اس نطفۂ ناپاک کو کیسا سجایا ہوا ہے۔ میں تو خریدتا بھی نہیں ہوں، یہ تو اللہ تعالیٰ ہدیہ بھیج دیتا ہے۔ ایک جبہ میرے شیخ شاہ ابرارالحق صاحب کو اور یہ جبہ مجھ کو ہدیہ دینے والا مدینہ منورہ کا ایک عالم ہے جس کی ڈیوٹی روضۂ مبارک پر ہوتی ہے۔ جن بزرگوں نے جبہ پہننے سے احتیاط کی ہے یہ ان کی احتیاط ہے لیکن ہر زمانہ اور

ہر مکان اور ہر شخص کے حالات الگ الگ ہوتے ہیں۔ شاہ ابرار الحق صاحب نے بھی اسی مسجد میں جبہ پہنا اور فرمایا کہ آج میں نے جبہ پہنا ہے اور اختر بھی پہنے گا۔

ہمیں مخلوق سے کیا غرض، ہمیں تو اللہ کو دکھانا ہے۔ میرے شیخ شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے سنایا تھا کہ ایک بزرگ نابینا تھے انہوں نے جمعہ کو سرمہ لگایا۔ بیوی نے کہا کہ آپ اندھے ہیں، اندھی آنکھ میں سرمہ اچھا نہیں لگ رہا ہے۔ فرمایا کہ مجھے تجھ کو دکھلانا نہیں ہے، مسجد جا رہا ہوں، اپنے مولیٰ کو دکھلاؤں گا۔ بینا ہونا میرے اختیار میں نہیں تھا مگر سرمہ لگانا تو میرے اختیار میں تھا اس لئے اللہ کو دکھاؤں گا کہ میں آپ کے نبی کی سنت لے کر آیا ہوں۔

(۵۱)۔ اللہ جل جلالہ اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں بالکل قرب ہے

(خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشنِ اقبال، کراچی) ارشاد فرمایا کہ سامنے خانقاہ کی دیوار پر اللہ جل جلالہ اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دو فریموں میں ساتھ ساتھ لکھا ہوا ہے۔ آج مجھے اشکال ہوا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نام تو اللہ تعالیٰ کے نام کے نیچے ہونا چاہیے، اللہ کے نام کے ساتھ کیوں لگا دیا ہے؟ اسی وقت دل میں جواب آیا کہ اللہ تعالیٰ نے تو کلمہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنے ساتھ رکھا ہوا ہے تو اگر میں نے اللہ کے نامِ پاک کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نامِ مبارک لکھوا دیا تو کیا اشکال ہے؟ یہ بات آج دل میں آئی ہے، کبھی اس سے پہلے نہیں آئی تھی جبکہ میری عمر ۷۶ رسال کی ہوگئی ہے مگر اس طرف کبھی ذہن نہیں گیا کہ اللہ تعالیٰ میں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں کیا تعلق ہے؟ آج مغرب اور عشاء کے درمیان حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی خاص محبت اور تعلق کے متعلق یہ علمِ عظیم عطا ہوا۔ کلمہ پر غور کرو، دیکھو! لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ جہاں ختم ہوتا ہے وہیں مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ شروع ہوتا ہے، جہاں اللہ ہے بس وہیں محمد ہے (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اللہ اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں بالکل قرب ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اتنے پیارے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نام کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نام ملا رکھا ہے، اللہ کے نام اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نام میں کوئی فاصلہ نہیں ہے، کوئی فرق نہیں ہے۔ اللہ جل شانہ اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نام کے درمیان کوئی لفظ بھی نہیں آیا یعنی اللہ اور محمد میں قرب ایسا ہے جو بغیر حجاب، بغیر کسی دیوار، بغیر کسی فصل کے ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے نام سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نام ملا رکھا ہے (یہ فرما کر حضرت والا پر گریہ طاری ہوگیا۔)

اللہ تعالیٰ کے نام اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نام میں جدائی کا شائبہ بھی نہیں ہے۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ جہاں ہے وہیں مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ہے۔ یعنی ہمارا کلمہ اللہ تعالیٰ اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصل اور قربِ خاص پر دلالت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے جدائی کو پسند نہیں کیا، اپنے نام کے ساتھ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کو بالکل ملا رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے، اس کا شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی بات میرے دل میں ڈالی۔ (نومبر ۲۰۰۴ء)

(۵۲)۔اتفاق واختلاف کے متعلق علمِ عظیم

(برمکان سلیمان صاحب، آزادوِل، جنوبی افریقہ) ارشادفرمایا کہ میں غور کرتا رہا کہ بعض صالحین میں بھی آپس میں اختلاف رہتا ہے، ایک دوسرے سے مزاج نہیں ملتا۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے دو خلیفہ تھے اور دونوں میں بول چال بند تھی، دونوں ایک دوسرے سے بات نہیں کرتے تھے نہ ملتے جلتے تھے حالانکہ دونوں ایک ہی شہر میں رہتے تھے۔ کسی نے حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ حضرت! دونوں آپ کے خلیفہ ہیں، آپ دونوں میں میل ملاپ کیوں نہیں کرادیتے؟ حکم دے دیجئے کہ دونوں گلے مل لیں۔ حضرت نے فرمایا کہ ان کا اختلاف ان کے اتفاق سے افضل ہے، اگر گلے ملاؤں گا تو اور لڑیں گے اس لئے دور دور رہیں تو اچھا ہے۔ ایک کا نام ماسٹر ثامن صاحب تھا اور دوسرے کا نام ماسٹر کرم الٰہی تھا۔ دونوں بہت موٹے تھے، لکھیم پور کے رہنے والے تھے جہاں جنگل بہت ہیں۔ شکار کرنے کے لئے خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک ہاتھی پر بیٹھے اور یہ دونوں جن میں بول چال بند تھی لیکن جب کہیں مل جاتے تھے تو سلام کرتے تھے، یہ دونوں دوسرے ہاتھی پر بیٹھے۔ اتفاق سے کیچڑ زیادہ تھی تو ہاتھی چلتے چلتے رُک جاتا جیسے کیچڑ میں دھنس رہا ہو۔ خواجہ صاحب نے جو یہ منظر دیکھا تو اپنے ہاتھی پر سے زور سے فرمایا:

ایک ہاتھی پر ہیں دو ہاتھی سوار
کیوں نہ دھنس دھنس جائے ہاتھی بار بار

تو مجھے بہت دن تک یہ اشکال تھا کہ دونوں اللہ والے تھے، دونوں خلیفہ، عالم فاضل اور دونوں صاحبِ نسبت تھے، حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں کے بارے میں فرمایا کہ دونوں بزرگ ہیں، صاحبِ نسبت ہیں پھر کیا بات کہ دونوں کا دل نہیں ملتا اور بات چیت تک بند ہے۔ ایک آیت سے اشکال حل ہوگیا کہ قُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ قرآن شریف کی آیت ہے کہ ہم نے کہا کہ اُترو، تمہارا بعض بعض کا دشمن رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کی خبر کیسے غلط ہوسکتی ہے۔ هُبُوْطٌ اس نزول کو کہتے ہیں کہ جہاں سے نزول ہوا ہے پھر وہاں واپسی بھی ہو۔ یہ روح المعانی میں ہے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے کہا کہ یہاں سے اُترو اور دنیا میں کچھ عرصہ رہو لیکن کیسے رہوگے؟ وہاں تمہارا بعض بعض کا دشمن ہوگا، چین سے نہ رہوگے اور یہ اس لئے ہوگا کہ دنیا میں زیادہ دل نہ لگے۔ اگر کوئی دشمن ہی نہ ہو اور آپس میں سب کی محبت ہوجائے تو کسی کا مرنے کا دل چاہے گا؟ اس میں اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے۔ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ جب کوئی دشمنی کرتا ہے تو میں اسی آیت کا مراقبہ کرتا ہوں جس سے اعتقادی پریشانی ختم ہوجاتی ہے۔ معلوم ہوا کہ مزاج نہیں ملتا تو نہ ملے، نہ بات چیت کرے لیکن ایک دوسرے کے درپئے آزار نہ ہو یعنی

دوسرے کو تکلیف پہنچانے کی فکر میں نہ رہے۔ مزاج نہ ملنا تو مجبوری ہے، اختلافِ طبیعت ہے لیکن درپئے آزار ہونا، دوسرے کو ایذاء پہنچانے کی فکر میں رہنا حرام ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ دشمنی دنیاداروں میں بھی ہوتی ہے اور اللہ والوں میں بھی ہے لیکن دونوں میں فرق کیا ہے؟ اگر دل نہیں ملتا اور ایک دوسرے میں اختلاف ہے تو اگر اللہ والا ہے تو ایک دوسرے کو ضرر نہیں پہنچائے گا بلکہ اس کے لئے دعا بھی کرے گا اور عقلی طور پر سوچے گا اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ اِخۡوَۃٌ یہ میرا بھائی ہے، اللہ کا بنایا ہوا بھائی ہے، اللہ کا پکارا ہوا بھائی ہے لیکن آیت قُلۡنَا اهۡبِطُوۡا کا ظہور ہونا تو لازمی ہے۔ اس عداوت میں کافر ہونے کی قید تو نہیں ہے، مسلمان ہیں بلکہ ولی اللہ اور صاحبِ نسبت ہیں لیکن مزاج مختلف ہے اس لئے دل نہیں ملتا۔ مگر ان کا اختلاف ان کے اتفاق سے افضل ہے کیونکہ جب مطلق مناسبت نہیں تو اتفاق ہو نہیں سکتا اور اگر ہو بھی جائے تو باقی نہیں رہ سکتا۔ یہ فراست مجددِ زمانہ ہی کی ہوسکتی ہے۔ سبحان اللہ! یہ مجددِ زمانہ کی تعلیمات ہیں۔ لہٰذا اگر کوئی یہ چاہے کہ ساری دنیا مجھ سے پیار کرے وہ بے وقوف ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے کہ کچھ لوگ ایک دوسرے کے دشمن رہیں گے۔ بَعۡضُکُمۡ لِبَعۡضٍ عَدُوٌّ حال ذوالحال سے الگ نہیں ہوسکتا۔ اگر دونوں اللہ والے ہیں تو باوجود اختلاف اور دشمنی کے ایک دوسرے کو نقصان نہیں پہنچائیں گے، دل میں محبت تو نہیں ہوگی مگر نقصان بھی نہیں پہنچائیں گے، اور اگر دنیادار ہوں گے تو لڑیں گے، ایک دوسرے کے درپئے آزار ہوں گے یہاں تک کہ آپس میں قتل وخون ہوجاتا ہے۔

(۵۳)۔ سفر میں روزہ کی قضا کے متعلق ایک علمِ عظیم

(دارالابرار، مکہ مکرمہ) ارشاد فرمایا کہ آج کل بعض لوگ کہتے ہیں کہ پہلے تو مشقت کا زمانہ تھا، لوگ اونٹوں پر سفر کرتے تھے، اُس زمانے میں سفر میں روزہ قضا کرنا تو سمجھ آتا ہے لیکن اب تو سفر آسان ہوگیا، ہوائی جہاز پر بیٹھے اور پہنچ گئے، اب اس رخصت سے نفع اٹھانا سمجھ میں نہیں آتا۔ اس اشکال کا جواب اسی آیت میں ہے:

﴿فَمَنۡ کَانَ مِنۡکُمۡ مَّرِیۡضًا اَوۡ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّۃٌ مِّنۡ اَیَّامٍ اُخَرَ ؕ﴾ ۔ (سورۃ البقرۃ: آیۃ ۱۸۴)

کہ اگر تم مریض ہو یا سفر پر ہو تو دوسرے ایام میں روزہ رکھ لو۔ یہاں عَلٰی سَفَرٍ فرمایا اور علیٰ غلبہ واستیلاء واستعلاء کے لئے آتا ہے، یعنی تم اگر سفر پر کتنے ہی غالب ہو، سواری تمہاری اختیاری ہو، مشقت کا کہیں نام ونشان نہ ہو، ہر طرح سے راحت ہو کہ گویا سفر تمہارا خادم وغلام وتابع ہے، لیکن سفر میں تم روزہ چھوڑ سکتے ہو اسی لئے علیٰ نازل فرمایا ورنہ اِنۡ کُنۡتُمۡ مَّرۡضٰۤی اَوۡ مُسَافِرِیۡنَ بھی نازل ہوسکتا تھا لیکن عَلٰی سَفَرٍ فرمایا تاکہ قیامت تک ریل اور ہوائی جہاز وغیرہ کی کتنی ہی سہولتیں اور راحتیں میسر ہوجائیں اور سفر کتنا ہی مغلوب، کالعدم اور آسان ہوجائے پھر بھی تم اس رخصت سے فائدہ اٹھا سکتے ہو، یہ علمِ عظیم اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے اس بلدِ امین میں عطا فرمایا۔

(۵۴)۔آیت فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ کے متعلق ایک علمِ عظیم

(دارالابرار، مکہ مکرمہ) ارشاد فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کافروں کی طرف سے کس قدر غم پہنچا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَقَدۡ نَعۡلَمُ اَنَّكَ یَضِیۡقُ صَدۡرُكَ بِمَا یَقُوۡلُوۡنَ﴾۔ (سورۃ الحجر: آیۃ ۹۷)

اللہ تعالیٰ کا صرف نَعۡلَمُ فرمانا ہی کافی تھا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تسلی کے لئے لام بھی تاکید کا اور قد بھی تاکید کا نازل کرکے فرمایا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہم خوب جانتے ہیں کہ آپ کا سینہ غم سے گھٹ رہا ہے بوجہ ان نالائقوں کے نالائق اقوال سے۔لہٰذا آپ کے غم کا علاج یہ ہے کہ فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ آپ سبحان اللہ پڑھئے اور اپنے رب کی تعریف کیجئے جس نے آپ کو نبوت سے نوازا۔ یہاں فَسَبِّحۡ کا جو حکم ہے اس میں کئی راز ہیں جن میں سے ایک راز اللہ تعالیٰ نے میرے قلب کو عطا فرمایا کہ آپ کو جو یہ ظالم مجنون اور پاگل کہہ رہے ہیں تو آپ ہماری پاکی بیان کیجئے کہ اللہ تعالیٰ پاک ہے اس عیب سے کہ پاگلوں کو نبوت عطا فرمادے، وہ ہرگز کسی پاگل اور جادوگر کو نبوت نہیں دے سکتا فَسَبِّحۡ کے بعد بِحَمۡدِ رَبِّكَ فرمایا کہ ہماری تسبیح کے ساتھ ہماری حمد بھی بیان کیجئے کہ آپ پر اللہ تعالیٰ نے کتنا بڑا احسان فرمایا کہ آپ کو پیغمبر بنایا، اس عطائے نبوت پر ہماری حمد بیان کیجئے۔وَکُنۡ مِّنَ السّٰجِدِیۡنَ اور نماز شروع کردیجئے اور پوری نماز کو سجدہ سے تعبیر کیا اس کو بلاغت میں مجازِ مرسل کہتے ہیں۔ یہاں تَسۡمِیَۃُ الۡکُلِّ بِاسۡمِ الۡجُزۡءِ ہے اور سجدہ سے کیوں تعبیر کیا اس لئے کہ سب سے زیادہ قرب سجدہ میں عطا ہوتا ہے کیونکہ بَیۡنَ قَدَمَیِ الرَّحۡمٰنِ بندہ کا سر ہوتا ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔ اور یہاں مجازِ مرسل کیوں استعمال فرمایا؟ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا دل غمزدہ تھا اور سجدہ میں قرب زیادہ عطا ہوتا ہے لہٰذا سجدہ کا حکم دے کر گویا یہ فرمایا کہ آپ میری چوکھٹ پر سر رکھ دیجئے جیسے باپ بیٹے سے کہتا ہے کہ بیٹا جب تمہیں کوئی ستائے تو میری گود میں آجایا کرو۔

(۵۵)۔کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ میں لفظ صادقین نازل فرمانے کا راز

(خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشنِ اقبال، کراچی) ارشاد فرمایا کہ اِتَّقُوا اللّٰہَ کے بعد کُوۡنُوۡا مَعَ الۡمُتَّقِیۡنَ کیوں نازل نہیں ہے کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ کیوں نازل ہوا ہے جب کہ تمام مفسرین لکھتے ہیں کہ یہاں صادقین سے مراد متقین ہے۔دوسری آیت نے اس کی تفسیر کردی:

﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِیۡنَ صَدَقُوۡا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُتَّقُوۡنَ﴾۔ (سورۃ البقرۃ: آیۃ ۱۷۷)

معلوم ہوا کہ صادقین اور متقین دونوں ایک ہی ہیں، مگر جب دونوں ایک ہی ہیں تو صادقین یہاں کیوں نازل فرمایا؟ اس کا راز اللہ تعالیٰ نے میرے دل کو عطا فرمایا کہ جس شیخ سے مرید ہونا چاہو پہلے دیکھ لو کہ وہ تقویٰ میں

سچا بھی ہے یا نہیں؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ لباسِ متقین میں ہو اور صادق فی التقویٰ نہ ہو اور میرے بندے کہیں جعلی اور چکر باز پیروں کے چکر میں نہ آجائیں اس لئے صادقین نازل فرمایا مگر مراد متقین ہے۔

(۵۶)۔انکشافِ نور کے بعد ظلمت سے وحشت ہونے لگتی ہے

(خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشنِ اقبال، کراچی) حضرت والا نے احقر راقم الحروف سے دُھلی ہوئی چادر اوڑھنے کے لئے طلب فرمائی۔ احقر نے پیش کر دی اور عرض کیا کہ فرشی چادر بھی میلی ہے اگر حضرت والا فرمائیں تو اس کو بھی تبدیل کر دوں؟ فرمایا کہ نہیں۔ احقر خانقاہ میں آ گیا۔ تھوڑی دیر بعد احقر کو دوبارہ طلب فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ میں نے فرشی چادر کو تبدیل کرنے کو منع کر دیا تھا کیونکہ اس کے میلے پن کا احساس نہیں تھا لیکن جب نئی سفید چادر کو دیکھا تو میلی چادر سے دل کو ناگواری ہونے لگی کیونکہ ''تُعْرَفُ الْاَشْیَآءُ بِاَضْدَادِھَا'' ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے۔ اندھیروں کا تعارف انوار سے ہوتا ہے۔ اس پر ایک علمِ عظیم عطا ہوا کہ جیسے جیسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے انوار وتجلیات قلب کو عطا ہوتے جاتے ہیں، اندھیروں سے اور اندھیروں کے اعمال سے مناسبت ختم ہوتی جاتی ہے، نافرمانی اور گناہوں سے قلب غیر مانوس ہوتا جاتا ہے اور گناہوں کے خیال سے بھی وحشت ہونے لگتی ہے۔

(۵۷)۔صحبت اور کتاب کے متعلق ایک الہامی علمِ عظیم

(در حجرہ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشنِ اقبال، کراچی) ارشاد فرمایا کہ صحبت اتنی بڑی نعمت ہے کہ ایک لاکھ کتابیں پڑھنے والے میں وہ بات نہیں پاؤ گے جو صحبت یافتہ لوگوں سے پاؤ گے۔ دیکھئے قرآن پاک ابھی مکمل نازل نہیں ہوا صرف اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ نازل ہوئی اور نبوت عطا ہو گئی۔ قرآن پاک ابھی ۲۳ رسال میں مکمل ہوگا لیکن نبوت آپ کو ایک ہی آیت کے نزول پر مکمل عطا کی گئی، نبوت ناقص نہیں دی گئی کہ قرآن پاک ابھی مکمل نہیں ہوا تو نبوت تھوڑی سی دے دی گئی ہو۔ نہیں! مکمل نبوت عطا ہوئی اور ایسی مکمل ہوئی کہ جس نے آپ کو اس حالت میں دیکھا اور ایمان لے آیا وہ صحابی ہو گیا اور مکمل صحابی ہوا، ناقص صحابی نہیں ہوا۔ وہ صحابی مکمل آپ نبی مکمل اگرچہ قرآن پاک ابھی مکمل نازل نہیں ہوا۔ معلوم ہوا کہ نبوت اور صحابیت کتاب اللہ کی تکمیل کے تابع نہیں۔ اگر کتاب صحبت سے زیادہ اہم ہوتی تو اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ کے نزول کے وقت ایمان لانے والے صحابی نہ ہوتے بلکہ یہ ہوتا کہ ابھی تو ایک ہی آیت نازل ہوئی ہے، جب پورا قرآن نازل ہو جائے گا تب صحابی بنو گے۔ لیکن ایسا نہیں ہوا بلکہ اس وقت ایمان لانے والے صحابہ کا مقام سب سے بڑھ گیا اور وہ اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ کہلائے جبکہ آج پورا قرآن سینوں میں ہے لیکن کوئی صحابی بن کر دکھائے۔ اس سے اندازہ کیجئے کہ صحبت کیا چیز ہے؟ انڈا ایک لاکھ سال تک پڑا ہی رہے گا گندہ ہو جائے گا

اور مرغی کی صحبت میں ۲۱/دن تک رہے تو حیات آجاتی ہے۔ ایسے ہی جو لوگ بزرگوں کے پاس رہتے ہیں ان کو حیاتِ ایمانی عطا ہوتی ہے۔ صحبت یافتہ عالم کے اَخلاق میں اور غیر صحبت یافتہ عالم کے اَخلاق میں آپ زمین وآسمان کا فرق پائیں گے۔ بے صحبت یافتہ کہیں دولت سے بِک جائے گا، کہیں مال سے کہیں جاہ سے کہیں باہ سے اور اللہ کا ولی اور صاحبِ نسبت کبھی بِک نہیں سکتا، سورج اور چاند سے بھی نہیں بِک سکتا، سلاطین کے تخت وتاج سے نہیں بِک سکتا، لیلائے کائنات کے نمکیات سے نہیں بِک سکتا اور مجانینِ عالم کی عشقیات سے بھی نہیں بِک سکتا۔

(۵۸)۔ آیت اَلَسۡتُ بِرَبِّکُمۡ پر ایک علمِ عظیم

(از متفرق قدیم ملفوظات، خزائنِ شریعت وطریقت) ارشاد فرمایا کہ آیت اَلَسۡتُ بِرَبِّکُمۡ پر آج اللہ نے ایک عجیب مضمون عطا فرمایا جو لطائفِ قرآنیہ میں سے ہے۔ اَلَسۡتُ بِرَبِّکُمۡ میں جو سوال ہے کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ تو دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ عقلی طور پر دیکھا جائے تو سوال تو پڑھانے کے بعد کیا جاتا ہے۔ کیا کوئی ممتحن کورس کے خارج سے سوال کرتا ہے؟ سوال اسی میں سے کرتا ہے جو وہ پڑھا چکا ہے، ورنہ ممتحن ظالم قرار پائے گا لیکن کیونکہ اللہ ظالم نہیں ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ کا یہ سوال کرنا دلیل ہے کہ پہلے اللہ نے ہماری ارواح کو اپنی ربوبیت کا سبق پڑھایا یعنی اپنی ربوبیت کی ایک تجلی اور ہماری پیدائش سے موت تک اپنی ربوبیت کا ایک اجمالی خاکہ ہماری جانوں کو دکھادیا، پھر یہ سوال کیا کہ اَلَسۡتُ بِرَبِّکُمۡ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ کیونکہ ہماری ارواح اللہ تعالیٰ کی تجلیٔ ربوبیت کا مشاہدہ کرچکی تھیں اس لئے بَلٰی کہا یعنی بے شک آپ ہمارے رب ہیں۔ جس طرح بچہ اپنے والد کی شانِ ربوبیت بچپن سے جوانی تک دیکھتا ہے، پھر اگر باپ سوال کرے کہ کیا میں تیرا والد نہیں ہوں؟ تب بچہ جواب دیتا ہے کہ بے شک آپ ہی میرے والد ہیں، آپ کی پرورش آپ کے والد ہونے پر دلیل ہے۔ تو روحوں نے اللہ کے رب ہونے کی گواہی دی تھی اور شہادت کے لئے رؤیت بھی ضروری ہے، ورنہ بغیر دیکھے ہوئے دنیاوی قانون کے اعتبار سے بھی شہادت ناجائز ہے قَالُوۡا بَلٰی کی شہادت بغیر مشاہدۂ تجلیٔ ربوبیت کے عقلاً ونقلاً محال ہے، اللہ نے شَہِدۡنَا فرما کر یہ اشارہ کردیا کہ ہم تمہیں اپنے کو دکھا چکے ہیں، یہ اسی تجلی کا اثر ہے جو آج ہمیں اللہ میاں کی باتوں میں مزہ آتا ہے کیونکہ وہ جانے پہچانے اللہ میاں ہیں، اگر جان ان سے آشنا نہ ہوتی تو ان کی باتوں میں مزہ نہ پاتی۔

(۵۹)۔ حضرت ھود علیہ السلام کے واقعہ پر ایک علمِ عظیم

(از متفرق قدیم ملفوظات، خزائنِ شریعت وطریقت) ارشاد فرمایا کہ آج صبح تلاوت کے وقت یہ علوم عطا ہوئے

جو اس سے پہلے میں نے کسی کتاب میں نہیں دیکھے تھے۔ جب پیغمبر حضرت ھود علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ تم صرف اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے تو ان کی قوم نے کیا کہا:

﴿اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ○﴾ ۔ (سورۃ الاعراف: آیۃ ۶۶)

ہم تم کو کم عقلی میں دیکھتے ہیں اور ہم بے شک تم کو جھوٹے لوگوں میں سے سمجھتے ہیں۔ جوابِ رسالت تھا:

﴿یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ○﴾ ۔ (سورۃ الاعراف: آیۃ ۶۷)

اے میری قوم، مجھ میں ذرا بھی کم عقلی نہیں لیکن میں پروردگارِ عالم کا بھیجا ہوا پیغمبر ہوں۔ پہلی آیت میں تین تاکیدیں ہیں ایک تو اِنَّ دوسری لَنَرٰىكَ کا لام، تیسرے یہ جملہ اسمیہ خبریہ ہے جو تاکید کے لئے لایا جاتا ہے یعنی قوم کا اپنے زعم میں بڑا سائنسی اور تحقیقی قول یہ تھا کہ تحقیق ضرور بالضرور ہم دیکھ رہے ہیں کہ تو پس ماندہ، رجعت پسند اور بے وقوف ہے لیکن جوابِ رسالت دیکھو کہ نبی کے اندر کتنی بلند حوصلگی، عالی ظرفی، امت کے ساتھ شفقت، ضبط و تحمل اور وقار ہوتا ہے، ہم آپ ہوتے تو جواب دیتے کہ ذرا انتظار کرو، جب قبروں میں جاؤ گے اور ڈنڈے پڑیں گے تب پتا چلے گا کہ میں بے وقوف تھا یا تم لوگ بے وقوف تھے لیکن حضرت ھود علیہ السلام نے فرمایا کہ یٰقَوْمِ اے میری قوم، قَوْمِ کا زیر یائے متکلم کے حذف پر دلالت کرتا ہے۔ یٰقَوْمِ میں نبی کی اپنی امت کے ساتھ کیسی شفقت جھلک رہی ہے کہ اے لوگو، تم چاہے میری کتنی ہی تکذیب کرو اور مجھے کتنی ہی اذیتیں پہنچاؤ لیکن تم ہو میری ہی قوم، ہم آپ ہوتے تو غضب میں آکر کہہ دیتے کہ تم لوگ مجھ سے نہیں ہو، میرا تم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس کے بعد لَیْسَ بِیْ سَفَاهَةٌ فرمایا، بِیْ کا باء الصاق کے لئے ہے لَیْسَ سے اسی الصاق کی نفی کی ہے کہ میرے اندر تو کوئی سفاہت و بے وقوفی ہے ہی نہیں، ہاں جس سفاہت کو الزام تراشی کر کے تم اسے میرے ساتھ چپکانا چاہتے ہو میرا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے، میں تو اللہ رب العالمین کا رسول ہوں۔ کس وقار و تمکنت کے ساتھ حضرت ھود علیہ السلام نے جواب دیا ہے کہ آج کل کے کفار کو تو ایمان لانے کے لئے یہی ایک آیت کافی ہے کہ انبیاء علیہم السلام نے کس ضبط و تحمل اور شفقت و ترحم کے ساتھ قوم کی اذیتوں کو برداشت کیا ہے اور دین کی تبلیغ کی ہے، یہ ان کے مخلص ہونے اور ان کی دعوت کے سچے ہونے کی دلیل ہے۔

حضرت صالح علیہ السلام اپنی قوم کے معذب ہونے کے بعد ان کی تباہی کا منظر دیکھ کر منہ پھیر کر چلے گئے، آپ سے ان کی تباہی دیکھی نہ گئی:

﴿فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ○فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ﴾ ۔ (سورۃ الاعراف: آیات ۷۸، ۷۹)

پس ان کی قوم کو زلزلے نے آ پکڑا، سو وہ اپنے گھر میں اوندھے کے اوندھے پڑے رہ گئے، اس وقت صالح علیہ السلام ان سے منہ موڑ کر چلے گئے، اس کے بعد فرمایا:

﴿یَا قَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُکُمْ رِسَالَۃَ رَبِّیْ وَنَصَحْتُ لَکُمْ وَلٰکِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِیْنَ○﴾ ۔ (سورۃالاعراف:آیۃ۹)
کہ اے میری قوم! میں نے تو تم کو اپنے پروردگار کا حکم پہنچا دیا تھا اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی لیکن تم لوگ خیر خواہوں کو پسند ہی نہیں کرتے تھے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ آج کل بھی جو لوگ وارثینِ انبیاء یعنی علماء و اولیاء اللہ سے بُغض وعداوت رکھتے ہیں اور ان کے ساتھ تمسخر و استہزاء کرتے ہیں یہ وہی لوگ ہیں جو معذّب کئے جانے والے ہیں، کیونکہ ناصحین یعنی نصیحت کرنے والوں سے بُغض رکھنا عذاب کی علامت ہے، پس ایک عذاب تو ان کی عقلوں پر نازل ہو ہی چکا جس کی وجہ سے انہیں دین اور اہلِ دین کے ساتھ بُغض وعداوت ہے اور دوسرا عذاب جسم و روح پر قبروں میں ہوگا۔ پہلے عقل پر عذاب آتا ہے پھر اس کے بعد جسم پر نازل ہوتا ہے۔

(۶۰)۔صحبتِ شیخ کے نفع میں ذکر کی پابندی پر ایک علمِ عظیم

(ازمتفرق قدیم ملفوظات،خزائنِ شریعت وطریقت) ارشاد فرمایا کہ آج صبح جب میں ٹہلنے گیا تو واپسی میں راستہ میں اللہ نے ایک علم عطا فرمایا، جس وقت یہ علم عطا ہوا اس وقت میں چلتے چلتے رک گیا اور تھوڑی دیر تک کھڑا رہا۔ احقر (عشرت جمیل) سے فرمایا کہ اس کو نوٹ کرلینا۔فرمایا کہ ایک چراغ دوسرے چراغ کو اس وقت روشن کرتا ہے جب اس میں تیل بتی بھی ہو، اگر تیل بتی ہی نہ ہوگی تو چراغ کس چیز کو روشن کرے گا؟ اسی طرح شیخ کا کام یہ ہے کہ طالب کے دل میں اللہ کی محبت کا چراغ روشن کردے لیکن یہ چراغ کب روشن ہوگا؟ جب طالب کے دل کے چراغ میں ذکر و معمولات کی تیل بتی بھی ہو، یعنی شیخ کی خدمت میں حاضری سے پہلے پابندی سے ذکر و معمولات کا اہتمام رکھے، یہ ذکر و معمولات ہی وہ تیل بتی ہے کہ جس کو لے کر جب وہ شیخ کی خدمت میں حاضر ہوگا تو شیخ کے قلب میں جو اللہ کی محبت کا چراغ روشن ہے وہ طالب کے دل کے چراغ کو روشن کردے گا۔

ذکر و معمولات سے قلب میں شیخ کا نور اخذ کرنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے اور جو شخص شیخ کی خدمت میں جاتا ہے مگر ذکر و معمولات کا اہتمام نہیں کرتا، وہ ایسا ہے کہ جیسے کسی چراغ میں تیل بتی نہ ہو تو وہ دوسرے چراغ کے پاس لاکھ بیٹھے لیکن روشن نہ ہوگا۔اسی طرح شیخ کی صحبت ایسے شخص کو مفید نہ ہوگی جو ذکر و معمولات کی پابندی نہ کرتا ہو، اور اگر کوئی شخص ذکر و معمولات تو خوب کرتا ہے لیکن شیخ کی خدمت میں نہیں جاتا تو وہ ایسا ہے کہ گویا چراغ میں تیل بتی تو موجود ہے لیکن دوسرے چراغ کی لَو سے اپنے آپ کو قریب نہ کرے تو وہ بھی ہرگز روشن نہ ہوگا، بس ایسا شخص جو صرف معمولات پر اکتفا کرلے اور شیخ کی صحبت میں نہ بیٹھے اس کے دل میں بھی اللہ کی محبت کا چراغ روشن نہ ہوگا۔

(۶۱)۔نگاہ کی حفاظت سے شرمگاہ کی حفاظت

ارشاد فرمایا کہ ایک روحانی بیماری کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو آگاہ فرمایا ہے:

﴿قُلۡ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ یَغُضُّوۡا مِنۡ اَبۡصَارِهِمۡ﴾۔ (سورۃ النور: آیۃ ۳۰)

اے نبی! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ایمان والوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہوں کی حفاظت کریں وَیَحۡفَظُوۡا فُرُوۡجَهُمۡ اور یہ نگاہوں کی حفاظت ان کی شرم گاہوں کی حفاظت کی ضمانت ہے۔ ان دونوں آیتوں میں یہ ربط ہے کہ جو اپنی نگاہوں کو بچائے گا اس کی شرم گاہ بھی محفوظ رہے گی اور اگر نگاہ خراب کرے گا یعنی عورتوں یا لڑکوں کو دیکھے گا تو اس کی شرم گاہ کی خیر نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں آیتوں کو ملا کر بیان کیا جس کے اندر یہ علمِ عظیم مخفی ہے کہ نگاہوں کی حفاظت پر شرم گاہ کی حفاظت موقوف ہے۔ (از متفرق قدیم ملفوظات، خزائنِ شریعت وطریقت)

(۶۲)۔دُعائے صلوٰۃ الحاجت کی عجیب عاشقانہ تشریح

(خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشنِ اقبال، کراچی) ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری نظروں کو مجاریٔ قضا کی طرف متوجہ کیا ہے یعنی جہاں سے فیصلے ہوتے ہیں عطاؤں کے، سزاؤں کے وہاں نظر رکھنے کی تعلیم دی ہے۔ لہٰذا حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ تفسیر بیان القرآن میں فرماتے ہیں کہ مَنۡ یَّنۡظُرُ اِلٰی مَجَارِیِ الۡقَضَآءِ لَا یُفۡنِیۡ اَیَّامَهٗ فِیۡ مُخَاصَمَةِ النَّاسِ یعنی جس کی نظر مجاریٔ قضا پر ہوتی ہے وہ لوگوں کے لڑائی جھگڑے میں اپنی زندگی کو ضائع نہیں کرتا۔ مجاریٔ قضا کے معنی ہیں جہاں سے فرمان جاری ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو فوراً معاف کردیا، کیونکہ ان کی نظر مجاریٔ قضا پر تھی۔ لہٰذا فرمایا لَا تَثۡرِیۡبَ عَلَیۡکُمُ الۡیَوۡمَ کہ تم پر کوئی الزام نہیں حالانکہ دل میں بالکل سمجھ رہے تھے کہ وہیں سے ہوا ہے جو ہونا تھا۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شعر یاد آیا ؎

نہ گھبرا کوئی دل میں گھر کر رہا ہے
مبارک کسی کی دل آزاریاں ہیں

اور جو شخص مجاریٔ قضا پر نظر نہیں رکھتا وہ ہمیشہ انسانوں سے لڑتا ہے کہ اس نے ہمیں یوں کہہ دیا، اس نے ہمیں یوں کیوں کہا؟ ارے انسانوں سے کیا لڑتے ہو، مجاریٔ قضا پر نظر رکھو جہاں سے قضا جاری ہوئی، اس سے رجوع کرو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی غم یا پریشانی آتی تھی تو آپ صلوٰۃ الحاجت پڑھتے تھے لہٰذا جب کوئی غم یا پریشانی آئے تو پہلے دو رکعت صلوٰۃ الحاجت پڑھ لیں، پھر حمد وثنا کریں جیسے سورۂ فاتحہ یا تیسرا کلمہ سُبۡحَانَ اللهِ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاللهُ اَکۡبَرُ وَلَا حَوۡلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ الۡعَلِیِّ الۡعَظِیۡمِ پھر درود شریف پڑھیں، پھر یہ دعا پڑھیں:

((لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْحَلِیْمُ الْکَرِیْمُ سُبْحَانَ اللّٰہِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اَسْأَلُکَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِکَ وَعَزَآئِمَ مَغْفِرَتِکَ وَالْغَنِیْمَةَ مِنْ کُلِّ بِرٍّ وَّالسَّلَامَةَ مِنْ کُلِّ اِثْمٍ لَّا تَدَعْ لِیْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَہٗ وَلَا ھَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَہٗ وَلَا حَاجَةً ھِیَ لَکَ رِضًا اِلَّا قَضَیْتَھَا یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ)) ۔ (جامع الترمذی)

ترجمہ: نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ تعالیٰ کے جو حلیم وکریم ہے، پاک ہے اللہ جو عرشِ اعظم کا رب ہے، ہر قسم کی تعریف اللہ رب العالمین کے لئے خاص ہے۔ اے اللہ! میں سوال کرتا ہوں آپ کی رحمت کے موجبات کا اور آپ کی مغفرت کے ارادوں کا اور ہر نیکی کے مالِ غنیمت کا اور ہر بُرائی سے سلامتی کا، ہمارے کسی گناہ کو نہ چھوڑ یئے مگر بخش دیجئے اور نہ ہمارا کوئی غم باقی رکھیے مگر اس کو دور فرما دیجئے اور ہماری ہر حاجت کو جس سے آپ راضی ہوں اس کو پوری کر دیجئے، اے ارحم الراحمین۔

اس دعا کا شروع کا جملہ دیکھیں لَآ اِلٰہَ غیر اللہ سے نفی سکھلا دی کہ پہلے غیر اللہ سے دل کو کاٹو پھر ہر طرف اِلَّا اللّٰہُ ہی اِلَّا اللّٰہُ پاؤ گے۔ پھر حلیم سکھلایا کہ حلیم وہ ذاتِ باری ہے اَلَّذِیْ لَا یُعَجِّلُ بِالْعُقُوْبَةِ جو سزا دینے میں جلدی نہ کرے یعنی کس سے مانگ رہے ہو جو ہم سے بدلہ نہیں لیتا۔ پھر کریم سکھلایا کہ اَلَّذِیْ یُعْطِیْ بِدُوْنِ الْاِسْتِحْقَاقِ وَالْمِنَّةِ جو بغیر استحقاق کے دے دے۔ حلیم اور کریم سکھلا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گنہگاروں کی مایوسی کو دور کر دیا کہ کیوں مایوس ہوتے ہو، تمہارا پالا ایسے مالک سے ہے جو تم سے بدلہ نہیں لیتا اور جو نااہلوں پر ان کی نااہلی کے باوجود عطاؤں کی بارش کرتا ہے، پھر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندوں کی نظر کو مجاریٔ قضا تک لے گئے۔ کیا لفٹ تھی، کیا راکٹ تھا کہ زمین سے اٹھایا اور عرشِ اعظم تک پہنچایا سُبْحَانَ اللّٰہِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اپنی امت کو تعلیم دے کر زمین والوں کو عرشِ اعظم تک پہنچا دیا کہ تم مجاریٔ قضا پر نظر رکھو، جہاں سے فیصلے جاری ہوتے ہیں وہیں سے تمہارا کام بنے گا۔

آگے فرمایا وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اور تعریف کرو تم اللہ کی کیونکہ مضمونِ درخواست عرض کرنے سے پہلے بادشاہوں کو کچھ القاب سے خطاب کیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ تو بادشاہوں کے بادشاہ ہیں، اللہ تعالیٰ کے القاب خود ان کے سکھائے ہوئے ہیں وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ سب تعریف اللہ کے لئے جو رب ہے تمام عالم کا۔ آگے ہے اَسْأَلُکَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِکَ ہم آپ سے رحمت کے موجبات کو مانگتے ہیں۔ کیا مطلب؟ جن اعمال سے آپ کی رحمت ملتی ہے ان کو مانگتے ہیں یعنی جن اعمال سے عطا ملتی ہے ان کو مانگو اور جن اعمال سے سزا ملتی ہے ان سے پناہ مانگو وَعَزَآئِمَ مَغْفِرَتِکَ اور اپنی بخشش کے عزائم ہمیں عطا کیجئے یعنی ہمارے عزائم ایسے ہوں جو ہمیں آپ کی مغفرت دلوائیں نہ کہ آپ کے غضب کا موجب ہوں۔ اس کے بعد ہے وَالْغَنِیْمَةَ مِنْ کُلِّ بِرٍّ اور ہر نیکی کی غنیمت عطا فرمایئے۔

محدثِ عظیم ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مالِ غنیمت کب ملتا ہے؟ جب جہاد میں فتح ہوتی ہے یعنی نفس کے جہاد میں ہمیں ایسی فتح دیجئے کہ ہر وقت ہم اپنے نفس پر غالب رہیں اور مالِ غنیمت کی نیکیاں ہمیں ملتی رہیں یعنی ہم تہجد، اشراق، اوابین، تلاوت اور ذکر میں غرق رہیں، نفس ہم کو سستی میں مبتلا نہ کرنے پائے تاکہ ہم فاتحانہ مالِ غنیمت لوٹتے رہیں۔ مالِ غنیمت کا لفظ لانے کی وجہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے بتائی کہ مالِ غنیمت جہاد میں فتح ہوجانے پر ملتا ہے یہاں غنیمت کے لفظ سے نفس پر فتح حاصل ہونے کی بشارت ہے کہ تم اللہ سے مانگو کہ نفس پر مجھے فتح دے دیجئے۔ ایسا نہ ہو کہ میرا نفس آپ کی نافرمانی میں مبتلا کر کے مجھے آپ کی رحمتوں سے محروم کردے۔

پھر ہے وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ اور مجھے تمام گناہوں سے سلامتی عطا فرمایئے، کیونکہ جب گناہوں سے محفوظ رہوں گا تو نیکیوں کا مالِ غنیمت باقی رہے گا اور آپ کی رحمتوں سے محروم نہ ہوں گا۔ لَاتَدَعْ لِيْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ ... يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ آخر میں ہے کہ ہمارے سب گناہوں کو معاف کردیجئے، ہمارے تمام غموں کو دور کردیجئے، ہماری ہر وہ حاجت جس سے آپ راضی ہوں پوری کر دیجئے اور آخر میں يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ کیوں لگوایا؟ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وحی الٰہی سے پتا چل گیا کہ جب بندہ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ کہتا ہے تو ایک فرشتے سے اللہ پاک فرماتے ہیں کہ میرے بندے سے کہو کہ ارحم الراحمین تمہاری طرف متوجہ ہے، مانگو کیا مانگتے ہو؟ یہ حدیثِ پاک ہے۔ تو گویا حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی اس وحی کے پیشِ نظر صلوٰۃِ حاجت کی دعا کے آخر میں يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ لگوا دیا تاکہ ارحم الراحمین کی رحمت میرے امتی کی طرف متوجہ ہو۔ اس نبیٔ رحمت اور اس نبیٔ احسان وکرم پر، ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بے شمار صلوٰۃ وسلام نازل ہوں، آپ کی شانِ رسالت کے مطابق اور حق تعالیٰ کی شانِ رحمت کے شایانِ شان غیر محدود رحمتیں نازل ہوں۔

(۶۳)۔پیغمبروں کو اندھے پن سے محفوظ رکھنے کا ایک عجیب راز

(مسجدِ اشرف، سندھ بلوچ سوسائٹی، کراچی) ارشاد فرمایا کہ حدیثِ پاک میں ہے کہ جس مومن کی آنکھوں میں روشنی نہ ہو تو اس کو اللہ تعالیٰ آنکھوں کے بدلہ میں جنت عطا فرمائیں گے لیکن اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو اندھا نہیں پیدا کیا اور نہ بعد میں اس کو اندھا ہونے دیا۔ اس کا راز اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں عطا فرمایا کہ صحابیت کے لئے شرط ہے کہ امتی اپنے نبی کو دیکھے یا اگر امتی نابینا ہے تو حالتِ ایمان میں نبی اس کو دیکھ لے وہ صحابی ہوجائے گا۔ پس اگر امتی بھی نابینا ہو اور نبی بھی نابینا ہو تو پھر نابینا امتی صحابی کیسے ہوتا؟ لہٰذا اگر نبی نابینا ہوتا تو نگاہِ نبوت سے محروم ہونے کی وجہ سے ایک بھی نابینا صحابی نہ ہوسکتا تھا جب کہ حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ اور کتنے صحابہ جو نابینا تھے صحابی ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہِ نبوت نے ان کو دیکھ لیا۔

(۶۴)۔ مایوسی سے نکالنے والا الہامی ملفوظ

(ناظم آباد، ۴۔جی ۱۲/۱، کراچی) ۶ رشوال المکرم ۱۳۸۹ھ مطابق ۱۷ ردسمبر ۱۹۶۹ء بعد عشاء بروز بدھ۔ احقر راقم الحروف نے عرض کیا کہ میرے خاندان کے لوگ مجھے بہت حقیر سمجھتے ہیں کہ ملّا بن کر یہ برباد ہوگیا، نہ اس کے پاس کار ہے نہ مکان ہے، نہ ذریعۂ معاش ہے، ان کی نگاہوں میں میری تحقیر معلوم ہوتی ہے۔ ارشاد فرمایا کہ اگر مخلوق نے تمہیں اپنی نگاہوں سے گرادیا تو تم بھی مخلوق کو اپنی نگاہوں سے گرادو۔ اس گرانے کے معنی یہ نہیں ہیں کہ مخلوق کو حقیر سمجھنے لگو، اگر کہیں دوسروں کو حقیر سمجھ لیا تو یہ خود جرمِ عظیم ہے بلکہ اس کے معنی ہیں کہ دل میں مخلوق کی کوئی وقعت نہ ہو، لوگوں کو خوش کرنے کی، لوگوں کی نگاہ میں معزز ہونے کی فکر نہ رہے، دل میں یہ خواہش نہ رہے کہ کون سا ایسا کام کرلوں کہ جس سے لوگوں کی نظروں میں میری عزت ہوجائے، دل کو مخلوق سے خالی کرلو۔ اگر لوگ تمہیں دقیانوسی ملّا یا پس ماندہ سمجھتے ہیں تو تمہارا کام یہ ہے کہ ان کی نظروں سے بے نیاز ہوجاؤ اور جہاں مخلوق کی رضا اور خالق کی رضا میں ٹکراؤ ہو رہا ہو وہاں مخلوق کو بالکل نظر انداز کردو اور خالق کی نظر سے نظر ملائے رہو کہ میاں کس بات سے خوش ہوتے ہیں۔ اگر ساری مخلوق تم پر طعن کرے تو بھی اپنے مولیٰ کو ناراض کرنے کی ہمت نہ ہو تب سمجھو کہ مخلوق نگاہ سے گرگئی۔

جس بندہ پر وہ فضل فرماتے ہیں اس کو مخلوق سے بے نیاز کردیتے ہیں، اور عادتاً اس کی تکمیل یوں ہی ہوتی ہے کہ اس کو مخلوق کی نگاہوں میں گرادیتے ہیں، پہلے مخلوق اس کو چھوڑتی ہے پھر یہ مخلوق کو چھوڑتا ہے یعنی پھر مخلوق کو دل سے نکالنا اس پر آسان ہوجاتا ہے تو جس شخص کو مخلوق حقیر سمجھ رہی ہو (دین کی وجہ سے) اور اپنی نگاہوں سے گرادیا ہو تو اسے شکر کرنا چاہیے کہ اسے بڑی نعمت عطا فرمائی گئی ہے جو مجاہدۂ اختیاریہ سے حاصل نہیں ہوسکتی تھی کیونکہ بعض دفعہ مخلوق سے تعلق اللہ کے راستہ کا بہت بڑا بُت ہوجاتا ہے مثلاً اگر کسی شخص کا لوگ بہت اکرام کرنے لگیں اور دعائیں کرانے لگیں اور بزرگ سمجھنے لگیں تو یہ باتیں خصوصاً مبتدی کے لئے ہلاکت کا سبب ہوجاتی ہیں کیونکہ لوگوں سے قلب کو علاقہ و تعلق زیادہ ہوجاتا ہے پھر اس کا دل سے نکالنا مشکل ہوجاتا ہے، نفس و شیطان کان میں پھونک دیتے ہیں کہ تم مقدس ہوگئے جب ہی تو لوگ تمہاری عزت کررہے ہیں۔ بس جہاں اپنے تقدس کا گمان ہوا سمجھ لو کہ راستہ مارا گیا اور بندہ کے قلب اور اللہ کے درمیان بہت بڑا حجاب پڑگیا۔ برعکس اس کے جس بندہ کو مخلوق ذلیل سمجھ رہی ہو اس کا دل ٹوٹا ہوا رہتا ہے اور اس کی نظر اپنے مولیٰ کی طرف لگی رہتی ہے کہ میاں آپ اپنا بنالیجیے، مخلوق تو مجھے ذلیل سمجھتی ہے آپ مجھے ذلیل نہ سمجھئے، اے اللہ! اگر ساری مخلوق مجھے حقیر و ذلیل سمجھ رہی ہے اور آپ مجھے عزیز رکھتے ہیں تو مجھے کوئی غم نہیں اور اے اللہ! اگر ساری مخلوق مجھے معزز سمجھے لیکن آپ کی نگاہوں میں، میں ذلیل ہوں تو اے اللہ ایسی عزت سے میں پناہ مانگتا ہوں۔

یہ بات مجاہدۂ اختیاریہ سے کیوں حاصل نہیں ہوتی ؟ کیونکہ اگر کوئی اپنے اختیار سے ایسا کام کرتا جس سے مخلوق کو ایذا پہنچے اور اس کی وجہ سے لوگ اسے حقیر سمجھنے لگیں تو یہ فعل مذموم ہوتا اور بجائے قرب کے اور دوری ہو جاتی لیکن غیر اختیاری طور پر اگر میاں کسی کے لئے یہ انتظام فرما دیں تو اسے خوش ہونا چاہیے کہ بھلے دن آرہے ہیں اور اللہ کا فضل اس کی طرف متوجہ ہے، دل کو میاں اپنے لئے خالی کر رہے ہیں۔ اس کے لئے دعا بھی کرتا رہے کہ اے اللہ! مخلوق نے جس طرح مجھے اپنی نگاہوں سے گرادیا ہے آپ مخلوق کو میری نگاہوں سے گرادیجئے اور میرے دل سے اس کی وقعت نکال دیجئے اور اس سے میرے دل کو خالی کر دیجئے کہ بغیر اس حجاب کے میرا قلب آپ کو دیکھے۔ اے اللہ! آپ کے سارے بندے مجھ سے اچھے ہیں اور میں سب سے برا ہوں لیکن آپ کیونکہ ان سے بھی اچھے ہیں اس لئے دل سے مخلوق کا انخلا کر رہا ہوں۔ دل کو مخلوق سے اللہ کے لئے خالی کرے، کسی کو حقیر سمجھ کر نہیں۔ اللہ کو یہ بات بہت پسند ہے کہ بندہ اپنے کو سب سے کمتر سمجھے اور سب بندوں کو اپنے سے بہتر سمجھے۔ بندہ جتنا اپنی نگاہوں میں گرتا جاتا ہے اللہ کی نگاہوں میں چڑھتا جاتا ہے اور جتنا اپنی نگاہوں میں چڑھتا جاتا ہے اللہ کی نگاہوں میں گرتا جاتا ہے۔ یہ نزول عروج کے ساتھ ساتھ ہوتا ہے۔ یہ بات اہلِ عقل کی سمجھ میں نہیں آسکتی۔ اہلِ سائنس اور دنیا کے تمام عقلاء کے نزدیک اجتماعِ ضدین محال ہے، ان کے نزدیک عروج کے ساتھ نزول اور نزول کے ساتھ عروج جمع نہیں ہوسکتا لیکن اللہ کی قدرتِ غالبہ کاملہ محال کو ممکن کر دیتی ہے جیسے آنکھ کی کالی پتلی میں خزانۂ نور رکھ دیا حالانکہ سیاہی میں سفیدی کا وجود اور تاریکی میں نور کا وجود اہلِ عقل کے نزدیک ناممکن ہے۔ اسی طرح اس مثال مادی سے غیر مادی مثال بھی واضح ہوگئی کہ عروج ونزول بھی یکجا ہو سکتے ہیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے:

((مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَہُ اللّٰہُ))(مشکوٰۃ شریف)

جو اللہ کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ اس کو بلند کر دیتا ہے، ایک ہم ہیں کہ چار نفل پڑھ لئے، ذکر کر لیا اور رونا آگیا تو سمجھے کہ ولی ہو گئے اور ایک حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ مصر کے لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت دعا کر دیجئے کہ بارش ہو جائے، پانی کی سخت قلت ہے تو فرمایا کہ ذوالنون کو مصر سے نکال دو کہ اس کی شامتِ اعمال سے اللہ کی مخلوق پریشان ہے اور یہ صرف زبان سے ہی نہیں کہا بلکہ خود مصر سے نکل گئے اور باہر جا کر دعا کی کہ اے اللہ! ذوالنون نے مصر کو خالی کر دیا، اب آپ ابرِ کرم کو حکم دے دیجئے کہ پانی برسا دے، میری شامتِ اعمال کا اثر مخلوق پر نہ پڑے۔ اپنے نفس پر اس قدر بدگمانی رکھتے تھے اور صرف گمان ہی نہیں یقین تھا کہ میں ایسا ہی برا ہوں۔ یہی وجہ تھی کہ وہ حضرات اللہ کے پیارے تھے، اگر ان کے اخلاص وفنائیت وعبدیت اور ان کے نورِ خشیت کا ایک ذرہ ہمیں مل جائے تو ہماری ناپاک جانیں پاک ہو جائیں۔ اللہ سے دعا کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ہماری نگاہوں میں حقیر کر دیں، نفس

اور شیطان کے کید سے محفوظ فرمادیں کہ شیطان مختلف طریقوں سے راستہ مارتا ہے اور اگر اللہ کا خاص فضل شاملِ حال نہ ہو تو آدمی اس کی چالوں سے بچ نہیں سکتا۔ کبھی کہتا ہے تم نے بڑے مجاہدے کئے ہیں، تم تو بہت مقرب ہو گئے، کبھی کہتا ہے کہ تم نے اپنے شیخ کی بہت خدمت کی ہے اور فلاں نے تو بہت کم کی ہے، تم درجہ میں اس سے زیادہ ہو، کبھی کوئی دعا قبول ہوگئی یا کسی نے تمہارے امر بالمعروف کو قبول کرلیا تو کہتا ہے کہ اب تم مقبول بندے ہو گئے کہ دعا قبول ہونے لگی اور تمہاری باتوں میں اثر پیدا ہو گیا کہ لوگ تمہاری بات سے متاثر ہونے لگے۔ غرض طرح طرح سے راستہ مارنے کی کوشش کرتا ہے، ہم لوگ اپنے ضعیف ایمانوں کی بدولت اس کے سامنے ایک بچے کی طرح ہیں اور وہ ایک خرانٹ ٹھگ ہے جس کے سامنے بچہ کوئی حقیقت نہیں رکھتا اور جس طرح چاہتا ہے اسے ٹھگ لیتا ہے۔ بس اگر اللہ کا خاص فضل شامل نہ ہو تو ہمیں لمحہ بھر میں گمراہ کردے، اسی لئے ہمیں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ شیطان سے میری پناہ مانگو اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بغیر میری پناہ کے تم اپنے دست و بازو کی بدولت اس کے مکر و کید سے نہیں بچ سکتے، اس لئے جب کوئی میلان دل میں پیدا ہو فوراً دعا مانگنی چاہیے یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِکَ اَسْتَغِیْثُ۔

پھر فرمایا کہ مخلوق کو نگاہ سے گرانے میں اور حقیر سمجھنے میں بہت باریک فرق ہے، اس میں خاص احتیاط کی ضرورت ہے۔ نگاہ سے گرانا تو یہ ہے کہ دل میں مخلوق کی کوئی وقعت نہ ہو، قلب کو کسی سے علاقہ نہ رہے، مخلوق کے تعلق پر اللہ کا تعلق غالب ہو جائے، مخلوق کی نظروں میں معزز بننے کی یا خالق کی رضا کے مقابلہ میں مخلوق کی رضا کی فکر نہ ہو کہ لوگ ہمیں کیا کہیں گے؟ مخلوق سے نظر بالکل اُٹھ جائے اور خالق سے مل جائے یہ تو مخلوق کا نگاہوں سے گر جانا ہے لیکن یہ کہنا کہ میں لوگوں سے اچھا ہوں یا اب مقدس ہوں کہ مخلوق میرے قلب میں رہنے کے قابل نہیں یا میرا قلب مخلوق کے قید و بند سے آزاد ہو چکا ہے یا میں تکمیلِ ولایت و قربِ خداوندی کے لئے مخلوق جیسی حقیر چیز کا قلب سے انخلا کرتا ہوں۔ غرض دوسروں کے مقابلے میں اپنی ذرہ برابر برتری کا احساس یہ جرم ہے۔ پہلی حالت محمود ہے دوسری حالت مذموم۔

مطلب یہ کہ قلب میں صرف اللہ رہے اور غیر نہ رہے، قلب کو غیر سے کوئی علاقہ نہ رہے اور یہ اس شخص کے لئے آسان ہو جاتا ہے جس کو مخلوق خود چھوڑ دیتی ہے اور اسے حقیر سمجھتی ہے ورنہ دوسری صورت میں قلب کو تمام علائق سے خالی کرنا اور اللہ سے تعلق کا جوڑنا بہت مشکل ہو جاتا ہے کیونکہ لوگوں کے حسنِ سلوک سے قلب کو ان کے ساتھ تعلق زیادہ ہو جاتا ہے اور کبھی یہ تعلق اللہ کے ساتھ محبت و تعلق میں حائل ہو جاتا ہے۔ برعکس وہ شخص کہ جس کا قلب تمام علائق سے خالی ہوتا ہے اس کا تعلق مع اللہ بہت قوی ہو جاتا ہے، اس کی نظر مولیٰ کے علاوہ کسی پر نہیں ہوتی۔

اس کے بعد حضرت والا کی برکت سے حضرت کے اس مضمون کو احقر نے مندرجہ ذیل اشعار میں قلمبند کرلیا جس کو حضرت نے بہت پسند فرمایا ؎

نگاہِ خلق سے گرنے کا غم ہو کیا مجھ کو نظر سے خلق کو خود ہی گرا دیا میں نے
بسا ہے اب تو نگاہوں میں بس جمال ترا حجابِ غیر کو دل سے اُٹھا دیا میں نے
مجھے بھی اپنا بنا لیجیے بہ فیضِ کرم کہ اب تو آپ کو اپنا بنا لیا میں نے
نظر میں ہیچ ہے اب جوش و مستئ صہبا وہ جامِ غم میرے دل کو پلا دیا تو نے

(۶۵)۔روحانی تربیت کا ایک راز

ارشاد فرمایا کہ یہ جو ایک ایک دو دو آدمی بیعت ہوتے ہیں اس میں تربیت کا راز ہے۔کبھی مجھے یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ جو ایک ایک دو دو آدمی وقفہ وقفہ سے سلسلہ میں داخل ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ تو اس بات پر بھی قادر ہیں کہ کثیر تعداد کو بیک وقت دین کی طرف متوجہ کردیں اور کثیر تعداد اللہ اللہ کرنے والی پیدا ہوجائے۔تو اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے دل میں یہ ڈالا کہ ایک ایک دو دو آدمی جو رفتہ رفتہ داخلِ سلسلہ ہوتے ہیں اس میں ان کی روحانی تربیت کا بڑا راز ہے۔ جب ایک آدمی اللہ تعالیٰ کے راستے میں داخل ہوتا ہے اور اس پر محنت کی جاتی ہے کچھ عرصے بعد اس میں پختگی پیدا ہوجاتی ہے تو دوسرا داخل ہوتا ہے پھر اس پر وقت اور محنت صرف کرنے سے وہ بن جاتا ہے، اس طرح تھوڑے تھوڑے آدمیوں پر محنت کرنا اور وقت دینا آسان ہوتا ہے اور اس طرح تربیت آسان ہوجاتی ہے، اس کے برعکس اگر بہت سے آدمی مثلاً ایک ہزار ایک وقت میں داخلِ سلسلہ ہوں تو تربیت مشکل ہوجائے کیونکہ اس کثرتِ ہجوم میں افراد پر محنت کرنا اور ان کے حالات کو سننا اور ان کو وقت دینا مشکل ہوتا اور اس طرح وہ خام ہی رہ جاتے جیسے اگر کسی کے چار، پانچ بچے ایک ساتھ پیدا ہوجائیں تو ان کی تربیت مشکل ہوجائے، اسی طرح کثرتِ ہجوم میں روحانی تربیت بھی مشکل ہوتی ہے۔اس لئے حق تعالیٰ کی عجیب رحمت ہے کہ تھوڑے تھوڑے آدمی دین کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور ان کو تربیت کا عرصہ مل جاتا ہے جس سے ان میں پختگی آجاتی ہے، اور وہ ایک عرصے میں دوسروں کی تربیت کے قابل ہوجاتے ہیں، یہاں تک کہ اگر پیر مر بھی جائے تو یہ تربیت یافتہ دوسروں کو سنبھال لیتے ہیں اور اسلام کی تاریخ میں بھی ایسا ہی ہوا ہے۔ پہلے چند افراد ایمان لائے جیسے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ایمان لائے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایمان لائے، پھر کچھ عرصے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان پر محنت کی اور ان کی تربیت فرمائی، اس طرح رفتہ رفتہ لوگ ایمان لاتے رہے اور ان کی تربیت ہوتے ہوتے یہ لوگ کثیر تعداد میں ہوکر دوسروں کے ہادی اور مصلح بن گئے، حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال کے بعد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تقریباً آٹھ سو تابعین کے استاذ تھے۔

سولھواں باب

حضرت والا کی دعائیں

تقدیر بدل جاتی ہے مضطر کی دعا سے

(از کلام حضرت والا نوراللہ مرقدہ)

کشتی کا ناخدا بھی ہے مشغول خدا سے
پالا پڑا ہے کیا اُسے طوفانِ بلا سے
سنتا ہوں شب و روز یہ موجوں کی صدا سے
غالب ہے قضا ہم پہ تری آہ و بکا سے

عاصی جو کرے نالہ و فریاد خدا سے
ممکن نہیں دوچار ہو محشر میں سزا سے
مایوس نہ ہوں اہلِ زمیں اپنی خطا سے
تقدیر بدل جاتی ہے مضطر کی دعا سے

جب تک کہ نہ ہو آشنا تسلیم و رضا سے
زاہد کو مزہ آئے گا کیا اس کی جفا سے
پاتی ہے نظر ذوقِ نظر میری ندا سے
پاتا ہے جگر زخمِ جگر میری نوا سے

او بے خبر و بدگماں! رِندوں کی وفا سے
دیوانہ اگر پھرتا ہوں میں تیری بلا سے
پروردۂ نعمت کو بھی اس راہِ جفا سے
اختؔر تجھے مانوس بنانا ہے دُعا سے

❁ ناخدا: کشتی چلانے والا ❁ دوچار ہونا: مبتلا ہونا ❁ مضطر: سخت گڑگڑا کر دعا کرنے والا ❁ زاہد: عبادت گذار
❁ ندا: پکار ❁ نوا: آواز ❁ پروردۂ نعمت: عیش میں پرورش پانے والا

حضرت والا کی دعائیں

حضرت والا کو من جانب اللہ عطا فرمودہ بیش بہا نعمتوں میں سے ایک آپ کی درد بھری دعائیں بھی ہیں جو مختلف مواقع پر آپ کے قلبِ مبارک میں اللہ تعالیٰ نے الہام فرمائیں اور آپ کی زبانِ مبارک سے ادا ہوئیں۔ بطورِ نمونہ چند یہاں درج کی جاتی ہیں۔

قلبِ سلیم اور اہل اللہ کی محبت کی دعا

ارشاد فرمایا کہ اے اللہ تعالیٰ! ہم سب کو قلبِ سلیم یعنی بھلا چنگا دل، اللہ والا دل، اولیائے صدیقین جیسا دل ہمارے سینوں کو عطا کر دیجئے، اپنی رحمتِ کاملہ کے صدقہ میں، رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اور ان بزرگوں کے صدقہ میں جن کی صحبتوں میں ہم بیٹھتے ہیں، جن کی جوتیاں اٹھانے کو ہم فخر سمجھتے ہیں۔ اللہ ہمیں اپنے بزرگوں سے عاشقانہ و والہانہ محبت نصیب فرما، اللہ ہماری جانوں کو ان پر فدا فرما اور ان کے ناز و نخرے جو کچھ بھی ہوں، ان کی ڈانٹ ڈپٹ کو ہمارے قلوب میں لذیذ تر فرما دے۔ اے اللہ! بڑے بڑے مالدار لوگ دنیا کی محبت میں بازاروں میں دھوپ میں پسینہ نکالتے ہیں اور انکم ٹیکس افسران کی ڈانٹ ڈپٹ سنتے ہیں تو یا اللہ! آپ کے مقبول و محبوب بندے اگر کبھی کسی بات پر ہماری گرفت کر لیں تو اپنی محبت میں ان کی ڈانٹ ہمارے قلوب میں مٹھائیوں سے زیادہ لذیذ فرما دیجئے کیونکہ وہ آپ کی راہ کی تلخیاں ہیں، اس کو شیرینی سے بدل دیجئے اور ہمیں اپنی ذات سے اور اہل اللہ سے عاشقانہ اور والہانہ تعلق نصیب فرمائیے۔ یا اللہ! بخاری شریف میں روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے دعا مانگی کہ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرما اور اپنی محبت کرنے والوں کی بھی محبت نصیب فرما۔ اے اللہ! اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا کو ہم سب کے لئے قبول فرما یعنی ہمیں اپنی محبت بھی نصیب فرما اور آپ سے محبت کرنے والوں کی محبت بھی نصیب فرما اور ان اعمال کی محبت بھی نصیب فرما جو آپ کی محبت سے قریب کرنے والے ہوں۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَسْاَلُکَ کُلَّ خَیْرٍ لِّکُلِّ مُسْلِمٍ وَّمُسْلِمَۃٍ اللہ! میں سارے عالم کے لئے دعا کرتا ہوں اور آپ سے سارے عالم کے مسلمانوں کے لئے فلاحِ دارین کی بھیک مانگتا ہوں اور اے اللہ! جو لوگ یہاں آئے ہیں، اختر کو اور ان سامعین کرام کو سب کو بلا استحقاق محض اپنی رحمت سے اپنا مقبول، اپنا محبوب اور صاحبِ نسبت اللہ والا بنا دیجئے اگرچہ ہم اس کے اہل نہیں لیکن آپ کریم ہیں۔

جذب کی دعا

ارشادفرمایا کہ بس دعا کیجئے! دیکھو بھئی! ہم کچھ نہیں ہیں نہ اپنے وعظ پر کچھ بھروسہ رکھتے ہیں، بس ایک تدبیر سمجھ کر وعظ کر لیتے ہیں اور آخر میں یہی شعر پڑھتے ہیں ؎

ہم بلاتے تو ہیں سب کو مگر اے ربِّ کریم
ہم پہ بَن جائے کچھ ایسی کہ بِن آئے نہ بنے

اختر بھی آپ کے ساتھ شامل ہے یعنی ہمارے قلب کو مجبورِ محبت کر دیجئے، اللہ کی ایک شان یہ بھی ہے کہ اے خدا! آپ ہمیں اپنے سے ایسا چپکا لیجیے، ایسا جذب ایسا اجتباء کی شان، ایسی تجلیات کا ظہور فرما دیجئے کہ اگر ہم آپ سے بھاگنا بھی چاہیں تو نہ بھاگ سکیں، اب اس آیت کا ترجمہ بھی سن لیں:

﴿اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ﴾ ۔ (سورۃ الشوریٰ: آیۃ ۱۳)

اللہ کی شان وہ ہے کہ جس کو چاہتا ہے اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ تو اے اللہ! اپنی اس تجلی کا ہم پر ظہور فرما دیجئے، ہماری جانوں کو کھینچ کر جذب فرما لیجیے، ہم پر اس صفت کا ظہور فرما دیجئے، ہمارے دل و جان کو اپنی ذات کے ساتھ ایسا چپکا لیجیے کہ اگر ہم آپ سے بھاگنا بھی چاہیں تو نہ بھاگ سکیں، اے اللہ! یہ مقام ہم سب کو نصیب ہو جائے کہ ؎

بھلاتا ہوں پھر بھی وہ یاد آرہے ہیں

ہم آپ کو بھلانا بھی چاہیں تو بھی نہ بھلا سکیں، اپنی ایسی محبت، ایسا یقین اور ایسا ایمانِ کامل عطا فرما دیجئے، اے اللہ! آپ اولیائے صدیقین کو جو ایمان و یقین اور ان کے قلب کو اپنی محبت کا جو مقام عطا فرماتے ہیں وہ ہم سب کو نصیب فرما دیجئے۔

خانقاہ کو اللہ کے عاشقوں سے آباد کرنے کی دعا

اے خدا! تو علیم و خبیر ہے کہ اختر نے اس خانقاہ کو محض اس نیت سے بنایا ہے کہ یہاں آپ کے عاشقوں کو بیٹھنے کی سر چھپانے کی جگہ ملے، آپ کے بہت سے عاشقین، اولیائے کاملین اور طالبین اور آپ کے چاہنے والے جمع ہوں اور ہم سب آپ کی محبت کی باتیں کریں، بزرگوں کی معرفت کی باتیں کریں، قرآن پاک کی تفسیر بیان کریں، حدیثِ پاک سنیں، اس لئے آپ ہماری اس نیت کو قبول فرمائیے، اگر اس میں ہمارے نفس کی کوئی آمیزش ہے تو اس کو معاف فرما دیجئے، ہمیں اخلاص عطا فرما دیجئے، جنہوں نے اس کی تعمیر پر پیسے لگائے ہیں ان کا مال بھی قبول فرما لیجیے اور اس کو ان کی اصلاح کا ذریعہ بنا دیجئے۔ اے خدا! اپنی رحمت سے ہم سب کو اللہ والی زندگی نصیب فرما دیجئے،

نفس و شیطان کی غلامی سے چھڑا کر اپنی غلامی اور فرمانبرداری کی حیات نصیب فرما دیجئے، اپنی رحمت سے ہماری آہ کو قبول فرمائیے۔ اے اللہ! بیت اللہ کے صدقہ میں، روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں، دونوں حرمین شریفین کے صدقہ میں اختر کی آہ کو قبول فرمائیے، اس کی اس دعا کو قبول فرمائیے اور کسی ایک کو بھی محروم نہ فرمائیے۔

اپنی اولاد، متعلقین اور ان کی اولاد کے نیک بننے کی دعا

اختر کو، اس کی اولاد کو، میرے دوستوں کو اور ان کی اولاد کو، کسی کو بھی اے اللہ! فاسق و فاجر اور اپنا نافرمان نہ ہونے دیجئے، اے اللہ! ہماری اولاد کو بھی نیک بنائیے، ہمارے رشتے داروں کو بھی نیک بنائیے، ہماری دنیا بھی بنا دیجئے اور آخرت بھی بنا دیجئے اور ہمیں اپنی محبت کی وہ مٹھاس عطا کر دیجئے جو آپ اپنے اولیائے صدیقین کو عطا فرماتے ہیں، ہم جو نہیں مانگ سکے وہ بھی ہمیں بے مانگے اپنے دستِ کرم سے عطا فرمائیے ؎

دست بکشا جانب زنبیل ما

اے خدا! ہماری جھولیوں کی طرف اپنا دستِ کرم بڑھائیے اور اپنی محبت، اپنی خشیت، اپنے اولیاء کی تمام نعمتیں ہم سب کو نصیب فرمائیے اگرچہ ہم اس کے اہل نہیں، ہم اپنی نالائقی اور نااہلی کا اعتراف کرتے ہیں لیکن آپ کریم ہیں اور کریم کی تعریف ہم نے کتابوں میں یہ پڑھی ہے کہ کریم وہ ذات ہے جو نالائقوں پر بھی مہربانی کر دے، بس ہم نالائقوں پر آپ اپنے کرم کی بارش فرما دیں، آمین۔

یا اللہ! اپنی رحمت سے ہماری دنیا بھی بنا دے آخرت بھی بنا دے، ہمارے بچوں کو بھی نیک کر دے، یا اللہ! ہماری اولاد میں کسی کو بھی فاسق نہ ہونے دے، ہماری اولاد کو نیک اور صالح بنا دے، ہماری بیویوں کو، لڑکیوں کو اللہ والی بنا دے۔ اے اللہ! جن کے بچے اغواء ہیں، جن کے بھائی اغواء ہیں، سب کو ان کے ماں باپ سے ملا دے، جس کو جس قسم کی کوئی بھی مصیبت ہے، اے اللہ! ان کی ہر مصیبت کو دور فرما دے، جس کو جو غم ہے اس غم کو خوشی سے بدل دے، اے اللہ! ہر مسلمان کی پریشانی کو دور فرما، دنیا اور آخرت کی نعمتوں سے مالا مال کر دے، اے اللہ! ہماری گذارشات کو اپنی رحمت سے قبول فرما لیجیے اور ہم سب کو اپنا مقبول اور محبوب بنا لیجیے، آمین۔

اگلے سال رمضان ملنے کی تمنّا

ارشاد فرمایا کہ اپنے معتکف دوستوں کی خاطر یہ چند باتیں بتا دیں، پتا نہیں اگلے سال کون زندہ رہتا ہے کون نہیں رہتا؟ کوئی ضمانت ہے؟ کوئی انشورنس تو نہیں کرایا کسی نے؟ اور اگر کرایا بھی ہے تو بھی عزرائیل علیہ السلام نہیں چھوڑیں گے بلکہ انشورنس کا فارم پڑھ کے اور جلدی روح نہ نکال لیں کہ اچھا! آپ انشورنس بھی کراتے ہیں جو کہ حرام ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کی زندگی میں برکت دے اور پھر اگلے سال رمضان دکھا دے۔ یہ ہم کیوں مانگتے ہیں؟ جلدی سے اللہ میاں سے ملاقات کیوں نہ ہوجائے؟ یہ ہمارے بزرگوں نے پسند نہیں فرمایا اس لئے کہ ایک پردیسی جس نے ابھی کچھ کمایا نہ ہو، کیا وہ وطن جانا چاہے گا؟ دیکھتا ہے کہ ابھی تو میں کنگال ہوں، اس لئے ہم بھی ابھی اور زندگی مانگتے ہیں تاکہ اور زیادہ عبادت کرلیں اور اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے والے اعمال کرلیں لیکن اپنی طرف سے تیار رہنے کا بھی حکم ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب نماز پڑھو تو سمجھو کہ یہ میری آخری نماز ہے، تو آج رمضان کا آخری دن ہے لہٰذا خوب اللہ سے مانگ لیں، اپنے لئے اپنے بچوں کے لئے، ہمارے لئے۔ اے اللہ ہمیں نفس و شیطان کی غلامی سے نکال کر سو فیصد اپنی غلامی کی نعمت سے مشرف فرما دیجئے، سو فیصد ہمیں اولیاء اللہ کے اعمال و اخلاق نصیب فرما دیجئے۔ آمین۔

اہل اللہ اور صالحین کے وسیلے سے دعا

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے، صیانۃ المسلمین کے اجتماع کی برکتوں سے اللہ ہمیں بھی نوازے، اکابر جو حیات ہیں ان کی صحبتوں سے ہمیں بھی فیض عطا فرمائے اور حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے جو خلیفہ ہیں مولانا مسیح اللہ خان صاحب دامت برکاتہم جو وہاں تشریف لا رہے ہیں ان اللہ والے بزرگوں کی برکتوں سے میری قسمت کو اللہ بدل دے، سب کے لئے اللہ جنتی ہونے کا فیصلہ فرما دے۔ یا اللہ! یہ مجمع آپ کے صالحین کا ہے، سب دوسروں کو صالح سمجھیں اور اپنے کو گنہگار سمجھیں، اللہ ہم جتنے حاضرین ہیں ان کو نیک سمجھتے ہوئے، ان آنے والوں کے قدموں کی برکت سے ہم آپ کی رحمت سے درخواست کرتے ہیں کہ اختر کی شقاوت کو بھی سعادت سے بدل دیجئے، ہم سب کے لئے جنتی ہونے کا فیصلہ فرما دیجئے اور ہم سب کے لئے اپنی رحمتوں کی بارشیں کر دیجئے، ہمیں اپنے صالحین کے ساتھ رجسٹر میں درج فرما لیجیے اور ہمارے اخلاق کی اصلاح فرما دیجئے۔

دونوں جہان کی نعمتیں عطا فرمانے کی دعا

ارشاد فرمایا کہ اَللّٰھُمَّ اَلْھِمْنِیْ رُشْدِیْ ہمارے لئے ہدایت کے دروازے کھول دیجئے وَاَعِذْنِیْ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ اور اپنی رحمت سے ہمیں نفس کی شرارت سے محفوظ فرما دیجئے، استقامت عطا فرما دیجئے، ہماری دنیا بھی بنا دیجئے، ہماری آخرت بھی بنا دیجئے اور نہ یہ کہ صرف ہماری بلکہ ہماری اولاد کی پشت ہا پشت کی، سارے خاندان کی، تمام خون کے رشتوں کی سب کی دنیا اور آخرت بنا۔ وہ تمام دوست جو دعاؤں کے لئے کہتے رہتے ہیں، اے اللہ! سب کی دعائیں قبول فرما لے، دونوں جہاں کی نعمتوں سے، رحمتوں سے ہم سب کو نوازش فرما دیجئے، سارے عالم کے مسلمانوں پر اپنی رحمت کی بارش فرما دیجئے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر جتنے مسلمان آج تک پیدا ہوئے ہیں

اے اللہ! جو آپ کے پاس پہنچ گئے سب کی مغفرت فرما دیجئے اور جو موجود ہیں ان سب پر رحمتیں اور عافیتیں نازل فرما دیجئے اور جو آئندہ آنے والے ہیں ان کو بھی اور اہلِ کفر کو بھی ایمان عطا فرما دیجئے۔ اہلِ ایمان کو تقویٰ اور راحت کی زندگی عطا فرما دیجئے۔ یا اللہ! سارے عالم پر رحمت کی بارش فرما دیجئے، آمین۔

سندھ بلوچ سوسائٹی میں اپنی مسجد کی بنیاد ڈالنے کے وقت کی دعا

ارشاد فرمایا کہ یا اللہ! ہمیں نمازی بنا دے، یا اللہ اس سوسائٹی اور اس خطے کو خطّۂ صالحین بنا دے، ہماری دنیا بھی بنا دے اور آخرت بھی بنا دے، یا اللہ دنیا اور آخرت دونوں جہاں کی بھلائیاں عطا فرما دے، یا اللہ ہم سب کو اپنی محبت کا وہ درد عطا فرما دے جو آپ اپنے اولیاء اور دوستوں کو عطا کرتے ہیں۔ یا اللہ ہم سب کے سینوں میں اپنی محبت کا وہ درد عطا فرما دے جو آپ اپنے دوستوں کے سینوں کو عطا فرماتے ہیں! اگرچہ ہم نالائق ہیں لیکن آپ کریم ہیں، کریم کی شان جو ہم نے حدیث کی شروحات میں پڑھی کہ کریم وہ ہے جو نالائق پر مہربانی کردے۔ یا اللہ آپ سے ہم اپنی نالائقی کا اعتراف کرتے ہوئے مانگتے ہیں کہ ہمارے سینوں میں اولیائے صدیقین کا درد عطا فرما دے، اللہ والی زندگی ہم سب کو نصیب فرما دے، ہماری دنیا بھی بنا دے آخرت بھی بنا دے، ہمارے گھر والوں کو بھی نیک اور نمازی بنا دے۔ یا اللہ تمام عالم کے مسلمانوں کو فلاحِ دارین نصیب فرما! تمام عالم کے مسلمانوں کو کافروں کے شر سے محفوظ فرما دے، یا اللہ سارے عالم کے مسلمانوں کو تقویٰ والی اللہ والی زندگی نصیب فرما دے اور ہر قسم کے شر سے ان کو محفوظ فرما دے۔ یا اللہ قیامت تک کے لئے اس مسجد کو اور تمام مساجد کو قبول فرما لے۔ یا اللہ اپنی رحمت سے یہاں دین کا سرچشمہ کھول دے۔ یا اللہ اپنی محبت و معرفت سکھانے کا اس کو مرکز بنا دے۔ یا اللہ بڑے بڑے اولیاء اللہ جو مشرق مغرب شمال جنوب میں چھپے ہوئے ہوں ان کی آمد و رفت ہم سب کو نصیب فرما اور ان کی قدم بوسی سے ہم اپنی قسمتیں بنالیں۔ یا اللہ ہمیں اپنے مقبول بندوں کی صحبتیں نصیب فرما دیجئے۔

اے اللہ! بغیر مانگے سب کچھ عطا فرما دیجئے

یا اللہ! ہم سب کو اللہ والا بنا دے، جس کو جو غم اور پریشانی ہے اس کو خوشیوں سے تبدیل کر دیجئے! یا اللہ جس کو جو بری عادت ہے، جس گناہ کی عادت ہے اس کو توبہ نصیب فرما دیجئے! یا اللہ قبولیت کا وقت ہے، تمام گناہوں سے توبہ نصیب فرما کر ہم سب کو اللہ والی زندگی نصیب فرما دیجئے اور جو ہم تھوڑے سے وقت میں نہیں مانگ سکے، بغیر مانگے سب کچھ عطا فرما دیجئے! یا اللہ ہم تھوڑے سے وقت میں نہیں مانگ سکتے بغیر مانگے عطا فرما دیجئے جیسے ابّا اپنے بچوں کو بہت سی نعمتیں بغیر مانگے دیتا ہے اے ہمارے ربّا بغیر مانگے ہوئے بہت سی نعمتیں ہم سب کو عطا فرما دیجئے۔

بہر حال ہم مانگتے مانگتے تھک گئے، ہمیں آپ کے مقبول بندوں نے سکھایا ہے اور یہ بات ڈاکٹر عبدالحیؒ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سکھائی کہ اختر! جب تم دعا مانگتے مانگتے تھک جاؤ تب اللہ سے ایک جملہ کہہ دو کہ اے خدا! ہم دعا مانگتے مانگتے تھک گئے، اب بے مانگے سب کچھ عطا فرما دے، اب بے مانگے سب کچھ عطا فرما دے، کیونکہ ابّا بہت سی نعمتیں بچوں کو دیتا ہے حالانکہ وہ بچے مانگتے نہیں ہیں، بس آپ ہمارے لئے جانتے ہیں کہ کیا چیزیں ہمارے لئے مفید ہیں اور کیا مضر ہیں، لہٰذا اپنے علم کے اعتبار سے اپنے زمین و آسمان کے خزانے برسا دے اور آپ ان خزانوں پر شکر گذاری اور تقویٰ بھی عطا فرما دیجئے۔

پھولپور حاضری پر حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں یوں دعا فرمائی

ارشاد فرمایا کہ اللہ کرے کہ یہ میرا درد میرے دل میں اولاً اور ثانیاً آپ کے دل میں اور سب کے دل میں اتر جائے۔ میں اللہ سے اب یہی عرض کروں گا کہ ؎

ہم بلاتے تو ہیں سب کو مگر اے ربّ کریم
سب پہ بَن جائے کچھ ایسی کہ بِن آئے نہ بنے

اور

ہم پہ بَن جائے کچھ ایسی کہ بِن آئے نہ بنے

میں اپنے کو بھی شامل کرتا ہوں، ایسا نہیں کہ میں اپنے کو مستثنیٰ سمجھوں اور سمجھوں کہ میں بہت بڑا پیر، اور جناب تقدس مآب ہوں۔ نہیں! بلکہ میں آپ کے ساتھ شامل ہو کر اللہ سے دعا مانگتا ہوں، کیونکہ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اکیلے بھی نماز پڑھو تو اکیلے میں اِیَّاکَ اَعْبُدُ نہیں کہنا، وہی اِیَّاکَ نَعْبُدُ کہنا، کیوں؟ راز کیا ہے کہ یہ اقرار کرو کہ اے اللہ! میری عبادت تنہا، اس قابل نہیں ہے کہ میں تنہا اپنی عبادت پیش کروں، لہٰذا روئے زمین کے اولیاء اللہ کی عبادت کے ساتھ ہم اپنی کنڈم عبادت کو شامل کر کے پیش کرتے ہیں کہ نیک کاروں کی برکت سے ہماری نماز کو بھی قبول فرما، علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ وجہ لکھی ہے، سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

ہم بلاتے تو ہیں سب کو مگر اے ربّ کریم
سب پہ بَن جائے کچھ ایسی کہ بِن آئے نہ بنے

یعنی اگر ہم ہمت چور، بھینس کی طرح نفس دشمن کو حرام لذت دینے کے عادی ہیں تو اے خدا! ہمیں اس نفس ظالم سے چھڑا دے، اگر کوئی طاقتور غنڈا کسی کے بچے کو دبوچ لے، چھوڑ نہ رہا ہو اور وہ بچہ ابّا ابّا چلا رہا ہو تو اے اللہ! ابّا کو رحم آ جاتا ہے، اس کو اپنی طاقت سے چھڑاتا ہے، نہیں تو پولیس والوں کو لے جاتا ہے ورنہ محلے کے بااثر لوگوں کو

لے جاتا ہے۔ تو اے خدا! نفس و شیطان اگر ہمیں دبوچے ہوئے ہیں اور ہم مغلوب ہو رہے ہیں تو آپ اپنی غیبی مدد بھیج دیجئے، آپ ربّا ہیں، ابّا کی محبت تو مخلوق ہے جو اپنی اولاد کو غنڈوں کے سپرد نہیں کرتے، آپ تو ابّا کی محبت کے خالق ہیں پس اے ربّا ہم سب کو نفس و شیطان کے حوالے نہ کیجئے، آپ ہمارے ربّا ہیں اور ارحم الراحمین ہیں، نفس و شیطان کی غلامی سے ہم کو خرید کر سو فیصد اپنی فرمانبرداری کی حیات نصیب فرمائیے۔

حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسجد میں بیسیوں سال اللہ اللہ کیا ہے، وہ نعرے میرے کانوں میں اب بھی گونج رہے ہیں اور بیسیوں سال اسی اگلے صحن میں دو دو رکعات تہجد کے بعد حضرت اتنا روتے تھے کہ سننے والوں کے کلیجے پھٹتے تھے، یا اللہ! ایسے سراپا عاشق اور سراپا دردِ محبت شخصیت کا آپ کی رحمت کو اختر واسطہ دیتا ہے کہ ہماری آہ کو قبول فرما، ہمارے درد بھرے دل کو قبول فرما اور ہم سب کو صاحبِ نسبت بنادے، کسی ایک کو بھی محروم نہ فرما، جتنے حاضرین ہیں اور جتنے غائبین ہیں جو یہاں موجود نہیں اللہ کسی کو محروم نہ فرما، ہم سب کو جذب فرما کر صاحبِ نسبت بنادے اور نسبت بھی بہت بڑے اولیاء اللہ والی نسبت عطا فرمادے اور ہمیں اپنی مرضی کے مطابق بنالے، ہمارے ظاہر کو ہمارے باطن کو آپ خود سنوار دیجئے کیونکہ ہمیں سنوارنا نہیں آتا، ہمیں اپنے کو بگاڑنا آتا ہے، ہم ایسے نالائق ہیں کہ بجائے اپنے کو سنوارنے کے اپنے کو گناہوں سے بگاڑتے رہتے ہیں، اے خدا! آپ اپنی رحمت سے ہم کو سنوار دیجئے، ہماری دنیا بھی بنا دیجئے آخرت بھی بنا دیجئے اور اختر کو اور میرے خصوصی احباب کو خاص کر مولانا مفتی عبداللہ سلمہٗ کو اے خدا! اپنے دین کے لئے قبول فرما اور میرے شیخ کی اس یادگار کو روزانہ دردِ محبت میں ترقی عطا فرما، ان کے بیان میں وہ اثر ڈال دے کہ جو بھی ان کا بیان سنے آپ کا بن جائے اور حضرت شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی دامت برکاتہم کی نظرِ عنایت ہم سب پر رکھئے کیونکہ آج کل وہی ہمارے شیخ و مرشد ہیں، ہم ان کی نظرِ عنایت کی درخواست بھی آپ سے کرتے ہیں۔

ایک سفر کی آخری مجلس میں یوں دعا فرمائی

ارشاد فرمایا کہ حدیثِ پاک میں ہے کہ عشاء کے فرضوں کے بعد جو بھی نوافل پڑھے جائیں وہ تہجد میں شمار ہوں گے، علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت نقل کی ہے: وَمَا كَانَ بَعْدَ صَلٰوةِ الْعِشَاءِ فَهُوَ مِنَ اللَّيْلِ (ج۱،ص۵۰۶) تو وتر سے پہلے دو رکعات پڑھنے سے قیامت کے دن آپ تہجد گذاروں میں اٹھائے جائیں گے۔ اس سے زیادہ سستا مال اور کیا ہوگا۔ لوٹ لو! لوٹ لو! مال سستا ہے، حدیثِ پاک کا مستند قیمتی مال ہے جو آج آپ کو بلا قیمت دے رہا ہوں۔ آج آخری دن ہے۔ کل میں جا رہا ہوں لہٰذا یہ مسئلہ بتا کر بڑا قیمتی مال آپ کو سستا دے رہا ہوں۔ دنیا کے تاجروں کا مال تو پڑا رہتا ہے کوئی خریدتا نہیں لیکن ہمارا مال پڑا نہیں رہتا، اس کے خریدار اللہ کے عاشق ہر وقت ہیں۔

اللہ سے اللہ کو مانگنے کی دعا

اب اللہ سے دعا کرو کہ اے خدا! کھانے کو پینے کو آپ نے دنیا بہت دی، اب میں آپ سے آپ کو مانگتا ہوں۔ کیسے دعا کریں گے؟ اے خدا! میری حاجت آپ کی ذات ہے، میں تو آپ سے آپ کو مانگتا ہوں، بتائیے! کیسی پیاری دعا ہے ۔

کوئی تجھ سے کچھ کوئی کچھ مانگتا ہے
الٰہی میں تجھ سے طلب گار تیرا

کیونکہ جب آپ مجھے مل جائیں گے تو ۔

جو تُو میرا تو سب میرا فلک میرا زمیں میری
اگر اک تُو نہیں میرا تو کوئی شے نہیں میری

جس نے اللہ سے اللہ کو نہ مانگا میرے نزدیک اس نے کچھ نہیں مانگا، اور میری کیا حقیقت ہے ہمارے دادا پیر حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔

تجھی کو جو یاں جلوہ فرما نہ دیکھا
برابر ہے دنیا کو دیکھا نہ دیکھا

اے خدا! ہم سب کو تقویٰ کی حیات نصیب فرما، آپ کو ناخوش کرکے ہم نے جتنی حرام خوشیاں اپنے نفس میں چوری سے درآمد کی ہوں آپ اپنی رحمت سے ہم سب کو معاف فرما دیں، حضرت شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اس مسجد کے صدقے میں، اس محراب اور منبر کے صدقے میں جن کے آہ و نالے، آہ و فغاں کس درد بھرے دل سے شیخ دس دس پارے تلاوت کرتے تھے، میرے شیخ کی آہ و فغاں و نالے اور ان کی تلاوت اور ان کا درد بھرے دل سے اللہ کہنا، انہوں نے جس ادا سے آپ کا نام پاک لیا اس کے صدقے میں اختر دعا کرتا ہے کہ اے خدا! ہم کو معاف فرما دے اور بلوغت سے لے کر اب تک کی ہماری تمام حرام خوشیوں کو درگذر فرما دے اور ہمیں ایسا ایمان، ایسا یقین عطا فرما دے کہ ہم زندگی کی ہر سانس کو آپ پر فدا کر دیں اور ایک سانس بھی آپ کو ناراض نہ کریں، آمین۔

ایک لمحۂ حیات بھی اللہ تعالیٰ کو ناراض نہ کرنے کی دعا

دوستو! میں آپ سے آمین لینا چاہتا ہوں، آپ میری دعاؤں پر آمین کہیں، میں تو مسافر ہوں لیکن مجھے آپ کی آمین کی بھی ضرورت ہے، خدا ہمیں ایسا ایمان و یقین عطا فرما دے کہ جس سے ہم ہر لمحۂ حیات اور ہر سانس

اللہ کی رضا اور خوشیوں کے کاموں پر فدا کریں اور آپ کی ناخوشی کی راہوں سے ایک لمحہ ایک ذرہ بھی ہم حرام خوشی درآمد نہ کریں اور اگر ہمارا نفس چوری کرے تو ہم معافی مانگ کے آپ سے استغفار و توبہ کریں، اے خدا! ہماری ہر سانس کو اپنی ذاتِ پاک پر فدا فرما اور ایک سانس بھی اپنی ناراضگی میں ہم کو مشغول نہ ہونے دے، ایسے جینے سے موت بہتر ہے جو آپ کو ناراض کر دے۔

بہت ہی نامبارک وہ شخص ہے بہت ہی منحوس وہ شخص ہے جو حق تعالیٰ کے قہر و عذاب کے اعمال میں مبتلا ہو۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اے خدا! جو فرمایا تھا کہ مومن کی وہ گھڑی بہت بُری ہے جس وقت وہ کسی عورت کو دیکھتا ہے یا کوئی بدنظری کرتا ہے یا گناہوں میں گذارتا ہے۔ اس لئے اختر مانگتا ہے، اختر مسافر ہے، آپ مسافر کی دعا کو قبول فرماتے ہیں، رد نہیں فرماتے، اس لئے سو فیصد جتنے حاضرین ہیں اور جو غائبین ہیں ہمارے بال بچے، رشتہ دار اور تمام احباب، اے اللہ ہم سب کو اپنے اولیاء کی حیات نصیب فرما دے اور تقویٰ کی حیات نصیب فرما دے، اولیائے صدیقین کا ایمان و یقین عطا فرما دے۔ جس طرح سے شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شیخ و مرشد حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا تھا کہ دنیا کی زمین مجھے آخرت کی زمین معلوم ہوتی ہے، اے اللہ! ان کی غلامی کے صدقے میں ہمارا ایمان بھی ایسا فرما دے، ہم سب کو ایسا ایمان عطا فرما دے کہ ہمیں بھی دنیا کی زمین آخرت کی زمین معلوم ہو اور جو ذکر بتایا گیا ہے اس پر عمل کی توفیق عطا فرما دے۔ بس اللہ والی حیات نصیب ہو جائے، غفلت کے کینسر سے سب کو شفا دے دے اور جو ہم نہیں مانگ سکے وہ بھی عطا فرما دے۔

شیخ کی اولاد، گھر والے، اہل و عیال، شہر والوں پر رحمت کی دعا

ایک جامع دعا جس سے سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تئیس (۲۳) برس کی دعائیں مل جاتی ہیں اے خدا وہ ہمارے حق میں بھی قبول فرما لے: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ مِنْ خَیْرِ مَا سَأَلَكَ مِنْهُ نَبِیُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَ مِنْهُ نَبِیُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اے خدا! تئیس برس نبوت کے زمانے میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو بھلائیاں مانگیں سب بھلائیاں عطا فرما دے اور جن برائیوں سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پناہ مانگی سب برائیوں سے پناہ نصیب فرما دے۔ میرے لئے، میرے بچوں کے لئے، میرے دوستوں کے لئے۔ میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر خصوصی رحمت نازل فرما اور عالمِ برزخ میں ان کو بہت اعلیٰ سے اعلیٰ مقام اور دن رات ان کو وہاں بھی ترقی عطا فرما اور میرے شیخ کی اولاد پر، میرے شیخ کے گھر والوں پر، میرے شیخ کے شہر والوں پر بھی رحمت نازل فرما، اختر کا ذرہ ذرہ میرے شیخ کے احسانات سے گھرا ہوا ہے، میں کبھی بھی اپنے شیخ کے احسانات کا شکریہ ادا نہیں کرسکتا اور نہ حق ادا کرسکتا ہوں۔ اس لئے میں روزانہ یہ دعا کرتا ہوں کہ اے اللہ!

میرے شیخ کے درجات کو بلند فرما، میرے شیخ کی اولاد کو، اوران کے اہل وعیال کو بھی، اختر کو اوراس کی اولاد کو اور اہل وعیال کو بھی سب کو صاحبِ نسبت کر دے، سب کو ولی اللہ بنا دے اور جتنے حاضرین ہیں اور جتنے غائبین ہیں ان سب کو اپنے جذب سے ولی اللہ بنا دے۔ اگر ہم اپنی نالائقی سے آپ کے نہ بننا چاہیں تو بھی اپنے کرم سے ہمیں جذب فرما کر اپنا بنالے کیونکہ کریم کی تعریف یہ ہے کہ جو نالائقوں پر بھی فضل کر دے، اگر ہم آپ کے نہیں بننا چاہتے تو یہ ہماری نالائقی ہے لیکن آپ نالائقوں پر مہربانی کرنے والے ہیں، کریم کی تعریف ہے اَلَّذِیْ یَتَفَضَّلُ عَلَیْنَا بِدُوْنِ الْاِسْتِحْقَاقِ وَالْمِنَّۃِ اللہ ہم سب کو اپنے فضل سے اپنا بنا لے اور اپنے جذب سے اپنا بنا لے، ہمارے سلوک کو اپنے جذب سے طے فرما دے اور ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ جب مانگتے مانگتے تھک جاؤ وقت نہ ہو تو یہ بھی کہہ دو یا اللہ! بے مانگے سب کچھ عطا فرما۔

اب ہماری پاکستان واپسی کا وقت قریب آ رہا ہے، وصل کی گھڑیاں ختم ہو رہی ہیں، اس گھڑی کے لئے تو کتنی گھڑیاں گنی گئیں، حضرت شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ ایک شعر پڑھتے تھے ؎

وصل کا دن اور اتنا مختصر
دن گنے جاتے تھے جس دن کے لئے

اس دن کے لئے دن گنے جاتے تھے اور یہ دن خود کتنا مختصر تھا۔ بس دوستو! اللہ ہم سب کو قبول فرمائے اور ہمارے گھر والوں کو، دوست احباب، غائبین وحاضرین اور میری ذرّیات کو اے خدا اپنا بنا لے، ہم ایک لمحہ بھی آپ کو ناراض نہ کریں، آپ سے دور نہ ہوں، گناہوں کی خباثت اور لعنت سے اے خدا! ہم سب کو نجات عطا فرما دے، اے اللہ تعالیٰ! جو کچھ کہا سنا سب قبول فرما لے، ہماری نیکیوں کو قبول فرما لے اور گناہوں کو، کوتاہیوں کو معاف فرما دے، آمین۔

دعا کی کتاب مفت تقسیم فرماتے ہوئے یوں دعا فرمائی

ارشاد فرمایا کہ یہ دعا کی کتاب ہم مفت تقسیم کرتے ہیں، اگر اس رسالہ کی ساری دعائیں پڑھ لو تو سبحان اللہ، پانچ دس منٹ میں سب دعائیں ہو جائیں گی، یہ رسالہ خانقاہ سے مفت ملتا ہے، خزائنِ قرآن وحدیث اس کا نام ہے، دیکھو! ہم آپ سے خزانے مانگتے نہیں خزانے دیتے ہیں، کچھ ملّا دنیا میں ایسے بھی ہونے چاہئیں جو آپ کی جیب ٹٹولنے کی بجائے آپ کی جیبوں میں یعنی دل کے اندر خزانے داخل کر دیں۔ یہ خزانہ میں آپ کو مفت میں دے رہا ہوں۔ کیا عرض کریں کاش آپ کو قدر ہوتی، آپ اندھی بڑھیا کی طرح بازِ شاہی کے ناخن نہ کاٹتے۔ ہم بھی یہی دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! ہم کو اندھی بڑھیا ہونے سے بچالے، اے اللہ! جو تیرے مقبول بندے ہیں، جو آپ کے نزدیک

عزت رکھتے ہیں، آپ کے محبوب ہیں، اے اللہ! ہمیں ان کی عزت کی توفیق عطا فرما، اندھی بڑھیا کی طرح بازِ شاہی کو نہ پہچاننے کے جرم میں مبتلا نہ فرما۔

پاکستان میں امن وعافیت کی دعا

ارشاد فرمایا کہ یا اللہ! اپنی محبت نصیب فرما، ہم سب کو عافیت نصیب فرما، اے اللہ! ہماری سواریوں کی حفاظت فرما، ہماری موٹروں کی حفاظت فرما، ہماری جان و مال اور اولاد کی حفاظت فرما، یا اللہ! چوری، ڈاکے، قتل وخون کی لعنت کو اس ملک سے ہمیشہ کے لئے ختم فرما دے، اے اللہ غیب سے اسباب پیدا کر دے۔ ہمارے گناہوں کو معاف فرما دیجئے، اپنی رحمت سے ہم سب کو بخش دیجئے اور ہمارے گناہوں کی وجہ سے پاکستان میں جو عذاب کی صورت میں ڈاکے، قتل، چوری اور خون خرابہ ہو رہا ہے، اے اللہ! اس عذاب کو اپنے پیارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں، رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں اور ان اولیاء کے صدقہ میں جن کی دعاؤں سے پاکستان بنا ہے، دور فرما دے۔ اللہ اس پاکستان کو سچ مچ کا پاکستان بنا دے، بلاؤں سے محفوظ کر دے، عافیت وامن والا پاکستان بنا دے اور یہاں اسلام کا نفاذ کر دے، اللہ! آپ کے علم میں جو بہترین قیادت ہو، جس قیادت سے آپ راضی وخوش ہوں ہمیں وہ قیادت نصیب فرما دے، دشمنوں کی نظر اِدھر نہ آنے دے، اللہ! جتنے کافر ملک اس کو بُری نظر سے دیکھتے ہیں ان کی آنکھیں نکال لے، ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ان کو کمزور کر دے۔

عمرہ پر حاضری کے لئے جاتے ہوئے یوں دعا فرمائی

ارشاد فرمایا کہ دعا کر لیجیے کہ اللہ تعالیٰ میرا اور میرے ساتھیوں کا سفر عافیت کے ساتھ مکمل فرما دے، کل ان شاء اللہ تعالیٰ پہلے عمرہ کے لئے حاضری ہے۔ اگر آپ مجھے اپنا وکیل بنا دیں گے کہ میری طرف سے روضۂ مبارک پر صلوٰۃ وسلام پیش کر دیا جائے تو میں اس کی خدمت کے لئے بھی تیار ہوں، یہ ایک ایسا کام ہے جسے بغیر وکیل بنائے کرنے سے بزرگوں نے منع کیا ہے کہ فلاں صاحب نے آپ سے کچھ کہا نہیں، آپ کو اپنا وکیل بنایا نہیں اور آپ ان کا سلام پیش کرنے لگیں۔ کوئی ایک آدمی بھی ایسا نہیں جس کا ہاتھ نہ اٹھا ہو۔ ماشاء اللہ۔ سب کی طرف سے میں نے وکالت قبول کر لی، ارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک پر صلوٰۃ وسلام کا وکیل بنانے سے کون ایسا نالائق ہے جو نہ کہے گا۔ لہٰذا میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کر دوں گا کہ جمعہ کے دن خانقاہ میں اس تاریخ کو جن لوگوں نے اختر کو وکیل بنایا ہے ان کی طرف سے اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کی خدمتِ اقدس میں صلوٰۃ وسلام پیش کرتا ہوں اور آپ لوگ دعا کے لئے بھی کہہ دیجئے کہ ہمارے لئے دعا کرنا۔

اب ہم آپ کی دعا کے بھی وکیل بن گئے اور اللہ تعالیٰ کے یہاں بھی یہ وکالت چلتی ہے لہٰذا میں کہہ سکوں گا کہ جن لوگوں نے مجھ سے دعاؤں کے لئے فرمائش کی ہے اللہ تعالیٰ ان کو دونوں جہان کی فلاح سے مالا مال کر دے اور سب سے بڑی دعا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی مرضی میں جینا مرنا نصیب فرمائے اور اپنی ناراضگی سے بچنے میں اگر موت آجائے تو وہ بھی اللہ ہمیں عطا کر دے، گناہوں سے بچنے میں اگر موت بھی آجائے تو اس کے لئے تیار ہو جاؤ، اس سے مبارک موت اور کیا ہو سکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ ہماری دنیا و آخرت بنا دے، ہمارے بچوں کو ہمارے گھر والوں کو اور ہمارے جتنے دوست بیٹھے ہیں ان کو اور ان کے گھر والوں کو اور جو خواتین مائیں، بہنیں، بیٹیاں آئی ہیں، اللہ ان کو، ان کی اولاد کو، ان کے شوہروں کو سب کو اللہ والا اور اللہ والی بنا دے اور اس خانقاہ کو بین الاقوامی بافیض خانقاہ بنا دے، جو بھی یہاں آئے اے اللہ! محروم نہ جائے، اے اللہ! اپنی محبت کی خوشبو کو سارے عالم میں پھیلا دے، آمین۔

سامعین سے دعا کی فرمائش فرمایا کرتے

ارشاد فرمایا کہ اب دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَ صَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ اللہ اس بیان کو اپنی رحمت سے قبول فرمائے، ہم سب کو عمل کی توفیق نصیب فرمائے اور اس مجلس کو، مذاکرہ کو قبول فرمائے اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام بشارتیں جو مجالسِ ذکر کے لئے ہیں ہم سب کے لئے مقدر فرمائے۔ آپ حضرات سے میں اپنے لئے دعا کی درخواست کرتا ہوں کہ آج کل ضعف ہو رہا ہے، رمضان سے اب تک میں صحت کی حالت میں تقریر نہیں کر رہا ہوں، آپ لوگوں کے آجانے سے بے تکلف بیان کر رہا ہوں، اس لئے آپ لوگوں سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ میری دماغی کمزوری کو، خشکی کو اور حرارت کو دور فرما دے۔ میرا سر جلتا رہتا ہے، جب سر پہ ہاتھ رکھتا ہوں تو جلتا ہوا پاتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے میری بھی اور آپ کی بھی عمر میں برکت نصیب فرمائے، سارے عالم میں اللہ دین کا خوب کام لے اور اتنے بڑے بڑے کام لے کہ قیامت تک اس کے نشانات نہ مٹ سکیں۔ اللہ مجھ کو اور یہاں میرے جتنے احبابِ کرام جمع ہیں سب کو صاحبِ نسبت بنا دے اور ہم سب کو اولیائے صدیقین کی حیات نصیب فرما دے۔ اے اللہ! آپ کریم ہیں، آپ اپنی رحمت سے ہمارے کسی استحقاق کے بغیر ہم کو یہ نعمت عطا فرما دیں۔

علمِ دین کی دعا

یا اللہ! جن بزرگوں کے تذکرے ہوئے ان کی برکتوں سے ہم سب پر اپنی رحمتوں کا نزول فرمایئے، ہم سب کو اپنا محبوب اور مقبول بنا لیجیے اور ہر قسم کی برائیوں اور منکرات سے حفاظت کو ہمارا مقدر فرما دیجئے۔ یا اللہ!

جملہ کوتاہیوں پر ہمیں توفیقِ توبہ نصیب فرما دیجئے۔ یا اللہ! علم میں برکت دیجئے، علم کا ذوق وشوق عطا فرمائیے اور علم کی حالت میں موت نصیب فرمائیے۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ طلبِ علم کی حالت میں موت شہادت کی موت ہوتی ہے۔ یا اللہ! چاہے تھوڑا علمی مذاکرہ و درس ہو مگر روز ہو، ہمیں اس کی توفیق عطا فرما دے، آمین۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کی دعا

ارشاد فرمایا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی اپنے بھائیوں کو معاف کر دیا تھا، باپ نے بھی معاف کر دیا تھا لیکن بیٹوں نے کہا کہ ابا جان! آپ نے اور بھائی یوسف نے تو معاف کر دیا لیکن اگر اللہ تعالیٰ نے پکڑ لیا تو کیا ہوگا؟ لہٰذا اللہ تعالیٰ سے بھی ہماری معافی کرا دیجئے تو حضرت یعقوب علیہ السلام بیس سال تک روتے رہے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے بیٹوں کے لئے معافی طلب کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آ گئے۔ انہوں نے آ کر کہا کہ یعقوب علیہ السلام! مبارک ہو اللہ تعالیٰ نے آپ کے بیٹوں کو معاف کر دیا جنہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈالا تھا۔ لیکن کیسے معاف کیا؟ تفسیر روح المعانی میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے فرمایا کہ سب سے پہلے میں کھڑا ہوتا ہوں، میرے پیچھے آپ کھڑے ہوں، آپ کے پیچھے یوسف علیہ السلام، پھر ان کے پیچھے سب بھائی کھڑے ہوں اور اس کے بعد یہ دعا پڑھئے۔ دیکھو یہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی لائی ہوئی دعا ہے، آسان دعا ہے:

يَارَجَآءَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَا تَقْطَعْ رَجَآءَنَا: اے ایمان والوں کی امید! آپ ہماری امیدوں کو نہ کاٹئے یعنی ہم کو مایوس نہ کیجئے۔

يَاغِيَاثَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَغِثْنَا: اے ایمان والوں کی فریاد سننے والے! ہماری فریاد سن لیجیے۔

يَامُعِيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِنَّا: اے ایمان والوں کی مدد کرنے والے! ہماری مدد کیجئے۔

يَامُحِبَّ التَّوَّابِيْنَ تُبْ عَلَيْنَا: اے توبہ کرنے والوں کو محبوب اور پیارا بنانے والے! ہماری توبہ قبول فرما لے، ہم پر مہربانی کر دے۔ قرآنِ پاک کی آیت بھی ہے کہ: اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ (اللہ توبہ کرنے والے کو اپنا محبوب بنا لیتے ہیں۔)

اس کے بعد وحی سے اللہ تعالیٰ نے تسلی کر دی کہ ہم نے یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کو معاف کر دیا۔ یہ تکوینی راز ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی ندامت بھی دور کر دی اور وحی نازل ہوئی۔ اگر کنویں میں گرائے جانے کا یہ واقعہ نہ پیش آتا تو حضرت یوسف علیہ السلام کو معراج نہ نصیب ہوتی۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جب پیغمبر حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں نے کنویں میں ڈالا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام وہاں پہلے ہی سے ہاتھ کھولے کھڑے تھے

اورانہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو فوراً اپنی آغوشِ محبت میں لے لیا۔ بعض وقت اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کو ایسی راہوں سے پیار دیتے ہیں جو بظاہر بہت خونریز نظر آتی ہیں، اس راہ میں بعض اوقات ایسے مصائب آتے ہیں کہ دل لرز جاتا ہے کہ اس مصیبت کا کیا انجام ہوگا مگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی کسی مصیبت کو رائیگاں نہیں جانے دیتے بشرطیکہ ان سے رجوع رہے، اللہ سے مانگنا نہ چھوڑے، چاہے مرجائے مگر آخری سانس تک اللہ تعالیٰ سے لپٹا رہے۔

چیونٹیوں، مچھلیوں، پرندوں حتیٰ کہ تمام عالم کے لئے رحمت کی دعا

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے مانگو کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل میں آج میری ساری دعائیں قبول فرمالیجیے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ملک کو عافیت نصیب فرمائے چوروں، ڈاکوؤں سے، ہر قسم کی بلاؤں سے پورے پاکستان کو بلکہ پورے عالم کو عافیت نصیب فرمائے، سارے عالم کے مسلمانوں کی حفاظت فرمائے، سارے عالم کے مسلمانوں کو دونوں جہان کی عافیتوں سے مالا مال فرمادے۔ اپنے لئے، والدین کے لئے، اپنے دوست احباب کے لئے بھی اور اپنی مسجد کے مصلیوں کے لئے بھی، خانقاہ کے لوگوں کے لئے، سارے عالم کے مسلمانوں کے لئے یہاں تک کہ کافروں کے لئے بھی دعا کرو کہ اے خدا! اہلِ کفر کو اہلِ ایمان بنادے اور اہلِ ایمان کو اہلِ تقویٰ بنادے اور اہلِ بلا کو اہلِ عافیت کردے، اہلِ مصیبت کو اہلِ راحت بنادے اور اہلِ مرض کو اہلِ صحت کردے اور اہلِ جہل کو اہلِ علم کردے، اہلِ دکھ کو اہلِ سُکھ بنادے۔ آخر میں یہ کہو کہ چیونٹیوں پر رحم کردے بِلوں میں اور مچھلیوں پر رحم کردے دریاؤں میں اور سمندروں میں اور درندوں پر رحم کردے جنگلوں میں اور پرندوں پر رحم کردے فضاؤں میں، اے اللہ! رحمت والی بارش فرمادے اور گمراہوں کو ہدایت دے کر اولیائے صدیقین میں شامل فرمادے۔ سارا عالم آ گیا، سارے عالم پر رحمت مانگنا اپنے کو رحمت کا مستحق بنانا ہے۔ اے اللہ اپنی رحمت کا بحرِ ذخّار اور اپنی رحمت کے آبشارِ غیر محدود کو سارے عالم میں برسادے۔

دست بکشا جانبِ زنبیلِ ما
آفریں بر دست و بر بازوئے تو

اللہ سے روتے رہو، مانگتے رہو

ارشاد فرمایا کہ اگر انسان اہل اللہ کی صحبت میں رہے، خانقاہ میں زندگی گذارے لیکن گناہ سے نجات نہیں پا رہا ہے تو ابھی اسے حاصلِ سلوک نہیں ملا۔ سلوک و تصوف کا حاصل یہی ہے کہ انسان سر سے پیر تک اللہ کا ہو جائے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں ؎

نہیں ہوں کسی کا تو کیوں ہوں کسی کا
اُنہی کا اُنہی کا ہوا جارہا ہوں

جن کا ہوں اُنہی کا ہوا جارہا ہوں، پیدا تو اللہ نے کیا، پھر دوسروں پر کیوں مروں؟ جس نے مجھے وجود بخشا ہے اسی پر مروں گا، میں اللہ کو ناراض نہیں کرسکتا۔ بس جس کو یہ بات حاصل ہوگئی اور گناہ چھوڑ دیے وہ حاصلِ سلوک پا گیا۔ لیکن یہ نعمت بزورِ دست و بازو نہیں ملتی اللہ کے فضل سے ملتی ہے۔ اس لئے اللہ سے روتے رہو، مانگتے رہو لیکن تدبیر میں کمی نہ کرو۔ جب ان کا فضل ہوگیا تو بڑے بڑے چور اور ڈاکو تائب ہوگئے، بڑے بڑے رند بادہ نوش توبہ کرکے ایک آہ میں اللہ تک پہنچ گئے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے شخص ہیں، فرماتے ہیں ؎

اے ز تو کس گشتہ جانِ ناکساں
دست فضلِ تست در جانہا رساں

اے خدا! بہت سے نالائق لوگ آپ کی رحمت سے لائق بن گئے، آپ کی رحمت و مہربانی کا ہاتھ ہماری جانوں میں موجود ہے، آپ بس ارادہ کرلیں کہ اس بندہ کو ولی بنانا ہے پھر سب اخلاقِ ولایت اور اعمالِ ولایت خود ہی ملنے لگیں گے۔ حکومت جب کسی کو ڈپٹی کمشنر بناتی ہے تو فیصلہ کرتی ہے کہ اس کو ڈپٹی کمشنر بنایا گیا، بعد میں اس کو بنگلہ ملتا ہے، بعد میں موٹر ملتی ہے، بعد میں موٹر پر جھنڈا ملتا ہے اور بعد میں سرکاری سیکورٹی اور پولیس اس کے بنگلہ پر آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی اپنے بندے کو اپنا ولی بنانے کا فیصلہ پہلے کرتے ہیں پھر اس کو اخلاقِ ولایت اور اعمالِ ولایت عطا فرماتے ہیں۔

عافیت میں بھی اللہ سے روتے رہو، بعد میں کام آتا ہے

ارشاد فرمایا کہ بعضے بندوں کا دل مضبوط ہوتا ہے، روتے کم ہیں مگر استقامت ان کو ایسی حاصل ہوتی ہے کہ ایک گناہ نہیں کرتے جبکہ بعضے لوگ سجدہ میں خوب روئے اور اس کے بعد گناہ کرلیا۔ سمجھو اس کو! بعضے بندے کم روتے ہیں لیکن استقامت ان کی ایسی ہے کہ ساری دنیا ایک طرف ہو پھر بھی وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی و نافرمانی نہیں کریں گے۔ اس لئے اگر رونے سے وصال مل جاتا تو سو سال ہم تمنّا کرتے، مطلب یہ ہے کہ رونے کے بعد بے فکر نہ ہوجاؤ کہ آج تو بہت رولئے بس اب کیا پوچھنا ہے، بس اللہ تعالیٰ تک پہنچ گئے، ایسوں ہی کو شیطان مارتا ہے جس دن زیادہ مطمئن ہوتا ہے اسی دن پھر وہ گڑبڑی بھی کراتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ سے خوب آہ وزاری کرو لیکن آہ وزاری کرکے بے فکر نہ ہوجاؤ۔

میرا تجربہ ہے اور عقلاً میں اس پر ایمان رکھتا ہوں کہ اللہ اپنے بندوں کے آنسوؤں کو رائیگاں نہیں کرتا۔ جب گناہ کا تقاضا نہیں ہے اور گناہوں سے بچے ہوئے ہو تو حالتِ امن میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرلو، کچھ آنسو وہاں پہنچا دو

کہ اے اللہ! ہماری حفاظت کرنا تو وہ آنسو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جمع ہوجاتے ہیں اور وقتِ ابتلاء میں کام دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو رحم آجاتا ہے کہ یہ بندہ اپنی حفاظت کے لئے رویا تھا اور اس نے میرے پاس آنسو بھیجے تھے کہ اللہ ہم کو گناہوں سے برباد نہ ہونے دینا، وہ آنسو بارگاہِ الٰہی میں محفوظ کردیے جاتے ہیں، پھر جب یہ مبتلا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان آنسوؤں کو بہانہ بنا کر اپنی رحمت سے اس کی دستگیری فرماتے ہیں، گناہوں سے وہ کتنا ہی دور چلا جائے اللہ تعالیٰ اس کو واپسی کی توفیق دے دیتے ہیں۔ اس لئے اس کا روزانہ کا معمول رکھو۔ ایک دن بھی ناغہ نہ کرو۔ دیکھو! حضور ﷺ نے کتنی دعا مانگی ہے اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ عَیْنَیْنِ ھَطَّالَتَیْنِ اے اللہ! ایسی آنکھیں عطا کردے جو بے حد برسنے والی ہوں، موسلا دھار برسنے والی ہوں تَسْقِیَانِ الْقَلْبَ بِذُرُوْفِ الدَّمْعِ جن آنسوؤں سے دل سیراب اور ہرا بھرا ہوجائے قَبْلَ اَنْ تَکُوْنَ الدُّمُوْعُ دَمًا وَّالْاَضْرَاسُ جَمْرًا قبل اس کے کہ آنسو خون بن جائیں اور داڑھیں آگ بن جائیں یعنی جہنمی رونا چاہیں گے تو ان کے آنسو خون کے آنسو ہوں گے اور داڑھیں انگارے بن جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو محفوظ فرمائیں۔ اس لئے مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

اے دریغا اشکِ من دریا بدے
تا نثارِ دلبرے زیبا شدے

کاش میرے آنسو دریا ہوجاتے، تو میں اس محبوب حقیقی تعالیٰ شانہ پر قربان کردیتا۔ بعض لوگ اندر اندر روتے ہیں، اس لئے ان کو حقیر مت سمجھو۔ ایک شخص نے حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ مجھے رونا نہیں آتا۔ فرمایا کہ نہ رونے کا جو غم ہے، یہ دل کا رونا ہے اور دل کا رونا آنکھ کے رونے سے افضل ہے۔ سبحان اللہ، حضرت کسی کو بھی مایوس نہیں فرماتے تھے۔

جتنی بڑی آپ کی ذات ہے اُتنا ہم پر فضل فرمادیجئے

اے اللہ! آپ ہم سب سے راضی ہوجائیے، اپنی ناراضگی کو ہم سب سے دور فرمالیجیے اور اپنی رحمت سے اپنی رضا کی حیات نصیب فرمائیے، ناراضگی کی زندگی سے ہم سب کو نجات نصیب فرمائیے، یا اللہ! ہم مانگتے مانگتے تھک گئے ہیں اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ دعا فرماتے تھے کہ اے اللہ! ہم مانگتے مانگتے تھک گئے ہیں اب آپ ہمیں بے مانگے عطا فرمادیجئے، آپ علیم وخبیر ہیں، اپنے علم کے اعتبار سے بھی اور اپنی رحمتوں کے اعتبار سے بھی لہٰذا جو دعا ہم نہ مانگ سکے ہماری وہ ضروریات بھی آپ کے علم میں ہیں انہیں بے مانگے عطا فرمادیجئے اور اے اللہ آپ کے ایک بزرگ بندے نے اس طرح دعا فرمائی تھی کہ اے اللہ! آپ کا نام بہت بڑا نام ہے جتنا بڑا آپ کا نام ہے اُتنی بڑی رحمت ہم پر نازل فرمادیجئے لہٰذا ہم سب بھی آپ سے دعا کرتے ہیں کہ آپ کا نام بہت بڑا نام ہے جتنا بڑا آپ کا نام ہے اتنی بڑی بخششیں اور رحمتیں ہم سب پر برسا دیجئے، اے اللہ! ایک مجذوب یوں دعا کررہا تھا کہ

اے اللہ! میرے یہ چھوٹے چھوٹے ہاتھ آپ کے بنائے ہوئے ہیں، میرے ان چھوٹے چھوٹے ہاتھوں میں اپنے بڑے بڑے ہاتھوں سے عنایت فرما دیجئے ؎

دست بکشا جانب زنبیل ما

اے اللہ! ہماری خالی جھولیوں کی طرف اپنا دستِ مبارک بڑھائیے، اے اللہ! ہماری جھولیاں صرف خالی نہیں ہیں بلکہ ان میں گناہوں کے بڑے بڑے دفتر رکھے ہوئے ہیں، اے اللہ! اپنا ہاتھ بڑھا کر ہماری ان داغ دار جھولیوں کو اپنی رحمت کے خزانوں سے بھر دیجئے، تقویٰ کی نعمتیں اور وہ ساری نعمتیں جو آپ اولیائے صدیقین کو عطا کرتے ہیں وہ سب ہمیں بھی عطا فرما کر اپنا بنا لیجیے، آمین۔

بعض جامع دعائیں

ارشاد فرمایا کہ ہر دعا کے قبل اور بعد درود شریف پڑھ لینا دعا کی قبولیت کا نہایت قوی ذریعہ ہے۔ دعا کر لو بھئی اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ یا اللہ! ہم سب کو اپنی محبت نصیب فرما، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نصیب فرما، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت نصیب فرما، تمام اولیاء اللہ کی محبت نصیب فرما۔ یا اللہ! ہم سب کو اپنی رحمت سے اللہ والا بنا دے، ہماری دنیا میں بھی برکت عطا فرما اور آخرت کے بھی سب کام بنا دے۔ یا اللہ! ہم میں سے جو مقروض ہیں ان کا قرضہ ادا فرما دے، جو بیمار ہیں ان کو شفا دے دے اور جس کو کسی گناہ کی عادت ہو اس کا گناہ چھڑا دے۔ یا اللہ! اپنی رحمت سے جن کی بیٹیوں کو رشتے نہیں مل رہے، اُنہیں اچھے رشتے عطا فرما دے۔ یا اللہ! جن کی بیٹیاں مظلوم ہوں، داماد ستا رہا ہو، اس داماد کو نیک اور رحم دل بنا دے۔ یا اللہ! جو مسلمان جس جس مصیبت میں مبتلا ہوں، یا اللہ! ان کی مصیبتوں کو دور فرما دے۔ یا اللہ! مسلمان جس جس ملک میں مظلوم ہوں ان کو مظلومیت سے نجات نصیب فرما، ان کی عزت و شوکت کا انتظام فرما۔ یا اللہ! مسلمانوں کو عزت اور عافیت دے دے۔ اے اللہ! فلسطینیوں کو عزت اور عافیت دے دے۔ یا اللہ! جتنے کافر ممالک مسلمانوں پر ظلم ڈھا رہے ہیں، اے اللہ! ان سب کو مغلوب فرما، ان کے شر سے مسلمانوں کو محفوظ و مامون فرما، سارے عالم کے مسلمانوں پر یا اللہ! اپنی رحمت کی بارش فرما دے اور جن لوگوں نے اس جلسہ کا انتظام کیا ہے، جنہوں نے اپنے پیسے خرچ کئے ہیں جنہوں نے ہم لوگوں کو بلایا ہے اے اللہ! تیرا ذکر ہوا، حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہوا، اولیاء اللہ کا ذکر ہوا، اے اللہ! اس گھر والوں پر رحمت نازل فرما، تمام انتظامات کرنے والوں کو اور جنہوں نے شرکت کی ہے، یا اللہ! کسی کو بھی محروم نہ فرما، سب کے سینوں کو یا اللہ! اپنی محبت سے بھر دے۔ اے اللہ! ہماری قسمتوں کو بدل دے۔ یا اللہ! ہماری شقاوتوں کو سعادتوں سے تبدیل فرما دے، آمین۔

جو باتیں عرض کی گئی ہیں اللہ اپنی رحمت سے انہیں قبول فرمالے اور اپنی محبت کا عظیم الشان درد ہم کو بھی اور ہماری مائیں بہنیں جو آئی ہوئی ہیں ان کو بھی عطا فرمادے، اے خدا! اپنے کاروبار کو چھوڑ کر، بال بچوں کو چھوڑ کر یہاں دور دور سے لوگ آئے ہیں، یا اللہ! ان میں سے کسی کو بھی اپنی رحمت سے محروم نہ فرما، اپنی شانِ جذب کی تجلی، شانِ اجتباء کی تجلی اس خانقاہ کے ذرّے ذرّے میں داخل فرمادے کہ جو یہاں داخل ہو وہ آپ کا بن جائے، اسے آپ کا اتنا قوی تعلق نصیب ہوجائے کہ معاشرہ اور دنیا اور کائنات کی کوئی طاقت اسے آپ سے چھڑا نہ سکے۔ یا اللہ! ہمیں اس نفس سے بچا کر اپنی رحمت کے صدقے میں، رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں اور ان بزرگوں کے صدقے میں جن کی آپ نے ہم کو جوتیاں اٹھانے کی سعادت بخشی ہے ہماری جانوں کو اپنی ذاتِ پاک سے اس طرح چپکا لیجیے کہ ساری کائنات ہمیں کھینچنا چاہے تو بھی ہم آپ کی آغوشِ رحمت سے دور نہ ہوسکیں۔ یا اللہ! تمام گناہوں کو چھوڑ دینے کی توفیق عطا فرمادے، جن باتوں سے آپ ناراض ہوتے ہیں، ہمارے قلب کو ان باتوں سے سخت نفرت اور نہایت کراہت اور شدید انقباض عطا فرمادیجئے اور جن باتوں سے آپ خوش ہوتے ہیں اس کی فہم اور سمجھ دے دیجئے۔

اَللّٰهُمَّ اَلْهِمْنَا رُشْدَنَا وَاَعِذْنَا مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا اے اللہ! ہدایت کے راستے ہمارے دلوں میں ڈال دے اور ہمارے نفوس کے شرور سے ہمیں تحفظ عطا فرما۔ ہم سب کو اپنا محبوب و مقبول بنا، وہ لمحات جو آپ کے ذکر میں گذرے آپ ان کو شرفِ قبولیت عطا فرما کر ہم سب کو اپنا مقبول و محبوب بنا لیجیے۔ اختر جانتا ہے کہ اس کی کوئی قیمت نہیں ہے، لیکن اے اللہ! آپ کے کرم اور آپ کے لائق ہونے کا یقین رکھتے ہوئے کہ آپ کریم ہیں اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کریم وہ ہے جو نالائقوں پر فضل کردے بس ہم تو آپ کے کریم ہونے کی بھیک مانگتے ہیں کہ اے اللہ! ہماری نالائقیوں کے باوجود ہم سب کو اپنے اولیائے صدیقین کا مقام نصیب فرما کر ہماری جانوں کو جذب فرما لیجیے۔ اے اللہ! ہمارے دن قلیل ہوتے جارہے ہیں لہٰذا اپنے انعامات کے خزانے جلد از جلد ہم پر برسا دیجئے تاکہ ہم آپ کی نعمتوں کو جاننے کا زمانہ پائیں اور ان نعمتوں کا شکر ادا کرسکیں اور آپ کی نعمتوں کی شکر گذاری کے ساتھ آپ کے پاس آئیں۔

استغفار کا ایک مضمون دعا میں یہ بھی ہے کہ اے اللہ موقعِ سکوت پر میرا نطق اور موقعِ نطق پر میرا سکوت اور موقعِ اظہار پر میرا اخفاء اور موقعِ اخفاء پر میرا اظہار سب معاف فرمادیجئے۔ جملہ اقوال و اعمال و حرکات و سکنات سب عفو فرمادیجئے کہ کسی طرح سے میں ان پر مطمئن نہیں ۔

من نہ گویم کہ طاعتم بپذیر
قلم عفو بر گناہم کش

(اے خدا! میں یہ نہیں کہتا کہ آپ میری نیکیوں کو قبول فرمالیں، میں تو یہ چاہتا ہوں کہ آپ اپنا معافی کا قلم میرے گناہوں پر پھیر دیں)

بعض منتخب دعائیں

(۱)۔اب دعا کر لیجیے ''هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا'' کے تحت یااللہ ہم سب آپ سے رحمتِ جذب کی فریاد کرتے ہیں اور اس رحمت کی درخواست کرتے ہیں جس سے گناہ چھوڑنے کی توفیق عطا ہوتی ہے اور اس رحمت کی درخواست کرتے ہیں جس سے بدبختی اور شقاوت سے نجات ملتی ہے۔ اے خدا ہم سب کو سلامتی اعضاء اور سلامتی ایمان کے ساتھ حیات نصیب فرما اور سلامتی اعضاء اور سلامتی ایمان سے دنیا سے اٹھا۔ مرتے دم تک بلڈ کینسر نہ ہو، گردے بیکار نہ ہوں، فالج نہ گرے لقوہ نہ گرے تقویٰ نہ ٹوٹے یعنی آپ کی نافرمانی میں منہ کالا نہ ہو۔ اپنی رحمت سے ہم سب کو روسیاہی سے بچالے۔ آپ کی ناراضگی سے بڑھ کر کوئی مصیبت دنیا میں نہیں ہے، اے خدا! ساری دنیا کی مصیبت اگر جمع کر کے کسی ترازو کے پلڑے میں رکھ دی جائے اور کسی بندے سے آپ ناراض ہوں تو سب سے بڑی اور سخت مصیبت میں وہ ہے جس سے آپ ناراض ہوں۔

اس لئے اَللّٰهُمَّ اِنِّيْٓ اَسْأَلُكَ رِضَاكَ وَالْجَنَّةَ اے خدا! ہم آپ سے آپ کی خوشنودی کی درخواست کرتے ہیں اور جنت مانگتے ہیں۔ حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کو جنت سے پہلے بیان کیا ہے وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ سَخَطِكَ وَالنَّارِ اور تیری ناراضگی سے پناہ چاہتے ہیں اور دوزخ سے پناہ چاہتے ہیں۔ ناراضگی کو اللہ کے رسول ﷺ نے دوزخ سے زیادہ اہمیت دی اس لئے اس کو پہلے بیان فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ہماری عقل وایمان درست فرمادے اور ہمیں جسمانی روحانی صحت عطا فرمائے۔

جو مقروض ہو اس کا قرضہ دور فرما جو بے روزگار ہو اس کو روزگار عطا فرما۔ جس کی بیٹی کو رشتہ نہ مل رہا ہو اس کی بیٹی کو اچھا رشتہ عطا فرمادے، جس کو داماد ظالم ملا ہو اس کو ظلم سے توبہ نصیب فرما کر مہربان کردے، رحمت سے شفقت سے معاملہ کرنے کی توفیق عطا فرما۔ بیوی ستارہی ہو تو اس ظالمہ کا دل بھی نرم کردے، اسے اپنے شوہر کی خدمت اور عزت کی توفیق عطا فرما اور جن کو اللہ والوں سے محبت نہ ہو تو ان کی جانوں میں اپنی رحمت سے اپنے مقبولین کی محبت عطا فرما اور ہم سب کو اپنے مقبول ومحبوب بندوں کی محبت نصیب فرمادے اور اولیائے صدیقین کی جو آخری سرحد ہے ہم سب کو اپنی رحمت سے وہاں تک پہنچادے۔ یااللہ جس کو جو پریشانی ہے سب اپنی اپنی پریشانیوں کو دل میں سوچ لیجیے یا رب العالمین جس کو جو پریشانی ہو، غم ہو، سب کے غم اور پریشانیوں کو سکون اور خوشیوں سے تبدیل فرمادیجئے اور ہم سب کی تمام جائز حاجتوں کو پوری فرمادیجئے۔

(۲)۔اے اللہ! حقِ ضابطہ کی بجائے ہم بحقِ رابطہ آپ سے مانگتے ہیں کہ آپ وہ ارحم الراحمین ہیں جو مولائے رحمۃ للعالمین ہیں۔آج زندگی میں پہلی دفعہ اللہ کی رحمت سے اختر اس عنوان سے فریاد کررہا ہے کہ آپ ارحم الراحمین ہیں مگر آپ کس پیغمبر کے مولیٰ ہیں؟ سیّدالانبیاء رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے مولیٰ ارحم الراحمین ہیں۔ یوں تو آپ ہم سب کے مولیٰ ہیں، سارے عالم کے مولیٰ ہیں لیکن رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے مولیٰ ہونے کی نسبت سے، عظیم الشان منسوب الیہ کی نسبت سے بے مثل ارحم الراحمین کی شانِ رحمت کی معرفت میں اضافہ ہوتا ہے کہ آپ اس نبئ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے مولیٰ ہیں جو رحمتِ ارحم الراحمین کا مظہرِ اتم ہے، آپ کی رحمت کا کامل نمونہ ہے۔جن کی شان یہ ہے کہ مکہ کے ظالموں کو، ستانے والوں کو، حالتِ نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اونٹ کی اوجھڑی ڈالنے والوں کو، راہ میں کانٹے بچھانے والوں کو، طائف کے بازار میں پتھر مار کر آپ کے سرِ مبارک کے خونِ مبارک سے نعلین بھرنے والے ظالموں کو فرمادیا کہ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ آج کے دن تم سے کوئی انتقام نہیں، جو بھائی یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے ساتھ کیا وہی تمہارا بھائی آج تمہارے ساتھ رحمت کا معاملہ کرے گا۔ آہ! ایسے ظالموں کو بھائی بھی فرما رہے ہیں۔تو ایسے نبئ رحمت کے آپ مولیٰ ہیں، پھر آپ کی رحمت کا کیا ٹھکانہ ہوگا! ہمارے وہم وگمان سے اور قیل وقال سے آپ کی رحمت بے پایاں، بالاتر ہے۔

پس بحقِ ضابطہ ہم مستحقِ رسوائی ہیں لیکن اے ارحم الراحمین اے مولائے رحمۃ للعالمین ہم آپ سے بحقِ رابطہ بحقِ رحمتِ رحمۃ للعالمین فریاد کرتے ہیں کہ ہم رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں اور اس نسبتِ غلامی کا آپ کو واسطہ دیتے ہیں کہ لَا تُخْزِنِيْ ہمیں رسوا نہ کیجئے، معاف کردیجئے کیونکہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو جو یہ دعا سکھائی تو اس منفی میں مثبت درخواست پوشیدہ ہے کہ اے خدا! آپ کو ہمیں رسوا کرنے کی جتنی قدرت ہے اتنی ہی قدرت رسوا نہ کرنے کی بھی ہے۔آپ کو دونوں قدرت حاصل ہے۔ چاہیں تو بحقِ ضابطہ آپ ہم کو ذلیل ورسوا کردیں کہ سارے عالم کو ہم منہ دکھانے کے قابل نہ رہیں اور چاہیں تو بحقِ رابطہ، بحقِ رحمت اور بحقِ محبت جو ہمیں پیدا کرنے اور پالنے کی وجہ سے آپ کو ہم سے ہے اپنی اس رسوا کرنے والی قدرت کے قضیہ کا عکس کردیں اور ہمیں رسوا نہ کریں کیونکہ ہمیں آپ کے خاص بندوں اور بڑے بڑے علماء نے بتایا ہے کہ فلسفہ کا قاعدہ مسلمہ ہے کہ قدرت ضدین سے متعلق ہوتی ہے یعنی قادر وہ ہے جو ضدین پر قادر ہو کہ جو کام کرسکتا ہو وہ نہ بھی کرسکتا ہو اور جو دوطرفہ قدرت نہ رکھتا ہو وہ مجبور ہوتا ہے اور آپ مجبور نہیں ہیں۔آپ جس طرح رسوا کرنے والی صفت کے ظہور پر قادر ہیں اسی طرح اپنی اس صفت کو ظاہر نہ کرنے پر بھی قادر ہیں یعنی آپ کو دونوں قدرت ہے۔آپ ہم کو جتنا رسوا کرنے کی قدرت رکھتے ہیں اُتنا ہی

رسوا نہ کرنے کی بھی قدرت رکھتے ہیں لہٰذا اے ارحم الراحمین اپنی رحمت کے صدقہ میں اپنی رسوا کرنے والی صفت ہم پر ظاہر نہ کیجئے بلکہ اس کا ضد اور عکس یعنی رسوا نہ کرنے والی صفت کا ہم پر ظہور فرما دیجئے۔

اسی لئے دعا کرتا ہوں کہ اَللّٰھُمَّ لَا تُخْزِنِیْ فَاِنَّكَ بِیْ عَالِمٌ اے اللہ! مجھے رسوا نہ کیجئے کہ آپ میرے تمام گناہوں سے باخبر ہیں۔ اب دوسرا جملہ بھی اسی سرکارِ عالیہ کا ہے جس کا پہلا جملہ ابھی آپ سن چکے ہیں۔ اب اسی دربارِ عالیہ کا دوسرا جملہ بھی مسجدِ اشرف سے نشر کرنے کا شرف حاصل ہو رہا ہے: وَلَا تُعَذِّبْنِیْ فَاِنَّكَ عَلَیَّ قَادِرٌ اور اے خدا! ہم کو عذاب نہ دیجئے کہ ہمیں عذاب دینے کی بحقِ قانون وضابطہ آپ کو پوری قدرت حاصل ہے لیکن اے مولیٰ! جتنا عذاب دینے کی آپ کو قدرت ہے تو اس قضیہ کے عکس کی یعنی عذاب نہ دینے کی بھی آپ کو قدرت حاصل ہے۔ عذاب دینے کی یک طرفہ قدرت کے اظہار پر آپ مجبور نہیں ہیں لہٰذا ہم بے کسوں، غریبوں اور گنہگاروں پر آپ رحم فرما کر عذاب نہ دینے کی قدرت کا ظہور فرما دیجئے اور ہمارا بیڑہ پار کر دیجئے۔ یہ ہم آپ سے بحقِ رابطہ مانگتے ہیں کہ آپ مولائے رحمۃ للعالمین ہیں اور اس نبی رحمت کی یہ شان ہے جنھوں نے اپنے خون کے پیاسوں کو معاف فرما دیا تو آپ کی شانِ ارحم الراحمین کا کیا عالم ہوگا!

(۳)۔ دو رکعات صلوٰۃ الحاجت پڑھو اور صلوٰۃ الحاجت پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے خوب مانگو، جس وقت دعا میں بندہ کا ہاتھ اٹھتا ہے تو اس وقت ساری کائنات اس کے ہاتھوں کے نیچے ہوتی ہے۔ دعا مانگنے والے کا ہاتھ اللہ کے سامنے ہوتا ہے اور ساتوں آسمان وزمین نیچے ہو جاتے ہیں۔ دیکھئے! جس کا ہاتھ خدا کے سامنے ہے تو ساری مخلوق اس کے سامنے ہیچ ہے، ساری کائنات سارے عالم، زمین وآسمان اس کے ہاتھوں کے نیچے ہیں، دعا مانگنے سے اتنا اونچا مقام ملتا ہے۔ یہ بات ڈاکٹر عبد الحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی تھی کہ جب بندہ دعا مانگتا ہے تو ساری کائنات اس کے ہاتھوں کے نیچے ہو جاتی ہے اور ایک مجذوب نے تو عجیب دعا مانگی کہ یا اللہ! میرے چھوٹے چھوٹے ہاتھ جو آپ ہی کے بنائے ہوئے ہیں تو آپ کے بنائے ہوئے ہاتھ آپ ہی کے حضور میں اٹھے ہوئے ہیں ان کو محروم واپس نہ لوٹایئے، میرے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں میں اپنے بڑے بڑے ہاتھوں سے دے دیجئے۔ مجذوبوں کی دعا بھی کیا پیاری ہوتی ہے!

(۴)۔ غرض سب کچھ مانگنے کے بعد آخر میں اللہ تعالیٰ سے اللہ تعالیٰ کو مانگ لو کہ اے اللہ! ہم آپ سے آپ کو مانگتے ہیں کہ آپ ہم سے راضی اور خوش ہو جایئے، اپنی ناراضگی کو ہم سے اٹھا لیجیے، ہمیں اپنا بنا لیجیے۔ اور اللہ سے کہو کہ نفس وشیطان یہ دو غنڈے ہم کو ستاتے ہیں ہمیں آپ کے قرب سے کھینچ کر گناہوں میں مبتلا کر کے آپ سے

دور کرتے ہیں، اے خدا! اگر کوئی بیٹا اپنے ابّا سے درخواست کرے کہ دو غنڈے ہم کو پکڑے ہوئے ہیں، یہ ہم کو آپ کے پاس نہیں آنے دیتے تو اگر باپ طاقتور ہے تو اپنی پوری طاقت کو خرچ کر دیتا ہے اور غنڈوں کو مار بھگاتا ہے تو اے خدا! آپ تو ہمارے ربّا ہیں آپ کی رحمت کیا ابّا کی رحمت سے کم ہے؟ ابّا کی رحمت تو آپ کی رحمت کا ایک ذرہ ہے لہٰذا آپ اپنی رحمت سے ان دو غنڈوں سے ہم کو چھڑا کر اپنا بنا لیجیے۔ نفس وشیطان کی غلامی سے نکال کر ہمیں سو فیصد اپنی فرمانبرداری کے لئے قبول فرما لیجیے۔ میری ان گزارشات پر عمل کر کے تو دیکھئے۔ بدنگاہی کا، عشق مجازی کا، غیر اللہ سے محبت کرنے کا سو برس کا ناسور بھی ہوگا تو دیکھنا کس طرح اللہ تعالیٰ مدد بھیجتے ہیں، آپ حیران ہوں گے کہ ہائے میرا یہ پاپی دل اللہ والا کیسے بنا جا رہا ہے؟ آپ کی دعا قبول ہو جائے گی، ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو نفس وشیطان سے چھڑا لیں گے۔

(۵)۔ یہ چار اسمائے اعظم ہیں ان کو پڑھ کر دعا مانگنے کا معمول بنالیں۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِاَنَّ لَكَ الْحَمْدُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْمَنَّانُ بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِ کْرَامِ یَاحَیُّ یَا قَیُّوْمُ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِاَنَّكَ اَنْتَ اللهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ وَّبِحَقِّ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِاسْمِكَ الَّذِیْ مَلَئَتْ بِهِ الْعَرْشَ وَبِحَقِّ اَللّٰھُمَّ اِنَّكَ مَلِیْكٌ مُّقْتَدِرٌ مَّا تَشَآءُ مِنْ اَمْرٍ یَّکُوْنُ اَسْعِدْنَا فِی الدَّارَیْنِ وَ كُنْ لَّنَا وَلَا تَکُنْ عَلَیْنَا وَ انْصُرْنَا عَلٰی مَنْ بَغٰی عَلَیْنَا وَاَعِذْنَا مِنْ هَمِّ الدَّیْنِ وَقَھْرِ الرِّجَالِ وَشَمَاتَةِ الْاَعْدَاءِ وَصَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی نَبِیِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَبِحَقِّ الٓمّٓ اللهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَبِحَقِّ وَاِلٰھُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ وَبِحَقِّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ

یا اللہ! ہم کو نفس وشیطان دبوچے ہوئے ہیں۔ ہم میں سے جس کو جس گناہ کی عادت ہو، یا اللہ! جس کو جھوٹ بولنے کی عادت ہو، جس کو بدنگاہی کی عادت ہو، کسی کے دل میں تکبر اور بڑائی ہو کسی کے دل میں عورتوں کا عشق ومحبت ہو یا اللہ! جس کو جو جسمانی یا روحانی بیماری ہو آپ اپنی رحمت سے اور اسمِ اعظم جتنے پڑھے یا اللہ! ان کی برکتوں سے اور ہمارے اکابر کی برکتوں سے جن کے دامن ہم نے پکڑے ہیں، ہم سب کی جسمانی اور روحانی بیماریوں کو شفا عطا فرما۔ یا اللہ! نفس وشیطان کے دست وبازو سے چھڑا کر آپ اپنے دست وبازو کی طاقت میں لے کر ہماری حفاظت فرمائیے، یا اللہ! اپنی رحمت سے حفاظت کا تالا ہمارے دلوں پر لگا دیجئے۔ آپ کے تالے کو پھر کون مخلوق ہے جو کنجی لگا سکے۔ یا اللہ! آپ ہمیں اپنی حفاظت میں قبول فرما لیجیے اور ہم سب کو اپنا بنا لیجیے، نفس وشیطان سے چھڑا کر سو فیصد اپنا بنا لیجیے۔

اولیاءاللہ کا جو آخری مقام صدیقین ہے اپنی رحمت سے اپنے کریم ہونے کے صدقہ میں وہاں تک ہمیں پہنچا دیجئے۔ ہم آپ سے عافیت مانگتے ہیں دنیا میں بھی عافیت اور آخرت میں بھی، عفو بھی مانگتے ہیں اور معافات بھی مانگتے ہیں۔

احقر راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ کئی بار حضرت والا سے سنا کہ یا اللہ تعالیٰ! اگر میں نے بشری تقاضے سے کسی کو بددعا بھی دی ہو تو آپ اسے قبول نہ فرمایئے گا کیونکہ اگر اسے کچھ نقصان ہوا تو میرا کیا فائدہ ہوگا؟ اے اللہ! آپ اسے اللہ والا بنا دیجئے۔ فرماتے کہ جب یہ اللہ والا بن جائے گا تو دل میں خوشی ہوگی کہ ہم نے اس کے لئے دعا کی تھی۔

ارشاد فرمایا کہ ایک دعا سکھاتا ہوں۔ (۱) اے اللہ! جن لوگوں نے ہم سے دعاؤں کی فرمائش کی (۲) جن لوگوں نے خط لکھا مگر ڈاکخانوں کی بے اصولیوں کی وجہ سے ہمیں نہیں ملا (۳) جن لوگوں سے ہم نے دعاؤں کا وعدہ کیا (۴) جو ہم سے امید رکھتے ہیں کہ ہم ان کے لئے دعا کریں گے، اے اللہ! چاروں کے لئے میری دعا قبول فرمالیجیے۔ یہ طریقہ میرے مرشد مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے سکھایا تھا۔

اور فرمایا کہ ”میں بہت بیمار ہوں، جو مجھ سے عمر میں بڑے ہیں میں ان سے دعا کی ”درخواست“ کرتا ہوں، جو میرے ہم عمر ہیں ان سے ”گذارش“ کرتا ہوں اور جو میرے چھوٹے ہیں ان سے ”فرمائش“ کرتا ہوں۔ یہ لکھنؤ اور دہلی والوں سے پوچھو کہ ان تمام لغات میں کیا فرق ہے۔“

مایوسی سے نکالنے والا دعا کے بارے میں عجیب عارفانہ ملفوظ

ارشاد فرمایا کہ اگر سینکڑوں نہیں ہزاروں لاکھوں گناہِ کبیرہ بھی ہو جائیں تو بھی اللہ معاف فرمانے پر قادر ہے، جب صدقِ دل سے توبہ کرو گے کبھی اللہ تعالیٰ یہ نہیں فرمائیں گے کہ اے میرے بندے! تیرے گناہ بہت ہو گئے، اب میں معاف نہیں کرسکتا۔ سوچو! جس اللہ کی ایک ادنیٰ مخلوق سمندر میں یہ خاصیت ہو کہ اس کی ایک موج کروڑوں لوگوں کا پیشاب پاخانہ بہا کر لے جائے اور سمندر کا پانی ناپاک نہ ہو تو اس موج اور اس سمندر کے خالق، اللہ کی قدرت کا کیا عالم ہوگا؟ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر ہماری آبرو کو کون سنوارے گا۔

چلی شوخی نہ کچھ بادِ صبا کی
بگڑنے میں بھی زلف اس کی بنا کی

شیطان تو ہم سے خطائیں کرا کے ہمیں ذلیل کرنا چاہتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ سے اگر ہم ندامت کے ساتھ توبہ کریں تو ہماری زلفوں کو بکھیرنے کے لئے شیطان نے جو ہوائیں چلائی تھیں حق تعالیٰ ہماری ذلتوں کے بکھرے ہوئے بالوں کو پھر سے سنوار دیتے ہیں۔ چلی شوخی نہ کچھ بادِ صبا کی۔ بلکہ میں کہتا ہوں۔

چلی شوخی نہ کچھ اس بے حیا کی

یعنی شیطان نے تو کوشش کی تھی کہ اس کو ذلیل کردو مگر بگڑنے میں بھی زلف اس کی بنا کی۔

بس یہ عرض کرتا ہوں کہ تین مرتبہ دو دو رکعت پڑھ کر یہ دعا کرو کیونکہ حدیث پاک میں آیا ہے مَا مِنْ عَبْدٍ مُّؤْمِنٍ لَّا یَخْرُجُ مِنْ عَیْنَیْہِ دُمُوْعٌ الخ یعنی جس بندۂ مومن کی آنکھوں سے بوجہ خشیتِ الٰہی جو آنسو نکلتے ہیں اگرچہ وہ مکھی کے سر کے برابر ہوں تو اللہ تعالیٰ اس بندہ پر دوزخ کی آگ حرام فرما دیتے ہیں۔ محدثِ عظیم ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ کم سے کم تین آنسو تو گراؤ کیونکہ حدیث میں جمع کا لفظ دُمُوْعٌ آیا ہے اور عربی کا جمع کم از کم تین ہوتا ہے، اس لئے کم از کم آنسو کے تین قطرے تو گراؤ، حدیث میں ہے کہ خواہ وہ آنسو مکھی کے سر کے برابر چھوٹے ہی ہوں تو بھی اللہ تعالیٰ کا فضل ہوجائے گا۔ کبھی زمین پر آنسو گراؤ، سجدہ میں رولو، ایک روایت میں یہ بھی ہے۔ غرض کوئی بہانۂ رحمت نہ چھوڑو۔

اس آنسو پر چار قسم کی روایتیں ہیں: ایک یہ کہ مکھی کے سر کے برابر آنسو نکل آئے تو دوزخ کی آگ اس پر حرام ہوجاتی ہے۔ (۲) جہاں جہاں آنسو لگتے ہیں وہاں آگ حرام ہوجاتی ہے تو آنسوؤں کو مَل بھی لینا چاہیے، چہرے پر پھیلالو، داڑھی میں خوب لگالو تاکہ زیادہ سے زیادہ حصے پر جہنم کی آگ حرام ہوجائے۔ اور پھر جب وہ جُز کو جنت کے لئے اٹھائیں گے تو کُل بھی لے لیں گے کیونکہ کریم کی شان کے خلاف ہے کہ ہمارے جُز کو جنت میں داخل کردے باقی کو جہنم میں پھینک دے۔ (۳) ایک روایت میں ہے کہ کچھ آنسو زمین پر گرجائیں، لہٰذا کبھی کبھی بغیر مصلّے کے زمین پر نماز پڑھ کے آنسو گرالو۔ اور زمین کے حکم میں موزیک کا فرش بھی داخل ہے کیونکہ جس پر تیمم جائز ہو وہ سب زمین کی جنس ہیں لہٰذا قالینوں سے ہٹ کر کہیں ایسی جگہ رولو۔ اور اگر اتنا آنسو نہ نکلے تو سجدے میں رولو تاکہ ایک قطرہ بھی گرجائے۔ (۴) اور اگر رونا نہ آئے تو رونے والوں کی شکل بنالو۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بچپن میں نابینا ہوگئے تھے، آپ کی والدہ صاحبہ کثرت سے دعا کرتی تھیں۔ انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں دیکھا، آپ نے فرمایا کہ قَدْ رَدَّ اللہُ بَصَرَ وَلَدِكِ بِكَثْرَةِ دُعَآئِكِ تیرے بچے کی بینائی کو اللہ نے واپس کردیا تیری دعاؤں کی کثرت کی وجہ سے۔ تو معلوم ہوا کہ کثرتِ دعا سے کام بنتا ہے۔ بس دو چار دن دعا کرکے چھوڑنا نہیں چاہیے، دعا میں لگے رہو۔ جو شخص دعا کرکے پھر مایوس ہوجاتا ہے اور دعا کرنا چھوڑ دیتا ہے کہ ارے! اتنے دن مانگتے ہوئے ہوگئے ابھی تک میری دعا کو قبول نہیں کیا، حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص سے ناراض ہوجاتے ہیں۔ کیوں ناراض ہوتے ہیں؟ گویا اس شخص نے اعتراض کیا کہ ہمارا کام اتنے دن میں بن جانا چاہیے تھا، آپ نے اتنے دن میں نہیں بنایا۔ یہ اللہ پر اعتراض ہے، ایسا شخص نادان ہے،

عارف نہیں ہے، اسے پتا ہی نہیں کہ یہ مانگنا کیا کم نعمت ہے ؎

امید بر نہ آنا امید بر آنا ہے
اک عرضِ مسلسل کا کیا خوب بہانہ ہے

اگر دعا میں ہماری امید پوری نہیں ہورہی یا دیر سے پوری ہورہی ہے تو تم کو تو دعا کی توفیق سے اللہ تعالیٰ سے گفتگو کا شرف مل رہا ہے۔ روزانہ کہہ رہے ہو اے اللہ، یا اللہ۔ یہ کیا معمولی نعمت ہے؟ دیکھئے! اپنے موقع پر اشعار کی فٹنگ، یہ میرا رب مجھے عطا کرتا ہے۔ اس لئے دعا کرتے رہیں، بندے کی کوئی حاجت، کوئی پریشانی ایسی نہیں جس کو اللہ تعالیٰ دفع کرنے پر قادر نہ ہوں۔ دیر ہو تو گھبراؤ مت۔ لگے رہو اور اس صبر پر اجرا الگ ملے گا۔ بچے کو تکلیف ہے تو اس کو بھی اجر ملے گا، باپ کو غم ہو رہا ہے اس کو بھی اجر ملے گا۔ اللہ تعالیٰ سے مانگتے رہو، ایک دن ایسا آئے گا کہ اچانک کام بن جائے گا۔ ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ ڈاکٹروں نے مجھے مایوس کردیا ہے کہ تمہاری یہ بیماری اچھی نہیں ہوگی۔ میں نے کہا ڈاکٹروں نے مایوس کیا ہے نا! اللہ تعالیٰ نے تو مایوس نہیں کیا۔ کہا پھر کیا کروں؟ میں نے کہا روزانہ تین مرتبہ نمازِ حاجت پڑھ کر مسنون دعا پڑھو، تین مرتبہ روزانہ پڑھو۔ چند مہینے پڑھا، اس کے بعد ایک دن آئے اور کہنے لگے کہ بغیر دوا کے میرا مرض اچھا ہوگیا، اس مرض کا پتا ہی نہیں چلا کہ کہاں گیا۔ میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ سے رجوع کرو، ہماری ہر حاجت کا یہی علاج ہے۔

ایک دفعہ میرا پوتا اسماعیل بیمار ہوگیا۔ میں ان دنوں ڈھاکہ میں تھا۔ مولانا مظہر میاں نے مجھے فون کیا کہ آپریشن تجویز ہے، میں نے ہسپتال میں اس کے لئے کمرہ لے لیا ہے۔ میں نے کہا ایک ہفتے کے لئے مہلت دو، مجھے اللہ سے مانگنے کا موقع دو، ایک ہفتے کے بعد تمہیں اختیار ہے، تمہارا بچہ ہے جو چاہو کرو، لیکن ہمارا بھی تو کچھ ہے۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے رورو کے عرض کیا کہ یا اللہ! میرے بچے کو آپریشن کے بغیر اچھا کردیجئے۔ آج چار پانچ سال ہوگئے آپریشن نہیں ہوا، بالکل مرض ہی غائب ہوگیا۔ اللہ سے مانگ کر کے تو دیکھو۔ اگر اپنے ربّا کے اوپر ہم ناز نہیں کریں گے تو کس پر ناز کریں گے؟ کوئی اور ہے کیا؟ کیا کوئی اور دروازہ بھی ہے جس پر ہم جائیں؟ ؎

نہ پوچھے سوا نیکو کاروں کے گر تُو
کہاں جائے بندہ گنہگار تیرا

کوئی بھی مرض ہو، چاہے جسمانی ناسور ہو یا روحانی ناسور ہو، پرانے سے پرانا پاپی اور مجرم ہو، مجرمانہ عادت رکھتا ہو اللہ سے رورو کر مانگے، نہ ٹھیک ہو تو کہنا اختر کیا کہہ رہا تھا، اللہ تعالیٰ غیب سے اسباب پیدا کریں گے۔ جیسے کہ ماں دیکھتی ہے کہ میرا بچہ مٹی کھاتا ہے تو ماں چار کام کرتی ہے۔(۱) اگر اس نے چھپ کر کے مٹی کھالی اور ماں کو پتا چل گیا تو

حلق میں انگلی ڈال کر مٹی نکال دے گی۔اسی طرح اللہ تعالیٰ گناہوں کا لیا ہوا مزہ آنکھوں سے آنسو نکلوا کر اگلوا دیتے ہیں (۲) اگر مٹی بچہ کے پیٹ میں پہنچ گئی تو ماں آپریشن بھی کراتی ہے۔اسی طرح جو گناہوں میں مبتلا ہوجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ پھر اس کو کسی مصیبت میں مبتلا کردیں گے جس سے اس کے دل کے ذرے ذرے میں اضطراری کیفیت پیدا ہوجائے گی، یہ اضطرار غیبی آپریشن ہے۔ایسے مسائل آجائیں گے جس سے گھبرا کر وہ توبہ کرے گا، اللہ تعالیٰ کے سامنے روئے گا۔ (۳) گھر میں جہاں کہیں مٹی ہوتی ہے تو ماں اس کو جھاڑو سے صاف کردیتی ہے۔اسی طرح اللہ تعالیٰ جس کو اپنا مقبول بناتے ہیں اس سے اسبابِ معصیت دور فرما دیتے ہیں۔(۴) اگر محلہ کا کوئی لڑکا اس کے بچہ کو کھلانے کے لئے مٹی چھپا کر لائے تو ماں اس لڑکے کو تھپڑ مارتی ہے۔اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی ان لوگوں کو ہلاک اور برباد کرتے ہیں جو اُن کے خاص بندوں کے لئے گناہوں کے اسباب پیدا کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کی کیسے حفاظت کرتے ہیں اس کے یہ چار طریقے میں نے عرض کردیے۔

یہ حدیث اَللّٰھُمَّ وَاقِیَۃً کَوَاقِیَۃِ الْوَلِیْدِ کی شرح ہے۔ترجمہ: آپ ہماری ایسی حفاظت کیجئے جیسے ماں اپنے چھوٹے بچے کی حفاظت کرتی ہے۔اگر آپ نے ہمیں ہمارے نفس کے حوالہ کردیا تو ہم ایسے نالائق ہیں کہ اپنے ہاتھوں سے اپنے پاؤں پر کلہاڑی ماریں گے لہٰذا آپ ہمارا ہاتھ پکڑ لیجیے اور ہمیں اپنی نافرمانی نہ کرنے دیجئے کیونکہ ہمارا ہاتھ تو گندگی میں جاتا ہے، گندے گندے کاموں کی طرف بڑھتا ہے جیسے چھوٹا بچہ اپنی اماں سے کہہ دے کہ اے اماں! میں نادان ہوں، میری تو فطرت ہی خراب ہے، میرے اندر بھلے برے کی بھی تمیز نہیں۔پس اگر میں پیشاب پاخانے میں ہاتھ ڈالوں تو قبل اس کے کہ وہ گندگی میں ملوث ہو اس وقت آپ میرا ہاتھ پکڑ لیا کیجئے۔تو اے خدا! اس وقت ماں اس کی کیسی حفاظت کرے گی۔اے اللہ! آپ تو ماؤں کی محبت اور مامتا کے خالق ہیں؎

مادراں را مہر من آموختم

ماؤں کو محبت کرنا تو آپ ہی نے سکھایا لہٰذا ہم آپ سے فریاد کرتے ہیں کہ اَللّٰھُمَّ وَاقِیَۃً کَوَاقِیَۃِ الْوَلِیْدِ آپ ہماری ایسی حفاظت کیجئے جیسے ماں اپنے چھوٹے بچہ کی کرتی ہے کیونکہ اے خدا! مومن کے لئے دنیا میں اس سے بڑھ کر کوئی ذلیل ترین کام نہیں کہ وہ آپ کی نافرمانی کرکے اپنے قلب اور قالب کو ناپاک کرلے اور آپ سے دور ہوجائے لہٰذا اے اللہ! ہمیں ہمارے نفس کے حوالہ نہ کیجئے اور اپنی خاص مدد شاملِ حال کرکے نفس کے ہاتھوں سے ہمیں چھڑا لیجیے؎

پردہ را بردار و پردہ ما مدر

ہمارے اندر گناہوں کے جو تقاضے اور گناہوں کا جو خبیث ذوق ہے، اس پر اپنی رحمت اور ستاری کے پردے کو قائم رکھئے، اس پردہ کو اٹھنے نہ دیجئے، اپنی ستاری اور پردہ پوشی کا پردہ نہ پھاڑیئے یعنی ہمارے عیبوں کو ظاہر نہ کیجئے

ورنہ ہم ذلیل ورسوا ہوجائیں گے کیونکہ اے اللہ! گناہوں پر مسلسل اصرار کی وجہ سے آپ جس سے انتقام لیتے ہیں تو اس کا پردۂ ستاریت پھاڑ دیا جاتا ہے اور وہ سارے عالم میں رسوا ہوجاتا ہے لہٰذا ؎

اے خدا ایں بندہ را رسوا مکن

گر بدم من سرّ من پیدا مکن

اے اللہ! اپنے اس بندہ کو رسوا نہ کیجئے۔ اگرچہ میں انتہائی نالائق ہوں لیکن میری نالائقیوں اور میرے عیبوں کو اپنے بندوں پر ظاہر نہ کیجئے۔

دعا کے بارے میں حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک غیر مطبوعہ ملفوظ

حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید جناب عبدالوحید خان صاحب (مرحوم) نے بیان کیا کہ وہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حاضر تھے جب انہوں نے حکیم الامت سے براہ راست یہ ملفوظ سنا۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ ۸۰/ برس کے تصوف کا نچوڑ بیان کرتا ہوں کہ جب کوئی ضرورت پیش آئے تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرلیا کرے، اس سے اللہ تعالیٰ سے خاص تعلق، اعتماد اور بھروسہ پیدا ہوگا اور قلب کو اطمینان ہوگا اور جب کام ہوجائے گا تو اعتماد میں اضافہ ہوگا اور زندگی بھر کے لئے اطمینان ہوجائے گا کہ جب کوئی بات پیش آئے گی اللہ تعالیٰ سے عرض کردوں گا اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ بھی خوش ہوں گے کہ یہ ہمارا ہے کہ بے چارہ کو جب بھی کوئی بات پیش آتی ہے مجھے ہی یاد کرتا ہے، مجھ کو ہی حاجت روا اور فریادرس سمجھتا ہے۔

پھر فرمایا کہ بعض لوگوں کو گنہگار ہونے کی وجہ سے شیطان بہکاتا ہے اور دعا سے روکتا ہے کہ تم تو اتنے گنہگار ہو، تمہاری دعا کیا قبول ہوگی؟ تو شیطان نے تو اللہ تعالیٰ کے عین غضب اور عتاب کے وقت دعا کی تھی، اس کی دعا کیوں قبول ہوئی؟ جب اس کی غضب اور مردودیت کے وقت قبول ہوگئی تو کیا ہم شیطان سے گئے گذرے ہیں؟ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے ہم مومن ہیں، ہماری کیوں قبول نہ ہوگی۔ وعدہ ہے کہ مومن کی دعا رد نہیں ہوتی۔ پھر فرمایا کہ ایک مثال سے گناہ کی حقیقت سمجھ لیں تو شیطان کے مایوس کرنے سے کبھی رحمتِ حق سے مایوس نہ ہوں گے۔ ایک مچھر ایک بیل کے سینگ پر بیٹھ گیا جب اُڑنے لگا تو معافی کی درخواست کی کہ بیل رے بیل! میں نے آپ کو بڑی تکلیف دی، مجھے معاف کردیجئے۔ بیل نے کہا کہ ابے کیسی تکلیف؟ مجھے نہ تیرے آنے کی خبر، نہ جانے کی خبر۔ مچھر کو جو نسبت بیل سے ہے ہمارے گناہوں کو اللہ تعالیٰ کے سامنے اتنی نسبت بھی نہیں۔

غفلت کا ان کے دل پہ نہ کرنا کبھی گماں
ہنستے ہیں ایک درد بھرا دل لئے ہوئے

(حضرت والا نور اللہ مرقدہ)

سترہواں باب
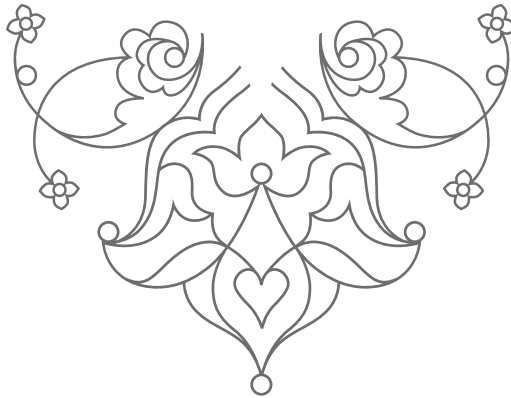
مزاح کے بیان میں

یہ عاشقوں کی ہے محفل یہاں کا رنگ عجیب
گہے ہنسائے تو گاہے رلائے جاتے ہیں

حضرت انیس صاحب الہ آبادی دامت برکاتہم

مزاح کے بیان میں

احقر راقم الحروف عشرت جمیل میرعرض کرتا ہے کہ حضرت والا کی پوری زندگی صبر وتسلیم ورضا سے تعبیر رہی، ۱۳ برس سے حضرت والا صاحبِ فراش تھے لیکن تسلیم ورضا کا پیکر تھے، اگر حضرت والا کی اس حالت کو نہ دیکھا ہوتا تو معلوم ہی نہ ہوتا کہ تسلیم ورضا کسے کہتے ہیں۔ اس حالت میں بھی کبھی کسی سے اپنی تکلیف کا اظہار نہیں فرماتے، اگر کوئی مزاج پوچھتا تو فرماتے اللہ کا شکر ہے کہ سر سے پیر تک خیریت سے ہوں، الحمد للہ کوئی تکلیف نہیں اور بیماری کی اس حالت میں بھی لوگوں سے مزاح فرماتے، ہنستے رہتے اور ہنساتے۔ رعایتِ لفظی سے بات میں بات اور مزاح پیدا کرنے کا حضرت والا کو اللہ تعالیٰ نے ایک خاص ملکہ عطا فرمایا تھا جو حضرت والا کی خوش مزاجی وخوش طبعی کی دلیل ہے جس کی برکت سے لوگ بہت جلد حضرت والا سے مانوس ہوجاتے۔ الحمد للہ! ہمارے بزرگ خشک نہیں تھے کہ منہ پھلائے خاموش بیٹھے رہیں، وہ ہنستے بھی تھے اور ہنساتے بھی تھے، خلوتوں میں روتے تھے اور جلوتوں میں ہنستے بھی تھے، جس کی وجہ سے ہزاروں ٹینشن اور ڈپریشن کے مریض ان کی پرلطف صحبت اور مجالس سے اچھے ہوگئے اور ان کے گھر جنت کا نمونہ بن گئے۔

مزاح کی تعریف: اِنْبِسَاطٌ مَعَ الْغَیْرِ مِنْ غَیْرِ اِیْذَاءٍ۔ مزاح نام ہے کسی کے ساتھ خوش طبعی کا بشرطیکہ ایذا نہ ہو۔ اگر ایذا ہو تو وہ مزاح نہیں بلکہ تمسخر اور مذاق ہے جو حرام ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کبھی کبھی خوش طبعی فرمالیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میرے چھوٹے اخیافی (ماں شریک) بھائی کبشہ رضی اللہ عنہ نے بلبل پالا تھا، جس کی موت سے وہ غمگین تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کا دل خوش کرنے کے لئے ارشاد فرمایا: یَآ اَبَا عُمَیْرُ مَا فُعِلَ النُّغَیْرُ اے ابوعمیر! تمہارا بلبل کیا ہوگیا۔ (متفق علیہ)

حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ حدیثِ پاک میں کثرتِ ضحک سے دل مردہ ہونے کی جو وعید وارد ہوئی ہے اس سے مراد وہ ہنسی ہے جو غفلت کے ساتھ ہو۔ یہ بات ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقاۃ میں حدیث ''اِنَّ کَثْرَۃَ الضِّحْکِ تُمِیْتُ الْقَلْبَ'' کی شرح میں لکھی ہے۔ جو لوگ شرح نہیں دیکھتے وہ مطلق ہنسی کو بُرا سمجھتے ہیں۔ اگر حدیثِ پاک کے

یہ معنی ہوتے جو یہ لوگ سمجھتے ہیں تو ہنسنا ثابت ہی نہ ہوتا حالانکہ حدیثوں میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتنا ہنسے ''حَتّٰی بَدَتْ نَوَاجِذُہٗ'' کہ آپ کی داڑھیں کھل گئیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی ہنسا کرتے تھے ''کَانُوْا یَضْحَکُوْنَ وَلٰکِنَّ الْاِیْمَانَ فِیْ قُلُوْبِہِمْ کَانَ اَعْظَمَ مِنَ الْجَبَلِ'' حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خوب ہنستے تھے لیکن ایمان ان کے دلوں میں پہاڑوں سے بھی زیادہ تھا۔

حضرت مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ مفتی اعظم پاکستان نے بتایا کہ ایک بار حضرت خواجہ مجذوب رحمۃ اللہ علیہ نے ہم لوگوں کو خوب ہنسایا پھر ہم سے دریافت فرمایا کہ بتاؤ اس وقت ہنسی کی حالت میں کس کس کا دل اللہ سے غافل تھا؟ حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ ہم لوگ خاموش رہے تو خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ الحمدللہ میرا دل اس وقت بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشغول تھا، پھر یہ شعر پڑھا ؎

ہنسی بھی ہے گو لبوں پہ ہر دم اور آنکھ بھی میری تر نہیں ہے
مگر جو دل رو رہا ہے پیہم کسی کو اس کی خبر نہیں ہے

اور ایک مثال اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالی کہ کسی باپ کے بہت سے بچے ہوں جو باپ کے نہایت فرمانبردار ہوں اور باپ ان سے خوش ہو، وہ جب آپس میں ہنستے ہیں تو باپ خوش ہوتا ہے کہ میرے بچے کیسے ہنس رہے ہیں اور نافرمان بچے جن سے باپ ناخوش ہے وہ جب ہنستے ہیں تو باپ کو غصہ آتا ہے کہ مجھے ناخوش کیا ہوا ہے اور نالائق ہنس بھی رہے ہیں۔ جن بندوں نے اللہ کو راضی کیا ہوا ہے اور جو اللہ کو ناخوش نہیں کرتے، اپنی آرزوؤں کو توڑ دیتے ہیں لیکن اللہ کے قانون کو نہیں توڑتے، ان کے ہنسنے سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں اور جو غافل اور نافرمان ہیں ان کی ہنسی بھی اللہ کو ناپسند ہے، دونوں کے ہنسنے میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ اسی پر میرا شعر ہے ؎

غافل کی ہنسی اور ہے ذاکر کی ہنسی اور

اور میرا دوسرا شعر ؎

لب ہیں خنداں جگر میں ترا درد و غم
تیرے عاشق کو لوگوں نے سمجھا ہے کم

حضرت حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو لوگ زیادہ سنجیدہ ہوتے ہیں اکثر متکبر ہوتے ہیں اور فرمایا کہ ہنستا بولتا آدمی اچھا ہوتا ہے اس میں تکبر نہیں ہوتا۔ میں بھی (اختر) بچپن سے خاموش طبع، فکرمند جو ہر وقت کچھ سوچتا رہتا ہوا ایسے لوگوں سے دور بھاگتا تھا۔ مجھے بھی خوش طبع اور ہنسنے بولنے والے لوگوں سے مناسبت ہوتی ہے۔

زیادہ خاموش اور سنجیدہ قسم کے لوگوں سے وحشت ہوتی ہے۔ ایک شخص خوب ہنستا بولتا رہتا ہے لیکن جب کوئی حسین شکل سامنے آتی ہے نابینا بن جاتا ہے آنکھ بند کرلیتا ہے، نظر اٹھا کر نہیں دیکھتا۔

جب آگئے وہ سامنے نابینا بن گئے
جب ہٹ گئے وہ سامنے سے بینا بن گئے

کوئی گناہ نہیں کرتا بتائیے یہ شخص اچھا ہے یا وہ جو بالکل خاموش آنکھیں بند کئے باخدا بنا ہوا ہے لیکن جیسے ہی کوئی کشتی نظر آئی ناخدا بن گیا اور سوار ہوگیا یعنی بدنگاہی کرنے لگا۔ اکثر وہ لوگ جو سنجیدہ اور مقدس بنتے ہیں، کسی سے بات نہیں کرتے تجربہ ہے کہ یہی لوگ ہیں جن کے بارے میں اکبرالٰہ آبادی نے کہا تھا کہ ؎

خلافِ شرع شیخ تھوکتا بھی نہیں
اندھیرے اجالے مگر چوکتا بھی نہیں

میں کہتا ہوں کہ اس زمانہ میں اپنے اللہ والے دوستوں میں رہو، ان سے خوب ہنسو بولو بس نافرمانی کے قریب بھی نہ جاؤ۔ جب کوئی حسین شکل سامنے آئے اب ہمت سے کام لو، نفس کے گھوڑے کی لگام کس دو کہ نالائق تجھے ہرگز نہیں دیکھنے دوں گا۔ اللہ والے دوستوں میں دن خوب عیش سے گذر جائیں گے اور نافرمانی سے بچ جاؤ گے ورنہ اگر لوگوں سے بھاگ کر خلوت اختیار کی تو یہ وہ زمانہ ہے کہ شیطان پہنچ جائے گا۔ اگر کچھ نہ کرسکا تو تنہائی میں پرانے گناہوں کی ریل چلا کر دل کو تباہ کردے گا۔ پرانے گناہوں کو یاد دلائے گا یا نئے گناہوں کی اسکیم بنائے گا۔ لہٰذا اس زمانہ میں زیادہ تنہائی میں رہنا سخت خطرناک ہے۔ اللہ والے دوستوں میں رہنے میں ہی فائدہ ہے کیونکہ خلوت مع الرحمٰن مفید ہے خلوت مع الشیطان مفید نہیں۔

اور ارشاد فرمایا کہ ہمارے اکابر نے صحت کی حفاظت کے لئے فرمایا ہے کہ جو لوگ ذکر کرتے ہیں وہ سر میں تیل کی مالش بھی کریں، حریرہ بھی کھائیں، مقویات بھی کھائیں اور باغوں میں بھی ٹہل لگائیں اور کچھ دیر اپنے دوستوں سے مزاح بھی کرلیں، خوش طبعی بھی کرلیں، بعض اوقات ہر وقت تنہائی میں رہنے سے طبیعت میں تکبر پیدا ہوجاتا ہے، اخلاق میں اعتدال قائم نہیں رہتا، انسانوں سے یکسور رہتے رہتے اس میں اخلاقِ وحشیانہ پیدا ہوجاتے ہیں اس لئے دوست احباب سے ملنا جلنا بھی ضروری ہے اور حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جب میرا کوئی مرید اپنے پیر بھائی سے ملتا ہے اور محبت کرتا ہے تو مجھے بڑی خوشی ہوتی ہے، یہ کہہ کر فرمایا کہ ہمارے خواجہ صاحب میں اور مولانا عبدالغنی میں خوب محبت ہے۔ یہ بات حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے خود سنائی۔

احقر راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے ؎

یہ رحمت ہے خدا کی خوش مزاجی خوش دلی میری
میں روتوں کو ہنسادوں غمزدوں کو شادماں کردوں

محبی ومحبوبی مرشدی ومولائی عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس شعر کے مصداق تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کو ایسی خوش طبعی وخوش مزاجی عطا فرمائی تھی کہ جو ایک بار حضرت والا کی مجلس میں آجاتا، حضرت کی بلندیٔ اخلاق وسادگی، بے تکلفی ومحبت، شفقت اور خوش طبعی سے حضرت والا کا گرویدہ ہوجاتا۔

تری ہزار ادائیں مگر انوکھی ایک
وہ خاص بات جو یارانہ گفتگو میں ہے

اور نو وارد کی وحشتِ طبعی اور اجنبیت بہت جلد مبدل بہ اُنس ہوجاتی جس کی وجہ سے اپنا دکھ درد اور حالِ دل بیان کر کے استفادہ کرنا اس کو آسان ہوجاتا کیونکہ جب تک طالب کا دل مرشد کے ساتھ نہ کھلے استفادہ مشکل ہوتا ہے۔ کیسا ہی مایوس اور شکستہ دل ہوتا، حضرت والا کی مجلس سے امیدوں کے سیکڑوں آفتاب اپنے قلب میں لے کر اُٹھتا تھا۔

نیست معشوقی ہمیں زُلفِ چلیپا داشتن
دردِ سر بسیار دارد پاسِ دلہا داشتن

مقامِ مشیخت یہ نہیں کہ زلفیں بڑھالی جائیں بلکہ دلوں کا پاس رکھنا اور دلوں کی تربیت ہے جو بڑا دردِ سر ہے، کوئی آسان کام نہیں، صالح ہونا اَور ہے مصلح ہونا اَور ہے۔ حضرت والا کے مزاح میں بھی اصلاح ہوتی تھی، مزاح کے انداز میں بڑے حقائق اور نفس کی اصلاح اور حسن وعشق کی فنائیت اس طرح بیان فرماتے کہ دل ان فانی لذتوں سے سرد ہوجاتا مثلاً۔

کمر جھک کے مثلِ کمانی ہوئی
کوئی نانا ہوا کوئی نانی ہوئی
ان کے بالوں پہ غالب سفیدی ہوئی
کوئی دادا ہوا کوئی دادی ہوئی

اور۔

لڑکی اماں بن گئی پھر نانی ہوگئی
تاریخ حسن وعشق کی یوں فانی ہوگئی
رسوائی دوام نافرمانی ہوگئی
اور قلب وجاں کی اس طرح ویرانی ہوگئی

لیکن حضرت والا اپنے خدام کو یہ نصیحت بھی فرماتے تھے کہ تنہائیوں میں خدا کے سامنے خوب روؤ، گریہ وزاری کرو لیکن مخلوقِ خدا کے سامنے ہنسو، خوش رہو اور دوستوں کو بھی خوش رکھو، زیادہ غمگین رہنے سے آج کل نفسیاتی بیماریاں پیدا ہو رہی ہیں، مزاح اور خوش مزاجی کے متعلق حضرت والا کا شعر ہے ؎

ہنس ہنسا کر دل کو بہلاتے ہیں ہم
مار دیتے ورنہ یہ اندوہ و غم

اور اہل اللہ کی ہنسی اور غافل کی ہنسی میں کیا فرق ہے؟ فرماتے ہیں ؎

لب ہیں خنداں جگر میں ترا درد و غم
تیرے عاشق کو لوگوں نے سمجھا ہے کم
غافل کی ہنسی اَور ہے ذاکر کی ہنسی اَور
صابر کی ہنسی اَور ہے شاکر کی ہنسی اَور

اب حضرت والا کے اس نوع کے بعض اشعار نقل کرتا ہوں جن میں اکثر مزاح کے باوجود لطیف انداز میں اصلاح کی باتیں ہیں مثلاً حسنِ مجازی کے چکر میں رہنے والوں کے کرب وغم اور ضیاعِ وقت کے بعد حسن سے دست برداری اور توبہ کو اس قطعہ میں کس دلچسپ انداز سے بیان فرمایا ہے۔ زبان اور محاورہ کی بلاغت عجیب وغریب ہے ؎

میر نے اس بت کا جب پیچھا کیا
کرب و غم نے میر کا پیچھا کیا
اپنے پیچھے کا جو غم دیکھے ہے میر
اس کے پیچھے کا نہ پھر پیچھا کیا

حسن وعشق کا آخری انجام۔قبرستان

چوہے مرے پڑے ہیں مسمار بِل ہوئے ہیں
طوفانِ عشق بازی ساحل پہ آپڑے ہیں

یعنی نسلِ انسانی کے اعضائے لذت موت کے بعد قبر میں تباہ اور مسمار ہوجاتے ہیں اور عشق بازی کے سارے طوفان اور ہنگامے قبرستان کے ساحل پر آکر خاموش ہوجاتے ہیں۔ جنوبی افریقہ میں حضرت والا نے یہ شعر مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو سنایا تو مفتی صاحب بہت محظوظ ہوئے۔

جعلی پیر۔مرغوں کا قبرستان

بہت سے مرغے بنا کے مدفن ترے بدن میں جو سو گئے ہیں
اُنہیں کے دم سے یہ تیرے اعضاء بھی موٹے موٹے سے ہو گئے ہیں

دعویٰ جانبازی اور عملی تضاد

بعض سیاسی جماعتیں جو اسلام کا نام لے کر صرف کرسیٔ اقتدار پر قبضہ کرنا چاہتی ہیں اور لوگوں کو خدمتِ اسلام کا فریب دے کر قربانی کی کھالیں وصول کر کے اس سے الیکشن کے پوسٹر شائع کرتی ہیں، حالانکہ قربانی کی کھالوں کا مصرف صرف غرباء و مساکین پر صدقہ ہے، ان سے پوسٹر شائع کرنا جائز نہیں۔ان کے لئے حضرت والا نے یہ شعر فرمایا۔

اگر دعویٰ ہے جاں بازی کا میدانِ سیاست میں
الیکشن لڑ رہے ہیں کیوں وہ قربانی کی کھالوں سے

۱۴ جون ۱۹۸۸ء کو دوپہر ظہر کے بعد احقر راقم الحروف میر حسبِ معمول حضرت مرشدی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا۔بکری کے پائے پکے تھے۔حضرت والا نے فرمایا کہ بہت مزیدار شوربہ ہے۔احقر نے عرض کیا کہ جی ہاں حضرت! بہت مزیدار ہے۔حضرت والا نے فی البدیہہ یہ قطعہ فرمایا جس میں نصیحت باندازِ مزاح ہے۔

میر گر جاتے ہیں پائے یار پر
حُسن کے جلوؤں کی تابانی نہ پوچھ
حُسن بولا میر! کیا مانگے ہے مانگ
میر کی اُس دَم پشیمانی نہ پوچھ

اور ایک بار ایسے ہی موقع پر جب کہ احقر پائے کھا رہا تھا فی البدیہہ یہ شعر فرمایا۔

سنتے نہیں تھے جو کبھی تھوڑی سی اس کی بات کو[۱]
کیوں کھا رہے ہیں شوق سے میر آج اس کی لات کو

[۱]۔بات سے بکری کی مَیں مَیں کی طرف لطیف اشارہ ہے اور بلاغتِ شعری و معنویت ظاہر ہے۔ایک بار احقر مرغی کی ٹانگ کھا رہا تھا تو یہ شعر فرمایا۔

مرغ کی محبوبیت کے نام پر
میں نے اس کے پاؤں کے بوسے لئے

۲۰؍ستمبر ۱۹۸۳ء بروز منگل احقر راقم الحروف سوڈا واٹر کی بوتل لایا جس کا رنگ ہرا تھا۔ دیکھتے ہی حضرت والا نے مزاحاً یہ شعر فرمایا۔

بت خانہ ہری اوم سے توبہ کرے ہے میر
بوتل مگر پیتا ہے ابھی تک ''ہری ہری''

یہاں لفظ ہری ہری ذوالمعنیین ہے۔ ایک معنی تو ظاہر ہیں اور دوسرا لطیف نکتہ یہ ہے کہ اہلِ ہنود بطورِ استعجاب یہ لفظ بولتے ہیں جیسے ہم لوگ 'معاذ اللہ' یا 'توبہ توبہ' کہتے ہیں۔ بت خانہ ہری اوم سے مراد غیر اللہ ہے۔

۲۵؍دسمبر ۱۹۸۳ء بروز اتوار بعد ظہر حضرت والا کے ساتھ احقر راقم الحروف اور ایک قاری صاحب خانقاہ میں پردے کے پیچھے دوپہر کا کھانا کھا رہے تھے۔ احقر نے زور سے کہہ دیا کہ کباب بہت مزیدار ہے۔ حضرت والا نے تنبیہ فرمائی کہ آپ کو زور سے نہیں کہنا چاہیے تھا۔ یہاں غریب طلباء بھی ہیں، ان کو تحسُّر ہوگا کہ ہمیں یہ کھانے میسر نہیں۔ کسی مسلمان کے تحسُّر کا سبب بننا اچھی بات نہیں۔ احقر نے عرض کیا کہ سخت غلطی ہوئی معافی چاہتا ہوں۔ حسبِ عادتِ شریفہ حضرت والا نے دلجوئی کے لہجہ میں فرمایا (حضرت والا تنبیہ کے بعد اکثر فوراً ہی دلجوئی بھی فرما دیتے تھے) کہ اصل میں شوق نے آپ کے ہوش کے پرزے اُڑا دیئے اور فی البدیہہ یہ شعر فرمایا۔

شوقِ طلب نے ہوش کے پرزے اُڑا دیئے
ہوتا ہے پاسِ محتسب ایسے میں پھر کہاں

(احقر عرض کرتا ہے کہ بڑے بڑے شعراء اور ادیب اگر انصاف کریں تو اس بے ساختگی اور کمالِ شعری پر انگشت بدنداں رہ جائیں)

۴؍ذوالحجہ ۱۴۰۳ھ بروز دوشنبہ فرمایا کہ اپنے دینی مربی سے محبت بڑھا کر پھر بھاگنا نہیں چاہیے اور مزاحاً یہ شعر فرمایا۔

نظر مار کر میر بھاگا ہوا ہے
محبت کے تھانہ میں چالان ہوگا

ایک بار احقر حضرتِ اقدس کے پاؤں دبا رہا تھا تو فرمایا۔

میر جب درد کو دباتا ہے
درد رہ رہ کے سر اٹھاتا ہے

نوٹ: میرؔ اور دردؔ، اُردو کے دو مشہور شاعر ہیں جس سے مزید لطف پیدا ہوگیا۔

۲۴؍ستمبر ۱۹۸۳؁ء احقر نے حضرت والا کو آم کا جوس پیش کیا تو مزاحاً فرمایا۔

میر کا دم غنیمت ہے
چوس لو اس کا رس پانی

۱۲ دسمبر ۱۹۸۳؁ء دوشنبہ ایک خادم سے کچھ مہمانوں کے لئے چائے لانے کے لئے فرمایا جس میں کچھ دیر ہوگئی تو فرمایا۔

کب تلک رکھے گا ساقی تشنہ لب
لگ نہ جائیں جام سے رِندوں کے لب

۴ جنوری ۱۹۸۴؁ء اسلم جعفری صاحب جو حضرت والا کے ایک خاص مرید ہیں بہت دن کے بعد آئے تو حضرت والا نے نہایت محبت سے برجستہ یہ شعر فرمایا۔

گذری ہے مجھ پہ کیا کیا پوچھو مرے جگر سے
رہتے ہیں آپ غائب اکثر مری نظر سے

احقر کے منہ میں پان تھا تو مزاحاً یہ شعر فرمایا۔

رکھ کے منہ میں پان تمباکو قِوام
کچھ بدل پاتے ہیں اس گلفام کے
عشرت میاں نے پان کو اس طرح سے کھایا
جیسے کہ گُل کو چونچ میں بلبل نے دبایا

۲۵ اگست ۱۹۸۳؁ء جمعرات کی صبح بعد فجر حضرت والا حسبِ معمول سیر کے لئے تشریف لے جارہے تھے احقر راقم الحروف بھی ساتھ تھا راستہ میں ایک مرغ دکھائی دیا۔ حضرت والا نے مزاحاً یہ شعر فرمایا۔

اے مرغِ چمن ایک نظر میری طرف بھی
مدت ہوئی ہے سبزیاں کھاتے ہوئے مجھے

۱۲؍اگست ۱۹۸۴؁ء بروز اتوار ٹنڈو جام میں بعد فجر سیر کے وقت چاروں طرف سرسبز کھیت تھے، اس وقت یہ شعر فرمایا۔

آنکھیں جو کھولیں پی کے محبت کا جامِ سبز
تا حدّ نظر میر کو سبزہ نظر آیا

ایک صاحب غمگین تھے احقر نے ان کو تسلی دی جس سے وہ خوش ہو گئے۔ حضرت والا کو معلوم ہوا تو برجستہ یہ شعر فرمایا۔

گوشۂ خلوت میں اس کے کان میں کیا کہہ دیا
جس سے وہ ظالم لپٹ کر مست و بے خود ہوگیا

پھر فرمایا کہ مثنوی میں نقاب پوش بادشاہ کی حکایت پر یہ شعر بہت صادق آتا ہے۔
احقر کی بغل میں کچھ تکلیف تھی تو حضرت والا نے مزاحاً فرمایا۔

گذرا ہے جب سے کوئی خود کو سجا سجا کے
ہنستے ہیں میر صاحب بغلیں بجا بجا کے

پھر فرمایا کہ جب حسن زائل ہونے لگتا ہے اور چہرے اور بغلوں پر بال رونما ہو گئے تو عشقِ مجازی ٹھنڈا پڑ جاتا ہے اور یہ شعر فرمایا۔

دیکھا جو بغل میں بالوں کو بغلوں کا بجانا چھوٹ گیا
اور میر کی خوشیوں کا طبلہ یوں بجتے بجتے پھوٹ گیا

ایک بے تکلف دوست ڈاکٹر صاحب کو دوا کے لئے حال تحریر فرمایا اور آخر میں یہ شعر تحریر فرمایا۔

مرے دردِ دل کی دوا دینے والے
خدا تجھ کو رکھے ہمیشہ سلامت

ٹی وی کے نقصانات

دیکھ کر ٹی وی کو اب ہیں لوگ ٹی بی کا شکار
جرمِ ڈاکہ جرمِ چوری جرمِ عشقِ زلفِ یار
دوستو ٹی وی کو ویٹو کر کے دیکھو پھر بہار
دل میں اپنے چین و راحت کی فضائے سازگار

۱۲/اکتوبر ۱۹۸۴ء۔ حضرتِ اقدس کے چھوٹے پوتے اسماعیل میاں زمین پر سر کے بل چل رہے تھے تو حضرت والا نے مزاحاً فرمایا کہ جاؤ اپنے ابّا (مولانا مظہر میاں) سے کہو کہ میر صاحب نے جس مقام کو ۴۳ برس میں حاصل کیا وہ میں نے آج ہی حاصل کرلیا۔ پھر مزاحاً یہ شعر فرمایا۔

گذرتا جارہا تھا سر کے بل وہ کوئے قاتل سے
کِیا حاصل مقامِ میر کو اِک طفلِ مکتب نے

اپریل ۱۹۸۵ء میں سفر آزاد کشمیر سے واپسی کے وقت وہاں کے ایک پروفیسر مسمی نسیم صاحب نے عرض کیا کہ میرے کپڑے میلے ہورہے ہیں ورنہ میں حضرت والا کے ساتھ پنڈی تک جاتا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ ایسے ہی چلو، قلب کو سنوارنے کی فکر کرو، قالب کی فکر چھوڑو، قلب سنور گیا تو ایسے سو قالب عطا ہوجائیں گے۔ پھر فی البدیہہ یہ شعر فرمایا ؎

خوشبو گلوں کی تیری قبا پر نثار ہے
بادِ نسیم زینتِ جامہ کی فکر چھوڑ

یہ شعر سن کر پروفیسر صاحب ساتھ چلنے کے لئے تیار ہوگئے تو حضرت والا نے فوراً دوسرا شعر فرمایا ؎

جانے نہ دیا باغ سے بادِ نسیم کو
پکڑا گلوں نے اس طرح دامن نسیم کا

لفظ نسیم کی رعایت حضرت والا کے ذوقِ شعر وادب کی غماز ہے لیکن ان اشعار سے حضرت والا کی محبت انگیز دعوۃ الی اللہ کا رنگ بھی ظاہر ہوتا ہے۔

ایک بار ایک معمر شخص اپنی جوانی کو برا بھلا کہہ رہے تھے کہ جوانی نے مجھ کو تباہ کردیا۔ اس کی اصلاح کے لئے جواب میں حضرت والا نے یہ شعر فرمایا ؎

اے عالمِ شباب تجھے کیا بُرا کہوں
میں ہی بُرا تھا ورنہ ترا کیا قصور تھا

پھر ان صاحب نے پوچھا کہ کیا بڑھاپے کے سجدوں سے کام بنے گا؟ تو حضرت والا نے برجستہ یہ شعر فرمایا اور اللہ کی رحمت کا امیدوار بنادیا ؎

نہیں تھے رائیگاں زاہد بڑھاپے کے یہ سجدے بھی
کہ ان سجدوں کی برکت سے ملی جنت بھی رندوں کو

آفتاب نام کے ایک شخص حضرت والا سے بیعت ہوئے ان کی تالیفِ قلب کے لئے یہ شعر فرمایا ؎

اللہ کی قدرت ہے کہ اِک آفتاب کو
اخترؔ لئے پھرتا ہے بغل میں لئے ہوئے

کباب کی عجیب تعریف

مدینہ منورہ میں ایک ڈاکٹر صاحب نے حضرت والا کی دعوت کی جس میں شامی کباب بہت مزیدار تھے تو حضرت والا نے اس کی یوں تعریف فرمائی ۔

کچھ نہ پوچھو کباب کی لذت ۔ ایسی جیسی شباب کی لذت

ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ کباب کی آج تک کسی نے ایسی تعریف نہیں کی ۔

❀ ❀

۱۹۸۹ء میں سفرِ ہند کے دوران ڈابھیل شہر میں احقر راقم الحروف گرمی کی وجہ سے اپنا کرتہ اتارے ہوئے تھا کہ حضرتِ اقدس تشریف لے آئے اور احقر سے مزاحاً فرمایا کہ کیا عاشقانِ مجاز کے علاج کے لئے اپنا بدن دکھا رہے ہیں؟ (احقر کے جسم پر بہت زیادہ بال ہیں) پھر یہ شعر فرمایا ۔

گلبدن کے عشق سے پائے شفا ۔ دیکھ لے جو میر صاحب کا بدن
توبہ کرلی حسن سے ہر ایک نے ۔ دیکھتے ہی میر صاحب کا بدن
بلبلوں نے چیخ ماری مثلِ زاغ ۔ جب خزاں نے کردیا ویراں چمن

پھر فرمایا کہ آپ کا نام بالوں کی مناسبت سے خارِ مغیلاں رکھ دیا جائے پھر غایتِ شفقت سے یہ شعر فرمایا ۔

تجھ سے خارِ غم مرے رشکِ تبسم ہوگئے
اے مرے خارِ مغیلاں رشکِ گُل رشکِ چمن

ایک بار احقر سے یوں مزاح فرمایا ۔

نالۂ میر میں مرغوں کی کچھ آواز سنی
حاصلِ آہ و فغاں میر کی، مرغی نکلی
ہم سمجھتے تھے کہ روتا ہے خدا کی خاطر
حاصلِ اشکِ محبت میں چھپی تھی تتلی

احقر جامع عرض کرتا ہے کہ جنوبی افریقہ سے ایک مہمان جو عالم اور مفتی بھی ہیں ائیر پورٹ سے پہنچے ۔ حضرت والا کے صاحبزادے حضرت مولانا مظہر صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ ان کا اچار کا بہت بڑا کاروبار ہے اور پورے افریقہ میں ان کا اچار مشہور ہے ۔ حضرت والا نے مزاحاً فرمایا کہ پھر تو وہاں کوئی بھی لاچار نہ ہوگا ۔

حضرت والا جنوبی افریقہ کے شہر پریٹوریا میں جمعہ کی نماز کے بعد گاڑی میں تشریف فرما ہوئے تو ایک گجراتی آیا

اور گاڑی کے شیشے کو بجایا۔ حضرت والا نے شیشہ نیچے کیا تو گجراتی نے اپنی گردن اندر کر کے کہا: ''مولانا یار! دُعا کرنا۔'' حضرت والا نے مسکراتے ہوئے اسی کے لہجے میں فرمایا: ہم ضرور تمہارے لئے دُعا کریں گے۔

بنگلہ دیش میں لوگوں کا مزاج ہے کہ چار پھونک لازمی لیتے ہیں: ٹوپی اتار کر سر پر پھونک، منہ اور سینہ پر پھونک اور بوتل میں پھونک۔ ایک بیان میں دس ہزار لوگ تھے، حضرت والا نے فرمایا کہ میرے دل میں آیا کہ چالیس ہزار پھونک کیسے ماروں گا اور پھر میرا اپنا کیا حال ہوگا؟ حضرت والا نے بیان ختم کر کے فرمایا کہ جس جس کو پھونک لینی ہے وہ اپنی ٹوپی اتار لے، سب نے ٹوپی اتار لی۔ اب منہ کھول دو، سب نے منہ کھول دیا۔ پھر فرمایا بوتل کا ڈھکن بھی کھول دو، سب نے ڈھکن کھول دیئے۔ پھر فرمایا گریبان کا بٹن بھی کھول دو، اس کے بعد حضرت والا نے مائیک سے زور سے پھونک ماری اور پوچھا کہ سب کو پھونک پہنچ گئی۔ سب نے کہا کہ جی ہاں پھونک پہنچ گئی۔

ایڈمنٹن (کینیڈا) جب حضرت والا تشریف لے گئے تو ارشاد فرمایا کہ گھبراؤ مت، ہم چندہ لینے نہیں آئے بلکہ الحمدللہ ہم تمہیں کچھ دینے کے لئے آئے ہیں۔ میں ایڈ (Aid) لے کر تمہارے من میں ڈالنے کے لئے آیا ہوں تاکہ تم ٹناٹن کرو، یہ ہے ایڈمنٹن کا اصلی مطلب۔ ٹورنٹو میں فرمایا کہ یہ نام یاد کرنا بہت مشکل ہے لیکن ایک ترکیب بتاتا ہوں کہ دو ٹُو کے بیچ میں رَن لگا دو۔

ارشاد فرمایا کہ امریکہ میں ایک جگہ کا نام ڈیٹورائٹ (Detorite) ہے، ہمارے یہاں کے نوجوان لڑکے وہاں پڑھنے کے لئے گئے ہوئے تھے۔ وہاں میں نے تقریر کی، ایک شخص اس تقریر کی کیسٹ سن کر مجھ سے ملنے کراچی آیا اور کہا کہ میں چند الفاظ سن کر مست ہو گیا اور آپ کو دیکھنے آیا ہوں، میں نے پوچھا کہ کیا بات پسند آ گئی؟ اس نے کہا آپ نے ڈیٹورائٹ میں تقریر کی کہ اے پاکستان اور ہندوستان کے طالب علمو! مسلمانو! تم اپنی جوانی میں تعلیم حاصل کرنے ڈیٹورائٹ آئے ہو، لیکن یاد رکھو! اگر اللہ کو بھلا دیا، نماز روزہ نہیں کیا اور دنیا میں پھنس گئے تو تمہاری ڈیٹ رائٹ نہیں ہو سکتی۔ ڈیٹ رائٹ اس کی ہو گی جو اپنے اللہ پر فدا ہو گا، اپنے پیدا کرنے والے کو خوش کرے گا، اگر تم نے اللہ کو راضی نہیں کیا، نماز روزہ نہیں کیا، ہر وقت بس دنیا کے چکر میں لگ گئے تو کیا ہو گا؟ اب سنو وہ جملہ جس کی وجہ سے وہ مجھ کو دیکھنے کے لئے امریکہ سے آیا۔ میں نے کہا آپ کی ڈیٹ رائٹ نہیں ہو گی بلکہ آپ پیٹو فائٹ اور لیٹو سائٹ رہو گے، پیٹو فائٹ یعنی منہ تک پیٹ بھر کے پیٹو فائٹ رہو گے، لڑ جھگڑ کے کسی طرح پیٹ بھر لو گے اور سائٹ میں لیٹ جاؤ گے، یہ ہے لیٹو سائٹ۔ بس اس کو اس جملے میں مزہ آ گیا۔

حضرت والا ناظم آباد اپنے قدیم محلے میں انگور خرید رہے تھے تو وہیں ایک پینٹ شرٹ کوٹ پہنے، ٹائی لگائے

جنٹلمین بھی انگور خرید رہا تھا۔اس نے طنزیہ انداز میں کہا کہ اچھا! اب مولوی بھی انگور کھانے لگے ہیں۔حضرت والا نے فوراً جواب دیا کہ تو کیا انگور صرف لنگور ہی کھاتے ہیں؟

ری یونین میں حضرت والا کو کسی نے شہد پیش کیا اور فرمایا کہ میں آپ کے لئے ہنی (honey) لایا ہوں۔ حضرت والا نے فرمایا کہ تم لوگ چالاک ہو، مولوی کو صرف ہنی دیتے ہو اور اپنے لئے ہنی مون رکھتے ہو۔فرمایا کہ ہمارے لئے مون (moon) بھی لاؤ۔ پھر ارشاد فرمایا کہ الحمدللہ ہمیں کسی مون کی ضرورت نہیں ہے، جس کے ساتھ خالقِ مون ہوتا ہے اس کو دنیا کے کسی مون کی ضرورت نہیں ہوتی۔

حضرت والا سیب کھا رہے تھے جس کا چھلکا اترا ہوا تھا، کسی نے عرض کیا کہ حضرت چھلکوں میں آئرن ہوتا ہے۔ احقر جامع سے فرمایا کہ میر صاحب! آئرن ان کو دے دو اور سیب مجھے کھلا دو۔

حضرت والا سیب پر نمک لگا کر کھاتے تھے۔کسی نے عرض کیا کہ حضرت! کس وجہ سے؟ فرمایا کہ کیا میاں! اب حلال بھی چھڑواؤ گے؟ میں حلال نمک نہیں چھوڑتا۔الحمدللہ! حرام نمک سے بچتے ہیں، اب حلال کیسے چھوڑ دیں؟

جنوبی افریقہ کے شہر ڈربن میں ایک سڑک تھی جس کے ایک طرف بہت سارے درخت تھے جیسے کوئی جنگل ہو اور ان درختوں پر ہزاروں بندر تھے۔وہاں لوگ گاڑی روک کر ان بندروں کو کیلے اور پھل وغیرہ دیتے تھے تو بہت سارے بندر ان کی گاڑی کے پاس آجاتے تھے۔حضرت والا نے فرمایا کہ اصل بندر روڈ تو یہ ہے، ہمارے کراچی میں بندر روڈ تو ہے مگر وہاں بندر نہیں ہوتے۔پھر فرمایا کہ مداری کی ڈگڈگی پر بندر جمع ہوجاتے ہیں اور اس فقیر کی صدا پر قلندر جمع ہوجاتے ہیں۔

ایک صاحب سعودی عرب سے آئے اور عرض کیا کہ ایک پروفیسر صاحب ہیں جو قرآن شریف کی بہت اچھی تفسیر بیان کرتے ہیں۔کیا ان کے ہاتھ پر بیعت ہوسکتا ہوں؟ حضرت والا نے دریافت فرمایا کہ خود ان کا بھی کسی بزرگ سے تعلق ہے یا نہیں؟ ان کا کوئی روحانی بابا بھی ہے؟ کسی سے اجازت یافتہ بھی ہے؟ کسی مدرسے سے عالم بھی ہے؟ عرض کیا کہ نہیں۔ارشاد فرمایا کہ لَا تَأْخُذُوْهُ بَابَا مَنْ لَّا بَابَا لَهٗ ۔جس کا کوئی بابا نہ ہو اس کو بابا مت بناؤ۔جو کسی مدرسے سے عالم نہیں وہ منہ پھکڑ تو ہوسکتا ہے، مفسر نہیں ہوسکتا۔

ارشاد فرمایا کہ ایک بار میں ملتان سے آیا تو میرے میزبانوں نے ناشتہ دان (ٹفن) میں مرغ مسلم رکھ دیا۔ ہم لوگ ریل گاڑی پر ڈیڑھ بجے پہنچے اور یہی سوچا کہ اب ٹفن کیریئر سے گرم گرم مرغے نکلیں گے اور بھوک بھی خوب لگی ہوئی تھی۔ٹیکسی والے نے کینٹ اسٹیشن پر مجھ سے کہا تھا کہ ناظم آباد تک جانے میں میٹر جو کچھ بنائے گا، آپ اپنی خوشی سے اس سے پانچ روپے زیادہ انعام دے دیجئے گا کیونکہ میں شریف آدمی ہوں لہٰذا میں آپ سے کوئی تقاضا

نہیں کررہا ہوں لیکن وہی شریف شخص میرا ٹفن کیریئر اڑا لے گیا۔سامان اتارتے وقت اس طرف میرا خیال نہیں گیا، کیونکہ ٹفن کیریئر اگلی سیٹ پر رکھا تھا۔بعد میں جب ٹفن کیریئر یاد آیا تو دیکھا ٹیکسی بہت تیزی سے آگے نکل گئی تھی۔

حضرت والا کے ایک مرید جو بے ہوشی کے ڈاکٹر ہیں، ان سے پوچھا کہ آپ کیا کام کرتے ہیں؟ عرض کیا کہ میں (Anesthesia) کا کام کرتا ہوں یعنی مریضوں کو آپریشن سے پہلے بے ہوش کرتا ہوں۔فرمایا کہ پھر تو میں آپ کا نام ''ہوش ربا'' رکھتا ہوں۔پھر وہ صاحب خانقاہ میں ہوش ربا کے نام سے ہی مشہور ہوگئے۔

ایک صاحب سے پوچھا کہ آپ کہاں رہتے ہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ میں منظور کالونی میں رہتا ہوں۔ فرمایا کہ منظور کالونی ہی میں رہنا،کبھی ناظر کالونی مت جانا۔

حضرت والا نے ایک صاحب کا نام پوچھا کہ آپ کا نام کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ میرا نام سلمان ہے۔فرمایا ؎

ایک سلمٰی چاہیے سلمان کو ۔ دل نہ دینا چاہیے انجان کو

ارشاد فرمایا کہ ''گجرات'' کا مطلب بھی جانتے ہو؟ ایک لڑکے کو نکاح کے لئے دوسرے شہر جانا تھا۔ راستے میں رات ہوگئی، رات کا وقت اس سے گذر کے نہیں دے رہا تھا، آخر تنگ آکر اس نے کہا، گذر رات لیکن گجراتی تھا تو کہہ رہا تھا کہ ''گجررات، گجررات'' اس لئے وہ جگہ گجرات بن گئی۔

حضرت والا کے صاحبزادے مولانا مظہر صاحب دامت برکاتہم جب جمعہ کی نماز پڑھاتے تو امامت شروع کرنے سے پہلے فرماتے تھے کہ صفوں کے درمیان کوئی خلا باقی نہ رہے، سب لوگ کندھے سے کندھا ملالیں تو حضرت والا نے فرمایا کہ آپ کا یہ جملہ سن کر میرا ذہن ''اندھے سے اندھا'' کا قافیہ جوڑتا ہے، لہٰذا یہ جملہ مت کہو۔ پھر انہوں نے کہنا شروع کیا کہ شانے سے شانہ ملالیں تو حضرت والا نے فرمایا کہ اس کا قافیہ ''کانے سے کانا'' میرے ذہن میں آتا ہے۔بس اب تم جیسے چاہو اعلان کرو، میں کچھ نہیں بولتا۔

جناب فیروز میمن صاحب نے حضرت والا سے عرض کیا کہ میرے والد صاحب نے درخواست کی ہے کہ ان کے خاندان کے تمام افراد جمع ہوں گے، آپ بیان کے لئے ہمارے گھر تشریف لائیں اور بیان کے بعد کھانے کی بھی دعوت ہے۔حضرت والا تشریف لے آئے۔دوسری بار ان کے والد صاحب نے دوبارہ کہلایا کہ حضرت گھر تشریف لائیں، بیان بھی فرمائیں اور کھانے کی دعوت بھی ہے۔حضرت والا نے فیروز صاحب سے فرمایا کہ ہمارے بزرگوں کا طریقہ یہ ہے کہ جس جگہ بیان فرماتے تھے وہاں کھانا نہیں کھاتے تھے لیکن ایک بار آپ کے والد صاحب کی رعایت اس لئے کی تاکہ آپ کے رشتہ داروں، پڑوسیوں اور دوستوں کے کانوں میں دین کی بات پہنچ جائے، اس لئے صرف بیان کروالو یا صرف دعوت کھلادو۔فیروز صاحب نے اپنے والد صاحب کو بتایا تو والد صاحب نے کہا

کہ اتنے بڑے اللہ والے ہمارے گھر آئیں اور ہم کھانا بھی نہ کھلائیں! یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ فیروز صاحب حضرت والا کے پاس آئے اور عرض کیا کہ میرے والد صاحب ضد کررہے ہیں، اگر آپ بیان کے ساتھ دعوت بھی قبول فرمالیں۔ حضرت والا نے انکار فرمادیا کہ نہیں کوئی ایک بات کا فیصلہ کرلو، میں آجاؤں گا۔

فیروز صاحب پریشان ہوکر حضرت والا کے کمرے سے باہر نکلے کہ اب کیا کریں؟ تو حضرت والا کے پوتے حافظ عبداللہ میاں سلمہٗ ملے جو اس وقت بہت چھوٹے تھے۔ انہوں نے پوچھا کہ فیروز بھائی! آپ کس لئے پریشان ہیں؟ سارا ماجرا سنایا کہ گھر جاتا ہوں تو یہ حکم ہوتا ہے، خانقاہ آتا ہوں تو یہ معاملہ، کیا کروں؟ عبداللہ میاں سلمہٗ نے کہا کہ آپ پریشان کیوں ہوتے ہیں، دادا کا مزاج ہے کہ جہاں بھی کھانا کھاتے ہیں چاہے گھر ہو یا خانقاہ ہو، چاہے کہیں دعوت میں جانا ہو، کھانا کھانے کے بعد فرماتے ہیں کہ اللہ کا رزق کھالیا اب رزاق کا نام بھی لو، جس کی کھائی اس کی گائی۔ آپ دادا کو صرف کھانے کی دعوت دے دیں، بیان تو خود ہی ہوجائے گا، بس مائیک کا انتظام رکھئے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور حضرت والا ان کے گھر تشریف لے گئے اور کھانا کھانے کے بعد فرمایا کہ رزق کھالیا، اب تھوڑی دیر رزاق کا نام لے لیا جائے۔ جیسے ہی حضرت والا نے یہ فرمایا تو فیروز صاحب نے مائیک آگے کردیا۔ حضرت والا بھی سمجھ گئے، ہنستے ہوئے فرمایا کہ لگتا ہے کوئی سازش ہوئی ہے۔

حضرت والا کی ایجاد کردہ بعض دلچسپ لغات

جنوری: ارشاد فرمایا کہ اسلامی سال کا آغاز محرم الحرام سے ہوتا ہے یعنی محرم مکرم اور انگریزی سال کا آغاز جس مہینے سے ہوتا ہے اسے جنوری کہتے ہیں۔ یہ جنوری اصل میں جانوری تھا کیونکہ کفار کے لئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ یہ کفار مثل جانور کے ہیں بلکہ اس سے بھی بدتر ہیں۔

گڈ مارننگ (Good Morning): حضرت والا برطانیہ میں فجر کے بعد پارک میں چہل قدمی فرمارہے تھے کہ ایک بڑھیا چند کتوں کے ساتھ قریب سے گذری اور کہا good morning۔ حضرت والا نے اپنے خدام سے پوچھا کہ یہ کیا کہہ رہی تھی؟ انہوں نے بتایا کہ یہ good morning کہہ کر گئی ہے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ جانتے ہو گڈ مارننگ کا مطلب کیا ہے؟ فرمایا Good کا مطلب اچھا، mor کا مطلب مار اور ننگ کا مطلب ہے ننگا کرکے مار۔ اور ہمارے مسلمانوں کا آپس میں ملنے کا انداز کیا پیارا ہے! ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ'' صبح شام سلامتی کی دعا۔ یعنی ایک دوسرے کو تین تین دعائیں مل رہی ہیں، سلامتی کی، رحمت کی اور برکت نہیں برکات۔

بیگم اور نواب کا مطلب: بیگم معنی جو بے غم کردے، نواب اب کہاں؟ سب ''نوآب'' ہوگئے، پانی نہیں رہا۔

جاجرو کا مطلب: فرمایا کہ ماہ رُو (حسین) کو دیکھنا ہے تو جاجرو (toilet) میں دیکھو۔ گجراتی زبان میں

بیت الخلاء کو جاجرو کہتے ہیں، اصل میں جارج ایک بادشاہ تھا، بیت الخلاء سے جب فارغ ہوتے ہیں تو چہرے پر بشاشت سے چہرہ بادشاہوں جیسا لگتا ہے اس لئے جاجرو کہنے لگے۔

سواتین مت کہو: حضرت والا نے اپنے خادم سے پوچھا کہ وقت کتنا ہوا ہے؟ اس نے کہا ''سواتین''۔ فرمایا کہ ''سواتین'' کا وزن ''خواتین'' سے ملتا ہے اس لئے تین بج کر پندرہ منٹ کہو۔

چابی مت کہو: کسی نے کہا چابی نہیں مل رہی ہے تو فرمایا کہ چابی کا وزن بھابی سے ملتا ہے اس لئے کنجی کہا کرو۔

کسی عورت کو پی اے مت رکھو: فرمایا کہ اپنے دفتر میں عورت کو P.A مت رکھو ورنہ بغیر پئے، پئے رہو گے۔

دفتر کا مطلب: ''دف'' کا مطلب پیٹ اور ''تر'' کا مطلب تر ہو جانا، جب تنخواہ ملتی ہے تو پیٹ تر ہو جاتا ہے۔

بیاہ کا مطلب: ہندی میں نکاح کو بیاہ اس لئے کہتے ہیں کہ لڑکا جو اپنی شادی کے لئے آہ آہ کر رہا تھا وہ اب شادی کے بعد بے آہ ہو گیا۔

ماموں کا مطلب: ماموں کو ماموں اس لئے کہتے ہیں کہ ماں جیسا منہ والا ہوتا ہے۔

جعلی خانقاہ کا مطلب: جعلی پیروں کی جو خانقاہ ہوتی ہے وہ اصل میں خانقاہ نہیں ہے، خوامخواہ ہے۔

میکہ کا مطلب: بیوی کی اماں کے گھر کو میکہ اس لئے کہتے ہیں کہ وہ بیوی کی مائی کا گھر ہے۔

کفیل کا مطلب: عرب ممالک میں کفیل کرنا پڑتا ہے لیکن کفیل ایسا ہونا چاہیے جو مثل فیل ہو یعنی مضبوط ہو۔

لاش کا مطلب: حسین ایک دن لاش بن جائیں گے اس لئے میں لاش کو لَا شَیٌ کہتا ہوں۔

بیلنس کا مطلب: جتنا دنیا میں رہنا ہے اتنی دنیا کے لئے محنت کرلو، جتنا آخرت میں رہنا ہے اتنی آخرت کے لئے محنت کرلو۔ دونوں کا بیلنس نکال لو ورنہ بیل ہو جاؤ گے۔

سگریٹ کا مطلب: ''سگریٹ'' فارسی اور انگلش سے بنا ہے۔ فارسی میں سَگ معنی کتا اور انگلش میں ریٹ چوہے کو کہتے ہیں۔ جس کا نام ہی اتنا گندہ ہو ایسی چیز کیوں پیتے ہو؟

موشن سے پروموشن: جس کو موشن لگتے ہیں اس کا پروموشن ہو جاتا ہے یعنی صبر سے روحانیت ترقی کر جاتی ہے۔

ساس کا مطلب: جب بیوی اپنی ماں کے پاس چلی جائے اور اس کی ماں اسے کچھ اور دن کے لئے روک لے، آنے نہ دے تو داماد صاحب کی سانس رک جاتی ہے۔

مسجد کمیٹی کا مطلب: کان اُمیٹھی یعنی امام کے کان کھینچنے والی۔

یورپ کا مطلب: یورپ والے اپنے آپ کو یورپ کہلاتے ہیں یعنی you are up

میں ڈھونڈتا ہوں تجھ کو محبت کہاں ہے تو

(دنیا کے کونے کونے میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کو بے چین پھرانے والی کیا بات تھی؟)

پھرتا ہوں دل میں درد بھرا لئے ہوئے
اور ہر نَفَس میں قُربِ منازل لئے ہوئے

پھرتا ہے مجھ کو عشق لئے چاک گریباں
گرچہ خِرد ہے طوق و سلاسل لئے ہوئے

جی چاہتا ہے ایسی جگہ میں رہوں جہاں
جیتا ہو کوئی درد بھرا دل لئے ہوئے

صحرا میں کبھی اور کبھی دامن میں کوہ کے
پھرتا ہوں دل میں دردِ محبت لئے ہوئے

میں ڈھونڈتا ہوں تجھ کو محبت کہاں ہے تو
اک قلبِ شکستہ ترے قابل لئے ہوئے

اخترؔ کو کیا ہوا ہے کہ عالَم میں ہر طرف
پھرتا ہے اپنا چاک گریباں کئے ہوئے

❁ نَفَس: سانس ❁ چاک: پھٹا ہوا ❁ خِرد: عقل ❁ طوق وسلاسل: ہتھکڑی وبیڑیاں ❁ کوہ: پہاڑ
❁ قلبِ شکستہ: ٹوٹا ہوا دل (از کلام حضرت والا نور اللہ مرقدہ)

اٹھارہواں باب

اسفار کے بیان میں

مری صحرا نوردی اور میری چاک دامانی
بہت مجبور کرتی ہے مری آہ و فغاں مجھ کو

(سببِ صحرا نوردی حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے اپنے الفاظ میں)

اسفار کے بیان میں

مئی ۲۰۰۰ء میں جب حضرت والا کو فالج ہوا اور آپ چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے اس سے پہلے تک پاکستان اور پاکستان سے باہر دیگر ممالک کے دینی اسفار فرمائے اور پاکستان کے مختلف شہروں میں اللہ تعالیٰ کی محبت کا درس دینے کے لئے تشریف لے جاتے رہے۔ ان شہروں میں ٹھٹھہ، گھارو، لاہور، رائے ونڈ، چنیوٹ، فیصل آباد، رحیم یار خان، ملتان، ڈیرہ غازی خان، ٹیکسلا، راولپنڈی، اسلام آباد، بہاولنگر، حیدر آباد، میر پور خاص، جھڈو، نوکوٹ، ٹنڈو جام، ٹنڈو الہیار، شہداد پور، ہالا، پشاور۔ آزاد کشمیر میں دھیر کوٹ، باغ، غازی آباد، عباس پور، نعمان پورہ، لس ڈنا، نیلا بٹ، ریڑھی، ملوٹ، سدھن گلی، ہاڑی گل، جھالا بازار، پنیاری شامل ہیں۔

جبکہ بیرونی ممالک میں سعودی عرب: (مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، جدہ)؛ بنگلہ دیش: (ڈھاکہ، گوہر ڈنگا، کشور گنج، کھلنا، پٹنہ، بوگرا، سلہٹ، شرافت گنج، زنجیرہ، چاٹگام)؛ ہندوستان: (ہردوئی، پھولپور، الٰہ آباد، علیگڑھ، حیدر آباد دکن، بمبئی، دہلی، وصی آباد، ڈابھیل، باندا، سلطان پور، اعظم گڑھ، لکھنؤ)؛ متحدہ عرب امارات: (العین، دبئی، شارجہ)؛ جنوبی افریقہ: (ڈربن، رسٹن برگ، آزاد وِل، اسٹینگر، پریٹوریا، جوہانسبرگ، اوخس، پیٹر میرز برگ، لنیشیا، کیپ ٹاؤن، پورٹ ایلز بتھ، نیشنل گروکر پارک، اسپینگو بیچ، وائٹ ریور، ماؤنٹ ریور)؛ برطانیہ (کولٹن، مانچسٹر، باٹلی، لندن، لیسٹر، گلاسٹر، برمنگھم، ڈیوز بری، بلیک برن، لیک ڈسٹرکٹ)؛ امریکہ: (بفلو، ڈیٹورائٹ، اٹلانٹا)؛ کینیڈا: (ٹورنٹو، ایڈمنٹن)؛ کینیا: (نیروبی، ممباسا)؛ ماریشس: (پورٹ لوئس، گرام بائس)؛ ری یونین: (سینٹ پییرَ، سینٹ ڈینس، سینٹ پال، سینٹ لوئس، petite ile، le tampon، سینٹ آندرے، سینٹ Banoet، سینٹ جوزف)؛ ملاوی: (بلیین ٹائر)؛ بارباڈوز: (بیلی ویلی)؛ برما: (رنگون)؛ ترکی: (استنبول، قونیہ) کے اسفار فرمائے۔

۱۹۹۵ء میں حضرت والا نے لنیشیا سے ڈربن بذریعہ سڑک سفر فرمایا۔ وہاں پر بڑی گاڑی جس کو ''کمبی'' کہتے ہیں اس کے آخر میں حضرت والا کا بستر لگا دیا گیا اور حضرت والا نے اس میں لیٹ کر سفر فرمایا اور پیچھے گاڑیوں کی لمبی قطار تھی۔ اس کمبی سے دوسری گاڑیوں میں ایک سسٹم کے ذریعہ حضرت والا کے ارشادات اور ملفوظات تمام گاڑیوں میں سنے جا رہے تھے۔ سارے راستے حضرت والا بیان فرماتے رہے اور اشعار ہوتے رہے۔

۱۹۹۷ء میں قونیہ (ترکی) کے سفر میں بھی اور اسی طرح ۱۹۹۶ء میں سندھ کے سفر (حیدرآباد، میر پور خاص، جھڈو، نوکوٹ، شہداد پور، ہالا) میں بس میں حضرت والا نے لیٹ کر سفر فرمایا اور تمام راستے آپ کے ملفوظات سے ہمراہ متعلقین مستفید ہوتے رہے۔ یہ تینوں اسفار حضرت والا نے تقریباً پینسٹھ (۶۵) برس کی پیرانہ سالی میں فرمائے۔

حضرت والا کی مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں حاضری

اس سفر کے بارے میں حضرت والا نے خود ارشاد فرمایا کہ: مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شعر مجھے بہت پسند ہے ؎

آہ راجز آسماں ہمدم نبود
راز را غیر خدا محرم نبود

الحمد للہ! اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی رحمت سے حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ کی زیارت نصیب فرمائی اور ان کے اس جنگل کی زیارت بھی نصیب فرمائی جہاں مولانا نے یہ شعر کہا تھا اور جہاں اللہ تعالیٰ کی محبت اور معرفت کے پچاس ہزار اشعار دیوانِ شمس تبریز کے اور ساڑھے اٹھائیس ہزار درد بھرے الہامی اشعار مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کی مثنوی کے مولانا کی زبان سے جاری ہوئے۔ پورا جنگل آج بھی نور سے بھرا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ بچپن ہی سے مجھے مولانا کے شہر قونیہ دیکھنے کی آرزو تھی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آرزو بھی پوری کردی اور لندن جاتے ہوئے ترکی کے دارالخلافہ استنبول میں قیام کیا جہاں لندن کے میزبان اور بہت سے علماء آ گئے تھے اور جنوبی افریقہ سے بھی بہت سے علماء تشریف لے آئے۔ استنبول سے ایئر کنڈیشن بس میں ہم سب قونیہ گئے۔ قونیہ میں مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں میں نے مثنوی شریف کا درس بھی دیا اور وہیں خانقاہ میں بعض لوگ میرے ہاتھ پر داخلِ سلسلہ ہوئے اور بہت سے علماء جو ساتھ تھے، انہوں نے تجدیدِ بیعت کی۔ میرا ترکی کا یہ سفر نامہ شائع ہو چکا ہے جس کا نام ''الطافِ ربانی'' ہے جس کو میر صاحب نے ترتیب دیا ہے۔

مولانا رومی کے اس جنگل میں میں نے حاضری دی چونکہ میں آہ وفغاں کا متلاشی ہوں، آہ وفغاں کا عاشق ہوں، خود بھی اور اپنی اولاد اور احباب سے بھی آہ وفغاں کا متمنی ہوں، خدا کی راہ میں آہ وفغاں، اشک بار آنکھیں اور قلبِ مضطر مانگو۔ خانقاہ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ اکیلا نہیں گیا بلکہ میرے ساتھ عاشقوں کی ایک جماعت تھی جس میں بتیس آدمی تھے، استنبول سے قونیہ تک دس گھنٹے میں سفر ہوا اور پورے راستہ میں مثنوی شریف پڑھا تا گیا، مثنوی مولانا روم کا ترجمہ اور ان کے عشق کی داستان سناتا گیا اور قونیہ جب ایک میل رہ گیا تو درسِ مثنوی چھوڑ کر میں مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کی داستانِ عشق سنانے لگا۔ مولانا رومی کی آہ وفغاں اور اللہ پر فدا کاری اور وفاداری اور اللہ تعالیٰ سے

اَشکباری اوراللہ تعالیٰ سے یاری کے جتنے مضامین تھے وہ میں نے سنا دیے۔ پھر قونیہ پہنچ کر مولانا کے مزار پر حاضری ہوئی اوران کے خلیفہ حسام الدین کی قبر مولانا کی قبر سے پہلے آتی ہے تو ان کی قبر پر میں نے وہ شعر سنائے جس میں مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ کا نام لیا تھا ؎

اے حسام الدین ضیائے ذوالجلال
میل می جو شد مرا سوئے مقال

اے میرے مرید اور خلیفہ حسام الدین تم اللہ تعالیٰ کی روشنی ہو، مثنوی کہنے کے لئے میرے دل میں زبردست طوفان اور سیلاب آرہا ہے، خوب جوش اٹھ رہا ہے لہٰذا کاغذ قلم لے کر تیار ہو جاؤ۔ آہ! اور فرمایا کہ ؎

قصد کردستند ایں گِل پارہا
کہ بپوشانند خورشیدِ ترا

میرے پیار کی وجہ سے تمہارے کچھ حاسدین بھی ہو گئے ہیں، یہ مٹی کے ڈھیلے ہیں، یہ نالائق میری تعریف سے اور تمہاری محبت جو میرے دل میں ہے اس سے حسد کر رہے ہیں اور اپنے حسد کی مٹی سے تیری نسبت کے آفتاب کو چھپانا چاہتے ہیں۔ شیخ کہہ رہا ہے کہ تم آفتاب ہو۔ یہ درجہ بھی اللہ کسی مرید کو دیتا ہے۔ تو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم آفتاب ہو لیکن تمہارے حاسدین کے دل مٹی کے ڈھیلے ہیں، ان میں روحانیت نہیں ہے، یہ تمہارے آفتابِ نسبت مع اللہ کو چھپانا چاہتے ہیں ؎

مدح تو حیف ست بر زندانیاں
گویم اندر مجمع روحانیاں

یہ نفس کے غلام، نفس کے قیدی ہیں، ان پر تمہاری تعریف نہایت گراں اور باعثِ تاسّف ہے، باعثِ افسوس ہے، یہ افسوس کر رہے ہیں کہ جلال الدین رومی حسام الدین کو کیوں اتنا چاہتا ہے؟ ان کی زندگی اللہ والی نہیں ہے، اسی لئے یہ حسد سے جل کے خاک ہو رہے ہیں۔ اے حسام الدین! جب میں تمہاری تعریف کرتا ہوں تو یہ افسوس کرتے ہیں کہ شیخ اس کو کیوں چاہتا ہے؟ ان ظالموں سے میں تعلق ترک کروں گا اور ایسے روحانی مجمع کو تلاش کروں گا جو اللہ والے ہوں اور وہاں تیری تعریف کروں گا۔

تو اللہ تعالیٰ اللہ والوں کو اور ان کے غلاموں کو مجمعِ روحانیاں بھی عطا کرتا ہے۔ میرے شیخ و مرشد مولانا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا تھا کہ اگر اختر سے امت مسلمہ کو کچھ نفع نہ ہوتا تو یہ مجمع یہاں کیوں آتا؟ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے جس کو روحانیت عطا کرتا ہے اسے مجمعِ روحانیاں بھی دینا جانتا ہے، جو اللہ کسی کو اپنا دردِ دل

عطا کرتا ہے، جو اللہ زبانِ ترجمانِ دردِ دل عطا کرنے پر قادر ہے وہ اس کو ایسے کان بھی دینے پر قادر ہے جو اس کی زبانِ ترجمانِ دردِ دل کو محبت سے سنیں گے اور اپنے سینوں میں رکھیں گے اور پھر آگے اس کے مریدین، اس کے شاگرد، اس کے خلفاء اس دردِ محبت کے نشر کے لئے باعثِ نشریاتِ دردِ دل ہوں گے ۔

کارِ زلف تست مشک افشانی اما عاشقاں
مصلحت را تہمتے بر آہوئے چیں بستہ اند

آہوئے چیں یعنی چین کے ہرن جس کے نافہ میں مشک ہوتا ہے، پیدا تو اللہ ہی کرتے ہیں، ہرن کو اس مشک کا وسیلہ بنایا۔ یہ اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت کا کرشمہ ہے، ان کی محبت کی خوشبو کا معجزہ ہے کہ وہ کسی کو روحانی طور پر یتیم اور بے کس نہیں رکھتا، غیب سے انتظام کرتا ہے۔

طبیعت ناسازی کے بعد اسفار

۳۱ مئی ۲۰۰۰ء کو فالج کی وجہ سے طبیعت ناسازی کے بعد بھی حضرت والا نے پاکستان میں مختلف شہر جبکہ بیرونی ممالک میں سعودی عرب، برطانیہ، بنگلہ دیش، جنوبی افریقہ، زمبیا، موزمبیق اور بوٹسوانا کا سفر فرمایا۔

۲۰۰۸ء میں حضرت والا نے عمرے کا جو آخری سفر فرمایا اس میں تین دن مکہ شریف میں اور چوبیس دن مدینہ شریف میں رہے۔ دنیا بھر سے حضرت والا کے متعلقین حضرت کے ساتھ عمرہ کرنے کے لئے آئے ہوئے تھے۔ اس ضعف اور امراض متعددہ کے باوجود بھی روزانہ بعد فجر، صبح گیارہ بجے، بعد ظہر، بعد عصر، بعد مغرب، بعد عشاء پانچ مجالس ہوتی تھیں حتیٰ کہ جب حضرت بستر پر سونے کے لئے لیٹ جاتے تھے اس وقت بھی مجلس ہوتی تھی۔ ۲۰۰۲ء سے ۲۰۰۸ء تک تین بار حرمین شریفین حاضر ہوئے اور تین عمرے ادا فرمائے، ۲۰۰۲ء اور ۲۰۰۴ء میں جنوبی افریقہ کے دو سفر فرمائے۔ ۲۰۰۴ء ہی میں جنوبی افریقہ سے بوٹسوانا، زمبیا اور موزمبیق کا سفر فرمایا، بنگلہ دیش کے دو سفر اور برطانیہ کا ایک سفر فرمایا اور اندرونِ ملک کئی شہروں کا سفر فرمایا اور تمام مقامات پر اپنی مجالسِ ارشاد سے مستفیض فرماتے رہے۔

بالآخر جب حق تعالیٰ کو حضرت والا کو ایک مدت تک ایک جگہ بٹھانا منظور ہوا جیسا کہ اکثر بزرگوں کے ساتھ اخیر میں یہی معاملہ ہوتا ہے بالخصوص اقطابِ وقت کے ساتھ تو سن ۲۰۰۸ء کے بعد سے آپ کے اسفار ختم ہو گئے۔ (حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ، اشرف السوانح میں فرماتے ہیں کہ جو اقطاب ہوتے ہیں عموماً عمر کے آخری حصے میں اللہ انہیں یکسو کر کے ایک جگہ بٹھا دیتا ہے۔ ص ۱۳۶ ج ۱)

آج دنیا میں سے سب مرغِ سحر اُڑ جائیں گے

ہمصفیرو اب تو مَیں پھندے میں اُس کے پڑ چکا
لاکھ پھڑکوں پر نہیں ممکن کہ اس سے ہُوں جدا
پوچھو اُس ظالم سے تو مِقراض کیوں ہے ڈھونڈتا
پَر کترنے کا مرے صیاد کو ہے فکر کیا
دام ہی کی کشمکش سے میرے پَر اُڑ جائیں گے

ہُوں جدا جس روز سے اُس رونقِ محفل سے میں
کچھ تڑپنے میں نہیں کم طائرِ بسمل سے میں
دن تو بیتابی میں کرتا ہوں بسر مشکل سے میں
کروٹیں لوں گا جو یوں بھی شب کو دردِ دل سے میں
کِھل کے گُلہائے نِہالی تا سحر اُڑ جائیں گے

ہجر کی شب میں نے دیکھا جب نہیں ہوتی سحر
کان بہتیرے لگائے پر نہ بولے جانور
تب تو یہ میں نے کہا ناچار سینہ کُوٹ کر
گوش بر آواز کیوں رہتا جو یہ ہوتی خبر
آج دنیا میں سے سب مرغِ سحر اُڑ جائیں گے

صبحِ گلشن میں صبا تیرا اگر ہووے گزر
کہیو بلبل سے ذرا اتنا کہ اے شوریدہ سر
کر رہی ہے چہچہے کیا شاخِ گُل پر بیٹھ کر
یہ چمن یونہی رہے گا اور ہزاروں جانور
اپنی اپنی بولیاں سب بول کر اُڑ جائیں گے

(ظفرؔ)

❀ ہمصفیرو: ایک بولی بولنے والے ❀ مقراض: قینچی ❀ نِہالی: چھوٹا چمن
❀ بِسمل: پرندہ جسے ابھی ابھی ذبح کیا گیا ہو ❀ بہتیرے: بہت ❀ شوریدہ سر: دیوانہ

انیسواں باب

آخری عمر میں طبیعت کی ناسازی

آخری عمر میں طبیعت کی ناسازی

دل کا دورہ۔مئی ۱۹۹۶ء

احقر عشرت جمیل عرض کرتا ہے کہ حضرت والا کو عرصۂ دراز (دورۂ قلب سے اندازاً دس بارہ برس قبل) سے شوگر کا عارضہ لاحق تھا، جس کی وجہ سے حضرت والا نے میٹھے کا استعمال تقریباً ترک فرما دیا تھا، شوگر کو معتدل رکھنے کے لئے پابندی سے دوا بھی کھاتے تھے۔ حضرت والا کو ۱۹۹۶ء میں دل کا سخت دورہ پڑا، جس کے حالات یہاں درج کرتا ہوں۔

۲۸/ذوالحجہ ۱۴۱۶ھ بمطابق ۱۶/مئی ۱۹۹۶ء بروز جمعرات دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد حضرت والا اپنے حجرۂ خاص میں آرام کی غرض سے بستر پر لیٹ گئے تھے، ہم کچھ خدام حضرت والا کے ہاتھ پیر اور سر دبا رہے تھے۔ تقریباً ساڑھے تین یا چار بجے ہوں گے کہ خدام کو محسوس ہوا کہ حضرت والا کو نیند آچکی ہے تو ایک ایک کر کے سب بغیر کوئی آواز کئے کمرے سے باہر آگئے کیونکہ حضرت والا کا حکم یہی تھا کہ جب مجھے نیند آجائے تو سب لوگ کمرے سے باہر چلے جایا کریں۔ عصر سے پہلے جبکہ حضرت والا اپنے حجرۂ خاص میں اکیلے آرام فرما رہے تھے چار بجکر ۴۵ منٹ پر حضرت کو دل کا دورہ پڑا۔ حضرت والا نے بعد میں بتایا کہ میں گہری نیند میں سو رہا تھا کہ اچانک بجلی چلی گئی، جس کی وجہ سے کمرے کا ایئر کنڈیشن (ونڈو اے سی) جو بستر کے پائینتی کی طرف کھڑکی میں لگا ہوا تھا، اس کا کمپریسر بہت زوردار آواز کے ساتھ بند ہوا۔ کمرے میں ویسے بھی اندھیرا تھا، آواز کی وجہ سے حضرت والا گھبرا کر جلدی سے اٹھے اور اندازے سے اے سی کے بٹن تک پہنچ کر بٹن بند کر دیا، اسی وقت حضرت والا کو دل میں درد محسوس ہوا۔ حضرت والا نے گھنٹی بجائی تا کہ خدام کمرے میں آجائیں، جب ہم لوگ اندر پہنچے تو حضرت والا کی کیفیت دیکھ کر احقر کو کچھ ڈر ہوا کہ یہ دل کا دورہ نہ ہو کیونکہ حضرت والا بتا رہے تھے کہ مجھے سینے میں درد محسوس ہو رہا ہے اور پسینہ بھی بہت آرہا تھا۔

اسی وقت حضرت والا کے خلیفہ مجاز، ماہرِ امراضِ قلب، حافظ ڈاکٹر محمد ایوب صاحب کو فون ملایا، انہوں نے فوری طبی امداد کے طور پر کچھ ہدایات دیں اور کہا کہ میں جلد از جلد خانقاہ پہنچنے کی کوشش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب کو جزائے عظیم عطا فرمائے کہ تمام ضروری کاموں کو پس پشت ڈال کر جلد ہی خانقاہ حاضر ہو گئے اور ایمرجنسی انجکشن وغیرہ لگائے۔ ڈاکٹر صاحب کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے، انہوں نے بتایا کہ حضرت والا کو (Severe) سخت قسم کا دل کا دورہ پڑا ہے، میں نے عارضی آرام کے انجکشن تو لگا دیے ہیں لیکن حضرت والا کو فوری طور پر ہسپتال لے جانا از حد ضروری ہے۔

جب حضرت والا کو ہسپتال جانے کی بات بتائی گئی تو آپ نے ہسپتال جانے سے انکار فرمادیا، فرمایا کہ میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ ایسے نازک وقت میں میری نظر کسی نرس پر، نامحرم عورت پر پڑ جائے۔ لہٰذا پہلے ہسپتال میں حضرت والا کی منشاء کے مطابق انتظامات کروائے گئے کہ کوئی عورت حضرت والا کے کمرے میں نہیں آئے گی، تب حضرت والا ہسپتال جانے کے لئے آمادہ ہوئے۔ ایمبولینس میں ہسپتال لے جایا گیا۔ دل کے ایک بڑے ڈاکٹر نے کہا کہ میں نے زندگی میں پہلی مرتبہ دل کا ایسا مریض دیکھا ہے کہ جس کے چہرے پر اتنا نور اور اطمینان ہے۔ اس دورۂ دل کی وجہ سے حضرت والا پانچ دن ہسپتال میں رہے۔

حضرت والا کے معالج حافظ ڈاکٹر ایوب صاحب اس دن کی کیفیت بتاتے ہیں:

''اس شام مجھے تقریباً ۵ بجے خانقاہ سے حضرت میر صاحب کا فون آیا کہ حضرت والا کی طبیعت ناساز ہوگئی ہے اور وہ سینے میں درد محسوس کررہے ہیں۔ میں نے فون پر ہی صورتِ حال سمجھنے کے لئے کچھ سوالات کئے تو بتایا گیا کہ آپ کو پسینہ بھی آرہا ہے اور دیگر علامات سے بھی میں سمجھ گیا کہ معاملہ نازک ہے۔ میں نے کچھ گولیاں جو اِن حالات میں دی جاتی ہیں، وہ کھلانے کا کہا اور کہا کہ یہ دوائیں کھلا کر مجھے فوراً کیفیت دوبارہ بتائیں۔ دو منٹ بعد ہی دوبارہ فون آیا کہ گولیاں کھانے سے بھی درد میں کوئی کمی نہیں ہوئی ہے۔ میں نے کہا کہ میں فوراً پہنچ رہا ہوں، گھبرائیں نہیں۔ مجھے خانقاہ پہنچنے میں پندرہ منٹ لگے۔ جب میں حضرت والا کے حجرۂ خاص میں پہنچا تو آپ زمین پر اپنے بستر پر لیٹے ہوئے تھے۔ جتنے اطمینان اور سکون کے ساتھ آپ نیچے بستر پر لیٹے ہوئے تھے اس سے مجھ جیسا ایک دل کا اسپیشلسٹ ڈاکٹر جو روزانہ دل کے بیسیوں مریضوں کو سخت نازک حالت میں دیکھتا ہو، وہ اندازہ نہیں لگا سکتا تھا کہ حضرت کو دل کا شدید دورہ پڑا ہے۔ بہرحال! میں نے فوری طور پر ای سی جی مشین سیٹ کی، اس دوران حضرت کو بہت پسینہ آرہا تھا لیکن آپ کا بلڈ پریشر نارمل تھا۔ آپ گفتگو فرمارہے تھے کہ کس طرح میرے دل میں درد ہوا، سب کیفیت خود بتارہے تھے، ایسا لگتا تھا جیسے حضرت کو کچھ ہوا ہی نہیں ہے۔ اسی درد کی حالت میں آپ بیت الخلاء بھی تشریف لے گئے تھے (جو نہیں جانا چاہیے تھا) جس کے بعد درد اور بڑھ گیا تھا۔

میں حضرت والا کے ایک طرف تھا، ای سی جی مشین دوسری طرف تھی اور اس کا کاغذ جو پرنٹ ہوکر نکل رہا تھا وہ تقریباً مجھ سے ڈیڑھ دو میٹر دور تھا لیکن اتنے فاصلے سے بھی میں سمجھ سکتا تھا کہ اس کاغذ پر کیا آرہا ہے۔ وہ وقت میری زندگی کا سب سے مشکل وقت تھا، اتنا مشکل کہ

دوسال پہلے میرے والد صاحب کا دل کے عارضے میں میرے ہاتھوں میں انتقال ہوالیکن ایسا تکلیف کا لمحہ میں نے اپنی زندگی میں محسوس نہیں کیا تھا۔تمام علامات دل کے دورے کی ظاہر ہورہی تھیں۔میری آنکھوں میں آنسوامڈے چلے آرہے تھےلیکن اسی لمحات میں، میں اپنے آپ کوسنبھالنے کی بھی کوشش کررہا تھا تاکہ حضرت والا کو پتا نہ چلے کہ کیا ہوا ہے؟ایسے وقت میں بھی آپ اتنے پرسکون اور مطمئن تھے کہ ہم میڈیکل کی زبان میں کہتے ہیں کہ مریض سمجھ رہا ہے کہ جیسے کچھ ہوا ہی نہیں ہے، آپ کا چہرہ، آپ کی گفتگو، ہر چیز میں سکون تھا، آپ فرمارہے تھے کہ ارے میاں! کچھ نہیں ہوا مجھے، بس تھوڑا سا درد یہاں سینے میں محسوس ہوا تھا، سب ٹھیک ہے۔ اس وقت جو بھی ڈاکٹر حضرت کو دیکھتا تو وہ یہی کہتا کہ آپ سچے اللہ والے ہیں۔میں آپ کو بتارہا ہوں کہ میں پندرہ سال سے دل کے وارڈ میں کام کررہا ہوں، میں نے بے شمار دل کے مریض دیکھے ہیں لیکن میں نے اتنے درد کے ساتھ ایسا مطمئن کسی مریض کو نہیں دیکھا۔

میں باہر آیا اور میں نے حضرت میر صاحب کو بتایا کہ دل کا شدید دورہ پڑا ہے اور فوری طور پر ہسپتال لے جانا از حد ضروری ہے۔ہم نے آدھے گھنٹے میں تمام تیاریاں کرکے حضرت والا کو ہسپتال جانے کے لئے راضی کیا۔حضرت والا نے فرمایا کہ میں خود چل کر گاڑی تک جاؤں گا لیکن میں جانتا تھا کہ یہ پیدل جانا حضرت والا کی زندگی کے لئے کتنا نقصان دہ ہوسکتا ہے لہٰذا میں نے عرض کیا کہ نہیں حضرت! آپ اسٹریچر پر لیٹ جائیں، میں نے کوئی خطرہ مول نہیں لیا۔ ایمبولینس میں حضرت والا نے مجھ سے نماز کے وقت کا معلوم کیا کہ ابھی مغرب میں کتنا وقت باقی ہے۔اس وقت چھ بجے تھے اور مغرب میں ایک گھنٹہ باقی تھا۔(کیونکہ حضرت والا جمعہ کا دن شروع ہونے کا انتظار فرمارہے تھے) ہسپتال پہنچنے کے پندرہ منٹ میں ہم حضرت والا کو انتہائی نگہداشت کے یونٹ میں لے گئے جہاں پہلے سے دل کے دس مریض لیٹے ہوئے تھے۔آئی سی یو کے انچارج ڈاکٹر نے جب حضرت والا کی ای سی جی رپورٹ دیکھی تو وہ سمجھ گیا کہ حضرت کو دل کا دورہ ہوا ہے لیکن اس نے کہا کہ حضرت والا کے چہرے پر دل کے دورے کی کوئی علامات کیوں نہیں ہیں؟ میں نے انہیں بتایا کہ یہ میرے شیخ ہیں، اللہ سے ان کا بہت گہرا تعلق ہے، تقویٰ والی زندگی کی برکت سے ان کے چہرے پر سکون اور اطمینان ہے۔اُس ڈاکٹر نے دوسرے مریض کو جو حضرت کے

برابر والے بستر پر تھا، حضرت کی مثال دے کر کہا کہ انہیں دیکھو اور تم اپنے آپ کو دیکھو، تم کتنے پریشان ہو رہے ہو اور یہ کتنے پرسکون ہیں۔

دو گھنٹے کے بعد جب ڈاکٹروں نے محسوس کیا کہ طبیعت کنٹرول میں ہے تو حضرت والا کو کمرے میں منتقل کر دیا گیا، وہاں بھی حضرت والا اپنے معمول کے مطابق گفتگو فرماتے رہے حتیٰ کہ ہنسی مذاق بھی فرماتے رہے۔ اگلے چودہ گھنٹوں میں حضرت والا کا ای سی جی بہتر آنے لگا جو کہ عموماً اتنی جلدی بہتر ہوتا نہیں ہے۔''

صحت یابی کے بعد حضرت والا نے احقر عشرت جمیل کو بتایا کہ:

''میرے دل میں بہت اطمینان تھا اور میں دل میں ہنس رہا تھا بلکہ میرا دل چاہ رہا تھا کہ میں زور سے ہنسوں لیکن میں نے دیکھا کہ سب کے چہرے افسردہ اور رونے والے ہو رہے ہیں اس لئے میں نہیں ہنسا، کیونکہ اگر میں ہنستا تو سب اور پریشان ہو جاتے۔ لیکن میں نے دل کا دورہ ہوتے ہی کلمہ پڑھ لیا تھا، اور یہ دعا کی کہ اے اللہ اگر میرا وقت آ گیا ہے تو مجھے ایمان پر موت نصیب فرمائیے گا اور میں دعا کر رہا تھا کہ اے اللہ! میری زندگی اتنی اور تھوڑی بڑھا دیجئے کہ جمعہ کا دن شروع ہو جائے کیونکہ جمعرات کو عصر کے وقت کے یہ حالات بتا رہا ہوں۔''

اپنی اس علالت کے بارے میں ایک خاص بات جو خود حضرت والا نے بتائی:

''دل کے دورے پر میں آپ لوگوں کو ایک بات بتاتا ہوں جو نہ میر صاحب نے بتائی نہ ڈاکٹر ایوب صاحب نے۔ وہ یہ کہ میرے اللہ نے مجھے فوراً اپنے سے رجوع ہونے کی توفیق عطا فرمائی۔ کیسے؟ پہلے تو یہ کہ اے اللہ میں کلمہ پڑھ کر ایمان پر خاتمہ چاہتا ہوں، دوسرے یہ کہ کوئی تجلی اپنی ایسی دکھلائیے کہ میں آپ کی رحمت کا امیدوار ہو جاؤں اور اس خوشی کے عالم میں خود اپنی جان آپ پر قربان کر دوں، شاداں وفرحاں، غزل خواں آپ کے پاس آ جاؤں۔ تیسرے یہ کہ آسان حساب آپ ہمارا لیجیے گا، بے حساب مغفرت مقدر فرما دیجئے اور ابرار و صالحین کی صحبت اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت نصیب فرما دیجئے۔ اس کے بعد میں نے یہ شعر پڑھا۔

خرم آں روز کزیں منزلِ ویراں بروم
راحتِ جاں طلبم و از پئے جاناں بروم

اس کا ترجمہ یہ ہے کہ یا اللہ! کب وہ مبارک وقت آئے گا کہ میں دنیائے ویران سے

آپ کی طرف خوش خوش آجاؤں، اس دن میں اپنی جان کی راحت پا جاؤں گا اور اے محبوبِ حقیقی آپ کی ملاقات سے مشرف ہوں گا۔ اسی لئے مجھے دل میں خوشی ہو رہی تھی جبکہ ایمبولینس میں جو لوگ میرے ساتھ چل رہے تھے میں ان کے چہروں پر ہوائیاں، پریشانیاں، حواس باختگی دیکھ رہا تھا مگر میں دل دل میں ان لوگوں پر ہنس رہا تھا، منہ پر ہنسی نہیں آنے دیتا تھا کہ کہیں یہ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ میں انہیں بے وقوف سمجھ رہا ہوں۔ وہی بات ابھی ڈاکٹر صاحب نے جو بتائی کہ میرے چہرے پر کوئی پریشانی نہیں تھی، تمام معاملات میرے حقوق العباد کے لکھے ہوئے تھے، ہر تھیلے پر میں لکھ دیتا ہوں کہ یہ مدرسہ یا مسجد یا ذاتی کون سی امانت ہے۔ بنگلہ دیش والوں نے سفر کا کرایہ بھیجا ہوا تھا تو اس پر یہ تک لکھ دیا تھا کہ یہ کرائے کی رقم ہے تاکہ اگر سفر سے پہلے اللہ کی طرف سے بلاوا آجائے تو کرایہ بھیجنے والوں کو یہ رقم واپس کر دی جائے۔''

فیروز میمن صاحب ہسپتال میں حضرت والا کی عیادت کے بعد باہر نکلے تو ان کے والد صاحب کے دوست ملے اور پوچھا کہ خیریت ہے؟ ہسپتال کیسے آئے؟ انہوں نے بتایا کہ ہمارے شیخ کی طبیعت ناساز ہے، ان کی عیادت کے لئے آیا ہوں۔ تو پوچھا کہ آپ کے شیخ کون ہیں؟ فیروز صاحب نے حضرت والا کا نام بتایا۔ کہنے لگے کہ یہ وہ بزرگ تو نہیں جو حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ہوتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ جی ہاں۔ کہنے لگے کہ ارے بھائی! جوانی میں انہوں نے جس طرح اپنے شیخ کی خدمت کی ہے، اور کتاب ایسے پڑھتے تھے کہ دل کو جھنجھوڑ دیتے تھے، جب جوانی میں اتنی آگ لگاتے تھے تو اِس وقت کیا آگ لگاتے ہوں گے۔

چند دن ہسپتال میں علاج کے بعد حضرت والا کی طبیعت بہتر ہوگئی تو ڈاکٹروں نے اس شرط پر گھر جانے کی اجازت دی کہ مکمل آرام کریں گے، چھ ماہ کے لئے تمام بیانات، مجالس اور اسفار سے بھی منع کر دیا تھا حتیٰ کہ ملاقاتوں پر بھی پابندی لگا دی تھی۔ لیکن حضرت والا نے فرمایا کہ مجھے بیان سے مت روکو، اللہ کی محبت بیان کرنا میری زندگی ہے، اگر میری صحت چاہتے ہو تو پھر مجھے بیان کرنے دو۔ دورۂ قلب کے بعد حضرت والا کا پہلا بیان ۲۸ جون ۱۹۹۶ء جمعہ کے دن مسجدِ اشرف میں ہوا اور چار ماہ بعد ۳۰ ستمبر ۱۹۹۶ء کو پہلے بیرونی سفر پر (جنوبی افریقہ) روانگی ہوئی جہاں سے ایک ماہ بعد ۳۱ اکتوبر ۱۹۹۶ء کو واپسی ہوئی۔

فالج کا حملہ۔ مئی ۲۰۰۰ء

احقر راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ بروز بدھ، ۲۶ صفر ۱۴۲۱ھ مطابق ۳۱ مئی ۲۰۰۰ء حضرت والا کو فالج ہوا لیکن حضرت والا پر فالج کا اثر ۳۰ مئی ۲۰۰۰ء کو ہی ہو گیا تھا۔ حضرت والا کی طبیعت صبح سے ہی ناساز تھی اور مسجد کے سامنے چہل قدمی فرماتے ہوئے پاؤں میں لغزش سی معلوم ہوئی۔ اس کے بعد حسبِ معمول اشراق کی نماز کے لئے مسجد تشریف لے گئے۔ احقر نے دریافت کیا کہ کیا حضرت والا کی طبیعت ناساز ہے؟ خلافِ معمول حضرت والا نے کوئی جواب نہیں دیا اور احقر کی طرف دیکھا اور اشراق کی نیت باندھ لی۔ اشراق کے بعد ہمیشہ حضرت والا حجرہ میں تشریف لاتے اور ناشتہ فرماتے تھے۔ احقر جب حضرت والا سے ناشتہ کے لئے دریافت کرتا تو ہاں یا ناں میں جواب ارشاد فرماتے۔ اس دن جب احقر نے دریافت کیا تو بھی خلافِ معمول کوئی جواب نہیں دیا اور چادر اوڑھ کر استراحت کے لئے لیٹ گئے۔ ظہر کی نماز کے بعد تھوڑا سا کھانا تناول فرمایا اور قیلولہ کے لئے لیٹ گئے اس وقت تک فالج کا کوئی اثر ظاہر نہیں ہوا تھا۔ عصر کے بعد حضرت والا کو چائے پیش کی تو ہاتھ سے پیالی نہ اٹھ سکی۔ فوراً ڈاکٹر ایوب صاحب کو بلایا گیا۔ انہوں نے بتایا کہ حضرت والا کو فالج ہو گیا ہے۔ رات تک طبیعت اور زیادہ ناساز ہو گئی اور جسم کا دایاں حصہ اور زبان بہت زیادہ متاثر ہو گئی یہاں تک کہ پندرہ دن تک حضرت والا کوئی بات نہ کر سکے۔ اس کے بعد الحمدللہ زبان صاف ہوئی اور ملک و بیرونِ ملک سے آنے والے سالکین کو اپنے ارشادات سے مستفیض فرمانے لگے۔

یوں تو تندرستی کے زمانے میں حضرت والا ہمہ وقت دین کی خدمت میں مشغول رہتے، تصنیف و تالیف، سالکین کے خطوط کے جوابات اور اصلاح کے لئے آنے والوں سے ملاقات اور اس میں اپنے آرام کی بھی فکر نہ فرماتے لیکن مجلس ہفتہ میں دو بار ہوتی تھی، ایک اتوار کی صبح کو اور دوسری پیر کی شام کو لیکن اس معذوری اور بیماری کی حالت میں صبح سے رات تک روزانہ چار پانچ مجلسیں ہونے لگیں جن کا دورانیہ ایک گھنٹے سے ڈیڑھ گھنٹہ ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے حضرت والا کو ایسی ہمت اور قوتِ ارادی اور مقامِ تسلیم و رضا عطا فرمایا تھا کہ معذوری کی حالت میں جب کہ حضرت والا بغیر کسی خادم کے سہارے کے چل بھی نہیں سکتے تھے مختلف ممالک کے دینی اسفار فرمائے۔ متعدد عوارض کے باوجود ۲۰۰۲ء سے ۲۰۰۸ء تک تین مرتبہ حرمین شریفین، دو مرتبہ جنوبی افریقہ، دو مرتبہ بنگلہ دیش اور برطانیہ کا ایک سفر فرمایا۔ ۲۰۰۴ء ہی میں جنوبی افریقہ سے بوٹسوانا، زمبیا اور موزمبیق کا بھی سفر فرمایا۔ یہ

حضرت والا کی دینی تڑپ اور غیر معمولی قوتِ ارادی کا نتیجہ تھا ورنہ اس حالت میں سفر کرنا اور اپنے ارشادات سے مستفیض فرمانا جب کہ بولنے میں حضرت والا کو بہت تعب ہوتا تھا ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں اور اکثر اپنا یہ شعر نہایت درد سے پڑھا کرتے ؎

دوستو سن لو تم کچھ مری داستاں
ایک دن پھر نہیں ہوں گے دنیا میں ہم

حضرت والا ہمیں اپنی حیات سے تسلیم و رضا کا سبق دے گئے۔ حضرت والا کی پوری زندگی صبر اور تسلیم و رضا سے تعبیر ہے، جس کا لوگوں کو علم نہیں کہ اللہ کے راستہ میں حضرت والا کن مجاہدات اور تکالیف اور حاسدین کی ایذا رسانیوں سے گذرے ہیں۔ ۱۳ برس سے حضرت والا صاحبِ فراش تھے لیکن تسلیم و رضا کا پیکر تھے، اگر حضرت والا کی اس حالت کو نہ دیکھا ہوتا تو معلوم ہی نہ ہوتا کہ تسلیم و رضا کسے کہتے ہیں؟ اس حالت میں بھی کبھی کسی سے اپنی تکلیف کا اظہار نہیں فرمایا، اگر کوئی مزاج پوچھتا تو فرماتے ''اللہ کا شکر ہے کہ سر سے پیر تک خیریت سے ہوں، الحمد للہ کوئی تکلیف نہیں'' اور بیماری کی اس حالت میں بھی لوگوں سے مزاح فرماتے، ہنستے رہتے اور ہنساتے رہتے اور اپنا مقامِ تسلیم و رضا اس شعر میں ظاہر فرما گئے ؎

کیفِ تسلیم و رضا سے ہے بہارِ بے خزاں
صدمہ و غم میں بھی اخترؔ روح رنجیدہ نہیں

فالج کی حالت میں حضرت والا نے تقریباً ۱۳ برس اس جہانِ فانی میں گذارے، اس دوران دو مرتبہ حضرت کی طبیعت شدید متاثر ہوئی کہ ایسا لگتا تھا کہ شاید وقتِ موعود آن پہنچا لیکن اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا کہ دوبارہ صحت کسی حد تک بحال ہو جاتی۔ ایک مرتبہ صبح گیارہ بجے والی مجلس کے دوران حضرت والا کے دل کی دھڑکن اچانک رُک گئی۔ قریب بیٹھے ہوئے خدام کو حضرت والا کے جسمِ مبارک میں جب کچھ دیر تک کوئی حرکت محسوس نہیں ہوئی تو انہوں نے حضرت کو آواز دی، ہلایا جلایا لیکن حضرت والا بے حس و حرکت اپنے صوفے پر تشریف فرما تھے۔ حضرت والا کے معالج ڈاکٹر امان اللہ جو خانقاہ کے اوپر والی منزل پر مقیم تھے، اطلاع ملنے پر دوڑتے ہوئے آئے اور فوراً ہی ایمرجنسی علاج مہیا کیا، حضرت والا کے دل کی طرف زور زور سے مکے مارے، اللہ کا کرنا کہ دل کی دھڑکن دوبارہ جاری ہوگئی، ابھی ڈاکٹر امان اللہ مزید مکا مار ہی رہے تھے کہ حضرت والا نے دیکھ لیا اور ڈانٹ کر فرمایا کہ یہ کیا کر رہا ہے؟ ایک مرتبہ طبیعت زیادہ ناساز ہونے پر حضرت والا کو ہسپتال لے جانے کا مشورہ ہوا لیکن حضرت نے منع فرما دیا اور بہت درد انگیز لہجے میں فرمایا کہ مجھے میرے رب کے پاس جانے سے مت روکو۔

مئی ۲۰۰۰ء سے روزِ وفات ۲ جون ۲۰۱۳ء تیرہ برسوں میں حضرت والا کی طبیعت اتنی ناساز ہوجاتی کہ حضرت والا کی رحلت کے بارے میں وسوسے آنے لگتے۔ڈاکٹروں نے ان موقعوں پر حضرت والا کے صاحبزادے حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم سے فرمایا کہ فوراً فیصلہ کرکے ہسپتال لے جانا ہے اور اس میں یہ باتیں ممکنات میں سے ہوسکتی ہیں:

(۱)......ہسپتال جانا ہوگا

(۲)......وینٹی لیٹر پر جاسکتے ہیں

(۳)......بجلی کا شاک لگانا ہوگا

حضرت مولانا مظہر صاحب دامت برکاتہم نے روتے ہوئے فرمایا کہ ابّا جان (حضرتِ اقدس رحمۃ اللہ علیہ) نے ان سب باتوں کو منع فرمایا ہے اور میں ابّا کی وصیت کے خلاف نہیں کرسکتا۔دوبار اس طرح ہوا کہ حضرت والا کو ہوش تھا اور جب حضرت سے ہسپتال کا پوچھا گیا تو حضرت والا نے سختی سے منع فرمادیا کہ اگر بے ہوشی ہوئی تو وہاں نامحرم سے کس طرح بچ سکوں گا۔دوسری بار حضرت مولانا مظہر صاحب دامت برکاتہم نے ہمشیرہ سے مشورہ کیا، ہمشیرہ نے بھی روتے ہوئے فرمایا کہ کچھ بھی ہوجائے، ابّا کی وصیت پر عمل کریں۔

جمعہ کے آخری بیان میں حضرت والا کی اللہ تعالیٰ سے امید کی کیفیت

فالج سے محض چار دن قبل ۲۶ مئی ۲۰۰۰ء بروز جمعہ، مسجدِ اشرف میں جمعہ کا آخری معرکۃ الآراء بیان فرمایا جو "یا ارحم الراحمین مولائے رحمۃ للعالمین" کے نام سے چھپ چکا ہے۔اس وعظ میں حضرت والا نے اللہ تعالیٰ کے گنہگار بندوں کو مایوسی سے نکال کر اللہ کی رحمت کا امیدوار بنانے کے لئے رحمت کا عجیب وغریب عنوان اختیار فرمایا۔

اس بیان میں حضرت والا نے فرمایا کہ: اب وہ دعا سکھا رہا ہوں کہ گیا سے گیا یعنی ہر گیا گذرا، ہر گناہ کا پکڑا ہوا، ہر گرفتارِ معصیت ان شاء اللہ تعالیٰ گناہوں سے نجات پا جائے گا اور نسبت مع اللہ سے محروم نہیں رہے گا اگر صبح وشام پڑھے گا۔وہ دعا یہ ہے: ((اَللّٰھُمَّ لَا تُخْزِنِیْ فَاِنَّكَ بِیْ عَالِمٌ)) اے اللہ! آپ ہم کو ذلیل اور رسوا نہ کیجئے کیونکہ آپ ہمارے ہر گناہ سے باخبر ہیں، جب ہم گناہ کرتے ہیں تو آپ وہاں موجود ہوتے ہیں اور جب نیکی کرتے ہیں تو بھی موجود رہتے ہیں، آپ کبھی کسی جگہ غیر موجود ہوتے ہی نہیں۔وَھُوَ مَعَكُمْ اَیْنَ مَا كُنْتُمْ کا یہی ترجمہ ہے کہ اے اللہ! آپ اپنے بندوں سے کبھی غیر موجود نہیں ہوتے، مسجد میں بھی آپ ساتھ ہیں، دفتر میں بھی ساتھ ہیں، ہوائی جہاز پر بھی ساتھ ہیں، بحری جہاز پر بھی ساتھ ہیں، شہر میں بھی ساتھ ہیں، جنگل میں بھی ساتھ ہیں، کہیں کوئی

ایسی جگہ نہیں ہے جہاں آپ ساتھ نہ ہوں۔ **وَهُوَ مَعَكُمْ** جملہ اسمیہ ہے، اس سے خروج محال ہے۔ اب منطق سنئے کہ **وَهُوَ مَعَكُمْ** جملہ اسمیہ ہے اور جملہ اسمیہ دلالت کرتا ہے دوام پر اور دوام دلالت کرتا ہے عدمِ خروج پر کہ اس حالت سے اس کا خروج نہیں ہوسکتا یعنی بندہ ایک سانس ایسا نہیں لے سکتا کہ خدا اس کے ساتھ نہ ہو، انسان کا کوئی سانس ایسا نہیں گذر سکتا کہ جس سانس میں **وَهُوَ مَعَكُمْ** سے اس کا خروج اور ایگزٹ (exit) ہوجائے۔ بتاؤ! ایسا رفیق کہاں ملے گا جو زمین کے اوپر بھی اور زمین کے نیچے بھی، عالمِ برزخ میں بھی، میدانِ محشر میں بھی اور جنت میں بھی ساتھ ہو۔ لاؤ ہمارے پیارے اللہ کے سوا کوئی ایسا ساتھی، ایسا رفیق، ایسا مولیٰ، جو کبھی اور کہیں ساتھ نہ چھوڑتا ہو ؎

ایسا محبوب کوئی دکھلائے
ہو جو ہر دم دلِ حزیں کا حبیب
جو ہو موجود دل کی دھڑکن میں
رگِ جاں سے بھی ہو زیادہ قریب

ورنہ جنازہ جب قبر میں اترتا ہے تو بڑی بڑی عاشق بیویاں زمین کے اوپر رہ جاتی ہیں۔ مال و دولت و کاروبار اور دفتر اور آفس جس کی وجہ سے ان کو فش (Fish) اور ڈش ملتا ہے، اگر آفس نہ چلے تو فش بھی غائب اور ڈش بھی غائب۔ موت کے وقت آفس اور فش اور ڈش سب ساتھ چھوڑ دیتے ہیں یا نہیں؟ یا آفس ساتھ جاتا ہے کہ صاحب جو کاروبار چھوڑ کر جارہے ہیں اس کی ترقی کے لئے وقتاً فوقتاً ہدایت جاری کرتے رہیں گے؟

تو اَللّٰھُمَّ کے معنی ہیں اے اللہ! اور اللہ اسمِ اعظم ہے۔ کیا مطلب؟ کہ میرے اسمِ اعظم کے صدقہ میں بھیک مانگو کہ اَللّٰھُمَّ لَا تُخْزِنِیْ اے اللہ! مجھے رسوا کرنے کی جو قدرت آپ کو حاصل ہے تو رسوا نہ کرنے کی بھی آپ کو قدرت ہے۔ یک طرفہ قدرت پر اللہ تعالیٰ مجبور نہیں ہیں کہ ایک قدرت رسوا کرنے کی تو حاصل ہو اور دوسری قدرت رسوا نہ کرنے کی حاصل نہ ہو اور قدرت کی تعریف کیا ہے؟ فلسفہ کا قاعدہ مسلمہ ہے اور اس پر میں بڑے بڑے ایم ایس اور بڑے سے بڑے سائنسدان کو للکارتا ہوں کہ اپنی سائنس کے زور سے میری اس بات کو ذرا رد کر کے دکھاؤ کہ قدرت ضدین سے متعلق ہوتی ہے یعنی جو کام کرسکتا ہو اس کو نہ بھی کرسکتا ہو، اس کا نام قدرت ہے۔ اگر کسی کی گردن ایک طرف کو اکڑ گئی ہو، دوسری طرف نہیں مڑ سکتی تو اس کو کہتے ہیں کہ تشنج ہوگیا ہے، کُزاز ہوگیا ہے، ٹٹنس ہوگیا ہے، اس کو قدرت نہیں کہتے۔ یہ سب طب کی کتابوں میں مجھ کو پڑھایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ آج میری طبِ یونانی طبِ ایمانی میں تبدیل ہورہی ہے۔

چنانچہ ایک فلسفہ داں نے حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ میں جب کسی حسین پر نظر ڈالتا ہوں تو پھر ہٹا نہیں سکتا، میرے اندر طاقت ہٹانے کی نہیں ہوتی۔ حضرت نے لکھا کہ آپ غلط کہتے ہیں۔ اگر آپ دیکھنے کی طاقت رکھتے ہیں تو نہ دیکھنے کی بھی آپ کو طاقت ہے کیونکہ قدرت ضدین سے متعلق ہوتی ہے۔

وہ خالقِ سائنس اور خالقِ فلسفہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے نبی اُمی کو جو کسی مکتب کا پڑھا ہوا نہیں تھا علومِ نبوت عطا فرما رہا ہے کہ آپ اس طریقہ سے امت کو سکھائیں مگر کمال ہے شفقت اور رحمت کا کہ اس نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے امت کی خطاؤں کو خود اوڑھ لیا اور عرض کیا لَا تُخۡزِنِیۡ اے خدا! اپنے نبی کو رسوا نہ کیجئے۔ کیا شانِ رحمت ہے رحمۃ للعالمین کی اور کلام نبوت کا کیا کمالِ بلاغت ہے کہ رحمتِ حق کو جوش دلانے کے لئے امت کی رسوائی کو اپنی رسوائی سے تعبیر کیا ورنہ کیا نبی بھی کہیں رسوا ہوتا ہے؟ نبی تو معصوم ہوتا ہے اور ذلت ورسوائی اس پر ممتنع اور محال ہے، تو یہ سب ہماری تعلیم کے لئے ہے، ہم کو سکھا دیا کہ ایسے مانگو مگر کیا پیارا انداز ہے کہ اپنے غلاموں کو داغدار نہیں ہونے دیا، سب اپنے اوپر اوڑھ لیا کہ اے خدا! ہم کو رسوا نہ کرنا۔

فَاِنَّكَ بِیۡ عَالِمٌ کیونکہ آپ کو ہمارے سب گناہوں کا علم ہے۔ جب ہم گناہ کرتے ہیں آپ ہمیں دیکھتے رہتے ہیں۔ یہ ہماری بے غیرتی اور بے حیائی، کمینہ پن ہے کہ ہم آپ کے دیکھتے ہوئے گناہ کرتے ہیں ورنہ کوئی صاحبِ نسبت اور مومنِ کامل استحضارِ عظمتِ الٰہیہ کی حالت میں نامناسب کام نہیں کرسکتا۔ نامناسب کا لفظ یاد رکھئے کہ گناہ نام ہی ہے مرضیٔ خدا کے خلاف کام کرنے کا۔ اللہ کی مرضی کے مطابق کھانا پینا اور ہر جائز نعمت کا استعمال حلال ہے۔ فَاِنَّكَ بِیۡ عَالِمٌ میں فاء تعلیلیہ ہے یعنی بوجہ اس کے کہ آپ کو ہمارے سب گناہوں کا علم تھا، ہے اور ہوتا رہے گا، اس لئے ہمیں رسوا کرنے کا ضابطہ سے آپ کو حق حاصل ہے کہ آپ اپنی رسوا کرنے والی قدرت کو ہم پر نافذ کردیں، کوئی زمانہ، کوئی وقت، کوئی لمحہ ایسا نہیں کہ ہمیں رسوا کرنے کا قانون اور ضابطہ کی رو سے آپ کو حق حاصل نہ ہو جس کی دلیل یہ ہے کہ آپ کو ہمارے سارے گناہوں کا علم ہے اور جس کو کسی کے عیوب کا علم ہوجائے وہ جب چاہے اس کو رسوا کرسکتا ہے۔ پس بحقِ ضابطہ اگر آپ ہم کو رسوا کردیں تو آپ ظالم نہیں ہوں گے۔ آپ کا عین عدل، عین انصاف ہوگا۔

مگر حقِ ضابطہ کی بجائے ہم بحقِ رابطہ آپ سے مانگتے ہیں کہ آپ وہ ارحم الراحمین ہیں جو مولائے رحمۃ للعالمین ہیں۔ آج زندگی میں پہلی دفعہ اللہ کی رحمت سے اختر اس عنوان سے فریاد کررہا ہے کہ آپ ارحم الراحمین ہیں مگر آپ کس پیغمبر کے مولیٰ ہیں؟ سید الانبیاء رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے مولیٰ ارحم الراحمین ہیں۔ یوں تو آپ ہم سب کے مولیٰ ہیں، سارے عالم کے مولیٰ ہیں لیکن رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے مولیٰ ہونے کی نسبت سے، عظیم الشان منسوب الیہ کی نسبت سے بے مثل ارحم الراحمین کی شانِ رحمت کی معرفت میں اضافہ ہوتا ہے کہ آپ

اس نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے مولیٰ ہیں جو رحمتِ ارحم الراحمین کا مظہرِ اتم ہے، آپ کی رحمت کا کامل نمونہ ہے۔ جن کی شان یہ ہے کہ مکہ کے ظالموں کو، ستانے والوں کو، حالتِ نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اونٹ کی اوجھڑی ڈالنے والوں کو، راہ میں کانٹے بچھانے والوں کو، طائف کے بازار میں پتھر مار کر آپ کے سرِ مبارک کے خونِ مبارک سے نعلین بھرنے والے ظالموں کو فرمادیا کہ لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ آج کے دن تم سے کوئی انتقام نہیں، جو بھائی یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے ساتھ کیا وہی تمہارا بھائی آج تمہارے ساتھ رحمت کا معاملہ کرے گا۔ آہ! ایسے ظالموں کو بھائی بھی فرما رہے ہیں۔ تو ایسے نبیٔ رحمت کے آپ مولیٰ ہیں، پھر آپ کی رحمت کا کیا ٹھکانہ ہوگا! ہمارے وہم وگمان سے اور قیل وقال سے آپ کی رحمت بے پایاں، بالاتر ہے۔

پس بحقِ ضابطہ ہم مستحقِ رسوائی ہیں لیکن اے ارحم الراحمین! اے مولائے رحمۃ للعالمین! ہم آپ سے بحقِ رابطہ بحقِ رحمۃ للعالمین فریاد کرتے ہیں کہ ہم رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے امتی ہیں اور اس نسبتِ غلامی کا آپ کو واسطہ دیتے ہیں کہ لَا تُخْزِنِیْ ہمیں رسوا نہ کیجئے، معاف کر دیجئے کیونکہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے امت کو جو یہ دعا سکھائی تو اس منفی میں مثبت درخواست پوشیدہ ہے کہ اے خدا! آپ کو ہمیں رسوا کرنے کی جتنی قدرت ہے اتنی ہی قدرت رسوا نہ کرنے کی بھی ہے۔ چاہیں تو ضابطہ سے آپ ہم کو ذلیل ورسوا کر دیں کہ سارے عالم کو ہم منہ دکھانے کے قابل نہ رہیں اور چاہیں تو بحقِ رابطہ، بحقِ رحمت اور بحقِ محبت جو ہمیں پیدا کرنے اور پالنے کی وجہ سے آپ کو ہم سے ہے اپنی اس رسوا کرنے والی قدرت کے قضیہ کا عکس کر دیں اور ہمیں رسوا نہ کریں، اس پر آپ قادر ہیں، آپ مجبور نہیں ہیں۔ آپ جس طرح رسوا کرنے والی صفت کے ظہور پر قادر ہیں اسی طرح اپنی اس صفت کو ظاہر نہ کرنے پر بھی قادر ہیں، آپ کو دونوں قدرت ہے۔ لہٰذا اے ارحم الراحمین اپنی رحمت کے صدقہ میں اپنی رسوا کرنے والی صفت ہم پر ظاہر نہ کیجئے۔

اب دوسرا جملہ بھی اسی سرکارِ عالیہ کا ہے جس کا پہلا جملہ ابھی آپ سن چکے ہیں۔ اب اسی دربارِ عالیہ کا دوسرا جملہ بھی مسجدِ اشرف سے نشر کرنے کا شرف حاصل ہو رہا ہے: ((وَلَا تُعَذِّبْنِیْ فَاِنَّکَ عَلَیَّ قَادِرٌ)) اور اے خدا! ہم کو عذاب نہ دیجئے کہ ہمیں عذاب دینے کی بحقِ قانون وضابطہ آپ کو پوری قدرت حاصل ہے لہٰذا پوری قدرت کے اعتبار سے ہم کو پورا عذاب دینے پر آپ قادر ہیں لیکن اے مولیٰ جتنا عذاب دینے کی آپ کو قدرت ہے تو اس قضیہ کے عکس کی یعنی عذاب نہ دینے کی بھی آپ کو اتنی ہی قدرت حاصل ہے لہٰذا ہم بے کسوں، غریبوں اور گنہگاروں پر آپ رحم فرمائیں اور عذاب نہ دینے کی قدرت کا ہم پر ظہور فرمادیجئے۔

اور مخلوق میں چونکہ تاثر وانفعال ہے، اس لئے اس پر جب اس کی کسی صفت کا غلبہ ہو جاتا ہے تو دوسری صفت میں منتقل ہونے میں دیر لگتی ہے جیسے کسی پر غصہ چڑھ گیا تو اب رحم وکرم کی صفت میں منتقل ہونے میں اُس

صاحبِ غضب کو کچھ تاخیر ہوگی، کچھ وقت لگے گا کیونکہ خون گرم ہوگیا، گردن کی رگیں پھول گئیں، آنکھیں سرخ ہوگئیں، تو اب صفتِ غضب سے صفتِ عفو میں آنے میں کچھ دیر لگے گی لیکن اللہ تعالیٰ کی شان سن لو کہ جس لمحہ اور جس سیکنڈ میں اگر اللہ تعالیٰ غضب اور اظہارِ قدرتِ عذاب کا ارادہ کرلیں تو اسی لمحہ اور سیکنڈ میں اللہ اظہارِ قدرتِ عذاب کو اظہارِ کرم و عفو میں منتقل کرنے پر قادر ہے۔ ان کی صفتِ غضب و انتقام کو صفتِ عفو و کرم میں تبدیل ہونے میں ایک لمحہ کی تاخیر نہیں ہوسکتی کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات تاثر و انفعال سے پاک ہے، وہ فاعل تو ہے منفعل نہیں ہوسکتا، وہ مؤثر ہے متاثر نہیں ہوسکتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا سکھا کر ہمارا بیڑہ پار کردیا کہ میرا امتی اگر یہ دعا پڑھ لے تو حق تعالیٰ کی صفتِ تعذیب اور صفتِ غضب سیکنڈوں میں نہیں اس سے بھی زیادہ جلدی اور تیزی سے صفتِ عفو و کرم میں تبدیل ہوجائے گی کیونکہ سیکنڈ ہمارا بنایا ہوا ہے، اللہ تعالیٰ سیکنڈ سے بھی بے نیاز ہے، وہ سیکنڈ سے بھی زیادہ تیز کام کرسکتا ہے جس کا احاطہ اعداد و شمار نہیں کرسکتے۔ پس آپ عذاب دینے کی قدرت کو عذاب نہ دینے کی قدرت میں تبدیل کرکے ہمارا بیڑہ پار کردیجئے اور یہ ہم آپ سے بحقِ رابطہ مانگتے ہیں کہ آپ مولائے رحمۃ للعالمین ہیں اور اس نبیٔ رحمت کی یہ شان ہے جنہوں نے اپنے خون کے پیاسوں کو معاف فرمادیا تو آپ کی شانِ ارحم الراحمین کا کیا عالم ہوگا!

بلکہ ایک بات مزید یہ ہے کہ عذاب دینے کی جتنی قدرت آپ کو ہے عذاب نہ دینے کی قدرت بوجہ رحمت و کرم اس سے بھی زیادہ ہے، آپ کی رحمت آپ کے غضب سے زیادہ ہے۔ یہ ادائے الوہیت بزبانِ نبوت اختر پیش کررہا ہے، یہ ادائے خواجگی عبدِ کامل کی زبان سے اختر پیش کررہا ہے جس سے بڑا کوئی کامل بندہ نہیں ہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کی رحمت اور غضب کی صفت میں دوڑ ہوئی، مسابقہ ہوا تو حدیثِ قدسی ہے کہ: ((سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ غَضَبِیْ)) اللہ کی صفتِ رحمت صفتِ غضب سے آگے بڑھ گئی جس سے بندوں کا بیڑہ پار ہوگیا۔

اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں یہ دعا سکھائی: **وَلَا تُعَذِّبْنِیْ** اور ہمیں آپ عذاب نہ دیجئے، **فَاِنَّکَ عَلَیَّ قَادِرٌ** کیونکہ آپ کو تو ہم پر پوری قدرت ہے، ہم تو آپ کے تحت القدرۃ ہیں، جو چاہیں آپ ہمیں کردیں، کتا بنادیں، سور بنادیں، زمین پھاڑ کر دھنسادیں، عذاب کی جتنی قسمیں ساری امتوں پر آئی ہیں آپ سب کی سب اجتماعی طور پر اس گنہگار پر نازل کرنے کی قدرت رکھتے ہیں لیکن آپ ہم کو عذاب دینے کی تمام قدرتوں میں سے ایک قدرت کا بھی اظہار نہ کیجئے۔ اس میں سے ایک ذرہ بھی نافذ نہ کیجئے بلکہ عذاب نہ دینے والی قدرت میں سے ایک ذرہ نہ چھوڑیئے۔ آہ! سوچو تو سہی! کیا یہ حق تعالیٰ کا کرم اور علمِ عظیم نہیں ہے کہ عذاب دینے کی جو قدرت آپ کو ہے اس میں سے ایک ذرہ، ایک اعشاریہ ظاہر نہ ہونے دیجئے اور عذاب نہ دینے کی جو آپ کو قدرت ہے وہ سب کی سب ہم پر ڈال دیجئے۔ کیا مطلب؟ کہ غضب کا سارا ظہور ختم اور ساری رحمت ہم پر تمام کردیجئے، بحرِ رحمتِ ذخارِ غیر محدود کو ہم پر انڈیل دیجئے، دریا کا دریا

انڈیل دیجئے، اپنی رحمت کی بارش فرما دیجئے کہ آپ کی رحمت کا تماشہ دیکھ کر ساری دنیا حیرت زدہ ہو جائے کہ ارے! اس کو تو ہم معمولی سمجھتے تھے، یہ کیا سے کیا ہوا جا رہا ہے۔ جب اللہ کسی بندے کی تاریخِ ذلت کو بدلتا ہے اور عزت کی تاریخ دیتا ہے تو سارے مورخینِ عالم اور مورخینِ کائنات انگشت بدنداں، حواس باختہ اور حیران وششدر رہ جاتے ہیں۔ بس اب میری لغت ختم ہوگئی، اب دنیائے لغت سرنگوں ہے۔ اللہ اللہ ہے، ہماری کوئی لغت ان کے کمالات کی تعبیر و تفسیر کرنے سے قاصر ہے۔ اب دنیائے لغت سرنگوں و عاجز ہے، اس لئے بس۔

(اس کے بعد حضرت والا نے اپنے آپ کو اور تمام سامعین کو اللہ تعالیٰ کے سپرد فرماتے ہوئے یوں دعا فرمائی)

گفتن امکاں نیست خامش والسلام

ایسے موقع پر مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کی سنت ادا کر رہا ہوں کہ اب میرے پاس الفاظ نہیں ہیں لہٰذا اب میں خاموش ہوتا ہوں اور اللہ کے سپرد اختر اپنے کو بھی کرتا ہے اور آپ سب کو بھی اللہ کے سپرد کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہم سب پر اپنی خاص نوازش فرما دیں۔ اختر کو، میری اولاد اور ذرّیات کو، میرے احباب کو، ان کی ذرّیات کو، میرے احباب حاضرین اور حاضرات اور احباب غائبین اور غائبات سارے عالم میں کسی کو محروم نہ فرما بلکہ اس امت مسلمہ کو بھی مالا مال فرما اور امم سابقہ مسلمہ جو جا چکی ہیں اور دوسرے نبیوں پر ایمان لائی تھیں ان کو بھی محروم نہ فرمایئے، ان کو بھی بخش دیجئے لہٰذا پوری امتِ مسلمہ کے لئے اختر دعا کرتا ہے اور امم سابقہ مسلمہ کے لئے بھی دعائے مغفرت مانگتا ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

❁ ❁

ایک سفر کے موقع پر حضرت والا کی جدائی پر کہے گئے اشعار

سفر بن کے اپنا رقیب آگیا ہے　　که خطره میں وصلِ حبیب آگیا ہے

پھر آنکھوں میں ہے باد و باراں کا منظر　　جدائی کا موسم قریب آگیا ہے

نہ ضبطِ غمِ دل نہ تابِ رفاقت　　بڑا امتحان عجیب آگیا ہے

ہمیں وصلِ محبوب حاصل تھا لیکن　　اثرؔ آڑے اپنا نصیب آگیا ہے

از کلام حضرت مولانا شاہین اقبال اثر صاحب دامت برکاتہم

مرا وقت کیا آگیا واپسی کا۔ یہ کس نے تجلی کے پردے اٹھائے

ازکلام حضرت والا نوراللہ مرقدہ

جو وسعت میں ارض و سما کے نہ آئے ۔۔۔ کرم ہے مرے دل کو مَسکن بنائے
اگر صاحبِ عرش جلوہ دکھائے ۔۔۔ تو سینے میں پھر کون دل اپنا پائے
میں اُن کی خلش میں ہوں اب محوِ لذت ۔۔۔ جو چاہے وہ اب میری محفل میں آئے
وہ غم جس پہ قربان ہوں دونوں عالم ۔۔۔ وہی چاہتا ہوں وہی ہاتھ آئے
نہ چھیڑو کسی غم کے مارے ہوئے کو ۔۔۔ دُکھے دل کو ناحق کوئی کیوں ستائے
ہو آزاد فوراً غمِ دوجہاں سے ۔۔۔ ترا ذرّۂ غم اگر ہاتھ آئے
مرا وقت کیا آگیا واپسی کا ۔۔۔ یہ کس نے تجلی کے پردے اُٹھائے
رہِ عشق میں خاک بن کر کے آؤ ۔۔۔ وہ محروم ہے جو یہاں سر اُٹھائے
جسے چاہیے مُلکِ عشقِ حقیقی ۔۔۔ کسی اہلِ دل سے وہ دل کو لگائے
عجب کیا کہ آئے کبھی وقت ایسا ۔۔۔ کرم اُن کو اِک دن مرے پاس لائے
یہ گل اور بلبل کے قصے نہیں ہیں ۔۔۔ مری آہِ دل ہے یقیں جس کو آئے
تپِ عشق سے جب تجھے آگہی تھی ۔۔۔ مری رَگ میں کیوں تو نے نِشتر لگائے
ترے غم کی طالب ہے پروانہ فطرت ۔۔۔ مگس کو مگر یہ کہاں راس آئے
عجب درد میں اُن کے لذت ہے اخترؔ ۔۔۔ مبارک جسے اُن کا غم ہاتھ آئے

❁ مَسکن: ٹھکانا ❁ خلش: چبھن ❁ تپِ عشق: عشقِ حقیقی کی آگ ❁ نِشتر: تیر، نوک دار آلہ ❁ مگس: مکھی
❁ راس آنا: پسند آنا، موافق آنا

(یہ حضرت والا کا مسجدِ اشرف میں سالہا سال سے جاری جمعۃ المبارک کا آخری بیان تھا جس میں کس دردِ دل سے حضرت والا نے اپنے لئے، تمام سامعین کے لئے، اپنی اور ان کی اولا د و ذرّیات کے لئے، تمام امت کے لئے حتیٰ کہ سابقہ امتوں کی مغفرت کے لئے بھی دعا فرمائی اور خود کو اور حاضرین کو اللہ کے سپرد فرمایا۔ اس بیان کے تین دن بعد دوشنبہ یعنی پیر کا دن تھا اور اس دن مغرب کے بعد حضرت والا کی عام مجلس منعقد ہوتی تھی لہٰذا ۲۹ مئی ۲۰۰۰ء بعد مغرب آپ کا آخری عام خطاب تھا جو حالتِ صحت میں آپ نے مسجد اشرف کی محراب سے فرمایا۔ یہ بیان بعد میں مواعظِ حسنہ نمبر ۱۰۱ ''عاشقانِ حق کی خصوصیات'' کے نام سے شائع ہوا۔ احقر جامع)

آخری بیان سے چند اقتباسات (اس کے اگلے دن حضرت والا کو فالج ہو گیا تھا)

اس بیان کے آغاز میں حضرت والا نے علمائے کرام سے گذارش کی کہ آئندہ بیان میں پہلی صف میں بیٹھنے کی کوشش کریں کیونکہ آگ نظر تو دور سے آتی ہے مگر آگ کی گرمی قریب بیٹھنے والوں کو ملتی ہے۔ پھر حضرت والا نے اللہ کے عاشقوں کی علامات بیان فرمائیں کہ بعض لوگ اللہ کے عاشقوں میں شامل تو ہوتے ہیں لیکن عاشقوں کی علامات نہ ہونے کی وجہ سے وہ عشقِ الٰہی کے حامل نہیں ہوتے۔ نیز فرمایا کہ شکر سببِ قرب ہے اور تکبر سببِ بُعد ہے، یہ دونوں جمع نہیں ہو سکتے، اجتماعِ ضدین محال ہے اور یہ میرا ٹیلیفونک خطاب ہے۔ اس کے ذیل میں بانی تبلیغی جماعت حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ سنایا کہ انہوں نے حضرت مفتی اعظم مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ میری تبلیغی جماعت میں لوگ جوق در جوق داخل ہو رہے ہیں، مجھے ڈر محسوس ہو رہا ہے کہ کہیں یہ استدراج تو نہیں ہے؟ کہیں یہ اللہ کی طرف سے ڈھیل تو نہیں؟ حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب آپ کو خوف محسوس ہو رہا ہے تو یہ استدراج نہیں ہے کیونکہ جس کو اللہ ڈھیل دیتا ہے اس کو ڈھیل کا خوف نہیں ہوتا، پھر یہ آیت دلیل کے طور پر پڑھی: سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ اللہ تعالیٰ جس کو ڈھیل دیتے ہیں وہ لَا يَعْلَمُوْنَ رہتا ہے اور آپ يَعْلَمُوْنَ میں ہیں، آپ کو تو خوف ہو رہا ہے۔ اس آیت میں لَا يَعْلَمُوْنَ کی قید لگی ہے کہ ہم اس حیثیت سے ڈھیل دیتے ہیں کہ اُس کے لئے لاعلمی ضروری ہے۔ یہ بات میرے دل میں اللہ تعالیٰ نے ڈالی، مفتی صاحب نے یہ بیان نہیں کیا یعنی اس کی دلیل ابھی اللہ تعالیٰ نے میرے بزرگوں کی برکت سے میرے قلب میں ڈالی کہ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ ہم جن کو استدراج اور ڈھیل دیتے ہیں تو ناراضگی کے باوجود ان کو نعمتوں میں اتار دیتے ہیں پھر ان کو اس بات کا احساس بھی نہیں ہوتا کہ انہیں ڈھیل دی جارہی ہے۔

اس کے علاوہ اس بیان میں نصیحت فرمائی کہ مرید سے جو بھی دینی خدمت ہو یا کوئی بھی کمال اسے حاصل ہو جائے اسے اپنے شیخ کا فیض سمجھے۔ آخر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر تم سے کبھی کوئی گناہ ہو بھی جائے تو

مجھ سے معافی مانگنے میں، توبہ کرنے میں دیر نہ کرو فَاسۡتَغۡفَرُوۡا لِذُنُوۡبِهِمۡ اگر اپنے گناہوں سے استغفار اور توبہ کی توفیق ہو جائے تو سمجھ لو کہ ذکر قبول ہے۔ اگر کوئی یادِ الٰہی میں تو رہتا ہے مگر استغفار نہیں کرتا، معافی نہیں مانگتا تو سمجھ لو کہ اس کا ذکر مقبول نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ گناہ سے استغفار کرنا ذَكَرُوا کا نتیجہ ہے۔ چنانچہ فَاسۡتَغۡفَرُوۡا پر جو فاء داخل ہے یہ فائے نتیجہ بھی ہے اور فائے تعقیبیہ بھی ہے یعنی یہ لوگ اللہ کو یاد کرتے ہیں اور پھر اس ذکر کے نتیجہ میں اپنے گناہوں سے معافی مانگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آگے فرمایا وَمَنۡ يَّغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ اِلَّا اللّٰهُ یعنی اگر اللہ سے معافی نہیں مانگو گے تو تم کو کون معاف کرے گا؟ اللہ کے سوا کوئی تم کو معاف بھی تو نہیں کر سکتا کیونکہ اللہ ہی ہمارا مالک ہے اور بخشنا اسی کے اختیار میں ہے۔ اگر ساری دنیا کے سلاطین اخباروں میں یہ شائع کر دیں کہ ہم نے تمہیں معاف کر دیا لیکن خدا معاف نہ کرے تو گناہ معاف نہیں ہوگا اور دنیا بھر کی معافی تم کو عذاب سے نہیں بچا سکتی۔ دیکھو! حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی اپنے بھائیوں کو معاف کر دیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ سے معافی بیس سال بعد ملی۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا: ﴿لَا تَثۡرِيۡبَ عَلَيۡكُمُ الۡيَوۡمَ﴾ ایک پیغمبر اپنے اُن بھائیوں کو معاف کر رہا ہے جنہوں نے انہیں کنویں میں ڈالا تھا لیکن بھائیوں کو تسلی نہ ہوئی، انہوں نے اپنے ابّا سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ سے سفارش کیجئے اس لئے کہ پیغمبر نے تو معاف کر دیا لیکن معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بھی معاف کیا یا نہیں؟ اللہ تعالیٰ سے معافی دلوا کر قیامت کے دن کی معافی کی بھی بشارت عطا فرمائیے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹوں کی معافی کے لئے بیس برس تک روتے رہے۔ پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام معافی نامہ لے کر آئے۔ تفسیر روح المعانی میں علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ظالم بھائیوں کی مغفرت بزبانِ یوسف علیہ السلام تو تھی لیکن بزبانِ خالقِ یوسف علیہ السلام نہ تھی لہٰذا حضرت جبرئیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان بھائیوں کی معافی کا مضمون لے کر آئے اور حضرت یعقوب علیہ السلام سے فرمایا کہ اس مضمون سے معافی مانگیں اور سب سے آگے حضرت جبرئیل علیہ السلام کھڑے ہوئے، ان کے پیچھے حضرت یعقوب علیہ السلام، ان کے پیچھے حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے پیچھے سب بھائی کھڑے ہوئے اور یہ دعا مانگی:

((يَا رَجَآءَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ لَا تَقۡطَعۡ رَجَآءَنَا يَا غِيَاثَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اَغِثۡنَا يَا مُعِيۡنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اَعِنَّا يَا مُحِبَّ التَّوَّابِيۡنَ تُبۡ عَلَيۡنَا))

اے ایمان والوں کی آخری امید ہماری امیدوں کو مت کاٹیے، ہم کہاں جائیں گے، آپ ہماری آخری امید ہیں، آپ کے سوا کوئی آستاں نہیں، کوئی ہماری داستاں سننے والا نہیں۔ اے فریاد کرنے والوں کی فریاد کو سننے والے ہماری فریاد سن لے۔ اے مومنین کی مدد کرنے والے ہماری مدد فرما۔ اے وہ ذات جو توبہ کرنے والوں کو محبوب رکھتی ہے، ہماری توبہ قبول فرما لے۔ جب ان الفاظ کے ساتھ دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی مغفرت فرما دی۔

بیان کے آخر میں فرمایا کہ ''تمام گناہوں کو چھوڑ دو، سب سے پہلے بدنظری کے گناہ کو چھوڑ و پھر اس کے نتیجہ میں جو گناہ ہوتا ہے یعنی مردہ پرستی اس کو چھوڑ دو۔ جب کسی نمکین کو دیکھوتو فوراً اس کے پاس سے بھاگو۔ اگر تم نہیں بھاگ سکتے تو اس کو اپنے پاس سے بھگا دو۔ دونوں طاقتیں آپ کو حاصل ہیں، بھاگنے کی بھی اور بھگانے کی بھی لیکن بعض اوقات بھگانے کی طاقت نہیں ہوتی جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کو یہ طاقت نہیں تھی کہ وہ زلیخا کو بھگا دیتے کیونکہ اس کے پاس شاہی طاقت تھی اس لئے یوسف علیہ السلام خود وہاں سے بھاگے۔ اسی طرح اگر کوئی فوجی میجر تمہارے پاس آجائے، وہ حسین بھی ہو اور کم عمر بھی ہو تو خود اس کے پاس سے بھاگ جاؤ۔ بہرحال! جب مجلس میں آؤ تو اس ارادہ سے آؤ کہ آج ایک گناہ چھوڑنا ہے۔ آپ خود بتائیں کہ گناہ خراب چیز ہے یا اچھی چیز ہے؟ خراب ہے، تو خراب چیز کو جلدی چھوڑنا چاہیے یا دیر سے چھوڑنا چاہیے؟ جلدی چھوڑنا چاہیے۔ اب کتنی جلدی چھوڑیں؟ اس کا فیصلہ آپ خود کرلیں۔ اللہ کو ناراض کرنا اچھی بات نہیں، بہت حماقت کی بات ہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ گناہ کرنے والا بے وقوف ہوتا ہے، اگر عقل ہوتی تو گناہ نہ کرتا، گناہ کرنا ہی حماقت اور بے وقوفی کی دلیل ہے، بڑی طاقت کو ناراض کرنا اور اپنے مزدور اور غلام دل کو خوشی دینا شریفانہ حرکت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو تقویٰ عطا فرمائے اور تقویٰ کو بقا بھی اور ارتقاء بھی عطا فرمائے اور اے اللہ ہم سب کو نسبت بھی عطا فرما، بقائے نسبت بھی عطا فرما اور ارتقائے نسبت بھی عطا فرما، آمین۔''

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

اب کہاں وہ دن، کہاں وہ حلقۂ پیرِ مغاں
وہ مزہ وہ حظ وہ دورِ مے کشی جاتا رہا
اب کہاں وہ ذاتِ اقدس تھی جو روحِ مے کشاں
زندگی اب کیا ہے کیفِ زندگی جاتا رہا

(از کلام حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ)

بیسواں باب

علالت سے رحلت تک کے حالات

اُسے چاہا تھا میں نے کہ روک رکھوں، مری جان بھی جائے تو جانے نہ دوں
کئے لاکھ فریب کروڑ فسوں، نہ رہا نہ رہا نہ رہا نہ رہا
(ظفرؔ)

علالت سے رحلت تک کے حالات

احقر جامع عشرت جمیل میرعرض کرتا ہے کہ انتقال سے چند ماہ پہلے محرم ۱۴۳۴ھ مطابق دسمبر ۲۰۱۲ء سے حضرت والا بہت کم بات فرماتے تھے اور تقریباً آخری ایک مہینہ بالکل بات نہیں کر سکتے تھے۔ کھانا نلکی کے ذریعہ دیا جاتا تھا مگر ضعف زیادہ بڑھتا گیا۔ رحلت سے ایک ہفتہ قبل ۱۵؍رجب ۱۴۳۴ھ مطابق ۲۶ مئی ۲۰۱۳ء نہایت بشاشت کے ساتھ سلام کا جواب دیا اور ہاتھ سے مصافحہ فرمایا اور فرمایا کہ ''چلو''۔ عرض کیا کہ کہاں چلیں؟ تو مسکرا کر خاموش ہوگئے۔ پانچ دن سے کسی کسی وقت اچانک حضرت والا کو آکسیجن لینے میں دشواری ہوجاتی تھی اور پھیپھڑے میں انفیکشن اور بلغم کی وجہ سے سانس لینے میں بہت زیادہ تکلیف ہوتی تھی جس کی وجہ سے دل کی دھڑکن بڑھ جاتی تھی۔ ۲۸ مئی ۲۰۱۳ء کو جو کھانا نلکی سے دیا گیا تو سانس رکنے لگی۔ ڈاکٹر حضرات کے مشورے سے (250ml) کھانا جو نلکی سے دن میں دو تین دفعہ دیا جاتا تھا، اس کی خوراک کم کر کے صرف (50ml) رہ گئی تھی۔

ایک سفر میں حضرت والا نے دعا فرمائی تھی اور اکثر دعا فرماتے تھے کہ میری موت پیر کے دن ہو، یہ جذبۂ عشقِ رسول تھا اور سنتِ غیر اختیاری کی درخواست تھی کیونکہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات بھی پیر کے دن ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کی مراد پوری فرمائی اور حضرت کا انتقال بھی پیر کے دن بعد مغرب ہوا۔ حضرت حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جمعہ کی موت تائبین کو نصیب ہوتی ہے اور پیر کی موت عاشقین کو نصیب ہوتی ہے۔

وفات سے پانچ دن قبل اپنے صاحبزادے حضرت مولانا محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم سے فرمایا کہ آج کیا دن ہے؟ حضرت مولانا نے جواب دیا کہ آج بدھ ہے تو حضرت والا نے نفی میں سر ہلا دیا۔ دو دن بعد پھر پوچھا کہ آج کیا دن ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ آج جمعہ ہے تو پھر نفی میں سر ہلا دیا، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضرت والا پیر کے دن کا انتظار فرما رہے ہوں، جس میں انتقال کی دعا حضرت نے چند سال پہلے فرمائی تھی۔ روزِ وفات حضرت والا کی طبیعت صبح سے ہی قابلِ اطمینان نہیں تھی۔ حضرت کے معالجِ خاص ڈاکٹر امان اللہ صاحب جنہوں نے تمام عرصہ دل و جان سے حضرت کا علاج اور خدمت کی یہاں تک کہ اکثر اوقات اپنا کھانا پینا بھی بھول جاتے، وہ اور ڈاکٹر ایوب صاحب بے بس تھے اور اَشکبار تھے۔

انتقال سے ایک ہفتہ قبل حضرت والا کو سینے کے انفیکشن کی وجہ سے بخار رہنے لگا تھا، بظاہر اس کی کوئی وجہ نہیں تھی، ہر طرح کی اینٹی بایوٹک ادویات دی جارہی تھیں لیکن فائدہ نہیں ہورہا تھا اور بخار اپنی جگہ موجود تھا۔ سانس کی دشواری کی وجہ سے انتقال سے دو دن پہلے سے ہی آکسیجن زیادہ دی جارہی تھی۔ جس دن انتقال فرمایا (یعنی اتوار کی) دوپہر چار سے پانچ بجے کے درمیان سانس لینے میں بہت دشواری محسوس فرمارہے تھے، بے ہوشی کی کیفیت طاری ہوگئی، آکسیجن لیول گرنے لگا جس پر معالجین نے ہر طرح کی کوشش کی، آکسیجن پہلے ہی سے ایمرجنسی زیادہ تھی، اس ضمن میں جو ہوسکا ڈاکٹر صاحبان نے کوشش کی۔ معالجین نے حضرت والا سے والہانہ محبت وتعلق کی وجہ سے خانقاہ کے کمرے کو جدید آلات اور ہر طرح کی ادویات کی ہمہ وقت فراہمی سے مکمل آئی سی یو بنا رکھا تھا، اسباب کے درجے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی گئی لیکن قضاء کے سامنے کسی کی نہیں چلی، اب اللہ کے حکم سے یہ آفتابِ ہدایت غروب ہونے کے قریب آچکا تھا، لحہ بہ لحہ حالت نازک ہوتی چلی گئی۔ چار سے پانچ بجے کے درمیان سانس کا سنگین مسئلہ شروع ہونے سے پیشتر حضرت کو چھوٹے استنجاء کا تقاضہ ہوا، جلدی جلدی پیشاب کی بوتل لگا کر خدام کی مدد سے حضرت والا فارغ ہوگئے، خدام نے حضرت کو بالکل صاف اور نئے کپڑے پہنا کر تیار کردیا تھا گویا اب محب کی اپنے محبوب حق تعالیٰ شانہ سے ملاقات کی مکمل تیاری ہوچکی تھی۔

۲۲؍رجب ۱۴۳۴ھ مطابق ۲ جون ۲۰۱۳ء کی صبح کو مجھے اندازہ نہیں تھا کہ آج حضرت والا کی رحلت ہونے والی ہے، اگرچہ حالت نازک تھی لیکن ایسے آثار نہیں تھے کہ اتنی جلدی داغِ جدائی لگنے والا ہے۔ صبح گیارہ بجے کاشف خلیل میاں سلمہٗ نے آکر مجھے بتایا کہ حضرت والا بیدار ہیں، احقر فوراً حاضرِ خدمت ہوا اور بستر کے قریب ہوکر حضرت والا کے چہرۂ مبارک کے سامنے سلام عرض کیا، حضرت والا نے آنکھیں کھول کر دیکھا اور ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آگئی۔ آہ! حضرت کی مسکراہٹ ہمیشہ ایسی حسین تھی کہ دنیا میں ایسی حسین مسکراہٹ کسی کی نہیں دیکھی۔ جس وقت حضرت والا نے احقر کو دیکھا تو آنکھوں میں ایسی چمک تھی جیسی جوانی میں تھی اور بیماری کا کوئی اثر نہیں تھا۔ احقر نے حضرت سے بات جاری رکھنے کے لئے عرض کیا کہ حضرت! کیا آپ کو بھوک لگ رہی ہے؟ حضرت والا نے آنکھیں بند کرلیں۔ اس کے بعد احقر حضرت والا کے قریب وہیل چیئر پر بیٹھ گیا، تقریباً پون گھنٹہ بعد حضرت والا کے ہاتھ میں حرکت ہوئی جس سے پتا چلا کہ حضرت بیدار ہیں، احقر نے پھر حضرت کے چہرۂ مبارک کے قریب ہوکر عرض کیا کہ ''حضرت والا!'' حضرت والا نے پھر آنکھیں کھول کر دیکھا، آنکھوں میں ویسی ہی چمک تھی، احقر نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ حضرت والا کو ۱۳۰؍سال کی حیات صحت و عافیت کے ساتھ عطا فرمائے۔ (حاضرین نے آمین کہا لیکن حضرت والا خاموش ہی رہے)۔

اس کے بعد نہ معلوم میری زبان سے یہ الفاظ کیوں نکلے (جب کہ مجھے معلوم نہیں تھا کہ آج حضرت سے جدائی ہونے والی ہے) کہ حضرت والا! آپ نے فرمایا تھا کہ دونوں ساتھ ساتھ چلیں گے تو اپنا وعدہ نہ بھولئے گا۔ حضرت والا نے پھر اپنی مبارک آنکھیں بند کرلیں اور یہ آخری نظر تھی جو احقر پر پڑی ۔

بنمائے رُخ کہ خلقے مجنوں شوند و حیراں

بکشائے لب کہ فریاد از مرد و زن بر آید

(ترجمہ: اے میرے محبوب شیخ! رُخ دکھایئے کہ مخلوق دیوانی و پریشان ہورہی ہے، لب کھولئے کہ آپ کی آواز سننے کو سب مرد و زن فریاد کررہے ہیں)

عصر کے بعد حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سب جمع ہوگئے تھے۔ حضرت مولانا مظہر صاحب دامت برکاتہم، حضرت والا کے چاروں پوتے حافظ مولانا ابراہیم صاحب سلمہٗ، حافظ مولانا اسماعیل صاحب سلمہٗ، حافظ مولانا اسحاق صاحب سلمہٗ اور عزیزم حافظ عبداللہ میاں سلمہٗ اور سب لوگ رورو کر دعائیں کررہے تھے۔ پورا کمرہ سسکیوں اور آہوں سے گونج رہا تھا۔ شام کو بعد نمازِ عصر سوا چھ بجے جب احقر کا ڈائی لیسس ہورہا تھا کہ اچانک کاشف سلمہٗ آئے اور کہا کہ جلدی آجائیں، حضرت کی حالت بہت نازک ہے۔ دل پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا، ایسا محسوس ہوا کہ مجھ پر دل کا دورہ پڑ جائے گا۔

ڈائی لیسس فوراً بند کرا کے احقر خانقاہ میں حاضر ہوا جہاں حضرت والا کے صاحبزادے حضرت مولانا محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم اور حضرت کے پوتے مولانا ابراہیم صاحب، مولانا اسماعیل صاحب اور مولانا اسحاق صاحب حضرت والا کو تھیلی سے آکسیجن دے رہے تھے، سب دعائیں کررہے تھے، وہاں پر موجود سب لوگوں کی نظریں آکسیجن مانیٹر پر تھیں جس سے پتا چل رہا تھا کہ حضرت والا کی آکسیجن کم ہوتی جارہی ہے۔ لیکن حضرت کے چہرۂ مبارک پر ایسا سکون اور طمانینت تھی کہ جیسے کوئی تکلیف ہی نہ تھی، چہرہ اور پیشانی مبارک پر نور بڑھتا جارہا تھا جیسے چودھویں کا چاند روشن ہو، اتنے میں مغرب کی اذان ہوگئی، اذان ختم ہونے کے بعد چند خاص خادمین کے علاوہ سب حاضرین سے مسجد جا کر نماز پڑھنے کے لئے کہا گیا (جیسا کہ شریعت کا حکم ہے)۔ مولانا ابراہیم صاحب نے روتے ہوئے مسجد میں نمازِ مغرب پڑھائی۔

جب مغرب کی نماز پڑھ کر خانقاہ میں واپس آئے تو دیکھا کہ سب رورہے تھے اور مانیٹر پر آکسیجن کم ہورہی تھی اور بلڈ پریشر بھی بہت معمولی نظر آرہا تھا۔ حضرت والا کی آکسیجن خطرناک حد تک نیچے گرگئی اور چند

منٹوں میں ہی ۷ بجکر ۴۲ منٹ پر محبوب مرشد مجددِ زمانہ عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نے جان جانِ آفریں کے سپرد کردی، سب زاروقطار رو رہے تھے اور روتے بلکتے ہوئے الوداعی نظروں سے حضرت والا کو دیکھا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

یٰٓاَیَّتُہَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً

فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ

اِنَّ لِلّٰہِ مَا اَخَذَ وَلَہٗ مَا اَعْطٰی وَکُلٌّ عِنْدَہٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّی

آخری لمحۂ حیات میں موجودین کے نام

حضرت والا کے ان آخری لمحاتِ حیات کے وقت حسب ذیل حضرات حاضر تھے: صاحبزادے حضرت مولانا محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم، پوتے مولانا ابراہیم میاں، مولانا اسماعیل میاں، مولانا اسحاق میاں، حافظ عبداللہ میاں، معالجین ڈاکٹر امان اللہ، حافظ ڈاکٹر ایوب صاحب، حافظ ڈاکٹر عمر صاحب، خادمین حافظ ضیاء الرحمٰن، مطہر محمود، حافظ برکت اللہ، کاشف خلیل، جناب فیروز میمن صاحب، مولانا جلیل احمد اخون صاحب، حافظ حبیب اللہ، حافظ محمد احمد، سہیل میاں، جاوید ڈائلیسس، مفتی انوار الحق، ایوب صاحب اور احقر عشرت جمیل غفرلہ۔ (چونکہ خانقاہ میں اس وقت کافی ہجوم تھا اس لئے کچھ نام سہواً نہ لکھے جانے کا امکان ہے جس پر پیشگی معذرت چاہتا ہوں۔)

آہ! اس دن ۲۳؍ رجب المرجب ۱۴۳۴ھ مطابق ۲؍ جون ۲۰۱۳ء کو بروز دوشنبہ ۷؍ بج کر ۴۲؍ منٹ پر غروبِ آفتاب کے ساتھ ہی عشق و محبتِ الٰہی کا آفتاب عالمتاب بھی غروب ہوگیا۔ اس شام مغرب کے چند منٹ بعد حضرت والا ہم کو یتیم کر کے اس دارِ فانی سے دارِ بقا کی طرف تنہا چلے گئے اور احقر کا ۴۶ برس کا شب و روز کا ساتھ چھوٹ گیا، احقر ایک لمحہ کے لئے بھی حضرت والا سے جدا ہونا نہیں چاہتا تھا اور محسوس کرتا تھا کہ اگر حضرت والا کی وفات ہوگئی تو میں زندہ نہیں رہ سکوں گا۔ احقر ۱۹۶۹ء میں جب حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت سے اکثر یہ دعا کرتا تھا کہ اللہ دنیا میں بھی ہمیشہ حضرت کے ساتھ رکھے اور مرتے وقت بھی ساتھ رکھے اور جنت میں بھی ساتھ رکھے۔ ۲۰۰۰ء میں جب حضرت والا پر فالج کا حملہ ہوا تھا تو دل ہر وقت مضطرب رہتا تھا کہ نہ جانے کیا ہونے والا ہے۔ آخر کار

دل میں مدت سے تھی خلش جس کی
وہی برچھی جگر کے پار ہے آج

۲۰۰۰ء سے ۲۰۱۳ء تک ۱۳ سال مسلسل پانچوں نماز کے بعد رو رو کر یہ دعا کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ حضرت کو صحت و عافیت کے ساتھ ۱۲۰ سال کی عمر عطا فرمائیں اور جب حضرت کی وفات ہو تو میرا بھی اسی وقت ایمانِ کامل پہ خاتمہ ہوجائے اور دونوں جنازے ساتھ ساتھ اٹھیں لیکن آہ ؎

جو تم بن نہ جینے کو کہتے تھے ہم
نہ اس عہد کو ہم وفا کر سکے

احقر جو یہ سمجھتا تھا کہ حضرت کے ساتھ ہی میرا بھی دم نکل جائے گا اور ۱۳ سال سے مسلسل غم میں مبتلا تھا اور حضرت کی جدائی کے خوف سے روتا رہتا تھا لیکن اس وقت نہ جانے اچانک قلب کو کیا ہوا جیسے اچانک دل پر سکینہ نازل ہوگیا، جیسے دل کو کسی نے تھام لیا، میرے آنسو بہہ رہے تھے، خانقاہ کے اندر لوگ ایک دوسرے سے لپٹ کر سسکیوں سے رو رہے تھے لیکن میں دل پر غم کا پہاڑ لئے ہوئے دوسروں کو تسلی دے رہا تھا کہ صبر کریں، یہ صبر کا مقام ہے۔

عین جس وقت حضرت والا کا انتقال ہوا ڈیوز بری (انگلینڈ) میں ایک بہت اللہ والی بوڑھی خاتون جو حضرت والا سے بیعت تھیں، وہ ظہر کے بعد قیلولہ کر رہی تھیں اور پاکستان کے مطابق وہی وقت تھا، جب حضرت والا کا انتقال ہوا، انہوں نے خواب میں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ریاض الجنۃ سے حضرت کا ہاتھ پکڑ کر جنت البقیع کی طرف لے جارہے ہیں۔ احقر کا گمان اقرب الی الیقین ہے کہ حضرت والا کا جسدِ مبارک جنت البقیع میں منتقل کردیا گیا ان شاء اللہ۔ حضرت والا سے اکثر سنا کہ حضرت کے شیخِ اول حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ خلیفۂ اجل حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ بعض اولیاء اللہ کی موت کسی اور ملک میں واقع ہوتی ہے لیکن ان کا جسم جنت البقیع میں منتقل کردیا جاتا ہے ؎

تمنّا ہے درختوں پر ترے روضے کے جا بیٹھے
قفس جس وقت ٹوٹے طائرِ روحِ مقید کا

اب ہر وقت نگاہوں کے سامنے ماضی میں حضرت والا کی خدمت میں گذرے ہوئے ایام کی جھلکیاں آتی ہیں اور دل کو تڑپاتی ہیں۔ حضرت والا کی شفقتیں، حضرت والا کے الطاف و کرم جب یاد آتے ہیں تو دل خون کے آنسو روتا ہے، حضرت والا نے ایسی محبت فرمائی کہ واللہ! احقر ماں باپ کی محبت کو بھول گیا۔ ماں باپ سے بھی زیادہ حضرت نے شفقت و محبت کا معاملہ فرمایا۔ حضرت سراپا محبت تھے اور ہر شخص یہ سمجھتا تھا کہ حضرت مجھے سب سے زیادہ چاہتے ہیں۔

ناظم آباد میں تقریباً ۴۵ رسال پہلے حضرت مولانا مظہر صاحب (جو اس وقت طالب علم تھے) سے احقر کے لئے فرمایا کہ آپ کو ایک پلا پلایا بھائی مل گیا۔ احقر تو حضرت والا کا غلام تھا، ایک غلام کو اپنے گھر کا فرد فرما کر عزت بخشی۔ حضرت والا کا شعر ہے جو حضرت نے اپنے شیخ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر کہا تھا وہ اب احقر کا حال ہے ؎

لطفِ تَو چوں یاد می آید مرا
بوئے تَو جانم بجوید در سرا

جب آپ کی محبت اور الطاف وکرم مجھے یاد آتے ہیں تو میری جان دیوانہ وار آپ کی خوشبو کو اس جہان میں تلاش کرتی ہے، اب جانِ عشرت بھی آپ کو تلاش کرتی ہے مگر آپ کو نہیں پاتی اور تڑپ کر رہ جاتی ہے۔ آہ کبھی وہ دن تھے کہ ؎

جنت کی مے پئے ہوئے ساقی تھا مستِ جام
ساغر تھا دورِ مئے تھا مقابل میں ہم بھی تھے
اک زلفِ پرشکن نے کیا تھا ہمیں اسیر
آزاد ہو کے دامِ سلاسل میں ہم بھی تھے
خوابوں کی سرزمیں تری محفل میں ہم بھی تھے
جو دل کہ جانِ بزم تھا اس دل میں ہم بھی تھے
دیکھا کسی نے کل ترا میرِ شکستہ حال
رو رو کے کہہ رہا تھا کہ اس دل میں ہم بھی تھے
(احقر میر عفا اللہ عنہ)

جو یاد آتی ہے وہ زلفِ پریشاں
تو پیچ و تاب کھاتی ہے مری جاں
کوئی پوچھے گا گر یہ مجھ سے آکر
کہ کیا گذری ہے اے دیوانے تجھ پر
نہ ہرگز حالِ دل اپنا کہوں گا
ہنسوں گا اور ہنس کر چپ رہوں گا
(حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

آہ! کبھی احقر سے حضرت والا کی ایک لمحہ کی جدائی برداشت نہیں ہوتی تھی اور ذرا سی دیر کی جدائی میں احقر کا یہ حال ہوجاتا تھا ؎

سامنے تم ہو تو دنیا ہے مجھے خلد بریں
اور قیامت کا سماں تم سے بچھڑ جانے میں ہے
پاس اگر تم ہو تو ہے آباد ویرانہ میرا
ورنہ آبادی بھی شامل میرے ویرانے میں ہے (احقر میر عفا اللہ عنہ)

یہ معلوم نہ تھا کہ حضرت سے نہ جانے کتنے عرصے کے لئے بچھڑ جاؤں گا لیکن یہ عارضی وقفہ ہے اللہ تعالیٰ جنت میں حضرت سے دائمی ملاقات نصیب فرمائیں جہاں پھر کبھی جدائی نہیں ہوگی، آمین۔ اللہ تعالیٰ حضرت والا کے ایک ارشاد کو جس کو احقر حضرت والا کی دعا سمجھتا ہے اور جس کو یاد کر کے دل کو بہت تسلی ہوتی ہے احقر کے حق میں قبول فرمائیں۔ تقریباً تین برس پہلے حافظ عدنان صاحب (خلیفہ مجاز حضرت والا) نے رات کے دو بجے جب کہ حضرت والا بیدار تھے، حضرت والا کو یہ خواب سنایا کہ جنت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حضرت والا حاضر ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بہت پیار سے حضرت والا کو دیکھ رہے ہیں۔ خواب سنانے کے بعد سب حاضرین نے دعا کرائی کہ حضرت! دعا فرما دیجئے کہ جنت میں ہم سب کو آپ کا ساتھ نصیب ہو۔ حضرت والا نے سب کے لئے دعا فرمائی۔ احقر اُس وقت موجود نہ تھا، احقر کو معلوم ہوا تو فوراً حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضرت دعا فرما دیجئے کہ مجھے بھی جنت میں آپ کا ساتھ نصیب ہو۔ اس وقت حضرت نے احقر کو ایک عظیم بشارت دی۔ اللہ تعالیٰ حضرت والا کی اس بشارت کو احقر کے حق میں قبول فرمائیں، حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہٗ نے لکھا ہے کہ حدیث میں جو آتا ہے: لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ (صحیح البخاری) تو یہ قسم تاکیداً ہے، اگر یہ حضرات کسی بات کو فرما بھی دیں تو اللہ تعالیٰ ویسا ہی کر دیتے ہیں، آمین۔

❀ ❀

اپنا جہاں دکھا کے یوں محوِ جمال کر دیا
میری نظر میں یہ جہاں خواب و خیال کر دیا
ذوقِ طلب بھی مختلف دہر میں دیکھتا رہا
اخترؔ بے قرار نے تیرا سوال کر دیا

از کلام حضرت والا قدس اللہ سرہ

اُس کو دل سے بُھلائے گا اب کون

ہُوا اِک ایک کارواں سالار — کوئی سالارِ کارواں نہ رہا
رونقِ بزم تھا بیاں اُس کا — گرم بازارِ سالکاں نہ رہا
عشق کا نام اُس سے روشن تھا — خسروئے ہند کا نشاں نہ رہا
کوئی ویسا نظر نہیں آتا — وہ زمیں اور وہ آسماں نہ رہا
غمگساری کا کِیا حق اُس نے ادا — پر کوئی اُس کا حق گزار نہ تھا
خاکساروں سے خاکساری تھی — سربلندوں سے انکسار نہ تھا
لب پہ احباب سے بھی تھا نہ گِلہ — دل میں اعداء سے بھی غبار نہ تھا
مظہرِ شانِ حُسنِ فطرت تھا — معنیٔ لفظِ آدمیت تھا
کچھ نہیں فرق باغ و زنداں میں — آج بلبل نہیں گلستاں میں
جس سے تھا فروغِ نظر — سرمہ بنتا ہے کیوں صفاہاں میں
لبِ جادو بیاں ہوا خاموش — مرغ کیوں نعرہ زن ہے بستاں میں
وہ گیا جس سے بزم تھی روشن — شمع جلتی ہے کیوں شبستاں میں
تھا بساطِ نفس میں شاطر ایک — ہم کو چالیں بتائے گا اب کون
ہم نے جانی ہے اُس سے قدرِ سلف — سکہ اپنا بٹھائے گا اب کون
اُس نے سب کو بُھلا دیا دل سے — اُس کو دل سے بُھلائے گا اب کون
تھی کسی کی نہ جس میں گنجائش — وہ جگہ دل میں پائے گا اب کون
اُس سے ملنے کو یاں ہم آتے تھے — جا کے گھر اپنے آئے گا اب کون

❁ سالار: سردار ❁ خسروئے ہند: حضرت امیر خسروؒ ❁ گلہ: شکایت ❁ اعداء: دشمن ❁ دل میں غبار: دل میں برا سمجھنا
❁ زنداں: قید خانہ ❁ صفاہاں: صوبہ اصفہان جہاں کا سرمہ مشہور ہے ❁ بستاں: باغ، چمن ❁ شبستاں: شب گزارنے کی جگہ، گھر
❁ بساطِ نفس: نفس کے ساتھ میدانِ جنگ ❁ شاطر: چالیں بتانے والا ❁ سکہ: دھاک

حضرت کی وفات کی خبر منٹوں میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ اندرونِ ملک اور بیرونِ ممالک سے پندرہ منٹ کے اندر فون آنے لگے، خانقاہ کا صحن اور مسجد کی تینوں چھتیں آدمیوں سے بھر گئیں، خانقاہ، صحن اور مسجد کی تمام منزلوں پر تل دھرنے کی جگہ نہیں تھی۔ حضرت والا کے پوتے مولانا اسحاق صاحب، حافظ ضیاء الرحمٰن صاحب، حضرت مفتی غلام محمد صاحب، حضرت مفتی محمد ارشاد صاحب اور حضرت مولانا جلیل اخون صاحب نے سنت کے مطابق غسل دیا، غسل حضرت والا کے حجرۂ خاص میں دیا گیا اور اس بات کا خاص خیال رکھا گیا کہ چھوٹے سے چھوٹا عمل، غسل اور تکفین سنت کے مطابق ہو۔ تقریباً رات کے ساڑھے دس بجے غسل اور کفن سے فراغت ہوئی۔

حضرت والا نے وصیت فرمائی تھی کہ سنت کے مطابق مجھے جلد از جلد دفن کیا جائے، حضرت نے منہ دکھائی کی رسم سے منع فرمایا تھا کیونکہ اس سے دفن میں تاخیر ہوتی ہے، لیکن معلوم ہوا کہ صبح نو بجے سے پہلے قبر تیار نہیں ہوسکتی کیونکہ حضرت والا کی طرف سے اپنے خانوادہ کے لئے مختص کردہ قبرستان کی زمین نہایت پتھریلی اور سخت تھی جس کی وجہ سے قبر کی تیاری میں مشکلات کے باعث صبح نو بجے سے پہلے تدفین ناممکن تھی، اس لئے حضرت مفتی محمد نعیم صاحب (رئیس دار الافتاء جامعہ اشرف المدارس) اور حضرت مفتی محمود اشرف عثمانی صاحب (دار العلوم کورنگی) سے رجوع کیا گیا۔ دونوں مفتیانِ کرام نے فرمایا کہ اب حضرت کے چہرۂ مبارک کی زیارت کرانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اس کے بعد مفتی نعیم صاحب دامت برکاتہم نے مسجد میں آکر مائیک سے تمام حاضرین کو پورا مسئلہ سمجھایا کہ اب زیارت کرانے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ قبر تیار کرنے میں اور اس میں لگائے گئے بلاکوں کے سُوکھنے میں تقریباً بارہ گھنٹے لگیں گے اور اس کو مروجہ منہ دکھائی کی رسم نہ سمجھا جائے۔

حضرت کا چہرۂ مبارک چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن معلوم ہو رہا تھا۔ حضرت کے قدیم دوست جناب نثار احمد فتحی صاحب نے فرمایا کہ میں نے دفن سے پہلے بہت سے اکابر کے چہرۂ مبارک دیکھے ہیں مگر جیسا نور حضرت کے چہرہ پر تھا ایسا نور کسی کے چہرہ پر نہیں دیکھا۔ جب فجر کے قریب سب لوگ زیارت کرکے جا چکے اور چہرۂ مبارک کفن سے ڈھانپ دیا گیا تو احقر نے سوچا کہ آخری بار اور اپنے پیارے شیخ کی زیارت کرلوں۔ کفن ہٹا کر دیکھا تو واللہ کہتا ہوں کہ حضرت والا کا چہرہ چاند سے بھی زیادہ روشن اور پہلے سے زیادہ بقعۂ نور تھا اور گردن اور دوشِ مبارک کا کچھ حصہ نظر آیا وہ بھی نور میں ڈوبا ہوا تھا۔

چونکہ قبر کی تیاری صبح نو بجے سے پہلے ناممکن تھی لہٰذا بعد غسل حضرت کا نورانی جسدِ خاکی خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشنِ اقبال کے شیشہ والے کمرے میں پہنچا دیا گیا۔ رات بھر یہ مجمع رہا، پیر کو فجر سے پہلے ہی اور زیادہ لوگ آنا شروع ہوگئے۔ بعد فجر لاؤڈ اسپیکر سے بار بار اعلان کیا گیا کہ آپ لوگ سندھ بلوچ سوسائٹی تشریف لے جائیں،

نمازِ جنازہ وہیں ہوگی لیکن حضرت والا کی محبت میں کوئی جانے کے لئے تیار نہیں تھا۔ ۸ بجے میت گاڑی حضرت والا کا جسدِ مبارک لے کر سندھ بلوچ سوسائٹی روانہ ہوئی اور حضرت والا کے جسدِ مبارک کو خانقاہ امدادیہ اشرفیہ سندھ بلوچ سوسائٹی گلستانِ جوہر میں حضرت والا کے اُسی کمرے میں رکھا گیا جہاں حضرت والا جب سندھ بلوچ سوسائٹی تشریف لے جاتے تو قیام فرماتے تھے۔ سندھ بلوچ سوسائٹی کا وسیع میدان آدمیوں سے بھر گیا تھا، ہر طرف سر ہی سر نظر آرہے تھے۔ حضرت والا کے صاحبزادے حضرت مولانا مظہر صاحب دامت برکاتہم بار بار اعلان کراتے رہے کہ کسی قسم کی فوٹو گرافی کی ہرگز اجازت نہیں ہے چاہے ڈیجیٹل ہو یا کیمرہ ہو یا موبائل ہو، ہر قسم کی تصویر منع ہے، اگر کوئی تصویر کھینچتا ہوا پایا گیا تو موبائل اور کیمرہ ضبط کرلیا جائے گا۔ (جو بعد میں تصویر ضائع کرنے کے بعد واپس کیا جائے گا۔)

لوگ شہر کے مختلف علاقوں سے جوق در جوق نمازِ جنازہ میں شرکت کے لئے بسوں کی چھتوں پر کاروں میں موٹر سائیکلوں پر اور پیدل چلے آرہے تھے، بہت سی جگہوں پر ٹریفک جام ہوگئی اور ہزاروں افراد نمازِ جنازہ میں شریک نہ ہوسکے۔ پہلوان گوٹھ سے لے کر جوہر چورنگی تک آدمیوں کا ہجوم تھا، یہاں تک کہ اتنا رش بڑھ گیا کہ سندھ بلوچ سوسائٹی میں جنازہ گاہ کی اطراف کی تمام سڑکیں لوگوں سے بھر گئیں۔ ۹ بجے صاحبزادے حضرت مولانا مظہر صاحب دامت برکاتہم نے رقت کے ساتھ درد بھری آواز میں نمازِ جنازہ پڑھائی۔ ایک صاحب نے بتایا کہ کراچی کی تاریخ میں اتنا بڑا ہجوم صرف دو تین شخصیات کے جنازوں میں دیکھا گیا ہے بلکہ یہ مجمع ان سے بھی بڑا تھا۔

جنازہ کے بعد ہر شخص یہ چاہتا تھا کہ وہ کندھا دے۔ اس سوسائٹی میں مسجدِ امداد کے ساتھ ہی حضرت والا کا ذاتی قبرستان ہے جو حضرت والا نے خود خریدا تھا۔ اس میں داخل ہوتے ہی سیدھے ہاتھ کی طرف حضرتِ اقدس کی قبر تیار تھی۔ حضرت والا کے بڑے پوتے مولانا محمد ابراہیم صاحب سلمہٗ اور دوسرے پوتے مولانا اسماعیل سلمہٗ اور تیسرے پوتے مولانا اسحاق سلمہٗ قبر میں اترے اور اپنے پیارے نہایت شفیق اور محبت کرنے والے دادا کو اپنے ہاتھوں سے قبر میں اتارا اور سنت کے مطابق حضرت والا کو دائیں ہاتھ کی طرف کروٹ دلا کر سینہ مبارک اور چہرہ قبلہ رُو کردیا۔ تقریباً ساڑھے دس بجے صبح تدفین مکمل ہوئی اور قبرستان کا دروازہ حضرت والا کی قبر کی زیارت کے لئے کھول دیا گیا، لوگ جوق در جوق اَشکبار آنکھوں سے ایصالِ ثواب کر کے رخصت ہوجاتے اور دوسرے حضرات آجاتے۔

چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات پیر کے دن ہوئی تھی اس لئے حضرت نے ایک سفر میں دعا فرمائی تھی کہ اے اللہ! میری موت بھی پیر کے دن ہو، حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال بھی بروز دوشنبہ بوقت غروبِ آفتاب ہوا تھا اور اس زمانے کے رومیٔ ثانی حضرت والا کا انتقال بھی پیر ہی کو ہوا۔ پیر کی صبح کے واقعات بہ ترتیبِ وقت لکھے جاتے ہیں:

بروز پیر (۲۳ رجب ۱۴۳۴ھ مطابق ۳ جون ۲۰۱۳ء)

۷:۳۰ بجے صبح

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ گہوارہ میں رکھ کر سفرِ آخرت والی بس (میت بس) میں رکھا گیا۔ میت بس سندھ بلوچ سوسائٹی کی طرف روانہ ہوئی۔ اس بس کے ساتھ مزید پانچ بسیں اور تھیں اور بہت بڑی تعداد میں کاروں اور اسکوٹروں کا قافلہ ساتھ ساتھ تھا۔ لوگ بڑی حیرت سے مولیٰ کے عاشق کے جنازے کو دیکھ رہے تھے۔

عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے

۸:۰۰ بجے صبح

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، سندھ بلوچ سوسائٹی میں حضرت والا کے جسمِ مبارک کو حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے اسی کمرے میں رکھا گیا جہاں آپ تشریف فرما ہوتے تھے۔

۸:۴۵ بجے صبح

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے جسمِ مبارک کو اس گہوارہ سے اشکبار آنکھوں کے ساتھ دوسرے گہوارہ میں منتقل کیا گیا جس میں بڑے بڑے بانس لگائے گئے تھے۔

۸:۵۰ بجے صبح

خانقاہ گلستانِ جوہر سے گہوارہ کو باہر لا کر مسجد کے سامنے زیرِ تعمیر دارالقرآن کی عمارت کے سامنے سڑک پر رکھا گیا۔

۸:۵۹ بجے صبح

صفیں سیدھی کر لی گئیں۔

۹:۰۰ بجے صبح

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم نے نمازِ جنازہ سسکیوں کے ساتھ پڑھائی۔ کسی کے انتظار کے لئے تاخیر نہیں کی گئی۔

۹:۰۵ بجے صبح

جنازے کا قافلہ مسجدِ امداد کے لئے روانہ ہوا۔

۹:۳۰ بجے صبح

جنازے کا قافلہ مسجدِ امداد کے دروازے سے قبرستان میں داخل ہوا۔

آخری آرام گاہ

۱۰:۳۰ بجے صبح

مسجدِ امداد کے ساتھ ہی حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا ذاتی قبرستان ہے، اس میں داخل ہونے کے بعد سیدھے ہاتھ کی طرف قبر تیار تھی۔ ہجوم کی وجہ سے بڑی مشکلات کے بعد جنازہ اندر لایا گیا اور حضرت والا کی تدفین کا عمل آپ کے پوتوں مولانا ابراہیم صاحب سلمہٗ، مولانا اسماعیل سلمہٗ اور مولانا اسحاق سلمہٗ اور دیگر خدام و متعلقین کے ذریعہ عمل میں آیا۔ سب سے پہلے حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم نے، ان کے بعد چاروں پوتوں اور احقر جامع نے اور دیگر حاضرین نے قبر پر مٹی ڈالی۔ سورہ بقرہ کے اول و آخر رکوع پوتوں مولانا محمد ابراہیم میاں اور مولانا محمد اسماعیل میاں نے تلاوت فرمائے اور یوں ۱۰:۳۰ بجے تدفین مکمل ہوگئی۔ احاطہ قبرستان کے باہر بہت بڑی تعداد میں ہزاروں لوگ مٹی ڈالنے کی سعادت کے لئے بے چین تھے جنہیں دروازہ بند کر کے بڑی مشکل سے روکا ہوا تھا لیکن ایسا لگتا تھا کہ دروازہ ٹوٹ جائے گا۔ جب تمام مراحل مکمل ہوگئے تو دروازہ کھول دیا گیا اس کے بعد لوگ آتے گئے اور مٹی ڈالتے گئے۔ ٹریفک جام کی وجہ سے نہ پہنچ سکنے والے حضرات ظہر کے بعد بھی آتے رہے جبکہ عاشقین اپنے محبوب شیخ کو الوداعی سلام اور ایصالِ ثواب کے لئے شام کو مغرب تک زار و قطار آتے رہے۔

پیری و بیماری میں اللہ رے چستی تری
جست اک ایسی لگائی ہو گیا دنیا سے پار
بس گئے ہوں جس کے دل میں رحمۃ للعالمین [۱]
گود میں اس کو نہ لے کیوں رحمتِ پروردگار

اللہ تعالیٰ حضرت مولانا محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم، ان کی ہمشیرہ اور سب گھر والوں کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ حضرت والا کے ڈاکٹرز خصوصاً حافظ ڈاکٹر محمد ایوب صاحب اور ڈاکٹر امان اللہ صاحب اور حافظ ڈاکٹر عمر، ڈاکٹر اظہر، ڈاکٹر عارف اور تمام ڈاکٹرز اور معالجین کو اللہ تعالیٰ اپنی شان کے مطابق جزائے عظیم عطا فرمائے۔ حضرت والا کی خدمت میں رات دن ایک کرنے والے خدام کو بھی اللہ تعالیٰ اپنی شان کے مطابق جزائے عظیم عطا فرمائے۔ خصوصاً حافظ ضیاء الرحمٰن سلمہٗ، مطہر محمود سلمہٗ، کاشف خلیل سلمہٗ، حافظ برکت اللہ سلمہٗ، حافظ محمد احمد سلمہٗ، قمر الزمان سلمہٗ، حضرت والا کے تمام خدام، پاسبان سب کو اللہ تعالیٰ اس خدمت کی جزائے عظیم عطا فرمائے۔ پوری دنیا میں حضرت والا کے سینکڑوں خلفاء، لاکھوں مریدین اور محبین کو بھی صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ آمین

[۱] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

گلشن مرے مرشد کا مہکتا ہی رہے گا

ازکلام حضرت مولانا شاہین اقبال اثرؔ صاحب دامت برکاتہم

وہ غیرتِ خورشید چمکتا ہی رہے گا
گلشن مرے مرشد کا مہکتا ہی رہے گا

کیوں اپنی نظر مرشدِ کامل سے ہٹے گی
تشنہ ہے جو ساقی کو وہ تکتا ہی رہے گا

جو طالبِ صادق ہے رہِ عشق و وفا کا
رہبر پہ سدا جان چھڑکتا ہی رہے گا

جو چاند ہے وہ ماند تو پڑ جائے گا لیکن
جو داغ ہے سینے کا چمکتا ہی رہے گا

رخسار کا مسکن اسے محبوب ہے گویا
جو اَشک کا موتی ہے ڈھلکتا ہی رہے گا

جو متقی بن جائے گا ہوگا وہ سرفراز
فاسق کا مگر کام اٹکتا ہی رہے گا

عصیاں کی علامت یہ بتائی ہے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے
دل تیرا معاصی سے کھٹکتا ہی رہے گا

میخانۂ محبوبِ حقیقی کا ہے فیضان
پیمانۂ عشاق چھلکتا ہی رہے گا

ابلیس کے جو مکر سے غافل ہو تو ابلیس
تقویٰ کے خزانے سے اُچکتا ہی رہے گا

سامع جو اثرؔ ہو مرا، خوش ذوق و جواں فکر
اشعار سے میرے وہ پھڑکتا ہی رہے گا

اب کس کے لئے لکھوں

از کلام جناب حضرت خالد اقبال تائبؔ صاحب دامت برکاتہم

وہ جانِ غزل بچھڑا، اب کس کے لئے لکھوں
اے قلبِ حزیں بتلا اب کس کے لئے لکھوں

اشعار فقط کہنا مقصود نہ تھا میرا
پہلے تو وہ سنتا تھا، اب کس کے لئے لکھوں

موضوعِ محبت تھا عنوان کی زینت تھا
وہ حسن کا شہزادہ، اب کس کے لئے لکھوں

کچھ لکھنے لکھانے کی کیا خاک تمنّا ہو
وہ جانِ تمنّا تھا، اب کس کے لئے لکھوں

جب اُس کے بِنا میری دنیا میں اندھیرا ہے
ہو لاکھ مُصر دنیا، اب کس کے لئے لکھوں

وہ جس کی محبت کے اشعار کے بدلے میں
لوگوں سے ملا طعنہ، اب کس کے لئے لکھوں

اللہ کی خاطر جب مرشد سے محبت تھی
بے وجہ ہے یہ لکھنا، اب کس کے لئے لکھوں

جب مجھ سے وہ فرماتے ''تائبؔ کچھ اُڑا غزلیں''
دل جھومتا گاتا تھا، اب کس کے لئے لکھوں

❀ مُصر: اصرار کرنا ❀ تائب کچھ اُڑا غزلیں: حضرت والا تائب صاحب کو اس عنوان سے کلام سنانے کا فرماتے تھے

سگانِ کوچۂ اختؔر میں ہو شمار مرا

ازکلام مولانا منصور الحق ناصؔر صاحب دامت برکاتہم

فراقِ شیخ میں کھویا گیا قرار مرا
یہ کیسے موڑ پہ لے آیا مجھ کو پیار مرا

یہی ہے میری تمنّا بس آرزو ہے یہی
سگانِ کوچۂ اختؔر میں ہو شمار مرا

دلے کہ عاشق و صابر بود مگر سنگ ست[1]
تڑپ رہا ہے بہت قلبِ بیقرار مرا

زعاشقی تا صبوری ہزار فرسنگ ست[2]
دلیلِ صدقِ طلب، دیدۂ اشکبار مرا

پلادیا مجھے ساقی نے اُس صراحی سے
کہ جس سے ہو گیا پندار تارتار مرا

عذابِ جاں ہے ہر اک لمحۂ فراق مجھے
ہے مثلِ سنگِ گراں دل پہ انتظار مرا

بنا حجاب ہے ناصؔر یہ سدِ راہِ طلب
یہ کام کاج ہمارا یہ کاروبار مرا

[1] ۔میرا دل شیخ کا عاشق تھا، مجبوراً دوری پر صبر کرتا تھا مگر ملاقات کے بعد حضرت کے واپس جانے سے بیقرار ہو کر تڑپ رہا ہے

[2] ۔میرے عشق اور فراقِ محبوب کے صبر میں ہزاروں میل کا فاصلہ ہے لیکن میری طلب کی سچائی کی دلیل میری اَشکبار آنکھیں ہیں

گلِ شاداب رخصت ہو گیا

از کلام حضرت مولانا شاہین اقبال اثرؔ صاحب دامت برکاتہم

گلشنِ حق کا گلِ شاداب رخصت ہو گیا — علم اور تقویٰ کا زرّیں باب رخصت ہو گیا

تھا جو مثلِ ماہی بے آب رخصت ہو گیا — دردِ فرقت سے جو تھا بیتاب رخصت ہو گیا

چار جانب تیرگی ہی تیرگی چھائی ہے اب — آفتابِ منبر و محراب رخصت ہو گیا

اولیاء اللہ تو موجود ہیں اب بھی مگر — آبروئے محفلِ اقطاب رخصت ہو گیا

جو ضعیفی میں بھی تھا رشکِ جوانانِ چمن — کر کے سُونی محفلِ احباب رخصت ہو گیا

وہ حکیمِ عصر بھی تھا اور طبیبِ دہر بھی — خوش نظر خوش فکر خوش القاب رخصت ہو گیا

سرزمینِ آس پر اب یاس کی بکھری ہے اَوس — آسمانِ عشق کا مہتاب رخصت ہو گیا

سالکینِ راہِ حق کی زندگی سے یک بیک — معصیت کا کر کے سدِباب رخصت ہو گیا

کس سے سیکھیں سالکیں اب نفس سے کُشتی کے گُر — راہِ حق کا رُستم و سہراب رخصت ہو گیا

جس کی گہرائی سے خود غواص بھی عاجز رہے — کر کے اس دریا کو وہ پایاب رخصت ہو گیا

معترف تھے جس کی تابانی کے سب اہلِ نظر — دہر سے وہ گوہرِ نایاب رخصت ہو گیا

اب تیمم خاک سے کرنا پڑے گا اے اثرؔ — آب رخصت ہو گیا ہاں آب رخصت ہو گیا

❁ زرّیں: سنہرا ❁ ماہی: مچھلی ❁ تیرگی: اندھیرا ❁ اقطاب: قطب کی جمع، اولیاءاللہ ❁ عصر، دہر: زمانہ
❁ آس: اُمید ❁ یاس: نااُمیدی ❁ مہتاب: چاند ❁ یک بیک: ایک دم ❁ سدِ باب: دروازہ بند کرنا
❁ گُر: داؤ پیچ ❁ رُستم و سہراب: پہلوانوں کے نام ❁ غواص: غوطہ خور ❁ پایاب: کم گہرائی

وہ مسکراتا چلا گیا ہے

جناب ریحان طائرؔ صاحب مدظلہ

جو عہد رب سے کیا تھا اس نے، وہ عہد اپنا نبھا گیا ہے
ہم اس کی فرقت میں رو رہے ہیں وہ مسکراتا چلا گیا ہے

اے میکشو! میکدہ وہی ہے، سُبو وہی ہے نشہ وہی ہے
مگر کہاں وہ مئے محبت جو وہ نظر سے پلا گیا ہے

بتا گیا ہے کہ جو حسینوں سے دل بچالے نظر ہٹا لے
جو زخمِ حسرت ہزار کھالے وہ دل میں مولیٰ کو پا گیا ہے

کہاں تلک نفس سے لڑو گے، چلو گے تنہا تو گر پڑو گے
ان ہی کے دامن کو تھام رکھنا جنہیں وہ چلنا سِکھا گیا ہے

جہاں خزاں کا گزر نہیں ہے کوئی شجر بے ثمر نہیں ہے
جسے اُجڑنے کا ڈر نہیں ہے وہ باغ ایسا لگا گیا ہے

رہا جو محروم دیدِ اخترؔ تو میرے مرشد[1] سے آملے وہ
وہ اپنی صحبت سے میرے مرشد کو اپنے جیسا بنا گیا ہے

چراغِ اخترؔ کی روشنی تو کبھی بھی مدھم نہ ہوگی طائرؔ
وہ خود بظاہر تو بُجھ گیا ہے ہزار شمعیں جلا گیا ہے

[1] مراد حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز بیعت جناب فیروز میمن صاحب مدظلہ ہیں

مرشد ترے بغیر تو سُونا ہے ہر چمن

از کلام مولانا منصور الحق ناصؔر صاحب دامت برکاتہم

جینے کا جب نہ آیا قرینہ ترے بغیر
جینا ہے میرا بھی کوئی جینا ترے بغیر

جی کر ترے بغیر کروں گا میں شیخ کیا؟
باطل ہے زندگی کی تمنّا ترے بغیر

دن میں ہے آفتاب تو شب میں ہے ماہتاب
پھر کیوں ہے چار سُو یہ اندھیرا ترے بغیر

رہتا ہے جبکہ درد مرے شیخ تجھ سے دور
پھر کیوں نہ پاؤں دردِ مسیحا ترے بغیر

گویا تیرے بغیر مکمل نہیں ہوں میں
لگتا ہوں انجمن میں بھی تنہا ترے بغیر

مرشد ترے بغیر تو سُونا ہے ہر چمن
موسم نہیں ہے کوئی سہانا ترے بغیر

جنت اگر اُسے ترے صدقے میں ہو عطا
ناصؔر نہ جائے گا مرے آقا ترے بغیر

❁ قرینہ: طریقہ ❁ مسیحا: طبیب، معالج

یہ مزار بُقعۂ نور ہے، یہ جہانِ عشق کا طُور ہے

(اپنے مرشد کے مزار پر حاضری کے وقت ایک عاشق مرید کی کیفیت کا کیا حال ہوتا ہے! پڑھئے)

از کلام حضرت سید نفیس شاہ الحسینی رحمہ اللہ تعالیٰ

ہے یہ کس کی خوابگہِ حسیں، یہ نفیسؔ کس کا مزار ہے
کہ نَفَس نَفَس کو جو ہے سُکوں تو نظر نظر کو قرار ہے
یہاں اک نگار ہے خیمہ زن، یہ حریمِ حُسنِ نگار ہے
یہاں محوِ جلوۂ سرمدی، وہ ہزار رشکِ بہار ہے
یہ فرودگاہِ رشید ہے، یہ مقامِ فردِ فرید ہے
یہ مکان خُلدِ نشان ہے، یہ مکین عرشِ وقار ہے
یہ مزار بُقعۂ نور ہے، یہ جہانِ عشق کا طور ہے
یہاں آفتابِ جمال ہے، یہ تجلیوں کا دِیار ہے
یہاں قُدسیوں کا نزول ہے، یہ دلیل حُسنِ قبول ہے
یہاں سو رہا ہے وہ نازنیں، جو نبی[1] کا عاشقِ زار ہے
جو کلامِ دوست کا نور ہے، تو حدیثِ یار کا فیض ہے
اسی فیض سے، اسی نور سے، یہ مزار قمقمۂ زار ہے
کسی خشک طبع سے کیا غرض، کسی تنگ ظرف سے کام کیا
مری اہلِ دل سے ہے دوستی، مجھے اہلِ درد سے پیار ہے
کوئی دیدہ ور ہو تو دیکھ لے، بڑے معرکے کا یہ مَرد ہے
یہ جو کہکشاں کی سی گَرد ہے، اسی گَرد میں وہ سوار ہے

[1] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ❀ بُقعۂ نور: نور کا ٹکڑا ❀ طُور: کوہِ طُور، پہاڑ ❀ نِگار: حسین ❀ حریم: گھر ❀ سرمدی: ہمیشہ ❀ فرودگاہ: جائے قیام ❀ فردِ فرید: لاثانی، یکتا ❀ خُلد: جنت ❀ قدسی: فرشتہ ❀ نازنین: حسین ❀ قمقمہ: چراغ

اکیسواں باب

حضرت والا نور اللہ مرقدہ کی وصایا

حضرت والا کی وصایا

وصیت نامہ برائے حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

مجلس اشاعۃ الحق (رجسٹرڈ) کراچی

محمد اختر عفا اللہ عنہ (ناظم مجلس)

(۹ شوال المکرم ۱۳۹۶ھ مطابق ۴/اکتوبر ۱۹۷۶ء)

میں محمد اختر ولد محمد حسین ناظم مجلس اشاعۃ الحق با ہوش وحواس اپنے تمام اختیارات متعلقہ مجلس مذکور اپنے صاحبزادے مولانا قاری محمد مظہر صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں، میری علالت ونقاہت کے سبب موصوف میری (محمد اختر) تمام اہتمامی وانتظامی امور میں میری طرف سے مختارِ کل ہیں اور وہ مجلس اشاعۃ الحق کے تمام انتظامات اسی طرح سنبھالنے کے مجاز ہیں جس طرح سے احقر کو حاصل ہیں، میں اپنی کمزوری اور طویل علالت کے سبب آں موصوف سلمہٗ کو اپنا قائم مقام بناتا ہوں، یہ چند سطور بطور دستاویز وتوثیق نامہ تحریر کرتا ہوں تاکہ دفتری کاموں میں یہ تحریر مولانا محمد مظہر صاحب سلمہٗ کے لئے کارآمد ثابت ہو۔

محمد اختر عفا اللہ عنہ

۴۔جی۔۱۲/۱، ناظم آباد، کراچی

وصیت نامہ برائے اولادِ نسبتی واحبابِ خصوصی

از: محمد اختر عفا اللہ عنہ (۱۴۰۷ھ بمطابق دسمبر ۱۹۸۶ء)

(۱)......دنیا میں اپنے کو مسافر سمجھئے اور پردیس کی کمائی وطنِ آخرت میں بذریۂ عبادات بھیجتے رہیے۔

(۲)......ہر روز موت کا استحضار اور دھیان رکھئے۔

رہ کے دنیا میں بشر کو نہیں زیبا غفلت
موت کا دھیان بھی لازم ہے کہ ہر آن رہے
جو بشر آتا ہے دنیا میں یہ کہتی ہے قضاء
میں بھی پیچھے چلی آتی ہوں ذرا دھیان رہے

(۳)......نماز پنجگانہ باجماعت کا اہتمام رکھئے اور حالتِ نماز میں نماز کی سنتوں کی پابندی کیجئے اور خارجِ صلوٰۃ بھی سننِ عادیہ اور ادعیۂ مسنونہ کا اہتمام رکھئے۔

(۴)......بعد نمازِ فجر اور بعد نمازِ مغرب سورۂ اخلاص، سورۂ فلق، سورۂ ناس تین تین مرتبہ پڑھنے کا معمول بنائیے۔ بشارتِ حدیث کے مطابق تمام مخلوق کے شر سے حفاظت رہے گی۔

(۵)......گاہ گاہ قبرستان میں حاضر ہو کر دل میں آخرت کی یاد بٹھائیے اور دنیائے فانی کا تماشہ دیکھ کر عبرت حاصل کیجئے ؎

کئی بار ہم نے یہ دیکھا کہ جن کا
مُشَیّن بدن تھا مُبَیّض کفن تھا
جو قبرِ کہن ان کی اُکھڑی تو دیکھا
نہ تارِ کفن تھا نہ عضوِ بدن تھا

(۶)...... ہر روز قرآن شریف کی تلاوت کا معمول بنائیں اور کسی قاری صاحب سے قرآن شریف کے حروف کی صحت کی مشق بھی کیجئے۔ قرآن شریف کے چار حقوق ہمیشہ یاد رکھیں۔ محبت، عظمت، تلاوت مع الصحۃ، احکام کی متابعت۔

(۷)......اپنے گھروں میں بے پردگی، تصویر، ٹیلی ویژن، گانا بجانا ہرگز قریب نہ آنے دیں۔

(۸)......اکابر میں سے جس سے مناسبت ہو ان سے اصلاحِ نفس کا تعلق بھی کرلیں اور گاہ گاہ ان کی صحبت میں حاضری دینے کا اہتمام بھی رکھیں اور ان سے پوچھ کر تھوڑی دیر ہر روز ذکر اللہ بھی کرلیا کریں۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اللہ تعالیٰ سے محبت پیدا ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کا نامِ پاک نہایت محبت سے لیں۔

(۹)......تمام گناہوں سے حفاظت کا اہتمام رکھیں۔ بالخصوص بدنظری، غیبت اور بدگمانی سے۔ اگر کبھی خطا ہو جائے تو دو رکعت صلوٰۃِ توبہ پڑھ کر نہایت ندامت اور اَشکبار آنکھوں سے استغفار اور توبہ کریں۔ روح المعانی، پارہ: ۳۰، تفسیر سورۂ قدر میں حدیث قدسی منقول ہے:

((لَاَنِیْنُ الْمُذْنِبِیْنَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ زَجَلِ الْمُسَبِّحِیْنَ)) ۔ (روح المعانی)

یعنی گنہگاروں کا گریۂ ندامت تسبیح پڑھنے والوں کی آوازوں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ محبوب ہے۔

(۱۰)......حقوق العباد کی کوتاہیوں کو اہلِ حقوق سے معاف کرالیں اور اگر مالی حقوق ہوں تو ان کی ادائیگی کی فکر کریں۔

(۱۱)......کوئی بھی پریشانی یا حاجت پیش آئے دن میں کئی بار صلوٰۃِ الحاجت پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے الحاح سے مانگنے کا معمول بنائیں اور احباب صالحین سے بھی دعا کی گذارش کریں اور کبھی کبھی دو رکعات صلوٰۃِ حاجت پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے اپنی اصلاح کی درخواست کریں اور اس کی محبت طلب کریں اور یہ شعر پڑھیں ؎

کوئی تجھ سے کوئی کچھ مانگتا ہے
الٰہی میں تجھ سے طلب گار تیرا
تجھی کو جو یاں جلوہ فرما نہ دیکھا
برابر ہے دنیا کو دیکھا نہ دیکھا

(۱۲)......کسی کا قرض یا کسی کی امانت ہو، تاریخ کے ساتھ نوٹ بک پر تحریر کرلیں اور اپنے حافظہ پر بھروسہ نہ کریں اور اس مقام پر اپنے دستخط بھی کردیں۔

(۱۳)...... ہر روز تین مرتبہ قل ھواللہ شریف اور سورۂ یٰسین پڑھ کر اپنے والدین، اساتذہ اور مشائخ اور تمام امتِ مسلمہ کو ایصالِ ثواب کریں۔ اور تین مرتبہ قل ھواللہ شریف اور اول و آخر تین تین بار درود شریف پڑھ کر صرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روحِ مبارک کو ایصالِ ثواب کریں۔

(۱۴)......اپنی ذات سے کسی مخلوق کو اذیت نہ پہنچائیں۔ یہاں تک کہ چیونٹی پر بھی پاؤں جان بوجھ کر نہ رکھیں۔ چیونٹی پر پاؤں رکھنا ایسا ہے جیسے کسی انسان پر ہاتھی پاؤں رکھ دے۔ مخلوق کو اذیت دینے والا رجسٹرِ ابرار سے خارج کردیا جاتا ہے۔ خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے ابرار کی تفسیر میں فرمایا ''ابرار وہ ہیں جو نہیں دیتے ہیں اذیت چیونٹیوں کو بھی اور نہیں راضی ہوتے شر سے۔'' یہ بات علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ نے عمدۃ القاری میں لکھی ہے۔

(۱۵)......مخلوقِ خدا کی تکلیف کو دیکھ کر اگر کچھ مدد نہ کرسکیں تو دعا ضرور کریں اور ہمیشہ مخلوقِ خدا پر رقیق القلب، رحیم المزاج، حلیم الطبع رہیں۔ اولاد کی تربیت میں اکابر سے مشورہ لیتے رہیں اور تدبیر سے زیادہ دعا کا اہتمام رکھیں اور اکابر سے بھی دعا کراتے رہیں۔

(۱۶)......ایک مشت شرعی داڑھی کا اہتمام نہایت ضروری ہے۔ اس سے کم رکھنے والا دائرۂ فسق سے خارج نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح پائجامہ یا لنگی ٹخنہ سے نیچے ہرگز نہ کریں۔ سر پر انگریزی بال ہرگز نہ رکھیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ ((کُلُّ اُمَّتِیْ مُعَافًی اِلَّا الْمُجَاھِرِیْنَ)) ۔ (الجامع الصغیر)

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میرا ہر امتی قابلِ معافی ہے سوائے ان لوگوں کے جو کھلم کھلا گناہ کرتے ہیں۔ مذکورہ وضع شرعی کے خلاف رہنا اپنے گناہوں کا کھلم کھلا اعلان ہے۔

(۱۷)......جس شہر یا گاؤں میں میرا انتقال ہو اسی شہر یا گاؤں کے عام قبرستان میں دفن کیا جائے۔ غسل دیتے وقت ناف سے گھٹنے تک پردہ کا اہتمام کیا جائے جس کی صورت یہ ہے کہ دونوں طرف سے دو آدمی چادر کو کھینچ کر جسم سے ذرا اونچا پکڑے رہیں۔

(۱۸)......جنازہ میں شرکت کے لئے کسی کا انتظار نہ کیا جائے۔ جتنے افراد آسانی سے موجود ہوں نمازِ جنازہ پڑھ کر جلد از جلد قبرستان پہنچانے کی کوشش کریں۔

(۱۹)......منہ دکھانے کی رسم سے احتیاط کریں۔

(۲۰)......قبر میں سنت کے مطابق ٹھیک داہنی کروٹ پر قبلہ رُو لٹا دیا جائے اس طرح کہ پورا سینہ قبلہ کی طرف ہو، میت کو سیدھا لٹا کر صرف چہرہ کو قبلہ کی طرف کر دینے کا دستور غلط ہے۔

(۲۱)......ایصالِ ثواب کے لئے کوئی اجتماع نہ کیا جائے۔ احباب اپنی اپنی جگہ پر حسبِ توفیق ایصالِ ثواب کریں۔ (بدنی طور پر یا مالی طور پر)

(۲۲)...... ہر روز میرے لئے میرے جملہ احباب کم از کم تین مرتبہ قل ھو اللہ شریف پڑھ کر احقر کو بخش دیا کریں۔

فَجَزَاهُمُ اللّٰهُ خَيْرَ الْجَزَاءِ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

(از کشکولِ معرفت: ص ۵۳۱)

وصایا از: محمد اختر عفا اللہ عنہٗ

(۲۰ ربیع الاول ۱۴۲۰ھ بمطابق ۵ جولائی ۱۹۹۹ء)

(۱)......الحمد للہ کہ یہ فقیر مقروض نہیں ہے۔

(۲)......میرے استعمال کی تمام اشیاءِ مستعملہ کا مالک میں نے مولانا مظہر میاں سلمہٗ کو بنا دیا ہے اور میں مستعار استعمال کرتا ہوں لہٰذا ان میں وراثت جاری نہیں ہوگی اور میرے حجرہ میں جو متبرکات اور مناظر دیواروں میں آویزاں ہیں اس کے مالک بھی مولانا مظہر میاں ہیں، خانقاہ نمبر ۲ اور خانقاہ نمبر ۳ کی تمام چیزوں کے لئے بھی یہی حکم ہے۔

(۳)......میری نقد رقوم کے تھیلوں پر ہدیۂ احقر لکھا ہوا ہے، ان میں وراثت جاری ہوگی۔ دو حصہ میرا بیٹا لے گا اور ایک حصہ میری بیٹی۔ عشرت جمیل کے پاس جو میرا پیسہ رہتا ہے اس میں بھی وراثت جاری ہوگی۔ بعد ادائیگی فدیۂ قضائے روزہ و نماز وراثت تقسیم ہوگی۔

(۴)......اور میں وصیت کرتا ہوں اپنے نفس کے لئے اور اپنے تمام اہلِ خاندان اور احباب کے لئے کہ ہر لمحۂ حیات اور انفاسِ زندگی اللہ تعالیٰ کی مرضیات پر فدا کریں اور ایک لمحہ بھی اللہ پاک کو ناراض کر کے کوئی حرام خوشی اپنے نفس میں نہ لائیں اور اگر کبھی خطا ہو جائے تو توبہ و استغفار اور اَشکباری اور آہ و زاری سے اپنے مولیٰ کو خوش کریں۔

(۵)......تمام زندگی صحبتِ صالحین کا اہتمام لازم رکھیں اور اپنی مناسبت کے کسی مرشد کا سایہ اپنے سر پر رکھیں۔

(۶)...... مالی معاملات میں تقویٰ کا نہایت اہتمام رکھا جائے اور اہلِ فتاویٰ سے مسائلِ شرعیہ میں رجوع لازم رکھیں۔

(۷)...... میری تمام تصانیف کی اشاعت کا ہمیشہ اہتمام رکھیں تا کہ صدقۂ جاریہ جاری رہے اور ہماری ذرّیات دینی خدمات میں تمام زندگی مصروف رہے اور تجارت میں صرف کتب خانہ کی تجارت کو ترجیح دیں اور دواخانہ کی تجارت کو ضمنی (درجۂ ثانوی) رکھیں۔

(۸)...... جس شہر میں بھی انتقال ہو وہیں دفن کر دیا جائے۔

(۹)...... میری روح کو تین مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھ کر ایصالِ ثواب کا معمول اور دعائے مغفرت کا معمول رکھیں۔

(۱۰)...... میری نمازِ جنازہ مولانا مظہر میاں پڑھائیں۔

(۱۱)...... جنازہ جلد دفن کیا جائے، سنت کے مطابق قبر میں سینہ قبلہ رُو کریں اور منہ دکھائی وغیرہ کی رسم سے احتیاط لازم رکھیں۔

(راقم الحروف: احقر عشرت جمیل میر عفا اللہ عنہ)

❁ ❁

اک جنازہ جا رہا ہے دوشِ عظمت پر سوار
پھول برساتی ہے اُس پر رحمتِ پروردگار
نوحہ خواں ہیں مدرسے اور خانقاہیں سوگوار
آفتابِ علم و تقویٰ چھپ گیا زیرِ مزار

(شبیر جذبی کاندھلوی)۔ از آپ بیتی

❁ ❁

❁ دوش: کندھا ❁ آپ بیتی: مُراد حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات ہے

حلیۂ مبارک، لباس اور عاداتِ مبارکہ

ز فرق تا بہ قدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا ایں جاست

(سر سے لے کر پیر تک اپنے شیخ کو دیکھتا ہوں تو اس کا حسن دامنِ دل کو کھینچ کر کہتا ہے کہ میرا محبوب سراپا حسن ہے، تم کس کس ادا کی تعریف لکھو گے)

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ جب اپنے شیخ حضرت شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تھے تو جسمانی لحاظ سے بہت کمزور تھے، حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت والا کے لئے بشارت دی تھی کہ ''حکیم اختر موٹے ہو جائیں گے جب مالدار ہو جائیں گے'' حضرت والا نے فرمایا کہ اس میں صرف موٹے ہونے کی نہیں بلکہ مالداری کی بھی بشارت تھی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کو دین کی دولت کے ساتھ دنیاوی دولت بھی عطا فرمائی اور جسم بھی مضبوط اور توانا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کو باطنی حسن کی دولت تو دی ہی تھی، ظاہراً بھی بہت حسین وجمیل تھے، پُر وقار چہرہ، وجیہہ وشکیل سراپا، خاص طور پر آپ کی مسکراہٹ لاجواب تھی۔ بمبئی کے حضرت کے ایک پیر بھائی نے آپ کی مسکراہٹ کی جو تعریف کی وہ عرض کرتا ہوں کہ دنیا میں ایسی حسین مسکراہٹ میں نے نہیں دیکھی۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ دراز قد، دراز بازو تھے، رنگت کے سرخ وسپید، داڑھی مبارک زیادہ گھنی نہیں تھی، داڑھی کے بال سیدھے بغیر پیچ وخم کے تھے، انتقال سے تقریباً بیس سال قبل تک سرِ مبارک کے بال کانوں کی لَو تک رکھنے کا معمول تھا، بالوں میں تیل اس قدر لگواتے تھے کہ سر کے نیچے رکھنے کا کپڑا تیل کا معلوم ہونے لگتا تھا (یہ بھی حدیث شریف سے ثابت ہے) بعد میں سر کے بال استرے سے صاف رکھنے کی عادت اپنالی تھی اور اپنے متعلقین کو بھی سر منڈانے کی تلقین فرماتے تھے، آپ کے سینۂ مبارک پر بال نہیں تھے اور پنڈلیاں اور ہاتھ بھی فارغ البال تھے۔ آخری عمر میں سر اور داڑھی کے بال بالکل سفید چاندی کی طرح ہو گئے تھے۔ کھانے کے وقت مصنوعی دانت کا استعمال فرماتے تھے، اسی طرح وعظ سے قبل بھی دانت لگایا کرتے تھے تاکہ حروف کی ادائیگی درست طرح ہو سکے اور سامعین الفاظ کو واضح سن سکیں۔ ہاتھ کی گھڑی باندھنے کی عادت نہیں تھی، کہیں آتے جاتے تو چھڑی ساتھ لے کر چلتے تھے، کئی اقسام کی قیمتی چھڑیاں آپ کے پاس تھیں۔ چپل عموماً بادی والی (عمرے والی) استعمال نہیں فرماتے تھے بلکہ وہ چپل پہنتے تھے جو آگے سے کھلی ہوتی تھیں۔ جوتے بہت کم پہنتے تھے۔ رات کو سوتے وقت آنکھوں میں بمبئی کا تیز والا سرمہ لگانے کا معمول تھا جو وہاں کے ایک پیر بھائی بہت محبت سے ہدیہ بھیجا کرتے تھے۔ سر میں تیل کی مالش

اور ہاتھ پیر دبوانے کی قدیم عادت تھی، بیان کے بعد سر کافی گرم ہوجاتا تھا جس کی وجہ سے بنگلہ دیش کا ہرے رنگ کا خاص ٹھنڈا تیل سر پہ لگوایا کرتے تھے، تیل مالش والے خدام کو ہدایت تھی کہ تیل باہر نہ چھوڑا جائے بلکہ فرج میں رکھا جائے تاکہ ٹھنڈا رہے۔ فالج سے قبل حضرت والا کو سر، ہاتھ اور پیروں میں اکثر درد شدید ہوتا تھا، اس لئے بہت قوت کے ساتھ دبانا پڑتا تھا کہ دبانے والے قوی اور جوان لوگوں کے بھی سردی میں پسینے نکل جاتے تھے۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیشہ سادہ لباس پہنا اور پسند فرمایا، شلوار قمیص پہننے کا معمول تھا، کبھی لنگی بھی پہنتے تھے۔ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے کُرتے میں ایک جیب ڈھکن والی سامنے اور ایک جیب اس کے پیچھے (جس میں ہاتھ گریبان سے پہنچتا تھا) اور دو جیبیں دائیں بائیں ہوتی تھیں، بعد میں گریبان والی جیب ختم کرواکے سامنے دو جیبیں ڈھکن والی بنوانے لگے تھے۔ فالج ہونے کے بعد کرتہ پہننے اور اتارنے میں مشکلات کی بناء پر پورے کُرتے پر گریبان سے لے کر گھٹنے تک زِپ لگوانے لگے تھے اور شلوار کا استعمال بھی اسی مشکل کی بناء پر ترک کرکے مستقل لنگی پہننے لگے تھے۔ گرمیوں میں کاٹن کا باریک کرتہ زیبِ تن فرماتے تھے، سردیوں میں سفید شلوار قمیص کے اوپر موٹا گرم کرتہ پہنا کرتے تھے، سردیوں کا کرتہ کئی کئی قسم کا ہوتا تھا، گرم کُرتے میں سفید رنگ کے علاوہ رنگ پسند فرماتے تھے، سفید گرم کرتہ پہنے نہیں دیکھا۔ گہرے رنگ کے گرم کُرتے بھی پہنتے تھے اور ہلکے رنگ کے بھی۔ آپ کی محبوبیت اتنی تھی کہ نیا کرتہ پہنے زیادہ دن نہیں ہوتے تھے کہ ہدیے میں دوسرا کرتہ آجاتا تھا اس لئے استعمال شدہ کپڑے اپنے پوتوں، نواسوں، خادموں میں تقسیم فرمانے کا ہمیشہ معمول رہا۔ گرم جیکٹ کبھی کبھار اور سویٹر بہت پہنی ہے۔

بنیان آدھی آستین والی پہنا کرتے تھے، سردیوں میں گرم بنیان اور گرمیوں میں بنگلہ دیش کی بنی ہوئی باریک بنیان پہنتے تھے، اسی طرح سردیوں میں گرم موزے ہمیشہ پہنتے تھے البتہ گرمیوں میں باریک موزے پہننے کا معمول نہیں تھا۔ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے پاس زیادہ چیزیں جمع ہونے سے اُلجھن ہونے لگتی تھی چنانچہ قیمتی کُرتے، سویٹریں، چپلیں، موزے، بنیانیں حتیٰ کہ بیش قیمت عطر بھی بلا تأمل ہدیہ فرماتے رہتے تھے۔ جیب میں ہمیشہ دستی رومال پاس ہوتا تھا کیونکہ اللہ کی محبت و معرفت کے مضامین خاص کیفیت سے جب بیان فرماتے تو اس قدر آنسو بہتے کہ آنسوؤں کو جب آنکھوں سے بہنے کا رستہ نہ ملتا تو ناک سے بہنے لگتے، لوگ سمجھتے کہ آپ کو دائمی نزلہ رہتا ہے، بمبئی کے احباب تو آپ کے لئے قسم ہا قسم کی دوا بھی لے آئے جب آپ وہاں دورے پر تشریف لے گئے تھے، حضرت والا کو منع کرنا پڑا کہ مجھے نزلہ زکام کچھ نہیں ہے۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا ہفتہ میں دو مرتبہ (جمعہ اور منگل) لباس تبدیل کرنے کا معمول تھا، بعد میں جب پیر کے دن بعد مغرب مجلس ہونے لگی تو بجائے منگل کے پیر کی شام کو لباس تبدیل فرماتے تھے۔ آپ کے استعمالی کپڑوں سے

بہت ہی پیاری خوشبو آیا کرتی تھی خاص طور پر ناک صاف کرنے کے رومال سے تو بہت ہی بھینی بھینی خوشبو آتی تھی۔ یہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے کپڑے دھونے والے خدام نے خود بتایا۔ جبہ کبھی نہیں پہنتے تھے لیکن پھر مدینہ منورہ سے روضۂ مبارک کے دربان نے آپ کے شیخ اور آپ کو الگ الگ جبہ ہدیہ پیش کیا اور حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو پہن کر گلشن خانقاہ کی مسجد میں بیان فرمایا اور فرمایا کہ حکیم صاحب بھی پہنیں گے۔ حضرت والا نے ایک بار جبہ پہن کر نماز پڑھی اور بیان میں فرمایا کہ ''پچاس سال پہلے بھی میں جبہ پہن سکتا تھا لیکن میں نے زندگی میں کبھی نہیں پہنا اور اب جب بالکل بڈھا ہو گیا تو اس عمر میں یہ تقاضا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو رہا ہے۔ چار بار استخارہ بھی کیا یعنی اٹھائیس رکعات پڑھیں کہ اگر آپ کو میرا جبہ پہننا پسند ہے تو مجھ کو توفیق عطا فرمائیے اور اگر آپ خوش نہیں ہیں تو ایک کروڑ جبہ آپ پر فدا ہیں، جبہ کیا چیز ہے مجھے تو آپ کو خوش کرنا ہے۔ میں اکثر نماز جبہ اتار کر پڑھتا ہوں لیکن آج میں نے کہا کہ اس جبہ میں اپنے مولیٰ کو دکھاؤں گا۔''

عمامہ عادتاً نہیں باندھتے تھے، فرماتے تھے کہ عمامے کے متعلق جو معمول حکیم الامت، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا تھا وہی میرا بھی ہے، حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح آپ کا سر بھی عمامہ باندھنے سے گرم ہو جاتا تھا لہٰذا تھوڑی دیر سنت کی نیت سے باندھ لیا کرتے تھے ورنہ ہمیشہ گول خانقاہی ٹوپی سر پہ پہنتے تھے۔ خانقاہی پنج کلی ٹوپی آپ کو بہت محبوب تھی، فرماتے تھے کہ ''یہ ہمارے بزرگوں کی نشانی ہے، حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سب نے یہ ٹوپی پہنی ہے۔'' اپنے مریدوں کو بھی اس ٹوپی کو پہننے کی ترغیب دیا کرتے تھے۔ گرمیوں میں سفید کاٹن کی کلف لگی ہوئی ٹوپی پہنتے تھے جس میں ڈیزائن دار سوراخ بھی ہوتے تھے اور سردیوں میں سفید کے علاوہ دوسرے رنگ کی گرم ٹوپی پہنتے، گرم ٹوپی بھی خانقاہی پانچ کلی والی ہوتی تھی۔

جب حالتِ صحت میں محراب سے بیان فرماتے تھے تو دُور کا چشمہ لگایا کرتے تھے، کسی نے عرض کیا کہ حضرت! آپ بغیر چشمے کے زیادہ حسین لگتے ہیں تو فرمایا تم دعا کرو کہ چشمے کی ضرورت ہی نہ پڑے، پھر ایک عرصے تک بغیر چشمہ لگائے بیان فرمایا۔ جب خانقاہ میں بیان ہوتا تھا تو صوفہ پر نشست فرما ہوتے، اسی صوفے سے ٹیک لگا کر باقی ایام میں فرشی نشست ہوتی تھی۔ پھر بیان مسجد میں ہونے لگا اور صوفے کی اونچائی کم محسوس ہونے لگی تو صوفے سے قدرے بلند دو بازو والی ایک کرسی بنوائی جس پر بیٹھنے کے لئے ایک چوکی پر پاؤں رکھ کر بیٹھتے اور اسی چوکی پر بیان کے دوران پاؤں رکھے رہتے۔ سامنے کتاب، پانی کا گلاس اور مائک، ٹیپ ریکارڈر رکھنے کے لئے ایک میز ہوتی تھی۔

خانقاہ کی مسجد میں پہلے المونیم کی کھڑکیاں اور چلنے والے المونیم کے دروازے لگے ہوئے تھے، ایک

حادثے میں کافی شیشے ٹوٹ گئے اور کچھ دن تک دوبارہ نہیں لگے تو اس دوران جو بیانات ہوئے تو سامعین دور تک واضح نظر آئے، فرمایا کہ مجھے ان عشاق کو دیکھنے میں یہ کھڑکی، دروازے حائل ہوتے ہیں اور لوگ بھی بیان سنتے وقت مجھے دیکھنا چاہتے ہیں تو مسجد سے تمام پردے اور المونیم کے دروازے ختم کروادیئے تھے، صرف سامنے قبلہ رُخ کھڑکیاں باقی رہنے دی تھیں اور دائیں طرف والی کھڑکیوں کو دروازہ بنوادیا تھا تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ بیٹھ سکیں، مسجد کشادہ ہونے پر سامعین نے بہت شکریہ ادا کیا تھا۔ وعظ سے قبل دو رکعات پڑھنے کا دائمی معمول تھا۔ دو رکعات پڑھ کر اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگ کر حضرت والا جب اپنے حجرۂ خاص سے باہر تشریف لاتے تو آپ کے چہرۂ مبارک پر انوارات دو چند ہوجاتے تھے۔ بیان کے لئے اور پنج وقتہ نمازوں میں مسجد آنے کے لئے مسجد کا محرابی دروازہ استعمال فرماتے۔ اگر کبھی آنے میں تاخیر ہوجاتی اور جماعت کھڑی ہوچکتی تو بغیر کسی تردد کے پچھلی صفوں میں آکر کھڑے ہوجاتے۔ جب تک صحت نے اجازت دی تو تراویح مسجد میں مکمل بیس رکعات پڑھا کرتے تھے۔ اگر کبھی مسجد تشریف لاتے اور ابھی جماعت کا مقررہ وقت ہونے میں ایک آدھ منٹ باقی ہوتا تو منبر کی پہلی سیڑھی پر کھڑے ہوکر (یا ویسے ہی) مصلیوں کو تکبیرِ تحریمہ سے سلام پھیرنے تک کا نماز کا مسنون طریقہ بتایا کرتے۔ کبھی کبھار ظہر اور عصر کی نماز کی امامت بھی فرماتے تھے۔ کبھی جہری نماز کی امامت فرمائی تو ایک ایک لفظ کو بہترین مخرج کے ساتھ بہت عمدہ ادا فرماتے تھے۔

زندگی کیسے کٹے گی، یہی اب سوچتا ہوں

ہائے یہ رحلتِ جاناں کا اثر، کس سے کہوں — دردِ دل کس سے کہوں، دردِ جگر کس سے کہوں

اِک رقّت سی طبیعت میں بسی ہے ایسی — خشک ہوتے ہی نہیں دیدۂ تر، کس سے کہوں

زندگی کیسے کٹے گی، یہی اب سوچتا ہوں — درد میں ڈُوب گئے شام و سحر، کس سے کہوں

غم زدہ مدفنِ جاناں سے چلا آیا ہوں — دل پہ جو بیت رہی ہے وہ مگر کس سے کہوں

اُن کی تُربت پہ رہے بارشِ اَنوار مُدام — اَبرِ رحمت ہو تسلسل سے گُہربار مُدام

❁ مُدام: ہمیشہ ❁ گُہربار: موتی برسانے والا — از کلام حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

شیخ کی جدائی کے بعد کی کیفیت پر حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار

زحالِ مسکیں مکن تغافل دُرائے نیناں بنائے بتیاں
کہ تابِ ہجراں ندارم اے جاں نہ لے ہو کا ہے لگائے چھتیاں [۱]

شبانِ ہجراں دراز چوں زلف و روزِ وصلت چوں عمرِ کوتاہ
سکھی پیا کو جو میں نہ دیکھوں تو کیسے کاٹوں اندھیری رَتیاں [۲]

یکا یک از دل دو چشم جادو بصد فریبم ببردِ تسکیں
کسے پڑی ہے جو جا سناوے پیارے پی کو ہماری بتیاں [۳]

چوں شمعِ سوزاں، چوں ذرّہ حیراں، ہمیشہ گریاں، بہ عشق آں ما
نہ نیند نیناں، نہ انگ چیناں، نہ آپ آویں، نہ بھیجیں پتیاں [۴]

بحقِّ روزِ وصالِ دلبر کہ داد ما را غریب خسروؔ
سپیت منکے ورائے راکھوں جو جائے پاؤں پیا کی کھتیاں [۵]

۱: اے میرے شیخ! آنکھیں پھیر کر، باتیں بنا کر اس غریب کے حال سے تغافل نہ برتئے، اب مجھے تابِ جدائی نہیں، مجھے اپنے سینے سے لگا لیجیے ۲: جدائی کی راتیں زلف کی مانند دراز ہیں اور وصال کے دن عمر کی مانند مختصر، اے ساتھی! اپنے محبوب کو دیکھے بغیر یہ اندھیری راتیں کیسے کاٹوں؟ ۳: آپ کی مسحور آنکھیں بند ہوگئیں اور ساتھ ہی میرے دل کا سکون لے اُڑیں، اب کون جا کر آپ کو میرے دل کا حال سنائے ۴: میں جلتی ہوئی شمع اور ذرّۂ حیراں کی مانند برابر روئے جا رہا ہوں، نہ آنکھوں میں نیند ہے، نہ دل کو چین، نہ آپ خود آتے ہیں اور نہ کوئی پیغام بھیجتے ہیں ۵: محبوب سے ملاقات کے دن خسرو غریب پر یہ راز کھلا کہ تسبیح کے دانے پڑھ کر جس مقام پر ہم گرد آلودہ پہنچے ہیں وہ تو محبوب کا محض ایک جلوہ ہے (تو پوری تجلی کیسی ہوگی؟)

سلامت تو رہے ساقی، رہے قائم یہ میخانہ

(ظفرؔ)

نہ غنچہ ہے نہ سنبل ہے پڑا ہے باغ ویرانہ
نہ گل ہے اور نہ بلبل ہے نہ ساقی ہے نہ پیمانہ

ذرا اے جان تم ٹھہرو ہمارے پاس بھی دم بھر
دلِ بیتاب تو ٹھہرے، چلے جانا چلے جانا

چکھایا ایک پیالے میں مجھے تو نے قیامت تک
سلامت تو رہے ساقی، رہے قائم یہ میخانہ

محبت میں تری اے گل نہ جانے کیا ہوا ہم کو
نہ خوش آتا چمن ہم کو نہ خوش آتا ہے ویرانہ

نکل جائے اگر دَم بھی اُسی گل کے تصور میں
پسِ دیوارِ گلشن اے ظفرؔ اب ہم کو دفنانا

غنچہ: کلی

سنبل: ایک خوشبودار گھاس یا پھول

بائیسواں باب

خاص خاص تعلیمات

خاص خاص تعلیمات

یوں تو حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور عظمت کے بیان کرنے میں کوئی شعبہ نہیں چھوڑا لیکن جن باتوں پر حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا زیادہ زور رہا، اس میں سرفہرست نظر کی نامحرم عورتوں اور اَمرد حسین لڑکوں سے حفاظت، اسی طرح عورتوں کو غیر محرم مَردوں سے نگاہ کی حفاظت، دل کی گندے خیالات سے حفاظت، مَردوں کے لئے ایک مشت داڑھی رکھنا اور لباس کو ٹخنوں سے اوپر رکھنا، عورتوں کے لئے مکمل حجاب، شرعی پردہ، ٹخنے ڈھانکنا، مَردوں کے لئے مسجد میں جماعت کی نماز کی پابندی کرنا، روزہ، زکوٰۃ، حج کی ادائیگی، والدین کا ادب واحترام، بیویوں کے ساتھ حسنِ سلوک، بیٹیوں کی محبت، اولاد کی دینی تربیت، صحبتِ اہل اللہ کا التزام، ذکر اللہ پر دوام، علمائے کرام کا احترام، شرعی مسائل میں اہلِ علم سے رہنمائی لینے کی ہدایت، قرآن پاک کے حروف کی مشق، شادی بیاہ میں سادگی، لڑکی والوں کو بارات کا کھانا نہ کھلانا، لڑکیوں کو انگریزی تعلیم کے لئے بے دین اسکولوں میں نہ بھیجنا، عالمات کے مروجہ مدارس للبنات کی اصلاح، آپس میں حسنِ اخلاق سے پیش آنا، بڑے سے بڑے گناہ کے بعد بھی اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا اور ولایت کا دارومدار بڑے بڑے وظائف اور عبادات پر نہیں بلکہ فرض، واجب، سنت مؤکدہ کی ادائیگی کے بعد صرف گناہوں سے بچنے پر ہے۔

ولی اللہ بنانے والے چار اعمال

ارشاد فرمایا کہ چار اعمال ایسے ہیں کہ جو اِن پر عمل کرلے گا میرا ۵۱ سال کا تجربہ ہے کہ پورے دین پر چلنا اس کو آسان ہوجائے گا اور ان شاء اللہ تعالیٰ ولی اللہ بن کر دنیا سے جائے گا۔

مَردوں کے لئے ایک مشت داڑھی رکھنا: چاروں اماموں کے نزدیک ایک مٹھی داڑھی رکھنا واجب ہے، کسی امام کا اس میں اختلاف نہیں ہے۔ داڑھی منڈانا یا ایک مٹھی سے کم پر کترانا حرام ہے۔ بہشتی زیور، جلد نمبر ۱۱ میں یہ مسئلہ لکھا ہوا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مبارک صورت جیسی صورت بنالو، اللہ تعالیٰ کو پیار آئے گا کہ میرے پیارے کی صورت میں ہے اور قیامت کے دن یہ کہہ سکو گے ؎

ترے محبوب کی یا رب شباہت لے کے آیا ہوں
حقیقت اس کو تو کردے میں صورت لے کے آیا ہوں

لباس کوٹخنوں سے اوپر رکھنا: دوسری بات ہے ٹخنے کھلے رکھنا۔ پاجامہ، شلوار، لنگی یعنی جو لباس اوپر سے آرہا ہے، ٹخنوں سے اونچا رکھنا۔ بخاری شریف کی حدیث ہے کہ ٹخنہ کا جو حصہ ازار یعنی شلوار، پاجامہ، لنگی وغیرہ سے چھپے گا جہنم میں جلے گا۔

نظر کی حفاظت: اس زمانہ میں اللہ کے راستہ کی سب سے بڑی رکاوٹ یہی ہے کیونکہ بے پردگی عام ہے اس لئے نظر کی حفاظت کرنے سے دل کو سخت تکلیف ہوتی ہے۔ اس تکلیف کو جو اللہ کے لئے اٹھالے گا اللہ تعالیٰ اس کے دل کو حلاوت سے بھر دے گا۔ اس عمل سے آدمی سیکنڈوں میں فرش سے عرش پر پہنچ جاتا ہے۔

دل کی حفاظت: دل میں گندے خیالات نہ پکاؤ، حسینوں کا تصور نہ لاؤ، پرانے گناہوں کو یاد نہ کرو۔ بس یہ چار اعمال کرلو اللہ والے ہوجاؤ گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

(عورتوں کے لئے) مکمل حجاب، شرعی پردہ، ٹخنے ڈھانپ کے رکھیں

ارشاد فرمایا کہ عورت کی عزت اور حرمت پردہ میں ہے۔ حکم ہے کہ اگر گھر سے نکلو تو پردہ سے نکلو، شادی بیاہ میں سادہ لباس میں جاؤ، تمہارے حسن پر کسی کی نظر نہ پڑے، تمہارا حسن تمہارے شوہر کو مبارک ہو۔ بیوی کے لئے شوہر کو راضی اور خوش رکھنا بڑی عبادت ہے اور اس کا ناخوش اور ناراض کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ یاد رکھو! ان عورتوں پر اللہ کی لعنت برستی ہے جو خود کو بے پردہ دکھاتی ہیں۔ قرآن جہاں مردوں کے لئے اعلان کرتا ہے **یَغُضُّوۡا مِنۡ اَبۡصَارِہِمۡ** مرد اپنی نگاہیں نیچی کرلیں، بے پردہ عورتوں کو نہ دیکھیں وہاں عورتوں کے لئے بھی قرآن اعلان کرتا ہے **یَغۡضُضۡنَ مِنۡ اَبۡصَارِ ہِنَّ** عورتیں بھی غیر مردوں کو نہ دیکھیں۔

دیکھو دوستو! آج نوٹوں کی عزت ہے، انہیں چھپا کر رکھتے ہو، گوشت کی عزت ہے، قصائی کے یہاں سے خرید کر چھپا کر لے جاتے ہو، اور دودھ کی عزت ہے اسے بلی سے بچاتے ہو لیکن عورت کو ارزاں کر رکھا ہے، عورت کو سستا کر دیا۔ آج پان بیچنے کے لئے بھی عورت چاہیے تاکہ پان زیادہ فروخت ہوں، سرف خرید و تو اس پر بھی عورت کی تصویر ہے کیونکہ سمجھتے ہیں کہ عورت کے بغیر ہمارا مال نہیں بکے گا، انگریزوں کی اس حماقت اور کافروں کے اس پاگل پن کی نقل اب مسلمان کر رہا ہے، وہ بھی چاہتا ہے کہ اس کی بیوی کی تصویر چائے کے ڈبہ پر اور صابن کے لیبل پر آجائے، اور اگر اتنا اختیار نہیں ہے تو کم سے کم اس کا برقع ہی اتار پھینکتے ہیں، اسٹیشن پر غیر مردوں کو دکھاتے ہیں، کیا بے غیرتی ہے۔ واللہ! شرم آنی چاہیے، ذرا سی بھی حیا اور شرم ہوتی تو ایسی حرکت کرنے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔

(مَردوں کے لئے) مسجد میں جماعت سے نماز کی پابندی کریں

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے مالک اور خالق ہیں اور پیدا کرنے والے کو اپنی پیدا کی ہوئی چیز سے محبت ہوتی ہے لہٰذا جب اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے اسلام کو بطورِ مذہب پسند فرمایا تو اس کے احکامات میں بھی کہیں کہیں نہ کہیں اپنی اسی محبت کو پوشیدہ کر دیا ہے۔ اسلام کے احکامات میں سب سے بڑے درجہ کی بات نماز ہے۔ ایک شاعر نے سجدے کا خوب مزہ بیان کیا ہے کہ ؎

پردے اٹھے ہوئے بھی ہیں ان کی ادھر نظر بھی ہے
بڑھ کے مقدر آزما، سر بھی ہے سنگ در بھی ہے

﴿وَارۡكَعُوۡا مَعَ الرّٰكِعِيۡنَ﴾۔ (سورۃ البقرۃ: آیۃ ۴۳)

اور رکوع کرو رکوع کرنے والوں کے ساتھ۔ فقہا اور علماء کہتے ہیں کہ اسی آیت سے جماعت سے نماز پڑھنا واجب ہے یعنی جب جماعت سے نماز ہو رہی ہو تو جماعت کے ساتھ نماز پڑھو۔ یہ جو بات عرض کر رہا ہوں یہ تفسیروں میں موجود ہے، حوالہ اس لئے دے دیتا ہوں تاکہ اگر کوئی دیکھنا چاہے تو الحمدللہ میرے پاس کتب خانہ بھی موجود ہے:

((وَقَدِ اسۡتَدَلَّ كَثِيۡرٌ مِّنَ الۡعُلَمَآءِ بِهٰذِهِ الۡاٰيَةِ عَلٰى وُجُوۡبِ الۡجَمَاعَةِ)) ۔ (تفسیر ابن کثیر، روح المعانی)

اب آپ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے نماز کو رکوع سے کیوں تعبیر کیا؟ وَارۡكَعُوۡا مَعَ الرّٰكِعِيۡنَ رکوع کرو رکوع کرنے والوں کے ساتھ۔ حالانکہ نماز کے لئے یہ آیت یوں بھی نازل ہو سکتی تھی صَلُّوۡا مَعَ الۡمُصَلِّيۡنَ نماز پڑھو نمازیوں کے ساتھ لیکن اللہ تعالیٰ نے نماز کو لفظ رکوع سے کیوں تعبیر کیا؟ جبکہ رکوع تو نماز کا ایک جز ہے۔ تو میں عرض کرتا ہوں کہ کبھی کُل کو جز سے تعبیر کر دیا جاتا ہے جبکہ وہ جز بہت اہم ہوتا ہو جیسے طب میں ایک دوا ہے جوارش کمونی، کمون معنی زیرہ حالانکہ اور بھی اجزاء سے مل کر بنتی ہے۔ ایسے ہی لعوقِ سپستاں میں بہت سے اجزا ہوتے ہیں لیکن سپستاں اہم جز ہوتا ہے اس کی وجہ سے اس کا نام ہی لعوقِ سپستاں رکھ دیا گیا۔ تو چونکہ رکوع اسلام میں ایک نئی چیز عطا ہوئی تھی، پچھلی امتوں کو رکوع کی دولت نصیب نہیں تھی، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو رکوع کی دولت عطا فرمائی، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس اہم جز کے نام سے نماز کو تعبیر کر دیا۔

جب آدمی نماز پڑھتا ہے اور ثواب ہی کی نیت سے پڑھتا ہے تو معمولی سی بات ہے کہ گھر میں نہ پڑھے مسجد میں جا کر جماعت سے پڑھ لے کہ نہ اس میں کچھ مشقت ہے نہ دقت اور اتنا بڑا ثواب حاصل ہوتا ہے، کون شخص ایسا ہوگا جس کو ایک روپے کے ستائیس اٹھائیس ملتے ہوں اور وہ ان کو چھوڑ دے مگر دین کی چیزوں میں اتنے بڑے نفع سے بھی

بے توجہی کی جاتی ہے۔اس کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہوسکتی ہے کہ ہم لوگوں کو دین کی پرواہ نہیں۔اس کا نفع ہم لوگوں کی نگاہ میں نفع نہیں۔دنیا کی تجارت جس میں ایک آنہ دو آنہ فی روپیہ نفع ملتا ہے اس کے پیچھے دن بھر خاک چھانتے ہیں۔ آخرت کی تجارت جس میں ستائیس گنا نفع ہے وہ ہمارے لئے مصیبت ہے۔ جماعت کی نماز کے لئے جانے میں دکان کا نقصان سمجھا جاتا ہے، بکری (Sale) کا بھی نقصان بتایا جاتا ہے، دکان کے بند کرنے کی بھی دقت کہی جاتی ہے لیکن جن لوگوں کے یہاں اللہ جل شانہٗ کی عظمت ہے، اللہ کے وعدوں پر ان کو اطمینان ہے، اس کے اجر وثواب کی کوئی قیمت ہے، ان کے یہاں یہ لچر عذر کچھ بھی وقعت نہیں رکھتے۔

روزہ، زکوٰۃ اور حج جب فرض ہو جائیں تو ان کی ادائیگی کریں

روزہ: جب قیامت کے دن حساب کتاب ہوگا تو روزہ داروں کے لئے اللہ تعالیٰ اپنے عرش کے سائے میں دسترخوان بچھوائیں گے اور روزہ دار لوگ میدانِ محشر کی گرمی اور حساب کی پریشانی سے محفوظ عرش کے سائے میں پلاؤ بریانی کھا رہے ہوں گے۔اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی شاندار مہمانی ہوگی اور قیامت کے دن جس کو عرش کا سایہ مل جائے گا اس کا حساب نہیں ہوگا کیونکہ جہاں حساب ہوگا وہاں سایہ نہ ہوگا اور جہاں سایہ ہوگا وہاں حساب نہ ہوگا کیونکہ سایۂ رحمت میں بلانا اور ضیافت کرنا یہ مہمان کا اعزاز ہے اور دنیا میں بھی کوئی میزبان اپنے معزز مہمان سے یہ سلوک نہیں کرتا کہ دعوت کے بعد اس سے حساب کتاب لے یا اس کو تکلیف دے تو اللہ پاک تو ارحم الراحمین ہیں، ان کی رحمت سے بعید ہے کہ عرش کا سایہ دے کر پھر حساب کتاب کی پریشانی اور دوزخ کے عذاب میں مبتلا کریں۔ اس لئے ان شاء اللہ تعالیٰ روزہ داروں کی اور سایۂ عرش پانے والوں کی جنت پکی ہے۔لہٰذا روزہ دار روزہ رکھ کر تکلیف اٹھالیں اور جو بہت کمزور ہو، بیمار ہو، دین دار ڈاکٹر نے کہہ دیا ہو کہ آپ کے لئے روزہ مضر ہے تو وہ فی روزہ دو سیر گندم کی قیمت دے دے لیکن رمضان شروع ہونے سے پہلے دینے سے روزہ کا فدیہ ادا نہیں ہوگا۔

زکوٰۃ: زکوٰۃ کا حکم بھی محبت کی چیز ہے۔اللہ تعالیٰ سے محبت کا دعویٰ ہے تو اس کے غریب بندوں کو ڈھائی فیصد دے۔مجنوں لیلیٰ کی گلی کے فقیروں کو روٹی دیا کرتا تھا۔جس سے محبت ہوتی ہے اس سے ادنیٰ نسبت رکھنے والوں پر بھی عاشق خرچ کرتا ہے۔محبوبِ حقیقی تو اللہ تعالیٰ ہیں لہٰذا ان سے نسبت رکھنے والے غریب مسلمانوں پر خرچ کرنا اللہ تعالیٰ کی محبت کا حق ہے۔اللہ کا شکر ہے کہ جن لوگوں کو بزرگوں کی صحبت اور تعلق نصیب ہے وہ پابندی سے زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور ان کی تجارت میں اللہ اتنی برکت ڈالتا ہے کہ جس کی حد نہیں۔ پھر ہم جو دیتے ہیں وہ ہم سے جاتا نہیں بلکہ یہ کرنسی اللہ کے یہاں جمع ہوجاتی ہے جہاں انسان کو ہمیشہ رہنا ہے۔مثلاً اگر ابھی امریکی صدر اعلان کردے

کہ جو غیر ملکی ہیں ان کو ہم امریکہ میں نہیں رہنے دیں گے اور اُدھر سعودی حکومت سے اعلان ہو کہ جو یہاں آنا چاہے اسے ہم مکہ اور مدینہ کے درمیان کی زمین میں سے کہیں سے پلاٹ دے دیں گے تو لوگ جلدی جلدی اپنے ڈالروں کو ریالوں سے تبدیل کرالیں گے۔ خلاصہ یہ کہ زکوٰۃ بھی کرنسی کو ٹرانسفر کرنا ہے۔ عقل کا تقاضا بھی یہی ہے کہ جہاں ہمیشہ رہنا ہے وہاں اپنی کرنسی ٹرانسفر کرے اور اس حکم کی بنیاد میں بھی محبت کارفرما ہے۔

حج: اور حج کا حکم یہ بھی محبت کی بنیاد پر ہے۔ جس سے محبت ہوتی ہے اس کے گھر کا چکر لگانے کو دل چاہتا ہے یا نہیں؟ مجنوں کہتا ہے ؎

اَمُرُّ عَلَی الدِّیَارِ دِیَارِ لَیۡلٰی ۔ اُقَبِّلُ ذَاالۡجِدَارِ وَ ذَاالۡجِدَارَا

میں لیلیٰ کے گھر کے چکر لگاتا ہوں، اس کے در و دیوار کو چومتا ہوں، کیوں؟ ؎

وَمَا حُبُّ الدِّیَارِ شَغَفۡنَ قَلۡبِیۡ ۔ وَلٰکِنۡ حُبُّ مَنۡ سَکَنَ الدِّیَارَا

گھر کی محبت نے مجھے پاگل نہیں کیا لیکن گھر میں رہنے والے کی محبت نے مجھے پاگل کیا ہے۔ تو بیت اللہ یعنی اللہ کے گھر کی محبت اللہ کے لئے ہے۔ اللہ ہی کی محبت کے لئے ہے ان کے گھر کے سات چکر لگانا، ملتزم سے چمٹنا، لپٹ کر دعا مانگنا جس سے سارے نبیوں کے سینے لگے ہیں اگر ہمارا سینہ بھی وہاں لگ جائے تو کیا یہ نعمت نہیں ہے؟ جس مطاف میں تمام نبیوں کے اور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قدم چلے ہیں اسی مطاف میں ہم جیسے گنہگاروں کے قدم ہوں، یہ کتنی بڑی خوش قسمتی ہے؟ حجرِ اسود کو "یمین اللہ" فرمایا گیا، جس پر تمام انبیاء اور ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لبِ مبارک لگے، اس حجرِ اسود کو ہم جیسے ناپاکوں کا بوسہ دینا کیا یہ اللہ تعالیٰ کا کرم نہیں ہے؟ صفا مروہ کی جن پہاڑیوں کے درمیان حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے مبارک قدم دوڑے اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مبارک قدم وہاں دوڑے ہیں اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اولیائے امت ان مقاماتِ مقدسہ پر حاضر ہوئے ہیں، آج ہم جیسے نالائقوں کے قدم بھی وہاں پہنچ جائیں کیا یہ اُس کریم مالک کا احسان نہیں ہے؟ بلکہ میں تو ایک مراقبہ اور کرتا ہوں کہ صحنِ حرم سے آسمان کے چاند کے جس حصہ پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نگاہِ مبارک کی شعاعیں پڑی تھیں ہم اپنی قسمت پر کتنا شکر کریں کہ آج ہماری نگاہیں بھی چاند کے اس حصہ پر پڑ رہی ہیں۔ جب پہلا حج مجھے نصیب ہوا تو طواف کرتے ہوئے میں نے ایک شعر پیش کیا جس میں اللہ تعالیٰ سے خطاب کیا ہے ؎

کہاں یہ میری قسمت یہ طواف تیرے گھر کا
میں جاگتا ہوں یا رب یا خواب دیکھتا ہوں

والدین کا ادب و احترام کریں

ارشاد فرمایا کہ بمبئی میں ایک شخص مجھ کو ملا، لمبا کُرتا، بالکل صالحین کی وضع لیکن اس نے بیوی کی محبت میں اپنی ماں سے بدتمیزی کردی اور ماں کو کچھ کہہ دیا۔ اس کی ماں نے اس کو دو بددعائیں دے دیں کہ تو کوڑھی ہو کر مرے اور میرے جنازہ میں خدا تجھ کو شرکت کا موقع نہ دے۔ اس نے مجھے بتایا کہ اس لمبے کرتے، تسبیح اور تہجد کے باوجود مجھے ماں کی بددعا لگ گئی اور میں کوڑھی ہو گیا اور ماں کے جنازہ میں بھی شریک نہیں ہو سکا۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو ماں باپ کو ستاتا ہے، اس کو موت نہ آئے گی جب تک دنیا ہی میں اس کو خدا عذاب نہ دے دے۔ ایک صحابی نے کہا کہ اگر ماں باپ ہم پر ظلم کریں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگرچہ ماں باپ تم پر ظلم بھی کریں: ((وَاِنْ ظَلَمَاهُ وَاِنْ ظَلَمَاهُ وَاِنْ ظَلَمَاهُ)) (مشکوٰۃ: باب البر والصلۃ) اگر ظلم کریں، اگر ظلم کریں، اگر ظلم کریں تب بھی ماں باپ سے بدلہ لینا جائز نہیں کہ تمہارا وجود ان کے نطفہ سے ہے، ان کا ممنونِ منت ہے، تمہارا وجود ماں باپ سے ہوا، ان کے لئے تم دعا ہی کرتے رہو۔ اگر بڑھاپے کی وجہ سے تم کو کچھ ڈانٹ ڈپٹ کریں، بے موقع تم پر غصہ ہو جائیں تو برداشت کرو۔ جو اپنے ماں باپ کو رحمت کی نظر سے دیکھتا ہے اس کو ایک حجِ مقبول کا ثواب ملتا ہے۔ ان آنکھوں کو وہاں خرچ کرو۔ یَنْظُرُ اِلٰی وَالِدَیْهِ جو اپنے والدین کو دیکھے محبت اور رحمت سے نَظْرَةً رَحْمَةٍ، حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ ایک حجِ مقبول کا ثواب ملے گا۔ صحابہ نے پوچھا کہ اگر ہم سو مرتبہ اپنے ماں باپ کو رحمت سے دیکھیں تو کیا اللہ تعالیٰ سو حج کا ثواب دے گا؟ فرمایا کہ اللہ پاک اس سے بھی زیادہ کریم ہیں، وہاں کوئی کمی نہیں۔

بیویوں کے ساتھ حسنِ سلوک کریں

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ اے دنیا کے انسانو! تمہارا پیدا کرنے والا تمہیں ہدایت دے رہا ہے کہ اپنی بیویوں کے ساتھ اچھے سلوک سے پیش آؤ۔ اللہ تعالیٰ کی سفارش کو جو رد کرتا ہے اس سے بے غیرت اور کمینہ کوئی انسان نہیں ہو سکتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ ''جانوروں کی پیٹھ کو منبر مت بناؤ۔'' (ابوداؤد: ج ۱ ص ۳۴۷) یعنی گفتگو کرنی ہو تو جانور کی پیٹھ سے اتر کر بات کرو، یہ نہیں کہ جانور کی پیٹھ پر بیٹھے بیٹھے باتیں کر رہے ہیں، گھوڑے وغیرہ سفر طے کرنے کے لئے ہیں۔ اسلام جانوروں تک پر رحمت سکھاتا ہے۔ جب جانوروں کے ستانے کی بھی ممانعت ہے تو میرے دوستو! جو بیویوں کو ستاتے ہیں وہ کس قدر عذاب مول لے رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں:

((اَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَّخِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِنِسَآءِهِمْ)). (مشکوٰۃ شریف)

کامل الایمان وہ لوگ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہیں اور تم میں سب سے بہتر لوگ وہ ہیں جن کے برتاؤ اپنی بیویوں کے ساتھ اچھے ہیں۔ معلوم ہوا کہ اخلاق کا معیار یہ ہے کہ جس کا سلوک اپنی بیوی کے ساتھ اچھا ہو۔ یہ اللہ کی بندیاں ہیں۔ اگر میری بیٹی ہوتی تو میں یہی چاہتا کہ میرا داماد اچھا سلوک کرے تو آپ کی بیویاں بھی کسی کی بیٹیاں ہیں۔ میں بہت دردِ دل سے کہتا ہوں کہ جتنے اچھے اخلاق سے پیش آئیں، اللہ تعالیٰ کی اتنی ہی رحمت اترے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ کو اپنی بندیوں سے تعلق بھی ہے، جہاں بندوں سے تعلق ہے وہیں بندیوں سے بھی ہے۔ اکثر بے کس ہوتی ہیں، ماں باپ سے دور ہوتی ہیں، اپنے بھائیوں سے دور ہوتی ہیں، ساری زندگی ہمارے لئے وقف کردیتی ہیں۔ پالتا کوئی ہے اور فائدہ کوئی اور اٹھاتا ہے۔ بس قانون ہے اللہ کا، اس قانون سے فائدہ اٹھانا ہے مگر ان کی خطاؤں کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ یہ بیویاں ٹیڑھی پسلی سے پیدا ہوئی ہیں:

((اِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا اسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَفِيْهَا عِوَجٌ))۔ (صحیح البخاری)

اگر ان سے فائدہ اٹھانا ہے تو ان کی ٹیڑھی پسلی سے فائدہ اٹھالو۔ بتاؤ! ہماری آپ کی پسلی سیدھی ہے یا ٹیڑھی؟ ٹیڑھی ہے تو کیا آپ کسی ہسپتال میں ایڈمٹ (Admit) ہوتے ہیں اس کو ٹھیک اور درست کرانے کے لئے؟ ڈاکٹر سے کبھی درخواست کی؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علمِ نبوت دیکھو کیا شانِ نبوت ہے، کس انداز سے سمجھا رہے ہیں کہ ٹیڑھی پسلی سے پیدا ہو رہے ہو، اگر بیوی بھی ایسی مل جائے تو اسے برداشت کرلو۔ اِنْ اَقَمْتَهَا كَسَرْتَهَا اور اگر سیدھی کروگے تو توڑ دوگے یعنی طلاق کی نوبت آجائے گی، دو خاندان تباہ ہوجائیں گے، خاندان میں آگ لگ جائے گی۔ چھوٹے چھوٹے بچے روئیں گے کہ میرے ابو کو کیا ہوگیا کہ میری اماں کو طلاق دے دی۔ اور اگر تم نے گزارہ کرلیا تو گذر جائے گی اور اس سے جو اولاد پیدا ہوگی ان میں اگر کوئی عالم، حافظ، قاری ہوگیا تو قیامت کے دن ان شاء اللہ جنت بھی پاؤ گے۔ دنیا تو مزے دار گذرے گی ہی جنت بھی پاجاؤ گے۔ علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف کی اس حدیث کی جو شرح لکھی ہے اس میں وہ فرماتے ہیں: فِيْهِ تَعْلِيْمٌ لِّلْاِحْسَانِ اِلَى النِّسَآءِ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں جو تعلیم دی ہے وہ عورتوں کے ساتھ بھلائی کے ساتھ پیش آنے کی ہے وَالرِّفْقُ بِهِنَّ اور بیویوں کے ساتھ نرمی کے ساتھ پیش آؤ وَ الصَّبْرُ عَلٰى عِوَجِ اَخْلَاقِهِنَّ اور ان کے ٹیڑھے پن پر صبر سے کام لو۔ کیوں؟ لِاحْتِمَالِ ضُعْفِ عُقُوْلِهِنَّ کیونکہ ان کی عقلیں تھوڑی ہوتی ہیں۔

اسی طرح بعض لوگ اپنی بیویوں کو ستاتے ہیں۔ بیوی سے ذرا سی گستاخی ہوجائے، اس کا بھی دل چاہتا ہے کچھ ناز کرنے کو تو بیوی کو ڈنڈا لے کر پٹائی کرتے ہیں کہ ہیں! تم کو ناز کا کیا حق ہے؟ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ

بس حکومت ثابت کرتے ہیں، لیکن سنئے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے زیادہ کون غیرت مند ہوسکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہ! جب تو روٹھ جاتی ہے، ناز کرتی ہے تو مجھے پتا چل جاتا ہے۔ عرض کیا اے میرے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ کو کیسے معلوم ہوتا ہے کہ میں آج کل روٹھی ہوئی ہوں؟ فرمایا کہ جب تو مجھ سے روٹ جاتی ہے تو قسم اس طرح کھاتی ہے ''وَرَبِّ اِبْرَاھِیْمَ '' ابراہیم کے رب کی قسم اور جب خوش رہتی ہے تو کہتی ہے ''وَرَبِّ مُحَمَّدٍ '' محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے رب کی قسم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے دنیا والو! سن لو جو لوگ اپنی بیویوں کو پیٹ پیٹ کر سیدھا کر رہے ہیں یہ کمینے لوگ ہیں۔ (روح المعانی: ج ۵ ص ۱۴)

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو نقل کیا ہے کہ ''یَغْلِبْنَ کَرِیْمًا '' حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ کریم شوہروں پر، شریف اور لائق شوہروں پر عورتیں غالب آجاتی ہیں کیونکہ جانتی ہیں کہ یہ ہمارے ناز اٹھالے گا۔ ''وَیَغْلِبُھُنَّ لَئِیْمٌ '' اور کمینے شوہر ڈنڈے کے زور سے اور گالی گلوچ سے ان پر غالب آجاتے ہیں۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بڑھ کر کون غیور ہوسکتا ہے؟ فرماتے ہیں ''فَاُحِبُّ اَنْ اَکُوْنَ کَرِیْمًا مَّغْلُوْبًا'' میں محبوب رکھتا ہوں کہ میں کریم رہوں، چاہے مغلوب رہوں، بیویاں اگر کچھ تھوڑا سا ناز نخرہ دکھادیں تو اس کو برداشت کرکے کریم شوہر بنوں، میرے اخلاقی منائر اور اخلاقی بلندیوں میں ذرا بھی کمی نہ آئے۔ ''وَلَا اُحِبُّ اَنْ اَکُوْنَ لَئِیْمًا غَالِبًا'' اور میں یہ پسند نہیں کرتا کہ کمینہ اور بداخلاق بن کر، زبان کے زور سے، ڈنڈے کے زور سے ان پر غالب آجاؤں۔

حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت سے اپنے شوہر کے کھانے میں نمک تیز ہوگیا اور وہ غریب آدمی تھا۔ چھ مہینہ کے بعد مرغی لایا تھا، چھ مہینہ تک دال کھا کھا کر زبان مرغی کھانے کے لئے بے چین تھی، مگر نمک تیز کردیا لیکن اس نے بیوی کو کچھ نہیں کہا، چپ چاپ کھالیا اور کہا کہ یا اللہ! اگر میری بیٹی سے نمک تیز ہوجاتا تو میں یہ پسند کرتا کہ میرا داماد اس کو معاف کردے، میرے کلیجہ کے ٹکڑے کو کچھ نہ کہے تو یہ میری بیوی بھی کسی کے کلیجہ کا ٹکڑا ہے، کسی ماں باپ کی بیٹی ہے اور اے خدا! تیری بندی ہے، بس میں آپ کی رضا کے لئے اس کو معاف کرتا ہوں۔

حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وعظ میں بیان فرماتے ہیں کہ جب اس کا انتقال ہوگیا تو اسے ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا، پوچھا: بھئی! تیرا کیا معاملہ ہوا؟ اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا کہ تو نے یہ گناہ کیا، یہ گناہ کیا میں سمجھا کہ اب دوزخ میں جاؤں گا۔ آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جاؤ! تم کو معاف کرتا ہوں اس نیک عمل پر کہ تم نے میری بندی کی ایک خطا معاف کی تھی اور اس کو ڈنڈا نہیں مارا، گالی نہیں دی جس دن میری بندی سے نمک تیز ہوگیا تھا تو تم نے اس کی خطا کو معاف کردیا تھا، اس کے بدلہ میں آج میں تم کو معاف کرتا ہوں۔

اپنی بیٹی کوستائے توفوراً عاملوں کے پاس جائیں گے کہ حضور تعویذ دے دیں، میری بیٹی کو میرا داماد ستا رہا ہے اور خود اپنی بیویوں کو ڈنڈے لگاتے ہیں اور گالیاں سناتے ہیں۔ مخلوقِ خدا کو جو ستائے گا ہرگز ولی اللہ نہیں ہوسکتا، ایک لاکھ حج وعمرہ کرے، ایک لاکھ ذکر کرے لیکن جو اللہ کی مخلوق کو ستائے گا ہرگز وہ مومن کامل نہیں ہوسکتا۔

حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے خود یہ واقعہ سنایا کہ بڑی پیرانی صاحبہ نے حضرت سے کہا کہ میں ذرا رشتہ داری میں جارہی ہوں، یہ مرغیاں جو ہم نے پالی ہیں آٹھ بجے دن میں ان کو ڈربہ سے نکال دیجئے گا اور دانہ پانی دے دیجئے گا۔ اب اتنا بڑا مجدد زمانہ حکیم الامت جو ساٹھ خطوط کا روزانہ جواب لکھے اور پندرہ سو کتابیں لکھنے والا اس کو بھلا مرغی کہاں یاد رہے۔ حضرت بھول گئے، مرغیاں ڈربہ میں بند رہیں۔ اب خطوط کا جواب ندارد۔ تفسیر بیان القرآن کے لئے قلم اٹھایا سارے علوم ختم۔ کچھ سمجھ میں نہیں آرہا ہے، دل میں اندھیرا آگیا، سارے علوم و معارف غائب ہوگئے۔ حضرت سجدہ میں گر کر رونے لگے کہ یااللہ! مجھ سے کیا خطا ہوگئی، کیا گناہ ہے کہ جس سے آج آپ کی نگاہِ کرم میرے دل پر سے ہٹ گئی اور میرے دل سے سارے علوم غائب ہوگئے، میں تو آج دل کو بالکل خالی پارہا ہوں۔ آسمان سے آواز دل میں آئی کہ اشرف علی! میری مخلوق مرغیاں ڈربہ میں بند ہیں، آج وہ اندر اندر کُڑھ رہی ہیں، میری مخلوق کو ستا کر علوم و معرفت کا انتظار کرتے ہو، جاؤ! جلدی مرغیوں کو کھولو۔ حضرت کانپ گئے، بھاگے ہوئے گئے، مرغیوں کو کھولا اور دانہ پانی رکھ دیا۔ جب واپس آئے تو دل میں فوراً سارے علوم کا دریا بہنے لگا۔ ایک جانور پر ظلم کا تو یہ عذاب ہے اور ہمارا کیا حال ہے۔ سگا بھائی سگے بھائی کو ستا رہا ہے۔ شوہر بیوی کو ستا رہا ہے، ماں باپ سے لڑائی ہورہی ہے، محلہ میں پڑوسیوں کو ستایا جارہا ہے، ذرا ذرا سی بات پر ڈنڈا اچل رہا ہے۔

اس لئے اگر ماں باپ کو ستایا ہو تو ان کے پیر پکڑ کر رو رو کے معافی مانگ لو، اپنی بیوی کو اگر ستایا ہو تو اس کی تلافی کردو۔ اگر کبھی غلطی سے کچھ زیادتی ہوجائے تو دوسرے وقت اس کو گلاب جامن کھلاؤ، مٹھائی کھلاؤ، سندیش کھلاؤ اور اس سے کہہ دو کہ میں اب دور اندیش ہوگیا ہوں، اب آئندہ آپ کو نہیں ستاؤں گا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ میں بچپن سے رومانٹک اور حسن پرست تھا مگر میری اماں گیارہ نمبر کا چشمہ لگا کر بڑی خراب شکل والی بیوی لے آئی۔ اس کا بھی جواب سن لو، اگر ہماری آپ کی بیٹی غصہ والی ہو، صورت میں بھی داماد سے کم ہو تو آپ کیا چاہیں گے کہ داماد طلاق دے دے یا رات دن روئیں گے کہ اے خدا! میرے داماد کے دل میں ایسی محبت ڈال دے کہ میری کم خوب صورت غصہ والی بیٹی کی زندگی پار کردے۔ چندروزہ زندگی ہے۔ بیویوں کے ساتھ زندگی نباہ دو بلکہ حسنِ سلوک سے پیش آؤ۔ ان شاء اللہ! اللہ تعالیٰ آپ کو اتنا خوش کردیں گے کہ آپ سوچ بھی نہیں سکتے۔

میں ایک خوشخبری سناتا ہوں۔ سارے سننے والے اپنی اپنی بیویوں کو حدیث پاک کی خوش خبری سنادیں۔ ان شاءاللہ! صبح بیویوں کی طرف سے آپ کو بہترین ناشتہ ملے گا۔ وہ خوش خبری کیا ہے؟ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ جنت میں مسلمان بیویاں حوروں سے زیادہ خوب صورت کردی جائیں گی۔ (روح المعانی: ج ۲۷ ص ۱۲۶) اور بڈھی ہوں گی تو جوان کردی جائیں گی، سب جوان ہوکر جنت میں جائیں گی۔ (مشکوٰۃ: ص ۴۱۶)

احقر جامع عرض کرتا ہے کہ حضرت والا کا معمول تھا کہ جب اہلیہ صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا فرمائش کرتی تھیں کہ بسکٹ کا ایک پیکٹ منگوا دیجئے تو حضرت نے کبھی ایک پیکٹ نہیں بھجوایا، زیادہ ہی بھجوائے۔ اسی طرح حضرت پیرانی صاحبہ کو ایک بیکری کے پاپے پسند تھے جہاں حضرت والا کے داماد رہتے تھے تو حضرت والا گلشنِ اقبال سے آدمی کو بھیجتے تھے وہ وہاں سے پاپے لیکر آتا تھا۔ اس کے علاوہ حضرت والا کا روزانہ کا یہ معمول تھا کہ دن میں کبھی گھر تشریف لے جاتے تھے اور خود فرمایا (جب حضرت والا نے خانقاہ میں اپنے حجرۂ خاص میں ہی رات کو بھی سونا شروع کردیا تھا) کہ میں رات کو ایک گھنٹہ اہلیہ کے پاس بیٹھ کر ان سے باتیں کرتا ہوں، اس کے بعد سونے کے لئے خانقاہ واپس آجاتے تھے حالانکہ حضرت والا دن بھر کتنے مصروف رہتے تھے، اصلاح کا کام، تصنیف و تالیف اور آنے جانے والوں کے ساتھ اوقات کی مشغولیت لیکن اہلیہ محترمہ کے اس حق کو کبھی فراموش نہیں فرماتے تھے۔

بیٹیوں پر شفقت کریں اور انہیں نعمت سمجھیں

ارشاد فرمایا کہ بیٹیاں بہت بڑی نعمت ہیں کیونکہ ان کی پرورش پر جنت کا وعدہ ہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((لَا یَکُوْنُ لِاَحَدٍ کُمْ ثَلَاثُ بَنَاتٍ اَوْ ثَلَاثُ اَخَوَاتٍ فَیُحْسِنُ اِلَیْہِنَّ اِلَّا دَخَلَ الْجَنَّۃَ)) ۔ (جامع الترمذی)

کسی کی تین بیٹیاں یا تین بہنیں ہوں پس وہ ان کے ساتھ بھلائی کرے یعنی پرورش کرے، دین سکھائے تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ بعض روایات میں آپ نے تین اور دو بیٹیوں کی پرورش پر جنت کی بشارت دی تو کسی نے عرض کیا کہ اگر کسی کے ایک ہی لڑکی ہے تو آپ نے اس کو بھی جنت کی بشارت دی۔ اگر بیٹیاں نعمت نہ ہوتیں تو ان پر جنت کا وعدہ نہ ہوتا۔ معلوم ہوا کہ یہ سببِ نزولِ رحمت ہیں لہٰذا جس کے گھر بیٹیاں پیدا ہوں وہ خوش ہوجائے، ہرگز دل چھوٹا نہ کرے اور ان کو نعمت سمجھے۔ جن کی وجہ سے جنت مل جائے وہ نعمت نہ ہوں گی؟ پس بیٹی پیدا ہونے کی خبر سن کر جس کے چہرہ پر غم آجائے یہ شعار کافرانہ ہے یعنی کافروں جیسا کام ہے کیونکہ کافر بیٹیوں کی خبر سن کر غمگین ہوجاتے تھے اور زمانۂ جاہلیت میں بیٹیوں کو لعنت سمجھتے تھے کہ داماد ڈھونڈنا پڑے گا اور اپنی سبکی سمجھتے تھے۔ اسی لئے زندہ دفن کردیتے تھے۔ ایسے شقی القلب اور جانور تھے۔ اسی کو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا:

﴿وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ○ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ○﴾۔ (سورۃ التکویر: آیات ۸-۹)

جب زندہ دفن کی جانے والی سے پوچھا جائے گا کہ تجھے کس جرم میں قتل کیا گیا۔ ان بیٹیوں ہی سے تو انسان پیدا ہوتے ہیں، ان کو حقیر سمجھنا علامت کا فرانہ اختیار کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنَاثًا وَّیَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ○﴾۔ (سورۃ الشوریٰ: آیۃ ۴۹)

اللہ جس کو چاہتا ہے بیٹیاں عطا فرماتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بیٹے عطا فرماتا ہے۔ (بیان القرآن)

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیٹیوں کو مقدم فرمایا جس سے ان کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ عورت مبارک ہے جس کے پیٹ سے پہلی مرتبہ بیٹی پیدا ہو۔ حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں:

((مِنْ یُمْنِ الْمَرْأَةِ تَبْكِیْرُهَا بِاُنْثٰی))۔ (روح المعانی)

لہٰذا بیٹیوں کے پیدا ہونے کی خبر سن کر مسکراؤ اور خوش ہو جاؤ اور سمجھو کہ گھر میں برکت نازل ہوگئی۔ اسلام نے بیٹیوں کو کیا عزت دی ہے! اس لئے بیٹیوں کو نعمتِ عظمیٰ سمجھو۔ ان ہی سے تو اولیاء اللہ پیدا ہوتے ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو دونوں عالم میں اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ پیارے ہیں اور وجہِ تخلیقِ کائنات ہیں ان کا نسب آپ کی بیٹی سے چلا۔ اگر بیٹیاں مبارک نہ ہوتیں تو اللہ تعالیٰ اپنے سب سے پیارے نبی کا نسب بیٹی سے نہ چلاتا۔ معلوم ہوا کہ بیٹیاں بہت مبارک ہیں، اس لئے ان کو حقیر نہ سمجھو۔ بیٹے تو بیٹیاں لاتے ہیں اور بیٹیاں بیٹے یعنی داماد لاتی ہیں۔ بعض وقت داماد ایسا لائق مل گیا جو بیٹوں سے بھی زیادہ خدمت گذار نکلا۔ البتہ اللہ تعالیٰ سے بیٹے کے لئے دعا مانگنے میں کوئی حرج نہیں۔ اس نیت سے بیٹا مانگو کہ اسے عالم اور حافظ بناؤں گا تاکہ وہ اللہ والا بن جائے، دین کا کام کرے اور ہمارے دینی اداروں کو چلائے اور ہمارے لئے صدقہ جاریہ ہو۔

اولاد کی دینی تربیت کی فکر رکھیں

ارشاد فرمایا کہ قلبِ سلیم کی ایک تفسیر یہ ہے: اَلَّذِیْ یُرْشِدُ بَنِیْهِ اِلَی الْحَقِّ جو اپنی اولاد کو بھی نیک بنائے۔ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے دعا مانگی رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَكَ اے اللہ! ہمیں مسلمان بنائیے اور وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ معلوم ہوا کہ اولاد کو نیک بنانے کی دعا اور فکر کرنا، پیغمبرانہ ذوق ہے۔ تو قلبِ سلیم یہ ہے کہ اپنی اولاد کی تربیت کی بھی فکر کرے۔ یہ نہیں کہ ابّا تو ہر وقت مسجد میں ہے، اللہ اللہ کر رہا ہے، بیٹے ٹی وی اور سینما دیکھ رہے ہیں، کوئی فکر نہیں۔ انہیں روکو۔ دو رکعت پڑھ کر بیٹے کو ہاتھ جوڑ کر لے جاؤ، گلاب جامن کھلاؤ، پیسہ دو کہ بیٹا! آج تبلیغی جماعت میں چلے چلو، ایک چلہ لگا لو یا کوئی اللہ والے بزرگ آئے ہیں یا بزرگوں کے غلام آئے ہیں،

ان کے پاس لے جاؤ۔ یہ بتاؤ کہ اگر ان کو کوئی بیماری لگ جائے تو بزرگوں کے پاس جھاڑ پھونک کے لئے لے جاتے ہو یا نہیں؟ مگر روحانی بیماری کے لئے اللہ والوں کے پاس لے جانے کی کوئی فکر نہیں ہے کہ خدا کا کچھ خوف پیدا ہو جائے تو بیماری بھی ختم ہو جائے۔ اولاد کے بارے میں محبت کا معاملہ رکھو، ان کی زیادہ پٹائی مت کرو، بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اگر اولاد سے کسی کام کا کہنا ہے تو یہ کہو کہ یہ میرا مشورہ ہے، یہ مت کہو کہ یہ میرا حکم ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ حکم کی خلاف ورزی کردے جس کی وجہ سے وہ گنہگار ہو جائے۔ اس لئے بزرگوں نے اپنی اولاد سے یہی کہا کہ بیٹا! میرا مشورہ یہ ہے کہ تم ایسا کرلو تو اگر مشورے کے خلاف ہوگا تو مشورے کی مخالفت جائز ہے۔

مولانا مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی رحمۃ اللہ علیہ، حکیم الامت، مجدد الملت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے، انہوں نے ایک واقعہ بیان کیا کہ ایک شخص فوت ہو گیا، اس کی بیوی اس کو روزانہ خواب میں دیکھنے لگی کہ دوزخ میں جل رہا ہے، پانچ چھ دن مسلسل آگ میں جلتے دیکھا، ایک دن اپنے بچے کو مکتب میں لے گئی اور قاری صاحب سے کہا کہ میرے بچے کو قرآن پاک پڑھا دیں، قاری صاحب نے کہا کہ پڑھ بیٹا! بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، الف، با، تا، ثا۔ اسی رات کو بیوی نے خواب میں دیکھا کہ شوہر جنت میں ٹہل رہا ہے، پوچھا کہ تم جنت میں کیسے آ گئے؟ کہنے لگا کہ جب میرے بیٹے نے مکتب میں بسم اللہ پڑھی اور الرحمٰن الرحیم کہا تو اللہ کی رحمت کو غیرت آئی اور اللہ تعالیٰ نے دوزخ کے فرشتوں کو حکم دیا کہ آج اس کا بچہ زمین پر میرا نام رحمٰن رحیم لے رہا ہے تو کیا میں اس کے باپ کو یہاں دوزخ میں جلاؤں؟ بس فوراً آزاد کر دیا۔ تو قرآن کی تعلیم کا یہ مقام ہے۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو اپنے بچوں کو حافظ بناتے ہیں اور قرآنِ کریم اور دینِ اسلام سکھاتے ہیں، یہی وہ بچے ہیں جو ماں باپ کے ان کی زندگی میں بھی کام آتے ہیں اور مرنے کے بعد بھی کام آتے ہیں۔

میرے شیخ مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم کے والد محمود الحق صاحب حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مجازِ صحبت تھے اور ہردوئی میں وکالت کرتے تھے، ان کے پانچ لڑکوں میں سے چار لڑکے پروفیسر اور وکیل ہو گئے، اپنے ایک لڑکے حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب کو انہوں نے حافظ اور عالم بنایا۔ ضلع ہردوئی لکھنؤ کے پاس ہے، ایک دن وہاں بہت بڑا جلسہ تھا، اس میں ان کی تقریر تھی، تو انہوں نے فرمایا کہ بھئی! میں بتاؤں کہ اپنے لڑکوں کو کیا پڑھانا چاہیے؟ چونکہ وہ وکیل تھے، بڑے معزز تھے اور پورے شہر کی انجمن کے صدر بھی تھے تو لوگ کہنے لگے کہ ہاں صاحب بتائیے کیا پڑھانا چاہیے؟ کہنے لگے کہ میں نے اپنے پانچ لڑکوں میں سے چار کو انگریزی پڑھائی، سب وکیل اور پروفیسر وغیرہ ہو گئے لیکن جب میں گھر آتا ہوں اور کہتا ہوں کہ ایک گلاس پانی لاؤ تو میرا بیٹا ابرار الحق خود پانی

لاتا ہے اور باقی بیٹے نوکروں سے کہتے ہیں کہ ابّا کو پانی پلا دو، دوسرے لڑکے جو انگریزی داں ہیں وہ تو نوکروں سے کہتے ہیں کہ ابّا کو پانی پلاؤ، نوکروں کو حکم دیتے ہیں اور میرا لڑکا ابرارالحق خود دوڑ کر پانی لاتا ہے، تو میری آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں کہ ایک لڑکا جس کو عالم بنایا وہ باپ کی اتنی عزت کر رہا ہے۔

اور بے دین اولاد تو باپ کی عزت بھی نہیں کرتی۔ ناظم آباد میں میرے ایک دوست نے زمینیں بیچ بیچ کر اور بہت مصیبت اٹھا کر اپنے بیٹے کو امریکا سے بہت بڑی ڈگری دلوائی اور اس لالچ میں اس نے بیوی کے انتقال کے بعد دوسری شادی بھی نہیں کی کیونکہ سوچا کہ اگر شادی ہوجائے گی تو لڑکے کی تعلیم میں خلل آجائے گا، جب وہ لڑکا پڑھ کر بہت بڑی ڈگری لے کر آیا تو اس کی شادی کردی۔ ایک دن میں نے خیریت معلوم کرنے کے لئے ٹیلی فون کیا تو میں نے کہا کہ کیا کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا کہ چولہا جھونک رہا ہوں، روٹی پکا رہا ہوں۔ میں نے کہا بہو کہاں ہے؟ کہا کہ وہ دونوں مجھ سے لڑ کر بھاگ گئے۔

مرے تھے جن کے لئے وہ رہے وضو کرتے
مری نمازِ جنازہ پڑھائی غیروں نے

بیٹا اور بہو دونوں لڑ کر چلے گئے اور بوڑھا باپ آخر عمر میں چولہے میں لکڑیاں جھونک رہا ہے اور روٹی پکا رہا ہے۔

صحبتِ اہل اللہ کا التزام رکھیں

ارشاد فرمایا کہ ایک نصیحت یہ کرتا ہوں کہ اہل اللہ کی صحبت سے کبھی مستغنی نہ ہوں۔ دیکھئے! روشنی کے لئے دو چیزیں چاہئیں، ایک سورج یا چراغ دوسرے آنکھیں۔ جیسے ایک حسی سورج ہے، کیا کسی اندھے کو سورج نظر آسکتا ہے؟ کیا سورج کی شعاعوں سے وہ استفادہ کرسکتا ہے؟ نہیں۔ سورج کی روشنی آنکھ والوں کو مفید ہوتی ہے اور اگر کسی کی دونوں آنکھیں ہی نہ ہوں تو سورج بھی اس کی رہنمائی نہیں کرسکتا۔ اب سمجھئے! قرآن پاک تو آفتاب ہے اور مومن کا قلب بغیر ذکر اللہ کے نابینا رہتا ہے۔ وحی الٰہی کا آفتاب بھی ایسے کو ہدایت نہیں دیتا جب تک کہ وہ اپنے قلب کی بینائی درست نہ کرلے۔ اس لئے علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف کے طلباء سے فرمایا کہ آج آپ نے بخاری پڑھ لی لیکن جاؤ کسی اللہ والے سے تعلق قائم کر کے اللہ اللہ کرنا سیکھو تاکہ دل میں نور آئے، جب قلب میں نور ہوگا تو باطنی آنکھیں کھل جائیں گی جسے دل کی بصارت کہتے ہیں، پھر تمہیں اسی قرآن پاک اور حدیث پاک میں علمِ دین کچھ اور ہی نظر آئے گا۔

اس راہِ سلوک میں اللہ والوں کی صحبت کو کیا مقام حاصل ہے؟ اس کو اس بات سے سمجھیں کہ اہل اللہ کا درجہ

اللہ نے جنت سے بھی زیادہ رکھا ہے، جنت کو درجۂ ثانوی میں رکھا ہے۔ اب اس پر میرے شیخ کی منطقی دلیل سنئے۔ دیکھئے! میرے حضرت بہت منطق اور معقولات کے امام تھے، حضرت نے اتنا منطق پڑھا تھا کہ آج کل کے اکثر علماء کو اس کی ہوا بھی نہیں لگی، ایک ہی کتاب حضرت نے دو دو دفعہ پڑھی، ہمیں ایک ہی دفعہ پڑھنا مشکل ہے۔ جتنی کتابیں ہیں شمس بازغہ، صدرا، سُلّم، قطبی وغیرہ یہ بار بار پڑھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے آج خوب پڑھا، واقعی منطق کے امام تھے۔ تو فرمایا اللہ والے جنت سے کیوں افضل ہیں؟ کیا دلیل ہے؟ دلیل یہ ہے کہ مکین افضل ہوتا ہے مکان سے۔ کیسے؟

﴿اِنَّ الۡمُتَّقِیۡنَ فِیۡ جَنّٰتٍ وَّ نَہَرٍ ○ فِیۡ مَقۡعَدِ صِدۡقٍ عِنۡدَ مَلِیۡکٍ مُّقۡتَدِرٍ ○﴾ (سورۃ القمر: آیات ۵۴، ۵۵)

متقین اللہ کے پاس بیٹھے ہوں گے تخت پر۔ حضرت نے فرمایا کہ اہل اللہ جنت تو کیا عرشِ اعظم سے بھی افضل ہیں بوجہ ربّ عرشِ عظیم کے قربِ خاص کے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جنت جن کے صدقے میں ملے گی یہ اہل اللہ جنت سے بھی افضل ہیں، اسی لئے دوسری آیت میں جنت کو درجۂ ثانوی میں بیان کیا:

﴿فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ ○ وَ ادۡخُلِیۡ جَنَّتِیۡ ○﴾ (سورۃ الفجر: آیات ۲۹، ۳۰)

آہ! کیا عرض کروں دوستو! دین ملتا ہی اہل اللہ کے سینوں سے ہے، کتاب پڑھنے سے کمیت مل جاتی ہے، علم بھی ضروری ہے مگر کمیت بغیر کیفیت کے بالکل بیکار ہے، اللہ والوں سے کیفیت ملتی ہے جس سے مرید اپنے علم پر عمل کر کے اُڑ جاتا ہے، قوتِ پرواز عطا ہوتی ہے۔ طالب اور مرید اپنے شیخ کی صحبت کی برکت سے اپنے قلب میں اس قوتِ پرواز کو محسوس کرتا ہے جس سے خود بخود اُڑ جاتا ہے، جو کبھی نماز نہیں پڑھتا تھا نماز پڑھنے لگتا ہے، جس کو نظر کی حفاظت مشکل تھی اب جان لڑا کر نظر اور دل کی حفاظت کرنے لگتا ہے، اللہ کی یاد میں تڑپتا ہوا دل اور برستی ہوئی آنکھیں نصیب ہو جاتی ہیں۔ اگر پرواز حاصل کرنی ہے تو کسی اللہ والے پر فدا ہونا سیکھو، جو اللہ والوں پر فدا نہیں ہوا وہ اللہ پر بھی فدا ہونا نہیں سیکھ سکتا۔ سمجھ لو یہ بات! ہمارے دین کا محور، دین کی اساس، دین کی بنیاد اور دین کی ساری سلامتی اور بقاء اور ترقی رفاقتِ اہل اللہ میں مضمر ہے۔ جس نے اللہ والوں کو اپنا رفیق نہیں بنایا وہ دین کے مغز اور حلاوتِ حقیقیہ سے محروم رہے گا، حلاوتِ کتبیہ تو پا جائے گا مگر حلاوتِ قطبیہ نہیں پائے گا۔ اللہ والوں کی برکت سے کبھی وہ مقام نصیب ہو جاتا ہے جو ہزاروں سال کی تہجد سے نہیں ملتا اور سب سے بڑھ کر حسنِ خاتمہ نصیب ہوتا ہے، حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ والوں کے صحبت یافتہ کا دائرۂ اسلام سے خروج نہیں ہو سکتا جبکہ شیطان نے کتنی عبادت کی مگر ظالم مردود ہونے سے نہیں بچ سکا۔ اس لئے فرمایا کہ تاریخ شاہد ہے کہ دنیا میں جتنے اولیاء اللہ کے صحبت یافتہ ہیں ان کا خاتمہ ایمان پر ہوتا ہے۔

ذکر اللہ پر دوام رکھیں

ارشاد فرمایا کہ اللہ والا بننے کے لئے ذکر کا دوام بھی چاہیے، اگر ذکر نہیں کرو گے تو خالی صحبت کافی نہیں ہے کیونکہ ذکر ذاکر کو مذکور تک پہنچا دیتا ہے اور اللہ چونکہ میگنٹ کا خالق ہے تو بندے کو اللہ کی طرف کشش ہو جائے گی کیونکہ جو میگنٹ پیدا کر سکتا ہے خود اس کی ذات میں کتنا میگنٹ ہوگا، تو اللہ کے نام میں مقناطیس ہے جیسے جیسے اللہ کہتے جاؤ گے اللہ کی طرف کھنچتے چلے جاؤ گے ۔

اللہ اللہ گو بہ رو تا تختِ عرش

یہ مولانا رومی ہیں کہ اللہ اللہ کہو تا کہ عرشِ اعظم تک پہنچ جاؤ۔

اللہ اللہ ایں چہ شیریں است نام

اور یہ عجیب میگنٹ ہے، اس میں مٹھاس بھی ہے۔ جو سارے عالم کی مٹھائی پیدا کرتا ہے اس کا نام خالقِ لذاتِ شیرینیٔ کائنات ہے۔ تو اللہ کا نام لینے میں دو فائدے ہوئے، مزہ بھی آیا اور کشش بھی ہوئی یعنی آپ کا نفس اور آپ کا دل اللہ کی طرف کھنچتا چلا جائے گا، پھر آپ اور کسی کے نہیں ہو سکیں گے اور بزبانِ حال یہ شعر پڑھیں گے ۔

نہیں ہوں کسی کا تو کیوں ہوں کسی کا

انہی کا انہی کا ہوا جا رہا ہوں

جو شخص اللہ والوں کے ساتھ رہتا ہے، اللہ اللہ کرتا ہے تو اللہ اسے اخلاص عطا فرما دیتے ہیں، ان کے نام میں یہ خاصیت ہے۔ اللہ کے نام کی برکت سے اور اللہ والوں کی صحبت کے صدقے میں غیرِ مرید اور غیرِ مخلص بھی مخلص ہو جاتا ہے۔ تجربہ یہی ہے کہ جو اللہ والوں کے پاس رہتے ہیں اور ذکر کرتے ہیں اللہ ان کو اخلاص دے دیتا ہے، اپنی محبت دے دیتا ہے، وہ اللہ کے مرید ہو جاتے ہیں۔

علمائے کرام کا بہت احترام کریں

ارشاد فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِیَاءِ علماء وارث ہیں انبیاء کے اور فرمایا کہ جس نے کسی عالم سے مصافحہ کیا گویا اس نے نبی سے مصافحہ کیا، عالم کا بڑا درجہ ہے اور فرمایا کہ عالم کی فضیلت تمہارے اوپر اتنی ہے جتنی میری تمہارے ادنیٰ پر ہے۔ علماء کو جنت میں جانے سے پہلے سفارش کا اختیار دیا جائے گا کہ جن لوگوں کی آپ سفارش کرنا چاہیں ان کی سفارش کریں، جن کو چاہیں جنت میں لے جائیں۔ آہ! آج انہی علماء کو ''مر گئے مردود جن کی فاتحہ نہ درود'' کہا جا رہا ہے۔ اس ظالم سے پوچھو کہ تم کو نورانی قاعدہ بھی یاد ہے؟ تم تو

قرآن شریف بھی صحیح نہیں پڑھ سکتے، التحیات بھی نہیں پڑھ سکتے ہو اور تم علماء کو ایسی باتیں کہتے ہو۔ ان جاہلوں کے کہنے سے علماء کا کچھ نہیں بگڑتا، کہنے والے اپنی عاقبت خراب کرتے ہیں۔ اللہ اکبر! علماء کی کیا شان ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس نے میری امت کے عالم کا احترام نہیں کیا فَلَیْسَ مِنَّا میرا اس سے کوئی تعلق نہیں، اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۝﴾۔ (سورۃ النحل: آیۃ ۴۳)

دین کی جو بات تم نہیں جانتے وہ اہلِ ذکر سے پوچھ لیا کرو۔ جملہ مفسرین متقدمین ومتاخرین سب نے لکھا ہے کہ اہلِ ذکر سے مراد اہلِ علم ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اہلِ علم کو اہلِ ذکر سے کیوں تعبیر کیا؟ میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اصلی اہلِ علم وہ ہیں جو بہت زیادہ اللہ کی یاد میں غرق ہیں، اسی وجہ سے ان کا نام ہی اللہ تعالیٰ نے اہلِ ذکر رکھ دیا۔ حکیم الامت، مجدد الملت حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں صوفیوں کے ساتھ بھائیوں کی طرح محبت کرتا ہوں لیکن علماء سے مثل باپ کے محبت کرتا ہوں یعنی جس طرح اپنے باپ کی عزت کرتے ہو ایسے ہی اپنے علماء کی عزت کرو اور ذرا ذرا سی بات پر بدگمانی، اعتراض یا غیبت کر کے اللہ کے غضب کو دعوت مت دو۔

شرعی مسائل میں اہلِ علم سے رہنمائی لینے کی ہدایت

ارشاد فرمایا کہ علماء کی حقارت کرنے والا صوفی، زندیق ہے۔ پہلے زمانے کے صوفیاء ایسے نہیں ہوتے تھے جو علماء کا احترام، علماء کا اکرام اور علماء کی صحبت سے اپنے آپ کو بے نیاز سمجھتے ہوں۔ کوئی غیر عالم کتنا ہی بڑا ولی اللہ، صوفی ہو جائے مگر اسے علماء کی صحبت میں جانا اور ان سے رابطہ قائم رکھنا شرعاً ضروری ہے تاکہ اس کی زندگی مسائلِ شرعیہ کے خلاف نہ ہو جائے۔ صوفی چاہے ہوا پر اڑتا ہو، اس کی ہر دعا قبول ہوتی ہو لیکن اگر وہ علماء سے دور دور رہتا ہے اور علماء کی حقارت بیان کرتا ہے کہ "ارے مولویوں کے پاس کیا ہے، بس ضرب یضرب اور قال یقول ہے، یہ سب ایسے ہی ہیں، کچھ نہیں ہے۔۔۔" تو ایسا شخص خطرناک ہے، ایسے صوفی کے قریب بھی نہ جاؤ، یہ زندیق ہے زندیق۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول محدثِ عظیم ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

((مَنْ تَصَوَّفَ وَلَمْ يَتَفَقَّهْ فَقَدْ تَزَنْدَقَ))۔ (مرقاۃ المفاتیح)

جو صوفی ہو جائے اور فقہ حاصل نہ کرے، فقہاء سے، علماء سے تعلق بھی نہ کرے، دین کا ضروری علم بھی حاصل نہ کرے تو کیا حال ہوگا اس کا؟ اس کی زندگی غلط راستہ پر پڑ جائے گی۔ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ میرے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم کے پیر بھائی تھے، بعد میں حضرت ہردوئی نے شیخ بنایا تھا لیکن

اس واقعہ سے سبق حاصل کرو کہ جب خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت نے اپنا اصلاحی تعلق قائم کیا تو ایک دعوت میں خواجہ صاحب خلافِ سنت کھانا کھلا رہے تھے، حضرت وہاں نہیں بیٹھے اور دوسرے کمرے میں اکیلے جا کر بیٹھ گئے۔ خواجہ صاحب نے پوچھا کہ مولانا ابرار الحق صاحب کہاں ہیں؟ کسی نے بتایا تو ان کے پاس گئے اور پوچھا کیا بات ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ حضرت! یہ فلاں بات جو ہے اس کو میں منبر سے منع کرتا ہوں، اگر میں اس وقت شریک ہو جاؤں تو کس منہ سے منبر پر منع کروں گا؟ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بھی اخلاص دیکھو! فرمایا میں آپ کا شیخ اخلاق میں ہوں مسائل میں نہیں ہوں، آپ عالم ہیں، ہم آپ کے غلام ہیں، اس معاملے میں آپ ہم کو مسئلہ بتائیے ہم اس پر عمل کریں گے۔ میرے شیخ کو اللہ تعالیٰ نے کتنا اخلاص عطا فرمایا تھا کہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ بھی تھے لیکن ایک کے بعد ایک پانچ بزرگوں کو پیر بنایا، حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ کو، ان کے انتقال کے بعد حضرت شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو، ان کے انتقال کے بعد شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو، ان کے انتقال کے بعد حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ کو، ان کے انتقال کے بعد حضرت مفتی محمود الحسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو شیخ بنایا۔

قرآن پاک کے حروف کی صحت کی مشق سب پر لازم ہے

ارشاد فرمایا کہ ہر روز قرآن شریف کی تلاوت کا معمول بنائیں اور کسی قاری صاحب سے قرآن شریف کے حروف کی صحت کی مشق بھی کیجئے۔ قرآن شریف کے چار حقوق ہمیشہ یاد رکھیں۔ محبت، عظمت، تلاوت مع الصحۃ، احکام کی متابعت۔ اب میں ایک ملفوظ سناتا ہوں۔ آہ! مفتی محمد حسن امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے جب حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی درخواست کی تو حضرت نے فرمایا کہ مجھ سے بیعت ہونے کی چار شرطیں ہیں۔ (۱)۔ چالیس اصلاحی خطوط لکھئے۔ (۲)۔ آپ نے دورۂ حدیث غیر مقلدین سے پڑھا ہے دوبارہ جا کر دار العلوم دیوبند میں دورۂ حدیث پڑھئے۔ (۳)۔ تجوید و قرأت سیکھئے کیونکہ آپ نے بچپن میں غلط پڑھ لیا تھا تو اپنے قرآن پاک کے حروف کو صحیح کیجئے اور اُس قاری کی سند بھی لائیے۔ (۴)۔ اپنی بیوی کی بھی سند لائیے کہ یہ ملّا مجھے اچھی طرح رکھتا ہے۔

مفتی محمد حسن امرتسری رحمۃ اللہ علیہ دیوبند تشریف لے گئے۔ دیوبند میں دورۂ حدیث دوبارہ پڑھا۔ اصلاح کے لئے چالیس خط لکھے۔ دو شرطیں ہو گئیں۔ پھر اپنے شاگرد سے جس کو دورہ بخاری شریف پڑھایا تھا اس سے تجوید و قراءت سیکھی کیونکہ وہ قاری تھا۔

ایں چنیں شیخ گدائے کو بہ کو ۔ عشق آمد لا ابالی فاتقوا

عشق اس کو کہتے ہیں کہ اتنا بڑا شیخ، اتنا بڑا عالم مفتی، اپنے شاگرد سے قراءت کی مشق کر رہا ہے۔ پھر سند لی کہ بیٹا مجھے کچھ لکھ دو کیونکہ مجھے بیعت ہونا ہے۔ شاگرد نے لکھ دیا کہ حضرت تجوید و قراءت میں اول نمبر آ گئے ہیں۔ تین شرطیں ہو گئیں۔ اب جناب اپنے گھر میں کہا کہ دیکھو! زندگی بھر کوئی خطا قصور جو مجھ سے ہوا ہو معاف کر دو، ایک جملہ لکھ دو کہ یہ ملّا مجھے آرام سے رکھتا ہے۔ یہ بڑا مشکل کام ہے لیکن کیسے تلافی کی۔ اول تو خود اللہ والے تھے، کوئی اللہ والا کسی کو ستاتا ہی نہیں۔ چیونٹیوں کو بھی نہیں ستاتا۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جامع المنقول والمعقول، بڑے عالم تھے اور صاحبِ کرامت تھے۔ جب ان کا پیر کاٹا جانا تھا تو ڈاکٹروں نے بے ہوش کرنے کا کہا، انہوں نے فرمایا کہ بے ہوش مت کرو، ہوش میں میرا پیر کاٹ دو بس میرے ہاتھ میں تسبیح دے دو، میں اللہ کا نام لیتا رہوں گا اور تم آری سے میرا پیر کاٹ دینا۔ چنانچہ یہی ہوا، مفتی صاحب تسبیح لے کر اللہ اللہ کرتے رہے اور ڈاکٹروں نے پیر کاٹ دیا۔ سارے ڈاکٹر بیعت ہو گئے کہ زندگی میں ایسا واقعہ نہیں ہوا کہ پیر کاٹا جائے اور ہوش بھی رہے، بے ہوش بھی نہ کیا جائے۔

قرآن پاک کی تلاوت میں تین آداب کا خیال رکھیں

مولانا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم نے اپنے مدرسہ میں بچوں کو قرآن مجید کے تین آداب سکھائے ہوئے ہیں۔ (۱)۔ محبت سے پڑھیں کیونکہ پالنے والے کا کلام ہے۔ (۲)۔ عظمت سے پڑھیں کیونکہ بہت بڑے مالک کا کلام ہے۔ (۳)۔ اس دھیان سے پڑھیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ میرا کلام پڑھ کر سناؤ، دیکھیں، کیسا پڑھتے ہو۔ نیز قرآن پاک کے تین فائدے سکھائے ہوئے ہیں۔ (۱)۔ قرآن پاک پڑھنے سے اللہ تعالیٰ کی محبت بڑھتی ہے۔ (۲)۔ قرآن پاک کی تلاوت سے دل کا زنگ دور ہوتا ہے۔ (۳)۔ ہر حرف پر دس نیکیاں ملتی ہیں، چاہے سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ جو شخص یہ کہے کہ ہر حرف پر دس نیکیاں نہیں ملتیں یا قرآن پاک کو بغیر معانی سمجھے پڑھنا بالکل بیکار ہے، کچھ فائدہ نہیں ہے تو ایسا شخص یا تو بددین ہے یا جاہل ہے۔ الٓمّٓ پڑھا تو تیس نیکیاں مل گئیں، کون ظالم ہے جو الٓمّٓ کے معنی سمجھنے کا دعویٰ کرے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا اس کے معنی کوئی نہیں سمجھتا۔ اسی لئے مفسرین لکھتے ہیں وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِمُرَادِہٖ ذٰلِکَ اللہ ہی اس کے معنی جانتا ہے۔ ایسے حروف کو حروفِ مقطعات کہتے ہیں۔ حدیث شریف میں مثال بھی ایسی دی گئی جس لفظ کے معنی کوئی نہیں جانتا کیونکہ علمِ الٰہی میں تھا کہ ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ لوگ کہیں گے کہ بغیر سمجھے قرآن پڑھنے کا کوئی فائدہ نہیں، ایسے نالائقوں کا رد کرنے کے لئے مثال حروفِ مقطعات کی اللہ تعالیٰ نے زبانِ نبوت سے کہلوائی جن کے معنی کوئی نہیں جانتا۔

شادی بیاہ میں سادگی اختیار کریں

ارشاد فرمایا کہ اگر ہم لوگ عمل نہیں کریں گے تو کون کرے گا۔ خانقاہ میں آنے والو! اور داڑھیاں رکھنے والو! اور بزرگوں کے ساتھ تعلق جوڑنے والو! یہ اجتماع اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے ہوتا ہے، اگر ہم لوگ مخلوق سے ڈرتے رہیں گے تو کبھی دین نہیں پھیلے گا، خوفِ مخلوق آپ کو تباہ کر کے رہے گا۔ دل میں خوفِ خالق پیدا کریں، عزت اللہ کے اختیار میں ہے۔ یہ مت سوچیں کہ برادری ہماری ناک کاٹ لے گی، برادری کے اختیار میں ہماری ناک نہیں ہے، ہماری ناک خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اگر ہم لوگ مل کر کام کریں، عہد کر لیں تو آج ہمارا عمل دیکھنے سے کتنے لوگوں میں ہمت پیدا ہوگی۔ جن لوگوں کو اللہ نے پیسہ دیا ہے کیا ان پر یہ فرض عائد نہیں ہوتا کہ سادگی سے شادی بیاہ کر کے غریبوں کی بیٹیوں کے لئے راستہ ہموار کریں۔ اگر آپ کو مال خرچ کرنے کا بہت جوش ہے تو مسجد اور مدرسہ میں لگا دو، اپنی بیٹی کے ہی نام روپیہ جمع کرا دو لیکن معاشرہ کی اصلاح آپ پر فرض ہے، غریبوں پر بھی فرض ہے اور امیروں پر بھی بلکہ امیروں پر تو زیادہ فرض ہے۔ ہم دولت کے نشہ میں معاشرہ کو ایسی رسومات میں مبتلا نہ کریں کہ غریب خاندان والے کہنے لگیں کہ اگر ہم اتنا مال خرچ نہیں کریں گے تو بدنامی ہوگی، اگر ایک بچے کو پیچش ہوتی ہے، تو اس کی رعایت سے ماں دوسرے تندرست بچوں کو بھی کباب نہیں دیتی کہ تمہارے کباب کو دیکھ کر میرا بیمار بچہ روئے گا۔ ایسے ہی امت کا خیال کرو، نفسی نفسی نہ کرو۔

اس دفعہ میں نے لاہور میں صیانۃ المسلمین کے اجتماع میں ایک شخص سے پوچھا جو کشمیر کے رہنے والے ہیں کہ آپ کی کتنی لڑکیاں ہیں؟ کہا گیارہ لڑکیاں ہیں، اس سال ایک اور پیدا ہوگئی، ایک درجن ہوگئیں۔ اگر ہم ان رسومات کو نہیں مٹائیں گے تو ان بیٹیوں کا کیا ہوگا؟ لہٰذا ایسی سنگ دلی اور سخت دلی مت دکھاؤ کہ غریبوں کی بیٹیاں جائیں چولہے میں، ہمارے پاس تو دولت ہے، ہم تو خوب ٹھاٹ سے شادی کریں گے۔ اگر ایسی ہی دولت ہے تو غریب بیٹیوں کی شادیاں کرا دو۔ پھر بھی ہم یہ نہیں کہتے کہ بہت بخیلی کرو، دکھاوے پر خرچ کرنے کے بجائے یہی مال اور پیسہ اپنی بیٹیوں کو دے دو لیکن ان رسومات کو مٹانا ہر شخص اپنے ذمہ ضروری سمجھے، یہ ہماری غلطی ہے کہ ہم نے معاشرہ میں غیر اسلامی رسمیں رائج کی ہیں۔ اس کے لئے خاص طور پر آپ لوگ ہمت کیجئے، نہی عن المنکر کی جماعت الگ بنانے کی ضرورت ہے اور برائیوں کو مٹانے کے لئے آپ سب اس میں داخل ہو جائیں۔ خصوصاً جو لوگ خانقاہ میں آتے ہیں، میرے دوست احباب جتنے یہاں بیٹھے ہیں میں سب سے یہی گذارش کرتا ہوں۔

دوستو! میرے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے اسی مسجد میں بیان فرمایا تھا کہ حیدرآباد دکن میں ایک لڑکی غریب تھی، جہیز کم ہونے کی وجہ سے اس کے رشتے واپس ہو جاتے تھے، جب کئی رشتے

واپس ہو گئے تو ماں کے منہ سے اتنا نکل گیا کہ تو کیسی منحوس ہے کہ تیرا کوئی رشتہ ہی نہیں آتا، بس اسی رات اس نے خودکشی کرلی۔ یہ بیان کر کے حضرت رونے لگے، خود میرے بھی آنسو نکل آئے۔ حالانکہ حدیث موجود ہے کہ بابرکت نکاح وہ ہے جو کم خرچ ہو لیکن رسومات نے اس عبادت کو اتنا مہنگا کر دیا جس کی کوئی حد نہیں، اسی وجہ سے بیٹی والے سود پر پیسے لیتے ہیں اور رشوتیں کھا رہے ہیں۔ اگر آج ہم آپس میں طے کرلیں کہ ہمیں شادی بیاہ میں کم خرچ کرنا ہے، ولیمہ بھی سستا کرو اگر اللہ تعالیٰ نے بہت زیادہ دیا ہے تو زیادہ سے زیادہ پانچ ہزار روپے تک کا کھانا کھلا دو ورنہ بزرگوں سے بارات میں تین چار آدمی بھی ثابت ہیں۔ حیدرآباد میں ایک نیک خاندان نے ولیمہ کیا، مسجد کے امام، مؤذن، خادم، لڑکے اور اس کے باپ دادا سمیت کل سات آدمیوں کو ولیمہ کھلا دیا۔ کیا ضرورت ہے زیادہ خرچ کرنے کی، اگر دولت کا اتنا نشہ ہے تو غریب بیٹیوں کی شادی کروا دو جن کے والدین کے پاس پیسوں کی کمی ہے یا کوئی اور نیک کام کر دو اور کچھ نہیں کرتے تو اپنی بیٹی کو، داماد کو پیسہ دے دو۔

اس لئے یہ عرض کرتا ہوں کہ اس اجتماع کا مقصد یہی ہے کہ جو لوگ یہاں آرہے ہیں، ہم سب چند باتوں کا عہد کرلیں کہ جب ہم شادی بیاہ کریں تو میرج ہال کا بائیکاٹ کریں، میرج ہالوں سے کنارہ کشی اختیار کرلیں، آج اس مسجد میں ایک عہد لیتا ہوں کہ آپ لوگ وعدہ کیجئے کہ اپنی شادی بیاہوں کو میرج ہالوں میں نہیں کریں گے۔ اللہ کے لئے وعدہ کیجئے! امت پر رحم کیجئے! اپنے خاندان پر رحم کیجئے! یہاں ہماری مسجدِ اشرف میں حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم کی موجودگی میں دو نکاح ہو چکے ہیں۔ آپ لوگ شادی ہالوں کے کرایہ اور بجلیوں کے بل سے جان چھڑا کر وہی پیسہ اپنی بیٹی کو دے دو۔ قرضہ لے لے کر اپنے دل کو کیوں پریشان کرتے ہو؟ اپنے گھر میں جتنے آدمی آسکیں بلالیں زیادہ سے زیادہ انتظامیہ سے اجازت لے کر سڑک پر ہلکے خرچ میں شامیانہ لگالیں، سو دو سو پانچ سو میں چھوٹ جائیں گے ورنہ دس ہزار کا بل آئے گا۔

تو اب آپ لوگ سمجھ گئے کہ کیا کام کرنا ہے، نمبر ۱: ولیمہ مختصر کریں، ولیمہ میں پورے خاندان کا آنا ضروری نہیں، چالیس پچاس آدمی سے زیادہ مت بلائیے۔ حیثیت سے زیادہ خرچ نہ کرو، ارے امام اور مؤذن کو بلالو۔ دو آدمیوں سے بھی ولیمہ ہو جاتا ہے۔ چلو محلے کے کسی بڑے بوڑھے کو دو چار دوستوں کو بلالو۔ آپ کسی مفتی سے پوچھ لیں کہ اگر دو چار آدمیوں کو بلالیں تو ہماری سنتِ ولیمہ ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

نمبر ۲: شادی بیاہ میں میرج ہال کا بائیکاٹ کریں۔ اگر آج ہم اس طریقہ سے نکاح کرلیں تو ہر طالب علم کی شادی پانچ سو روپے میں ہو سکتی ہے لہٰذا کوشش کرو کہ پانچ سو روپے میں شادی ہو، ورنہ کم از کم بڑے بڑے خرچوں سے تو بچو، میرج ہالوں میں جانا اور لڑکیوں کا ولیمہ کھلانے سے تو بچو۔

نمبر ۳: رات کو نکاح ہی نہ پڑھائیں، دن ہی دن میں سب معاملہ کرلیں تو بجلی کا بِل بھی ادا نہیں کرنا پڑے گا۔ رات ہونے ہی نہ دیں، کہ بجلی کا بِل آئے۔ جمعہ کے دن عصر بعد نکاح، ایک پیالی چائے یا گرمیوں میں ٹھنڈی بوتل پلادیں اور مغرب کے بعد فوراً رُخصتی کردیں۔ زیادہ آدمیوں کو کیوں بلائیں؟ آپ کے گھر میں جتنی جگہ ہو اتنے ہی بلایئے۔ اگر کمرہ بہت چھوٹا ہے تو چلو صحن میں دری بچھالیں اور چھوہارے بھی ہر ایک کو بانٹنا ضروری نہیں ہیں، جب چھوہارے ختم ہوجائیں تو کہہ دو خلاص۔ مسجد میں سنت کے مطابق نکاح کرایئے۔ مسجد میں نکاح کرنا سنت ہے، جمعہ کے دن عصر کے بعد نکاح مسجد میں پڑھاؤ تاکہ فوٹو گرافر بھی نہ آئیں، اگر فوٹو گرافر آجائے تو اس کی رِیل چھین لو، کیمرہ کی بیٹری بھی چھین لو، جب سب نکاح ہوجائے پھر اس کے حوالے کردو۔

نمبر ۴: مہنگے جہیز کا بائیکاٹ کیجئے۔ ایسی جگہ ہرگز شادی نہ کریں جہاں جہیز کا مطالبہ ہو خواہ کوئی بدنام کرے یا کچھ بھی کرے اور لڑکے والوں کو بھی چاہیے کہ لڑکی والوں سے لڑکی تو مانگیں لیکن جہیز کی فرمائش نہ کریں، بیٹی والوں سے دولت اور مال نہ مانگیں، کار اور موٹر نہ مانگیں، امریکہ جانے کا کرایہ نہ مانگیں، ڈگری لینے کے لئے خرچہ نہ مانگیں، بھیک نہ مانگیں کیونکہ یہ بھی بھیک مانگنا ہی ہے۔ جہیز بیٹی کا حق ہے، باپ دے نہ دے، اور جو دے اس پر راضی رہو۔ بیٹی کو اس طرح طعنہ دینا کہ تمہارے باپ نے کچھ نہیں دیا یہ حرام ہے، یہ گناہِ کبیرہ ہے کیونکہ وہ بیٹی کا مال ہے۔ کوئی اپنی بیٹی کو چارپائی دے دیتا ہے، مصلّٰی دے دیتا ہے، قرآن شریف دے دیتا ہے، ایک لوٹا دے دیتا ہے، ایک تسبیح دے دیتا ہے تو اپنی حیثیت کے مطابق جو بھی دے دے اس پر راضی رہو، نان ونفقہ داماد صاحب کے ذمے ہے، لیکن آج بیٹی والے سے کہا جاتا ہے کہ میرا لڑکا ایم ایس سی ہے، اس کو امریکہ بھیجنا ہے، اس کا خرچہ آپ کو دینا پڑے گا، امریکہ کا گرین کارڈ دلانا پڑے گا، موٹر سائیکل دینی پڑے گی اور اگر اور زیادہ لالچی ہے وہ تو کہتا ہے کہ کار بھی دو، فریج بھی دو، یہ رشوت ہے رشوت، سن لو! یہ حرام ہے، حرام ہے، حرام ہے، گناہِ کبیرہ ہے۔ لڑکی والوں کو اس طرح پریشان کرنا کہ ہم بیٹی اس وقت قبول کریں گے جب تم ہمارے بیٹے کو امریکہ بھجواؤ گے، وہاں کا خرچہ دو گے، ٹھیک نہیں ہے، یہ بھیک مانگنا معاشرہ کا ناسور اور کینسر ہے، یہ کھلم کھلا بے غیرتی ہے۔ نہایت ہی بے غیرت ہے وہ داماد اور داماد کے والدین جو بیٹی والے سے کہتے ہیں کہ ہمیں بیٹے کے لئے موٹر بھی ملے۔ ارے کمبخت! بھیک مانگنے والے! تجھے شرم نہیں آتی؟ غیرتِ انسانیت اور حیا کے خلاف ہے کہ بیٹی والے سے یہ سب چیزیں مانگ رہے ہو تو جو رشوت کا حکم ہے وہی اس کا حکم ہے۔ وہ پندرہ سولہ سال پال کر اپنے کلیجے کا ٹکڑا اپنی بیٹی دے رہا ہے اور تم ظلم بالائے ظلم کرتے ہو، یہ تمہارے گھر میں اپنی پلی پلائی بیٹی، اپنے جگر کا ٹکڑا دے رہے ہیں پھر وہ تمہیں کار بھی دیں، فلیٹ بھی دیں اور امریکہ پڑھنے کے لئے خرچہ بھی دیں، یہ کیا چیز ہے؟ آج بہت سی بیٹیاں اسی منحوس رسم کی وجہ سے خودکشیاں کرکے

حرام موت مر رہی ہیں۔

کم سے کم ہم سب مل کر یہ عہد کریں کہ اس قسم کی جتنی رسومات ہیں ہم وہ سب مٹائیں گے اور ایسا رشتہ تلاش کریں گے کہ جو اِن رسومات سے بچنے پر راضی ہو۔لڑکوں کو اور ان کے والدین کو یعنی جس کو داماد بنانا ہو اس کو ہمارے پاس لے آؤ تا کہ ہم اس کا ذہن بنادیں۔اور جن کے لڑکوں کی شادی ہے ان کی بھی تو بیٹیاں ہیں، ان شاء اللہ اس مشورے سے وہ بھی خوش ہوں گے۔میں ان کو سمجھاؤں گا کہ اگر آج تمہارا بیٹا داماد ہے تو کل تمہیں بھی اپنی بیٹی کے لئے داماد ڈھونڈنا پڑے گا۔جیسا تم چاہتے ہو کہ لڑکے والے تمہارے اور تمہاری بیٹی کے ساتھ سلوک کریں وہی سلوک تم دوسرے کی بیٹی کے ساتھ کرو۔ایک ہاتھ سے دو، ایک ہاتھ سے لو۔بس آج کی مجلس کا خلاصہ یہی ہے کہ معاشرے سے برائیوں کو مٹانے کی کوشش کریں۔رشتہ کے لئے لڑکے کی محض داڑھی مت دیکھو بلکہ یہ بھی دیکھو کہ

۱۔عقیدہ صحیح ہو۔

۲۔اخلاق اچھے ہوں۔

۳۔بیوی کو دین پر چلنے سے نہ روکے۔

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بعض داڑھی والے ہوتے ہیں لیکن اپنی اصلاح نہ کرانے کی وجہ سے بیوی کی بہت پٹائی کرتے ہیں، گالیاں دیتے ہیں اور کتنے بغیر داڑھی والے بیوی کو بہت اخلاق سے رکھتے ہیں۔

شادی میں لڑکی والے کھانے کی دعوت ہرگز نہ کریں

ارشاد فرمایا کہ بیٹی والا کھانے کی دعوت ہرگز نہ کرے، لڑکے والوں کو کھانا بھی نہیں کھلائیں۔اگر بیٹی کی شادی ہے تو رخصتی کے وقت لڑکے والوں کو کھانا تو بالکل نہیں کھلانا چاہیے۔تعجب ہے کہ قرضہ لے لے کر بیٹی والا برادری کو کھلا رہا ہے، بیٹی والے کے لئے تو ولیمہ سنت ہے ہی نہیں۔ ہمارے پاس کتاب موجود ہے، دیو بند کے صدر مفتی نے اس بات سے رجوع کیا اور چالیس حدیثیں نقل کی ہیں کہ لڑکی کا ولیمہ ثابت نہیں ہے، یہ سنت کے خلاف ہے۔ عقل سے سوچئے کہ جس کی بیٹی جارہی ہے اس کا دل تو غمگین ہے ایسے وقت اس سے دعوت کھانا عقل کے بھی خلاف ہے اور جو مہمان دور دراز کے شہروں سے آ گئے تو مہمانوں کو کھانا تو کھلاؤ مگر کارڈ چھپوا کر شامیانہ لگا کر ساری برادری کو شادی ہالوں میں لڑکی کی طرف سے کھانا مت کھلاؤ تا کہ غریب جن کی پانچ چھ بیٹیاں ہیں ان پر بوجھ نہ پڑے۔ جس عالم کی تنخواہ مشکل سے ڈیڑھ ہزار ہے اور کچھ نکاح وغیرہ بھی پڑھا لیتے ہیں تو چار، پانچ سو اور مل جاتے ہیں تو گویا دو ہزار کی آمدنی ہے اور لڑکیاں اتنی ہیں۔

غرض یہ کہ لڑکی والوں کا کھانا خلافِ سنت ہے۔ ہزار آدمی کھانا کھا گئے جس پر دس ہزار خرچ ہوئے یہ دس ہزار بالکل ضائع ہوئے، اس پر کوئی اجر نہیں بلکہ خلافِ سنت عمل پر اندیشۂ مواخذہ ہے۔ اصلاح الرسوم میں بھی ہے اور ہمارے اکابر نے اس کا اہتمام کیا۔ میرے مرشدِ اول مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے اکابر خلفاء میں سے تھے، اتنے بڑے خلیفہ تھے کہ مفتی اعظم پاکستان اور مولانا یوسف بنوری، مولانا ظفر احمد عثمانی، قاری طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہم جیسے بڑے بڑے علماء ان کے سامنے شاگرد کی طرح بیٹھتے تھے، لیکن حضرت نے اپنی بیٹیوں کی شادی کی، نکاح پڑھا، جو دو چار آدمی آئے کسی کو کچھ نہیں کھلایا اور بیٹی کو رخصت کردیا۔

بیٹی والوں سے پوچھو کہ کیا مصیبتیں ہیں، لہٰذا جو شخص اپنی بیٹی کی شادی میں کھانا کھلائے گا اندیشہ ہے کہ قیامت کے دن اس پر سنت کی مخالفت کا مقدمہ دائر ہوگا۔ ساتھ ساتھ یہ کہ معاشرے میں اس نے ایک بری رسم جاری کر کے مسلمانوں کی جیب کٹوانے کا انتظام کیا اور ان کو کرب وغم میں مبتلا کرنے کا سامان کیا۔ اگر لڑکے والے مجبور کریں تو ان سے کہہ دیں کہ بھئی ایسے وقت نکاح کرلیں کہ ہم مجبور ہی نہ ہوں۔ اس کی ترکیب میں بتاتا ہوں، مسجد میں عصر بعد نکاح کرلیں، عصر کے بعد نکاح ہوگیا، نکاح کے بعد سب کو ایک ایک پیالی چائے پلا دیں اور اگر گرمی کا موسم ہے تو ایک ایک گلاس لسی یا ٹھنڈی بوتل پلا دیں اور مغرب بعد فوراً رخصتی کردیں۔ نہ عشاء کا وقت ہوگا نہ عشائیہ ملے گا۔ عشاء کا وقت آنے ہی نہ دیں کہ عشائیہ کا معاملہ ہو۔

میں جو یہ کہہ رہا ہوں تو میں نے خود بھی اس پر عمل کیا ہے۔ پہلے میں اپنا عمل پیش کرتا ہوں اگرچہ میرا عمل زیادہ اہمیت کا حامل نہیں لیکن چونکہ میں آپ سے خطاب کررہا ہوں اور آپ مجھ سے حسنِ ظن رکھتے ہیں اس لئے بیان کرتا ہوں کہ میں نے بھی اپنی بیٹی کا ولیمہ نہیں کیا، میری ایک ہی بیٹی تھی، میں نے اپنی بیٹی کی شادی اس طرح کی کہ عصر کے بعد نکاح ہوا، میں نے مہمانوں کو چائے کی ایک ایک پیالی، دال موٹھ اور کچھ بسکٹ وغیرہ کھلا کر مغرب کے بعد رخصتی کردی۔ میں نے اپنے بیٹے مولانا محمد مظہر میاں کو بھی وصیت کردی ہے کہ خبردار اپنی بیٹیوں کا ولیمہ مت کرنا کیونکہ لڑکی کا ولیمہ سنت سے ثابت ہی نہیں ہے، اور لڑکوں کے ولیمہ کے لئے بھی میرج ہالوں میں نہیں جانا، شامیانے لگانے کی بھی ضرورت نہیں ہے، حدودِ خانقاہ میں جتنا ہوسکے کرلو۔

میرے شیخ مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم کی ایک ہی بیٹی تھی، اللہ نے ان کو بہت دیا ہے چاہتے تو بہت خرچ کرسکتے تھے لیکن میرے شیخ نے اپنے سمدھی جو دارالعلوم دیوبند کی مجلسِ شوریٰ کے رکن، علی گڑھ کے پرانے حکیم اور طبیہ کالج کے پروفیسر تھے، ان سے فرمایا کہ میری بیٹی کے نکاح اور رخصتی میں آپ آئیں گے اور آپ کا بیٹا جو میرا داماد بننے والا ہے وہ اور ایک لڑکا اور آئے گا اس سے زیادہ نہیں آئیں گے۔ بارات بھی غیر شرعی ہے، آج بارات کے

نام پر بسوں پر درجنوں لوگ بھر کر لے جاتے ہیں۔کیا کہیں! منگنی ہی سے خرافات شروع ہو جاتی ہیں اور مٹھائیوں کی تقسیم میں اتنا پیسہ خرچ ہو جاتا ہے۔تو میرے شیخ کی بیٹی کی شادی میں تین آدمی پہنچ گئے حضرت نے کسی کو کھانا نہیں کھلایا، اشرف المدارس ہردوئی میں نکاح کر کے بیٹی رخصت کر دی۔تو جو لوگ رخصتی میں آ گئے ان کی تھوڑی سی ضیافت کر لیں مگر مغرب بعد فوراً رخصت کر دیں تاکہ لڑکی والا عشائیہ نہ کھلائے۔لڑکی والوں کی طرف سے کہیں ولیمہ کا ثبوت نہیں ہے۔

اساتذہ بچوں کو شانِ رحمت سے پڑھائیں

قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خِیَارُ اُمَّتِیْ عُلَمَاءُ ھَا وَ خِیَارُ عُلَمَاءِ ھَا رُحَمَاءُ ھَا (جامع صغیر)

ارشاد فرمایا کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری امت کے بہترین لوگ علماء ہیں، مگر علماء میں کون بہتر ہیں؟ علماء میں بہترین وہ ہیں جو رحم دل ہیں، جن پر شانِ رحمت غالب ہے یعنی جن علماء پر شانِ رحمت غالب ہے وہ ان علماء سے بہتر ہیں جن پر شانِ رحمت غالب نہیں، اب شانِ رحمت کیسے آئے گی کیونکہ اکثر حفاظ تربیت یافتہ بھی نہیں ہوتے، بعضے دیہاتوں سے پڑھ کر چلے آئے اور پٹائی کے ساتھ پڑھا تو جیسا پٹ کر پڑھتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ بغیر اس کے کام ہی نہیں چلے گا، لہٰذا ان کے لئے بتاتا ہوں کہ وہ رحم دل آدمیوں کے پاس بیٹھیں، تھوڑی دیر، ۵ منٹ اس نیت سے بیٹھو کہ میرے اندر شانِ رحمت آ جائے، کوئی نہ ملے تو مولانا مظہر میاں کے پاس بیٹھ جاؤ اور یا اللہ یا رحمٰن یا رحیم چلتے پھرتے پڑھتے رہو، ان شاء اللہ آپ دنیا میں کبھی کسی تکلیف میں نہیں رہیں گے، کسی مشکل میں نہیں رہیں گے۔ یہ وظیفہ مجھے بہت بڑے بزرگ، بہت بڑے پیر جو الہ آباد میں تھے مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا۔حضرت کے پاس مشکل میں پھنسے ہوئے مصیبت زدہ لوگ آتے تھے، فرمایا یہی پڑھو۔اللہ نے بسم اللہ شریف میں یہی تین نام مبارک نازل فرمائے ہیں۔اللہ رحمٰن رحیم، لہٰذا یا اللہ یا رحمٰن یا رحیم پڑھتے رہو اور کھانے پینے پر بھی اسی کو دم کرو تو شانِ رحمت آ جائے گی اور کوئی مشکل نہیں رہے گی، غیب سے انتظام ہوگا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ جو اللہ والا بن کر رہے گا کیا اللہ تعالیٰ اس کا نہیں بنے گا؟ مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللہُ لَہٗ جو اللہ کا بن کر رہے گا تو اللہ بھی اس کا بن کر رہے گا۔

اے حفاظ کرام! اے قراء کرام! اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیجئے کہ آپ حضرات کو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی خدمت نصیب فرمائی۔ ہمارے سلسلے میں حضرت میاں جی نور محمد رحمۃ اللہ علیہ نے ساری زندگی قرآن شریف پڑھایا، ۴۰ سال تک تکبیرِ اولیٰ سے نماز با جماعت ان کی فوت نہیں ہوئی۔ میرے شیخ فرماتے تھے کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے استادوں کو ہمیشہ ہدایت کی کہ دیکھو لڑکوں کی پٹائی مت کرو، ہر شخص کا دماغ یکساں نہیں ہوتا، کوئی زیادہ مضبوط ہوتا ہے وہ دو رکوع یاد کر لیتا ہے، کوئی کم دماغ کا ہے وہ زیادہ یاد نہیں کر سکتا تو اس کے دماغ کی استعداد سے زیادہ اس پر بوجھ نہ ڈالو۔

مان لیجیے کہ کوئی دو سال میں حافظ نہیں ہوتا تو تین سال میں ہو جائے گا لیکن پٹائی نہ کرو کیونکہ پٹائی کر کے ان کو حافظ بنانا آپ پر فرض نہیں ہے اور پٹائی کرنا حرام ہے۔ ایسے استادوں سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن قصاص لے گا، فقہ حنفی کی سب سے بڑی کتاب شامی ہے جس کے مصنف علامہ شامی ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ ہیں، انہوں نے لکھا ہے کہ جو استاد بچوں کی پٹائی کرتے ہیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سے بدلہ لے گا۔ یہ تھانہ بھون میں پڑھے ہوئے استاد موجود ہیں، ان سے پوچھ لو کہ بعض استادوں کو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا سزا دی، استاد کے کان پکڑ وائے اور اس کو چکر لگوائے۔

میرے شیخ نے بھی فرمایا کہ حضرت حکیم الامت کے ہاں بچوں کی پٹائی کرنا سخت منع تھا۔ اور اس کی دلیل کیا ہے؟ حفاظِ کرام غور سے سنیں۔ آہ! یہ شاید ہی کہیں سنو گے۔ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں مگر قرآن شریف کی تعلیم کی آیت کے نزول میں الرحمٰن نازل فرمایا اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ۔ اَلْجَبَّارُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ نازل نہیں کیا، اَلْقَھَّارُ نازل نہیں کیا، اَلرَّحْمٰنُ نازل کیا، رحمٰن نے تعلیم قرآن دی، تو فرماتے تھے کہ اللہ نے ننانوے ناموں میں کوئی نام یہاں نازل نہیں فرمایا تاکہ قیامت تک قرآن پڑھانے والوں کی آنکھیں کھل جائیں کہ شفقت اور رحمت سے قرآن کی تعلیم دینی چاہیے۔ جتنے لوگ قرآن پاک پڑھانے والے ہیں وہ بچوں کو شفقت اور رحمت سے تعلیم دیں، قیامت تک کے معلّمینِ قرآن پاک کو اللہ تعالیٰ نے سبق دے دیا کہ شانِ رحمت سے بچوں کو پڑھانا۔ ہڈی توڑ سزا دینا جائز نہیں ہے جیسے ایک قصائی گائے لے کر جارہا تھا مگر وہ چلتی ہی نہیں تھی، وہیں ایک بچہ کو بھی اس کا باپ مدرسہ لے جارہا تھا تو بچہ نے اپنے ابّا سے پوچھا کہ کیا یہ گائے بھی مدرسہ میں قرآن شریف پڑھنے جارہی ہے؟

قرآن پاک کے معلّمین قصائی کی طرح بچوں کو نہ پیٹیں، بچوں کے اعضاء کمزور ہوتے ہیں۔ میں لاہور میں اپنے مرشد مولانا شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تھا۔ ایک دیہاتی روتا ہوا آیا کہ میرا ایک ہی بیٹا تھا، قرآن شریف پڑھتا تھا، حفظ کر رہا تھا۔ سبق یاد نہیں تھا، استاد نے سر جھکایا اور ایک مکا مارا، اسی وقت اس کا ہارٹ فیل ہو گیا۔ حکومت نے دس سال قید کی سزا استاد کو دی، اتنا بڑا مدرسہ قرآن پاک کا ختم ہو گیا، سب نے کہا کہ بھئی ہم اپنے بچوں کو قصائیوں کے حوالے نہیں کریں گے۔ آج انگریزی اسکول کے لڑکوں کو ٹافیاں اور چائے مل رہی ہے اور عربی مدرسوں کے لڑکوں کو گھونسے اور ٹھونسے مل رہے ہیں۔ مجھے ایک عورت نے فون کیا کہ میرا بچہ ایک مدرسہ میں پڑھتا ہے اور اس کے سب بھائی اسکول میں پڑھتے ہیں، وہ اپنے بھائیوں سے کہتا ہے کہ تم لوگ بڑے اچھے ہو کہ اسکول میں تم کو ٹافی مل رہی ہے اور چائے بھی مل رہی ہے اور کھیلنے کے لئے فٹبال بھی مل رہی ہے، مدرسوں میں مت جانا، ہمارا حال دیکھ لو، وہاں قصائی بیٹھے ہوئے ہیں۔

اللہ کے نام پر واسطہ دیتا ہوں کہ قیامت کے دن اپنے لئے دوزخ کا راستہ مت بناؤ۔ اگر ہم لوگوں کے

اخلاق سے مدرسے بند ہوگئے یا کسی نے اپنے لڑکے کو مدرسہ سے نکال کر اسکول میں داخل کرادیا، قیامت کے دن دوزخ میں جانے کے لئے یہی خبیث عمل کافی ہے۔ بتاؤ اگر اللہ نے قیامت کے دن پوچھا کہ تم نے لڑکوں کی اتنی پٹائی کیوں کی کہ جس کی وجہ سے وہ مدرسے چھوڑ کر انگریزی اسکولوں میں چلے گئے تو آپ کیا جواب دوگے؟ اگر تمہارے بچوں کو کوئی اس طرح مارے تو تمہارا کیا حال ہوگا؟ اکثر پڑھانے والے چونکہ غیر شادی شدہ ہوتے ہیں اس لئے اولاد کی محبت کے درد سے ناآشنا ہوتے ہیں۔ یہ شعر میں نے بہت پرانا سنا تھا ؎

اگر تُو صاحبِ اولاد ہوگا
تجھے اولاد کا غم یاد ہوگا

آج سے دوسال پہلے ایک بچے کو استاد نے مارا، میرے سامنے وہ بچہ آیا تو اس کی پیٹھ پر پانچوں انگلی بنی ہوئی تھیں اور کالا ہوگیا تھا۔ میں نے اسی وقت اس استاد کو نکال دیا، میں نے کہا کہ تم اس قابل نہیں ہو کہ تم کو استاد رکھا جائے، تمہیں شرم نہیں آتی۔ جب اس استاد کو نکالا تو اس بچے کی ماں نے بھی فون پر سفارش کی کہ نہ نکالیں۔ میں نے کہا یہ خالی تمہارا حق نہیں ہے، اس میں اللہ کا بھی حق ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بے رحمی کو پسند نہیں کرتا۔ ہم تمہاری سفارش اللہ کے مقابلے میں قبول نہیں کرسکتے۔ ایسے قصائی استاد کا نکالنا مجھ پر فرض ہے۔ میں نے مدرسہ جنت کے لئے کھولا ہے، مجھ سے بھی تو سوال ہوگا کہ تمہارے مدرسہ میں طلباء پر جو ظلم ہورہا تھا تم نے کیا معاملہ کیا؟

میں دردِ دل سے کہتا ہوں کہ بچوں کی ہرگز پٹائی نہ کرو۔ اس لئے جب آپ حضرات کا تقرر ہوتا ہے تو مدرسہ کے فارم میں ہے کہ ہم بچوں کی پٹائی نہیں کریں گے، تو جب فارم پر آپ نے دستخط کردیے تو گویا وعدہ کرلیا اور وعدہ خلافی حرام ہے یا حلال؟ تو پھر یہ سوچ لو کہ یہ کیسا استاد ہے جو وعدہ خلافی کرتا ہے۔ ابھی ایک لڑکے کو اتنا مارا کہ کئی دن تک اس کے پٹی بندھی ہوئی تھی۔ ان چیزوں کو دیکھ کر مدرسہ میں ترقی ہوگی یا تنزلی؟ آپ کہیں گے کہ میں نے تو ہلکا سا یوں کردیا تھا لیکن آپ کا ہلکا بچوں کے لئے بھاری ثابت ہوتا ہے، بتایئے اگر شیر بکری کے پیٹ پر خالی ملائم سا ہاتھ رکھ دے اور کہے کہ میں نے تو بہت ملائم سا ہاتھ رکھا تھا، تو بکری زندہ رہے گی؟ مارے ڈر کے ہارٹ فیل ہوجائے گا۔ استادوں کا خود ہی دل میں خوف اور ڈر رہتا ہے اور جب کہ میں نے یہ بھی کہہ دیا ہے کہ دوسال کے بجائے اگر تین سال میں حافظ ہوں اور تین سال کے بجائے چار سال میں ہوں تو ہم آپ سے کبھی شکایت نہیں کریں گے بشرطیکہ محنت میں کمی نہ ہو اور مہتمم کو آگاہ رکھیں کہ صاحب یہ بچہ سبق صحیح نہیں سناتا، تاکہ ہم ان کے والدین کو اطمینان دلادیں کہ اگر تاخیر ہو مدرسہ کی شکایت مت کرنا، تمہارا بچہ خود سبق صحیح یاد کرکے نہیں سنا رہا مگر مار پٹائی نہ کرو کیونکہ میرے مدرسے کی ترقی کا راز یہی ہے، لوگ یہی سن کر بھیجتے ہیں کہ مدرسہ اشرف المدارس میں پٹائی نہیں ہوتی،

اب اگر یہاں بھی پٹائی ہوتو میرا سارا بھرم اور ساری عزت خاک میں مل جاتی ہے اور آپ کو اس آیت کا بتا دیا، اللہ کرے کہ قیامت تک معلّمین اس آیت کو یاد رکھیں۔

لہٰذا میں بحیثیت مربی ہونے کے آپ کو یہ چند نصیحت کررہا ہوں کہ اللہ کے لئے غصہ کرکے دوزخ کا راستہ مت اختیار کرو، آپ کی کوئی ذمہ داری نہیں، لات مار دیا یا ایک دم طمانچہ مار دیا، غصہ میں مغلوب ہوکر مارنا جائز نہیں ہے۔ ان کو کھڑا کردو، چھٹی بند کردو، تھوڑی دیر آپ بھی بیٹھیں۔ یہ استاد پر مشکل ہوتی ہے، دس منٹ آپ اس کو چھٹی نہ دیں، یہ ان کے لئے دس ڈنڈے سے زیادہ سخت ہے۔ جب دیکھا کہ سب کی چھٹی ہوگئی، اب دس منٹ بیٹھنا بچوں کو بہت کھلتا ہے، اللہ کے نام پر دس منٹ زیادہ بیٹھ جاؤ ہمیشہ تو نہیں بیٹھنا ہے، کبھی کبھی تربیت کے لئے بیٹھنا کیا مشکل ہے لیکن ایسا موقع مت دو کہ یہ دیکھئے صاحب ذرا پیٹھ دیکھئے۔ اب پیٹھ کھولتا ہے تو وہاں نشانات پڑے ہوئے ہیں، میں کہاں تک کہوں کہ ہمارے استاد بہت شریف ہیں، کہیں کسی اور نے مار دیا ہوگا، کیسے کہوں کہ کرکٹ کھیل رہا تھا، جھوٹ بولنا میرے لئے کیسے جائز ہوگا؟

وہ زمانہ گیا جب بے وقوف لوگ کہتے تھے کہ بوٹی اور گوشت میرا چمڑی استاد کی۔ ماں باپ کے لئے بھی اتنا پٹوانا جائز نہیں، بعض وقت ماں باپ نے اجازت دے دی اور جب اس کی مار پٹائی دیکھی تو پھر اجازت کے باوجود استاد کو خود مارنے لگا، استاد نے کہا کہ تم نے ہم کو مارنے کی اجازت دی تھی، کہا کہ اپنے بیٹے کی پٹائی اب ہم سے دیکھی نہیں جارہی ہے، اٹھا کر پٹخ دیا استاد کو اور مارنا شروع کردیا۔ اس لئے اس سے یہ سبق بھی لے لو کہ غصے میں کبھی بھی عمل مت کرو، جب غصہ آجائے تو خاموش ہوکر کسی دوسرے کام میں لگ جاؤ، پھر بعد میں سمجھاؤ۔ بزرگوں نے فرمایا کہ غصے کی حالت میں سمجھاؤ بھی مت، غصے میں عقل ٹھیک نہیں رہتی، ابھی اسی قربانی کے زمانے میں جنوبی افریقہ میں دو آدمیوں نے جانور خریدا اور اسی میں کسی بات پر لڑائی ہوگئی اور گولی چل گئی۔ بتائیے قربانی عبادت، اور عبادت کے لئے جان لے لی اور قتل کا مقدمہ چل گیا اور دوسرے کو اس کے خاندان والوں نے مارا، وہ بھی ہسپتال میں داخل ہوگیا۔ مولانا ابرارالحق صاحب نے مکہ شریف میں اس خبر کو سن کر فرمایا کہ دیکھو غصہ کتنی بری چیز ہے، کتنے اسی میں ختم ہوگئے۔ کراچی میں میرے سامنے ایک آدمی نے اپنے چھوٹے بھائی کو اتنا بڑا پتھر مارا کہ وہ بے ہوش ہوگیا۔

بچوں کی پٹائی کا اصل سبب غصہ ہے، غصہ ہمیشہ تکبر سے پیدا ہوتا ہے۔ جو اپنے کو بڑا سمجھتا ہے وہی غصہ کرتا ہے۔ ایسا شخص غصہ میں نہیں آسکتا جو اپنے کو حقیر سمجھتا ہو اور میدانِ محشر میں اپنے انجام کی فکر رکھتا ہو۔ غصہ ہمیشہ احمقوں کو آتا ہے یعنی جو بے وقوف ہوگا، اپنے انجام سے بے خبر ہوگا، اپنے خاتمے کی اس کو فکر نہ ہوگی، میدانِ محشر میں اللہ تعالیٰ کو جواب دینا مستحضر نہ ہوگا ایسے ہی لوگوں کو غصہ آتا ہے اور ہمیشہ غصہ اپنے سے کمزور پر آتا ہے۔ غصہ بہت چالاک، نہایت ہوشیار

مرض ہے، ہمیشہ کمزور پر آتا ہے۔ جب آدمی دیکھتا ہے کہ میں سیر ہوں اور جس پر غصہ آرہا ہے وہ سوا سیر ہے، میری گردن مروڑ دے گا، پیٹ دبا دے گا، اٹھا کر پٹخ دے گا تو کبھی ایسے شخص پر غصہ نہیں آئے گا۔

آپس میں حسنِ اخلاق سے پیش آئیں

ارشاد فرمایا کہ اچھے اخلاق کی تعریف یہ نہیں کہ ہم اپنے کو سمجھیں کہ ہمارے اخلاق اچھے ہیں، حسنِ اخلاق کی تعریف یہ ہے کہ دوسروں کو اس سے آرام مل رہا ہو، دوسرے لوگ کہہ رہے ہوں سبحان اللہ! عجیب شخصیت ہے، سراپا حلم، سراپا کرم اور اس کو ہم نے کبھی کسی سے لڑتے بھی نہیں دیکھا۔ لڑائی جھگڑے یا کسی انسان کو ایذا رسانی کے بعد معافی مانگ لینے سے برائی کی تلافی تو ہو جاتی ہے مگر اس کو اعلیٰ نمبر نہیں ملیں گے، اعلیٰ نمبر اس کو ملیں گے جو اپنی ذات سے کسی کو ذرہ برابر بھی تکلیف نہ پہنچائے۔ محدثِ عظیم ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے حسنِ اخلاق کی تعریف شرح مشکوٰۃ میں لکھی ہے اس کو یاد کر لو، بہت ہی اہم ہے: ((مُدَارَاةُ الْخَلْقِ مَعَ مُرَاعَاةِ الْحَقِّ)) (مرقاۃ: ج ۹ ص ۲۶۳) یعنی اللہ کی عظمتوں، شریعت اور قانون کی رعایت رکھتے ہوئے مخلوق کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ اور فرمایا ((اَلتَّوَدُّدُ اِلَی النَّاسِ نِصْفُ الْعَقْلِ)) (رواہ البیہقی) انسانوں کے ساتھ محبت کرنا آدھی عقل ہے یعنی دنیا میں جتنی عقل ہے اس کا آدھا حصہ یہی ہے کہ انسانوں سے محبت کی جائے، کوئی انسان اس سے تکلیف میں نہ رہے۔ اَلتَّوَدُّدُ باب تفعل اس لئے استعمال فرمایا کہ محبت کرنے کو دل نہیں چاہتا پھر بھی اچھے اخلاق سے پیش آتا ہے، مناسبت نہیں ہے، وحشت ہوتی ہے، محبت نہیں معلوم ہوتی پھر بھی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا حکم سمجھ کر بہ تکلف محبت سے پیش آتا ہے، ملاقات ہوتی ہے تو خیر و عافیت معلوم کر لیتا ہے۔ دل کے غلام نہ بنو۔ اللہ کے غلام بنو، باب تفعل میں تکلف کا خاصہ ہے یعنی بہ تکلف محبت کرو اگرچہ دل نہیں چاہتا اور اِلَی النَّاسِ میں الف لام استغراق کا ہے کہ ساری دنیا کے انسانوں سے محبت کرو یہاں تک کہ کافر سے بھی محبت کرو، عقلاً تو دشمنی رکھو کہ یہ میرے اللہ کا دشمن ہے لیکن اس حیثیت سے کہ اللہ کی مخلوق ہے وہ آئے تو خیر و عافیت پوچھ لو اور اگر تمہارا مہمان ہے تو بادلِ ناخواستہ چائے پانی بھی کر دو۔ دل سے اس کے کفر سے نفرت کرو مگر اس کو کھانا پانی دے دو تاکہ وہ سمجھے کہ مسلمان ایسے اَخلاق کے ہوتے ہیں۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اَخلاق عالیہ دیکھو کہ ایک کافر آیا جو اپنی قوم کا سردار تھا آپ نے اپنی چادر بچھا دی کہ بیٹھو۔ چادرِ نبوت پر ایک کافر بیٹھا ہوا ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کی اس لئے عزت کی کیونکہ اگر وہ اسلام لے آیا تو اس کے اسلام لانے سے اس کی قوم کے بہت سے لوگ مسلمان ہو جائیں گے۔

((اَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ)) ۔ (ابوداؤد شریف)

جس مرتبہ کا آدمی آئے چاہے کافر ہی کیوں نہ ہو اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرو، بظاہر اکرام کرو، دل میں

اس کی عزت نہ ہو، دل میں بُغض رکھو۔ یہ اسلام ہے کہ باوجود دل میں بُغض ہونے کے اچھے اخلاق سے پیش آنے کا حکم دے رہا ہے، تاکہ اس تَوَدُّدْ کی برکت سے اسلام پھیلے۔ حدیث اَلتَّوَدُّدُ اِلَی النَّاسِ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بہت سی مشکلات حل فرمادیں۔ جس سے دل نہ ملے اس سے بھی محبت کرنے کو آپ نے آدھی عقل فرمایا۔ معلوم ہوا کہ جو بے وقوف ہے وہ مخلوق سے محبت نہیں کرتا اور اس وجہ سے مخلوق کو قابو میں نہیں رکھتا۔ محبت کرنے والے سے سب لوگ قابو میں آجاتے ہیں، دشمن بھی قابو میں آجاتے ہیں۔ اگر دل نہیں بدلے گا تو کم از کم نقصان نہیں پہنچائے گا کیونکہ وہ احسان سے دبا رہے گا، شرم آئے گی کہ لوگ کیا کہیں گے کہ اپنے محسن کے ساتھ بھی بدتمیزی کرتا ہے اس لئے دشمن کے ساتھ بھی محبت کرو۔ پھر اس کا فائدہ کیا ہوگا؟ ان کی دعائیں ملیں گی اور ان کے متعلقین بھی ہم سے جڑے رہیں گے۔ ان کا متعلق بھی آجائے تو اس پر بھی فدا ہو جائیں گے کہ ''یہ چائے پی لو، یہ کافی پی لو، سب خیریت ہے نا۔'' ان شاء اللہ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ آپس میں محبت رہے گی۔ اس لئے ہر ایک سے محبت کرو۔

ان پہ کیا فرض ہے وہ اہلِ سیاست جانیں
میرا پیغامِ محبت ہے جہاں تک پہنچے

میں نے الٰہ آباد میں دیکھا کہ ایک بہت بڑے معزز شخص روزانہ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دروازے سے گذرتے ہوئے ایک منٹ کے لئے سلام کرتے تھے۔ ایک دن گذر گئے، سلام نہیں کیا۔ حضرت نے دیکھ لیا۔ فوراً رکشہ بلوایا، ان کے پاس ایک میل دور گھر پر پہنچ گئے اور کہا کہ آج آپ نے مجھ سے ملاقات نہیں کی، مجھے شبہ ہے کہ کہیں آپ مجھ سے ناراض تو نہیں ہیں۔ وہ شخص رونے لگے اور کہا کہ اللہ سے محبت کرنے والے تو بہت دیکھے، مگر اللہ کے بندوں سے محبت کرنے والا آپ جیسا نہیں دیکھا۔ وہ خود رونے لگے۔ حضرت اتنی رعایت کرتے تھے کہ فوراً ایک میل دوڑے گئے کہ آج کیا بات ہے، آپ ملے نہیں؟ حالانکہ مولانا کی کیسی شخصیت تھی جن کے پاس بڑے بڑے علماء اور بڑے بڑے فیکٹری مالک آتے تھے، مگر حضرت ہر مومن کو نہ جانے کیا سمجھتے تھے۔

گناہوں کے باوجود کبھی اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں

ارشاد فرمایا کہ بندہ کو اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے دو ہی راستے ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: اَللّٰہُ یَجْتَبِیْۤ اِلَیْہِ مَنْ یَّشَآءُ اللہ جس بندہ کو چاہتا ہے اپنی طرف کھینچ لیتا ہے وَیَهْدِیْۤ اِلَیْہِ مَنْ یُّنِیْبُ اور جو اللہ کی طرف چلتا ہے، انابت اور توجہ کرتا ہے، اللہ کی تلاش میں محنت ومشقت اٹھاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو بھی ہدایت دے دیتا ہے۔ تو دو راستے ہو گئے۔ پہلے کا نام جذب ہے اور دوسرے کا نام سلوک۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے صفتِ جذب کو مقدم فرمایا کیونکہ اس میں بندہ مراد ہوتا ہے، مراد کے معنی ہیں جس کا ارادہ کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنا بنانے کا ارادہ فرمالیا

اور دوسرے راستے یعنی راہِ سلوک میں بندہ مرید ہوتا ہے، اللہ کی طرف توجہ کرتا ہے، اللہ کو تلاش کرتا ہے، اللہ کے راستہ میں محنت ومشقت اٹھاتا ہے، بزرگوں کی خدمت میں جاتا ہے، اللہ اللہ کرتا ہے، گناہ سے بچتا ہے، یہ مرید ہے، اللہ کا ارادہ کرنے والا ہے اس کو بھی بعد میں جذب نصیب ہوجاتا ہے کیونکہ بغیر جذب کے کوئی اللہ تک نہیں پہنچ سکتا۔

بہرحال جذب ہو یا سلوک، دونوں راستے اللہ تک پہنچاتے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ بعضوں کو اللہ تعالیٰ پہلے ہی اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور بعضوں کو سلوک کی توفیق پہلے ہوتی ہے بعد میں اللہ تعالیٰ ان کو جذب کرتا ہے۔ معلوم ہوا کہ بغیر حق تعالیٰ کے جذب کے کوئی خدا تعالیٰ تک نہیں پہنچ سکتا۔ اللہ تعالیٰ کی آغوشِ رحمت سے نفس وشیطان بھی نہیں چھین سکتے۔ اب سنئے! جس کو اللہ کھینچ لے پھر اس کو ساری دنیا کے نفس وشیطان نہیں کھینچ سکتے، سارے عالم کی گمراہ کن ایجنسیاں اور خود اس کا نفس ظالم بھی اس کو اللہ تعالیٰ کی آغوشِ حفاظت سے نہیں چھین سکتا۔ دیکھو! ماں کی گود سے تو بچہ اغوا ہوسکتا ہے مثلاً کوئی طاقت ور غنڈا آگیا اور ماں سے چھین کر لے گیا تو ماں چلّاتی رہ جائے گی اور وہ بچہ لے کر بھاگ جائے گا لیکن حق تعالیٰ کی حفاظت کی گود سے کون مائی کا لال ہے، کون طاقت والا ہے جو خدائے تعالیٰ کی طاقت پر اپنی طاقت دکھائے۔ اگر اللہ تعالیٰ کسی کی حفاظت کا فیصلہ فرمادے تو ان شاء اللہ پھر بالکل بے فکر ہوکر آرام سے سوئے۔ اس لئے مانگو تو صحیح کہ اے اللہ! نفس وشیطان بار بار میرا منہ کالا کرار ہے ہیں، اور میری صورت بھی بایزید بسطامی سے کم نہیں ہے، اے اللہ! آپ نے مجھے اپنے نیک بندوں کی شکل عطا فرمائی ہے، جب اپنے صالحین کی شکل دی تو اپنے صالحین کی حقیقت بھی دے دیجئے اور مجھے اپنی حفاظت نصیب فرمادیجئے۔ میں اپنے دست وبازو سے مایوس ہوچکا ہوں، جب میں آپ کے غیر سے مایوس ہو چکا تو اب آپ مجھے اپنی حفاظت میں لے لیجیے ؎

اے پناہ ما حریم کوئے تو
من بہ امیدے رمیدم سوئے تو

میری پناہ گاہ آپ کا دربارِ قرب ہے، میں بڑی امید لے کر دوڑ کر آپ کی طرف آیا ہوں کیونکہ ناامید ہونے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

کوئے نومیدی مرو امید ہاست
سوئے تاریکی مرو خورشید ہاست

اللہ کے راستہ میں کبھی ناامید مت ہو، یہاں بے شمار امیدیں ہیں، اللہ کے راستہ میں امیدوں کے بے شمار آفتاب ہیں، نفس وشیطان کتنا ہی مایوس کریں مگر آپ مایوس نہ ہوں اور میں جو نسخہ بتارہا ہوں کہ اللہ سے رونا شروع کردو، اللہ تعالیٰ سے حفاظت کی درخواست کرو، روزانہ بلاناغہ ہم سب دو رکعات صلوٰۃِ حاجت وصلوٰۃِ توبہ پڑھ کر ندامت کے ساتھ،

اشک بار آنکھوں سے یا رونے والوں کی شکل بنا کر اللہ تعالیٰ سے ماضی کے گناہوں کا اقرار کر کے کہیں کہ اے اللہ! ہم بڑے ہی نالائق، انتہائی بے غیرت اور انتہائی بے حیا ہیں، گناہ کرتے کرتے ہماری حیا کا مادّہ بھی ختم ہو چکا ہے، بس آپ ہمیں معاف فرما دیجئے اور پھر دعا کر لیں کہ اے اللہ تعالیٰ! ہمیں جذب فرما لے، میں اس وقت آپ کی صفتِ جذب کا محتاج بنا ہوں، آپ کی صفتِ جذب کے خزانے کا بھک منگا بنا ہوں۔ ان شاء اللہ جب اللہ تعالیٰ اپنی صفتِ جذب سے ہمیں اور آپ کو کھینچ لیں گے تو بس پھر کیا عرض کروں۔ استادِ جگر اصغر گونڈوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

نہ میں دیوانہ ہوں اصغرؔ نہ مجھ کو ذوقِ عریانی
کوئی کھینچے لئے جاتا ہے خود جیب و گریباں کو

اگر اللہ تعالیٰ کا جذب نصیب ہو گیا تو پھر وہ آپ کے جیب و گریباں کو پکڑ کر خود تقویٰ کے راستے پر جمائے رہیں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ولایت کا مدار عبادات پر نہیں گناہوں سے بچنے پر ہے

ارشاد فرمایا کہ میرے دوستو! آج بھی ہماری قیمت زیادہ ہو سکتی ہے۔ میں درد بھرے دل سے ایک بات عرض کر رہا ہوں کہ آج امتِ مسلمہ ہم لوگوں کو (یعنی جو چند حروف علم کی نسبت اپنی طرف رکھتے ہیں) دیکھ کر حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ، حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی نگاہوں سے تلاش کرتی ہے کہ ہائے! کہیں ایسے عاشقانِ باوفا بھی ہیں۔ آج امت ہمیں اپنے اسلاف کے معیار پر ڈھونڈ رہی ہے۔

بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اللہ والا ہونا کوئی محالات میں سے نہیں ہے، ولایت محالات میں سے نہیں ہے۔ نبوت تو محال ہے ولایت آسان ہے۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دو ہی جز سے تو ولایت بنتی ہے۔ ایک ایمان، دوسرا تقویٰ۔ اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ کَانُوۡا یَتَّقُوۡنَ۔ تو آدھی ولایت تو سب مسلمانوں کو حاصل ہے یعنی ایمان تو الحمد للہ حاصل ہے ہی، بس تقویٰ کا اعلیٰ مقام اور حاصل ہو جائے، اسی کا نام ولایت ہے۔ اور ولایت کی ترقی اور ولایت کا ارتقاء اعمالِ نافلہ پر نہیں ہے، اولیاء اللہ کے درجات میں جو ارتقاء اور ترقی ہے وہ بقدرِ تقویٰ ہے۔ ایک شخص ایک ہزار رکعات تہجد پڑھتا ہے مگر دن بھر خلافِ شریعت کام کرتا ہے، بدنظری کرتا ہے، جھوٹ بولتا ہے اور ایک آدمی تہجد نہیں پڑھتا، عشاء کے فرض، واجب اور سنتِ مؤکدہ پڑھ کر دو رکعت نفل وتر سے پہلے پڑھ لیتا ہے لیکن اپنی ایک سانس بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں استعمال نہیں کرتا اس کا نام شریف الانفاس ہے۔

جتنا آپ کا تقویٰ بڑھ جائے گا اتنی اللہ تعالیٰ سے دوستی بڑھ جائے گی۔ اگر کسی کی ولایت دیکھنی ہے تو آپ

اس کے نوافل مت دیکھیں کہ تلاوت کتنی بڑھادی، نفلیں کتنی بڑھادیں؟ یہ دیکھو کہ اس نے تقویٰ کتنا بڑھادیا؟ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بنیادِ ولایت تقویٰ کو رکھا ہے۔ آیت اِنْ اَوْلِیَآؤُہٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ میں اِن نافیہ ہے۔ جس کو دوستی دینا ہے اس کی طرف سے نفی ہورہی ہے کہ ہمارا کوئی ولی نہیں ہے اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ مگر جو تقویٰ سے رہتے ہیں، یہ تو نہیں فرمایا کہ اِلَّا الْمُتَنَفِّلُوْنَ کہ جو بہت زیادہ نفلیں پڑھتے ہیں یا اِلَّا الْمُتَہَجِّدُوْنَ جو زیادہ تہجد پڑھتے ہیں یا اِلَّا الْمُنْفِقُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللہِ جو اللہ کے راستے میں بہت خرچہ کرتے ہیں، بلکہ فرمایا جو تقویٰ سے رہتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا استثناء ہے جن کو ہماری غلامی کے سر پر اپنی دوستی کا تاج رکھنا ہے انہی کی طرف سے اعلان ہورہا ہے۔

تربیت کے غیر محدود طریقے

ارشادفرمایا کہ چونکہ حق تعالیٰ کی ذات غیر محدود ہے پس وصول الی اللہ کا راستہ بھی غیر محدود ہے، لہٰذا کسی خاص مربی یا شیخِ وقت کے ارشادفرمودہ طریقوں میں تربیت کے طریقوں کو محدود نہیں کیا جاسکتا کیونکہ جتنے انفاسِ خلائق ہیں اتنے ہی تربیت کے طریقے ہیں۔ غیر محدود ذات تک پہنچنے کے راستے بھی غیر محدود ہیں۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں جس کو خلافت دیتا ہوں اس کو فن کا امام بناتا ہوں یعنی شیخِ کامل تربیت کے کسی خاص طریقوں میں محدود نہیں ہوتا بلکہ حسبِ موقع طریق میں اپنے اجتہاد سے اپنے احباب کے امراض کا علاج کرسکتا ہے۔ البتہ شیخ کو شیخ النور ہونا چاہیے شیخ النار نہ ہو، یعنی سچا اللہ والا شیخ ہو، جعلی پیر نہ ہو۔

بعض کو خلافت نہ دینا شیخ کا کمالِ اخلاص ہے

ارشادفرمایا کہ کوئی طالب شیخ کے ساتھ ایک طویل عمر رہے اور شیخ خلافت نہ دے یہاں تک کہ شیخ کا انتقال ہوجائے پھر دوسرا شیخ دو ایک سال ہی میں خلافت عطا کردے تو شیخِ اول کی ناشکری نہ کرے۔ اس کی عجیب مثال میرے دل میں آئی کہ ایک خانساماں نہایت اعلیٰ درجہ کی بریانی پکا رہا تھا، یہاں تک کہ بریانی کو دَم کے قریب کردیا مگر ابھی دَم پر نہ آئی تھی کہ اس خانساماں کا انتقال ہوگیا۔ پھر دوسرے خانساماں نے اس کو دَم دے دیا اور خوشبو پھوٹ نکلی اب گویا اس بریانی کو خلافت دے دی کہ اپنا فیض عام کرے اور لوگ کھانے سے فیض یاب ہوں، بتایئے کہ اس صورت میں خانساماں اول کی ناشکری جائز ہوگی کہ اس نے خلافت نہیں دی اور بریانی کو افادہ کے لیے تقسیم نہیں کیا؟ بلکہ اس کے شکر گذار اور اس کے اخلاص کے قائل ہوں گے کہ وقت سے پہلے اگر بریانی تقسیم کردیتا تو لوگ تھو تھو کرتے اور بریانی سے صحیح استفادہ نہیں کرسکتے تھے۔ اسی طرح شیخِ اول نے خلافت نہ دے کر للّٰہیت کا ثبوت دیا اور امانتِ خلافت کا حق ادا کردیا، اس کے اخلاص پر تو فدا ہوجانا چاہیے۔

نہ خالی لَوٹے گا کوئی گاہک، کھلی ہے جب تک دُکانِ اختر

ازکلام حضرت مولانا شاہین اقبال اثرؔ صاحب دامت برکاتہم

وہ راز اُلفت کے کھولتی ہے کہ ساری محفل یہ بولتی ہے
کہ رس سماعت میں گھولتی ہے فغانِ اختر زبانِ اختر

جوانی کیا زندگانی ساری ہمیشہ پیرانِ حق پہ واری
جبھی تو جانِ جہاں ہے پیارے وہ روحِ مرشد وہ جانِ اختر

حصولِ تقویٰ ہوا ہے کھیل اب، لگی ولایت کی ہَول سَیل[1] اب
نہ خالی لوٹے گا کوئی گاہک، کھلی ہے جب تک دُکان اختر

اِدھر اُدھر کے یہاں وہاں کے، کہاں کہاں کے ہیں لوگ شامل
جہاں سے خلدِ بریں کی جانب رواں ہے یوں کاروانِ اختر

حضورِ مرشد میں دست بستہ، ہیں پیشِ خدمت حروفِ خستہ
بھلا اثرؔ کا قلم شکستہ کہاں ہے شایانِ شانِ اختر

---

[1] انگریزی لفظ Wholesale (یعنی تھوک بھاؤ)

٭سماعت: کانوں سے سننا ٭واری: قربان کرنا

٭خُلدِ بریں: دائمی جنت

تیئیسواں باب

خاص خاص نصائح

خاص خاص نصائح

علمائے کرام کو نصیحتیں

ارشاد فرمایا کہ حضرت سلطان ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ سے ایک مولوی صاحب نے کہا کہ حضرت! میرے لئے دعا کر دیجئے کہ میں مال دار ہو جاؤں تو سلطان ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ رونے لگے۔ فرمایا میں نے بادشاہت دے کر فقیری لی ہے، تجھے مفت میں ملی ہے، اس لئے قدر نہیں کرتا۔ ارے! ابھی جو سکون سے اللہ کا نام لے رہے ہو، دو چار کارخانے کھول کر دیکھ لو کہ کتنا سکون رہتا ہے۔ اللہ سے اتنا مانگو کہ بس عزت کے ساتھ زندگی بسر ہو جائے اور جناب! اگر آپ نے پانچ دس کروڑ کما لیا، دس فیکٹریاں کھول لیں، تب بھی کتنی روٹی کھاؤ گے، کیا روٹی کی تعداد بڑھ جائے گی؟ وہی دو تین چپاتی کھاؤ گے بلکہ بیٹھے بیٹھے شاید چپاتی بھی کم ہو جائے اور فکروں کی چپت بڑھ جائے اور اندیشہ ہے کہ ٹہلنے کا وقت بھی نہ ملے تو خوراک بھی کم ہو جائے گی، چورن مانگتے پھرو گے۔ کیا کروڑ پتی دس جوڑے پہنے رہتا ہے؟ ایک وقت میں ایک جوڑا ہی پہنے گا۔ کیا کروڑ پتی تین چار چپاتی کے بجائے چالیس چپاتی کھاتا ہے؟ چالیس مرغ کھا سکتا ہے؟ خوراک وہی رہتی ہے۔ بس اللہ سے اتنا ہی مانگو کہ کسی کے محتاج نہ رہو، اس کے لئے میں وظیفہ بھی بتا رہا ہوں، ان شاء اللہ اس وظیفے کا پڑھنے والا کسی مخلوق کا محتاج نہیں ہوگا۔ یہاں تک کہ فالج اور لقوہ سے بھی ان شاء اللہ بچا رہے گا۔

یَاصَمَدُ یَاعَزِیْزُ یَامُغْنِیُ یَانَاصِرُ

اس کو پڑھتے رہا کرو، ان شاء اللہ غیب سے ایسی مدد آئے گی کہ آپ حیران ہو جائیں گے۔ قرضہ بھی ادا ہو جائے گا، مال داری بھی آئے گی، عزت بھی ملے گی اور آپ مخلوق کے محتاج بھی نہیں رہیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اللہ کا نام بہت بڑا نام ہے۔ دعا بھی کر لیا کرو کہ اے خدا! آپ کا نام بہت بڑا ہے۔ جتنا بڑا آپ کا نام ہے اتنی ہم پر مہربانی کر دیجئے۔

علماء کو ایک بزرگ کا قول سناتا ہوں جو میں نے اپنے شیخ سے بارہا سنا۔ آپ لوگ بھی یاد کر لیجیے کام آئے گا۔ میرے شیخ فرماتے تھے ''یک من علم را دہ من عقل باید'' یعنی ایک من علم کے لئے، اس علم کے استعمال کے لئے دس من عقل چاہیے، اور یہ عقل بدون صحبت و تربیتِ اہل اللہ نصیب نہیں ہوتی۔ اسی طرح اگر مثنوی کا پورا مزہ لینا ہے تو اس کو یاد کر کے سینوں میں رکھ لیں۔ علم در سینہ نہ کہ در سفینہ۔ علم اپنا وہی ہے جو سینہ میں ہو ورنہ کشتی میں کتابیں رکھی ہوں، پڑھی بھی ہوں لیکن سینہ میں نہیں تو کس کام کی۔ جب سینہ میں نہیں ہے تو کس کو سناؤ گے؟ یہ بزرگوں کے اقوال ہیں۔

علماء عزتِ نفس اور عظمتِ دین کا لحاظ رکھیں

ارشاد فرمایا کہ ایک صاحب نے حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ ہم اپنے لئے اپنے نفس کو تھوڑا ہی ذلیل کرتے ہیں، ہم تو ایسا اللہ کے دین کے لئے کرتے ہیں۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر وزیراعظم کی ماں مر جائے اور کوئی ظالم اعلان کردے کہ لاؤ بھئی! چندہ لاؤ، وزیراعظم کی اماں کی فاتحہ خوانی کرنی ہے اور بریانی پکانی ہے تو وزیراعظم اپنی ہتکِ عزت کا مقدمہ دائر کردے گا۔ اب آپ کہیں گے کہ پھر مدرسے کیسے چلیں گے؟ تو کھالوں کے لئے ٹینٹ لگالیں، اس پر لکھ دیں کہ قربانی کی کھالیں یہاں بھی دی جاسکتی ہیں۔ لوگ خود لاکے دیں گے اور اگر دروازہ ہی پر بھیجنا پڑے تو ان لوگوں کو رکھو جن کے چہرہ پر مولویت کا لیبل نہ ہو۔ حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے، جمعہ کے دن وہ کالج کے لڑکوں سے رومال چلواتے تھے۔ کالج کے میٹرک پاس انٹر پاس مسٹر لڑکوں کو چندہ جمع کرنے کے لئے بھیجتے تھے۔ کہتے تھے کہ ان سے اس لئے منگواتا ہوں تاکہ لوگ مولویوں کو حقیر نہ سمجھیں، لہٰذا جنہوں نے ابھی مولویت کا لبادہ نہیں پہنا ان مسٹروں کی خدمات حاصل کرو، شاید اس کی برکت سے وہ اپنی ٹرمس کردیں۔

چندے سے متعلق علماء اور مقتداء کو ہدایات

ارشاد فرمایا کہ میرے اسفار افریقہ، امریکا، کینیڈا، نیویارک، شکاگو، ڈیٹورائٹ اور ایڈمنٹن کے ہورہے ہیں۔ آج سارے عالم میں مجھے توفیق اور سعادت اللہ پاک کی رحمت سے مل رہی ہے کہ بزرگوں کی دعاؤں کے صدقے میرا سفر ہورہا ہے لیکن جن لوگوں نے میرے ساتھ سفر کیا ہے ان سے پوچھو، میری تقریر کا رنگ مالداروں کے سامنے کیا ہوتا ہے اور علماء کے سامنے کس طرح میں تقریر کرتا ہوں۔ جن کی دولت کا یہ عالم ہے کہ وہ کمپیوٹر سے اپنا پیسہ معلوم کرتے ہیں، گن نہیں سکتے لیکن اس نے میرا پیر دبایا، تو سارے علمائے جنوبی افریقہ نے کہا کہ اس کو ہم نے کبھی کسی مولوی، کسی عالم کا پیر دباتے ہوئے نہیں دیکھا، تو میں نے کہا اس نے میرا پیر اس لئے دبایا کہ میں اس کی جیب نہیں دباتا ہوں۔ سفر میں اپنے مدرسے کا نام تک نہیں لیتا، کسی مسجد کے منبر پر کسی جلسے میں میں نے اپنے مدرسے کا نام نہیں لیا کہ کہیں ان کے دلوں میں یہ وسوسہ نہ آجائے کہ اچھا! آمدم برسر مطلب۔ میں نے کہا کہ یہ اللہ کی محبت ہے، اگر بالفرض میرے پاس مدرسہ کی عمارت بھی نہ ہو اور خانقاہ کی بھی نہ ہو، ان شاء اللہ اختر جنگل میں بھی بیٹھ جائے تو دیکھنا وہاں کیا عالم ہوگا، اور لوگوں نے دیکھ ہی لیا جنگل میں، بتاؤ! جب میں تالاب و دریا کے کنارے اور جنگل گیا تو کیا ایک مخلوق، جم غفیر وہاں نہیں پہنچی؟

اگر عزتِ نفس اور عظمتِ دین سے کام نہ ہو تو ہرگز کام مت کرو، ہم اس کے مکلف نہیں ہیں، ہم جھونپڑی میں اللہ کی محبت سکھائیں گے، آسمان کے نیچے سکھائیں گے، درخت کے نیچے سکھائیں گے، جنگل اور پہاڑوں کے درمیان دین سکھائیں گے۔ الحمدللہ! کوئی یہ بات ثابت نہیں کرسکتا کہ اختر یا اس کی اولاد کسی کی دکان پر گئے ہوں، کام ہو رہا ہے یا نہیں؟ یہ میں نے شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے سیکھا ہے۔ آج ہمارے شیخ کی مسجد پھولپور میں نور میں ڈوبی ہوئی ہے جہاں کئی کئی گھنٹے روزانہ، کبھی پانچ کبھی دس پارے، قصیدہ بردہ مکمل، مناجاتِ مقبول کی تمام منزلیں میرے شیخ زبانی روزانہ پڑھا کرتے تھے۔ تہجد کے بعد بارہ ہزار مرتبہ اللہ اللہ کرتے تھے۔ تہجد عموماً اس حصے میں پڑھتے تھے جس پر چھت نہیں تھی، مسجد کے ایک حصے پر چھت ڈالی تھی، وہیں نماز پڑھتے تھے، دوسرے حصے میں چھت نہیں تھی۔ پوری زندگی اسی طرح گزار دی اور اس ہی حالت میں پاکستان ہجرت کرلی مگر کبھی کسی سیٹھ، کسی نواب سے نہیں کہا کہ یہ چھت ڈالنی ہے۔ اپنی زندگی میں میں نے دیکھا کہ بڑے بڑے نوابوں نے حضرت کو بلایا، ریاست رامپور کے ہوں یا نواب چھتاری ہوں، لنگی پہننے والے کے سامنے کانپتے رہتے تھے۔ اسی درویشی میں زندگی ایسے ہی گزار دی مگر واہ رے شیخ! عجیب وغریب حالات تھے۔ یہاں تک کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو کہنا پڑا:

''اے پھولپور والو! مولانا کے مدرسے کو چندہ دو۔ ان کا نام عبدالغنی ہے۔ یہ کسی سے نہیں کہیں گے کہ چندہ لاؤ۔ لیکن یاد رکھو کہ تم لوگوں نے چندہ نہ دیا تو تمہاری گردن قیامت کے دن پکڑی جائے گی۔''

جب میری خانقاہ تعمیر ہوئی تو چھ سال تک مجھ پر قرضہ تھا، میں نے ایک دفعہ حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ سے دعا کے لئے عرض کیا کہ حضرت! دعا فرما دیجئے کہ میرا قرضہ ادا ہوجائے۔ حضرت نے جواب لکھا کہ دعا کرتا ہوں۔ دوسری دفعہ لکھا تو وہاں سے بڑا اکڑوا جواب آیا ''آئندہ سے خبردار! اب مت لکھنا۔ دعا کے لئے بھی مت لکھنا۔'' میں حیران رہ گیا۔ یہ عجیب جلالی شیخ ہے، لیکن معلوم ہوا کہ واقعی شیخ کو بار بار نہیں کہنا چاہیے۔ اس میں ایک قسم کا جملہ انشائیہ پوشیدہ ہے، اس میں دوسرا رخ بھی ہے کہ شیخ کو مجبور کیا جارہا ہے کہ اتنا پریس کرو شیخ کو (دباؤ) کہ وہ کسی پریس والے کے پاس جائے کہ چھاپو نوٹ۔ تو میرے کان کھڑے ہوگئے، اس دن سے آج کا دن میں نے کبھی مالیاتی معاملے میں دعا بھی نہیں کروائی لیکن دیکھ لو! سندھ بلوچ میں خانقاہ، مدرسہ کے لئے زمینیں کتنی خرید رہا ہوں۔

حضرت ہردوئی یہاں کراچی تشریف لائے تو بھی عرض نہیں کیا کہ فلاں زمین بہت اہم ہے اس کے لئے میرے پیسے کا انتظام ہوجائے۔ میں نے سوچا کہ ایک دفعہ دعا کی درخواست کرکے چکھ چکا مزہ! اس معاملے میں شیخ کو استعمال کرنا صحیح نہیں، یہ اس کی قدر و منزلت ہے۔ اگر کسی کے پاس ایک کروڑ کا موتی ہے تو اس سے ادنیٰ چیزیں مت مانگو۔ اپنے شیخ کو، بڑوں کو مجبور مت کرو کہ جس کی وجہ سے ان کی زبان تمہاری محبت میں مغلوب ہوکر کسی سے کھل نہ جائے،

اس سے بہتر ہے کہ مدرسہ کم کردو، جھونپڑی میں رہ پڑو۔ میرے شیخ نے بھی ایک جھونپڑی بنائی تھی۔ جس میں بانس لگے ہوئے تھے اور چھت پھونس کی تھی، اس میں بیٹھ کر پانچ پانچ پارے تلاوت کرتے تھے۔ شیروانی پہنے کوئی ہو یا نواب ہو، آؤ اسی جھونپڑی کے نیچے بیٹھو اور عبدالغنی سے دین سیکھو۔

میں نے ایک محدث کے لئے ایک رئیس سے کہا کہ ''یہ میرے شیخ سے بیعت ہیں، میرے پیر بھائی ہیں، آپ اس محدث کے مدرسے میں جا کر خود چندہ دے دیں، انھوں نے مجھے بتایا ہے کہ میں مقروض ہوں'' تو میں نے سفارش کردی۔ اس رئیس نے کہا کہ محدث صاحب سے کہئے گا کہ وہ آکر میرے گھر سے پیسے لے لیں۔ میں نے کہا کہ آپ گھر کیوں بلا رہے ہیں؟ کیا اس میں دین کی عظمت ہے؟ کہا نہیں! وہ خود آتے ہیں ہر مہینہ رسید بک لے کر........ تو آپ ہی بتاؤ یہ کیا ہے؟ بس ہم کچھ نہیں کہتے ہیں۔ جن کے نزدیک جائز ہو وہ جانیں۔ مگر اختر نے جو سیکھا ہے اپنے بزرگوں سے اسی پر عمل کرے گا۔

جو لوگ میرے مزاج سے واقف ہیں، جو میرے ساتھ سفر میں رہے ہیں، افسوس یہ کہ میرے مزاج کی رعایت نہیں کرتے، میرے مزاج کے خلاف کوئی بات ایسی کان میں مت ڈالو کہ جس سے میں پھر تمہاری محبت میں مجبور ہو کر لوگوں کو توجہ دلاؤں، وہ میری غیرت اور میرے دینی مزاج کے خلاف ہے۔ آپ بتاؤ! سندھ بلوچ سوسائٹی میں ڈیڑھ سال تک زمین کے اوپر، کھلے آسمان کے نیچے میں نے عبادت کی ہے یا نہیں اور خانقاہ اور تصوف سکھایا کہ نہیں؟ مگر میں نے کوئی اعلان نہیں کیا۔ میں نے اپنے بزرگوں سے یہی سیکھا ہے کہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے دین کی خدمت کے لئے مامور فرمایا، وہ زبان سے بہت محتاط رہیں۔ چاہے کتنا ہی خاص ہو، اخص الخواص ہی کیوں نہ ہو، اس کے قلب سے بھی اس کی عظمت پھر ختم ہو جاتی ہے۔

عظمتِ دین اور عزتِ نفس۔ دو لفظ میں نے علماء کو بتایا عزتِ نفس اور عظمتِ دین سے کام کرو دو لفظ یاد کرلو، نوٹ کرلو ڈائری میں۔ خاص سے خاص ہو، اسے بھی نہ کہو، تجربہ یہی ہے کہ تم اگر مستغنی رہو تو دوسرے دردِ دل کی بات سنتے ہیں۔ کیا بڑا مدرسہ بنانا کوئی ضروری ہے؟ ہم نہیں بڑا مدرسہ بنائیں گے مگر ہم اپنے دردِ دل کو کیوں مٹی کریں۔ ان شاء اللہ جس کو سو دفعہ غرض ہوگی ہم اسے دین سکھائیں گے، باقی جو اس کام کو کرتے ہیں ان پر میرا کوئی اعتراض نہیں ہے کیونکہ ہر شخص کے اپنے حالات ہیں۔ لہٰذا ہم علماء کی عظمتوں کو علی الراس والعین رکھتے ہیں۔ سارے علماء کی عظمت اور مدارس کا وجود بہت ضروری ہے۔ لیکن ہم کو جو تعلیم دی گئی، میں اپنی تعلیم پیش کر رہا ہوں۔ جس کو اس تعلیم سے مناسبت نہ وہ میری تعلیم کو چھوڑ کر دوسرے طبقے سے تعلق کرلے۔ میں نے جو سبق اپنے مشائخ سے لیا ہے وہ یہی لیا ہے۔

ساری دنیا، پوری کائنات مچھر کے پر کے برابر ہوجاتی تو خدا کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی بھی نہ پلاتا۔ آج مچھر کا پر مجھ سے مانگ رہے ہو۔ میرے ساتھ سفر کرکے دیکھو کہ دریاؤں کے کنارے، تالابوں کے کنارے، درختوں کے جھرمٹ میں، صحراؤں میں اور پہاڑوں کے دامنوں میں کیا مزہ آتا ہے۔ میرے دردِ دل کو غنیمت جان لو۔ مجھے اس سے ادوَن چیزوں پر مت مجبور کرو کیونکہ میں عزتِ نفس اور عظمتِ دین پر عمل کرتا ہوں، جنوبی افریقہ کے علماء کو یہی دو لفظ سکھایا کہ عزتِ نفس اور عظمتِ دین کیساتھ جتنا کام کرسکو کرو ورنہ کام نہیں کرو۔ مولانا مظہر میاں سے بھی میں نے کہا ہے کہ مدرسہ اتنا چلاؤ جتنا عزتِ نفس اور عظمتِ دین سے چلاسکو۔ بابا سے یہ توقع نہ رکھنا کہ تم جب کہو کہ آج کل مقروض ہوگیا ہوں اور باپ سب مریدوں کی جیب تلاش کرے گا۔ اللہ کے لئے اس مضمون سے مجھے دور رکھو کیونکہ مجھے اللہ تعالیٰ نے ایسا درد بخشا ہے کہ سارے عالم میں جہاں بھی جارہا ہوں اس وقت ساری دنیا میرے درد کی خریدار ہے۔

کئی برس سے میں جنوبی افریقہ جارہا ہوں، کتنے بڑے بڑے جلسے ہوتے ہیں، کبھی میں نے نہیں بتایا کہ میرا ایک مدرسہ بھی ہے۔ یہ میں نے سیکھا شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ سے۔ نتیجہ یہی ہے کہ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قیامت تک نام روشن رہے گا۔ اگر مالداروں کی خوشامد کرتا تو لیبل ختم ہوجاتا۔ اگر کسی سے مدرسہ نہ چل سکے تو استعفیٰ دے دو۔ صاحبِ باطن کو بہت زیادہ حساس رہنا چاہیے ورنہ جنوبی افریقہ میں بڑے بڑے اہلِ مدارس جاتے ہیں۔ اس لئے تمام حضرات سے بہت ہی مؤدبانہ گزارش ہے، اللہ کے نام پر، اللہ کے لئے مجھ سے مالیاتی گفتگو مت کرو کہ میرے لئے اتنا انتظام کردو۔ جو میں نے زندگی بھر اللہ کی محبت سیکھی، یہ مجھ سے سیکھنا ہے تو میرے ساتھ رہو ورنہ مجھے متروکِ عنادل قرار دے دو۔ پھول مرجھا جاتے ہیں تو سارے بلبل بھاگ جاتے ہیں، ان کا نام متروکِ عنادل ہے۔ مجھے متروکِ عنادل قرار دے دو......!! لیکن جو بات میں نے اپنے بزرگوں سے سیکھی وہی سکھاؤں گا۔ یہ میراث حاصل کرو جو اختر نے اپنے بزرگوں سے پائی ہے۔

مجھے افریقہ میں میرے پیر بھائیوں نے کہا کہ آپ چندہ نہ کیجئے، ہم آپ کے لئے کرتے ہیں۔ میں نے کہا ہرگز اجازت نہیں ہے، اگر آپ نے کسی سے کہا تو وہ کہیں گے کہ اختر خود تو کچھ نہیں کہتا، منبر پر اللہ کی محبت کا درد سکھا رہا ہے لیکن اس کے ایجنٹ (Agent) گھوم رہے ہیں جو مال گھسیٹ رہے ہیں۔ پھر انہوں نے کہا کہ تمہارے جانے کے بعد ہم چندہ کرکے وہیں کراچی بھیج دیں گے۔ میں نے کہا کہ میرے جانے کے بعد بھی چندہ نہ کرنا، جانے کے بعد اگر تم کہو گے کہ فلاں جو آئے تھے، ان کے مدرسے کے لئے چندہ دو تو لوگ یہ سمجھیں گے کہ اس مرغے نے اپنا ککڑوں کوں سنایا مگر مرغیاں چھوڑ گیا ہے جو کٹ کٹ کٹاک کررہی ہیں اور ہر طرف کٹ کٹ کٹاک کرکے اسٹاک جمع کررہی ہیں۔

یہ میرا کمال نہیں ہے، یہ شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ کا کمال ہے، انھوں نے اپنی آہ وفغاں کے سوا کبھی کسی سے اس قسم کی گفتگو نہیں کی لیکن اللہ نے ان کی عزت رکھی۔ اللہ کی رحمت سے مدرسہ چلتا رہا اگر چہ غریب تھا مگر اس غریبی سے جو لوگ پیدا ہوئے اور جو نور عطا ہوا کیا کہنے۔ اب آج کل اسی بیت العلوم میں ناشتے بہت مل رہے ہیں مگر مجھے میرے مالک نے مدرسے میں بے ناشتہ رکھا، ہم اسی میں خوش تھے۔ میرا ناشتہ مناجاتِ مقبول، نمازِ اشراق اور میرے شیخ کا بتایا ہوا اللہ اللہ ایک ہزار مرتبہ کرنا بس یہ میرا ناشتہ تھا۔ ایک قطرہ چائے کوئی نہیں دیتا تھا، باسی روٹی بھی کوئی دینے کے لئے تیار نہیں تھا لیکن اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ پورے مدرسے میں مجھے تجلیات و انوارات حضرت شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ کے نظر آتے تھے۔ مولانا سجاد صاحب نے تقریر میں میرے لئے وہاں کہا: ''یہ وہ طالب علم ہے جس نے کبھی کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلائے۔'' لیکن میں آج اس تربیت پر اور ان مجاہدات پر شکر ادا کرتا ہوں کہ اے میرے پالنے والے اللہ! تیری ادائے محبوبیت پر اختر فدا ہے۔ جوانی میں مال و دولت آجائے اور شہوات اور نفسانیت کی طغیانی ہو تو کیا ہوگا؟

چندہ کے اصول

ارشاد فرمایا کہ بعض جگہ دعوت کے لئے یا مسجدوں میں مٹھائی باٹنے کے لئے یا مسجد و مدرسہ کی تعمیر کے لئے کسی بھی خیر کے کام کے لئے چندہ کیا جاتا ہے، چندہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کیا ہے مگر چندہ لینے کے بھی کچھ اصول ہیں۔ جب کسی سے زبردستی کہا جائے گا تو وہ مجبوراً چندہ دے گا جو قبول نہیں ہے اور جبری چندہ ہوگا۔ جب کچھ لوگ پیسہ دیں گے تو جو نہیں دیں گے، ان کو شرمندگی ہوگی، اس لئے وہ دیکھا دیکھی دل پر بوجھ رکھ کر دیں گے۔ یہ طریقہ صحیح نہیں، صرف نیک کام کی اطلاع دے دو، کسی کے پیچھے مت پڑو۔ اور اگر کبھی مجبوری میں چندہ لینا ہی پڑے تو ایک تھیلا لے لو اور وہ تھیلا سب کے پاس گھمایا جائے۔ جس کو نہ دینا ہو وہ بھی بند مٹھی تھیلے میں ڈالے اور جب تھیلے سے باہر نکالے تو مٹھی کھلی ہوئی ہو۔ یہ اس لئے ہے کہ ایسا نہ ہو کہ دینے کے بجائے کچھ نکال لے جائے، اس میں کسی کی عزت مجروح نہیں ہوتی اور نہ دل دُکھتا ہے۔ جیب میں ہاتھ ڈال کر مٹھی بند نکالو اور تھیلے میں ہاتھ ڈال کر مٹھی کھول کر نکال دو۔

ہدیہ سے متعلق نصیحت

ارشاد فرمایا کہ ہمارے بزرگوں نے کچھ اصول بتائے ہیں کہ جو لوگ سفر پر شیخ کے ساتھ چلیں تو کسی کا ہدیہ قبول نہ کریں جب تک اپنے دینی مربی سے اجازت نہ لے لیں۔ جو بھی میرے ساتھ چل رہا ہے وہ مجھ سے اس کی اجازت لے کہ آپ کے ساتھیوں کو ہدیہ دینا چاہتا ہوں اور اس کے بعد جو لینے والا ہے وہ بھی اجازت لے۔ میری

اجازت کے بغیر نہ کوئی ہدیہ دے نہ لے۔ حضرت شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ مجھے اٹھارہ برس کی عمر میں اپنے ساتھ ایک جج صاحب کے ہاں لے گئے اور فرمایا کہ میں یہاں مہمان ہوں۔ میں نے عرض کیا کہ آپ یہاں مہمان ہیں، میں تو مہمان نہیں ہوں، میں ہوٹل میں کھانا کھا کر آتا ہوں۔ میں نے کہا کہ میں نے شیخ سے اللہ کے لئے تعلق کیا ہے، دنیا کے مال اور دستر خوان پر مرغ اڑانے کے لئے نہیں کیا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اچھا ٹھہر جاؤ! حضرت نے میزبان کے کان میں کچھ بات کہی، فوراً ہی جج صاحب آ گئے۔ حضرت نے انہیں سکھایا کہ ان مولوی صاحب کی دعوت کرو۔ منصف جلیل صاحب، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مجازِ صحبت تھے، انہوں نے مجھ سے بڑی لجاجت سے کہا کہ آپ میری دعوت قبول کر لیجیے۔ میں نے کہا کہ میں آپ کی دعوت ہرگز قبول نہیں کر سکتا ہوں جب تک میں اپنے شیخ سے اجازت نہ لے لوں۔ بس طریق کی عظمت یہی ہے۔ میرے شیخ نے کہا: ''شاباش، آپ کو ایسا ہی کرنا چاہیے تھا۔'' مجھے شاباشی دی۔ حالانکہ پہلی ملاقات تھی اور میری عمر بھی صرف اٹھارہ برس تھی لیکن شیخ کو وجد آ گیا۔

اگر آپ کو بھی کوئی دعوت دے یا ہدیہ دے تو میرے جتنے ساتھی ہیں وہ مجھ سے اجازت لیں کہ میں قبول کروں یا نہ کروں؟ اور مقامی حضرات بھی اجازت لیں کہ میں ہدیہ دینا چاہتا ہوں کیونکہ طریق وسلوک کی عظمت بڑی چیز ہے۔ لَا یَنۡۢبَغِیۡ لِلۡمُؤۡمِنِ اَنۡ یُّذِلَّ نَفۡسَہٗ مومن کے لئے جائز نہیں کہ اپنے نفس کو کسی طرح سے ذلیل کرے۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ پیوند لگا کپڑا پہن کر سفر پر جا رہے تھے۔ پیرانی صاحبہ نے فرمایا کہ اس سنت کا یہ موقع نہیں ہے کیونکہ سفر میں مریدین دیکھیں گے کہ میرے شیخ کے پاس پیوند لگے کپڑے ہیں تو ایک قسم کا سوال ہو جائے گا۔ یہ سن کر حضرت وجد میں آ گئے کہ اللہ تعالیٰ نے کیا سمجھدار بیوی دی ہے۔ کسی شیخ اور عالم کے لئے جائز نہیں ہے کہ کسی دکان پر یوں کہے کہ ''یہ چیز کیا بھاؤ ہے؟ ماشاء اللہ! کپڑا بہت اچھا ہے'' نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ دکاندار بے چارہ معتقد تھا، کہا حضرت! قبول کر لیجیے۔ انہوں نے بھی پھر اتنا قبول کیا کہ اس کی ساری دکان ہی خالی ہو گئی۔ پھر شیخ صاحب سارا مال اپنے خادم پر لاد کر چلے گئے۔ دکاندار بے چارہ رونے لگا کہ شیخ میری دکان کی جان نکال کر لے گیا۔

اس لئے جہاں تک ہو سکے مارکیٹ مت جاؤ۔ کون سی ایسی چیز ہے جو پاکستان میں نہ ملتی ہو، بال بچوں کی محبت میں دین کی عظمت کو نقصان مت پہنچاؤ۔ مال و اولاد قبر میں کچھ کام نہیں آئیں گے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پیٹ پر پتھر باندھ کر زندگی گزار لی جبکہ ہمیں اللہ نے کیا کچھ نہیں دیا۔ پہننے کو کپڑے دیے، کھانے کو خوب اچھا دیا۔ جتنی رقم جیب میں ہو اس کی گنجائش کے لحاظ سے سودا خریدو۔ کوئی کہے کہ ضرور لے لیجیے تو ہرگز مت لو کیونکہ یہ بھی ایک قسم کا سوال ہے، میزبان دیکھتا ہے یا مرید دیکھتا ہے کہ مہمان کو یا پیر کو کوئی چیز پسند تھی، پیسوں کی کمی سے نہیں لے رہے ہیں تو کیوں رحم کی بھیک مانگیں، ہم ایسا سودا ہی نہیں لیتے۔

دوستو! یہ عرض کرتا ہوں جہاں تک ہوا اپنے بزرگوں کے طریقے پر چلو۔ بس مجھ سے اگر نیک گمان ہے تو ہمارے ساتھ رہو، میری باتوں پر عمل کرو اور اگر ہماری باتیں زیادہ معیاری معلوم نہ ہوں تو کسی دوسرے مربی سے تعلق کرلو۔ جو لوگ میرے ساتھ سفر کرتے ہیں تو میں ان سے یہ عرض کرتا ہوں کہ اختر نے ایک دو برس بزرگوں کے ساتھ نہیں گزارے، ایک عمر گزاری ہے، بالغ ہوتے ہی بزرگوں کا دامن پکڑا یہاں تک کہ میرے بال سفید ہوگئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حدیث کو دیکھیں کسی قسم کا سوال ہو، سوال کی صورت ہو یا حقیقتِ سوال ہو، لَا بَارَكَ اللّٰهُ لَهٗ فِيْهِ اللہ اس میں برکت نہ دے۔ اللہ کے نبی کی بددعا والی چیز کو مت قبول کرو۔ آپ بتاؤ کہ اگر نبی کی بددعا لگ جائے تو ہمارا کیا حال ہوگا؟ ایسے عیش پر لعنت بھیجو، کتنی ہی اچھی چیز ہو جو اللہ نے ہم کو دیا ہے اس کی حدود میں رہو۔ بس ان شاء اللہ اس کا پھر نور دیکھو۔ مولانا حسین بھیات صاحب میرے بچپن کے پالے ہوئے ہیں، چھوٹے تھے جب نیوٹاؤن میں پڑھ رہے تھے۔ میں نے ان کو اس طرح پالا ہے کہ یہ چھٹیوں میں میرے پاس باپ سمجھ کر رہتے تھے۔ انہیں مجھ سے کیسی محبت ہے لیکن ان سے پوچھ لو میں ان سے کوئی فرمائش نہیں کرتا کہ مجھے یہ لادو، وہ لادو حالانکہ میں کہوں گا تو ان کو خوشی بھی ہوگی لیکن میرا دل نہیں چاہتا اور یہ آج کی بات نہیں جبکہ ہم کو ہدیے ملتے ہیں، میں بالکل غریب تھا، اس وقت کا حال بتاتا ہوں۔

ایک بہت بڑے رئیس حبیب الحسن شروانی صاحب تھے، میر صاحب نے ان کو دیکھا ہے۔ ان کے پاس بڑے گھوڑے، پستولیں، بندوقیں بھی تھیں، بڑے رئیس تھے اور میرے شیخ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ بھی تھے۔ میں اس کے بالکل برعکس پیٹ کی روٹی اور جسم کے کپڑے پر شیخ کے ساتھ رہتا تھا۔ ایک دفعہ ہم پانچ آدمی ہندوستان سے کراچی آئے۔ حضرت شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم، نواب حبیب الحسن خان شروانی صاحب، حافظ عبدالولی صاحب بہرائچی رحمۃ اللہ علیہ اور اختر۔ نواب صاحب نے چائے تیار کی اور مجھ سے کہا کہ آپ چائے کی پیالیاں دھولیجیے۔ میں نے نواب صاحب سے کہا ''میں آپ کی چائے پی کر پچھتارہا ہوں، آئندہ میں آپ کی چائے نہیں پیوں گا، میں غریب تو ہوں لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے علم کی دولت دی ہے، میں اپنے نفس کو ذلیل نہیں کرسکتا۔ چائے کی پیالی آپ خود دھولیجیے، آپ ایک پیالی چائے پلا کر مجھے اپنا خادم بنانا چاہتے ہیں'' اتنا سننا تھا کہ نواب صاحب نے فوراً اپنی ٹوپی اتاردی اور کہا جتنے جوتے میرے سر پر لگانے ہیں لگایئے مگر خدا کے لئے مجھے معاف کردیں۔ رونے لگے کہ یہ الفاظ میرے منہ سے کیسے نکل گئے!

شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ کبھی میزبان کے ساتھ بازار مت جاؤ، اگر جاؤ تو پیسہ ساتھ رکھو، اپنے پیسے سے خریدو ورنہ بازار جانا ہی بھیک مانگنا ہے، بغیر پیسہ جیب میں لئے مہمان کا مارکیٹ جانا یہ خود سوال ہے یا

پھر مہمان بہت اصول کا پکا ہو، کسی طرح میز بان کا پیسہ قبول نہ کرے کہ ہم اپنے پیسوں سے خریدیں گے۔ بتاؤ! کتنا پیارا اصول ہے۔

مولوی شبیر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے سگے بھتیجے تھے، خانقاہ تھانہ بھون کے مہتمم اور حضرت کی کتابوں کو چھپوانے کا سارا کام ان کے ذمہ تھا۔ انہوں نے حضرت کی کتاب چھاپنے کے لئے حضرت کے ایک مرید سے کچھ قرضہ لے لیا، بعد میں حضرت کو پتا چلا۔ حضرت نے بلا کر فرمایا کہ آپ نے جو قرضہ لیا، کیا آپ نے مجھ سے پوچھا تھا؟ میری اجازت کے بغیر میرے مریدوں سے آپ نے کیوں مالی فائدہ اٹھایا؟ سب واپس کرو۔ جب لوگ خانقاہ آئیں گے تو کہیں گے کہ بھئی! یہاں تو جیب کو کافی خطرہ ہے، دیکھو! ان کا بھتیجا ایسا کرتا ہے۔

دوستو! پیٹ پر پتھر باندھ لو، صحابہ رضی اللہ عنہم نے پیٹ پر پتھر باندھے، نعمتیں کم کھائیں مگر نعمتوں کا شکریہ زیادہ ادا کیا۔ ہم نعمتیں زیادہ کھا رہے ہیں اور نعمتوں کا شکریہ ہمارا کم ہے۔ اس لئے عرض کرتا ہوں کہ چاہے سوکھی روٹی کھالو، مگر عزتِ نفس کے ساتھ رہو، کسی سے فرمائش نہ کرو کہ مجھے یہ چیز لادو، وہ چیز لادو۔ ہاں! بعضے تعلقات مستثنیٰ ہوتے ہیں۔ اس معاملے میں شیخ کی نقل مت کرو۔ اگر کوئی اللہ والا شیخ کسی سے کوئی فرمائش کر دے تو اس کی نیت دوسری ہوتی ہے کہ مرید کا دل خوش ہو جائے یا یہ معمولی سا معاملہ ہے، اس کی کیا کیا نیت ہوتی ہے۔ شیخ کی ریا مرید کے اخلاص سے افضل ہے۔ اس پر تمام اکابر کا اجماع ہے۔ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر شیخ دکھاوا بھی کر دے، تو شیخ کا یہ ریا مرید کے اخلاص سے افضل ہے۔

اس لئے کوئی میری اجازت کے بغیر کسی سے کچھ نہ لے اور کوئی میری اجازت کے بغیر میرے ساتھیوں کو ہدیہ بھی نہ دے ورنہ پھر عام جعلی پیروں میں اور ہم لوگوں میں کیا فرق رہے گا؟ اگر چھپ چھپ کر مانگتے کھاتے رہے تو ایسے ماحول میں خود چیلے سیکریٹری بن جاتے ہیں۔ اب میر صاحب قریب رہتے ہیں تو طریق کے خلاف چپکے چپکے تعویذات وغیرہ کے پیسے لینا شروع کر دیں یا کسی کو کہیں کہ میں شیخ کا مقرب ہوں، تمہارے لئے حضرت سے خاص دعا کروادوں گا، لاؤ! مجھے کچھ ہدیہ دو۔ اس طرح چیلے گرو کو بھی بدنام کر دیتے ہیں اور اللہ کا راستہ بھی بدنام ہو جاتا ہے۔

دوستو! بہت معظم راستہ ہے۔ جتنا عظیم الشان اللہ ہے اتنا ہی اس کا راستہ عظیم الشان ہے اور راستے کے رہبر عظیم الشان ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اللہ تعالیٰ کی عظمت کے حقوق کی ادائیگی کی توفیق دے۔ اللہ تعالیٰ ہماری نالائقیوں کو معاف فرمائے۔ میں اپنی کوتاہی کو بھی کہتا ہوں کہ اے خدا! اپنی رحمت سے اختر کو بھی کوئی کام ایسا نہ کرنے دے جس سے آپ کے دین کی عظمت کو ایک ذرہ نقصان پہنچ جائے، جو آپ نے ہمیں دنیا دی ہے، اس پر ہمیں قناعت نصیب فرما اور اے خدا اَللّٰهُمَّ قَنِّعْنِیْ بِمَا رَزَقْتَنِیْ یہ حدیث کی دعا ہے۔ جو آپ نے ہم کو دیا اے اللہ!

اسی پر ہم کو قناعت نصیب فرما۔ بس دستِ مولا سے جو ہم پا جائیں وہی ہماری چیز مبارک ہے۔ بندوں سے ہرگز اپنی حاجت کو مت ظاہر کرو مگر یہ کہ اپنے پاس پیسے ہوں، خریداری کرو تو اپنی جیب سے پیسہ دو ورنہ صبر کرو۔ جتنا اللہ نے دیا ہے اسی کی حدود میں رہو۔

سلامتی اس میں ہے کہ کسی سے ایک فرمائش بھی مت کرو، ہم چاہتے ہیں کہ یہ احساس بھی کسی کو نہ ہو کہ ہمارے چیلے فرمائشیں کرتے ہیں۔ ایسا کرنے سے دین کو نقصان پہنچتا ہے۔ اللہ کا مل جانا ہی کیا کم ہے! میں کہتا ہوں اگر ایک ہی سفر میں ہمیں اللہ مل جائے اور دردِ دل مل جائے اور اللہ والی حیات مل جائے تو بادشاہت سے بڑھ کر ہے۔ میرے ساتھیوں کو یہ یقین کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں سلطنت دے رہا ہے بلکہ سلطنت اور تخت و تاج سے افضل چیز اللہ کی محبت ہے۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق دے، قبول فرمائے اور ہم سب کو اخلاص عطا فرمائے۔

احقر راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ جنوبی افریقہ میں ڈربن کا سفر ہوا، احقر حضرت والا کے گرم کپڑے ساتھ رکھتا تھا چاہے گرمی کا موسم ہو کیونکہ کبھی اچانک شہر بدلنے سے موسم بدل جاتا تھا، ٹھنڈک ہو جاتی تھی اور ڈربن کے لئے یہ مشہور تھا کہ وہاں اچانک سردی ہو جاتی ہے۔ حضرت والا نے منع فرما دیا کہ خبردار! کوئی گرم کپڑا ساتھ مت رکھنا، خواہ مخواہ سامان کا وزن بڑھتا ہے۔ اب اتفاق یہ ہوا کہ وہاں ڈربن جانے کے بعد بارش ہو گئی اور موسم تبدیل ہو کر سرد ہو گیا۔ حضرت والا کو ویسے بھی سردی زیادہ لگتی تھی کیونکہ پھیپھڑے کمزور تھے، آخر میں بھی پھیپھڑوں کا عارضہ ہی وجہِ رحلت بنا۔ رات تو گذر گئی پھر حضرت والا نے فرمایا کہ ایسے گذارا مشکل ہے، کوئی گرم سوئیٹر خرید لیتے ہیں۔ ہمارے ساتھ ایک مقامی صاحب تھے جو رات کو بیان میں بھی تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ آپ جہاں بیان کے لئے تشریف لے جا رہے ہیں تو راستے ہی میں میری دکان ہے، وہاں سے لے لیں۔ ان کی دکان پر ہم پہنچے، مولانا سلیمان گھانچی بھی ساتھ تھے، حضرت والا نے ایک سوئیٹر پسند فرمایا جو کافی قیمتی تھا۔ حضرت والا نے قیمت کا معلوم کیا تو اس نے کہا کہ حضرت! میں قیمت تو نہیں لوں گا تو حضرت والا نے فرمایا کہ پھر میں بھی یہ سوئیٹر نہیں لوں گا۔ اس نے کہا کہ حضرت! مجھے آپ سے دلی محبت ہے آپ اس کو پہنیں گے، مجھے خوشی ہوگی، رات کو میں نے آپ کا وعظ بھی سنا ہے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ ہدیہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ آپ کے دل میں ڈالے پھر آپ بغیر سوال کے مجھے دیتے لیکن یہ تو میں نے فرمائش کی ہے، یہ ہدیہ نہیں ہے۔ پھر انھوں نے بہت منت کی لیکن حضرت والا نے منع فرما دیا اور اس کو پوری رقم ادا کی۔ جب وہاں سے واپس ہونے لگے تو دکان کے باہر آ کر مولانا سلیمان گھانچی مسکرانے لگے تو حضرت نے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ انھوں نے کہا کہ ہندوستان سے ایک عالم اس کی دکان پر آئے تھے، بے چارے بہت سادے تھے، انہیں بھی اس دکاندار نے یہی کہا تھا کہ آپ میری خوشی کے لئے کچھ پسند فرمالیں تو جب وہ خوب

اچھا اچھا مال سمیٹ کر چلے گئے تو اس نے افسوس کرتے ہوئے کہا کہ ہائے! میری دکان کی جان نکال کر لے گیا۔ پھر یہی دکانداران کو برا بھلا کہنے لگا حالانکہ خود ہی ہدیہ دینے کے لئے پیشکش کی تھی۔ حضرت والا نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ اپنے بزرگوں کے طریقے میں فلاح ہی فلاح ہے، جس نے اپنے بزرگوں کا طریقہ چھوڑا اس کو یہ فضیحت اٹھانی پڑتی ہے۔

نافرمان اولاد کے بارے میں نصیحت

ارشاد فرمایا کہ دعائے قنوت میں ہے **وَ نَتْرُكُ مَنْ یَّفْجُرُكَ** یعنی اے اللہ! ہم چھوڑتے ہیں ان کو جو تیری نافرمانی کرتے ہیں۔ وتر کی تیسری رکعت میں دعائے قنوت سب پڑھتے ہیں، اس کا ترجمہ پڑھ کر کتنے لوگوں نے اپنے بے نمازی بیٹوں کو گھر سے نکال دیا اور وہ ہیروئن پی کر اور برباد ہوگئے۔ یاد رکھئے! اس حدیث کا یہ ترجمہ ہرگز نہیں ہے جو آپ کتابوں میں دیکھتے ہیں۔ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہاں نافرمانی سے مراد اعتقادی نافرمانی ہے، فجور سے مراد فجورِ اعتقادی ہے کہ کسی کا عقیدہ کافرانہ ہوجائے، مذہب تبدیل کرلے، ہندو ہوجائے، عیسائی ہوجائے، یہودی ہوجائے، قادیانی ہوجائے۔ اس بات کو خوب سمجھ لیجیے، اور جب تک عقیدہ صحیح ہے، صرف نفس کی شرارت یا غفلت سے نماز نہیں پڑھتا تو اس کو گھر سے نکالنا واجب نہیں ہے۔

جس کا عقیدہ خراب ہوجائے اس سے ترکِ تعلق واجب ہے، یہ نہیں کہ بچوں نے نماز نہیں پڑھی یا کوئی اور غلطی کردی تو بس نکال دو، ایسا کرنے سے وہ اور زیادہ برباد ہوجائیں گے، ان کو سمیٹ کر رکھو جیسے مرغی اپنے بچوں کو رکھتی ہے۔ اپنے بچوں کو بزرگوں کے پاس لے جاؤ، دو دو رکعات نماز پڑھ کر اصلاحِ اولاد کے لئے دعائیں مانگو، انہیں بیانات میں لے جاؤ، پیسے کا لالچ دو، مٹھائی، رس گلے، گلاب جامن کھلا کر لے جاؤ یا واپسی میں یہ ارادہ کرو کہ دینی بیان ہورہا ہے، بعد میں آپ کو گرم گرم جلیبی کھلائیں گے، پہلے ان کو خوش کرو۔ اولاد کو بچپن سے ہی بیانات میں لایا کرو۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا جملہ کہتا ہوں کہ ہم آپ کی اولاد کو پینٹ شرٹ کا منع نہیں کریں گے اور نہ ہی داڑھی رکھنے کا کہیں گے، ان شاء اللہ نیک مجلسوں میں آنے کی برکت سے وہ خود ہی داڑھی رکھ لیں گے ورنہ کم از کم داڑھی والوں سے محبت تو ہو ہی جائے گی، یہ بھی کم نعمت نہیں ہے۔

احقر جامع کو جناب فیروز میمن صاحب نے اپنا ایک واقعہ سنایا کہ ''ایک حافظِ قرآن لڑکا میرے گھر پر رات کے بارہ بجے آیا، اس کی داڑھی کٹی ہوئی تھی اور چہرے پر زخموں کے نشانات تھے۔ پوچھا تو بتایا کہ میں نے داڑھی کاٹ لی تو میرے والد نے مجھے بے دردی سے مارا ہے۔ اب میں گھر سے بھاگ گیا ہوں اور کراچی شہر چھوڑنے کے لئے آپ سے اجازت لینے آیا ہوں۔ اس کو سمجھایا کہ حضرت والا نے فرمایا ہے کہ والد کی ڈانٹ اور مار کو

اپنے لئے دعا سمجھو، وہ ہمارے بھلے کے لئے ہمیں ڈانٹتے اور مارتے ہیں، آپ نے بھی تو گناہِ کبیرہ کیا ہے، نیک والد سے برداشت نہیں ہوا لیکن آپ ابھی گھر جاؤ، میں حضرت والا سے مشورہ کر کے کل آپ کے گھر آؤں گا۔ دوسرے دن میں حضرت والا سے دعائیں لے کر ان کے گھر گیا اور ان کے والد سے ملا، حضرت والا کی باتیں سنائیں اور بتایا کہ حضرت والا نے فرمایا ہے کہ نافرمان اولاد کو بھی محبت سے گلے لگا کر رکھو ورنہ وہ غیروں میں چلے جائیں گے، پھر وہ لوگ انہیں بڑے گناہوں میں، چوری ڈاکوں میں مبتلا کر دیں گے۔ اور حضرت والا نے فرمایا ہے کہ آپ کے بیٹے نے تو ایک گناہ کیا ہے، آپ دعا مانگیں، صلوٰۃ الحاجت پڑھیں، والدین کی دعا سیدھا اللہ تعالیٰ کے پاس جاتی ہے اور یہ سوچیں کہ داڑھی یعنی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا باغ کٹ گیا مگر کھیت تو سلامت ہے، اور بتایا کہ حضرت والا نے فرمایا ہے کہ یہ سوچو کہ حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا تو ایمان بھی نہیں لایا، آپ کے بیٹے نے تو کلمہ پڑھا ہوا ہے، کیوں مایوس ہوتے ہو؟ پھر ان شاء اللہ داڑھی آ جائے گی، آپ محبت دیں۔ اس کے کچھ عرصے بعد اس نوجوان نے دوبارہ داڑھی رکھ لی۔‘‘

مَردوں کو دوسری شادی نہ کرنے کی نصیحت

ارشاد فرمایا کہ ارے میاں! اس دنیا میں اللہ کے لئے آئے ہو، اللہ کی محبت سیکھو، اپنی جان کو زیادہ دنیا میں مت پھنساؤ۔ پندرہ بیس برس پہلے مجھے ڈھاکہ میں مفت میں شادی مل رہی تھی۔ مرید نے کہا کہ میں اپنی بیٹی کا بیاہ آپ سے کرنے کے لئے تیار ہوں۔ میں نے کہا کہ جب تم اپنی بیٹی مجھے بیاہ دو گے تو کچھ بچے بھی ہوں گے۔ جب میں درد بھرے دل سے تقریر کروں گا اور امت کے سامنے اللہ کی محبت کا درد بھرا دل پیش کروں گا تو تم فوراً مجھ سے کہو گے کہ آپ کا ایک برس کا بیٹا ٹائیفائیڈ میں مبتلا ہے، دست آ رہے ہیں، اس کو جلدی سے ڈاکٹر کے پاس لے چلئے۔

شریعت میں چار شادی کی اجازت ہے، حکم نہیں ہے اور یہ اجازت بھی مطلق نہیں، اس شرط سے مقید ہے کہ شوہر انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کمالِ ایمان اور تقویٰ کے ساتھ یہ شرط نازل ہوئی اور آج کل تو ایمان کا کیا حال ہے۔ اس لئے اس زمانے میں ایک ہی پر صبر ضروری ہے ورنہ دو شادی کر کے اگر دونوں میں برابری نہ کی تو سخت گنہگار ہوگا۔ پھر اس زمانے میں صحت اور قوت بھی کمزور ہے۔ اُس زمانے میں خون نکلوانا پڑتا تھا اور اب چڑھوانا پڑتا ہے۔ اور موجودہ زمانے میں جس نے بھی دو شادی کی دل کا چین وسکون غائب ہوا۔ لیلیٰ کی تعداد بڑھا کر مولیٰ کی یاد کے قابل نہ رہے۔ نظر کی حفاظت نہ کرنے کا یہ وبال ہے کہ ایک لیلیٰ پر صبر نہیں۔ دو بیویاں رکھنا اور ان میں برابری کرنا خصوصاً اس دورِ نفس پرستی اور ہوس انگیزی میں سخت دشوار بلکہ تقریباً ناممکن ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے بشرطِ مساوات اجازت دی ہے، حکم نہیں دیا کہ کئی کئی شادیاں کرو۔ پس اگر مساوات نہ کر سکے جس کا قوی امکان ہے تو اللہ تعالیٰ کا غضب مول لینا ہے۔

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے دوشادیاں کی تھیں۔ کسی نے حضرت سے عرض کیا کہ آپ نے مریدوں کے لئے دوشادیوں کا دروازہ کھول دیا، فرمایا کہ نہیں، میں نے دروازہ بند کردیا۔ دیکھو یہاں دروازہ پر ترازو لٹکی ہوئی ہے، کوئی پھل آتا ہے تو یہ نہیں کہ ترازو میں صرف برابروزن کرکے دونوں بیویوں کو دوں بلکہ مثلاً اگر دوتربوز ایک ہی وزن کے آئے تو ہر تربوز کو کاٹ کر آدھا آدھا کرکے دیتا ہوں کیونکہ اگر آدھا نہ کروں تو ڈر ہے کہ ایک کے پاس میٹھا چلا جائے اور دوسری کے پاس کم میٹھا جو خلافِ عدل ہے، اسی طرح اگر کپڑا دینا ہوتو دونوں کو بالکل ایک طرح کا دیتا ہوں اور کسی بیوی کے پاس اگر چھ گھنٹہ رہا ہوں تو دوسری کی باری پر چھ گھنٹہ گھڑی دیکھ کراس کے پاس رہتا ہوں۔ اتنا عدل کوئی کرسکتا ہے؟ اس عدل کے باوجود فرمایا کہ دوشادیاں کرنا آسان نہیں، دوشادیاں اتنی مشکل محسوس ہوئیں کہ بعض وقت خودکشی کا وسوسہ آ گیا۔

دوسری شادی سے بیوی بچوں کے جدا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے اور صرف اندیشہ ہی نہیں اس زمانے میں یہ جدائی یقینی ہے، زندگی تلخ ہوجاتی ہے، ہمارے سامنے بہت سے واقعات ہیں کہ جن بیویوں نے خوشی سے اجازت بھی دی مگر شادی کے بعد اپنی اولاد کے ساتھ شوہر کے خلاف محاذ قائم کردیا۔ اگر تمہارے دل میں کوئی عورت سمائی ہوئی نہیں ہے تو دوسری بیوی کی چاہت کا اتنا سخت تقاضا کیوں؟ جبکہ قضائے شہوت کا محل (بیوی) موجود ہے، نفس سے ہوشیار رہو، اس کے کید بہت باریک ہوتے ہیں۔

بیوی کے لئے ناک بھوں مت چڑھاؤ کہ ایسی ناک چپٹی ہے، اس کا رنگ کالا ہے، مجھے حسین بیوی ملنی چاہیے۔ ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ اسی کے پیٹ سے کوئی عالم، حافظ، ولی اللہ پیدا کردے جو قیامت کے دن تمہارے کام آئے، اس لئے ان کو حقیر مت سمجھو۔ صورت کو مت دیکھو، بعض وقت زمین کالی ہوتی ہے، مگر غلہ بہت بڑھیا نکلتا ہے۔ بعض وقت کالی کلوٹی عورت سے ولی اللہ پیدا ہوتے ہیں اور گوری چمڑی والیوں سے شیطان پیدا ہوتے ہیں، اس لئے بیویوں کو حقیر مت سمجھو، ان کے رنگ وروغن کو مت دیکھو۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بہت حسین تھے، مگر ان کی شادی ایسی عورت سے ہوئی جس پر حسن کا اطلاق ناممکن تھا۔ پہلے زمانے میں بچے اتنے شریف ہوتے تھے کہ ماں باپ جہاں رشتہ لگادیں وہ ماں باپ سے لڑتے نہیں تھے کہ میں کیسا ہوں اور آپ نے انتخاب کیسا کیا؟ خون کے رشتوں کی وجہ سے ترجیح دے دی کہ خون کا رشتہ ہے، اس کا حق ادا ہوجائے گا، صلہ رحمی ہوجائے گی، ایک لڑکی کا گھر بس جائے گا۔ ایک دن ایک شاگرد سے کھانا منگوایا، تیز ہوا سے امام صاحب کی بیوی کا نقاب ذرا سا ہٹ گیا تو دیکھا کہ بیوی امام صاحب کے بالکل برعکس ہے۔ کھانا تو لے آیا، مگر الگ بیٹھ کے رونے لگا۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ کیوں روتا ہے؟ اس نے کہا کہ آپ کی قسمت پر رو رہا ہوں۔

آپ جس قدر حسین ہیں آپ کی بیوی اتنی ہی غیر حسین ہے۔ امام صاحب ہنس پڑے اور فرمایا کہ اے بیٹے! میں اس وقت چھ کتابیں لکھ رہا ہوں زیادات، مبسوط، جامع صغیر، جامع کبیر، سیر صغیر، سیر کبیر اور تم لوگوں کو پڑھا بھی رہا ہوں۔ اگر بیوی حسین ہوتی تو اپنی بیوی کے پاس بیٹھا ہوا اس کے حسن کا مشاہدہ، معائنہ اور ملاحظہ کرتا۔ تم کہتے کہ استاد جی کنز الدقائق کا گھنٹہ ہوگیا، میں کہتا کہ میں حسن الدقائق میں مشغول ہوں۔ پھر جوش میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جس کو اپنے دردِ دل کے لئے منتخب فرماتے ہیں اس کو فانی کھلونوں میں ضائع نہیں کرتے۔

(ایک خلیفہ مجاز نے دوسری شادی کی اجازت مانگی کہ میں فتنۂ نساء سے محفوظ رہنے لئے دوسری شادی کرنا چاہتا ہوں۔)

جواب: جب بیوی موجود ہے تو کیا یہ فتنۂ نساء سے اسبابِ حفاظت میں سے نہیں ہے؟ اس زمانے میں دو بیویوں میں عدل کرنا تقریباً ناممکن ہے۔ اکثر دیکھنے میں آیا کہ زندگی تلخ ہوگئی اور آخرت کے مواخذہ کا اندیشہ الگ۔ اس زمانے میں ایک ہی بیوی کا حق ادا ہو جائے تو غنیمت ہے۔

(انہی خلیفہ نے مستورات میں خانقاہی اور مدرسہ کی ترتیب کے لئے دوسری شادی کی اجازت مانگی۔)

جواب: مستورات میں خانقاہی کام اور مدرسہ کی ترتیب بھی نفس کا بہانہ معلوم ہوتا ہے۔ مشائخ کا کام دین کا کام کرنا ہے، لوگوں کو اللہ والا بنانے میں اپنے اوقات کو صرف کرنا ہے نہ کہ شادیاں کرنا۔ شادی کا پیغام بھیجنے سے پہلے اجازت کیوں نہیں مانگی؟ مشورہ تو پہلے کیا جاتا ہے، موجودہ صورت میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ ابھی کچھ نہیں بگڑا، خود کو فتنہ میں نہ ڈالیں یعنی دوسری شادی ہرگز نہ کریں۔

عملیات کے بارے میں نصیحت

احقر جامع عرض کرتا ہے کہ ۲۰۰۱ء میں حضرت والا سے کچھ لوگوں نے درخواست کی کہ لوگ جعلی عاملوں کے پاس جارہے ہیں، اگر آپ مہربانی کر کے خانقاہ میں کسی کو عملیات کی اجازت دے دیں تو آپ کا احسان ہوگا تاکہ لوگ گمراہ لوگوں کے پاس نہ جائیں۔ حضرت والا نے کچھ لوگوں کو چند شرائط سے اجازت عطا فرمائی۔ بعد میں حضرت والا کے علم میں یہ بات آئی کہ جو تعویذ، عملیات کرتے ہیں وہ تو نماز کے وقت مسجد میں جماعت سے نماز پڑھ رہے ہیں اور جو تعویذ لینے آتے ہیں وہ وہیں بیٹھے رہتے ہیں، فرض نماز تک نہیں پڑھتے حالانکہ حضرت والا نے ہدایت فرمائی تھی کہ تعویذ کے ساتھ ساتھ مواعظ اور کتابیں بھی دیں اور نماز اور تقویٰ کی باتیں بھی سکھائیں۔ اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ "آج کے بعد سب بند کیونکہ لوگوں کی نظر خالق سے ہٹ کر مخلوق پر ہو رہی ہے اور خدا سے کٹ کر بندے سے

جُڑ رہے ہیں، اگر تقویٰ حاصل کرلیا جائے تو کسی عامل کی ضرورت نہ پڑے۔'' اس وجہ سے حضرت والا نے سب کو عملیات کرنے سے منع فرما دیا اور ارشاد فرمایا کہ جو بھی عملیات کرے گا اس کا اختر سے کوئی واسطہ نہیں ہوگا۔

۲۰۰۰ء میں حضرت والا کو فالج ہوا۔ حضرت والا کے پاس وقتاً فوقتاً بہت سے عاملین آئے اور عرض کیا کہ آپ پر جادو ہے، ہمیں اجازت دیں کہ ہم اس جادو کا توڑ کریں۔ حضرت والا نے فرمایا کہ یہ بتاؤ! جادو مخلوق ہے یا خالق ہے؟ عرض کیا کہ مخلوق ہے۔ فرمایا کہ مخلوق خالق کے تابع ہے یا نہیں؟ عرض کیا گیا کہ تابع ہے۔ فرمایا کہ بس اگر جادو بھی ہے تو اللہ کے حکم سے آیا ہے اور میں اپنے رب سے ہر حالت میں راضی ہوں۔ آپ لوگوں کو قرآن شریف پڑھ کر دَم کرنا ہے تو ضرور کریں ورنہ الحمد للہ! میں اپنے رب سے راضی ہوں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو تینوں قل صبح وشام پڑھ لے گا ہر قسم کے جادو سے، نظرِ بد سے، ہر شر سے حفاظت رہے گی۔ الحمد للہ! میں تینوں قل صبح وشام پابندی سے پڑھتا ہوں، ہمارا جادو پر تو یقین ہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر یقین کیوں نہیں ہے؟ فیصلے جاری ہونے کا مرکز آسمان ہے، بغیر اللہ تعالیٰ کے کچھ نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ راضی ہیں تو میں بھی راضی ہوں۔ میں اپنے خالق سے مانگوں گا اور کسی عامل سے رجوع نہیں کروں گا قُلْ لَّنْ یُّصِیْبَنَآ اِلَّا مَا کَتَبَ اللّٰہُ لَنَا ھُوَ مَوْلٰنَا ہمیں ہرگز کوئی مصیبت نہیں آسکتی مگر جو آپ نے ہمارے فائدے کے لئے لکھ دی ہے۔ بعض وقت مصیبت سے بندے ولی اللہ ہو گئے۔

پھر جب حضرت والا نے اپریل ۲۰۰۹ء میں جنوبی افریقہ کا سفر فرمایا تو دبئی (ٹرانزٹ) میں سلیم میمن کے مکان پر قیام فرمایا۔ حضرت کے اسٹینگر (جنوبی افریقہ) کے میزبان نے عرض کیا کہ حضرت میں ایک عامل کو بھارت سے لایا ہوں، جو جادو کا علاج بہت اچھا کرتا ہے اگر آپ اجازت دے دیں تو وہ آپ پر جادو کی تشخیص کرلے؟ حضرت والا نے فرمایا کہ الحمد للہ میں تینوں قل صبح وشام پڑھتا ہوں اور ہر نماز کے بعد سات مرتبہ یا قہارُ پڑھتا ہوں، اس لئے میں کسی عامل کو نہیں دکھاتا۔ ان صاحب نے کہا کہ میری خوشی کی خاطر آپ ان کو تشخیص کی اجازت دے دیں۔ فرمایا کہ میں آپ کو خوش کر کے سنت کے راستے سے نہیں ہٹنا چاہتا۔ اس کے بعد جب حضرت والا جنوبی افریقہ پہنچے اور اسٹینگر کا سفر فرمایا تو مورخہ ۶ مئی ۲۰۰۹ء صبح گیارہ بجے عبدالقادر ڈیسائی صاحب کے مکان پر یہ مجلس ہوئی:

ارشاد فرمایا کہ ''فلاں صاحب ایک عامل کو لائے اور مجھ پر زور ڈالا کہ بس آپ ان کو دکھلا دیجئے۔ یہ بتا دیں گے کہ آپ کو کیا ہے؟ (یعنی مرض ہے، جن ہے یا جادو ہے) میں نے کہا کہ میں نہیں دکھلاتا۔ ان عاملین کے چکر میں ہرگز نہیں پڑنا چاہیے۔ ہمیں تو جان دینا قبول ہے مگر ان کے چکروں میں پڑنا قبول نہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور میں کوئی ثبوت نہیں ہے کہ لوگ عاملین کے چکر میں آئے ہوں۔ جاہل لوگ اس میں زیادہ مبتلا ہوتے ہیں۔ جب کوئی پریشانی آئے، مرض ہو ہمیں تو سنت کا طریقہ محبوب ہے کہ دو نفل پڑھ کر اللہ سے اپنا غم کہہ دو اور بے فکر ہو جاؤ۔ جب

کوئی پریشانی آتی تھی تو آپ ﷺ نماز کی طرف دوڑتے تھے۔ حدیث پاک ہے: اِذَا حَزَبَهٗ اَمْرٌ فَزَعَ اِلَی الصَّلٰوۃِ دعا سے بڑھ کر کوئی عمل نہیں ہے۔ عہدِ صحابہ میں عاملین کا وجود نہیں تھا، جو چیز خیر القرون میں نہیں تھی یعنی نہ حضور ﷺ کے زمانے میں تھی، نہ صحابہ کے زمانے میں تھی، نہ تابعین کے زمانے میں تو اب چودہ سو برس کے بعد ان عاملین نے کھانے پینے کا چکر بنا رکھا ہے۔ اب یہ جو عامل آیا تھا مفتی حسین بھیات نے بتایا کہ اپنی جھاڑ پھونک میں جے پال جوگی کا نام لیتا ہے۔ بتایئے! ہندوانہ نام سے برکت ہوگی؟ یہ خود غیر اللہ ہے اور غیر اللہ سے استمداد ہے اور غیر اللہ سے استمداد حرام ہے، شرک ہے۔ اللہ کا نام لو۔ اللہ تعالیٰ کا ایک نام قہار ہے جس کے معنی ہیں: اَلَّذِیْ یَکُوْنُ کُلُّ شَیْءٍ مُّسَخَّرًا تَحْتَ قَدَرِہٖ وَقَضَاءِہٖ وَقُدْرَتِہٖ قہار وہ ذات ہے کہ ہر چیز جس کی قضا و قدرت کے تحت ہے، اس میں شیاطین اور جنات اور جادو سب آ گیا کیونکہ سب اس کی قدرت کے تحت ہیں لہٰذا اس نام کو ہر نماز کے بعد سات مرتبہ پڑھ کر دعا کرو کہ اے اللہ! آپ کا نام لیا، جس کے معنی ہیں ہر چیز آپ کی قدرت کے تحت ہے، اس نام کے صدقے میں مجھ پر اگر جن جادو یا بیماری جو کچھ بھی ہے اس کو بھگا دیجئے۔

مخلوق کے تمام شر سے حفاظت کے لئے تین تین مرتبہ سورۂ اخلاص، سورۂ فلق اور سورۂ ناس روزانہ صبح و شام پڑھا کرو۔ ہم کہتے ہیں کہ موت قبول کرلو، اپنے اللہ سے مل جاؤ مگر ان نالائق عاملین سے علاج نہ کراؤ جو جے پال سنگھ کو پکار کر ایمان خراب کرتے ہیں۔ ہم اللہ پر جان دے سکتے ہیں مگر عاملین کے ہاتھوں ایمان دے کر حیات نہیں چاہتے۔ جب اللہ کے پاس جانے کا مقرر وقت آ جائے گا تو کیا کوئی عامل روک سکتا ہے؟ زندگی اور موت تو اللہ کے ہاتھ میں ہے لیکن جے پال جوگی کا نام لینا غیر اللہ کو پکارنا ہے اور ایمان سے ہاتھ دھونا ہے۔ میں اللہ کے نام یا قہارُ کا اللہ کی رحمت کو واسطہ دیتا ہوں کہ یا اللہ! اپنے نام یا قہارُ کی برکت سے ہمیں ہر مصیبت سے نجات عطا فرمایئے اور اپنی حفاظت نصیب فرمایئے۔ کوئی شئے نہیں جو اللہ کی قدرت سے خارج ہو تو ہم کیوں غیر اللہ کی خوشامد کریں۔ کسی حدیث میں دکھا دو کہ جب کوئی اچھا نہ ہو تو اس کو عاملین کو دکھاؤ؟ عاملین کے دماغ ان کی خوشامد کرکے ہم لوگوں نے خراب کئے ہیں۔ اکثر عاملین نے عملیات کو دھندا بنا رکھا ہے اور یہ تو طے ہے کہ عاملین صاحبِ نسبت نہیں ہوتے۔ یہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ عاملین کی نسبت فوت ہو جاتی ہے کیونکہ ان کی نظر اللہ سے ہٹ جاتی ہے اور عملیات پر ہو جاتی ہے۔ امت کو عاملین کی نہیں کاملین کی ضرورت ہے۔''

حضرت والا کو ایک مرید کے بارے میں پتا چلا کہ وہ عملیات کرتے ہیں اور بے پردہ جوان بچیوں سے عملیات میں مدد لیتے ہیں۔ حضرت والا نے ان کو بلا کر ڈانٹا اور فرمایا کہ تمہیں حیا نہیں آتی، گناہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ ناراض ہوں گے یا خوش ہوں گے؟

اہلِ سیاست کو نصیحت

ارشاد فرمایا کہ میں کہتا ہوں کہ اپنے اپنے طریقے ہیں، جس کو جہاں فائدہ نظر آئے وہ اسی طرف چلا جائے لیکن ہمارے بزرگوں کا جو طریقہ ہے وہ اتنا حساس ہے کہ اس کے ساتھ سیاست جمع نہیں ہوسکتی۔ اسی لئے میری خانقاہ میں لکھا ہوا ہے کہ حدودِ خانقاہ اور حدودِ مدرسہ میں سیاسی گفتگو منع ہے۔ اگر کسی کو سیاست کے طریقوں سے مناسبت ہے اور اس کو اس بارے میں شرحِ صدر ہے اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ یہی میرے لئے مفید بھی ہے اور ضروری بھی ہے تو وہ مجھ سے برادرانہ تعلق رکھے لیکن مربّیانہ وشاگردی کا تعلق نہ رکھے کیونکہ ہمارے بزرگوں نے منع کیا ہے کہ ہم اہلِ سیاست میں سے ہوں۔ لہٰذا ایک راستہ اختیار کرلو، دو مسلک پر بیک وقت کوئی نہیں چل سکتا، ایک ٹانگ ایک کشتی پر دوسری ٹانگ دوسری کشتی پر نہ رکھو ورنہ انجام ظاہر ہے۔ جو مسلک تمہاری سمجھ میں آئے اس پر چلے جاؤ۔

اگر اہلِ سیاست سے مناسبت ہے تو ادھر چلے جاؤ اور اگر خالص اہل اللہ کے راستہ سے یعنی شعبۂ تربیت و اصلاح اور شعبۂ تزکیۂ نفس پر یقین ہے تو اِدھر آجاؤ، پھر اُدھر نہ جاؤ۔ اس طبقہ کا نام اہلِ عشق و اہلِ محبت ہے، اس طبقے میں جلال الدین رومی، شمس الدین تبریزی، جنید بغدادی، بابا فرید الدین عطار، خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، شیخ عبد القادر جیلانی، شہاب الدین سہروردی، شیخ بہاؤ الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہم اور دوسرے ہزاروں اولیاء اللہ ہیں، یہ طبقہ عاشقوں کا ہے۔ اس طبقہ کا نام اختر نے رکھا ہے عاشقِ عشق ومستی، ناواقفِ انتظامِ بستی۔ انتظامِ بستی سے مناسبت ہے تو وہاں چلے جاؤ لیکن اگر اللہ کی محبت سیکھنی ہے تو اہل اللہ کے پاس چلے آؤ لیکن پھر تمہیں اہلِ دنیا کی کرسی کھینچنے کے لئے الیکشن لڑنے کی اجازت نہ ہوگی کیونکہ ہمارے بزرگوں کا طریقہ یہ ہے کہ ہم کرسی والوں کی تربیت تو کریں گے، ان کی کرسی چھیننے کی کوشش نہیں کریں گے، پھر وہ ہماری سنتے ہیں اور جب ہم ان کی کرسی کھینچتے ہیں تو پھر وہ گالیاں دیتے ہیں۔ جس مولوی کو گالیاں ملیں گی تو اس سے قرآن وحدیث کون سیکھے گا؟ کرسی کھینچنا اور ہے اور کرسی والوں کی تربیت کرنا اور ہے۔ ہمارے حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ تھا کہ جو اہلِ حکومت ہیں ان کو دین پہنچاؤ اور ان کی تربیت کرو، جتنا تم سے ہوسکے لیکن اگر تم ان کا مقابلہ کروگے اور جھنڈا لے کر ان کی کرسی چھیننے کی کوشش کروگے تو پھر وہ تم کو مولوی صاحب نہیں کہیں گے، مولی صاحب کہیں گے۔ تمہاری تضحیک و اہانت کریں گے، یہاں تک کہ مار پٹائی ہوجاتی ہے اور یہ کوئی سنی سنائی بات نہیں ہے، آئے دن کے مشاہدات ہیں۔

اخباروں میں دیکھا جاتا ہے کہ مولانا صاحب کو پولیس والے کھینچ رہے ہیں، ڈنڈے مارے جارہے ہیں، لاٹھی چارج ہورہی ہے۔ حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسلام میں یا

جہاد ہے، اگر قوت ہے اور قوت بھی وہ جس کو شریعت قوت کہتی ہے اور قوت نہیں ہے تو صبر کرو۔ یہ لاٹھیاں کھانا، جتھے جلوس نکالنا، نعرے مارنا، بھوک ہڑتال کرنا، جیل جانا یہ دین نہیں ہے، یہ تو یہود و نصاریٰ کے نکالے ہوئے طریقے ہیں ورنہ بتائیے پہلے بھی بہت ظالم بادشاہ ہوئے ہیں لیکن کسی نے بھوک ہڑتال کی ہو یا جلوس نکالے ہوں یا نعرے مار کر لاٹھیاں کھائی ہوں، یہ سب یورپ کی ایجاد ہے اور تعجب یہ ہے کہ جو لوگ یورپ دشمنی کے علمبردار ہیں وہ ان طریقوں کو اپنا کر یورپ کی اتباع کرتے ہیں اور دین کے احکام کو نظر انداز کرتے ہیں۔ اسی لئے ایک مشہور پادری نے کہا تھا کہ جو لوگ سیاسی تحریکات میں ہیں ان سے ہمیں کوئی خطرہ نہیں کیونکہ اپنے حصولِ مقصد کے لئے وہ ہمارے ہی طریقوں کو اپنا رہے ہیں اور حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کہا کہ ہمارا اصل دشمن یہ شخص ہے کہ کسی بڑی سے بڑی مصلحت کی خاطر وہ اپنے دین کے ادنیٰ سے ادنیٰ حکم کو نہیں چھوڑتا۔

غرض جو عالم سیاست میں پڑا پھر اس سے دین کا کام نہیں لیا جاتا کیونکہ عوام دیکھتے ہیں کہ مولوی صاحب ڈنڈے کھا رہے ہیں اور نعرے لگا رہے ہیں تو ان کے دل سے ایسے عالم کی عظمت نکل جاتی ہے۔ جب عالم کی بے قدری ہوگی تو کون اس سے دین سیکھے گا؟ اس کے علاوہ بہت سے لوگ کرسی کی وجہ سے مخالف ہو جاتے ہیں اور پھر اس سے کبھی دین نہیں سیکھتے۔ اس لئے بزرگوں نے لکھا ہے کہ جو شیخ کے منصب پر فائز ہے اس کو لوگوں کے درمیان فیصلے بھی نہیں کرنے چاہئیں کیونکہ فیصلہ کسی کے حق میں ہوگا تو کسی کے خلاف ہوگا، جس کے خلاف ہوگا وہ کبھی تم سے دین نہیں سیکھے گا، نہ تم سے اصلاح لے گا، نہ تربیت چاہے گا۔ اپنے بزرگوں کا یہ راستہ ہے، یہ راستہ بالکل تقویٰ کا ہے اور وہ راستہ لقوہ کا ہے جہاں کوئی پردہ نہیں، تصویر بھی کھنچواؤ، بڑے بڑے اشتہار لگاؤ کہ فلاں مولانا صاحب الیکشن میں کھڑے ہیں داڑھی لئے ہوئے اور فلاں مولانا صاحب نامحرم عورتوں سے سیاسی مسائل پر گفتگو کر رہے ہیں لیکن اگر کسی کو وہی رنگ پسند ہے تو ہم اس کو نہیں روکتے مگر پھر مجھ سے تعلق نہ رکھے کیونکہ یہ ہمارا راستہ بہت حساس راستہ ہے۔ اللہ کی محبت کا مضمون اتنا حساس اور اتنا وسیع ہے کہ یہ چندے بازی کے ساتھ بھی جمع نہیں ہوسکتا تو سیاست کے ساتھ کیسے جمع ہوسکتا ہے؟

ایک وفاقی وزیر کو نصیحت

حضرت والا سے تعلق رکھنے والے ایک صاحب اپنے دوست وفاقی وزیر کو حضرت والا کی زیارت کے لئے ساتھ لائے۔ لانے والے صاحب کے بھی پہلے داڑھی نہیں تھی، حضرت والا کی برکت سے اب ان کے ماشاء اللہ پوری داڑھی ہے۔ ان کو مخاطب کر کے حضرت والا نے فرمایا کہ میں نے آپ کے لئے بہت دعا کی تھی کہ اللہ تعالیٰ

آپ کی داڑھی شریعت کے مطابق ایک مشت کردے تاکہ جب اللہ تعالیٰ کے پاس جائیں تو اللہ تعالیٰ خوش ہوجائیں۔ میرا جی چاہتا ہے کہ آپ کے دوست کی شکل بھی آپ جیسی ہوجائے، ایک مشت داڑھی ہو اور مونچھیں بھی باریک ہوں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے کہ داڑھی کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو کٹاؤ۔ آج امت اس کے خلاف کر رہی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دُکھ پہنچا رہی ہے۔ بتاؤ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دُکھ پہنچانے والا کیسے فلاح پائے گا؟ اس لئے اللہ تعالیٰ وہ دن جلد لائے کہ آپ کے دوست (وفاقی وزیر) کی داڑھی بڑھی ہوئی ہو اور مونچھیں کٹی ہوئی ہوں۔ بس وہ دن مجھے اللہ تعالیٰ جلدی دکھائے۔ آمین، اور وزارت کے زمانہ میں ہی اگر یہ داڑھی رکھ لیں اور ساری مخلوق سے اعلان کردیں کہ میں اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا تو یہ اللہ کے شیر ہوجائیں گے۔ شیر جنگل میں اکیلا ہوتا ہے۔ وہ لومڑیوں اور بندروں کی اکثریت سے ووٹنگ نہیں کراتا کہ اے لومڑیو! تمہاری کیا رائے ہے؟ وہ نہیں ڈرتا کہ لومڑی کیا کہہ رہی ہے، بندر کیا کہہ رہا ہے، وہ اپنے عمل میں آزاد ہوتا ہے۔ مخلوق اللہ کے سامنے اس سے بھی زیادہ کمزور ہے۔ اس لئے بس اللہ تعالیٰ کو خوش کریں اور مخلوق کو نہ دیکھیں کہ مخلوق کیا کہے گی؟ اللہ کو دیکھیں کہ وہ کیا کہے گا؟ سوچ لو کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چہرۂ مبارک پر داڑھی تھی یا نہیں تھی؟ بس عاشق کے لئے یہی دلیل کافی ہے کہ محبوبِ رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے داڑھی تھی لہٰذا داڑھی رکھ لو تاکہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے ہم یہ کہہ سکیں ؎

ترے محبوب کی یا رب شباہت لے کے آیا ہوں
حقیقت اس کو تو کردے میں صورت لے کے آیا ہوں

دیکھو! دنیا میں چند روز رہنا ہے۔ آپ کے ابّا بھی چلے گئے، اِن کے ابّا بھی چلے گئے، اور ایک دن سب کو جانا ہی ہے۔ بس اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ جذبہ عطا فرمادیں کہ ہم اللہ کو راضی اور خوش کرلیں اور ایک لمحہ کو بھی ناراض نہ کریں اور مخلوق کو کمزور اور بے حقیقت سمجھیں، کسی سے مرعوب نہ ہوں چاہے کوئی بھی ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عافیت سے رکھے، دنیا میں بھی عافیت اور عزت وآبرو سے رکھے اور آخرت میں بھی عافیت اور عزت وآبرو سے رکھے۔ آمین۔

(حضرت والا کی نصیحت سے وفاقی وزیر آبدیدہ ہوگئے اور حضرت والا سے رخصت ہونے کے بعد اپنے دوست سے کہا کہ میں بہت سے بزرگانِ دین کے پاس گیا ہوں لیکن حضرت والا کے سوا کسی نے مجھ سے داڑھی کے لئے نہیں کہا۔ جامع)

لڑکیوں کو انگریزی تعلیم کے لئے بے دین اسکولوں میں نہ بھیجیں

ارشاد فرمایا کہ ناظم آباد کے ایک کالج کے باشرع پرنسپل نے بتایا کہ ایک لڑکی تین دن سے اپنے گھر نہیں گئی، ایک دن اس کے ابّا نے آکر مجھ سے پوچھا کہ وہ پڑھنے آتی ہے؟ رجسٹر میں اس کی حاضری ہے یا نہیں؟ میں نے کہا

کہ ہاں صاحب! ہر روز آتی ہے، پورے وقت پڑھتی ہے لیکن شام کو گھر نہیں جاتی، اپنے کسی کلاس فیلو کے یہاں جاتی ہے تو ابّا جان کہتے ہیں کہ نو پرابلم (No Problem) پڑھتی تو ہے نا، بس ٹھیک ہے، پڑھنے کے بعد، تعلیم کے ٹائم کے علاوہ جہاں چاہے جائے مجھے کوئی غم نہیں، بس تعلیم میں نقصان نہ ہو۔ یہ ہے بابا جان کی غیرت اور ابّا جان کی حیاو شرم کا جنازہ دفن ہونے کا قبرستان۔ جو شخص اللہ سے جتنا دور ہو گا اتنا ہی عقل سے محروم ہو گا کیونکہ عقل کا خالق اللہ ہے جو اس مالک کو راضی رکھتا ہے تو اس کے دماغ میں جو عقل ہے اس کا کنکشن اور رابطہ خالقِ عقل سے رہتا ہے اور جو خدا کو بھولے ہوئے ہیں ان کی کھوپڑی عقل سے محروم ہے۔ لہٰذا دیکھ لو جتنی بڈھیاں ہیں وہ خود تو برقع میں ہیں اور اپنی جوان بیٹیوں کی نمائش کرتی ہوئی لے جارہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ عقلِ سلیم عطا فرمائے۔

اب یہاں اسکول کی تعلیم کا مسئلہ ہے۔ اس وقت یہاں جو اسکول، کالج، یونیورسٹی ہیں ان میں بے پردہ نوجوان لڑکیوں اور لڑکوں کا آپس میں اختلاط ہوتا ہے لہٰذا ان کا دین و ایمان سب ختم ہوجاتا ہے، عشق بازی اور بدمعاشی میں مبتلا ہو کر شادی سے پہلے ہی شادی ہوجاتی ہے لہٰذا اپنی اولاد کو دوزخ میں جس کو ڈالنا ہو وہی اسکول بھیجے۔ سوچئے کہ لڑکے اور لڑکیاں ساتھ ہوں اور شہوت کی آگ نہ بھڑکے گی؟ کیا آگ اور پیٹرول ساتھ رہ سکتے ہیں؟ پیٹرول پمپ پر لکھا رہتا ہے No Smoking Please پیٹرول پمپ کی تو حفاظت ہورہی ہے آگ سے اور عشق کے پیٹرول پمپ پر حسینوں کی آگ سے کیا تباہی نہ پھیلے گی؟

ایسے ہی تعلیم کے لئے میرا ایک تجربہ سن لو، بعض لوگوں نے انگریزی تعلیم حاصل کرنے کے بعد داڑھی بھی رکھ لی، دین دار بھی ہوگئے، تبلیغی جماعت سے یا اللہ والوں کی صحبت سے۔ ہم سے کہا میرا رشتہ ایسی لڑکی سے کرائیے جس نے کالج کا اور مخلوط تعلیم کا منہ نہ دیکھا ہو کیونکہ جہاں مخلوط تعلیم ہوتی ہے وہ اپنی بیٹیوں کو جس طرح پڑھائی کے لئے نوجوان لڑکوں کے ساتھ رکھتے ہیں کہ جیسے کوئی اپنی بکریوں کو بھیڑیے کے ساتھ رکھتا ہو۔ آپ لوگ واقعات سنتے رہتے ہیں کہ جوان لڑکیوں کی کسی لڑکے سے آشنائی ہوگئی، ماں باپ کو چھوڑ کر بھاگ رہی ہیں، کس درد کے ساتھ یہ بات کہہ دوں؟ یہ بالکل حرام مطلق ہے کہ نوجوان لڑکیاں نوجوان لڑکوں کے ساتھ پڑھیں، چاہے مل کے نہ بیٹھیں مگر نظر بازی تو ہوجاتی ہے۔ زندگی میں ایک دفعہ کراچی یونیورسٹی کسی کام سے گیا تو ہر درخت کے نیچے ایک لڑکا لڑکی بیٹھے گپ شپ کررہے تھے۔ مجھے برطانیہ میں ایک دوست نے بتایا کہ میری تین لڑکیاں مخلوط تعلیم کی وجہ سے انگریزوں کے ساتھ بھاگ گئیں حالانکہ خود مسلمان داڑھی والے ہیں، اور میں ڈیٹورائٹ سے جب امریکا کے شہر بفلو گیا تو وہاں ایک صاحب تہجد گزار بڑے میاں نے بتایا کہ میرا لڑکا مخلوط تعلیم کی وجہ سے ایک کرسچن لڑکی کے ساتھ بغیر نکاح کے رہ رہا ہے، حرام اولاد بھی پیدا ہورہی ہے۔

مدرسۃ البنات سے متعلق نصائح

ارشاد فرمایا کہ اگر لڑکیوں کا مدرسہ کھولنا ہے تو نہایت تقویٰ سے رہنا پڑے گا، اپنی بیوی یا کسی محرم یعنی سگی بہن، والدہ، خالہ وغیرہ سے مدرسہ کا انتظام کراؤ، عورتوں کا عورتوں ہی سے رابطہ رہے۔ خود بالکل الگ رہو اور اگر اتنی ہمت اور تقویٰ نہیں ہے تو مدرسہ بند کردو۔ دوسروں کو جنتی بنانے کے لئے خود جہنم کا راستہ اختیار کرنا کہاں کی عقلمندی ہے کہ ہمارے ذریعہ سے دوسرے تو جنت میں پہنچ جائیں اور ہم نافرمانی سے جہنم میں چلے جائیں۔ نفع لازم مقدم ہے نفع متعدی سے۔ پہلے خود اللہ والے بنو، یہ فرض ہے، تقویٰ فرضِ عین ہے اور مدرسے کھولنا فرضِ کفایہ۔ عالم بننا حافظ بننا سب فرضِ کفایہ ہے فرضِ عین نہیں ہے۔ آج مدرسوں میں فرضِ کفایہ کی فکر ہے کہ خوب مدرسے کھولو، خوب حافظ و عالم بناؤ لیکن یہ بتایئے مدرسہ کھولنے والوں کے ذمہ، اساتذہ اور طالب علموں کے ذمہ تقویٰ سیکھنا فرضِ عین ہے یا نہیں؟ لیکن اس راستہ میں کیونکہ مشکل نظر آتی ہے، نفس کو مارنا پڑتا ہے، حرام کو چھوڑنا پڑتا ہے اس لئے فرضِ عین کو چھوڑ دیا اور فرضِ کفایہ کے پیچھے بھاگے جارہے ہیں۔ جب تقویٰ نہیں تو حدود کی پابندی کیسے ہوگی؟ لہٰذا یہ بات کہتا ہوں کہ اگر انتہائی تقویٰ، انتہائی احتیاط اور خوفِ خدا کے ساتھ لڑکیوں کے مدرسے چلا سکتے ہو تو فبہا ورنہ ان مدرسوں کو بند کردو۔ مدرسہ سے مقصود جنت میں جانا ہے نہ کہ جہنم میں۔

کوئی مرد انتظامی غرض سے بھی لڑکیوں اور استانیوں سے براہِ راست خطاب نہ کرے، دیکھنا تو حرام ہے ہی ان سے پردہ سے بات کرنا بھی فتنہ سے خالی نہیں ہے۔ جو بھی ہدایات، تنبیہات، انتظامی معاملات وغیرہ ہوں اپنی محرم کو لکھ کر دے دے، وہ جا کر ان کو سمجھا دے اور عمل کرائے۔ خود ان سے بات نہ کرے۔ عورتوں کی آواز میں کشش ہوتی ہے، اسی لئے قرآن پاک میں حکم ہوا کہ اے نبی کی بیبیو! جب صحابہ کسی ضرورت سے مثلاً سودا وغیرہ لانے کے لئے تم سے کوئی بات کریں فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ تو تمہاری آواز میں تمہاری فطری نسوانی لچک بھی نہ رہے بلکہ بہ تکلف آواز بھاری کر کے بات کرو۔ اس آیت کا یہ مطلب نہیں کہ نعوذ باللہ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن نرم آواز میں گفتگو کرتی تھیں بلکہ یہ مطلب ہے کہ عورتوں کی آواز میں ایک فطری نسوانی لچک ہوتی ہے اُس کو فرمایا کہ اپنی فطری آواز میں بات نہ کرو بلکہ بہ تکلف آواز کو ذرا بھاری کر کے گفتگو کرو۔

ایک لڑکیوں کے مدرسہ میں میں گیا اور چشم دید دیکھا کہ مہتمم صاحب سرمہ لگائے ہوئے اور پان کھائے ہوئے بالغ لڑکیوں کے کمرے میں جارہے ہیں اور پوچھ رہے ہیں کہ آپ لوگوں کو کوئی ضرورت تو نہیں ہے؟ میں نے کہا کہ آپ کمرے میں جا جا کر کیوں پوچھتے ہیں؟ کیا آپ کے لئے پردہ معاف ہوگیا ہے؟ بعد میں اس بستی کے لوگوں سے

معلوم ہوا کہ مہتمم صاحب رات کو مدرسہ ہی میں ہوتے ہیں اور مدرسہ میں جس عورت کو نائب مہتمم رکھا ہے اس کا کمرہ مہتمم صاحب کے کمرے سے ملا ہوا ہے اور بیچ میں ایک دروازہ ہے۔ اسی لئے میں کہتا ہوں کہ مخلوق کے نفع کی خاطر اپنے لئے دوزخ کا راستہ مت اختیار کرو۔ نہایت بین الاقوامی گدھا اور بے وقوف ہے وہ شخص جو دوسروں کو نفع پہنچانے کے لئے اپنے واسطے دوزخ کا راستہ بنا رہا ہے۔ ایسے نفع متعدی پر لعنت بھیجو جس سے تمہارا نفع لازمی برباد ہو جائے۔

لڑکیوں کے مروجہ مدارس للبنات کی اصلاح

ارشاد فرمایا کہ (۱) جنوبی افریقہ، ہندوستان، ری یونین وغیرہ میں مدرسۃ البنات کا جائزہ لینے سے معلوم ہوا کہ احتیاط اسی میں ہے کہ لڑکیوں کا دارالاقامہ قائم نہ کیا جائے۔ اس میں بڑے فتنے ہیں۔ لڑکیاں دن میں پڑھ کر اپنے گھروں کو چلی جائیں (۲) معلمات صرف خواتین ہوں جو لڑکیوں کو پڑھائیں۔ مرد معلّمین پردہ سے بھی تعلیم نہ دیں، اس میں بڑے فتنے سامنے آئے ہیں (۳) خواتین استانیوں سے مہتمم پردہ سے بھی بات چیت یا کوئی ہدایت براہِ راست نہ دے، اپنی بیوی یا خالہ یا بیٹی سے استانیوں کو ہدایات اور تنخواہ وغیرہ کا اہتمام ضروری ہے۔ مہتمم اور اولادِ مہتمم اور مرد استاذ کے براہِ راست بات چیت کرنے سے مدرسۃ البنات کے بجائے عشق البنات میں ابتلا کا اندیشہ ہے (۴) کوشش کی جائے کہ پانچ سال سے نو سال تک کی عمر کی طالبات کو ناظرہ قرآن پاک، حفظ قرآن پاک اور تعلیم الاسلام کے چار حصے اور بہشتی زیور تک کی تعلیم پر اکتفا کیا جائے۔ اگر عالمہ نصاب پڑھانا ہو تو عربی کی مختصر نصاب سے تکمیل کرائیں مگر شرعی پردہ کا سخت اہتمام ضروری ہے ورنہ لڑکیوں کے لئے بہتر یہ ہے کہ ناظرہ قرآن پاک، بہشتی زیور، حکایاتِ صحابہ رضی اللہ عنہم وغیرہ پر اکتفا کیا جائے اور معلمات خواتین بھی باپردہ ہوں (۵) عالمہ نصاب کی لڑکیوں کو شوہر کے حقوق و آداب کا اہتمام سکھایا جائے اور عالم شوہر کی تلاش ان کے لئے ہو ورنہ اگر غیر عالم ہو تو دین دار ہونے کی شرط ضروری ہے خواہ ڈاکٹر یا انجینئر ہو (۶) پورے مدرسۃ البنات میں عورتوں کا رابطہ صرف عورتوں سے رہے، مہتمم اپنی محرم (بیوی، والدہ یا بہن) سے دریافتِ حال تعلیمی یا دریافتِ حال انتظامی کرے۔

اگر اتنی ہمت نہ ہو تو مدرسۃ البنات مت قائم کرو اور مدرسہ بند کردو۔ دوسروں کے نفع کے لئے خود کو جہنم کی راہ پر مت ڈالو۔ مخلوق کے نفع کے لئے لڑکیوں یا عورتوں کو پڑھانا یا پردہ سے بھی بات چیت کرنا فتنہ سے خالی نہیں۔ تجربہ سے معلوم ہوا کہ پردہ سے گفتگو کرنے والے بھی عشقِ مجازی میں مبتلا ہو گئے، لہٰذا سلامتی کی راہ یہ ہے کہ خواتین سے ہر طرح کی دوری رہے۔

جناب فیروز میمن صاحب کسی شہر میں بنات کے بڑے مدرسے میں جہاں ساڑھے چار سو بچیاں پڑھتی تھیں، بیان کرنے جارہے تھے کہ خبر ملی کہ مدرسۃ البنات میں لڑکیوں کو مرد اساتذہ پردے کے پیچھے سے پڑھاتے ہیں۔ گاڑی روک کر حضرت والا کو فون کیا کہ وہاں مرد پڑھاتے ہیں، بیان کے لئے کیا حکم ہے؟ حضرت والا نے فرمایا کہ مت جاؤ! تمہارا جانا یہ دلیل ہوگا کہ ہمارے بزرگ اس کو صحیح سمجھتے ہیں اور اگر جاؤ تو ہمارے پاس جو خطوط آئے ہیں جس میں کئی فتنوں کا ذکر ہے، آخر میں وہ ضرور بیان کرنا ورنہ مت جاؤ، عزت کی فکر نہ کرو بلکہ رب العزت کی فکر کرو۔ وہاں اگر جانا ہے تو یہ کہنا کہ آپ فتویٰ مفتی صاحب سے پوچھ لیں مگر ہم حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور اپنے بزرگوں کی بات پیش کرتے ہیں کہ فتنے کا زمانہ ہے، ہمارے پاس کئی خط آئے ہیں جس سے اس فتنے کا پتا چلتا ہے۔

خط نمبر ۱: حال: جنوبی افریقہ کے کسی مدرسۃ البنات سے فارغ التحصیل ایک عالمہ نے جو عالمہ بننے کے بعد اب مدرسے میں تدریس بھی کررہی تھی، خط لکھا کہ دورانِ تعلیم اس کا کسی لڑکے سے حرام تعلق عشقِ مجازی کا ہوگیا، یہاں تک کہ چھپ کر ملتے ملتے گناہِ کبیرہ کی نوبت بھی آگئی۔ بالآخر اس کے گھر والوں کو پتا چل گیا تو انہوں نے ملاقاتوں پر سخت پابندی لگادی۔ وہ لڑکی اور لڑکا اب گناہ سے توبہ کرکے شرعی نکاح کرکے پاک زندگی گزارنا چاہتے ہیں لیکن لڑکی کے گھر والے اُس لڑکے کو داماد بنانے کے لئے تیار نہیں۔ اس لڑکی نے لکھا کہ ''میرے والدین کو معلوم ہے کہ میں اس مسئلہ کے بارے میں آپ سے پوچھوں گی، وہ بھی آپ کے جواب کا انتظار کررہے ہیں۔ کبھی میرا دل چاہتا ہے کہ اس سے شادی کرلوں لیکن معلوم نہیں آپ کے نزدیک اس مسئلہ کا صحیح حل کیا ہے۔ میں آپ سے بھیک مانگتی ہوں کہ میرا مسئلہ حل فرمایئے۔''

جواب: یہ سب مدرسۃ البنات کا شاخسانہ ہے۔ حضرت حکیم الامت تھانوی نور اللہ مرقدہ نے آج سے تقریباً سو سال پہلے فرمایا تھا کہ اگر مدرسۃ البنات کھولو گے تو سر پکڑ کر روؤ گے۔ یہ سب دین پر عمل نہ کرنے اور بے پردگی کا نتیجہ ہے۔ نامحرم کو دیکھنا، ملنا، بات کرنا، پردہ نہ کرنا سب حرام ہے لیکن جب یہ ہوگیا بلکہ گناہِ کبیرہ تک نوبت پہنچ چکی ہے تو اس کا علاج نکاح ہے۔ حدیث پاک میں ہے کہ اگر مرد و عورت میں عشق ہوجائے تو ان کا نکاح کردو۔ والدین کو بھی اس پر راضی ہوجانا چاہیے کیونکہ اگر نکاح نہ کیا اور دونوں پھر گناہ میں مبتلا ہوئے تو والدین بھی گنہگار ہوں گے۔

خط نمبر ۲: حال: ایک خلیفہ مجاز نے جو پہلے مدرسۃ البنات میں پڑھاتے تھے، اپنی ایک شاگردہ (اب مریدہ) سے دوسری شادی کی اجازت چاہی اور اس کی وجوہات اس طرح لکھ کے بھیجیں:

''پریشانی یہ ہے کہ ایک لڑکی جو کہ بندہ کی شاگردہ بھی ہے (کیونکہ کسی وقت بندہ ایک مدرسۃ البنات میں پڑھاتا تھا مگر اب نہیں پڑھارہا) اور وہ لڑکی مریدہ بھی ہوگئی تھی۔ اس کے گھر والوں کی طرف سے بار بار یہ تقاضا آرہا تھا کہ

کسی عالم سے اس کا رشتہ کرادیں تو بندہ نے دو تین جگہ پر بات بھی کرائی مگر رشتہ نہ بن سکا۔ البتہ اس لڑکی کے دنیا دار رشتے بھی آرہے تھے مگر وہ رشتہ دینے کو تیار نہیں ہوتے تھے۔ لڑکی کے دو بھائی بھی میرے مرید ہیں ایک ان میں سے شاگرد بھی ہے، تو میں نے ان کے دینی جذبات کو سامنے رکھتے ہوئے اور لڑکی کے بظاہر اچھے حالات کو سامنے رکھتے ہوئے میں نے لڑکی کے بھائی کو نکاح کا پیغام اپنے لئے بھجوایا تو انہوں نے اپنے طور پر استخارے بھی کئے تو اچھے نتائج و ثمرات سامنے آئے۔ میری غرض اس رشتہ سے یہ تھی کہ باصلاحیت لڑکی ہے اس کے ذریعہ مستورات میں خانقاہ کا نظام یا اگر مدرسہ کی ترتیب بنی تو یہ سنبھال لیں گی اور میں خود اس کے ذریعہ فتنۂ نساء سے اسباباً محفوظ رہ سکوں۔ تو رشتے کی بات جب چلی تو میں نے اپنی پہلی گھر والی سے اجازت لی تو انہوں نے خوشی سے اجازت دے دی (بندہ کی چھوٹی سی تین بچیاں بھی ہیں) البتہ بندہ کے سسرالی قدرے ناراض ہوئے ہیں۔

اب حضرت! خلاصہ یہ ہے کہ جن لوگوں سے دوسرے رشتہ کی بات ہوئی ہے وہ ذہنی طور پر شدت سے تیار ہیں خاص کر وہ شاگردہ، مریدہ لڑکی ذہنی طور پر شدت سے تیار ہے، اس کا بھائی بتارہا تھا وہ وظائف بھی کررہی ہے اور رو رو کر اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کرتی ہے کہ ''اے اللہ میں آپ کو پانے کے لئے کسی کو پانا چاہتی ہوں، اگر مقدر میں نہیں تو مقدر فرمادے۔'' اور ذہنی طور پر کافی درجہ تک میں بھی رشتہ لینے کے لئے تیار ہوں، پہلے اطلاع نہ کرسکا، معافی چاہتا ہوں اب اگر رشتہ نہیں لیتا تو خطرہ ہے کہ ان لوگوں کو خاص کر لڑکی کو کوئی دماغی اثر نہ ہوجائے، اگر نہ لوں تو ساری صورتحال کے پیشِ نظر کیا کروں، اگر لوں تو کس طرح کروں، معافی چاہتا ہوں معاف فرمادیں، جواب کا شدت سے منتظر ہوں تاکہ پریشانی دور ہو۔''

جواب: جب بیوی موجود ہے تو کیا یہ فتنۂ نساء سے اسبابِ حفاظت میں سے نہیں ہے؟ اس زمانے میں دو بیویوں میں عدل کرنا تقریباً ناممکن ہے۔ اکثر دیکھنے میں آیا کہ زندگی تلخ ہوگئی اور آخرت کے مواخذہ کا اندیشہ الگ۔ اس زمانے میں ایک ہی بیوی کا حق ادا ہوجائے تو غنیمت ہے، مستورات میں خانقاہی کام اور مدرسہ کی ترتیب بھی نفس کا بہانہ معلوم ہوتا ہے۔ تعجب ہے کہ مشورہ بھی نہیں کیا شاید اس لئے کہ مشورہ میں احتمال تھا کہ آپ کی رائے کے خلاف ہوتا۔ مشائخ کا کام دین کا کام کرنا اور لوگوں کو اللہ والا بنانے میں اپنے اوقات کو صرف کرنا ہے نہ کہ شادیاں کرنا۔ مشورہ تو پہلے کیا جاتا ہے، موجودہ صورت میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ ابھی کچھ نہیں بگڑا، خود کو فتنہ میں نہ ڈالیں یعنی دوسری شادی ہرگز نہ کریں۔

دین کی خدمت کے لئے مال داروں کو نصیحت

ارشاد فرمایا کہ بعض لوگوں نے کہا کہ اگر مال دار لوگ پیسے نہ دیں تو مولویوں کے مدرسے بند ہوجائیں۔

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَاِنْ تَتَوَلَّوْا اگر تم چندہ نہ دو گے اور دین کی خدمت نہ کرو گے تو یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ تم کو خدا موت دے گا اور تمہاری جگہ دوسروں کو پیدا کرے گا ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ وہ دین کا کام کریں گے، وہ تمہاری طرح نالائق اور کنجوس نہیں ہوں گے۔ اس آیت سے حضرت نے ثابت فرمایا کہ مولویوں پر احسان مت جھاڑو، مولوی کا احسان تم مانو کہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے تمہاری کرنسی ٹرانسفر کر رہا ہے، یہ قرآن پاک کی آیت ہے، دیکھو کتنی زبردست دلیل ہے، اگر تم یہ سوچتے ہو کہ میری وجہ سے مدرسہ چل رہا ہے اور اگر ہم چندہ نہ دیں تو مدرسے بند ہو جائیں گے اور مولوی بھوکے مر جائیں گے تو سمجھ لو کہ تمہاری خیر نہیں ہے یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ تم کو ختم کر دیا جائے گا مگر مولوی نہیں مرے گا، مولوی ایسے ہی کھاتا رہے گا، تم مر جاؤ گے، تم جیسی نالائق قوم کو اللہ ختم کر دیں گے اور تم سے بہتر عاشق پیدا کریں گے جو اللہ کے دین کی مدد کریں گے، ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ جو قوم ہم نالائقوں کو ہٹا کر لائیں گے وہ کیسے نالائق ہو سکتی ہے؟ وہ تمہاری مثل کیسے ہو سکتی ہے؟ یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ جب ہم تبدیل کریں گے تو اچھے بندے پیدا کریں گے جو میرے دین پر خوب قربانی کریں گے، فدا ہو جائیں گے پھر ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ آپ جس کو لائق بنا دیں گے وہ کیسے نالائق بن سکتا ہے، اللہ جس کو لائق بنا دے تو اس کو ساری دنیا مل کر بھی نالائق نہیں بنا سکتی۔

تو بزرگوں نے یہ سکھایا ہے کہ جب کسی عالم کو دین کے لئے کچھ مال دیں تو یہ بھی کہیں کہ اللہ کا ہم پر احسان ہے اور مولانا صاحب آپ کا بھی ہم پر یہ احسان ہے کہ آپ نے ہماری کرنسی ٹرانسفر کر دی۔ جب شیخ اپنے مال دار مرید میں مال کا نشہ دیکھے تو اس پر فرض ہے کہ اس کی ہوا نکال دے جیسے جب کوکر (Cooker) میں ہوا زیادہ ہو جاتی ہے تو اس کو کھول کر تھوڑی سی ہوا نکال دیتے ہیں۔ تو جب اللہ کے راستے میں کچھ قربانی دو تو تھوڑا رو بھی لو کہ یا اللہ! ہم اس قابل نہیں ہیں، آپ اپنی رحمت سے قبول فرما لیں، آپ کی عظمتِ غیر محدود کی کوئی حد نہیں ہے، ہم سلطنت دے کر بھی اس کا حق ادا نہیں کر سکتے، ایک کروڑ جانیں دے کر بھی اے خدا آپ کی محبت اور عظمت کا حق ہم سے ادا نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عظمت غیر محدود ہے اور ہماری طاقت، جان اور مال سب محدود ہیں۔

یہ مولوی نائبِ رسول ہیں۔ کیا انہیں دروازہ دروازہ پھرانا عظمتِ رسول کے خلاف نہیں ہے؟ علمائے دین کو اپنے دروازوں پر بلا بلا کر چندہ دینا اور مجبور کرنا کہ یہاں سے جاؤ، یہ دفتر ہے، سیٹھ کے گھر پر جاؤ، وہاں چندہ ملے گا۔ کیا وہ طلباء کرام جن کے پیروں کے نیچے فرشتے پَر بچھاتے ہیں، جب وہ قربانی کی کھالیں دروازہ دروازہ مانگنے جائیں تو کیا اس سے طلباء کرام اور علمائے دین کی عظمتوں کو نقصان نہیں پہنچتا؟

مشورہ کے اصول اور اس کے آداب

ارشادفرمایا کہ مشورہ دینے کے تین درجہ ہیں ۔(۱) ایک تو یہ کہ مشورہ دے کر بھول گیا، سمجھتا ہے کہ میرا مشورہ واجب العمل نہیں ہے اور بے فکر ہوگیا۔ مشورہ کا فریضہ بھی ادا کر دیا اور ذمہ داریوں سے سبکدوش ہوگیا، یہ درجہ شریعت کا ہے۔(۲) دوسرا یہ کہ جو مشورہ دے کر عمل کا انتظار کرے تو سمجھ لیجیے یہ مشورہ دینے کا اہل نہیں ہے۔ (۳) تیسرا درجہ یہ ہے کہ مشورہ دے کر اس پر عمل کئے جانے کا انتظار کرے اور اگر اس پر عمل نہ ہو تو ناراض ہوجائے اور ڈانٹ ڈپٹ بھی لگادے، یہ شخص تو مشورہ دینے کا بالکل ہی اہل نہیں ہے کیونکہ یہ تصدّی بالغیر ہے۔ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا ایک وعظ ''تصدّی بالغیر'' ہے یعنی غیر کے درپے ہوجانا۔ غیر کی اصلاح کے درپے ہوجانا یہ حرام ہے اور ناجائز ہے اور دوسروں کی جوتیوں کے لئے اپنا دوشالہ گنوانا ہے۔

اب اس میں مختلف درجے ہوتے ہیں۔ بعض بندے مغلوب الحال ہوتے ہیں۔ وہ محبت میں مشورہ دیتے ہیں اور محبت میں ان پر حال غالب ہوجاتا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ میرے مشورہ پر عمل ضرور ہوگا، عمل نہیں ہوا تو طبیعت وہاں سے کھٹی ہوگئی، پھر وہاں سے بھاگ نکلتے ہیں۔ یہ مغلوب الحال کا درجہ کامل درجہ نہیں ہے، کامل درجہ یہ ہے کہ مغلوب الحال نہ ہو، حال پر غالب رہے یعنی مشورہ بھی دے دے اور پھر ذہن کو فارغ کرلے، یہ انتظار نہ کرے کہ میرے مشورہ پر عمل ہوا یا نہیں۔ اگر مشورہ پر عمل کا انتظار کرتا ہے تو سمجھ لیجیے کہ اپنا دین برباد کرتا ہے، دین کی بڑی شخصیتوں سے بھی اس کو فیض نہیں مل سکتا، کہے گا کہ یہ عجیب آدمی ہے، اس نے ہمارا مشورہ نہیں مانا۔ پھر اس کو بڑی شخصیتوں پر بھی اعتراض اور بدگمانی پیدا ہوگی اور اس کو کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا اور محروم ہوجائے گا۔ پہلے مجلس میں آکر دین کی چار باتیں سن لیتا تھا، اب وہ بھی نہیں سن پائے گا۔

اس لئے کہتا ہوں کہ حدودِ شریعت میں رہو، غیروں کی تربیت اور سرپرستی میں اتنا مصروف مت ہو کہ اپنا نقصان ہوجائے۔ دین کے ہیرے و جواہرات اور سونا چاندی پر نظر نہ ڈالی جو بزرگوں سے حاصل کررہا تھا بلکہ اپنے چند مشوروں میں رہ گیا یعنی اس کو اپنا مشورہ اتنا قیمتی معلوم ہوا کہ اس پر عمل ضروری سمجھا۔ پس ایسا شخص مشورہ دینے کا اہل نہیں۔ مشورہ دے کر اس پر عمل کئے جانے کا انتظار کرنا خودرائی، خود بینی اور خود نفسی ہے۔

یاد رکھو! وہی شخص مشورہ دینے کا اہل ہے جو مشورہ دے اور اس کے بعد بھول جائے کہ مشورہ پر عمل ہوا یا نہیں۔ اس کو دماغ ہی سے نکال دے، اگر اتنی طاقت نہ ہو تو اس کو ایسی محفل میں یا ایسے بزرگوں کے پاس نہیں جانا چاہیے کہ جنہیں مشورہ دینے کا خیال پیدا ہو۔ ورنہ مشورہ دینے کا خیال اتنا ستائے گا کہ وہ پریشان ہوجائے گا اور مشورہ دینا

شروع کردے گا اور جب اپنے مشورے پر عمل نہ دیکھے گا تو ان کا معتقد بھی نہ رہے گا اور اپنے مشورے پر عمل نہ ہونے سے اس کو اتنا رنج پہنچے گا کہ اپنے رنج وغم سے مغلوب ہو کر وہاں سے بھاگ نکلے گا اور بزرگوں کے فیوض وبرکات سے محروم رہ جائے گا۔ میں یہ وہ باتیں نہیں کہہ رہا ہوں جو ایک مبتدی کہتا ہے یا جو متوسط کہتا ہے۔ یہ باتیں وہی بتا رہا ہوں جو منتہی اور کاملین کہتے ہیں۔ اور جو میں نے اپنے بزرگوں سے سنی ہیں جو منتہی اور کامل تھے۔

آپ اس کو سمجھ لیجیے کہ جہاں دیکھئے کہ میرے مشورے پر عمل نہیں ہوتا، خاموش ہو جایئے اور سمجھ لیجیے کہ میرے مشورہ پر عمل واجب نہیں ہے اور یہ سوچئے کہ ہم کو یہاں جو فائدہ ہو رہا ہے وہ لینا چاہیے، اس کے سامنے مشورہ کیا چیز ہے؟ کیونکہ جب نبی کا مشورہ صحابی اور صحابیہ کے لئے واجب العمل نہیں ہے تو تمہاری کیا حیثیت ہے؟ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا باندی تھیں، ان کا نکاح حضرت مغیث رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا۔ جب آزاد ہوگئیں تو شریعت نے حق دیا ہے کہ چاہے تو اس نکاح کو باقی رکھے اور چاہے تو ختم کردے۔ صحابیہ نے کہا کہ ''میں مغیث کو چھوڑتی ہوں۔ آزادی کے بعد شریعت حق دیتی ہے کہ اس کو چھوڑ دیں لہٰذا میں اپنا حق استعمال کرتی ہوں۔'' حضرت مغیث رضی اللہ عنہ کے اتنے آنسو بہے کہ داڑھی بھیگ گئی اور مدینہ شریف کی گلیوں میں حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کی یاد میں رویا کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا کہ مغیث تمہاری وجہ سے بہت غمگین ہے، تم اس کو نہ چھوڑو اس پر رحم کرو۔ حضرت بریرہ نے عرض کیا یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ آپ کا مشورہ ہے یا حکم ہے؟ فرمایا کہ یہ مشورہ ہے، میرا حکم نہیں ہے۔ مشورہ امت کے لئے واجب العمل نہیں ہے۔ اللہ نے تم کو اجازت دی ہے کہ تم چاہو تو اپنے شوہر کو باقی رکھو یا چھوڑ دو۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشورہ کے باوجود حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے نکاح کو فسخ کیا، آزادی لی اور جان چھڑالی۔ بظاہر انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی کی لیکن درحقیقت خلاف ورزی نہیں کی کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود فرمادیا کہ یہ مشورہ ہے جو واجب العمل نہیں، لہٰذا اس حدیث کو سامنے رکھنا چاہیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مشورہ تھا کہ حضرت مغیث پر رحم کرو جو مدینہ کی گلیوں میں روتے پھر رہے ہیں، لیکن انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! اگر آپ کا حکم ہو تو جان دے دوں گی اور آپ کا حکم بجالاؤں گی، لیکن یہ مشورہ ہے جس پر عمل کرنا واجب نہیں۔ اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ مشورہ واجب العمل نہیں ہوتا۔

یہ بڑے بڑوں کے کان کھڑے کرنے والے مضامین ہیں کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ مشورہ پر عمل کرنا واجب ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ہم نے فلاں بزرگ کو مشورہ دیا لیکن ان میں مشورہ پر عمل کرنے کی صلاحیت ہی نہیں ہے، مشورہ پر عمل نہیں کرتے، لہٰذا میں ان کی صحبت میں نہیں جاتا۔ حالانکہ مشورہ پر عمل واجب نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۚ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ﴾ (سورۃ اٰل عمرٰن: آیۃ ۱۵۹)

اے نبی! آپ صحابہ سے مشورہ کرلیں مگر جب عزم کرلیا تو اللہ پر بھروسہ کیجئے۔ یعنی توکلاً علی اللہ اپنے عزم پر عمل کریں خواہ مشورہ کے خلاف ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ مانگا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ اس وقت جہاد کا موقع نہیں ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا انتقال ہوچکا ہے اور نبی کے انتقال سے ہمارے دل پاش پاش ہیں، اس وقت ہم جہاد کے اہل نہیں ہیں۔ اگر آپ کو مدینہ شریف کی عورتوں کو بیوہ کرکے ان کو خطرے میں ڈالنا ہو تو آپ جہاد کریں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں امیر المومنین ہوں، میں تنہا اللہ کے راستے میں جنگ لڑنے کا مکلف ہوں۔ امیر المومنین پر فرض ہے کہ اللہ کے حکم کی تعمیل میں مشورہ کرنے کی سنت پر عمل تو کرے لیکن فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَکَّلْ عَلَی اللہِ جب عزم کرلے تو اللہ کے بھروسہ پر اپنی صوابدید پر عمل کرے اور کسی کے مشورہ کی پرواہ نہ کرے، لہٰذا میں اکیلے جہاد کروں گا اور جان دے دوں گا۔ صدیق کی جان اور نبی کی جان ایک ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اس عزمِ مصمم کے بعد تمام صحابہ کو شرح صدر ہوگیا اور سب نے عرض کیا کہ ہم آپ کے ساتھ مل کر جہاد لڑیں گے۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ جمہوریت باطل ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے نبی آپ صحابہ سے مشورہ کریں لیکن جب آپ عزم کرلیں تب آپ اللہ پر بھروسہ رکھیں۔ پھر آپ مشورہ دینے والوں پر بھروسہ نہ کریں، آپ خدا پر بھروسہ کیجئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ امیر المومنین کے لئے مشیروں کے مشورہ پر عمل کرنا واجب نہیں، جب وہ عزم کرلے تو اللہ کے بھروسہ پر اپنے عزم پر عمل کرے، خواہ مشیروں کے مشوروں کے خلاف ہو، کیونکہ بعض ایسے نادان لوگ ہوں گے کہ ان کے مشورہ پر اگر فتح ہوئی تو عُجب میں مبتلا ہوں گے کہ ہمارے مشورہ کی وجہ سے فتح ہوئی اور اگر شکست ہوئی تو مذاق اڑائیں گے کہ ہمارے مشورے پر عمل نہیں کیا اس لئے شکست ہوئی، حالانکہ فتح و شکست اللہ کی طرف سے ہے۔

امیر المومنین جو فیصلہ کرے وہ اللہ کے یہاں حق پر ہے۔ ورنہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اکیلے جہاد کے لئے نہ نکلتے جبکہ پوری قوم ساتھ نہیں تھی اور سب لوگ جہاد کے لئے منع کررہے تھے، اس وقت آپ نے فرمایا کہ غارِ ثور میں جب یہ آیت نازل ہوئی لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللہَ مَعَنَا تو اس وقت اے صحابہ! تم میں سے کوئی وہاں نہیں تھا، صرف میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ موجود تھا، لہٰذا میرے ساتھ خدا ہے، میں تنہا لڑ کر جان دے دوں گا، جب اِنَّ اللہَ مَعَنَا کی نصِ قطعی سے اللہ میرے ساتھ ہے تو مجھے کسی کی پرواہ نہیں، سارے صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا اے صدیقِ اکبر! رضی اللہ عنہ ہم پر حق واضح ہوگیا اور حق کو ہم نے تسلیم کرلیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان یہ ہے کہ جب حق واضح ہوگیا تو اپنی رائے کو فنا کردیا اور حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ

کے ساتھ ہو گئے کہ جب امیر المومنین اللہ کے راستے میں مشورہ نہ لے تو سمجھ لو کہ وہ بات اللہ کی طرف سے ہے، ایسے وقت میں امیر المومنین کا حکم خدا کا حکم ہے، اس کے خلاف کرنا اللہ کی نافرمانی ہوگی، لہٰذا ہم سب آپ کے ساتھ ہیں۔

واقعی جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آیت لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا پڑھی تو صحابہ رضی اللہ عنہم کو محسوس ہوا کہ گویا وہ آیت ابھی اتری ہے، اللہ تعالیٰ نے یہاں مَعَنَا جمع کا صیغہ نازل فرمایا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق سے فرمایا تھا کہ گھبراؤ مت اللہ ہمارے ساتھ ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جمع کا صیغہ استعمال نہیں فرمایا تھا بلکہ فرمایا تھا کہ:

﴿اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ﴾۔ (سورۃ الشعرآء: آیۃ ۶۲)

میرا پروردگار میرے ساتھ ہے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم بنی اسرائیل نافرمان تھی اس لئے وہاں جمع کا صیغہ نازل نہیں ہوا۔ یہودی ایسے بے وفا اور نافرمان تھے کہ جہاد کے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا:

﴿فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ﴾۔ (سورۃ المآئدۃ: آیۃ ۲۴)

آپ اور آپ کے اللہ میاں چلے جایئے اور دونوں لڑ بھڑ لیجیے ہم تو یہاں سے سرکتے نہیں۔ (بیان القرآن)

جبکہ صحابہ کیسے جاں نثار تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ پر ہر وقت جان دینے کو تیار رہتے تھے۔ چنانچہ جب حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے جہاد کا عزم فرمایا تو صحابہ نے فوراً اپنی رائے اور مشورہ سے رجوع کرلیا اور دل و جان سے امیر المومنین حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ جہاد میں شریک ہو گئے۔

حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ نے عشاء کی نماز پڑھی اور جہاد کا کام سرگرم ہوا۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ حضور! سکھوں کی طرف سے ایک مسلمان کا خط آیا ہے اور وہ بہت مخلص معلوم ہوتا ہے، اس نے لکھا ہے کہ میں سید صاحب کو اخلاص کے ساتھ آگاہ کرتا ہوں کہ سکھوں کی بہت بڑی فوج حملہ کے لئے آرہی ہے، آپ روپوش ہوجائیں۔ سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو اس وقت شہادت کے لئے تلوار اٹھا چکے تھے اور سپاہی کا لباس پہن چکے تھے، جواب لکھا کہ مسلمان کی شان یہ نہیں ہے کہ جب اللہ کے راستے میں نکل پڑے تو پھر روپوش ہوجائے۔ روپوشی اور منہ چھپانا مجاہد کا کام نہیں ہے، اس لئے میں آج لڑتے لڑتے اگر شہید ہوجاؤں گا تو اللہ سے ملوں گا یا شہر لاہور پر قبضہ کروں گا اور لاہور پر اسلامی سلطنت قائم ہوگی، مسلمان کے دو کام ہیں۔ غازی یا شہید۔ اور جب مومن ہتھیار سنبھال لیتا ہے تو اس کی شان کے خلاف ہے کہ وہ میدان چھوڑ کر بھاگ جائے، وہ روپوش نہیں ہوسکتا۔ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی لاش کا بھی پتا نہیں چلا۔ شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کا تو مزار ہے لیکن سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی لاش کو اللہ نے لاپتا کردیا۔

تو مشورہ کی حقیقت کو جانو، مشورہ دے کر بھول جاؤ اور سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ نے شیخ کو جو دولت دی ہے ہمیں اسے حاصل کرنے کا محتاج بنایا ہے اور ابھی میرے پاس وہ دولت نہیں ہے اور ہمارے بڑے بھی زندہ نہیں ہیں

کہ ان سے یہ دولت مل سکے۔ اس لئے اس خلیفہ سے رجوع کرو جس نے شیخ کے ساتھ زیادہ زمانہ اٹھایا ہے، زیادہ ساتھ رہنے سے اس کو سمجھ بھی زیادہ ہوگی۔ جب زیادہ سمجھ ہوگی تو زیادہ سمجھ کی باتیں کرے گا۔ اس لئے میں سیٹھ لوگوں کو ہوشیار کرتا ہوں کہ اپنی بندگی کو قائم رکھو، سنتِ نبوی کی پونجی اپنی نادانی اور ناسمجھی سے ضائع نہ کرو۔

جبکہ آج کل کیا حال ہے کہ اگر کوئی کسی بزرگ کو چند رقمیں اور چندہ دے دے یا کوئی اور نیک کام کر دے تو اپنے مشورے کو واجب العمل سمجھتا ہے۔ اور جب اس کے مشورے پر عمل نہیں ہوتا تو سمجھتا ہے کہ یہاں تو دال ہی نہیں گلتی، یہاں تو مشورہ دینا اپنے مشورہ کو ضائع کرنا ہے۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشورہ پر عمل نہیں کیا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر ناگواری بھی ظاہر نہیں فرمائی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر تو آپ نہیں ہیں۔ ہر شخص اپنی عبدیت کو قائم رکھے، اپنی عبدیت اور بندگی کا توازن ایک ذرہ برابر بھی حضورِ حق سے الگ نہ ہونے پائے۔ یہ دیکھو کہ اگر میرا مشورہ نہیں مانا گیا تو میرا مشورہ کیا حیثیت رکھتا ہے؟ یہ سوچو کہ میرے مشورہ میں کوئی شر ہوگا جس سے اللہ تعالیٰ نے دوسروں کو بچا لیا۔ بس اپنی بندگی کے دائرے کو قائم رکھو، اپنے مشورہ کو اتنی اہمیت مت دو کہ نعوذ باللہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقشِ قدم سے ہٹ جاؤ۔ اکثر چندہ دینے والے تمام علمائے دین کو اپنا غلام سمجھتے ہیں۔ اگر کوئی مولوی صاحب ان سے مشورہ نہ کریں تو سیٹھ صاحب ناراض ہوجاتے ہیں۔ علماء کو چاہیے کہ ایسے متکبرین کا چندہ قبول ہی نہ کریں اور سیٹھ صاحب کو بتا دیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مشورہ نہیں مانا گیا تو تم کون ہو؟ تم کیا نعوذ باللہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ گئے ہو؟ تمہارے لئے جائز نہیں ہے کہ تم مشورہ دو۔

مشورہ کا درجہ اگر سمجھ لوگے جو ابھی بیان ہوا تب کبھی غلطی نہیں کروگے۔ میرے جتنے مال دار دوست ہیں اور چندہ دیتے ہیں، ان کو میری طرف سے مبارک باد ہے اور مبارک بادی کا اعلان ہے لیکن اپنے مشورہ کو درجۂ عمل میں لانے کا انتظار کبھی نہ کریں، جس نے مشورہ دیا ہے اس پر واجب ہے کہ ہشاش بشاش رہے اور ظاہر کر دے کہ میرے مشورے پر عمل نہ کرنے کا مجھ پر کوئی اثر نہیں ہے۔ اگر ایسا نہیں کرتا تو پھر عقل کو مغلوب اور طبیعت کو حاکم بناتا ہے۔ عقل کو طبیعت پر غالب رکھو اور عقل پر شریعت کو غالب رکھو۔ جو شخص عقل پر شریعت کو غالب رکھے گا اس کو ان شاء اللہ کوئی وسوسہ نہیں آئے گا۔ یہ بہت قیمتی جملہ ہے۔ مشورہ کے خلاف ہونے کے باوجود طبیعت کو ویسے ہی راضی رکھتا ہے تو خدا کے یہاں اس کا اجر مستند ہے کیونکہ طبیعت پر عقل کو اور عقل پر شریعت کو غالب رکھتا ہے۔ بس یہ فارمولا بتا دیا۔ اگر آپ اس فارمولے پر رہیں گے تو کبھی ضائع نہیں ہوں گے اور شیطان کبھی برباد نہیں کرسکے گا۔

ہم نہیں جانتے کہ عقل کیا کہتی ہے، بس شریعت کا یہ حکم ہے کہ چپ چاپ دم دبا کر بیٹھو، اگرچہ دم نہیں ہے مگر دم دبا سکتے ہیں۔ کیسے دبا سکتے ہیں کہ خاموش رہیں اور طبیعت کو عقل پر اور عقل پر شریعت کو غالب رکھیں اور ہنستے بولتے رہیں، تعلقات پہلے جیسے ہی خوشگوار رہیں۔ ذرہ برابر بھی فرق نہ آنے پائے اور اگر دل جل رہا ہے کہ

میرے مشورہ پر عمل نہیں کیا تو کام خراب ہوگیا، اگر میرے مشوروں پر عمل کرتے تو اس طرح نہیں ہوتا تو سمجھ لو کہ یہ نفسانیت ہے اور اسی وجہ سے یہ ملولِ خاطر ہوا، ایسا کرنے سے اس کی طبیعت اس کی عقل پر غالب آ گئی، اور یہ کہنا کہ میرے مشورہ پر عمل نہ کر کے آپ نے مجھے غمگین اور رنجیدہ کیا، رنجیدگی ظاہر کرنا، منہ پھلانا، غصہ کرنا یا لوگوں کو ڈانٹنا سب شریعت کے خلاف ہے۔

پی آر ایف ہسپتال کے افتتاح کے موقع پر نصیحت

ارشاد فرمایا کہ علم کی دو قسمیں ہیں ایک ''علم الابدان'' اور دوسرا ''علم الادیان''۔ ''علم الابدان'' جس کی بنیاد پر یہ میڈیکل سینٹر قائم ہوا ہے، یہاں بدن کی بھی حفاظت رہے گی اور دین کی بھی حفاظت رہے گی۔ ''علم الابدان'' ''علم الادیان'' کے تابع ہے کیونکہ علم الابدان اگر علمِ دین کے تابع نہ ہو تو وہ آخرت میں وبال ہے کیونکہ جس کام کا نتیجہ مرنے کے بعد اچھا نہ ہو وہ کام بالکل بیکار ہے۔ یہاں دنیا میں بہت واہ واہ ہوئی اور مرنے کے بعد پٹائی شروع ہوگئی تو ایسا کام کس کام کا ہے۔ علم وہ ہے جو دنیا میں بھی عزت دے اور آخرت میں بھی عزت دے۔ ہر جگہ ''علم الادیان'' قائم ہو رہے ہیں، بہت کم ایسا ہے کہ ''علم الادیان'' اور ''علم الابدان'' کا جوڑ ہو۔ دیوبند میں اس کا اہتمام کیا گیا تھا کہ ''علم الادیان'' کے ساتھ ساتھ کچھ ''علم الابدان'' کا بھی انتظام تھا۔ ہر کام میں آخرت کو دیکھنا چاہیے جو کام یا قدم اٹھائے سب سے پہلے آخرت کو دیکھے کہ ہماری آخرت اس سے بنے گی یا بگڑے گی، ایسا کرنے والا عقلمند آدمی ہے۔ عقل کی بین الاقوامی تعریف یہ ہے کہ انجام پر نظر رکھے۔ چاہے دین ہو چاہے دنیا ہو، سب میں یہی دیکھنا ہے کہ اس کام کو کرنے سے ہمارا آخرت میں کیا بنے گا؟ اس کام کے بعد ہماری آخرت بنے گی یا بگڑے گی؟ اگر ہم اپنی نیت درست کرلیں تو دنیا بھی ہماری دین ہوجائے گی۔ اگر ہم نیت درست کرلیں کہ اللہ کے بندوں کو فائدہ پہنچائیں گے، دوسروں کو دیندار بنائیں گے اور اللہ سب کو دیندار بنائے، تب سمجھ لو کہ ایسا کام اچھا ہے۔ ایسا کام اچھا نہیں ہے کہ آپ یہاں دنیا میں تو بہت بڑے بڑے کام کر رہے ہیں، سب کچھ کر رہے ہیں، مگر آخرت میں آپ کو کچھ نہیں ملا۔ ہر کام میں دیکھنا ہے کہ یہ مطلوبہ کام آخرت کے لئے بھی ٹھیک ہے یا نہیں، دونوں میں نیت درست ہو۔ ''علم الادیان'' کے ساتھ اب یہاں ''علم الابدان'' کا بھی انتظام ہو رہا ہے۔ اگر یہاں دین سیکھیں تو اللہ کے لئے سیکھیں اور ''علم الابدان'' میں بھی نیت درست ہو کہ بدن کی خدمت کریں تو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ہو۔ اگر اللہ ایسی خدمت سے ناراض ہوتا ہے تو ایسی خدمت سے باز آجاؤ، ہر صورت سے ہمارا مقصود آخرت ہے لہٰذا ہر طرح سے دیکھنا چاہیے کہ ہماری آخرت بھی صحیح ہے یا نہیں؟

لہٰذا یہ قاعدہ کلیہ ہے جو قدم اٹھائیں اس میں دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہے یا نہیں؟ جس کام سے اللہ ناراض ہو اس کام سے آپ بھی راضی نہ ہوں، جس کام سے اللہ راضی ہو اس سے آپ بھی راضی ہوں لہٰذا اپنی آخرت کو مقدم رکھئے۔ جو کام بھی کیجیے یہ دیکھئے کہ یہ جائز ہے یا ناجائز ہے؟ اگر ناجائز ہے تو ہم ہرگز نہیں کریں گے، مرجانا پسند کرلیں گے لیکن ناجائز کام نہیں کریں گے۔ دیر سویر سب کو مرنا ہے، لاکھ ڈاکٹر ہی کیوں نہ ہوں، ڈاکٹر خود کیوں اس دنیا سے چلے جاتے ہیں؟ دل کے ڈاکٹر بھی اس دنیا سے چلے جاتے ہیں۔ بہرحال مسلمان کو ہر قدم پر یہی سوچنا چاہیے کہ ہم جو قدم اٹھا رہے ہیں کیا ہمارا مولیٰ اس سے راضی ہے یا نہیں؟ یہ نہ دیکھو کہ دنیا کا فائدہ ہے یا نہیں؟ سب سے پہلے نظر اس پر جائے کہ اللہ کو پسند بھی ہے یا نہیں؟ دنیا تو تعریف کرے گی، اس کو فائدہ پہنچے گا لیکن وہ انسان بے وقوف ہے جو دنیا کی تعریف کو اہمیت دے اور اللہ تعالیٰ کے غضب اور عذاب کو معمولی سمجھے۔

بس یہ ہسپتال اس بنیاد پر قائم ہو رہا ہے کہ سب کام شریعت کے مطابق ہوں۔ عورتوں کو عورتیں دیکھیں گی، مردوں کو مرد دیکھیں گے۔ اس لئے ہم کو خوشی بھی ہے۔ اب اس کے بعد دعا کرلیجیے کہ اللہ تعالیٰ اس کو جس نیت سے بنایا ہے اس نیت کے مطابق کام لیں۔ اے اللہ! اس ادارے میں ''علم الادیان'' تو تھا ہی اب ''علم الابدان'' بھی اپنی رحمت سے قبول فرمالیجیے اور اپنی مرضی کے مطابق سب کام کرنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ اپنی مرضی کے خلاف ایک قدم بھی نہ اٹھنے دیجیے۔ ہر قدم آپ کی مرضی کے مطابق اٹھے۔ ہم کو زندگی بھی عزیز ہے مگر آپ کی مرضی کے خلاف زندگی موت ہے۔ جس بات سے آپ ناخوش ہوں اس کے بدلے ہم کو موت عزیز ہے۔ ایک روز مرنا تو ہے ہی، ایسی زندگی لعنتی زندگی ہے جو اللہ کو ناراض کرے۔ اتنا ہی کماؤ جس میں اللہ تعالیٰ بھی راضی ہوں اور اتنا ہی رفاہی کام کرو جس سے اللہ تعالیٰ بھی خوش ہوں۔ اگر علمائے کرام بتاتے ہیں کہ فلاں کام میں فائدہ نہیں ہے کیونکہ اس کام سے اللہ ناراض ہے تو اس سے بہتر ہے کہ موت کو قبول کرو۔ موت سے کیوں گھبراتے ہو؟ ایک دن تو جانا ہی ہے، لاکھ انتظام کرلو لیکن جو دنیا میں آیا کیا وہ جانے سے بچ گیا؟ دیر سویر سب کو اللہ تعالیٰ کے پاس جانا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی مرضی کے مطابق کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اللہ قبول فرمالے، اپنی رحمت سے کچھ کوتاہیاں ہوں تو اس کو معاف فرمادے، آمین۔

حج وعمرہ کے متعلق خاص ہدایات

ارشاد فرمایا کہ (۱) حرم شریف میں نظر کی خاص حفاظت کریں یعنی نامحرم عورت یا لڑکی یا لڑکے کو نہ دیکھیں۔ حرمین شریفین میں ساری دنیا کے لوگ آتے ہیں اس لئے ہر وقت اس کا خیال رکھیں کہ گوشۂ چشم سے بھی نفس بدنظری نہ کرنے پائے۔ گھر سے نکلتے وقت یہ ارادہ کرکے نکلیں کہ یہاں کسی کو نہیں دیکھنا ہے۔ دل میں بار بار اس ارادہ کی

تجدید کرتے رہیں ورنہ نفس بدنظری کرادے گا۔(۲) قلب کی حفاظت کریں یعنی دل میں گندے خیالات نہ پکائیں نہ کسی حسین کا تصور کرکے مزہ لیں نہ گذشتہ گناہوں کو یاد کرکے مزہ لیں، خیالات کا آنا بُرا نہیں لانا بُرا ہے، خیالات آجائیں تو ان میں مشغول ہوجانا بُرا ہے۔(۳) جسم کو بھی کسی غیر محرم عورت یا بے ریش لڑکے (یعنی جن کی داڑھی مونچھ نہ آئی ہو یا جن میں کشش ہو) کے قریب نہ رکھیں۔(۴) فضول گوئی نہ کریں یعنی زیادہ بات چیت سے پرہیز کریں، کام سے کام رکھیں۔ طواف و تلاوت درود شریف کے پڑھنے میں وقت گذاریں اور تھک جائیں یا کمزوری محسوس کریں تو کعبہ شریف کو دیکھتے رہیں۔(۵) کسی مسئلے میں کسی سے بحث و مباحثہ نہ کریں نہ کسی سے لڑائی جھگڑا کریں۔ اگر کسی سے کوئی تکلیف پہنچ جائے تو معاف کردیں کہ اگر زائرین ہیں تو اللہ کے مہمان ہیں اور مقامی ہیں تو درباری ہیں لہٰذا سرکار کے مہمانوں اور درباریوں دونوں کا ادب ضروری ہے اور دکانوں پر دکان داروں کا بھی احترام کریں کہ اللہ کے پڑوسی ہیں اور مدینہ منورہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوسی ہیں۔

(۶) طواف کے وقت کعبہ شریف کی طرف مت دیکھیں۔ بادشاہ جس وقت مخاطب ہوتا ہے تو ایسے وقت میں بادشاہ سے نظر ملانا خلاف ادب ہے۔(۷) اگر کوئی نامحرم عورت نظر آجائے تو فوراً نظر ہٹالیں، دل اس کی طرف کھنچنے لگے تو سمجھ لو کہ یہ اللہ کی مہمان ہے اس لئے میری ماں سے زیادہ محترم ہے اور اگر مدینہ منورہ میں نظر پڑ جائے تو سوچو کہ یہ اللہ کی بھی مہمان ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی مہمان ہے۔ اسی طرح کوئی لڑکا نظر آئے اور دل کھنچنے لگے تو سمجھو کہ یہ میرے باپ سے زیادہ محترم ہے کیونکہ مکہ مکرمہ میں اللہ تعالیٰ کا مہمان ہے اور مدینہ منورہ میں اللہ تعالیٰ کا بھی مہمان ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی مہمان ہے۔ غرض لڑکی یا لڑکے پر نظر پڑتے ہی فوراً ہٹالیں، ایک لمحے کو بھی پڑی نہ رہنے دیں۔ (۸) حرمین شریفین کے لوگوں سے کوئی تکلیف پہنچے تو کوئی شکایت نہ کریں، یہ سوچیں کہ یہ شہزادے ہیں، ایک طواف کریں گے اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لیں گے، ہم ان کے پیروں کی خاک کے برابر بھی نہیں ہیں۔

(۹) کھانے میں کوئی چیز پسند نہ آئے تو شکایت نہ کریں، ایک صاحب نے شکایت کی کہ مدینہ منورہ کا دہی کھٹا ہے، ہمارے ہندوستان میں دہی میٹھا ہوتا ہے تو خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ مدینہ سے نکل جاؤ۔ وہاں کی ہر چیز کو محبت، عزت اور عظمت کی نظر سے دیکھیں، کسی چیز میں عیب نہ نکالیں۔ ایک صاحب مدینہ منورہ کی برقع پوش کالی عورتوں سے روزانہ انڈے خریدتے تھے۔ ایک دن کچھ انڈے گندے نکل آئے تو انہوں نے انڈے خریدنا بند کردیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت نصیب ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ برقع میں جو کالی عورتیں آتی ہیں بہت دور سے آتی ہیں، غریب ہیں، ان سے انڈے خرید لیا کرو، ان کو مایوس نہ کرو۔ یہ خواب دیکھ کر وہ بہت روئے اور پھر روزانہ بے ضرورت ان عورتوں سے انڈے خرید کر لوگوں میں تقسیم کردیتے تھے۔(۱۰) اپنے آپ کو خادم سمجھیں

مخدوم نہ سمجھیں۔اپنی ذات کولوگوں کے لئے راحت کا باعث بنائیں اوران کی خدمت کواپنی سعادت سمجھیں۔

(۱۱)حج اورعمرہ کرنے والے اس بات کی کوشش کریں کہ ان کی ایک سانس بھی اللہ رب العزت کی نافرمانی میں نہ گذرے۔(۱۲)حج وعمرہ کے احرام کی نیت کرنے کے بعد خوشبو کا استعمال ممنوع ہے۔اس لئے ہوائی جہاز میں جو خوشبودار ٹشو پیپر دیا جاتا ہے اس کو استعمال نہ کریں۔

ہدایات برائے زائرینِ مدینہ منورہ

ارشاد فرمایا کہ روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں خوب درود شریف پڑھو بلکہ جب روضۂ مبارک نظر آئے تو عاشقانہ نظروں سے دیکھو اور اس وقت میں تو یہ شعر پڑھتا ہوں ؎

ڈھونڈتی تھی گنبدِ خضریٰ کو تو
دیکھ وہ ہے اے نگاہِ بے قرار
ہوشیار اے جانِ مضطر ہوشیار
آگیا شاہِ مدینہ کا دیار

یعنی جو مقام عرشِ اعظم سے افضل ہے آپ وہاں کھڑے ہوئے ہیں۔علماء فرماتے ہیں کہ جس جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسمِ مبارک رکھا ہوا ہے اتنا ٹکڑا عرشِ اعظم سے افضل ہے، وہ کوئی معمولی جگہ نہیں ہے۔اس لئے بتلا رہا ہوں تاکہ وہاں کے ادب میں کوتاہی نہ کرو اور جس کو اللہ تعالیٰ وہاں پہنچادے وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔

اور روضۂ مبارک پر نہایت ادب سے درمیانی آواز میں پڑھو اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللہِ اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْكَ یَا نَبِیَّ اللہِ اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْكَ یَا حَبِیْبَ اللہِ وغیرہ۔جو درود وسلام یاد ہیں خوب پڑھو کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبرِ مبارک میں زندہ ہیں اور سلام کا جواب دیتے ہیں۔

ہمارے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ وہاں خوب دعائیں مانگتے تھے اور ہجوم میں خوب دھکے بھی کھاتے اور خوب مزہ لیتے تھے۔ایسے دھکے کہاں ملتے ہیں جو بیڑا پار کردیں، وہاں کا تو دھکا بھی پیارا ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی دیکھ رہے ہیں اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی دیکھ رہے ہیں کہ ہمارا عاشق کس طرح دھکے کھا رہا ہے؟ بھلا ان کو رحم نہ آئے گا؟ وہاں اللہ تعالیٰ کی رحمت کی خوب بارش ہوتی ہے لہٰذا روضۂ مبارک پر اللہ تعالیٰ سے خوب مانگو۔امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب مجھے کوئی مشکل پیش آتی ہے تو میں اپنے استاد حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر جاتا ہوں لیکن صاحبِ قبر سے نہیں مانگتا، اللہ تعالیٰ سے مانگتا ہوں کہ اے خدا! یہ میرا استاد یہاں آرام فرما ہے، اس کی

برکت سے میری دعا قبول فرمائیے۔امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی برکت سے میری کبھی کوئی دعا رد نہیں ہوئی۔تو یہ بتاؤ کہ جن پر ایمان لانے سے اور جن کی غلامی سے وہ امام ابوحنیفہ بنے، تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ مبارک پر کتنی دعا قبول ہوگی۔اس لئے وہاں پر خوب مانگو۔

جب میں نے پہلا حج کیا تو اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ایک شعر موزوں فرمادیا۔ پہلے یہ محاورہ سمجھ لیجیے کہ اگر کسی جمعدار، بھنگی کی شادی بادشاہ کی بیٹی سے ہوجائے تو کیا اسے یقین آئے گا؟ وہ یہی سمجھے گا کہ میں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں۔اب آپ میرا شعر سمجھیں گے ؎

کہاں یہ میری قسمت یہ طواف تیرے گھر کا
میں جاگتا ہوں یارب یا خواب دیکھتا ہوں

اللہ کا وہ گھر جہاں پر سارے نبیوں نے طواف کیا، اس زمین پر ہم گنہگاروں کے قدم پہنچ جائیں، اللہ تعالیٰ کا کرم اور اس کا احسان ہی تو ہے۔

احقر جامع عرض کرتا ہے کہ ایک مرتبہ حرم مکہ شریف میں حضرت والا جمعہ کے دن پورا وقت روتے رہے اور چہرہ مبارک بالکل سرخ ہو رہا تھا، نماز اور خطبہ میں بھی مسلسل آنسو بہتے رہے۔ پھر جب کمرے میں تشریف لائے تو کسی نے عرض کیا کہ آج آپ کس وجہ سے رو رہے تھے؟ فرمایا کہ بیت اللہ میں حاضر ہوتے ہی پیچھے پہاڑوں پر نظر پڑی، اللہ تعالیٰ نے مجھے چودہ سو برس پیچھے بھیج دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہاں بکریاں چَرائی ہیں، بکریوں کا مزاج بھاگنے دوڑنے کا ہوتا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان پہاڑوں پر بھی قدم مبارک گئے ہوں گے۔

ایک بار حضرت والا روضۂ مبارک کے سامنے حاضر ہوئے تو چند منٹ کے اندر ہی شرطے نے حضرت والا کو باہر جانے کے لئے اشارہ کردیا، حضرت والا فوراً باہر تشریف لے گئے، ہم سب غمزدہ حضرت والا کے ساتھ باہر آئے۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ یہاں کے شرطے عام لوگ نہیں ہیں بلکہ درباری لوگ ہیں، ان کے لئے دل میں کوئی بُرا خیال نہ لاؤ اور نہ بے ادبی کرو۔ یہ اپنی طرف سے کچھ نہیں کرتے ان کے دل میں ڈالا جاتا ہے۔اس لئے ادب یہی ہے کہ جب یہ نکلنے کا کہیں فوراً باہر نکل جاؤ، پریشانی کی کیا بات ہے؟ دوبارہ دوسرے دروازے سے آجاؤ۔ وہ نکالیں ہم دوبارہ آجائیں گے، وہ اپنا کام کریں ہم اپنا کام کریں۔

مدینہ شریف میں حضرت والا رات کے وقت اُحد کے میدان میں تمام متعلقین کو لے کر حاضر ہوتے۔ وہاں حضرت والا بیان فرماتے اور کبھی کبھی تجدیدِ بیعت فرما کر اور نصیحتیں فرما کر فرماتے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اللہ تعالیٰ اور

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت میں ایک وقت میں ستر جنازے نکال دیے اور ہم سے گناہ نہیں چھوٹتے، نظر کی حفاظت نہیں ہوتی۔ پھر حضرت والا دعا کرتے کہ یااللہ تعالیٰ! ان شہیدوں کی شہادت کے صدقے اور ان کی وفاداری کے صدقے میں ہمیں بھی اپنی وفاداری نصیب فرما دیجئے اور ہمیں خونِ آرزو کی توفیق عطا فرما دیجئے۔ پھر سب سے عہد بھی لیتے کہ سب وعدہ کرو کہ آج کے بعد اللہ تعالیٰ کو ایک سانس ناراض نہیں کریں گے۔

اپنی صاحبزادی کو اپنے خاوند کے ہمراہ عمرہ کرنے کے لئے نصیحت

احقر جامع عرض کرتا ہے کہ شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی کی بہت ہی دلی تمنّا اور خواہش تھی کہ ایک مرتبہ ابّا جان کے ہمراہ عمرہ نصیب ہوجائے چنانچہ حضرت والا نے جب عمرہ کا ارادہ فرمایا تو صاحبزادی صاحبہ اور حضرت کے داماد صاحب نے بھی ارادہ کرلیا، لیکن بعد میں حضرت والا نے بوجہ ضعف اور کمزوری ارادہ ملتوی فرمادیا لیکن حضرت والا کے داماد کا ارادہ باقی رہا کہ ابھی عمرہ کرنا ہے۔ حضرت والا کی صاحبزادی کو بہت افسوس اور غم ہوا کہ اس بار بھی حضرت والا کے ساتھ عمرہ نہیں کرسکیں گی۔ حضرت والا نے اپنی صاحبزادی کو ٹیلیفون پر نہایت ہی درد سے اور اَشکبار آنکھوں سے یوں نصیحت فرمائی:

''اپنے شوہر کی مرضی پہ راضی رہو۔ جس بات سے وہ خوش ہوں اسی کو اختیار کرو۔ تمہاری دنیا و آخرت کی کامیابی اسی میں ہے۔ تم بس اپنے شوہر کی مرضی پہ راضی رہو، ان کی خوشی میں اللہ تعالیٰ کی خوشی ہے اور اللہ کی خوشی سب خوشیوں سے افضل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اگر کسی کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو بیوی کو حکم ہوتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے، مگر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو سجدہ کرنا جائز نہیں۔ اس سے شوہر کی اہمیت اور اس کا درجہ ظاہر ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اور کسی کے بارے میں اس عنوان سے ارشاد نہیں فرمایا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی مرضی بہت قیمتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو خوش رکھو، اللہ تعالیٰ کو خوش رکھو، اللہ تعالیٰ کو خوش رکھو (بہت ہی درد سے فرمایا) میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی خوشی کے سامنے اپنی تمام آرزوؤں اور تمنّاؤں کو فدا کردو۔ تمہارا رب تمہارے شوہر کی خوشی سے خوش ہے۔ اپنے ابّا کی خوشی کو مت دیکھو، اپنے ربّا کی خوشی کو دیکھو، اور ربّا خوش ہے تمہارے شوہر کی خوشی میں۔ اس لئے اپنے شوہر کی خوشی کو مقدم رکھو۔ ماں باپ، بہن بھائی سے بھی زیادہ شوہر کا حق ہے۔ تم باپ کی خوشی کو مت دیکھو، مجھے بہت خوشی ہوگی کہ تم اپنے شوہر کے ساتھ عمرہ کرنے جاؤ۔ اپنے شوہر پر بھی ظاہر کردو کہ ان کے ساتھ عمرہ کرنے کی تم کو بہت خوشی ہورہی ہے، ذرا بھی غم کا اظہار نہ کرنا۔ اور یہ باتیں اپنی سب بہنوں کو بھی سمجھا دو اور جہاں جاؤ، ان باتوں کو پھیلاؤ۔''

خریداری سے متعلق خواتین کو ایک اہم نصیحت

خواتین خریداری کیسے کریں؟ اس موضوع پر حضرت والا نے یہ خط اپنے صاحبزادے حضرت مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم کو لکھا تھا جب حضرت والا امریکہ اور کینیڈا کے سفر پر تھے۔

باسمہٖ تعالیٰ شانہٗ
مکرمی عزیزم مولانا مظہر سلمہٗ اللہ تعالیٰ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ
جمعہ کے دن اور پیر کے دن اس خط کو آپ سنائیے۔

''ایک مسئلہ کی طرف خواتین کی بار بار توجہ کرائیے اور بار بار میری طرف سے سمجھائیے قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا اس آیت پاک میں سب سے پہلے اپنے نفس کو اور گھر والوں کو جہنم سے بچانے کا حکم ہے۔ وہ مسئلہ یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو، گھر سے خواتین نکلنے سے سخت احتیاط کریں۔ اگر کسی ضرورت سے جانا ہو تو اپنے محرم بیٹا یا باپ یا بھائی یا شوہر کے ساتھ ہو۔ اگر دکان پر کپڑا خریدنا ہو تو باپ یا بھائی یا شوہر یا بیٹا بھی ساتھ ہو اور گفتگو دکان کے مالک سے صرف محرم کرے اور عورت اپنے محرم کے پیچھے برقعہ کے ساتھ ہو اور وہ اپنی پسند کا اظہار یا قیمت کی بات چیت خود دکاندار سے نہ کرے بلکہ عورت اپنے محرم یعنی باپ یا شوہر یا بھائی سے کہے اور وہ وکیل بن کر مالکِ دکان سے بات کرے، اور ماضی کی بے اصولیوں اور خطاؤں اور کوتاہیوں سے توبہ اور استغفار کریں اور آئندہ کے لئے پکا ارادہ کریں کہ اس کے خلاف براہِ راست غیر محرم دکانداروں سے بات چیت نہ کریں گے۔ میری اس گزارش پر عمل نہ کرنے سے عذاب کا اندیشہ ہے۔ اللہ تعالیٰ شانہٗ ہم سب کو اپنا خوف عطا فرمائیں اور اپنے عذاب سے بچائیں۔ آمین۔''

از حکیم محمد اختر
۲۳؍ربیع الثانی ۱۴۱۵ھ
بمطابق ۳۰؍ستمبر ۱۹۹۴ء

مقتداء وخلفاء کو نصیحتیں

ارشاد فرمایا کہ (مورخہ ۸ رشوال المکرم ۱۴۲۶ھ مطابق ۱۱ رنومبر ۲۰۰۵ء بروز جمعہ): تمام خلفاء کو مطلع کیا جاتا ہے کہ جن حضرات کو خلافت دی گئی ہے ان کی موجودہ حالت پر حسنِ ظن سے دی گئی ہے، لیکن خدانخواستہ آئندہ اگر کسی کی حالت بدل گئی اور شریعت وسنت کے خلاف عمل کرنے لگا تو اس کی خلافت منسوخ سمجھی جائے گی۔ غیر عالم خلفاء کو تاکیداً ہدایت ہے کہ فقہی مسائل میں علماء کرام سے رجوع کریں، اپنی رائے پر عمل نہ کریں اور علماء کرام کا ادب واحترام ملحوظ رکھیں۔

اس کے علاوہ ۲۷ ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ بمطابق ۲۱ مارچ ۲۰۱۲ء کو حضرت والا نے فرمایا کہ میرا جو خلیفہ (اجازت یافتہ) کسی بھی گناہ میں مبتلا پایا جائے تو حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کے مطابق اس کی خلافت منسوخ سمجھی جائے گی۔ مثلاً

(۱)......ٹی وی پر آنا اور انٹرنیٹ پر تصویر کے ساتھ آنا۔

(۲)......تصویر کھنچوانا یا چھپوانا اور مووی بنوانا۔

(۳)......شرعی پردہ نہ کرنا (نامحرم عورتوں سے احتیاط نہ کرنا)۔

(۴)......غیر شرعی تقریبات میں شرکت کرنا۔

(۵)......مروجہ غیر شرعی عملیات کرنا اور غیب کی باتیں بتانا وغیرہ۔

نیز کوئی بیعت کا کہے فوراً بیعت کرلیا کریں یہ سوچ کر کہ اپنی اصلاح کی نیت سے بیعت کرتا ہوں۔

اور فرمایا کہ وقت سے پہلے بیان ختم کردو تاکہ لوگ پیاس لے کر جائیں۔ غیر عالم خلفاء مجالس، بیانات میں اپنی باتیں سنانے کے بجائے میرے مواعظ اور میری کتابیں پڑھ کر سنائیں۔ جہاں ضرورت ہو کچھ تشریح کردیں۔ سنی سنائی روایات نہ سنائیں جب تک کہ اس روایت کا حوالہ نہ معلوم ہو۔ فقہی مسائل کے بارے میں کبھی خود پہل نہ کریں بلکہ علماء کی طرف رجوع کا مشورہ دیں اور علماء میں بھی جو مفتی ہوں، ان کی طرف زیادہ رجوع کرائیں۔ علماء کا نام ادب واحترام سے لیا کریں۔ اس کے علاوہ فرمایا کہ میں بیان شروع کرنے سے پہلے تمام سامعین کو ایک نظر محبت سے دیکھتا ہوں۔ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ اپنے شیخ کو شاہراہِ اولیاء سے ملاتے رہو اور شیخ بھی اپنے اعمال اور راہ کو شاہراہِ اولیاء سے ملاتا رہے۔

۱۹۹۵ء میں ایک بیرونِ ملک سفر میں حضرت والا کے پاس متعلقین علماء جمع ہوئے اور خلوت میں عرض کیا کہ آپ کے ایک خلیفہ جنہوں نے داڑھی کٹوالی ہے، عورتوں سے احتیاط نہیں کرتے، چڈی پہن کر گاڑی دھوتے ہیں۔ پچھلی بار بھی آپ کی آمد کی انہیں اطلاع کی تھی مگر وہ ملنے بھی نہیں آئے اور اس بار بھی اندازاً اٹھارہ دن گذر گئے ہیں لیکن اب تک ملنے نہیں آئے۔ ابھی گفتگو جاری تھی کہ حضرت کے وہ اجازت یافتہ ملاقات کے لئے آگئے۔ حضرت نے انہیں اندر کمرے میں بلالیا، ان کو اردو نہیں آتی تھی تو ترجمان کے ذریعے بات چیت ہورہی تھی۔ ان صاحب کی داڑھی واقعی کٹی ہوئی تھی لیکن پھر بھی حضرت والا ان سے بہت محبت سے پیش آئے اور پوچھا کہ پچھلی بار آپ ملنے کیوں نہیں آئے؟ انہوں نے عرض کیا کہ مجھے ڈاکٹر نے بیماری کی وجہ سے پہاڑی علاقہ میں تبدیلیٔ آب و ہوا کے لئے بھیج دیا تھا اور کہا تھا کہ فون پر بھی کسی سے بات نہ کروں، اس لئے مجھے آپ کے آنے کا پتا ہی نہیں چلا، اس بار بھی مجھے ابھی پتا چلا ہے تو میں حاضر ہوگیا۔

حضرت والا محبت سے بات چیت فرماتے رہے، پھر نظر کی حفاظت پر بیان فرمایا اور داڑھی پر بیان فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضرت والا! مجھے بالوں کی کوئی بیماری ہوگئی ہے جس کی وجہ سے میری داڑھی کم ہوگئی۔ اس کے بعد وہ واپس چلے گئے۔ ایک صاحب نے حضرت والا سے عرض کیا کہ انہوں نے غلط بیانی کی ہے، میں نے خود پچھلی بار بھی ان کو اطلاع دی تھی اور اس بار بھی میں نے اطلاع دی تھی۔ عرض کیا کہ حضرت! ان کی داڑھی کٹی ہوئی تھی تو آپ ان کی خلافت منسوخ فرمائیں گے؟ حضرت والا نے فرمایا کہ ایک مومن جب کہہ رہا ہے کہ کسی بیماری کی وجہ سے میری داڑھی کم ہوگئی ہے تو ہمیں اس پر یقین کرنا چاہیے، اور خلافت اس لئے واپس نہیں لی کہ خلافت کوئی جنت کی ضمانت نہیں ہوتی، جو خلیفہ (اجازت یافتہ) کسی بھی گناہ میں مبتلا پایا جائے تو حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کے مطابق اس کی خلافت منسوخ سمجھی جائے گی۔ اور ارشاد فرمایا کہ گناہوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے رابطہ خود بخود ختم ہوجاتا ہے جب تک توبہ نہ کی جائے۔

جس نے بدنگاہی پر بیان نہیں کیا اس نے میرا حق ادا نہیں کیا

ایک بڑے ملک سے حضرت والا کے خلیفہ کا فون آیا کہ لوگ مجھے یہاں بدنظری اور داڑھی وغیرہ کا بیان کرنے سے منع کررہے ہیں کہ اس ملک کے ماحول کی فکر کرو، ایسے بیان کے لئے حالات سازگار نہیں ہیں۔ حضرت والا نے اَشک بار آنکھوں سے فرمایا اگر تم یہ بیان اس ملک میں نہیں کروگے تو کہاں کروگے؟ فرمایا کہ اگر تم نے یہ بیان نہیں کیا اور میرے دردِ دل کی قدر نہیں کی تو میں قیامت کے دن تمہاری گردن پکڑوں گا۔

ہدایات ونصائح برائے خلفائے مجازین وجملہ احباب از (خزائن شریعت وطریقت)

(۱) تمام مجازین ہر ماہ کسی مقام پر اجتماع کر کے ایک دوسرے کی ملاقات اور فکرِ اصلاح کے طریقے پر غور کریں۔

(۲) تواضع اور فنائیت کا اہتمام اور ہر شخص خود کو جملہ مسلمانوں سے فی الحال اور حیوانات اور کفار سے فی المآل کمتر سمجھے۔

(۳) کھلم کھلا ارتکابِ کبائر کے مرتکب کی خلافت منسوخ سمجھی جاوے گی مثلاً گھر میں ٹیلی ویژن کا استعمال یا اپنی بیوی کو بے پردہ بازاروں میں پھرانا، یا بیوی کو دکان میں دکانداری کے لئے بٹھانا، ایسے اعمال سے اس کی خلافت منسوخ سمجھی جاوے گی اور فہرستِ مجازین سے اس کا نام کاٹ دیا جائے گا۔

(۴) جس کو جہاں اور جس خلیفہ سے مناسبت ہو اس کو وہاں شرکت کی بہ طیبِ خاطر اور بدون شکایت اجازت دینا علامتِ اخلاص ہوگی اور مریدوں کو بدون مناسبت اپنی طرف کھینچنے کی کوشش حبِ جاہ اور عدمِ اخلاص کی علامت ہے۔

(۵) آپس میں اتحاد اور محبت اور تواضع سے ملاقات کرنا اور اپنے کو مٹانا خلاصۂ تصوف اور حاصلِ طریق ہے۔

(۶) خلافت کو اپنی اصلاح کا ذریعہ سمجھیں، اس کو اپنے لئے صاحبِ کمال ہونے کی دلیل سمجھنا سخت نادانی ہے۔

(۷) ذکر و مجلس، تعلیم و تربیت کا اہتمام اپنی بستی میں لازم ہے۔

(۸) اللہ تعالیٰ کی محبت اور ایمان کا نقطۂ آغاز لا الٰہ سے ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ الٰہ کی تینوں قسموں سے قلب کی طہارت کے بدون الا اللہ کی تجلیاتِ خاصّہ سے قلب متجلی نہ ہوگا۔ اور الٰہ حجر سے بچنا تو ہر مومن کا عمل ہوتا ہے لیکن الٰہ جاہی اور الٰہ باہی سے طہارتِ قلب تزکیۂ نفس کے لئے لازم ہے۔ جاہ سے مراد تکبر اور غضب اور غیبت ہے، الٰہ باہی سے مراد بدنظری اور دل میں شہوت کا خیال لانا اور پردہ شرعی نہ کرنا، فلمی گانے اور موسیقی سننا یا خواتین کو نوکر رکھنا اور بے پردہ ان سے اختلاط یا بے ریش حسین لڑکوں سے اختلاط اور ان سے پیر دبوانا وغیرہ ہے۔ دلیل یہ ہے

اَفَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ (سورة الجاثية: آية ٢٣)

(۹) آپس میں ملاقات سے اجتناب اور اور تنافر و تحاسد و غیبت اور تباغض یہ علامت حیاتِ نفس اور حبِ جاہ ہے، اس لئے ذوقِ جنتی پیدا کیجئے۔ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ اہل اللہ سے ملاقات کو دخولِ جنت سے اول اور مقدم فرمانا دلیل ہے کہ اہل اللہ سے ملاقات دخولِ جنت سے افضل ہے کیونکہ اہلِ جنت مکین ہیں اور جنت مکان ہے اور مکان سے مکین افضل ہوتا ہے۔ یہ تحقیق میرے مرشدِ اول شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول بھی میرے شیخ شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نقل فرمایا کرتے تھے کہ جب سے خبر ملی کہ جنت میں دوستوں سے ملاقات ہوگی مجھے جنت کا شوق بڑھ گیا۔

اس کو موت سے قبل ایمان نصیب ہوجائے اور اپنے برے خاتمہ کا خوف کرے۔ اس طرح عُجب سے اور کبر سے بچ جائے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ (ہر خلیفہ کے لئے یہ مراقبہ ضروری ہے خاص طور پر ان خلفاء کے لئے جو اہلِ علم ہیں۔)

(۱۷) ریا کاری وہ ہے کہ کسی عمل کو لوگوں کو دکھانے اور ان کو اپنا معتقد بنانے کے لئے کرے۔ اگر یہ نیت نہ ہو اور لوگوں پر ظاہر ہوجائے تو یہ اخلاص کے منافی نہیں ہے۔ شیخ کے سامنے عمدہ عمل کرنے کو بھی اخلاص میں شمار کیا گیا ہے کیونکہ شیخ سے تعلق کا مقصد اللہ تعالیٰ تک پہنچنا ہے، بس جس نے شیخ کا دل خوش کرنے کے لئے عمدہ نماز پڑھی یا عمدہ تلاوت کی تو یہ بھی لِوَجْهِ اللهِ تَعَالٰی شمار ہوگا، اس کی دلیل حدیث شریف میں ہے کہ ایک صحابی رات کو نمازِ تہجد میں تلاوت کررہے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سنتے رہے۔ صبح کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تعریف فرمائی کہ تم نے بہت عمدہ تلاوت کی تو انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سن رہے ہیں تو میں اور زیادہ خوش الحانی کے ساتھ پڑھتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر خاموش ہوگئے، ان سے یہ نہیں فرمایا کہ مجھے سنانے کے لئے اچھا پڑھنا اخلاص کے خلاف ہے۔

(۱۸) جن لوگوں نے شیخ کی صحبت زیادہ اٹھائی ہے ان کو اتنا ہی زیادہ فیض ملا ہے اور آگے ان کا فیض بھی زیادہ ہوگا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

(۱۹) ہر اچھی صفت اور خوبی کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرے اپنا کمال نہ سمجھے، اپنے اعمال کو اور اپنے آپ کو اچھا نہ سمجھے، یہ کافروں کا طریقہ ہے کہ وہ خود کو اچھا سمجھتے ہیں۔

(۲۰) جس کو خلافت دی ہے اگر وہ دین کا کام نہ کرے گا تو اس کا تعلق مع اللہ دن بدن کمزور ہوتا چلا جائے گا اور اگر کوئی خلیفہ یوں کہے کہ میرے اندر صلاحیت نہیں ہے تو سمجھ لو کہ تمہاری صلاحیت دیکھ کر میں نے خلافت نہیں دی بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت پر نظر رکھتے ہوئے خلافت دی ہے کیونکہ جو شخص یہ کہے کہ میری صلاحیت کی بناء پر خلافت ملی ہے تو وہ خود کو نیک سمجھ رہا ہے۔ جبکہ نیک بننا تو فرض ہے لیکن خود کو نیک سمجھنا حرام ہے، ہمیشہ یوں سمجھے کہ میری اصلاح نہیں ہو رہی تھی اس وجہ سے شیخ نے خلافت دے دی تا کہ میں اپنی اصلاح کی طرف متوجہ ہوجاؤں۔

(۲۱) شیخ بننے کے بعد اپنے شیخ کی مجلس کی حاضری نہ چھوڑ دے اور خود کو اپنے شیخ سے مستغنی نہ سمجھے۔

(۲۲) مجلس کا وقت متعین کرکے اس وقت کتاب پڑھنے کا معمول بنائے اگر لوگوں کی توجہ نہ ہو اور حاضرین کم ہوں یا شروع میں کوئی نہ ہو تو پرواہ نہ کرے بلکہ سنت کے مطابق کام کرے اور خود تقویٰ کے ساتھ رہے، قلوب کو متوجہ کرنا اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے۔

(۱۰) ہر سانس حق تعالیٰ کی رضا کے اعمال پر فدا کرنا اور ایک سانس بھی اللہ تعالیٰ کے غضب و ناراضگی وقہر کے اعمال میں استعمال نہ کرنا روحِ اسلام اور روحِ ایمان ہے اور یہ نعمت احسان کے صدقہ میں ملتی ہے لہٰذا کیفیتِ احسانی اہل اللہ کے سینہ سے حاصل کرنے کی فکر ضروری ہے اور ذکر کا دوام اور صحبتِ اہل اللہ کا اہتمام اور معاصی سے اجتناب کا التزام احسانی کیفیت کے حصول کا قوی ذریعہ ہے۔

(۱۱) تبلیغی جماعت پر تنقید و تنقیص نہ کی جائے اور جو حضرات تبلیغی کام سے منسلک ہیں ان کو بھی دین کا خادم سمجھ کر ان کا اکرام کیا جائے۔

(۱۲) ہر مسلک کے اہلِ حق مشائخ کا اکرام واحترام کیا جائے اور گروہ بندی سے سخت احتراز کیا جائے کیونکہ افتراق دین کے لئے سخت مضر ہے۔ امت کو جوڑنے کی ہر دم فکر ہو، اختلاف وافتراق سے سخت گریز کیا جائے۔

(۱۳) خاندان و برادری کی شادی بیاہ وغیرہ کی تقریبات کی غیر شرعی رسومات کو روکنے کی اگر قدرت نہ ہو تو ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ ان تقریبات میں خود ہرگز ہرگز شرکت نہ کریں۔ لَا یَجُوْزُ الْحُضُوْرُ عِنْدَ مَجْلِسٍ فِیْهِ الْمَحْظُوْرُ

(۱۴) ہر خلیفہ یہ سمجھ لے کہ خلافت بوجہ استعداد نہیں دی گئی بلکہ برائے استعداد دی گئی ہے۔ بعض لوگوں کی اصلاح خلافت پر موقوف ہوتی ہے اسی وجہ سے شیخ خلافت دے دیتا ہے جس طرح مستقبل کی صلاحیتوں کی امید پر میزان پڑھنے والے کو مولوی صاحب کہہ دیا جاتا ہے۔

(۱۵) غیب کا علم صرف اللہ کو ہے، میں تو صرف ظاہری حالت دیکھ کر اللہ تعالیٰ پر نظر رکھتے ہوئے خلافت دیتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے روزانہ دعا کرتا ہوں کہ یا اللہ تعالیٰ! جس کو بھی میں نے اجازت دی ہے آپ اس کو میرے لئے صدقہ جاریہ بنائیے اور اخلاص نصیب فرما کر اس سے خوب کام لیجیے اور صاحبِ نسبتِ لازمہ بھی بنائیے اور صاحبِ نسبتِ متعدیہ بھی بنائیے اور اولیائے صدیقین کی منتہیٰ تک پہنچائیے۔

آہ جائے گی نہ میری رائیگاں
تجھ سے ہے فریاد اے ربِ جہاں

اور الحمدللہ میں اپنی آہ وزاری کے ثمرات دیکھ رہا ہوں۔

(۱۶) کوئی خلیفہ خود کو اہم شخصیت سمجھ کر عام مسلمانوں کو حقیر نہ سمجھے بلکہ گہنگار مسلمانوں کے بارے میں یہ سوچے کہ ممکن ہے کہ اس کی زندگی میں کوئی ایسا عمل ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالیا ہو اور قیامت کے دن اس کی معافی ہو جائے اور ممکن ہے میری کوئی ایسی غلطی اور گناہ ہو جس کی وجہ سے نیکیاں برباد ہو جائیں۔ بس اس احتمال کو سوچا کرے اور ڈرتا رہے۔ گناہوں سے روکنا واجب ہے لیکن گنہگار کو حقیر سمجھنا حرام ہے، اور کافروں کے حق میں سوچے کہ ممکن ہے

(۲۳) اگر کوئی شخص مذاق اڑائے یا طعنہ دے یا ستائے یا ماضی کی کوئی خطا یاد دلائے تو اس کی فکر میں نہ پڑے بلکہ اللہ تعالیٰ پر نظر رکھے، اور ستانے والوں کے بارے میں یہ سوچے کہ ان کے ستانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سنت مجھ سے ادا ہو رہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی دین کا کام کرنے کی وجہ سے بہت ستایا گیا۔

(۲۴) اپنے وعظ میں بار بار اپنے شیخ کا تذکرہ کرے اور اپنے شیخ کی باتیں نام لے کر بیان کرے۔ جو لوگ ایسا نہیں کرتے ان کے سلسلہ میں برکت نہیں ہوتی، اور ان کے مریدین بھی ان کی قدر نہیں کرتے۔

(۲۵) اس بات کو بار بار بیان کرے کہ میں کچھ نہیں تھا، شیخ کی برکت سے یہ علوم حاصل ہوئے اور آج جو لوگ مجھ سے استفادہ کرتے ہیں اور میری طرف رجوع کرتے ہیں اور اکرام کرتے ہیں یہ سب اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جو شیخ کی برکت سے ملا ہے۔

(۲۶) لوگوں کی زبان سے اپنی تعریف سن کر خود کو بڑا نہ سمجھے بلکہ اچھی طرح سمجھ لے کہ بندوں کی تعریف سے بندے کی قیمت نہیں بڑھتی بلکہ جب مولیٰ تعریف کرے تو قیمت بڑھتی ہے، جب اللہ تعالیٰ میدانِ حشر میں فرماویں کہ اے میرے بندے میں تجھ سے راضی ہوں تب تم واقعی قیمتی ہوگے لہٰذا قیامت سے قبل اپنی قیمت خود نہ لگاؤ، اور اس بات کو سوچے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے عیوب ان بندوں سے چھپا رکھے ہیں ورنہ یہ سب مجھ سے نفرت کرتے۔

(۲۷) اپنے معاصرین میں سے کسی کی دینی خدمات اور لوگوں میں مقبولیت دیکھ کر اگر دل میں حسد محسوس ہو تو یوں دعا کرے کہ اے اللہ اس کو مزید ترقی عطا فرما اور اس کو اپنا ولی بنا لے اور قطب کا مرتبہ عطا فرما دے۔ اس طرح حسد کا علاج ہو جائے گا۔

بیان کرنے والے کو سامعین کی تعداد پر نظر نہیں کرنی چاہیے

جناب فیروز میمن صاحب سے فرمایا کہ پیر کے روز مغرب کے بعد کا بیان کرو۔ وہ باہر گئے اور واپس آ کر عرض کیا کہ فلاں صاحب کہہ رہے ہیں کہ بارش کی وجہ سے لوگ کم آئے ہیں، اس وجہ سے آج بیان نہ کریں۔ حضرت والا نے جوش سے فرمایا کہ لوگوں کو مت دیکھو، چاہے ایک ہو، اللہ تعالیٰ کی رضا دیکھو۔ یہ دنیا داری ہے کہ لوگ کم ہیں، کیا تم لوگوں کے لئے بیان کرتے ہو؟ یا لوگ زیادہ ہوں گے تو بیان کرو گے؟ ارے میاں! اخلاص حاصل کرو، جو طالبین اللہ کے لئے آتے ہیں ان کو دین کی کچھ باتیں سنا دیا کرو۔ جب مجلس کا وقت ہو جائے تو اس وقت مجلس شروع کر دیا کرو، لوگوں کی تعداد کو مت دیکھا کرو۔ ڈاکٹر کے پاس کیا جب سب مریض آ جاتے ہیں تو تب وہ علاج شروع کرتا ہے یا ایک ایک مریض کو دیکھتا جاتا ہے؟

فہرست خلفاء مجازینِ بیعت

پاکستان

نمبر شمار	نام	پتہ
۱	جناب مولانا نعیم اختر صاحب	ناظم تعلیمات جامعہ عربیہ ریاض العلوم۔لیاقت کالونی ۹ ۳ حیدرآباد سندھ
۲	جناب مولانا عبدالعزیز صاحب	مہتمم مدرسہ اشاعۃ العلوم جامع مسجد چشتیاں ضلع بھاولنگر (رحلت فرما گئے)
۳	جناب مولانا عبدالرحمٰن صاحب	خطیب راول مسجد ہل پارک کراچی
۴	جناب صوفی غلام اویس شاہ صاحب	ڈاکخانہ سرور والی ڈیرہ غازی خان (رحلت فرما گئے)
۵	جناب مولانا علی احمد صاحب	حسن سینٹر، گلشن اقبال، کراچی (رحلت فرما گئے)
۶	جناب صوفی محمد آزاد صاحب	نزد مدرسہ روضۃ العلوم کھنڈو گوٹھ نارتھ ناظم آباد کراچی
۷	جناب مولانا عبدالرحمٰن خاں شیرانی صاحب	معرفت خدائنزہ دوکاندار اخروٹی مسجد روڈ ضلع ژوب بلوچستان
۸	جناب مولانا سہیل احمد صاحب (انجینئر)	کراچی
۹	جناب صوفی عبدالعزیز صاحب	مکان ۱۱۲ اے بلاک ۱۰ عقب ریاض گرلز کالج لیاقت آباد، کراچی
۱۰	جناب فرقان احمد شمسی صاحب	۲/ای-۹۴ بلاک بی نارتھ ناظم آباد کراچی
۱۱	جناب ڈاکٹر خلیل احمد صاحب	اے-۱۴۰ سندھ بلوچ سوسائٹی گلستان جوہر کراچی
۱۲	جناب الحاج ایوب صاحب	مکان ۶ ۳ / ۱۳ اے ایریا لیاقت آباد کراچی ۱۹ (رحلت فرما گئے)
۱۳	جناب سلیم الحق صاحب	فلیٹ نمبر ۱۰۱، الف ریذیڈنسی گلشن اقبال بلاک ۲، کراچی
۱۴	جناب عبدالمجید صاحب	افسر واپڈا حیدرآباد یونٹ نمبر ۱۲ لطیف آباد، حیدرآباد
۱۵	جناب معین الحق صاحب	اے ۱۲۲ بلاک ۱۳ سی گلشن اقبال کراچی
۱۶	جناب اطہر شرافت صاحب	اے ۲۱ بلاک ۱۳ سی گلشن اقبال کراچی

۱۷	جناب ڈکٹر عبد المقیم صاحب	۳۲ راجپوت بلاک نفیر آباد شالیمار ٹاؤن باغبان پورہ لاہور
۱۸	جناب ڈاکٹر عبد السلام صاحب	سحر کلینک عقب صغیر سینٹر کراچی
۱۹	جناب رضی عطا کریم صاحب	اے ۳ ۸۴ بلاک نمبر ا گلشن اقبال کراچی
۲۰	جناب مولانا فضل الرحمٰن صاحب	صوبہ سرحد ضلع کوہستان تحصیل واسوڈاکخانہ کمیلا علاقہ کندیاں سیال
۲۱	ڈاکٹر عرفان الکریم انصاری صاحب	ایم ۵۹۲- نشان راہ پی ای سی ایچ ایس کراچی
۲۲	جناب حافظ ڈاکٹر محمد ایوب صاحب	ایف /۱۹ اے بلاک ایف نارتھ ناظم آباد کراچی
۲۳	جناب حکیم امیر احمد صاحب	ٹیکسلا (رحلت فرما گئے)
۲۴	جناب سعید اللہ خان صاحب	فلیٹ اے-۱ عقب زہرہ اپارٹمنٹ اسٹریٹ ۵ روڈ نمبر ۶ گلشن اقبال کراچی
۲۵	جناب مولانا ریاض الدین صاحب	ضلع صوابی تحصیل لاہور گاؤں ڈاکخانہ دولت مہتمم مدرسہ بیت العلوم دولت
۲۶	جناب مولانا فضل حق صاحب	خطیب جامع مسجد عثمان کے ڈی اے اسکیم نمبر ا کراچی
۲۷	جناب مولانا جلیل احمد اخون صاحب	مہتمم مدرسہ جامع العلوم عیدگاہ بھاولنگر
۲۸	جناب مولانا مفتی انعام الحق صاحب	دار الافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی
۲۹	جناب مولانا غلام محمد صاحب	محلہ براہان خیل گاؤں ڈاکخانہ بڈھ بیر پشاور
۳۰	جناب مولانا مفتی مقصود احمد صاحب	مدرسہ عائشہ صدیقہ جامع صدیق اکبر، کمہار بستی، نئی سمندری، فیصل آباد
۳۱	جناب مفتی نور الزماں صاحب	مہتمم جامعہ عربیہ مدینۃ العلوم گلشن اقبال بلاک ۱۳ جی کراچی
۳۲	جناب حافظ راشد فیروز صاحب	بی ۱/ ۳۷ بلاک ۵ مدنی مسجد بلوچ کالونی کراچی
۳۳	جناب مولانا شفیق احمد بستوی صاحب	استاذ حدیث جامعہ خدیجۃ الکبریٰ ۶/ ۴ محمد علی سوسائٹی کراچی
۳۴	جناب مولوی محمود الحسن صاحب	ابن حافظ ابراہیم صاحب جامع مسجد بلال گلگشت کالونی ملتان
۳۵	جناب فیروز میمن صاحب	بی - ۱۰۰، سندھ بلوچ سوسائٹی گلستان جوہر بلاک ۱۲ کراچی
۳۶	جناب مولانا عبد الرشید صاحب	شیخ الحدیث جامعہ اشرف المدارس سندھ بلوچ سوسائٹی گلستان جوہر کراچی
۳۷	جناب صوفی ماسٹر عبد الغنی صاحب	(مجاز بیعت للعوام) زنگی خیل ڈاکخانہ زندگی خیل ضلع لکی مروت سرحد

۳۸	جناب اقبال عبدالشکور صاحب	۲۳۶ بی آدم جی نگر کراچی
۳۹	جناب حق الیقین صاحب	۶۵۔ بی/۶ خیابان بحریہ فیز ۵ ڈی ایچ اے کراچی
۴۰	جناب شمیم احمد صاحب	۱۹۴-بی بلاک ۶ گلشن اقبال کراچی
۴۱	جناب کامران چھاپرا صاحب	۲۳ کراچی میمن سوسائٹی بلاک ۸/۷ کراچی
۴۲	جناب ڈاکٹر احمد ندیم عثمانی صاحب	پی آر ایف ہسپتال، سندھ بلوچ سوسائٹی، گلستان جوہر کراچی
۴۳	جناب حفیظ الرحمٰن صاحب	۱۰۷۔اے بلاک ایف نارتھ ناظم آباد کراچی
۴۴	جناب نثار احمد صدیقی صاحب	۹۸ بی بلاک ۱۱ بی/ڈی-۱۳ گلشن اقبال کراچی
۴۵	جناب حافظ حبیب اللہ صاحب	جامع مسجد عثمان غنی کے ڈی اے اسکیم نمبر ۳۳ نزد پائنیر ہومز سپر ہائی وے، کراچی
۴۶	جناب خالد اقبال تائب صاحب	اے-۱۳۱ ثنا ایونیو بلاک ۱۲ گلستان جوہر کراچی
۴۷	جناب شاہین اقبال اثر صاحب	ایس ٹی سیکٹر ۴-۵ سرجانی ٹاؤن کراچی
۴۸	جناب ناصر گلزار صاحب	۶/۶۳ خیابان شمشیر فیز ۵ ڈیفنس کراچی ۴۳ (رحلت فرما گئے)
۴۹	جناب شیخ عبدالحلیم صاحب	۱/۳۷ اسٹریٹ نمبر ۲ فیز ۷ ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی کراچی
۵۰	جناب سید واثق حسین صاحب	سی ۱۰/الرحمٰن اپارٹمنٹ بلاک ۱۶ گلشن اقبال کراچی
۵۱	جناب مولانا محبوب الٰہی صاحب	امام مسجد بیت المکرم گلشن اقبال کراچی
۵۲	مولانا قاری احسان الحق صاحب	مہتمم مدرسہ فیض القرآن جامع مسجد بلال حمید کالونی گل روڈ گوجرانوالہ (رحلت فرما گئے)
۵۳	جناب مولانا بشیر احمد صاحب	بی-۶۰ سندھ بلوچ سوسائٹی بلاک ۱۶ گلستان جوہر کراچی
۵۴	جناب مولانا عبداللہ میمن صاحب	مدرس دارالعلوم کراچی
۵۵	جناب مولانا الطاف حسین صاحب	آر ۲۰۲ ریلوے ہاؤسنگ سوسائٹی ۱۳ ڈی ۲ گلشن اقبال کراچی
۵۶	جناب مولانا محمد امین صاحب	جامع مسجد بیت المعمور، مدرسہ تعلیم النساء، نارتھ ناظم آباد، کراچی
۵۷	جناب مطہر محمود صاحب	مقیم خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی
۵۸	جناب حافظ ضیاء الرحمٰن صاحب	کراچی

۵۹	جناب حافظ کمانڈر محمد طارق صاحب	ڈی ۶ / ۱۵ این او آر ای ۴ کارساز کراچی
۶۰	جناب حافظ بلال رشید صاحب	اے ۶۸ بلاک ۴ گلشن اقبال کراچی
۶۱	جناب محمد رمضان صاحب	سی پی او یونٹ ۲۳ حنیف ایس آر ای کارساز کراچی
۶۲	جناب صوفی عبدالرحمٰن صاحب	۱۹۵/۷ دہلی مرکنٹائل سوسائٹی شہید ملت روڈ کرچی
۶۳	جناب مفتی خالد حسین عباسی صاحب	خطیب جامع مسجد مری
۶۴	جناب میاں محمد فرقانی صاحب	گلشن اقبال کراچی (رحلت فرما گئے)
۶۵	جناب محمد عتیق صاحب	(مجاز بیعت للعوام) فلیٹ نمبر ۷ معظم ٹیرس گلشن اقبال بلاک ۲ کراچی
۶۶	جناب مولانا محمد انوار النبی صاحب	مہتمم مدرسہ تعلیم القرآن سیکٹر ۵ سی ۳ این ایریا کورنگی (رحلت فرما گئے)
۶۷	جناب مولانا تحسین محمود صاحب	آر/۴ سوک ہاؤس، ۱۳/ای گلشن اقبال کراچی
۶۸	حافظ محبوب الرحمٰن صاحب	مدرس دار العلوم رحمانیہ لی مارکیٹ، کراچی
۶۹	جناب قاری عبدالمالک صاحب	صدر مدرس شعبہ تجوید وقراءت جامعہ دار العلوم کراچی
۷۰	جناب عبدالرزاق اسمٰعیل صاحب	۱۹/دار الامان ہاؤسنگ سوسائٹی بلاک ۸/۷، کراچی
۷۱	جناب سلیم یوسف صاحب	اے ۴/۹ بی ون ایریا لیاقت آباد، کراچی
۷۲	جناب ایاز احمد صاحب	مکان نمبر آر/۱۰۰ بلاک ۱۳ ڈی گلشن اقبال، کراچی
۷۳	ڈاکٹر عبدالاحد قریشی صاحب	مکان نمبر اے ۱۰۵ حاجی لیموں گوٹھ گلشن اقبال ۳، کراچی
۷۴	جناب محمد امین خاں صاحب	پیش امام ایلانٹ ٹیکسٹائل ملز مسجد منگھو پیر روڈ (رحلت فرما گئے)
۷۵	جناب صلاح الدین برمی صاحب	فلیٹ نمبر ایف ۱۲ مومن اسکوئر نیپا چورنگی گلشن اقبال (رحلت فرما گئے)
۷۶	جناب نور احمد صاحب	مکان نمبر ۵۹۹ بلاک ۱۸ ایف بی ایریا عزیز آباد، کراچی
۷۷	جناب محمد اسحاق صاحب	فلیٹ نمبر ۷/اے فضل الٰہی آرکیڈ سمن آباد ۱۸، کراچی
۷۸	جناب عبدالباسط صاحب (ریواڑی والے)	ایس ڈی ۲۶ بلاک اے نارتھ ناظم آباد کراچی
۷۹	جناب مصباح الرحمٰن خاں صاحب	اے ۸۳۷ گلبرگ کراچی

۸۰	جناب محمد عامر کمال صاحب	بی ۱۴۰ سیکٹر ۱۱ بی نارتھ کراچی
۸۱	جناب محمد اظہر صاحب	۱۳/آر سندھ بلوچ سوسائٹی گلستان جوہر بلاک ۱۲ کراچی
۸۲	جناب مفتی محمد ارشاد صاحب	ناظم تعلیمات جامعہ اشرف المدارس گلستان جوہر۔کراچی
۸۳	جناب مولانا اخلاق احمد صاحب	۸۹ ۴/۴ نمبر ۱۹ بلاک نمبر ۴ لیاقت آباد کراچی
۸۴	جناب مفتی ابراہیم پشاوری صاحب	مسجد حفصہ شاخ اشرف المدارس ماڈل کالونی کراچی
۸۵	ڈاکٹر حافظ شفقت عبداللہ میمن صاحب	بی ۱۰۰ سندھ بلوچ سوسائٹی گلستان جوہر کراچی
۸۶	جناب مولانا نور محمد صاحب	مہتمم مدرسہ مظہر العلوم پٹھان کوٹ لورالائی بلوچستان (رحلت فرما گئے)
۸۷	مولانا عبدالرحمٰن صاحب	جامعہ اسلامیہ کامران بلاک لاہور
۸۸	جناب مفتی محمود احمد صاحب	آر ۸۹ بلاک ۱۳ ڈی ۳ گلشن اقبال کراچی
۸۹	جناب مولانا محمد اسمٰعیل شافعی صاحب	۲۹ کوکن سوسائٹی یونین روڈ نمبر ۸ کراچی
۹۰	مولانا سید ارشد یامین صاحب	جامعہ اسلامیہ دار الھدیٰ جامع مسجد الھدیٰ الھدی چوک سٹیلائٹ ٹاؤن کوئٹہ
۹۱	جناب محمد عرفان خاں صاحب	مکان نمبر ۷ ۱۳/اے کے ایم سی ایچ ایس ہل پارک کراچی
۹۲	جناب محمد صابر صاحب	۸۸۲/۲ شاہ فیصل کالونی کراچی
۹۳	جناب کرنل شمس الدین تبریزی صاحب	۵۲۔ای عسکری ۵ ملیر کینٹ کراچی
۹۴	جناب محمد امیر اعظم صاحب	ناگن چورنگی اپارٹمنٹ باب عارف ۱۱۲/اے فیز ۲ کراچی
۹۵	جناب سید اختر غازی صاحب	اے ۸ ۴ بلاک بی نارتھ ناظم آباد کراچی
۹۶	جناب مولانا بدر منیر صاحب	مدرسہ امین الامۃ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ، نزد جامعہ مسجد مکی سیکٹر c/5-4 نارتھ کراچی
۹۷	جناب حافظ مولانا محمد ابراہیم صاحب	ابن حضرت مولانا مظہر صاحب جامعہ اشرف المدارس کراچی
۹۸	جناب مولانا صدیق اللہ راغب	نصر اللہ خاں چوک عبدالقدوس روڈ پشتون آباد کوئٹہ
۹۹	جناب سید احمر غازی صاحب	ای ۸ ۴ بلاک بی نارتھ ناظم آباد کراچی
۱۰۰	جناب مولانا عظمت اللہ صاحب	خطیب و امام ناخدا مسجد بی الانہ روڈ کھارادر کراچی

۱۰۱	جناب جمال اختر صدیقی صاحب	اے ۴۷ بلاک ۱۱/بی گلشن اقبال کراچی
۱۰۲	مفتی مولانا غلام فرید صاحب	بانسوی منو آباد نواب شاہ مکان بی/۱۱ پاور ہاؤس
۱۰۳	جناب ڈاکٹر شرافت صاحب	معرفت یادگار خانقاہ امدادیہ اشرفیہ لاہور
۱۰۴	جناب مولانا عطاء الرحمٰن صاحب	مہتمم مدرسہ جامعہ اشرفیہ توت ادہ اوبی ازئی ضلع قلعہ عبداللہ بلوچستان
۱۰۵	جناب مولانا سمیع اللہ صاحب	خطیب جامع مسجد نورانی بلال کالونی نمبر ۲ لانڈھی کراچی ۲۲
۱۰۶	جناب حافظ مولانا احمد حسن صاحب	جامعہ اسلامیہ مسجد ۱۱/ایف کاغذی محلہ نیو کراچی ۲/۱
۱۰۷	جناب مولانا شبیر احمد صاحب	شیخ الحدیث جامعہ اشرف العلوم جامع مسجد بخش خان، تحصیل چشتیاں بھاولنگر
۱۰۸	جناب قاری سرفراز صاحب	شاہ فیصل کالونی نمبر ۱/ریشم گلی شمسی دواخانہ کراچی (رحلت فرما گئے)
۱۰۹	جناب مولانا عبدالمجید صاحب	مکان نمبر ۸۵ اورنگی ٹاؤن سیکٹر ۴/ڈی کراچی
۱۱۰	جناب خالد حسین صاحب	بی۔۱، سمیرا ایونیو، بلاک نمبر ۱۶، گلستان جوہر کراچی
۱۱۱	جناب آصف کمال صاحب	بی ۱۴۰ سیکٹر ۱۱ بی نارتھ کراچی
۱۱۲	جناب محمد کاشف حیدر آبادی	۹۰-بی بلاک ای یونٹ نمبر ۶ لطیف آباد حیدر آباد
۱۱۳	جناب حافظ محمد اقبال حیدر آبادی	ہاؤس نمبر-۲۴۰ ڈی بلاک اے یونٹ نمبر ۱۰ لطیف آباد حیدر آباد
۱۱۴	جناب محبوب زکریا صاحب	جے ایم ۸۲۰ سی آر باس روڈ بنوری ٹاؤن جمشید روڈ نمبر ا کراچی
۱۱۵	جناب محمد شفیق صاحب	کراچی
۱۱۶	جناب مولانا عبدالکبیر صاحب	خطیب مسجد الابرار گھنٹہ گھر سبزی منڈی پشاور
۱۱۷	جناب مولانا حبیب اللہ صاحب	خطیب جامع مسجد فرید-فرید کالونی اورنگی ٹاؤن سیکٹر ۱۰ کراچی
۱۱۸	جناب حلیم الرحمٰن صاحب	ریٹائرآفیسر سوئی گیس کراچی
۱۱۹	مولانا عزت نور صدیقی صاحب	امجد کریانہ جنرل اسٹور ٹیکسلا ضلع راولپنڈی
۱۲۰	جناب محمد طیب افضل صاحب	ڈی ۲۸ بلاک ۴ کلفٹن کراچی
۱۲۱	جناب مولانا محمد عبداللہ اعظمی صاحب	مدرس جامعہ اشرف المدارس مسجد حفصہ ماڈل کالونی کراچی

۱۲۲	جناب مولانا محمد علیم اللہ صاحب	جامعہ منہاج الشریعہ یعقوب آباد سیکٹر ساڑھے گیارہ اورنگی ٹاؤن کراچی
۱۲۳	جناب حافظ مولانا افتخار صاحب	گاؤں مسلم آباد ضلع تحصیل ہری پور ہزارہ
۱۲۴	جناب احمد اللہ خاں صاحب	۳۰۰/ایچ نعمان ٹیرس نیپا چورنگی یونیورسٹی روڈ بلاک نمبر ۱۱ گلشن اقبال کراچی
۱۲۵	جناب عبدالرحمٰن صاحب	ابن رحیم بخش ڈاکخانہ وہوا تحصیل تونسہ شریف ضلع ڈیرہ اسماعیل خان
۱۲۶	جناب مولوی عبدالجبار صاحب	ڈاکخانہ مبارک پور بستی مخدوم پور تحصیل ضلع ملتان
۱۲۷	جناب مولانا محمد حسین صدیقی صاحب	شریف آباد مکان نمبر ۲۸۳ بلاک نمبر ا کراچی
۱۲۸	جناب ڈاکٹر امان اللہ صالح صاحب	کراچی
۱۲۹	جناب رضوان اقبال صاحب	بی ۸۶ بلاک ۱۸ گلشن اقبال کراچی
۱۳۰	حافظ ڈاکٹر سید احسن علی صاحب	فلیٹ نمبر جی ۱۲ بھایانی ہائٹس ابوالحسن اصفہانی روڈ، گلشن اقبال بلاک ۴ کراچی
۱۳۱	جناب کمال الدین صدیقی صاحب	۲۰۱-الف ریذیڈنسی گلشن اقبال بلاک نمبر ۲ کراچی
۱۳۲	جناب حافظ محمد احمد صاحب	ایل ایس ۶ سیکٹر ۱۰ نارتھ کراچی
۱۳۳	جناب محمد حبیب الرحمٰن صاحب	۶۲ عالمگیر سوسائٹی ماڈل کالونی کراچی
۱۳۴	جناب محمد عارف بلوچ صاحب	مکان نمبر اے ۲۶/ بلاک-۱۳/ڈی ۳ گلشن اقبال، نزد جامع مسجد صراط مستقیم
۱۳۵	جناب محمد سعید صاحب (کمپیوٹر)	مکان نمبر اے ۱۳ ۳ گلشن اقبال بلاک ۲ کراچی
۱۳۶	جناب ممتاز احمد صاحب	اے-۱۴۲ گراؤنڈ فلور گلشن اقبال بلاک ۲ کراچی
۱۳۷	جناب محمد رئیس خاں صاحب	فلیٹ نمبر ۸ معظم ٹیرس گلشن اقبال بلاک ۲ کراچی
۱۳۸	جناب سید عشرت جمیل میر صاحب	کراچی
۱۳۹	جناب سرفراز احمد صابری صاحب	۹/۲۱ ۳ دستگیر کالونی کراچی (رحلت فرما گئے)
۱۴۰	جناب محب احمد چیدہ صاحب	اے ۸۵ ۴ بلاک نمبر ۳ گلشن اقبال کراچی
۱۴۱	جناب نعمان قریشی صاحب	اے ۱۵ ۴ بلاک این نارتھ ناظم آباد کراچی
۱۴۲	جناب محمد فیصل صاحب	۳/ایف ۹/۷ ناظم آباد کراچی

۱۴۳	جناب مولانا محمد عاصم صاحب	مکان نمبر ۱۲ گلی نمبر-۸ ۳ سی محلہ حسین پورہ غازی آباد لاہور
۱۴۴	جناب مولانا شاہ محمد ضیاء صاحب	مکان نمبر آر ۲۵۰۰ سیکٹر ۱۵-اے ۳ نارتھ کراچی
۱۴۵	جناب محمد کاشف خلیل صاحب	کراچی
۱۴۶	جناب سید عظیم الحق حقی صاحب	مسلم لیگ کوارٹر ناظم آباد نمبر ا کراچی
۱۴۷	جناب قاری حافظ محمد عبداللہ صاحب	ابن مولانا مظہر صاحب خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی
۱۴۸	جناب مولانا حافظ محمد اسحاق صاحب	ابن مولانا مظہر صاحب خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی
۱۴۹	جناب مولانا حافظ محمد اسمٰعیل صاحب	ابن مولانا مظہر صاحب خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی
۱۵۰	جناب مولانا عبدالقیوم آغا صاحب	سابق مدرس جامعہ اشرف المدارس سندھ بلوچ سوسائٹی کراچی
۱۵۱	جناب محمد سفیان علی صاحب	مکان نمبر ۵۹ سیکٹر ایف ۳ فیز ۶ حیات آباد پشاور
۱۵۲	جناب عمران فیصل صاحب	اے-۱۶۸، بلاک-۱۳ سی، گلشن اقبال کراچی
۱۵۳	جناب محمد خالد صاحب بن منظر میاں	سی ۲۸۸ بلاک ا گلستان جوہر کراچی
۱۵۴	جناب مولانا محمد نصیر الدین صاحب	بانی جامعہ دارالسنۃ رحمٰن آباد بلاک نمبر ۵/ایف بی ایریا کراچی
۱۵۵	جناب مولانا عابد شاہ صاحب	۲۱۱/ ۶۲۳ فاطمہ جناح کالونی جمشید روڈ نمبر ۲ کراچی
۱۵۶	جناب عبدالرشید صاحب	بی ۶۸ بلاک ۱۳ ڈی گلشن اقبال کراچی
۱۵۷	جناب محمد عاصم صاحب	بی عثمان آرکیڈ ایف بی ایریا بلاک نمبر ۱۶ کراچی
۱۵۸	جناب بلال عبدالرحیم صاحب	۳/ایف ۳/ ۲ ناظم آباد نمبر ۳ کراچی
۱۵۹	جناب عبدالواحد صاحب	۲/ ۲ جی سہیل سینٹر ۱۳ ای کمرشل ایریا ناظم آباد نمبر ۳، کراچی
۱۶۰	جناب محمد علی فاروقی صاحب	---
۱۶۱	جناب امان اللہ بن عبدالرزاق	۱۹ دارالامان کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی بلاک ۸/ ۷، کراچی
۱۶۲	جناب محمد کلیم شمسی صاحب	۱۵ ای ۱۲/ ۷ ناظم آباد نمبر ۵ کراچی
۱۶۳	جناب فضل الرحمٰن صاحب	مکان ۲۶ ۴ بلاک بی پی آئی اے ٹاؤن شپ ائیر پورٹ کراچی

۱۶۴	خلیل الرحمٰن اعظمی صاحب	۶۲ عالمگیر سوسائٹی ماڈل کالونی کراچی
۱۶۵	جناب فیاض احمد صاحب	بی-۶۲ بلاک ۵ گلشن اقبال کراچی
۱۶۶	جناب حافظ عبدالرحمٰن صاحب	سابق امام مسجد اشرف گلشن اقبال کراچی ۔حال مقیم: سوات
۱۶۷	حافظ مولانا الیاس صاحب	امام مسجد قدسیہ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ بالمقابل چڑیا گھر لاہور
۱۶۸	جناب محمد منصور صاحب	اے ۲۱۹ بلاک جے شمالی ناظم آباد کراچی
۱۶۹	جناب خالد احمد صاحب	آر ۸۶۳ بلاک ۱۹ /النور سوسائٹی ایف بی ایریا کراچی
۱۷۰	جناب سید محمد منصور الحق صاحب	مالک اشرف ٹیلرز گلشن اقبال نمبر ۲ کراچی
۱۷۱	جناب مفتی عبدالمنان صاحب	نائب مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی
۱۷۲	جناب عمران الحق صاحب	آر-۱۱۶ ڈیلکس بنگلوز نزد پیراڈائز بیکری گلشن اقبال کراچی
۱۷۳	جناب نصراللہ صدیقی صاحب	بی ۲۱۲ بلیز آرکیڈ یونیورسٹی روڈ کراچی
۱۷۴	جناب حافظ برکت اللہ صاحب	قاسم روڈ اقبال اسٹریٹ ۳۶/ بی بھاولنگر
۱۷۵	جناب ندیم خان صاحب	۶۸۴ جی ۲۸، اعجاز کالونی، نزد نعمان مسجد لسبیلہ، کراچی
۱۷۶	جناب سید اقبال انور قدوائی صاحب	۴/۷۳ اے منیر روڈ لاہور کینٹ
۱۷۷	جناب محمد جہاں زیب رحیم صاحب	مکان نمبر ۲۴ ۳ گلی نمبر ۲۵ رامل ٹاؤن اسلام آباد
۱۷۸	جناب مولانا عبدالرشید صاحب کوہستانی	مہتمم جامعہ اختر العلوم بلال ٹاؤن کھنہ پلی جی ٹی روڈ اسلام آباد
۱۷۹	جناب عارف باللہ صاحب	گاؤں ڈشکن ڈاکخانہ بونجی تحصیل وضلع استور ناردرن ایریاز گلگت
۱۸۰	جناب مولوی سعید غلام نبی صاحب	متعلم جامعہ فاروقیہ- پتہ: امریکن کوارٹرز پٹھان کالونی حیدرآباد سندھ
۱۸۱	جناب قاری محمد فیاض صاحب	لغاری کالونی گلی نمبر ۲ صادق آباد (رحیم یار خاں)
۱۸۲	جناب حافظ قاری محمد عالم صاحب	مدرس اشرف المدارس ۔کراچی
۱۸۳	جناب محمد کامران عالم صدیقی صاحب	۲/کے ۴/ ۵ ناظم آباد کراچی
۱۸۴	جناب ڈاکٹر وسیم علی قریشی صاحب	بی ۱۹۹ بلاک ایل نارتھ ناظم آباد کراچی

۱۸۵	جناب ڈاکٹر سید عابد علی صاحب	۱۳۹۴ اے بلاک ۵ گلشن اقبال کراچی
۱۸۶	جناب مولانا عبد المجید صاحب	سلمہ گاؤں اشرف شاہ تحصیل میلسی ضلع وہاڑی (رحلت فرما گئے)
۱۸۷	جناب محمد زبیر صاحب	فلیٹ بی/۱۱۱ شگفتہ اپارٹمنٹ بلاک این نارتھ ناظم آباد کراچی
۱۸۸	جناب مرزا محمد فیصل بیگ	بی ۳۲ بلاک ۵ گلشن اقبال کراچی
۱۸۹	جناب محمد فہد صدیقی صاحب	اے ۲۸ رابعہ ولاز اسکیم ۳۳ مین یونیورسٹی روڈ کراچی
۱۹۰	جناب لعل محمد صاحب	ساتکزئی کالونی لونی روڈ سبی
۱۹۱	جناب نصیر احمد ناصر صاحب	سلمہ ضلع اوراں تحصیل جال جوکنبی جاؤ بلوچستان
۱۹۲	جناب طٰہٰ احمد انصاری صاحب	اے ۵۱۵ بلاک ۳ گلشن اقبال کراچی
۱۹۳	جناب جاوید اقبال صاحب	آر ۱۴۵ بلاک ۱۳ ڈی گلشن اقبال کراچی
۱۹۴	جناب مولوی سید شیراز علی صاحب	بابر مارکیٹ ایریا ۱۳ اے مکان ۹۹، لانڈھی نمبر ۳، کراچی
۱۹۵	جناب محمد عدنان موتی صاحب	مکان نمبر ۱۰۸/ ۱۲ لین خیابان راحت فیز ۶ ڈیفنس، کراچی
۱۹۶	جناب مولانا محمد نعیم شاہ صاحب	امام جامع مسجد ابراھیم گلشن اقبال ۱۱ بالمقابل لالہ زار شادی ہال، کراچی
۱۹۷	جناب محمد سلیم بن نور محمد صاحب	فلیٹ ۲۰۲ سیکنڈ فلور الف ریذیڈنسی گلشن اقبال ۲ کراچی
۱۹۸	جناب مولانا محمد افضل خاں صاحب	مدرس دار الخیر گلستان جوہر کراچی
۱۹۹	جناب محمد عدنان خان صاحب	مکان نمبر اے ۲۰۵ بلاک نمبر ۳ گلشن اقبال کراچی
۲۰۰	جناب خالد کویتی صاحب	ایف ۴ ارم پیلس بلاک ۱۳/اے گلشن اقبال کراچی
۲۰۱	جناب مولوی محمد فقیہ صاحب	مظاہر العلوم لطیف آباد نمبر ۹ حیدر آباد
۲۰۲	جناب حافظ ڈاکٹر سید اظہر علی صاحب	سی ۹۴ بلاک این نارتھ ناظم آباد کراچی
۲۰۳	جناب محمد عمران پراچہ صاحب	اے ۲۸۹ بلاک ۵ گلشن اقبال، کراچی
۲۰۴	جناب مظفر اقبال صاحب	ہاؤس نمبر سی ۴ پی ٹی سی ایل کالونی نیپئر بیرکس کراچی
۲۰۵	جناب مولانا الیاس گھمن صاحب	مرکز اہل سنت والجماعت چک ۸۷ جنوبی تحصیل وضلع سرگودھا

۲۰۶	جناب مولانا نور محمد صاحب	امام وخطیب جامع مسجد عثمانیہ بہادر آباد کراچی
۲۰۷	جناب شرافت حسین صاحب	کراچی
۲۰۸	جناب ارشد محمود صاحب	ہاؤس نمبر بی ۵۶ بلال ٹاؤن مستقل پتہ: ڈاکخانہ چک ملوک تحصیل وضلع چکوال
۲۰۹	جناب ماجد حسین صاحب	مکان نمبر ۲۴/۴ بلاک ۲۰ فیڈرل بی ایریا کراچی
۲۱۰	جناب سردار محمد عثمان صاحب	مکان نمبر ۱۰۴ بلاک اے سٹیلائٹ ٹاؤن گجرانوالہ
۲۱۱	جناب مولانا محمد فاروق ربانی صاحب	امام مسجد دادرحمٰن کولوائی لین کلہ کوٹ لیاری نزد گول پارک کراچی
۲۱۲	جناب فواد آصف صاحب	ایل ۸ بلاک ۱۲ فیڈرل بی ایریا گلبرگ کراچی
۲۱۳	جناب مولانا محمد انور صاحب	امام مسجد ڈیفنس اتھارٹی کلب فیز ۲ کراچی
۲۱۴	جناب مولانا محمد رفیق انور صاحب	مدرسہ امہات المومنین للبنات محلہ عثمان نگر گلی ۲، عیدگاہ روڈ ٹوبہ ٹیک سنگھ
۲۱۵	جناب غلام اسحاق صاحب	پلاٹ نمبر ۱۰۱ مکان نمبر ا روڈ ۵ بھینس کالونی لانڈھی کراچی
۲۱۶	جناب مولانا محمد امجد سعید صاحب	جامع مسجد صدیق اکبر مستقیم پارک، نزد افضال پلی ماجوہ اسکیم ہربنس پورا لاہور
۲۱۷	جناب عامر محمد نذیر صاحب	۱۱۷۰ ساگر روڈ لاہور کینٹ
۲۱۸	جناب مولانا عبدالغفور صاحب	ضلع کرک تحصیل تحت نصرتی گاؤں ڈاکخانہ مجبتی کلہ صوبہ سرحد
۲۱۹	جناب مولانا محمد طالب اسلم صاحب	۱۳۵۴ اے بلاک ۳ گلشن اقبال کراچی
۲۲۰	جناب ناصر فاروقی صاحب	اے/۲ عابد ٹاؤن عابد اپارٹمنٹ گراؤنڈ فلور گلشن اقبال نمبر ۲ کراچی
۲۲۱	جناب مولانا محمد نصیر احمد صاحب	معرفت مفتی نورالزمان صاحب مکان نمبر ۱۴۴ گلشن اقبال ۱۳ ڈی ۲ کراچی
۲۲۲	جناب مولانا روح الامین صاحب	شیخ الحدیث جامعہ تعلیم القرآن للبنات گل بہار نمبر ۲ چارسدہ (رحلت فرما گئے)
۲۲۳	جناب مولانا سرور صاحب	شیخ الحدیث جامعہ اختر العلوم گھنٹہ ڈاک بلال ٹاؤن اسلام آباد
۲۲۴	جناب مولانا محمد ابراہیم کشمیری صاحب	سفاری کمفرٹ، بلاک ڈی، سندھ بلوچ سوسائٹی گلستان جوہر کراچی
۲۲۵	جناب محمد ایوب خان صاحب	بی ۸۷ پی آئی اے سوسائٹی گلستان جوہر بلاک ۹، کراچی
۲۲۶	جناب محمد محفوظ عالم صاحب	مکان ایل ۹ باغ رفیع ملیر۔ مستقل پتہ: ڈاکخانہ ٹمن، تحصیل تلہ گنگ ضلع چکوال

۲۲۷	جناب سعید الرحمن صاحب	تحصیل ضلع ہری پور کھلابٹ ٹاؤن شپ مکان نمبر ۸۷
۲۲۸	جناب مرزا امجد بیگ صاحب	ڈپٹی چیف مینجر این ڈی سی سائٹ ۱۲/ ایم اسلام آباد
۲۲۹	مولانا محب اللہ قاسمی صاحب	مدرسہ رحمۃ للعلمین ایل ۱۱۶/ بلاک ۱۲ گلبرگ کراچی
۲۳۰	مولانا محمد یوسف خاں صاحب	جامعہ خلفاء راشدین ہاکس بے روڈ ماڑی پور کراچی
۲۳۱	جناب مفتی محمد اقبال صاحب	تنویر اسٹریٹ نمبر ۲ بالمقابل سوئی گیس والی گلی سوڈیوال بندروڈ لاہور
۲۳۲	جناب یوسف سعید قریشی صاحب	۱۳/ سی گلشن اقبال فلیٹ نمبر بی ۶ خدیجہ اپارٹمنٹ کراچی
۲۳۳	جناب وجاہت حبیب صاحب	۵۔ ای، ۶/ ۲ ۳ ناظم آباد کراچی
۲۳۴	جناب مولانا عبدالظاھر صاحب	جونئیر اسٹینٹ کالونی وہائٹ روڈ مکان نمبر ا کوئٹہ
۲۳۵	جناب مولانا محمد عقیل خاں صاحب	امام جامع مسجد مدنی چشتی نگر اورنگی ٹاؤن سیکٹر ۲ کراچی
۲۳۶	جناب مولانا امان اللہ خاں صاحب	ارباب چشمہ خدو روڈ کلی دیبہ کوئٹہ
۲۳۷	جناب قاری حماد اللہ صدیقی صاحب	بی۔ ۲۲۸، سندھ بلوچ سوسائٹی گلستان جوہر بلاک ۱۲، کراچی
۲۳۸	جناب حافظ مولانا محمد صادق صاحب	معرفت جامعہ شاہ ولی اللہ قلات بلوچستان
۲۳۹	جناب حافظ مفتی ہارون صاحب	مدرسہ طیبہ للبنات نزد دارالعلوم بلال گریکس ماڑی پور کراچی
۲۴۰	جناب مولانا ضیاء الرحمٰن صاحب	روحانی مسجد بلدیہ ٹاؤن گلشن غازی بلاک ۲، کراچی
۲۴۱	جناب ڈاکٹر فہد ظہور صاحب	آر ۸۴۶ بلاک ۱۷ فیڈرل بی ایریا کراچی
۲۴۲	جناب مولانا ولی اللہ صاحب	بینک کالونی جنگل باغ سبزل روڈ کوئٹہ
۲۴۳	جناب محمد آصف انصاری صاحب	بی۔ ۶۲ بلاک ۵ گلشن اقبال کراچی
۲۴۴	جناب مفتی تنویر احمد صاحب	مسجد خدیجۃ الکبریٰ خیابان سحر کمرشل ایریا فیز ۷ ڈیفنس کراچی
۲۴۵	جناب فیروز اقبال میمن صاحب	آر ۵ ۴/ ۱۲ ڈی ا گلشن اقبال کراچی
۲۴۶	جناب ڈاکٹر منظور احمد میمن صاحب	اے ۶۴ پاپولر ولاز ملیر سٹی کراچی
۲۴۷	جناب سلمان علی خاں صاحب	اے ۲۲۶ سیکٹر ۱۱/ اے نارتھ ناظم آباد کراچی

۲۴۸	جناب محمد ہارون صاحب	سی ۱۲۱ بلاک اے نارتھ ناظم آباد کراچی
۲۴۹	جناب حافظ قاری خالد حسین صاحب	گٹ سیری یونین کونسل بڑلاموری ضلع وتحصیل بٹ گرام
۲۵۰	جناب محمد شعیب صاحب	فورتھ فلور، معظم ٹیرس، گلشن اقبال بلاک ۲، کراچی
۲۵۱	جناب فیاض محمود صاحب	سی ۲۹ بلاک بی نارتھ ناظم آباد کراچی
۲۵۲	جناب مولانا مبشر نسیم صاحب	۱۲۰/ایس ۴ حبیب پارک مغل پورہ لاہور
۲۵۳	جناب حافظ عبدالرحمٰن صاحب	۱۲۱ عالمگیر سوسائٹی ماڈل کالونی ملیر کراچی
۲۵۴	جناب مولانا محمد راشد محبوب صاحب	ناظم اعلیٰ جامعہ صدیق اکبر ٹنڈو الہ یار
۲۵۵	جناب محمد عرفان الحق صاحب	آر-۱۱۶ ڈیلکس بنگلوز نزد پیراڈائز بیکری گلشن اقبال کراچی
۲۵۶	جناب مفتی جمیل الرحمٰن صاحب	اے ۴۰۱ ہارون رائل سٹی گلستان جوہر بلاک ۱۷ کراچی
۲۵۷	جناب مولانا قاری بدرالدین صاحب	خطیب وامام جامع مسجد ناظم آباد نمبر ۱، کراچی
۲۵۸	جناب محمد عثمان حبیب صاحب	فلیٹ جی ۸ پارک ویو اپارٹمنٹ گلشن اقبال بلاک ۱۰ کراچی
۲۵۹	جناب مولانا ظاہر علی صاحب	ضلع وتحصیل صوابی گاؤں ڈاکخانہ ترلاندرہ
۲۶۰	جناب مولانا نور محمد بلوچ صاحب	مدرسہ اختر العلوم گلشن ثاقب کالونی بکیرا روڈ، ٹنڈو الہ یار
۲۶۱	جناب شیخ محمد نعیم صاحب	مکان اے ۱۷ بلاک ۱۳ ڈی ٹو وسیم باغ گلشن اقبال کراچی
۲۶۲	جناب فیصل بلال حسان صاحب	گلشن حسان لدے والا بیڑ پیچ گوجرانوالہ
۲۶۳	جناب محمد سعید صاحب (سی این جی)	بی ۱۰۳ بلاک ۵ گلشن اقبال کراچی
۲۶۴	جناب ممتاز احمد صاحب	ضلع تحصیل مانسہرہ ڈاکخانہ قلندر آباد
۲۶۵	جناب حافظ ڈاکٹر عمر سعید صاحب	کراچی
۲۶۶	جناب مولانا فرحان فیروز میمن صاحب	بی ۱۰۱ سندھ بلوچ سوسائٹی گلستان جوہر کراچی
۲۶۷	جناب مولانا عدنان سلیم میمن صاحب	بی ۱۰۱ سندھ بلوچ سوسائٹی گلستان جوہر کراچی
۲۶۸	جناب سید احمد صاحب	آر ۹۷۷ بلاک نمبر ۱ کریم آباد فیڈرل بی ایریا کراچی

۲۶۹	جناب مولانا عبدالحی صاحب	ڈھوڈبال ضلع مانسہرہ ہزارہ خطیب اللہ والی مسجد محلہ اوغوشاں
۲۷۰	جناب مفتی محمد نعیم صاحب	رئیس دارالافتاء جامعہ اشرف المدارس سندھ بلوچ گلستان جوہر کراچی
۲۷۱	جناب مفتی فہیم اشرف صاحب	جامعہ عربیہ ریاض العلوم لیاقت کالونی پلاٹ نمبر ۴۰ حیدرآباد
۲۷۲	جناب ہارون الرشید صاحب	گاؤں لاچی بال ضلع وتحصیل کوہاٹ صوبہ سرحد
۲۷۳	جناب مولانا غلام محمد عاصم صاحب	خطیب جامع مسجد اقصیٰ مانسہرہ کالونی، لانڈھی، کراچی
۲۷۴	جناب مفتی محمد عرفان صاحب	جامعہ عربیہ ریاض العلوم لیاقت کالونی پلاٹ نمبر ۴۰ حیدرآباد
۲۷۵	جناب مفتی فرمان ولی صاحب	معرفت عمران ولی جنرل اسٹور پارک ہوٹل کشروٹ گلگت
۲۷۶	جناب حافظ مولانا محمد صادق صاحب	جامعہ شاہ ولی اللہ قلات بلوچستان
۲۷۷	جناب حافظ محمد عثمان عباسی صاحب	کورنگی مل ایریا شریف آباد کالونی ڈی ۶ کراچی
۲۷۸	جناب حافظ محمد عابد صاحب	۲۶/اے بلاک ۹- ۱۳/ڈی گلشن اقبال کراچی
۲۷۹	جناب مفتی منظور احمد صاحب	مدرسہ یوسفیہ کہنہ نو لاہور
۲۸۰	جناب سید سرور حسن صاحب	۲۰۹-ڈی سیکنڈ فلور آمنہ ایونیو سیکٹر ۷-۱/ڈی نارتھ کراچی
۲۸۱	جناب محمد اشرف صاحب	ساکن منجر چٹھا تحصیل وزیرآباد ضلع گجرانوالہ
۲۸۲	جناب مفتی نور محمد صاحب	خطیب جامع مسجد نعمانیہ پی ای سی ایچ ایس بلاک نمبر ۶ شاہراہ فیصل کراچی
۲۸۳	جناب سید محمد عارف صاحب	مکان نمبر ایل ۳۳۰ سیکٹر شادباد سرجانی ٹاؤن کراچی
۲۸۴	جناب غلام جیلانی صاحب	چوآ جٹاں ڈاکخانہ کریالہ تحصیل سرائے عالمگیر، ضلع گجرات
۲۸۵	جناب قاری سعادت اللہ صاحب	جامع مسجد عثمان غنی، پہلوان گوٹھ، گلستان جوہر کراچی
۲۸۶	جناب مولوی ہارون صاحب	نزد رحمانی مسجد اورنگی ٹاؤن سیکٹر ۱۲/ایل کراچی
۲۸۷	جناب مولوی محمد آصف صاحب	لسبیلہ چوک نزد نعمان مسجد کراچی
۲۸۸	جناب مفتی فیضان الرحمٰن صاحب	اورنگی ٹاؤن سیکٹر ۱۲/ایل کراچی
۲۸۹	جناب محمد نثار صاحب	فلیٹ نمبر ۷ قمر اسکوائر گلشن اقبال بلاک ۲ کراچی

۲۹۰	جناب مولانا محمد سلیم صاحب	مدرسہ دار العلوم گلشن حسین ہزارہ گوٹھ گلشن اقبال ۱۱ کراچی
۲۹۱	جناب مفتی رفیق الاسلام صاحب	عبداللہ اپارٹمنٹس ہائٹس گلستان جوہر بلاک ۱۶ کراچی
۲۹۲	جناب حافظ قاری خالد محمود صاحب	جامعہ عربیہ ریاض العلوم لیاقت کالی پلاٹ نمبر ۴۰ حیدر آباد
۲۹۳	جناب حافظ قاری عبدالخالق صاحب	جامعہ دار العلوم اسلامیہ کامران بلاک لاہور
۲۹۴	جناب افنان ذاری غنوی صاحب	اے ۴ ریجنسی ہائٹس بلاک ۴ گلشن اقبال کراچی
۲۹۵	جناب سید ناصر جمال رضا صاحب	مکان نمبر ۱/ ۱۴۳ اسٹریٹ نمبر ۱۱ آف خیابان مجاہد فیز ۵، ڈیفنس کراچی
۲۹۶	جناب ذوالفقار علی صاحب	خوشحال باغ ٹاؤن ورسک روڈ پشاور
۲۹۷	جناب ناصر حبیب صاحب	۲۵۰ آر عابد ٹاؤن بلاک ۲ گلشن اقبال کراچی
۲۹۸	رضا محمد صاحب	مکان ۳۰۶ وارڈ نمبر ۵ چمنی محلہ تحصیل و ضلع بکھر
۲۹۹	جناب مولانا رفیق اللہ صاحب	دارسک روڈ بابو گڑھی پشاور
۳۰۰	جناب مولانا دین محمد صاحب	محمود آباد پٹھان کوٹ روڈ لورالائی بلوچستان
۳۰۱	جناب امیر حمزہ عبدالشکور صاحب	۱/ ۱۵ محمد علی سوسائٹی کراچی
۳۰۲	جناب عبدالرؤف فرخ صاحب	پی این ایس اقبال، ایسٹ وہارف، ڈاکیارڈ روڈ کراچی
۳۰۳	جناب مفتی اکبر حسین صاحب	جامعہ خلفائے راشدین، مدنی کالونی، گریکس، ماڑی پور کراچی
۳۰۴	جناب مولانا محمد یونس خان صاحب	جامعہ خلفائے راشدین، مدنی کالونی، گریکس، ماڑی پور کراچی
۳۰۵	جناب مفتی محمد عبداللہ صاحب	مدرسہ خلفائے راشدین گلشن غازی بلاک ۵ بلدیہ ٹاؤن کراچی
۳۰۶	جناب حافظ محمد عثمان صدیقی	۹۸ بی بلاک ۱۳ ڈی ٹو گلشن اقبال کراچی
۳۰۷	جناب حافظ محمد حسن صدیقی	۹۸ بی بلاک ۱۳ ڈی ٹو گلشن اقبال کراچی
۳۰۸	جناب بلال احمد صدیقی	۱۷/ اے بلاک صحافی کالونی گلشن اقبال کراچی
۳۰۹	جناب مفتی محمد خالد صاحب	مہتمم دار العلوم اسلامیہ ہالہ ضلع مٹیاری سندھ
۳۱۰	جناب مفتی محمد الیاس صاحب	سیکٹر ۱۵ ای مجاہد جامع مسجد نیو کراچی، کراچی

۳۱۱	جناب مولانا عبدالمنان حقانی	کلی خانو اکبرآباد تحصیل کچلاک ضلع کوئٹہ
۳۱۲	مولانا سید حسین احمد صاحب	اے ۷۸ بلاک نمبر ا گلشن اقبال، کراچی
۳۱۳	جناب محمد عمران اقبال میمن	۲۰ دارالامان سوسائٹی نزد ہل پارک کراچی
۳۱۴	جناب محمد سلمان اقبال میمن	۲۰ دارالامان سوسائٹی نزد ہل پارک کراچی
۳۱۵	جناب محمد موسیٰ وارثی صاحب	سندھ بلوچ سوسائٹی گلستان جوہر کراچی
۳۱۶	جناب مولانا حافظ محمد اسحاق	مدرس مدرسہ انوارالعلوم دھیرکوٹ آزاد کشمیر
۳۱۷	جناب مولانا امین الحق صاحب	مہتمم دارالعلوم تعلیم القرآن باغ آزاد کشمیر
۳۱۸	جناب مولانا قاری مفتی محمد انور صاحب	مہتمم مدرسہ قاسم العلوم نعمان پورہ ضلع باغ
۳۱۹	جناب مفتی خادم حسین صاحب	ضلع مفتی باغ آزاد کشمیر
۳۲۰	پروفیسر نسیم احمد صاحب	کفل گڑھ ڈاکخانہ ہاڑی گیل ضلع باغ آزاد کشمیر
۳۲۱	جناب حافظ قاری عبدالمجید صاحب	آزاد کشمیر (رحلت فرما گئے)
۳۲۲	جناب عبدالروف صاحب	ناظم مدرسہ تعلیم القرآن بیس بنگلہ ضلع باغ آزاد کشمیر
۳۲۳	جناب قاضی ظفیر احمد عباسی صاحب	مہتمم دارالعلوم نیلابٹ معرفت سلمان میڈیکل اسٹور دہیرکوٹ ضلع باغ آزاد کشمیر
۳۲۴	جناب صوفی محمد سردار صاحب	جھالہ بازار آزاد کشمیر
۳۲۵	جناب صوفی محمد بشیر خاں کشمیری	(مجاز بیعت للعوام) معرفت صوفی محمد سردار صاحب، جھالہ بازار کشمیر
۳۲۶	جناب عبدالحق ضیاء صاحب کشمیری	سابق وائس پریزیڈنٹ امریکن ایکسپریس (رحلت فرما گئے)
۳۲۷	جناب مولانا مفتی احمد ممتاز صاحب	جامعہ خلفائے راشدین ماڑی پور کراچی
۳۲۸	جناب محمد ظفر اللہ صاحب	آفس نمبر ۲۳ ہوم لینڈ ایسوسی ایٹس چوتھی منزل، بلور پلازہ صدر روڈ پشاور کینٹ

مسقط، عمان

۱	جناب سید غضنفر علی رضوی صاحب	House # 770, Way# 6810, Muscat Oman

افغانستان

۱	جناب احمد سیر حیدر صاحب	فیض اللہ خان قلا چہ ہلان ناحیہ ۶ قندھار افغانستان
۲	جناب مفتی عزیز محمد صاحب	ولایت غزنی السوالی قرۃ باغ قریہ ڈگری بن قاری خیال محمد افغانستان
۳	جناب حافظ فیض احمد صاحب	موجودہ پتہ: سہراب گوٹھ الآصف اسکوائرنز د مدینہ مسجد
۴	جناب مولانا غلام سخی صاحب	افغانستان ولایت بدخشاں وسوالی کشم قریہ فرشغانی سر جر شرتی

کینیا

۱	جناب سلیمان حسین صاحب	نیروبی۔ پی او بکس ۴۲۷۲۸

جنوبی افریقہ

۱	جناب مولانا عبد الحمید اسحاق صاحب	مہتمم دار العلوم آزادول،-P.o.Box 9786 Azaad Ville
۲	جناب مولانا فضل الرحمٰن صاحب اعظمی	شیخ الحدیث دار الحدیث آزادول، P.o.Box 9786 Azaad Ville
۳	جناب مولانا یونس پٹیل صاحب	37 Cactus Lane Asherville 4091 Durban. (رحلت فرما گئے)
۴	جناب مفتی حسین بھیات صاحب	7916,SagittariusRoad,Lenasia,Ext.19.1820 (رحلت فرما گئے)
۵	جناب مولانا محمد حنیف بھامجی صاحب	امام مسجد لینیشا- P.o.Box 75 Lenasia 1820
۶	جناب مولانا حیدر علی دھورات صاحب	24 Sparrow Avenue Lenasia Ext 1820
۷	جناب مولانا شبیر احمد راجہ صاحب	P.o.Box2431 Landsdowne 7780 Cape Town
۸	جناب یوسف بلبلیہ صاحب	C/O Knobbs P.o.Box 121 Gatesville 7764 Captown
۹	جناب مولانا ہارون اسمٰعیل صاحب	P.o.Box 26023 Ispingobeach 4115
۱۰	جناب مولانا یعقوب کترادا صاحب	35Sweet PeastratBakerton 1565 Springs
۱۱	جناب مفتی غلام حسین صاحب	P.o.Box 3 Ogies 2230

۱۲	جناب مفتی زبیر بھیات صاحب	3 Ridge Road Stanger 4450
۱۳	جناب مولانا رفیق ہتھورانی صاحب	163 Ninth Avenue Mayfair.
۱۴	جناب مولانا ڈاکٹر اسمٰعیل ولی صاحب	8072 CDR Virgo & Gemini St Lenasia Ext 9 1820
۱۵	جناب مولانا ہارون میمی صاحب	28 A Boncker St P.o.Box 279 Middle burg 1050
۱۶	جناب مولانا محمد کاکا صاحب	89 Seal Crescent Lenasia Ext 7 1820
۱۷	جناب مولوی محمد یوسف گھنڈی والا	39 Surti Street Azaad ville 1750
۱۸	جناب مولانا غلام محمد انصار صاحب	18 Eugenia Street Malabar 6020 Port Elizabeth
۱۹	جناب مولانا منصور الحق ناصر صاحب	11,Apollo Rd.Mountain Rise,Pietermaritz Burg
۲۰	جناب مولانا قاری نعیم متالا صاحب	Flat 10 Mayland Spearks Road Durban
۲۱	جناب مولانا محمد ہاشم احمد صاحب	مدرس مدرسہ تعلیم الدین اسپنکو بیچ ڈربن نٹال
۲۲	مفتی ابراہیم محمد صالح جی صاحب	مہتمم مدرسہ تعلیم الدین اسپنکو بیچ ڈربن نٹال
۲۳	جناب مولانا ممتاز الحق صاحب	پوسٹ بکس ۱۷۸۰ رسٹن برگ ۰۳۰۰
۲۴	جناب مولانا الیاس پٹیل صاحب	مدرس مدرسہ تعلیم الدین اسپنکو بیچ ڈربن نٹال
۲۵	مولانا محمد اسمٰعیل ڈیسائی صاحب	معرفت عبدالقادر ڈیسائی صاحب تاجر مشینری پارٹس اسٹینگر
۲۶	جناب مولانا قاری یعقوب صاحب	معرفت یوسف حافظ جی صاحب تاجر رسٹن برگ
۲۷	جناب داؤد ڈیسائی صاحب	معرفت مولانا یونس پٹیل صاحب ڈربن
۲۸	جناب مولانا شبیر اسحاق صاحب	معرفت مولانا یونس پٹیل صاحب ڈربن
۲۹	جناب صدیق جکھورا صاحب	14 Cullingworth Road Sherwood 4091 Durdan
۳۰	جناب عبدالباقی بھام جی صاحب	125 Agapanthns Ave Ext 3 Lenasia 1820
۳۱	جناب مولانا حسین لونت صاحب	7 Godasi Azaad ville 1750
۳۲	جناب مفتی رشید احمد موسیٰ صاحب	Madrasa Rashidiya 23 Kable Jou Av Ex.8 Lenasia

۳۳	شاکر صدیق جھکورا صاحب	14 Cullingworth Road Sherwood 4091 Durdan
۳۴	شفیق صدیق جھکورا صاحب	14 Cullingworth Road Sherwood 4091 Durdan
۳۵	بلال صدیق جھکورا صاحب	14 Cullingworth Road Sherwood 4091 Durdan
۳۶	جناب مولانا مفتی محمد امجد صاحب	معرفت دار العلوم آزادول
۳۷	جناب مولانا پرفیسر سید سلمان ندوی صاحب	18 Kings Avenue westville 3629 KZN S.Africa
۳۸	حافظ محمد پٹیل بن مولانا یونس پٹیل صاحب	37 Cactus Lane Asherville 4091 Durban
۳۹	جناب مولانا حافظ عبداللہ موسیٰ ہاشم صاحب	66 Sherinqhan Road Over Post Durban
۴۰	جناب مولانا احمد محمد ہتھورانی صاحب	163 Ninth Avfnue Mayfair
۴۱	جناب مولانا محمد قاضی صاحب	69 Tagore Road Clare Estate Durban 4091
۴۲	مولانا محمد اسماعیل کریم صاحب	5 Bellevue Road 1ipingo Beach Durban
۴۳	مولانا ابرار الحق گھانچی صاحب	دار العلوم زکریا لینیشیا
۴۴	مولانا ریحان بن یونس صاحب	10 B Second Avenne Spinqo Bead
۴۵	ڈاکٹر محمد عبد الخالق عمیر صاحب	6 West Boarnsh Rd West Ville DurbanNatal
۴۶	جناب احمد ابراہیم صاحب	N 02 Swordfish str Lenasia S. Afriqah 1820
۴۷	یونس سادات صاحب	معرفت مفتی حسین بھیات صاحب مرحوم لینیشیا جوہانسبرگ
۴۸	مولانا حافظ عبداللہ صاحب	معرفت مولانا عبد الحمید صاحب آزادول
۴۹	مولانا حافظ عبد الرحمٰن صاحب	معرفت مولانا عبد الحمید صاحب آزادول

باربڈوز ویسٹ انڈیز

۱	جناب مولانا محمد اشرف بھولا صاحب	Fontabelle Bridge Town St Michael Barbardos West Indies

بنگلہ دیش

۱	جناب مولانا ہدایت اللہ صاحب	محدث جامعہ اسلامیہ دار العلوم مدنیہ جاترا باڑی ڈھاکہ (رحلت فرما گئے)
۲	جناب مولانا عبد المجید (حضور ڈھاکوی)	محدث جامعہ قرآنیہ عربیہ لال باغ ڈھاکہ (رحلت فرما گئے)
۳	جناب مولانا محمد علی چاند پوری صاحب	مہتمم ومحدث مدرسہ اشرف العلوم بڑا کٹرا ڈھاکہ (رحلت فرما گئے)
۴	جناب مولانا نور الاسلام صاحب	محدث جامعہ اسلامیہ ضمیر یہ پٹیہ چاٹگام
۵	جناب مولانا رفیق الاسلام صاحب	نائب مہتمم ومحدث دار العلوم کھلنا
۶	جناب مولانا حافظ عبد الرؤف صاحب	محدث دار العلوم خادم الاسلام گوہر ڈانگہ فرید پور
۷	جناب مولانا ہلال الدین صاحب	محدث دار العلوم خادم الاسلام گوہر ڈانگہ فرید پور
۸	جناب مولانا عبد الخالق صاحب	ساکن ماجھی کوڑہ پوسٹ بنی نگر ضلع کمیلا
۹	جناب مولانا علی احمد صاحب	محدث جامعہ عربیہ امداد العلوم فرید آباد ڈھاکہ (رحلت فرما گئے)
۱۰	جناب مولانا حمایت حسین صاحب	ناظم شعبہ نشر واشاعت خانقاہ امدادیہ اشرفیہ ڈھالکانگر ڈھاکہ
۱۱	جناب مولانا محمد اسمٰعیل صاحب	استاذ جامعہ امدادیہ کشور گنج
۱۲	جناب مولانا عبد الاول صاحب	کلان پور ڈاکخانہ کے۔کلان پور ضلع نترے کونا
۱۳	جناب مولانا نور الحق صاحب	کھرالہ، رانگونیم، چاٹگام
۱۴	جناب مولانا حبیب اللہ صاحب	امام چھتری والی مسجد رحمت گنج ڈھاکہ
۱۵	جناب مولوی شمس العالم صاحب	عمر پور اشرف العلوم مدرسہ ڈاکخانہ نندی گرام ضلع بوگرا
۱۶	جناب مولانا عبد العزیز صاحب	مہتمم دار العلوم خادم الاسلام گوہر ڈانگہ فرید پور (رحلت فرما گئے)
۱۷	جناب مولوی محبوب الاسلام	جامعہ اسلامیہ دار الہدایۃ پورشہ پوسٹ پورشہ ضلع نوگا
۱۸	جناب مولوی حمید اللہ صاحب	ایک نمبر نیار ملین چھوٹا مسجد اسلام پور ڈھاکہ نمبر ا
۱۹	جناب مولانا معراج الدین صاحب	مہتمم ایم صفی اللہ حفیظیہ مدرسہ خطیب جامع مسجد گنڈیریا ڈھاکہ
۲۰	جناب مولانا حافظ قمر الاسلام صاحب	امام سرہیٹہ شاہی مسجد ڈھاکہ

۲۱	جناب مولانا سعید نور صاحب	ساکن اورنگ آباد پوسٹ میترہ ضلع مانک گنج
۲۲	جناب مولانا عبدالاول صاحب	مہتمم مدرسہ خادم الاسلام کھلنا
۲۳	جناب مولانا صالح احمد صاحب	مدرس جامعہ مدنیہ انگورہ محمد پور مدرسہ پوسٹ گوبندسری ضلع سلہٹ
۲۴	جناب مولانا عبدالمتین صاحب	امام جامع مسجد ککر پار ار ۸۷ ڈھالکانگر لین گنڈیریا ڈھاکہ
۲۵	جناب مولانا رکن الدین صاحب	مدرس مدرسہ اشرف العلوم بڑا کٹرا ڈھاکہ
۲۶	جناب مولانا نورالاسلام صاحب	پیش امام پرانا پلٹن ڈھاکہ
۲۷	جناب مولانا مجیب الرحمٰن صاحب	مہتمم جامعہ مومن شاہی
۲۸	مولانا عبداللہ بن قاری عبدالجبار صاحب	بستی میشائر پوسٹ مظفر گنج اپ ضلع بروڑا ضلع کمیلا
۲۹	جناب مفتی نورالامین صاحب	مدرس دارالعلوم کھلنا مستقل پتہ: شاجر کندی ڈاکخانہ جگدل تھانہ ماگورا ضلع ماگورا
۳۰	جناب مولانا اسدالزماں صاحب	سابق امام مسجد بیت الامان ڈھالکانگر ڈھاکہ
۳۱	جناب مولانا عبدالغفار صاحب	ساکن جنگڑ ڈی نگر کندا فرید پور
۳۲	جناب مولانا روح الامین صاحب	ابن مولانا شمس الحق فرید پوری، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ ڈھالکانگر ڈھاکہ
۳۳	جناب مولانا حافظ احمد صاحب	باگرادارالعلوم الاسلامیہ منشی گنج ڈھاکہ بہاپیہ بھاگوکل (بڑاڈاکخانہ)
۳۴	مولانا محبوب الرحمٰن صاحب	شیخ الحدیث دارالعلوم شجرہ ڈاکخانہ دیموریہ ڈسٹرکٹ کھلنا
۳۵	جناب قاضی دلاور حسین صاحب	(مجاز بیعت للعوام) ۵/۴۰ شرافت گنج لین گنڈیریا ڈھاکہ نمبر ۴
۳۶	جناب حاجی کمال الدین صاحب	(مجاز بیعت للعوام) کمال پریس، ڈھاکہ
۳۷	جناب مولانا عبدالمجید صاحب	جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مدنیہ جاترا باڑی ڈھاکہ
۳۸	جناب مولانا عبدالمجید صاحب	ساکن بیڑاپوسٹ سوتیا کھالی ضلع مومن شاہی
۳۹	جناب مولانا اشرف علی صاحب	شیخ الحدیث جامعہ عربیہ قاسم العلوم کمیلا
۴۰	جناب مولانا عبدالمتین صاحب	مہتمم جامع العلوم سید آباد
۴۱	جناب مولانا عبداللہ صاحب کملائی	مدرسہ امدادیہ چاند پور ظفر آباد

۴۲	جناب مولانا قاری محمد بنیامین صاحب	ساکن مومن باغ ڈاکخانہ اشرف آباد تھانہ لال باغ ڈھاکہ
۴۳	جناب ڈاکٹر محمد ولی اللہ صاحب	۶۶۔۶۵ نند کمار دت روڈ چوک بازار ڈھاکہ
۴۴	جناب مولانا وحید الزماں صاحب	ناظم تعلیمات مدرسہ مولام گاڑی شیب گنج بوگرا
۴۵	جناب میر غلام مولیٰ فرید پوری صاحب	ڈی ر ۲۷ دینونتھ شن روڈ گنڈیریا ڈھاکہ
۴۶	جناب مولانا حافظ شمس الزماں صاحب	خطیب اسلامی یونیورسٹی جامع مسجد، سنتوش ٹنگائل
۴۷	جناب مولانا شمس العالم صاحب	امام ارمنی ٹولہ جامع مسجد نمبر ۷، پوسٹ آفس بابو بازار ڈھاکہ
۴۸	جناب مفتی وحید الزماں صاحب	محدث بڑا کٹرا مدرسہ ڈھاکہ
۴۹	جناب مولانا ہمایوں کبیر صاحب	خطیب مسجد چاٹگام
۵۰	جناب مفتی جعفر احمد صاحب	مہتمم مدرسہ بیت العلوم ڈھالکا نگر ڈھاکہ
۵۱	جناب مولانا شہید الاسلام صاحب	سیکریٹری مرکز اسلامی ڈھاکہ
۵۲	جناب حافظ حبیب الرحمٰن صاحب	خطیب بیگم بازار مسجد ڈھاکہ
۵۳	جناب مولانا عزیز الرحمٰن صاحب	امام مسجد گھوپ، نواپاڑہ روڈ جیسور
۵۴	جناب حافظ عبد الحق صاحب	مدرسہ گوہر ڈانگہ مادری پور
۵۵	جناب مولانا عبد الرشید صاحب	مہتمم مدرسہ اشرف المدارس شیب چر مادری پور
۵۶	جناب مولانا ابوبکر صاحب	خطیب المدینہ جامع مسجد پٹھان ٹولہ سلہٹ
۵۷	حافظ محمد عمر بن مولانا شمس الحق صاحب	گوہر ڈانگہ مادری پور (رحلت فرما گئے)
۵۸	جناب مولانا اسماعیل صاحب	مہتمم مدرسہ شولک پُر چاٹگام
۵۹	جناب مولانا سخاوت حسین صاحب	ابن مولانا حمایت حسین ڈھاکہ
۶۰	جناب مولانا ابراہیم حسن صاحب	جامعہ رحمانیہ عربیہ مسجد محمد پور ڈھاکہ
۶۱	جناب مولانا حسن فیروز پوری صاحب	ڈاکخانہ کوریکھاڑا مہتمم مدرسہ بالی ہاری ضلع باریسال
۶۲	جناب صوفی مولوی مطیع الرحمٰن صاحب	دکھن باشگاڑی ڈاکخانہ بڑا کالی نگر بھایہ گوشیر ہٹ ضلع مداری پور

۶۳	جناب مولانا جعفر احمد صاحب	محدث مدرسہ مالی باغ ڈھاکہ
۶۴	جناب مولوی سلطان الدین احمد صاحب	کیا شیا بیرا باڑی ضلع غازی پور
۶۵	جناب مولانا عبدالجلیل صاحب	محدث کیشوب پور عالیہ مدرسہ ضلع جیسور
۶۶	جناب حاجی صفوان صاحب	روڈ نمبر ۶ ہاؤس نمبر ۲۹ شوناڈنگر ریزیڈنشل ایریا، ڈسٹرکٹ کھلنا
۶۷	جناب مولانا عبدالمقتدر صاحب	محدث گوہر ڈنگہ مدرسہ گوہر ڈنگہ
۶۸	جناب مفتی مجیب الرحمٰن صاحب	استاد جامعہ اسلامیہ ڈراٹانا جیسور
۶۹	جناب مولانا ریاض الدین صاحب	مہتمم مدرسہ دار الفلاح ڈھاکہ
۷۰	مفتی عبدالحی بن عبدالرشید صاحب	محمد نگر پی اور جلم پی ایس بوتیا گھاٹہ ڈسٹرکٹ کھلنا۔ موجودہ جیسور
۷۱	جناب مولانا قطب الدین صاحب	جامعہ مدنیہ مدنی نگر ڈھاکہ
۷۲	جناب مولانا حافظ محمد عمر صاحب	پاٹ گاتی ٹونگی پاڑہ ضلع گوپال گنج
۷۳	جناب مولانا اجمل علی صاحب	مدرس خادم الاسلام مدرسہ کھلنا
۷۴	جناب مولانا لطف الرحمٰن صاحب	محدث جامعہ امدادیہ کشور گنج
۷۵	جناب مولانا عبداللہ صاحب	محدث جامعہ عربیہ محی الاسلام نو پاڑہ جر
۷۶	جناب مولانا حافظ نظام الدین صاحب	مہتمم شمس العلوم جامعۃ السنۃ ڈاکخانہ اول پور گوپال گنج
۷۷	جناب مولانا حبیب الرحمٰن صاحب	مدرسہ دار الارشاد میر پور ڈھاکہ
۷۸	جناب مولانا محمود العالم صاحب	مہتمم جامعہ نظامیہ دار العلوم سراج گنج دان گر تھانہ رائے گنج ضلع سراج گنج
۷۹	جناب مولانا محمد ادریس صاحب	خطیب جامع اسکاٹن مسجد ڈھاکہ
۸۰	جناب مولانا شریف محمد یوسف صاحب	ساکن مثنیٰ تھانہ منیر احمد پور بنگلہ دیش
۸۱	جناب مولانا محمد حبیب اللہ صاحب	لال موہن بھولہ بنگلہ دیش
۸۲	جناب مفتی محمد نور الزماں صاحب	ساکن پاک بازھومنا ضلع کملا
۸۳	جناب مولوی محمد کوثر زماں صاحب	گوپال گنج تحصیل کچھیانی

۸۴	جناب مفتی راشد الحسن صاحب	۲۵۹ سی بیت الامان ہاؤسنگ سوسائٹی آدابر محمد پور، ڈھاکہ
۸۵	مولانا محمد مسعود الرحمٰن صاحب	مومن شاہی پوسٹ تھانہ امبیکا گنج
۸۶	مولانا محمد منیر الاسلام صاحب	ضلع بریسال باکر گنج بنگلہ دیش
۸۷	جناب مولانا عبد الرزاق صاحب	مہتمم مدرسہ قاسم العلوم کملا
۸۸	جناب مولانا بلال صاحب	صدر مہتمم مدرسہ وھاب العلوم کرانی گنج ڈھاکہ
۸۹	جناب مولانا مزمل حق صاحب	خطیب مرکزی جامع مسجد لال دین ضلع بھولا
۹۰	جناب مفتی فرید احمد صاحب	شیعل دی الفا دنگا فرید پور
۹۱	جناب مولانا مصباح الدین صاحب	کودالیا نگر کند فرید پور بنگلہ دیش
۹۲	حضرت مولانا مفیض الاسلام صاحب	مہتمم مدرسۃ العزیزیہ دار العلوم اسلامیہ چرشوی دولت خان بھولا
۹۳	جناب مولانا محمد یونس صاحب	مدرس بیت العلوم ڈھالکا نگر ڈھاکہ

کچھ ممالک کے خلفاء کے پتے بوجوہِ حالات درج نہیں کئے جارہے۔ از جامع

جناب مولانا مفتی شمس العارفین صاحب، جناب مولانا حافظ محمد غزالی صاحب، جناب مولانا حافظ مفتی محمد رازی صاحب، جناب سید نجم الحسن جعفری صاحب، جناب عبد الرزاق جمانی صاحب، جناب شکیل صاحب، جناب مولانا تمیم احمد صاحب، جناب سید محمد کلیم صاحب، جناب مولانا ممتاز الحق صاحب، جناب منصور ناصری صاحب، جناب مولانا محمد شبلی صدیقی صاحب، جناب عبید اللہ صاحب، جناب سعد اللہ حمیدی صاحب

جناب مفتی میران صاحب، جناب مولانا عبد الرشید قاضی صاحب

جناب مولانا ہدایت اللہ صاحب، جناب مولانا مفتی نور محمد صاحب، جناب مولانا محمود آکوجی صاحب، جناب مولانا مفتی جلال الدین صاحب، جناب مولانا مفتی محمد سعد مظاہری صاحب، جناب مولانا محمد طیب صاحب، جناب مولانا محمد عثمان صاحب، جناب مولانا اسعد اللہ صاحب، جناب مولانا محمد شکیل صاحب، جناب مفتی محمد ارشاد حسین صاحب، جناب حاجی سلیم صاحب، جناب حافظ مولانا محمد زبیر صاحب، جناب حافظ مفتی محمد عمیر صاحب، جناب مولانا سعید اللہ صاحب، جناب حافظ مولانا داؤد صاحب

جناب قاری صوفی نور الزمان صاحب، جناب معین الدین صاحب، جناب رضوان اللہ صاحب، جناب مولانا حافظ عبد الآخر مظاہری صاحب، جناب قاری محمد عرفان الحق قاسمی صاحب، جناب فہیم الحق صاحب، جناب مولانا محمد باقر

حسین بستوی صاحب، جناب مولانا محمد اسجد قاسمی ندوی صاحب، جناب مولانا انظر شاہ کشمیری صاحب، جناب مفتی محمد اسعد اعظمی صاحب، جناب صوفی محمد احمد صاحب، جناب مولانا عبدالباطن ندوی صاحب

جناب سید مناظر احسن جعفری صاحب، جناب مفتی ثمین اشرف قاسمی صاحب، جناب محمد حسین مصباح صاحب، جناب قاری مولانا محمد یعقوب صاحب، جناب محمد صابر صاحب، جناب احمد اسد اللہ صاحب

جناب نثار احمد صاحب، جناب قاری خیر محمد صاحب، جناب محمد عدنان امجد صاحب، جناب مولانا عبد الرحمٰن کوثر صاحب، جناب مولانا خالد مرغوب صاحب، جناب حافظ سمیع اللہ صاحب، جناب سعید خان صاحب، جناب امجد اللہ خان صاحب، جناب محمد اجمل محمد اسحٰق صاحب، جناب مولوی عطاء الرحمٰن صاحب، جناب مولانا حافظ متین الحق صاحب، جناب آفتاب بشیر صاحب، جناب مولانا عزیز الرحمٰن صاحب، جناب مولانا عبداللہ البرنی صاحب، جناب محمد جہانگیر صاحب، جناب حافظ عبد الرحمٰن شریف صاحب، جناب حافظ محمد عبداللہ شریف صاحب، جناب محمد مصطفیٰ شریف صاحب، جناب مولانا عبد الرحمٰن رمضان صاحب، جناب حافظ ڈاکٹر اطہر صاحب، جناب ظہور احمد صاحب، جناب مولانا ظفیر حافظ بشیر صاحب

جناب مولانا عبدالماجد خان صاحب، جناب سید امیر الدین صاحب

جناب مولانا یوسف شیخ سورتی صاحب، جناب مولانا احمد فاروق راجہ صاحب، جناب محمد اعظم بھام صاحب، جناب مفتی زبیر دودھا صاحب، جناب ڈاکٹر اسماعیل آدم پٹیل صاحب، جناب ابوبکر عبدالحمید صادق صاحب، جناب مولانا محمد یونس سورتی صاحب، جناب مولانا محمد سلیم صاحب، جناب مولانا محمد ادریس صاحب، جناب مفتی عبداللہ پٹیل صاحب، جناب قاری قاسم بھائی جی صاحب، جناب فیروز لندنی صاحب، جناب حافظ مولانا لقمان صاحب، جناب مولانا محمد حنیف سیدات صاحب، جناب مولانا آصف ابراہیم بامن ویلی صاحب، جناب مولانا آصف بن رفیق کھلوادیہ صاحب، جناب مولانا منور سورتی صاحب، جناب محمد یوسف صوفی صاحب، جناب مولانا احمد سرکار صاحب، جناب عبد الاول صاحب، جناب مولانا ابراہیم پٹیل صاحب، جناب مولانا اصغر حسین صاحب، جناب محمد فاروق احمد صاحب، جناب مولانا ایوب سورتی صاحب، جناب مولانا ابراہیم اقبال صاحب

جناب حافظ داوَد بدات صاحب، جناب مولانا حافظ عمر فاروق صاحب، جناب حاجی احمد ولی صاحب، جناب مولانا رشید بزرگ صاحب، جناب قاری مولانا یعقوب صاحب، جناب مولانا زکریا گنگات صاحب، جناب مولانا ابراہیم ڈھوڈاکیا صاحب، جناب صوفی عبدالعزیز سوجی صاحب، جناب مفتی درگاہی صاحب، جناب نور الدین صاحب

جناب مولانا عبدالناصر صاحب، جناب مولانا غلام محمد صاحب، جناب مولوی عبدالناصر سربازی صاحب

معمولاتِ صبح وشام برائے سالکین

حضرت والا اپنے متعلقین کو بہت ہی مختصر اور بہت ہی آسان معمولات کی تعلیم فرماتے تھے، آپ کی ایک خاص تعلیم یہ ہے کہ مجبوری میں ذکر چاہے کم ہو مگر گناہ ایک بھی نہ کرو۔

حضرت والا کے تعلیم کردہ معمولات برائے سالکین

(۱) تلاوتِ قرآن، ایک پارہ

(۲) مناجاتِ مقبول، ایک منزل

(۳) ہر عمل میں سنت کی اتباع

(۴) لا الٰہ الا اللہ ایک سو (۱۰۰) بار

لا الٰہ پر ہلکا دھیان کریں کہ میری لا الٰہ عرشِ اعظم تک پہنچ گئی اور الا اللہ پر سوچیں کہ اللہ کا نور میرے دل میں داخل ہورہا ہے۔ ہلکا سا دھیان کافی ہے۔ مشکوٰۃ شریف کی حدیث ہے: لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لَیْسَ لَھَا حِجَابٌ دُوْنَ اللّٰہِ۔ لا الٰہ الا اللہ اور اللہ میں کوئی حجاب اور پردہ نہیں۔

(۵) اللہ اللہ...... ایک سو (۱۰۰) بار۔ پہلے اللہ پر جل جلالہٗ کہنا واجب ہے۔ یہ سوچیں کہ ایک زبان منہ میں ہے اور ایک زبان دل میں ہے۔ زبان اور دل دونوں سے اللہ نکل رہا ہے۔ ہلکا سا دھیان کافی ہے، دماغ پر زیادہ زور نہ ڈالیں۔

(۶) استغفار ایک سو (۱۰۰) بار (رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ)

(۷) درود شریف ایک سو (۱۰۰) بار (صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ)

(۸) بہشتی زیور کا ساتواں حصہ اور احقر کی تصنیف ''روح کی بیماریاں اور ان کا علاج'' کا مطالعہ

نوٹ: تحمل سے زیادہ وظائف پڑھنا سخت مضر ہے، لہٰذا جب تھکاوٹ محسوس ہو فوراً وظیفہ بند کردیں اور جس قدر آسانی سے وظیفہ پڑھ سکیں اتنا ہی کافی ہے اور چھ گھنٹے سونا (دن رات میں ملا کر) ضروری ہے۔ نیند کم آئے تو فوراً طبیب سے رجوع کریں اور وظیفہ ملتوی کریں ورنہ خشکی بڑھ جائے گی۔

معمولات برائے خواتین

(۱) تلاوتِ قرآن، ایک پارہ

(۲) مناجاتِ مقبول، ایک منزل

(۳) ہر عمل میں سنت کی اتباع

(۴) سبحان اللہ ایک سو (۱۰۰) بار

(۵) لا الٰہ الا اللہ ایک سو (۱۰۰) بار

لا الٰہ پر ہلکا دھیان کریں کہ میری لا الٰہ عرشِ اعظم تک پہنچ گئی اور الا اللہ پر سوچیں کہ اللہ کا نور میرے دل میں داخل ہورہا ہے۔ ہلکا سا دھیان کافی ہے۔ مشکوٰۃ شریف کی حدیث ہے: لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ لَیْسَ لَھَا حِجَابٌ دُوْنَ اللہِ۔ لا الٰہ الا اللہ اور اللہ میں کوئی حجاب اور پردہ نہیں۔

(۶) استغفار ایک سو (۱۰۰) بار (رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ)

(۷) درود شریف ایک سو (۱۰۰) بار (صَلَّی اللہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ)

(۸) بہشتی زیور کا ساتواں حصہ اور احقر کی تصنیف ''روح کی بیماریاں اور ان کا علاج'' کا مطالعہ

(۹) بہشتی زیور کے چوتھے حصے میں ''میاں کے ساتھ نباہ کرنے کا طریقہ'' کا مطالعہ

نوٹ: تحمل سے زیادہ وظائف پڑھنا سخت مضر ہے، لہٰذا جب تھکاوٹ محسوس ہو فوراً وظیفہ بند کردیں اور جس قدر آسانی سے وظیفہ پڑھ سکیں اتنا ہی کافی ہے اور چھ گھنٹے سونا (دن رات میں ملا کر) ضروری ہے۔ نیند کم آئے تو فوراً طبیب سے رجوع کریں اور وظیفہ ملتوی کریں ورنہ خشکی بڑھ جائے گی۔

حضرت والا کے ارشاد فرمودہ بعض روحانی بیماریوں کے علاج

اصلاحِ نفس کا آسان ترین نسخہ

حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ جو مندرجہ ذیل باتوں پر عمل کرے گا ان شاء اللہ اس کے نفس کی مکمل اصلاح ہوجائے گی۔ اصلاحِ نفس کا یہ آسان ترین نسخہ ہے:

(۱)......نواب قیصر صاحب جو حکیم الامت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کے مرید ہیں انہوں نے فرمایا کہ میں اس مجلس میں موجود تھا جب خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ نے حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ حضرت! اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ تو حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ جنہوں نے اپنے دل میں اللہ کی محبت حاصل کرلی ہے ان کے جوتوں میں پڑ جاؤ یعنی نفس کو مٹادو اور نفس کو مٹانے کی نیت ہی سے ان کے پاس جاؤ، جو وہ بتلائیں وہ کرو، جس سے منع کریں اس سے رُک جاؤ۔ اسی کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ؎

قال را بگذار مردِ حال شو
پیشِ مردِ کاملے پامال شو

یعنی قیل وقال کو چھوڑو، مردِ حال بنو، اور کیسے بنوگے؟ کسی مردِ کامل یعنی اللہ والے کے سامنے اپنے نفس کو پامال کردو۔ میرے شیخ حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی پڑھاتے ہوئے اس شعر کی شرح میں مجھ سے فرمایا تھا کہ مال مالیدن سے ہے، مالیدن معنی مَلنا، اسی لئے مَلی ہوئی روٹی کو ملیدہ کہتے ہیں یعنی اپنے نفس کو ملیدہ بنوالو، پامال کردو۔ ایک بار خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ کیا ذکر اللہ میں یہ تاثیر نہیں ہے کہ وہ ہمیں اللہ تک پہنچادے، پھر صحبتِ اہل اللہ کی شرط کیوں لگائی جاتی ہے؟ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کاٹتی تو تلوار ہی ہے مگر شرط یہ ہے کہ سپاہی کے ہاتھ میں ہو۔ اسی طرح اللہ تک ذکر ہی پہنچاتا ہے مگر شرط یہ ہے کہ اہل اللہ کے مشورہ سے ہو۔

(۲)......میں نے اپنے شیخ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا تھا کہ مجھے آپ کی محبت بے انتہا محسوس ہوتی ہے تو میرے شیخ نے لکھا کہ محبتِ شیخ تمام مقامات کی مفتاح ہے یعنی اللہ کے راستہ کے تمام مقاماتِ قرب کی کنجی ہے۔ کنجی جتنی اچھی ہوتی ہے اتنی ہی جلدی تالا کھلتا ہے اور کنجی جتنی خراب اور گھسے ہوئے دندانے والی ہوگی تالا اُتنی ہی مشکل سے کھلے گا۔ اللہ تعالیٰ کی محبت بقدرِ شیخ کی محبت کے عطا ہوتی ہے، جتنی زیادہ شیخ کی محبت ہوگی اُتنی زیادہ اللہ کی محبت عطا ہوگی۔ اگر شیخ سے تعلق ڈھیلا ڈھالا ہوگا تو اس کے دل میں اللہ کا تعلق بھی ڈھیلا ڈھالا ہوگا۔ تاریخ میں ایک مثال بھی نہیں ملتی کہ شیخ سے کسی کا تعلق ڈھیلا ڈھالا رہا ہو اور اس کو اللہ کی محبت کا عظیم خزانہ مل گیا ہو۔

(۳)......اپنے کو سب سے کمتر سمجھو اور سب کو اپنے سے بہتر سمجھو۔ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں تمام مسلمانوں سے اپنے کو کمتر سمجھتا ہوں فی الحال اور کافروں اور جانوروں سے کمتر سمجھتا ہوں فی المآل یعنی انجام کے اعتبار سے ہر مسلمان کو فی الحال یعنی موجودہ حالت میں خواہ گناہ کی حالت میں ہو، اپنے سے بہتر سمجھتا ہوں کیونکہ ممکن ہے کسی گنہگار مسلمان کا، کسی جاہل گنوار مسلمان کا کوئی عمل مقبول ہوگیا ہو اور قیامت کے دن اس کی معافی ہوجائے اور میرا کوئی عمل نامقبول ہوگیا ہو اور سارا علم و عمل بیکار ہوجائے اور کافروں اور جانوروں سے کمتر سمجھتا ہوں انجام کے اعتبار سے کیونکہ معلوم نہیں میرا خاتمہ کیسا لکھا ہے؟ اگر خاتمہ خراب ہوگیا تو جانور بھی ہم سے بہتر ہیں کیونکہ ان سے حساب نہیں لیا جائے گا اور کافر کا بھی خاتمہ ایمان پر ہوگیا تو زندگی بھر کا کفر معاف ہوجائے گا اور جنت میں جائے گا لہٰذا اپنا حقیر ہونا کوئی ظنی، وہمی اور خیالی بات نہیں حقیقت ہے، عقل کی بات ہے اور خود کو بہتر سمجھنا حماقت اور بے وقوفی ہے۔ لہٰذا صبح و شام یہ جملہ کہہ لیا کرو کہ یا اللہ! میں تمام مسلمانوں سے کمتر ہوں فی الحال اور کافروں اور جانوروں سے کمتر ہوں فی المآل۔ اس کی برکت سے ان شاء اللہ تعالیٰ تکبر سے حفاظت رہے گی اور تکبر سے حفاظت مردودیت سے حفاظت کی ضمانت ہے۔

(۴)......جب نفس میں بدنظری کا تقاضا ہو یا کسی گناہ کو دل چاہے تو آئینہ میں اپنی صورت دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں کیسی صورت عطا فرمائی ہے، اللہ والوں کی صورت دی ہے، پھر غور کرو کہ کیا یہ کرتوت اس صورت کو زیب دیتے ہیں؟ اور نفس سے کہو کہ ''او کمینے، خبیث! شرم نہیں آتی، تُو صورتِ بایزید میں کارِ یزید کرنا چاہتا ہے۔ بایزید بسطامی کی صورت میں کارِ شیطانی کرنا چاہتا ہے، تجھ پر ہزار بار تُف ہے'' اور آئینہ دیکھ کر یہ مسنون دعا بھی پڑھو:

((اَللّٰھُمَّ اَنْتَ حَسَّنْتَ خَلْقِیْ فَحَسِّنْ خُلُقِیْ))۔ (مرقاۃ)

اے اللہ! آپ نے جیسے میری صورت حسین بنائی میرے اخلاق بھی حسین کر دیجئے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں کہ حُسن کا شکر یہ ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے حسین پیدا کیا وہ اپنے حُسن کو اللہ کی نافرمانی میں استعمال نہ کرے۔

(۵)......اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

﴿مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ﴾۔ (سورۃ النسآء: آیۃ ۷۹)

تم سے کوئی نیکی ہوجائے، کوئی اچھا کام ہوجائے، کوئی تصنیف و تالیف ہوجائے، اہل اللہ کی خدمت میں جانے کی توفیق ہوجائے، گناہوں سے بچنے کی توفیق ہوجائے غرض کوئی بھی حسنہ، کوئی بھی نیکی ہوجائے تو اس کو اپنا کمال نہ سمجھنا، وہ اللہ کی عطا ہے۔ ببول کے درخت پر اگر پھول نکل آئے تو وہ ببول کا کمال نہیں ہے کیونکہ ببول میں

کانٹے ہی پیدا ہوتے ہیں، اگر اس میں پھول نکل رہا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ اسی طرح ہماری تخلیق مَآءٍ مَّھِیۡنٍ سے، باپ کی منی اور ماں کے حیض کے گندے خون سے ہوئی ہے پس گندے اعمال کا صدور ہونا ہماری فطرت سے بعید نہیں لیکن اگر نیک اعمال صادر ہو رہے ہیں تو یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، اللہ کی عطا ہے، ہمارا کمال نہیں۔ اگر مٹی چمک رہی ہے تو یہ مٹی کا کمال نہیں، سورج کی شعاعوں کا کمال ہے۔ اگر سورج اپنی شعاعیں ہٹا لے تو مٹی بے نور ہے۔ پس اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تکبر و خود بینی کا علاج فرمایا ہے کہ اپنی کسی نیکی کو اپنا ذاتی کمال نہ سمجھنا، یہ ہماری عطا ہے، ہماری توفیق ہے، ہماری مدد ہے، جیسے باپ بچہ کا ہاتھ پکڑ کر کاغذ پر لکھوا دیتا ہے، پھر کہتا ہے کہ بیٹا تم نے تو بہت اچھا لکھا ہے بس یہی حال ہماری نیکیوں کا ہے کہ اللہ تعالیٰ خود توفیق دیتے ہیں پھر اس کو ہماری طرف منسوب کر کے قبول فرما لیتے ہیں، یہ کرم بالائے کرم ہے۔ میرے شیخ فرماتے تھے کہ قیامت کے دن جو جزا ملے گی وہ بھی دراصل عطا ہے، اسی کو فرمایا:

﴿جَزَآءً مِّنۡ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا۝﴾ ۔ (سورۃ النبا: آیۃ ۳۶)

پس جو نیکی ہو رہی ہے، ان کی یاد کی جو توفیق ہو رہی ہے یہ سب ان ہی کی عطا ہے ہمارا کمال نہیں ؎

محبت دونوں عالم میں یہی جا کر پکار آئی
جسے خود یار نے چاہا اُسی کو یادِ یار آئی

آگے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَمَآ اَصَابَكَ مِنۡ سَيِّئَةٍ فَمِنۡ نَّفۡسِكَ﴾ ۔ (سورۃ النسآء: آیۃ ۷۹)

کہ جو برائی تم کو پہنچتی ہے اسے اللہ کی طرف سے مت سمجھ لینا۔ اللہ تعالیٰ برائی کا حکم نہیں دیتے، برائی کی نسبت ان کی طرف کرنا کفر ہے، بس جو کچھ برائی تم کو پہنچتی ہے وہ تمہارے نفس کی خباثت، شرارت، حرارت اور جسارت ہے۔ پس ہر اچھائی اللہ کی عطا ہے اور ہر برائی نفس کی خطا ہے۔ بندہ عطا پر شکر اور خطا پر استغفار کرتا رہے۔ جو عطا اور خطا کے درمیان رہے گا اس کی بندگی کا زاویہ قائمہ صحیح رہے گا اور مردودیت سے محفوظ رہے گا۔

(۶)...... ہماری کوئی دینی خدمت، کوئی تقریر و تحریر، کوئی تصنیف و تالیف، ہماری کوئی شانِ بندگی اللہ تعالیٰ کی عظمتوں کا حق ادا نہیں کر سکتی کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات لامحدود ہے اور ہم محدود ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی عظمتیں لامتناہی، غیر محدود ہیں اور ہماری بندگی محدود ہے تو محدود، غیر محدود کا حق کیسے ادا کر سکتا ہے؟ اسی لئے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((مَا عَرَفۡنَاكَ حَقَّ مَعۡرِفَتِكَ وَمَا عَبَدۡنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ)) ۔ (تفسیر ابی سعود)

اے اللہ! آپ کی معرفت کا حق مجھ سے ادا نہیں ہو سکا، اے اللہ! آپ کی عبادت کا حق مجھ سے ادا نہیں ہو سکا۔ آہ! پھر ہم کس گنتی میں ہیں؟ ہماری تقریر و تحریر، ہماری تصنیف و تالیف کی کیا حقیقت ہے؟ اگر اپنی تصنیف و تالیف پر

نظر جائے کہ میں نے بڑی کتابیں لکھ دیں تو ان آیات کا مراقبہ کرو، سب نشہ اُتر جائے گا، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ یَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ﴾

(سورۃ لقمان: آیۃ ۲۷)

اگر ساری زمین کے درخت قلم بنادئے جائیں اور اس سمندر کے ساتھ اس جیسے سات سمندر اور ملا کر ان کی روشنائی بنادی جائے تو اللہ تعالیٰ کے کلمات، اس کی صفات، اس کی حمد وثنا، اس کی خوبیاں، اس کی تعریف ختم نہیں ہوسکتی۔ سمندروں کی روشنائی اور دنیا بھر کے درختوں کے قلم ختم ہوجائیں گے۔ حضرت مولانا ادریس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سات سمندر جو فرمایا تو وہ حصر کے لئے نہیں ہے بلکہ سمجھانے کے لئے ہے ورنہ سات سمندر کیا سات ہزار سمندر بھی اللہ تعالیٰ کی صفات کو لکھنے کے لئے ناکافی ہیں لہٰذا اپنی تصنیف وتالیف کو زیادہ اہمیت مت دو۔ اس حیثیت سے کہ اللہ کی عطا ہے اس کو وقعت سے دیکھو اور شکر کرو لیکن اس حیثیت سے کہ میں نے یہ کام کیا ہے، میں نے یہ مضمون لکھا ہے یہ قابلِ معافی، قابلِ استغفار ہے کیونکہ اُس کی عطا کامل اور اُس کی خوبیاں غیر محدود ہیں اور ہماری محنت محدود اور ناقص ہے۔ ناقص کو وہ قبول فرمالیں تو ان کا کرم ہے۔ وہ قبول فرمالیں تو ہم فقیروں کا کام بن جائے۔ اس لئے یوں دعا کرو کہ اے اللہ! میری تقریر وتحریر، میری تصنیف وتالیف، میری کسی دینی خدمت سے آپ کی عظمتوں کا حق ادا نہیں ہوسکا، اس لئے معاف فرما کر قبول فرمالیجیے۔

(۷)...... چار اعمال ایسے ہیں کہ جو ان پر عمل کرلے گا میرا ۵۱ سال کا تجربہ ہے کہ پورے دین پر چلنا اس کو آسان ہوجائے گا اور ان شاء اللہ تعالیٰ، ولی اللہ بن کر دنیا سے جائے گا:

(الف)...... پہلی بات ہے ایک مٹھی داڑھی رکھنا۔ چاروں اماموں کے نزدیک ایک مٹھی داڑھی رکھنا واجب ہے، کسی امام کا اس میں اختلاف نہیں ہے۔ داڑھی منڈانا یا ایک مٹھی سے کم پر کترانا حرام ہے۔ بہشتی زیور، جلد نمبر ۱۱ میں یہ مسئلہ لکھا ہوا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک صورت جیسی صورت بنالو، اللہ تعالیٰ کو پیار آئے گا کہ میرے پیارے کی صورت میں ہے اور قیامت کے دن یہ کہہ سکو گے ؎

ترے محبوب کی یا رب شباہت لے کے آیا ہوں
حقیقت اس کو تو کردے میں صورت لے کے آیا ہوں

(ب)...... دوسری بات ہے ٹخنے کھلے رکھنا۔ پاجامہ، شلوار، لنگی یعنی جو لباس اوپر سے آرہا ہے، ٹخنوں سے اونچا رکھنا۔ بخاری شریف کی حدیث ہے کہ ٹخنہ کا جو حصہ اِزار یعنی شلوار، پاجامہ، لنگی وغیرہ سے چھپے گا جہنم میں جلے گا۔

(ج)...... تیسری بات ہے نظروں کی حفاظت کرنا۔ اس زمانہ میں اللہ کے راستہ کی سب سے بڑی رکاوٹ یہی ہے

کیونکہ بے پردگی عام ہے، اس لئے نظر کی حفاظت کرنے سے دل کو سخت تکلیف ہوتی ہے۔ اس تکلیف کو جو اللہ کے لئے اٹھالے گا اللہ تعالیٰ اس کے دل کو حلاوت سے بھر دے گا۔ اس عمل سے آدمی سیکنڈوں میں فرش سے عرش پر پہنچ جاتا ہے۔

(د)...... اور چوتھا عمل ہے قلب کی حفاظت کرنا۔ دل میں گندے خیالات نہ پکاؤ، حسینوں کا تصور نہ لاؤ، پرانے گناہوں کو یاد نہ کرو۔ بس یہ چار اعمال کرلو، اللہ والے ہوجاؤ گے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

علاج عشقِ مجازی

ایک بہت شریف سید نوجوان کو میں نے دیکھا کہ اس کا چہرا پیلا پڑ گیا تھا، چہرہ کی ہڈیاں اُبھر آئی تھیں اور آنکھیں اندر کو دھنس گئی تھیں، میں نے پوچھا کہ تمہیں کیا ہوا ہے، کیا ٹی بی ہو رہی ہے؟ کہنے لگا کہ نہیں! ایک لڑکے نے مجھے حالتِ زنا کی ننگی فلم دِکھادی جس کو ویڈیو کہتے ہیں، اب چھ مہینے ہوگئے، میں نے نماز نہیں پڑھی، ہر وقت ناپاک رہتا ہوں، میرا خیال ہر وقت وہیں لگا رہتا ہے، سجدے میں بھی وہیں خیال رہتا ہے، نماز پڑھتا ہوں تو سجدے میں وہی ننگی فلم سامنے ہوتی ہے۔ آہ! اُمت کی بربادی پر آج اگر یہ موضوع اختر زیادہ بیان کرتا ہے تو بعض احمق اور بیوقوفوں کو یہ اشکال ہوتا ہے کہ صاحب! یہ مرض یہاں کیوں زیادہ بیان کیا جاتا ہے۔ میں جسمانی حکیم بھی ہوں، میرے پاس ایسے اُجڑے ہوئے، ویران نوجوان آئے جنہوں نے کہا کہ ہم زہر کھالیں گے، بدکاری، بدعملی سے اتنا زیادہ منہ کالا کیا کہ اب ہمارے اندر طاقت نہیں رہی اور میری شادی ہونے والی ہے، ہمارا علاج کرو۔ انہیں یہ زہر کیوں کھانا پڑا؟ اس پر میرا شعر ہے ؎

حسینوں سے جسے پالا پڑا ہے
اسے بس سنکھیا کھانا پڑا ہے

اس کے دو معنی ہیں۔ اگر جدائی ہوگئی اور حسین کو نہیں پایا تو اس کے غم میں سنکھیا کھا کر مر گئے اور اگر وہ معشوقہ مل گئی تو اسٹاک اتنا زیادہ ضائع کر دیا کہ نامرد ہوگئے اب سنکھیا کا کشتہ کھانا پڑا، دونوں حالتوں میں یعنی حالتِ وصل میں بھی اور جدائی میں بھی سنکھیا کھانا پڑا۔ عشقِ مجازی کی بربادیوں کی اتنی داستانیں میرے سینہ میں ہیں کہ اگر حسن و عشق کے تصادم کی بربادیوں اور صحت کی خرابیوں اور ایمان کی ویرانیوں پر کتاب لکھوں تو پانچ ہزار صفحے کی کتاب ہوگی، پھر بھی میں نے ایک مختصر سی کتاب لکھی ہے اس کا نام ''روح کی بیماریاں اور ان کا علاج'' ہے، اس کو پڑھئے۔

بتاؤ وہ لڑکا جو چھ مہینے سے بے نمازی ہوگیا تھا، چہرہ پیلا ہوگیا تھا، ہڈیاں نکل آئی تھیں اگر میرے پاس نہ آتا تو مر نہ جاتا؟ پھر میں نے اس کو علاج بتایا، الحمد للہ آج زندہ ہے، بیانات میں آتا ہے، عشقِ مجازی کا مرض بڑی مشکل سے

نکلتا ہے، جان لیوا ہے، قبرستان تک پہنچا دیتا ہے لہٰذا سب لوگ عشقِ مجازی کا علاج سن لیں! حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک علاج بتایا کہ اگر کسی حسین پر نظر پڑ جائے اور اس کی محبت دل سے نہ نکل رہی ہو تو عشقِ مجازی، غیر اللہ کی محبت کو دل سے نکالنے کا علاج سن لیجئے۔ **نمبر ۱:** صاف کپڑے پہن کر، عطر لگا کر پانچ تسبیح لا الٰہ الا اللہ کی پڑھیں،[۱] جب لا الٰہ پڑھیں تو دل میں خیال کریں کہ دل میں جتنے غیر اللہ کے بت گھسے ہوئے ہیں سب کو میں نے دل سے نکال دیا اور جب الا اللہ کہیں تو خیال کریں کہ دل میں اللہ کا نور آ گیا اور میری لا الٰہ عرشِ اعظم پر پہنچ کر اللہ سے مل گئی۔ حدیث پاک ہے کہ جب بندہ زمین پر لا الٰہ الا اللہ پڑھتا ہے تو یہ لا الٰہ الا اللہ ساتوں آسمان پار کر کے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرتی ہے:

((لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَيْسَ لَهَا حِجَابٌ دُوْنَ اللّٰهِ)) ۔ (مشکوٰۃ شریف)

تو جس کو لا الٰہ الا اللہ پڑھنے کی توفیق ہو جائے تو وہ سمجھ لے کہ اس بہانے مولیٰ کریم سے ہماری ملاقات ہو رہی ہے، ہم اُن تک نہ جا سکے تو ہمارا کلمہ تو اللہ سے مل رہا ہے، عاشقوں سے پوچھو اس کی قدر ؎

بس ہے اپنا ایک نالہ بھی اگر پہنچے وہاں
گرچہ کرتے ہیں بہت سے نالہ و فریاد ہم

درمیان درمیان میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھ کر کلمہ پورا کر لیں ان شاء اللہ اس کی برکت سے قلب غیر اللہ سے پاک ہو جائے گا اور اللہ کی محبت سے بھر جائے گا، کچھ ہی دن میں دل کی کایا پلٹ جائے گی، اگر پاگل بھی ہو گیا ہو گا تو ویلیم فائیو ویلیم ٹین سب چھوٹ جائیں گی اور اللہ کے نام سے نیند بھی آنے لگے گی۔

نمبر ۲: تصور کرو کہ ہم مر چکے ہیں اور جن اعضاء سے گناہ کیا جاتا ہے قبر میں ان اعضاء کو کیڑے کھا رہے ہیں اور اُس لڑکے کا یا اُس عورت کو سوچو کہ قبر میں ان کے اعضاء پر بھی ہزاروں کیڑے لپٹے ہوئے ہیں۔ دیکھو! میں ہمیشہ لڑکا اور لڑکی دونوں کے حسنِ فانی کے انجام کو بیان کرتا ہوں، نہ جانے کون سی ایسی پاگل اور احمق ہے جس کو یہ محسوس ہوا کہ حسنِ مجازی کا انجام بیان کرنے سے عورتوں کی بے حرمتی ہوتی ہے کہ ان کے گالوں کی توہین نہ کیجئے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ تو اس معشوقہ یا معشوق کے بارے میں سوچو اور اپنے بارے میں بھی سوچو کہ ایک دن قبرستان میں کیا حال ہو گا، آنکھیں کیڑے لئے پھر رہے ہوں گے، گال کو کیڑے کھا رہے ہوں گے، ایک ایک بال کو کیڑے لئے چکر لگائیں گے، معشوق ہو یا معشوقہ سب کے جسمانی اجزاء بکھر جائیں گے، یہ میں بے پردہ پھرنے والیوں کے لئے کہہ رہا ہوں کہ ان کے چکروں میں مت آؤ، ان شاء اللہ تعالیٰ اس مراقبے سے حرام جگہ سے بچنے کے لئے دل میں قوت آ جاتی ہے، میں حلال سے منع نہیں کرتا، بے شک حلال بیوی کا خوب محبت سے حق ادا کرو، بس حرام سے بچو۔ میرا شعر ہے ؎

[۱] ۔ بعد میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ ایک تسبیح پڑھنے کا فرماتے تھے۔ جامع

جب نہیں دی مجھے حلال کی مے
کیوں پیوں چھپ کے میں حرام کی مے

جن کی شادیاں نہیں ہوئیں یا ان کی بیوی بیمار ہوگئی یا بڈھی ہوگئی تو وہ اِدھر اُدھر دیکھ کر نظر خراب نہ کریں، اپنے لئے بھی سوچیں کہ ایک دن مرکر قبر میں جانا ہے اور وہ معشوق یا معشوقہ بھی قبر میں جائے گی، دونوں کے جسم بگڑ گئے، مٹی ہو گئے، اب قبر کھود کر دونوں کی مٹیوں سے پوچھ لو، عاشق صاحب کی بھی اور معشوق صاحب کی بھی کہ ارے مٹیو! تمہاری وہ تمام چُمّے چاٹیاں کہاں چلی گئیں؟ تمہارے وہ اعضائے معصیت کہاں چلے گئے؟ تم دنیا سے لعنت لے کر گئے ؎

نیکواں رفتند و سنت ہا بماند
و از لئیماں ظلم و لعنت ہا بماند

نیک بندے دنیا سے چلے گئے اور ان کی سنتوں اور طریقوں کا ذکر ہو رہا ہے، اور کمینے بندے اور کمینی نالائق عورتیں چلی گئیں اور ان کے گناہ و بدکاری کے چرچے ہو رہے ہیں اور ان پر لعنت برس رہی ہے۔ دیکھ لو فلم ایکٹروں کا کیا حال ہے، یہ ننگی پھرنے والی عورتیں کتنے لوگوں کو بدنظری کی دعوت دے رہی ہیں، یہ ساری لعنتیں ان پر بھی پڑیں گی، جتنے مردوں نے انہیں بری نظر سے دیکھا، یہ گناہ ان عورتوں کے سر بھی جائے گا جو اپنے کو بے پردہ دِکھا رہی ہیں۔

نمبر ۳: عشقِ مجازی سے نجات کا علاج نمبر تین یہ ہے کہ یہ مراقبہ کرو کہ قیامت قائم ہے اور اللہ تعالیٰ پوچھ رہے ہیں کہ تم نے اپنی جوانی کہاں ضائع کی؟ آنکھوں کو کہاں استعمال کیا؟ تمہیں یہ آنکھیں تمہارے ماں باپ نے دی تھیں یا میں نے ماں کے پیٹ میں تمہاری آنکھ بنائی تھی اور اس میں روشنی کا خزانہ رکھا تھا۔ تمہارے یہ ہونٹ بھی قیامت کے دن بولیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰۤی اَفْوَاهِهِمْ وَ تُكَلِّمُنَاۤ اَیْدِیْهِمْ وَ تَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ﴾ ۔(سورۃ یٰس)

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ زبان پر مہر لگادیں گے اور ہاتھ اور پاؤں بولیں گے اور کیا کہیں گے؟ سنو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا نقشہ کھینچا ہے، فرماتے ہیں ؎

دست گوید من چنیں دُزدیدہ ام
لب بگوید من چنیں بوسیدہ ام

ہاتھ کہے گا اے اللہ ہم جیب کاٹا کرتے تھے، چوری کرتے تھے، ہونٹ گواہی دیں گے کہ ہم نامحرم عورتوں کا اور حسین لڑکوں کا چُما لیا کرتے تھے، ہونٹ کہیں گے کہ اے خدا! یہ کمبخت ان ہونٹوں سے نامحرم لڑکیوں کا اور حسین لڑکوں کا چُما لیا کرتا تھا، تب پتا چلے گا کہ کیا تمہیں نہیں معلوم تھا کہ ؎

جو کرتا ہے تو چھپ کے اہلِ جہاں سے
کوئی دیکھتا ہے تجھے آسماں سے

بدفعلی سے بچنے کا واحد راستہ حسینوں سے دوری ہے

نمبر چار: چوتھا نسخہ ہے کہ حسینوں کے قریب نہ رہو، چاہے لڑکا ہو یا لڑکی کیونکہ حضرت سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب کیچڑ زیادہ ہوتی ہے تو ہاتھی بھی پھسل جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے لَا تَفْعَلُوا الزِّنٰی (زنا مت کرو) نہیں فرمایا بلکہ کیا فرمایا؟ لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰی (زنا کے قریب بھی مت جاؤ) کیونکہ انسان کی فطرت ہے کہ حسینوں کے قریب رہے گا تو ایک دن بدفعلی میں بھی مبتلا ہو جائے گا۔ اب اگر کوئی لڑکی کو پی اے رکھ لے تو کیا اس کے عشق سے بچ سکے گا؟ یاد رکھئے! حسن سے دور رہئے، لڑکا ہو یا لڑکی وہاں سے بھاگئے ورنہ بچیں گے نہیں، بار بار بتلا رہا ہوں کہ جو لوگ لڑکی اور لڑکوں سے قریب رہے آخر کار گناہ میں پکڑے گئے اور داڑھیوں کی عزت بھی ختم ہوئی۔ اس لئے اپنی ہمت پر گھمنڈ نہ کریں کہ ہم گناہ میں ملوث نہیں ہوں گے جبکہ اللہ تعالیٰ ہم کو کمزور قرار دے رہے ہیں:

﴿تِلْكَ حُدُوْدُ اللهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا﴾ ۔ (سورۃ البقرۃ: آیۃ: ۱۸۷)

اللہ کی مقرر کردہ حدود کے قریب نہ رہنا کیونکہ تم کمزور ہو لہٰذا جو پہلوانی دکھائے گا شیطان اس کا منہ کالا کردے گا، ایک دن میں نہ سہی چھ مہینے بعد سہی، آہستہ آہستہ اس کی محبت کا زہر گُھسے گا اور پھر اسی لڑکی یا لڑکے کے ساتھ بدفعلی کرتا پکڑا جائے گا۔ اس لئے حسینوں سے دور رہو، لڑکیوں سے دور رہو، اَمرد لڑکوں سے دور رہو بلکہ چھوٹی چھوٹی داڑھی والے لڑکوں سے بھی دور رہو اگر ان کو دیکھ کر میلان ہوتا ہو۔

صحبتِ اہل اللہ کی نعمت

نمبر ۵: اور دوستو پانچواں نسخہ بڑا مزیدار ہے، اس میں کوئی محنت بھی نہیں ہے اور بہت پُرلطف بھی ہے، وہ کیا ہے؟ جس اللہ والے سے آپ کو محبت ہو، مناسبت ہو، اس کی صحبت میں جانا اور بیٹھنا رکھیں، اس سے اصلاحی تعلق قائم کرلیں، آپ بتایئے! جس کو کسی دینی مربی سے محبت ہے اس کو دیکھنے میں مزہ آتا ہے یا نہیں؟ ارے اتنا مزہ آتا ہے کہ مفتی محمد حسن امرتسری رحمۃ اللہ علیہ جامعہ اشرفیہ لاہور کے بانی، بہت بڑے حافظ، عالم اور مفتی نے حضرت مجدد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ اے میرے شیخ! اگر میں ایک نظر آپ کو دیکھ لوں اور اس کے بعد ہزار سال سجدۂ شکر میں سر رکھوں تو بھی اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔ تو یہ پانچواں نمبر جو ہے یعنی صحبتِ اہل اللہ یہ دین کی روح ہے، دین اسی سے پھیلا ہے، اکبر الٰہ آبادی کہتے ہیں ؎

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتاہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

سن لیجئے اسلام پھیلا ہی نظرِ نبوت سے ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نظر سے دین پھیلا، اس کے بعد صحابہ کی نظر سے دین پھیلا، اس کے بعد تابعین کی نظر سے دین پھیلا، اس کے بعد آج تک اولیاء اللہ کی نگاہوں سے دین پھیل رہا ہے اور قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

علاج اَمرد پرستی

سوال: آپ کی خدمت میں یہ میرا پہلا خط ہے۔ عرض یہ ہے کہ بندہ ایک مہلک مرض کا شکار ہے جس کا سبب بچپن کا غلط ماحول اور بری صحبت ہے، جس میں مختلف برے لوگوں کے ساتھ مختلف اوقات میں مسلسل دس سال رہا ہوں۔ چھ ماہ ہوئے کہ توبہ کرلی ہے مگر ڈر ہے کہ ٹوٹ نہ جائے۔ اب میرا حال یہ ہے کہ عورتوں کی طرف مجھے کوئی میلان ہی نہیں لیکن مردوں اور بے ریش لڑکوں دونوں کی طرف شدید رغبت ہے البتہ مردوں کی طرف رغبت کی نوعیت اور ہے اور بے ریش کی طرف اور، حتیٰ کہ اپنے ساتھ اٹھنے بیٹھنے والے ساتھیوں کی طرف بھی۔ براہِ کرم اس کا علاج بتائیں تاکہ بری عادتوں سے نجات پاجاؤں اور چین کی زندگی نصیب ہو۔

جواب: (۱)......علاج یہ ہے کہ خواہ مرد ہوں یا اَمرد، ساتھی ہوں یا غیر، ان سے مکمل علیحدگی اختیار کریں۔ ان کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا ملنا جلنا حتیٰ کہ ان کے بارے میں قصداً سوچنا بھی بالکل ترک کردیں، نہ ان کے قریب جائیں نہ دور سے دیکھیں نہ ان سے ملیں نہ بات کریں نہ ان کے بارے میں سوچیں نہ ان کا تذکرہ کریں اگر کوئی دوسرا بھی تذکرہ کرنے لگے تو اس کو روک دیں۔ غرض مشرق و مغرب کی دوری اختیار کریں۔ اور ملاقات کا دائرہ صرف ان لوگوں تک محدود رکھیں جن کی طرف میلان کا شائبہ بھی نہ ہو۔ نگاہ کی سختی سے حفاظت کریں، اس کا اہتمام کریں کہ پہلی نظر بھی نہ پڑے اور یہ تب ہی ممکن ہے جب ہر لمحہ یہ فکر ہو کہ دیکھنا نہیں ہے، پھر ہر نظر احتیاط سے اٹھے گی۔ یہ مرض اتنا سخت ہے کہ اگر ان مشوروں پر عمل نہیں کروگے تو پرانی عادت کے سبب گناہ میں مبتلا ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

(۲)......عذابِ دوزخ، عذابِ قبر، قبر میں حسینوں کے جسم پر کیڑے رینگنا اور آنکھ، ناک، کان میں کیڑے بھر جانا بلکہ مرنے سے پہلے جیتے جی حسن کے زوال سے بگڑے ہوئے مکروہ چہرے ہوجانا یعنی فنائیتِ حسن کا مراقبہ روزانہ ایک ایک منٹ کریں جو احقر کے رسالہ بدنظری اور عشقِ مجازی کی تباہ کاریاں میں لکھا ہوا ہے جو مفت ملتا ہے۔

(۳)......پرچہ عشقِ مجازی کا علاج روزانہ ایک بار پڑھیں۔

(۴)...... ہر جمعہ کو مجلسِ وعظ میں شرکت کریں۔ پندرہ دن کے بعد بذریعہ ڈاک حالت کی اطلاع کریں۔ جوابی لفافہ پتہ لکھا ہوا خط کے ساتھ رکھیں۔

علاج الغضب

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک شخص نے لکھا کہ مجھ میں غصہ کا مرض ہے۔اس کا علاج عطا فرمایئے۔ حضرت نے اس کو لکھا کہ آپ لکھنؤ میں انوار بک ڈپو کے مالک مولوی محمد حسن کاکوروی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جایا کیجیے۔ کچھ عرصہ بعد اس شخص نے حضرت کو لکھا کہ حضرت میرا غصہ جاتا رہا۔ میں مولوی صاحب کی خدمت میں جاتا رہتا ہوں لیکن انہوں نے تو کبھی غصہ کے متعلق مجھے کوئی نصیحت بھی نہیں کی، یہ کیا بات ہے کہ مجھے اتنا فائدہ ہوا؟ حضرت نے فرمایا کیونکہ مولوی صاحب حلیم الطبع ہیں، ان کے دل میں صبر وحلم اور برداشت کا مادہ بہت ہے، ان کے قلب کی صفتِ حلم آپ کے قلب میں منتقل ہوگئی۔

اب غصہ کا ایک علاج بتاتا ہوں۔غصہ کے علاج کا ایک پرچہ چھپا ہوا ہے۔وہ مفت حاصل کرلیں۔ بلا پیسہ کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اس میں پیسہ ہی نہیں لگا۔ پیسہ لگا ہے،جس کا لگا ہے اس نے اللہ کے لئے خرچ کیا ہے لیکن آپ کو مفت مل جائے گا۔اس میں چھ سات نمبر ہیں لیکن مختصراً عرض کرتا ہوں کہ جب غصہ آجائے:

تو فوراً اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھیں لیکن ذرا دائیں بائیں بھی دیکھ لیں کیونکہ آج کل عجیب معاملہ ہے کہ اگر کسی شخص پر غصہ چڑھا اور آپ نے کہا اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ تو بعض آدمی لڑنے مرنے کو تیار ہوجاتا ہے۔ کہتا ہے کہ اچھا آپ نے مجھے شیطان بنادیا، حالانکہ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ میں تو اللہ تعالیٰ سے پناہ اور حفاظت طلب کی جارہی ہے شیطان کے شر سے،لیکن جہالت کا کیا علاج! تو غصہ کے وقت اَعُوْذُ بِاللّٰہِ پڑھ لے اور وہاں سے ہٹ جائے یا جس پر غصہ آرہا ہے اس کو ہٹادے۔اس سے کہہ دے کہ آپ اس وقت میرے سامنے سے چلے جائیں لیکن بعض وقت اتنی ہمت نہیں ہوتی کہ ہم اس کو ہٹاسکیں۔ایسے وقت میں خود ہی وہاں سے بھاگ جائے۔ مسجد چلا جائے، وضو کرلے اور دو رکعت نمازِ حاجت پڑھ کر دعا کرلے۔ پانی غصہ کا علاج ہے، وضو کرلو اور پانی بھی پی لو، کیونکہ آگ جب لگتی ہے تو پانی ہی سے تو بجھتی ہے۔ یہ حدیثوں کے علاج ہیں کہ جس پر غصہ چڑھے وضو کرلے (مشکوٰۃ:ص ۴۳۴) اور اگر کھڑا ہو تو بیٹھ جائے (کنز العمال:ص ۸۲۸، ج ۳) اور بیٹھا ہو تو لیٹ جائے۔اس طرح وہ انتقام لینے سے دور ہوتا جارہا ہے کیونکہ مارنے کے لئے کھڑے ہوکر دوڑنا آسان تھا اور اب جب بیٹھ گیا تو انتقام سے ایک درجہ دور ہوگیا۔اب بیٹھ کر دوبارہ اٹھنے سے تھوڑی سی تو کاہلی لگے گی اور اگر لیٹ گیا تو انتقام سے تین درجہ نیچے آگیا۔

کہے گا کہ لیٹ کر بیٹھوں اور بیٹھ کر کھڑا ہوں اور پھر دوڑوں مارنے کے لئے، چلو جانے دو۔

حدیث شریف کی ترتیب دیکھئے کہ کھڑے ہو تو بیٹھ جاؤ، بیٹھے ہو تو لیٹ جاؤ۔ اس میں حکمتیں پوشیدہ ہیں اور وضو کا بھی حکم فرمادیا تاکہ مزاج ٹھنڈا ہو جائے اور اللہ کے عذاب کو سوچے کہ جتنا غصہ مجھے اس پر آرہا ہے اگر اللہ تعالیٰ مجھ سے ناراض ہو جاویں تو میرا کہاں ٹھکانہ ہے اور جتنی طاقت مجھے اس پر ہے اس سے زیادہ طاقت و قدرت خدا کو مجھ پر ہے۔ اس وقت خدا کو یاد کرے مگر اس وقت خدا یاد نہیں آتا اور غصہ کی حالت میں خدا کا عذاب، خدا کی پکڑ کسی کو یاد نہیں رہتی اور غصہ والا کہتا بھی یہی ہے کہ صاحب ہمیں تو کچھ یاد نہیں رہتا۔ یہی دلیل ہے کہ اس وقت وہ شیطان کے قبضہ میں چلا گیا۔ چاہے سید صاحب ہوں، مولوی صاحب ہوں، صوفی صاحب ہوں، واعظ صاحب ہوں یا کوئی صاحب ہوں، کیا وجہ ہے کہ مومن ہو کر ہم نے اس وقت خدا کو بھلا دیا اور بنتے ہیں صوفی، تسبیحات بھی ہیں گریہ وزاری بھی ہے۔ ارے! ان آنسوؤں کی کوئی قیمت نہیں ہے اگر یہ اللہ تعالیٰ کے غضب سے نہیں ڈرتا، چاہے اس کو کتنا ہی رونا آئے لیکن اگر اللہ تعالیٰ کے بندوں کے حقوق میں وہ خدا کو یاد نہیں رکھتا تو کیا اس کے آنسو ہیں۔ حالتِ غضب میں سوچے کہ ہم کس کے بندے ہیں؟ اللہ تعالیٰ آسمان سے دیکھ رہا ہے۔ اللہ کی رحمت سے امیدوار تو بنے ہوئے ہیں کہ قیامت کے دن خدا ہمیں اپنی رحمت سے بخش دے لیکن اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر رحم کرنا نہیں آرہا ہے۔ یہاں ہم بالکل بے ہوش ہو جاتے ہیں کہ کوئی ذرا سا ستا دے تو بغیر انتقام لئے چین نہیں آتا۔ علامہ ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

((اِنَّ الْوَلِیَّ لَا یَکُوْنُ مُنْتَقِمًا وَّالْمُنْتَقِمُ لَا یَکُوْنُ وَلِیًّا))

اللہ کا ولی انتقام لینے والا نہیں ہوتا اور انتقام لینے والا اللہ کا ولی نہیں ہو سکتا۔ جو اللہ کے بندوں پر رحم کرنا نہیں جانتا وہ کس منہ سے اللہ کی رحمت کا امیدوار بنتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ایک آیت نازل فرمادی کہ اگر تم اپنی مغفرت چاہتے ہو، اگر تم مجھ سے میری رحمت چاہتے ہو تو میرے بندوں کی خطاؤں کو معاف کر دو۔ لیکن اگر کسی سے بار بار غلطی ہو جاتی ہے تو مایوس ہرگز نہ ہو۔ اس کا علاج یہ ہے کہ غصہ اترنے کے بعد فوراً اس کی تلافی کرے۔

حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک صاحب کو جو غصہ سے بار بار مغلوب ہو جاتے تھے یہ علاج تحریر فرمایا کہ جب غصہ اتر جائے تو جس پر غصہ کیا ہے مجمع عام میں اس کے سامنے ہاتھ جوڑیئے، اس کے پاؤں پکڑیئے بلکہ اس کے جوتے اپنے سر پر رکھئے۔ ایک دو بار ایسا کرنے سے ہی نفس کو عقل آجائے گی اور پھر یہ غلطی نہیں کرے گا۔ کہے گا کہ غصہ کے بعد تو بہت ذلت اٹھانی پڑتی ہے لہٰذا ایسے غصہ سے میں باز آیا۔ اور غصہ کے وقت یہ سوچے کہ اگر میری خطاؤں پر اللہ تعالیٰ گرفت فرمانے لگیں تو میں کیا چاہوں گا؟ یہی کہ میری معافی ہو جائے۔

اللہ مجھے معاف کردے۔ بس جب میں اپنے لئے معافی کو پسند کرتا ہوں تو مجھ کو بھی اس شخص کو معاف کردینا چاہیے اور یہ شخص میرا اتنا خطاوار نہیں جتنا میں حق تعالیٰ کا مجرم اور خطاکار ہوں اور حق تعالیٰ کا میرے ساتھ کیا معاملہ ہے؟ ان کے حلم نے مجھے بچا رکھا ہے ورنہ اگر وہ چاہیں تو ابھی زمین کو پھاڑ دیں اور زمین کے اندر مجھے دھنسا دیں۔ جب اللہ تعالیٰ کا میرے ساتھ عفو و کرم کا یہ معاملہ ہے اور میں ان کی معافی کا ہر وقت محتاج ہوں تو کیوں نہ اس شخص کو معاف کردوں۔

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کوئی وقت مقرر کرکے روزانہ کچھ دیر اپنے عیوب کو یاد کیا کرے اور سوچا کرے کہ کائنات میں سب سے زیادہ حقیر اور برا میں ہوں، اس لئے اپنے سے بہتر پر غصہ کرنے کا مجھے کیا حق ہے، اس سے تکبر کی جڑ کٹ جائے گی اور جب تکبر ختم ہوجائے گا تو غصہ بھی نہ آئے گا کیونکہ غصہ کا سبب تکبر ہی ہے۔ ایک وظیفہ بھی ہے جس سے غصہ میں کمی آجاتی ہے۔ ۲۱ مرتبہ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ہر نماز کے بعد پڑھ کر اپنے اوپر دم کرلے اور کھانا کھانے کے وقت تین تین بار پڑھ کر کھانے اور پانی پر بھی دم کرلے۔ اللہ کی شانِ رحمت کا اس پر ظہور ہوجائے گا کیونکہ مٹی سورج کی شعاعوں سے سفید اور روشن معلوم ہوتی ہے اور جہاں سورج کی شعاع نہیں ہے وہاں تاریک اور بے نور رہتی ہے۔ اس کے پڑھنے سے اللہ تعالیٰ کی رحمت کا آفتاب اس پر اپنی کرن ڈال دے گا۔ رحمت کی کوئی شعاع آجائے گی، ان شاء اللہ اور غصہ ٹھنڈا ہوجائے گا۔ یہ وظیفہ بزرگوں کا بتایا ہوا ہے۔ جیسا مرض ہو اس کے مناسب اللہ کے ناموں میں سے کوئی نام پڑھنے سے حق تعالیٰ کی اسی صفت کا ظہور پڑھنے والے پر ہوجائے گا۔ مثلاً بیمار ہے تو یَاسَلَامُ پڑھے، اس پر سلامتی کا ظہور ہوگا۔ مفلس ہے تو یَامُغۡنِیُ پڑھے، حق تعالیٰ کی صفتِ غنا کا ظہور ہوگا۔ اسی طرح اللہ کا نام رحمن و رحیم ہے۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنے سے شانِ رحمت کا ظہور ہوگا اور اس کا غیظ و غضب کم ہوجائے گا، بے جا غصہ نہیں آئے گا۔ (تمام وظائف اپنے مصلح، مربی، شیخ سے پوچھ کر پڑھے۔ جامع)

بدگمانی کا علاج

حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ اگر کسی کا کوئی عیب ظاہر ہوجائے اور شیطان اس کے متعلق دل میں بدگمانی ڈالے تو یہ سوچ لے کہ ممکن ہے کہ اس کا کوئی عمل ایسا ہو جو اللہ کے یہاں مقبول ہوچکا ہو جس پر میدانِ محشر میں اس پر فضل ہوجائے اور وہ جنت میں چلا جائے اور بدگمانی کرنے پر میری پکڑ ہوجائے کہ وہ بندہ تو میرا مقبول تھا تم نے بدگمانی کیوں کی؟ حدیث شریف میں ہے:

((ظُنُّوۡا بِالۡمُؤۡمِنِ خَیۡرًا)) ۔ (تفسیر کبیر)

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ہر مومن کے ساتھ نیک گمان رکھو، اس حدیث کی شرح میں علماء ربانین

فرماتے ہیں کہ اگر کسی چیز کے اندر نناوے دلائل ہوں بدگمانی کے لیکن ایک راستہ ہو حسنِ ظن کا تو عافیت کا راستہ یہی ہے کہ حسنِ ظن کے اس راستہ کو اختیار کرلو۔ کیوں؟ اس کی وجہ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ میرے مرشدِ اول فرمایا کرتے تھے کہ بدگمانی پر اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مقدمہ دائر فرمائیں گے اور اس سے پوچھیں گے کہ بدگمانی کے تمہارے پاس کیا دلائل تھے اور نیک گمان پر بلا دلیل انعام عطا فرمائیں گے۔ حسنِ ظن پر بغیر دلیل کے ثواب ملتا ہے کیونکہ امر ہے ظُنُّوْا بِالْمُؤْمِنِ خَيْرًا لہٰذا خود کو مقدمہ میں پھنسانا بے وقوفی، حماقت اور نادانی ہے۔ حضرت ہنس کر فرماتے تھے کہ احمق ہے وہ شخص جو مفت میں ثواب لینے کے بجائے اپنی گردن پر مقدمات قائم کرنے کے انتظامات کر رہا ہے اور اپنے لئے مصیبتیں تیار کر رہا ہے۔ نیک گمان کر کے مفت میں ثواب لو اور بدگمانی کر کے دلائل پیش کرنے کے مقدمات میں اپنی جان کو نہ پھنساؤ۔

عُجب و کبر کا علاج

حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ عُجب و کبر کا علاج اپنے گناہوں اور عیوب کا استحضار ہے۔ جب اپنے گناہوں کا دھیان ہوگا تو اپنے کمالات پر تکبر نہ ہوگا کہ تیرے اندر تو اتنے عیوب ہیں، تو اپنے کو کیا اچھا سمجھتا ہے اور دوسروں کو حقیر سمجھنے کا تجھے کیا حق ہے؟ اپنے عیوب کے استحضار سے سب اس کو اپنے سے بہتر نظر آئیں گے۔ علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

جب سے اے دل اپنے عیبوں پر نظر پڑنے لگی
اپنے دعوائے ہنر سے شرم سی آنے لگی

سوال: ایک طالبِ اصلاح نے عُجب کا علاج پوچھا، ان کو یہ جواب تحریر فرمایا۔

جواب: اپنے کو حقیر سمجھنا اور اپنے خاتمہ کے خوف سے لرزاں اور ترساں رہنا صالحین و مقبولین بارگاہِ کبریا کا شیوہ ہے اور عُجب فاسقین کی خصلت ہے۔ اس عبارت کو پڑھ لیا کریں۔

سوال: حضرت! میرا مسئلہ یہ ہے کہ میں دوسروں کو اپنی ذات سے حقیر اور کمتر تو نہیں سمجھتا لیکن اپنے آپ کو اکثر اوقات بہت ہی نیک اور پرہیزگار خیال کرتا ہوں۔

جواب: اللہ کی نظر میں برا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ بندہ اپنے کو اچھا سمجھے اور اپنے کو اچھا سمجھنا دلیل ہے کہ اپنے عیوب پر نظر نہیں ہے اور اپنے عیوب پر نظر نہ ہونا خود بڑا عیب ہے اور عیب کی بدترین قسم ہے کیونکہ اپنی کسی واقعی خوبی پر نظر ہوگئی اور عُجب پیدا ہوگیا تو کہہ سکتے ہیں کہ بے چارہ خوبی کی وجہ سے دھوکہ میں آ گیا لیکن جس کے اندر

عیب ہوں اور وہ اپنے کو اچھا سمجھے کہ میں بہت نیک اور پرہیزگار ہوں، یہ بدترین عُجب میں مبتلا ہے اور احمق بھی ہے۔ جس بیمار کو اپنی بیماری نظر نہ آئے اس کی ہلاکت یقینی ہے، نفس سے کہیں کہ نالائق اپنے عیوب نظر نہ آنے کی مہلک بیماری میں مبتلا ہے اور اپنے کو نیک اور پرہیزگار بھی سمجھتا ہے لہٰذا اس گمان سے توبہ کر، تجھے تو نیکی اور پرہیزگاری کی ہوا بھی نہیں لگی۔ اس استحضار سے اپنی حقارت پیدا ہوجائے گی اس کے علاوہ ایک اور وجہ سے اس نادانی کے خیال سے توبہ کریں اور وہ یہ کہ خاتمہ نہیں معلوم کیسا ہو اور یہ کہ فیصلہ قیامت کے دن حق تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، نہ معلوم کیا فیصلہ ہو ؎

ہم ایسے رہے یا کہ ویسے رہے
وہاں دیکھنا ہے کہ کیسے رہے

سوال: عین ممکن ہے کہ اس طرح کے خیال سے نفس وشیطان مجھے دھوکے میں ڈالے رکھیں، رہنمائی فرمایئے کہ اپنے آپ کو دوسری تمام مخلوق سے کس طرح کمتر اور حقیر جانا جائے۔

جواب: اس کا علاج بھی خوفِ خاتمہ ہے۔ سوچیں کہ جب تک خاتمہ ایمان پر نہ ہو کیسے اپنے کو بہتر سمجھوں۔ جس کا خاتمہ خراب ہوگیا کتے سور اس سے بہتر ہیں۔

حسد کی بیماری اور علاج

ارشاد فرمایا کہ اسی طرح حسد کا بھی عجیب معاملہ ہے، مولوی پر ڈاکٹر کبھی حسد نہیں کرے گا، ڈاکٹر پر ڈاکٹر حسد کرتا ہے، مولوی پر مولوی حسد کرتا ہے مثلاً ایک رئیس کے پاس ایک عالم آیا کہ میرے مدرسہ کی یہ ضروریات ہیں جب وہ چلا گیا تو دوسرا عالم آیا، سیٹھ نے اس کو بتایا کہ ابھی ایک عالم اَور آئے تھے، اب وہ عالم صاحب کہتے ہیں کہ ارے آپ نہیں جانتے ان کو، ان کے مدرسے میں کیا پڑھائی ہوتی ہے، کچھ بھی نہیں، کنڈم مدرسہ ہے، خبردار اس کو چندہ نہ دینا۔ یہ مولوی مولوی کا پیر کیوں کاٹ رہا ہے؟ کیونکہ کسی اللہ والے سے اپنے نفس کی اصلاح نہیں کرائی، حسد کا علاج نہیں کیا۔ ایک ہمارے شیخ کو دیکھئے کہ فیصل آباد میں بہت بڑا ادارہ ہے، وہاں کے مہتمم نے بورڈ پر لکھوایا تھا کہ اس مدرسہ کے طلبا نہایت مستحق ہیں لہٰذا اس مدرسہ میں زکوٰۃ دینا افضل ہے تو حضرت نے فرمایا کہ ایسے مت لکھو، یہ لکھو کہ یہاں بھی مستحقین موجود ہیں، آپ اپنے عطیات یہاں بھی دے سکتے ہیں، یہ کیا آپ نے دوسرے اداروں کی توہین کردی کہ اور کوئی صحیح نہیں ہے۔ میرے ہاں جب کوئی بورڈ لگتا ہے تو یہی لکھا جاتا ہے کہ اپنے عطیات صدقات اور زکوٰۃ اور قربانی کی کھال یہاں بھی جمع کراسکتے ہیں یعنی اجازت ہے ہماری طرف سے، ہم مانگتے نہیں ہیں، تمہیں غرض ہو اور اپنی دولت و کرنسی آخرت میں ٹرانسفر کرنا ہو تو ہم بلاکمیشن آپ کی کرنسی وہاں بھیج دیں گے۔

میرے بیٹے کے پاس ایک شخص کا فون آیا کہ مولانا! ایک کھال گائے کی رکھی ہوئی ہے کوئی آدمی بھیج دیجئے۔ میرے بیٹے نے مولانا شاہ ابرارالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جوتیاں اٹھائی ہیں اور ایک دفعہ عشاء کے بعد حضرت کے سر میں تیل کی مالش کی تو فجر کی اذان ہوگئی اور حضرت سوتے رہے اور وہ وہاں سے ہٹے نہیں۔ مولانا مظہر میاں نے اس آدمی کو کیا جواب دیا کہ آپ مجھ سے آدمی مانگ رہے ہو کہ یہاں کھال رکھی ہے تو جناب کیا آپ آدمی نہیں ہیں جو آپ آدمی مانگ رہے ہیں؟ وہ بھی ہنسا اور اپنی موٹر میں کھال لاکر خود پہنچا گیا لہٰذا میں مشورہ دیتا ہوں کہ آپ عالم ربانی بن جایئے واللہ! قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آپ کو مالی معاملات میں در بدر نہیں پھرنا پڑے گا ان شاءاللہ تعالیٰ۔ کیا آپ اپنے دوستوں کی دروازے دروازے ذلت دیکھ سکتے ہیں؟ تو اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں اور اولیاء کی ذلت کو کیسے گوارا کرے گا، آپ کے پاس مالداروں کو بھیجے گا لیکن سفیر اور سفارت یہ سب جائز ہے اگر کوئی مہتمم سفیر بھیجتا ہے تو جائز ہے بشرطیکہ عظمتِ دین اور عزتِ نفس کے ساتھ ہو۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ایک تحریر بھیجی تھی کہ مولانا عبدالغنی صاحب جس سفیر کو اپنے دستخطی خط سے ہندوستان کے شہروں میں بھیجیں تو لوگ سمجھ لیں کہ وہ میرا بھی معتمد ہے۔ لیکن چندہ کے اصول ہیں، کچھ تفصیل ہے، اس کے متعلق معلومات کرو۔ تو حسد سے بہت بچو میرے شیخِ اول مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے ؎

حسد کی آگ میں کیوں جل رہے ہو
جہنم کی طرف کیوں چل رہے ہو
خدا کے فیصلے پر تم ہو ناراض
کفِ افسوس تم کیوں مل رہے ہو

سوال: میرے دل میں حسد، کینہ وغیرہ بھی بہت ہے۔ جب کوئی مجھے اپنی خوشی سناتا ہے تو دل میں اس کے لئے حسد شروع ہوجاتا ہے۔

جواب: جس سے حسد محسوس ہو اس کے لئے اسی وقت دعا کریں کہ یا اللہ اس کی نعمت میں اور اضافہ کردے، ملاقات پر پہلے اس کو سلام کریں، کبھی کوئی ہدیہ خواہ معمولی سا ہو پیش کریں، اپنے دوستوں سے اس کی تعریف کریں۔

ریا اور دکھاوے کا علاج

حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ ریا اور دکھاوے کا مرض بھی بہت برا ہے اور اعمال کو ضائع کرنے والا ہے اور اس کے لئے مسنون دعا یہ ہے:

((اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُبِكَ اَنۡ اُشۡرِكَ بِكَ وَ اَنَا اَعۡلَمُ وَ اَسۡتَغۡفِرُكَ لِمَا لَا اَعۡلَمُ)) ۔ (کنز العمال)

یا اللہ! میں شرک یعنی دکھاوے سے پناہ چاہتا ہوں، اس دکھاوے سے بھی جس کو میں جانتا ہوں اور معافی مانگتا ہوں اُس دکھاوے سے بھی جس کا مجھے علم نہیں یعنی جو اتنا خفی ہے کہ دل کی گہرائی میں چھپا ہوا ہے اور مجھے اس کا احساس بھی نہیں۔ دکھاوا تو وہ کرے جو مخلوق کو عملاً اللہ سے بڑا سمجھتا ہو کہ مخلوق میں میری بڑائی ہو جائے گی تو مجھے عزت ملے گی۔ لیکن ساری مخلوق میں آپ پسندیدہ ہوں اور اللہ کے نزدیک ناپسند ہوں تو کیا فائدہ؟ جوتے پڑیں گے اور جہنم میں جائیں گے۔ اللہ کے نزدیک پسندیدہ ہونا کامیابی ہے اور اللہ کے نزدیک ناپسندیدہ ہونا ناکامی ہے۔

ریا تو کبیرہ گناہ ہے لیکن چھوٹے گناہ کو بھی معمولی نہ سمجھو۔ نافرمانی چاہے چھوٹی ہو یا بڑی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ چھوٹا گناہ کرنے میں کوئی حرج نہیں یعنی اللہ تعالیٰ کو تھوڑا سا ناراض کرنا ان کے نزدیک معمولی بات ہے حالانکہ جس طرح ان کا تھوڑا سا راضی ہونا ہر چیز سے بڑا ہے وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ اسی طرح ان کا تھوڑا سا ناراض ہو جانا بھی دونوں جہان کا سب سے بڑا خسارہ ہے۔ میرے شیخ نے ایک قصہ سنایا تھا کہ گاؤں کی ایک لڑکی گانا گا رہی تھی کہ ؎

چھوٹی نہ جانو! ظلم کردوں گی

ایک بزرگ وہاں سے گذر رہے تھے، ان کے کان میں جو یہ آواز پڑی تو بے ہوش ہو گئے۔ سب لوگ سمجھے کہ مُلا بڑا رومانٹک ہے، یہ کیسا بزرگ ہے کہ ایک لڑکی کا گانا سن کر بے ہوش ہو گیا۔ جب ہوش میں آئے تب پوچھا کہ حضرت! آپ کیوں بے ہوش ہوئے؟ تو فرمایا کہ مجھے ایسا لگا جیسے چھوٹے گناہ نے مجھ سے کہا ہو کہ مجھے چھوٹا نہ سمجھنا میں ظلم کر ڈالتا ہوں۔ مجھے گناہ یاد آ گئے کہ اللہ پاک اتنے بڑے ہیں کہ ان کی چھوٹی سی نافرمانی بھی بہت ہے۔ جو جتنا عظیم ہوتا ہے اس کا حق بھی اتنا ہی عظیم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر شے سے بڑے ہیں تو ان کی تھوڑی سی ناراضگی بھی ہر شے سے بڑی ہے، سب سے بڑا خسارہ ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ ایک عورت نے جھلنی بنوائی، جھلنی ناک میں پہنی جاتی ہے جو جھولتی رہتی ہے، اس کا نام دیہاتی زبان میں جھلنی ہے، تو اس نے کہا ؎

جھلنی تو گڑھایوں پیا اپنے مناں سے

پیا مناں بھاولاں کہ ناہیں

یعنی جھلنی تو میں نے اپنی طبیعت سے بنوائی ہے، لیکن معلوم نہیں کہ میرے شوہر کو پسند آئے گی کہ نہیں، اس سے سمجھ لو کہ شوہر جو انسان ہے، ایک انسان کا مزاج نہیں معلوم کہ اس کو پسند آئے گا کہ نہیں تو ڈرنے کا مقام ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہماری عبادت پسند آئے نہ آئے۔ جب میدانِ قیامت میں فرما دیں کہ جاؤ ہم تم سے راضی ہیں، جاؤ جنت میں تب اطمینان کی سانس لو۔ پہلے سے لوگوں کے کہنے سے اپنے کو کیوں بڑا سمجھتے ہو؟ ایک شخص تھا، اس کا ایک گھوڑا تھا جو اس کو

اٹھا کر پٹک دیتا تھا۔ وہ عاجز ہوگیا اور اس نے ایک دلال سے کہا کہ بھائی اس کو بیچ دو۔ دلال اس کو گھوڑے کی مارکیٹ میں لے گیا اور اس کی تعریف کے پُل باندھنا شروع کئے کہ یہ گھوڑا ایسے چلتا ہے جیسے پانی بہتا ہے اور بجلی کی طرح تیز رفتار ہے اور ایسا ہے اور ویسا ہے، اس پر مالک نے کہا کہ جب اس میں اتنی خوبیاں ہیں تو میں نہیں بیچتا تو دلال نے کہا کہ بے وقوف! تو نے اس گھوڑے کو دس سال آزمایا ہے کہ یہ ہمیشہ تجھ کو پٹک دیتا ہے اور تو میری جھوٹی تعریف سے کہ تیرا سودا بِک جائے دس سال کے آزمانے کو بھول گیا۔ یہی حال ہم لوگوں کا ہے کہ ہزاروں گناہ، ہزار خامیاں ہم اپنی محسوس کرتے ہیں اور خوب جانتے ہیں کہ ہم کیسے ہیں؟ لیکن اگر کسی نے تعریف کر دی کہ آج میں نے خواب میں دیکھا کہ آپ ہوا میں اُڑ رہے تھے تو خوش ہو گئے اور سمجھنے لگے کہ میں واقعی بزرگ ہوں۔ خوش ہونا تو جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ایسا ہی بنادے لیکن دوسروں کی تعریف سے دھوکہ کھا کر اپنے کو بڑا سمجھنا جائز نہیں۔

سوال: ریاکاری کا بہت ڈر رہتا ہے ہر عمل میں یہی خیال دل میں رہتا ہے کہ دکھلاوا کر رہا ہوں حالانکہ کوئی ایسی نفلی عبادت بھی نہیں کرتا۔

جواب: دکھلاوے کے ڈر سے نیک عمل چھوڑ دینا بھی دکھلاوا ہے۔ دکھاوا ارادے سے ہوتا ہے، وسوسہ اور خیال سے نہیں۔ ہر عمل میں اللہ کی رضا کا ارادہ کریں۔ جب ارادہ رضائے الٰہی کا ہے تو مخلوق دیکھ رہی ہے یا نہیں، اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ ریا دیکھنے کا نہیں مخلوق کو دِکھانے کا نام ہے اور مخلوق کے ڈر سے کبھی نیک عمل نہ چھوڑے۔ مخلوق کے خوف سے عمل کو ترک کرنا بھی ریا ہے۔

سوال: مجھ میں دکھاوے کی عادت ہے جب بھی کوئی اچھا کام کرتا ہوں تو دل میں کچھ دکھاوا سا پیدا ہوتا ہے دورانِ نماز بھی ایسا ہوتا ہے۔ کپڑے پہنتے وقت بھی اور شیشہ دیکھتے وقت بھی پیدا ہوتا ہے۔

جواب: کام کرنے سے پہلے نیت اللہ کی رضا کی کریں۔ دکھاوا ارادہ سے ہوتا ہے خیال آنے سے نہیں۔ دل میں دکھاوے کا خیال آنا اور ارادہ دکھاوے کا نہ ہونا یہ ریا نہیں وسوسہ ہے، ہر عمل کے بعد یہ بھی کہہ لیں کہ یا اللہ اگر میرے دل کی گہرائیوں میں ریا کا ذرہ بھی ہو تو اسے معاف فرمادیں اور مجھے ریا اور تمام رذائل سے پاک فرمادیجئے۔

وساوس کا علاج

(مکہ مکرمہ میں مقیم حضرت والا کے ایک عزیز وساوس میں مبتلا تھے، یہ ملفوظ ان کے لئے ارشاد فرمایا)

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو زیادہ طاقت نہیں دی، وہ آپ کو اٹھا کر کسی مندر میں نہیں لے جاسکتا، کسی پنڈت کی پوجا پاٹ میں نہیں لے جاسکتا، سینما ہال میں نہیں لے جاسکتا، اس کو ہمارے اوپر کوئی طاقت نہیں

سوائے اس کے کہ ہمارے قلب میں کچھ خیالات ڈال دیتا ہے اور پھر وہ خیالات قلب کے اوپر ہی رہتے ہیں قلب کے اندر داخل نہیں ہوتے، بس یہ وساوس مومن کے لئے اللہ تک پہنچنے کا ذریعہ ہیں، اگر یہ وساوس نہ آتے تو آپ کسی مولوی سے بات بھی نہ کرتے، یہ ان ہی کا صدقہ ہے جو آپ ان کی جوتیاں اٹھاتے ہیں۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک شخص کو کسی سے عشق تھا لیکن اس کا پتہ نہیں معلوم تھا، رات دن اس کی یاد میں رویا کرتا تھا، ایک مرتبہ رات کو بارہ بجے پاگلوں کی طرح اپنے معشوق کو تلاش کررہا تھا۔ کوتوالِ شہر نے اسے دیکھ کر سمجھا کہ یہ چور ہے، اسے کیا معلوم کہ یہ بے چارہ عاشق ہے، دیوانہ ہے، پاگل ہے۔ پہلے زمانہ میں کوتوال گھوڑے پر گشت کرتے تھے تو کوتوال نے اس کو پکڑ کر مارنا شروع کردیا، اس نے پوچھا کہ بھئی ہمیں کیوں مارتے ہو؟ کوتوال نے کہا کہ تم اتنی رات کو کیوں گھوم رہے ہو؟ اس نے کہا ہم پاگل دیوانے آدمی ہیں، کوتوال نے کہا کہ نہیں تم چور ہو اور دو کوڑے اور لگائے۔ پٹائی سے بچنے کے لئے وہ بھاگا، بھاگتے بھاگتے ایک باغ کے قریب پہنچا اور دیوار چڑھ کر باغ میں کودا تو وہاں اس کا معشوق مل گیا تب اس نے کہا کہ اے خدا! کوتوال کے ہر کوڑے پر اس کو ثواب عطا فرما، اس مصیبت پر تیرا بے شمار شکر ہے جس نے مجھے میرے محبوب سے ملا دیا۔ اسی طرح ان وساوس کے ڈنڈوں نے آپ کو مولویوں سے ملایا، پیروں سے ملایا، اللہ والوں سے ملایا ورنہ دولت میں کھیلنے والا اللہ والوں کو کہاں یاد کرتا ہے، یہ وساوس کے ڈنڈے ہیں جو آپ کو اللہ تک پہنچاتے ہیں۔

میں خود ان وسوسوں سے پچیس سال تک پریشان رہا یہاں تک کہ میں نے عاجز ہو کر اپنے شیخ شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کو فارسی میں یہ مصرع لکھا ؎

کجا رویم بفرما ازیں جناب کجا

وساوس ختم ہی نہیں ہوتے، ہر وقت دماغ گرم رہتا ہے، میں لاکھ جھٹکتا ہوں مگر وہ دماغ پر چڑھے رہتے ہیں تو میں آپ کی بارگاہ اور آپ کی چوکھٹ کو چھوڑ کر اب کہاں جاؤں؟ حضرت نے لکھا کہ ؎

سر ہما نجا نہہ کہ بادہ خوردئی

جہاں تو نے اللہ کی شرابِ محبت پی ہے اسی مے کدے کی چوکھٹ پر سر رکھ کر پڑا رہ۔ الحمدللہ! آج وساوس کا پتا ہی نہیں، اب بلانے سے بھی نہیں آتے۔ غرض یہ وساوس کے ڈنڈے ہمیں بارگاہ تک لے جائیں گے لیکن جب آپ دربار میں داخل ہو جائیں گے پھر یہ قریب بھی نہیں آئیں گے۔ اس کی مثال میں مشکوٰۃ شریف کی شرح میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ وساوس شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں اور شیطان مثل اس کتے کے ہے جو دنیاوی بڑے آدمیوں کے گیٹ کے باہر کھڑا ہوتا ہے۔ جب آپ ملنے جاتے ہیں تو کتے کے بھونکنے سے پریشان نہیں ہوتے بلکہ بنگلہ والے سے

کہتے ہیں کہ اپنے کتے کو خاموش کیجئے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسی طرح شیطان سے بحث کرنے اور اس کو جواب دینے کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرنے کا حکم دیا گیا کہ تم ہماری پناہ مانگو اور اللہ تعالیٰ سے کہو اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ اللہ میاں یہ شیطان آپ کا کتا ہے ذرا اس کو خاموش کردیں۔ جس طرح بنگلہ والوں کے پاس خاص کوڈ، خاص الفاظ ہوتے ہیں جب وہ الفاظ کہتے ہیں تو کتا دم ہلاتا ہوا واپس ہو جاتا ہے تو شیطان اللہ کا کتا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم کتے سے نہ لڑو بلکہ ہم سے پناہ مانگو، یہ ہمارے کوڈ سمجھے گا اور اَعُوْذُ بِاللّٰہِ وہ خاص کوڈ ہے جس کو سن کر وہ دم دبا کر بھاگ جائے گا لیکن ایک زمانہ ہم ان سے فریاد کرتے رہیں تب وہ اس کو خاموش کریں گے، اس کی مدت آپ کے ذمہ نہیں ہے اللہ کے ذمہ ہے، اللہ جانتے ہیں کہ کب تک اس کتے کو بھونکواتے رہیں گے اور اس میں آپ کی تربیت ہے کہ آپ اپنی عاجزی دیکھیں کہ آپ لاکھ چاہتے ہیں کہ شیطان نہ آئے مگر پھر بھی چلا آرہا ہے۔ خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے خاص خلفاء میں سے تھے، شیطان کے وسوسوں کے بارے میں ان کا ایک شعر ہے ؎

بھلا اُن کا منہ تھا مرے منہ کو آتے
یہ دشمن اُنہی کے اُبھارے ہوئے ہیں

یہ دشمن اللہ میاں نے پیدا کیا ہے اور اس کے اتنے فوائد ہیں جس کی حد نہیں مثلاً یہ کیا کم ہے کہ انسان اپنی عاجزی دیکھ لیتا ہے کہ دل میں وساوس کا سیلاب چلا آرہا ہے جس کو میں روک نہیں سکتا۔ حضرت حاجی صاحب فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ رَدَّ اَمْرَہٗ اِلَی الْوَسْوَسَۃِ))۔ (مشکوٰۃ شریف)

شکر ہے اس اللہ کا جس نے شیطان کی طاقت کو صرف وسوسہ تک محدود کردیا کہ وہ صرف وسوسہ ڈال سکتا ہے زبردستی گناہ نہیں کراسکتا۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے توجہ ہٹا کر اللہ کی طرف متوجہ کردیا لہٰذا جب وسوسے نہ جائیں تو اس کا علاج یہ ہے کہ اللہ کی طرف رجوع کرو اور یہ کہو کہ واہ رے اللہ! کیا شان ہے آپ کی کہ چھوٹے سے دل میں خیالات کا سمندر ڈال دیا، ذرا سے قلب میں سارا عالم چلا آرہا ہے، سارا سعودیہ، سارا بنگلہ دیش، سارا پاکستان اس میں سمایا جارہا ہے، یہ چھوٹا سا دل آپ کی قدرت کا نمونہ ہے تو شیطان سوچے گا کہ میں نے تو چاہا تھا کہ یہ اللہ سے دور ہوجائے، یہ تو اور معرفت حاصل کررہا ہے، یہ تو اللہ سے اور قریب ہورہا ہے، پھر شیطان بھاگے گا۔

ان وساوس کا ایک آسان علاج اور بھی ہے اور وہ یہ کہ جس شیخ سے آپ کو مناسبت ہو کچھ دن اس کے پاس رہ پڑو،

جب روشنی آتی ہے تو اندھیرے چلے جاتے ہیں۔ اگر آپ بزرگوں کے ساتھ لگے رہے تو پھر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ میں آپ سے کہوں گا ذرا اپنے وسوسوں کو آواز دینا، اپنے ماضی کو آواز دینا۔

غزل اُس نے چھیڑی مجھے ساز دینا
ذرا عہدِ رفتہ کو آواز دینا

تو پھر کوئی آواز بھی نہیں آئے گی، آپ یاد کریں گے تو وہ وساوس یاد بھی نہیں آئیں گے مگر وسوسہ اپنے وقت پر جاتا ہے لیکن ہمارے لئے یہ انتظار کرنا بھی مضر ہے کہ یہ کب جائے گا۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وسوسہ کا علاج عدم التفات ہے، نہ اس میں مشغول ہوں نہ اس کو بھگانے کی کوشش کریں، اس کو بھگانا اور اس کو بلانا دونوں مضر ہیں جیسے بجلی کے ننگے تار کو اگر آپ جھٹکیں گے کہ یہ ہمارے پاس سے بھاگے تو اس سے چپک کر رہ جائیں گے، اگر آپ اس کو پکڑیں گے تو وہ آپ کو پکڑ لے گا یعنی جلباً وسلباً اس سے دور رہو، نہ اس کو حاصل کرو نہ بھگاؤ، بس یہ سمجھ لو کہ قلب ایک شاہراہ ہے، اس شاہراہ پر صدر بھی چلیں گے، جنرل بھی چلیں گے، بھنگی بھی چلے گا اور سور بھی چلے گا تو قلب کو بھی اللہ نے ایک شاہراہ بنایا ہے، جس میں مومن اللہ کا ذکر کرتا ہوا بادشاہ کی طرح چل رہا ہے اور ساتھ ساتھ سور، چمار اور کتے بھی چل رہے ہیں، کسی کو کیا حق حاصل ہے کہ شاہراہ پر دخل دے۔ تو اللہ نے یہ دل ایسا ہی بنایا ہے اور یہ وساوس تربیت کے لئے ہیں، دل کو پختہ کرنے کے لئے ہیں، اگر وساوس نہ آئیں تو ہم خدا کی طرف رجوع بھی نہ کریں، یہ وساوس محبوب کی طرف سے ڈنڈوں کا انتظام ہے، آہستہ آہستہ پیٹھ پر لگاتے لگاتے اللہ والوں تک پہنچا دیتے ہیں اور بندہ اللہ والا ہو جاتا ہے۔

وساوس کا ایک علاج اور بھی حدیث میں ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے جامع صغیر میں لکھا ہے کہ جب تم کو گناہ کے یا اعتقادیات مثلاً کفر وغیرہ کے وساوس آئیں تو کہو اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَ رُسُلِہٖ یہ کلمہ شیاطین کی کھوپڑی پر ڈی ڈی ٹی کا کام کرتا ہے۔ جیسے اگر کھٹمل، مچھر پر ڈی ڈی ٹی چھڑک دو تو سب ختم ہو جاتے ہیں، اسی طرح اس کلمہ سے شیطانی وساوس ختم ہو جاتے ہیں۔ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو شخص اس کی فکر کرے گا کہ وسوسے چلے جائیں وہ مصیبت میں رہے گا اور صحت بھی خراب ہو گی، بس اس کا ایک علاج ہے کہ تم اس کا خیال ہی چھوڑ دو کہ یہ وسوسے کب جائیں گے؟ جیسے ایک جعلی پیر اپنے مرید کے یہاں ٹھہر گیا، مرید نے پہلے تین دن تو خوب گوشت، انڈا، مرغی وغیرہ کھلایا، سوچا کہ پیر صاحب دو تین دن رہیں گے، جب ایک مہینہ ہو گیا اور مرید کے پاس سب پیسہ ختم ہو گیا تو وہ رونے لگا اور کہا حضور! اب آپ میرے ہاں کبھی نہیں آئیں گے، جعلی پیر نے کہا کہ کیوں نہیں آؤں گا، ہمیں تم سے اتنی محبت ہے، تم

ہم کو اتنا کھلا پلا رہے ہو، ہم ضرور آئیں گے، مرید کہنے لگا کہ نہیں، اب آپ کبھی نہیں آئیں گے، جعلی پیر نے کہا کہ تم کو کیسے معلوم ہوا کہ میں اب نہیں آؤں گا؟ مرید نے کہا کہ حضور! جب آپ جائیں گے نہیں تو آئیں گے کیسے؟ تو وساوس کے جانے کا انتظار نہ کرو کہ یہ کب جائیں گے ورنہ جعلی پیر کی طرح چپک جائیں گے بلکہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ جملہ دہرا لیجیے کہ اے اللہ! کیا شان ہے آپ کی کہ قلب ڈیڑھ چھٹانک کا چھوٹا سا بنایا اور اس میں خیالات و وساوس کا سمندر ڈال دیا کہ آنکھ بند کی اور خیالات کا سارا سمندر دل میں آ گیا، آسمان و زمین، سورج و چاند اور جس ملک کو چاہے سوچ لیجیے وہ دل میں آ جائے گا، کیا شان ہے اللہ کی! تو جب شیطان دیکھے گا کہ میرا بزنس لاس (Loss) میں جا رہا ہے، میں وساوس ڈال کر اس کو اللہ سے دور کر رہا تھا لیکن اس نے میرے وساوس کو بھی ذریعۂ معرفت بنا لیا۔

آلامِ روزگار کو آساں بنا دیا
جو غم ملا اسے غمِ جاناں بنا دیا

یعنی ہم نے دنیا کے غم کو بھی اللہ کے غم میں داخل کر دیا یہ سمجھ کر کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے، جب تک وہ چاہیں گے غم رہے گا اور جب چاہیں گے ختم ہو جائے گا، میں نے تو اپنا قصہ آپ کو بتا دیا ورنہ اپنا حال بتانا ٹھیک نہیں ہے مگر آپ کی اصلاح اور تربیت کے لئے اپنا ذاتی حال بتا دیا کہ بیس پچیس سال تک وسوسے نہیں گئے، میں جتنا خیالات کو بھگا رہا تھا وہ اتنے زیادہ آ رہے تھے، معمولی معمولی کام پہاڑ کی طرح بڑے نظر آتے تھے، لیکن اس کا فائدہ اب محسوس ہوا کہ ایک اللہ والے حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے چپکے رہنے کی توفیق ملی، اگر وساوس نہ آتے اور پریشانی نہ ہوتی تو اللہ والوں کے پاس جانے کو دل ہی نہ چاہتا، یہ وہی کوتوال کے ڈنڈے ہیں جنہوں نے محبوب تک پہنچا دیا۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں۔

بہارِ من خزاں صورت گل من شکل خار آمد
چوں از ایمائے یار آمد ہمی گیرم بہار آمد

یعنی میری بہار خزاں کی شکل میں آئی اور میرا پھول کانٹوں کی شکل میں آیا لیکن چونکہ یہ اللہ کے حکم سے آیا لہٰذا میں یہی سمجھتا ہوں کہ میری بہار انہی کانٹوں میں ہے۔ تو میری تربیت کے لئے یہ سارا انتظام اللہ ہی کی طرف سے ہوا، میں نے پچیس سال تک تکلیف اٹھائی لیکن اللہ کے راستہ میں پڑا رہا۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ وسوسہ آپ کو ذرہ برابر نقصان نہیں پہنچا سکتا، جن کو زیادہ وسوسے آتے ہیں ان کو حدیث میں ایمان کی بشارت دی جا رہی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ ہم کو ایسے وسوسے آتے ہیں کہ ان کو منہ پر لانے سے بہتر یہ پسند کرتے ہیں کہ جل کر کوئلہ ہو جائیں، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بشارت دی ذَاكَ صَرِيْحُ الْإِيْمَانِ یہ تو کھلا ہوا ایمان ہے۔ معلوم ہوا کہ جن کو زیادہ وسوسہ آتا ہے ان کا

ایمان زیادہ قوی ہوتا ہے۔اسی لئے ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں وساوس کے بارے میں فرماتے ہیں اَلسَّارِقُ لَا یَدْخُلُ بَیْتًا خَالِیًا چور خالی گھر میں نہیں جاتا، جہاں دولت ہوتی ہے وہیں جاتا ہے لہٰذا وساوس کی کثرت دلیل ہے کہ تمہارے دل میں ایمان کی دولت موجود ہے جس کو شیطان چُرانا چاہتا ہے لیکن چُرا نہیں سکتا صرف پریشان کرسکتا ہے اور پھر اس میں مزہ بھی ہے۔ دیکھئے ایک آدمی اپنے محبوب کے پاس جارہا ہے، اب کچھ لوگ اس کو وسوسہ ڈال رہے ہیں کہ کہاں جارہے ہو؟ تمہارا محبوب تو کچھ نہیں، اس کے اندر کوئی جمال نہیں، دو اِس کان میں کہہ رہے ہیں دو اُس کان میں کہہ رہے ہیں، ایسے میں وہ دندناتا چلا جائے کہ ہم اپنے محبوب کو ہرگز نہیں چھوڑیں گے تو یہ ہے مکمل محبت۔ اسی طرح محبت کے امتحان کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایسے شیاطین مقرر کردیے جو اس کے کان میں کچھ کہتے ہیں لیکن مومن اس کی پرواہ نہیں کرتا اور اللہ کا بن کے رہتا ہے، لہٰذا یہ وساوس ہماری تکمیلِ محبت کا ذریعہ ہیں اور پھر آپ کو ان وساوس سے جو تکلیف ہوتی ہے اس پر آپ کے درجات کی ترقی ہوتی ہے، آپ کے گناہ معاف ہوتے ہیں یعنی کفارۂ سیئات اور ترقی درجات اور اللہ والوں کے قرب کا ذریعہ ہے۔

(پھر حضرت والا نے اُن عزیز سے شفقتاً فرمایا کہ) تم خانقاہ میں چالیس دن لگالو پھر ان شاء اللہ اس کا اثر دیکھو گے بلکہ اگلے ماہ میں بنگلہ دیش جارہا ہوں، تم بنگلہ دیش آجاؤ تو اور اچھا ہے تاکہ مربی بھی بے وطن ہو اور طالب بھی بے وطن ہو، ہم بھی اللہ کے راستہ میں اپنے گھر سے دور ہوں اور تم بھی، جب دونوں بے گھر ہوتے ہیں تب زیادہ فضل ہوتا ہے، اللہ کی رحمت زیادہ برستی ہے۔اس پر میرا ایک شعر سن لیجیے ؎

مانا کہ بہت کیف ہے حب الوطنی میں
ہوجاتی ہے مے تیز غریب الوطنی میں

جب انسان اللہ کے لئے اپنے وطن سے دور ہوتا ہے تو اللہ تیز والی پلاتا ہے چنانچہ اپنے وطن میں نماز روزہ کا مزہ جب آئے گا جب آپ اللہ کے لئے بے وطن ہوں گے، جب دین سکھانے والا بھی بے وطن ہو، اپنے بچوں سے دور ہو اور سیکھنے والے بھی دور ہوں تو پھر کیا پوچھنا۔کم سے کم ایک مہینہ بنگلہ دیش ٹھہر جاؤ جہاں میں ٹھہرتا ہوں۔وہاں کے میزبان نے ایک میٹروبس خریدی ہے اور مجھے خبر دی کہ آپ کے لئے خریدی ہے تاکہ آپ جہاں جانا چاہیں ہم میٹروبس سے آپ کو مع احباب لے جائیں گے۔دیکھو! ہمارے ایسے محبت کرنے والے وہاں ہیں، اللہ تعالیٰ بنگلہ دیش میں عظیم الشان کام لے رہا ہے، یہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔جس ملک میں اللہ تعالیٰ جس سے کام لینا چاہتے ہیں اس ملک والوں کے دلوں میں اس مربی کے لئے حسنِ ظن اور محبت ڈال دیتے ہیں۔ بنگلہ دیش میں ایسے بڑے محدثین مجھ سے بیعت ہیں

کہ پورے ملک میں ان سے بڑا کوئی عالم نہیں اور وہ لوگ پاک و ہند کے بڑے بڑے علماء میں شمار ہوتے ہیں جیسے مولانا ہدایت اللہ صاحب بنگلہ دیش کے سب سے بڑے محدث ہیں، کسی بڑے سے بڑے عالم کی طرف رجوع نہیں ہوئے لیکن اللہ تعالیٰ نے میرے لئے ان کے دل میں حسنِ ظن ڈال دیا۔

اس کے علاوہ میں آپ کو طبی مشورہ دیتا ہوں کہ روزانہ سر پر تیل کی مالش کراؤ تا کہ دماغ تر رہے اور دوستوں میں رہو، اکیلے مت رہو، ہر وقت اللہ والے دوستوں میں رہو، کمزور دل و دماغ والوں کے لئے خلوت مضر ہے، ایسے مریضوں کے لئے چھ ماشہ خمیرۂ موتی اصلی یا خمیرہ ابریشم، عرقِ عنبر ایک چمچہ اور عرقِ گلاب چار چمچہ کے ہمراہ صبح شام خالی پیٹ پی لیں ان شاء اللہ قلب میں قوت آجائے گی۔ بزرگوں نے لکھا ہے کہ کبھی دل و دماغ کمزور ہوجانے سے بھی وساوس کا غلبہ رہتا ہے جیسے کمزور آدمی کو ہر کوئی تھپڑ مارتا ہے، اسی طرح شیطان بھی تھپڑ لگاتا چلا جاتا ہے، دیکھتا ہے کہ اس کا دل و دماغ کمزور ہے، اس لئے جب دل و دماغ کو قوت پہنچے گی تو پھر ان شاء اللہ قوتِ مدافعت پیدا ہوجائے گی اور شیر آپ کو بکری لگے گا، ہاتھی مچھر لگیں گے اور جب قلب کمزور ہوجاتا ہے تو بلی بھی کودتی ہے تو لگتا ہے کہ شیر آگیا۔ تو قلب کی قوت کے لئے یہ دو نسخے بتادیے۔ خاص مشورہ ہے کہ تنہا نہ رہیں، ہر وقت دوستوں میں رہیں اور دوست بھی ایسے جن سے آپ کو مناسبت ہو اور وہ آپ کو ہنساتے رہیں تا کہ دماغ اس میں مشغول رہے۔

میں یہ وساوس کا علاج بتا رہا ہوں کیونکہ میں خود مبتلا رہا ہوں۔ اس زمانہ میں میرا سر وساوس کے بوجھ سے گرم ہوجاتا تھا، میں لاکھ چاہتا تھا کہ وسوسہ نہ آئے مگر وساوس جان نہیں چھوڑتے تھے لیکن اپنے بزرگوں سے سن رکھا تھا کہ اپنے کام میں لگے رہو اور اللہ والوں سے لگے لپٹے رہو، جب تک بریانی پکتی ہے اس وقت تک دیگ کو آگ پر سے نہیں ہٹایا جاتا ورنہ بریانی کچی رہ جائے۔ بعض لوگوں کو اللہ نے تہجد، ذکر اور تلاوت سے اپنی ذات تک پہنچایا اور بعضوں کو خالی وساوس سے پہنچایا، پریشانی، ذہنی کوفت اور حزن وغم سے وہ اتنا تیز چلا کہ نفل والے بہت پیچھے رہ گئے، صاحبِ حزن اللہ کا راستہ اتنا تیز طے کرتا ہے کہ نفل اور وظیفے والے اس تک نہیں پہنچ پاتے کیونکہ حزن وغم سے دل پاش پاش ہوجاتا ہے اور حدیث میں ہے:

((اَنَا عِنْدَ الْمُنْكَسِرَةِ قُلُوْبُهُمْ))۔ (مرقاۃ)

اللہ ٹوٹے ہوئے دلوں میں رہتا ہے، جیسے جب گھر بنتا ہے تو اس میں توڑ پھوڑ ہوتی ہے اسی طرح وساوس بھی توڑ پھوڑ کرتے ہیں، خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے ؎

نہ گھبرا کوئی دل میں گھر کر رہا ہے
مبارک کسی کی دل آزاریاں ہیں

الحمدللہ! یہ فقیر اس راستہ سے گذر چکا ہے اس لئے آپ کو تسلی دے رہا ہوں کہ ایک وقت آئے گا کہ ان شاء اللہ سب وساوس ختم ہو جائیں گے۔ اللہ کرے آپ کو ایسے دوست مل جائیں جو خوش دل ہوں، خوش الحان ہوں، خوش ذوق ہوں اور تھوڑا سا مزاح بھی جانتے ہوں۔

حسینوں سے نہ ہدیہ لو نہ دو

ارشاد فرمایا کہ پی آئی اے کے ایک افسر نے جو مجھ سے تعلق رکھتے ہیں بتایا کہ پی آئی اے کی ایک ایئر ہوسٹس نے انہیں حلوہ پیش کیا جو وہ گھر سے بنا کر لائی تھی، وہ انہوں نے قبول کرلیا لیکن دوسرے وقت اس کو ڈانٹ لگائی اور کہا کہ یہ نہ سمجھنا کہ حلوہ دینے سے تمہارے ساتھ کوئی رعایت کروں گا۔ یہ سن کر میں نے ان سے کہا کہ ایک مسئلہ سن لو کہ اگر کوئی حسین ہدیہ دے تو اس کا ہدیہ قبول نہ کرو کیونکہ اس کا ہدیہ قبول کرنے سے اس کی محبت بڑھ جائے گی۔ شیطان کان میں کہے گا کہ پٹی ہوئی ہے، پٹی ہوئی کو پٹالو۔ اگر کوئی کہے کہ اگر ہدیہ واپس کرتے ہیں تو اس کا دل دُکھتا ہے تو دل دُکھا دو مگر اللہ کے قانون کو مت توڑو۔ دل توڑ دو قانونِ الٰہی مت توڑو۔ اللہ کا قانون زیادہ قابلِ احترام ہے یا ان کا دل زیادہ قابلِ احترام ہے؟ اللہ کے قانون کے سامنے دل کی کوئی حیثیت نہیں۔ اس کا ہدیہ واپس کردو اور کہہ دو کہ تمہارا ہدیہ اس لئے قبول نہیں کہ اس سے تمہاری محبت بڑھ جائے گی، پھر تم سے ملنے کو دل چاہے گا لہٰذا حسینوں کا ہدیہ قبول کرنا فتنہ ہے۔ جس نے ہدیہ قبول کرلیا ہو وہ اللہ سے توبہ کرے کہ یا اللہ! اب آئندہ کبھی حسینوں کا ہدیہ قبول نہیں کروں گا۔ حسینوں کو نہ ہدیہ دینا جائز ہے نہ لینا جائز ہے۔ ہدیہ دینے میں بھی خطرہ ہے اور یہ تو پٹانے کا طریقہ ہے، ہدیہ دینے سے بھی محبت بڑھتی ہے اور ہدیہ لینے سے بھی محبت بڑھتی ہے لہٰذا اللہ کے راستہ میں سخت رہو، جلّاد رہو، بالکل لچک پیدا نہ ہو، نہ دل میں، نہ جسم میں، نہ زبان میں۔ اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کوئی آپ کو سنکھیا پیش کرے اور کہے کہ تھوڑا سا چکھ لیجیے، بہت مزے دار ہے تو آپ چکھیں گے؟ اللہ کی نافرمانی یا نافرمانی کا سبب زہر سے کم نہیں ہے اور کچھ نہیں تو اللہ کی نافرمانی کے وساوس تو آ ہی جائیں گے، وسوسہ سے تو بچ نہیں سکتے۔ اگر بہت متقی ہے تو بھی وسوسے آئیں گے کہ کیا بات ہے، ہدیہ کیوں دیا؟ معلوم ہوتا ہے کہ داڑھی کے باوجود میں پسندیدہ ہوں، اس کی نظر میں شاید سیلکٹ (Select) ہو رہا ہوں۔ یاد رکھو کہ زہر کو زہر سمجھو، اللہ کی نافرمانی سے بڑھ کر کوئی زہر، کوئی عذاب نہیں۔

ہزاروں لاکھوں دل ٹوٹ جائیں اللہ کے قانون کے سامنے دل کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ دیکھئے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں تک فرمادیا کہ اگر کسی حسین کو دیکھ کر ٹوپی ٹھیک کرلی، داڑھی کو ہاتھ سے برابر کردیا تو یہ بھی حرام ہے

کیونکہ حسین کی نظر میں تم منظور بننا چاہتے ہو۔ یہ بڑا مشکل مسئلہ ہے۔ حسینوں کا ہدیہ واپس کرنا بڑے اللہ والوں کا، اللہ کے شیروں کا کام ہے۔ یہاں بڑے بڑوں کا دل پسیج جائے گا کہ ارے یار اس کا دل دُکھے گا، کہے گی کہ مُلا لوگ خشک ہوتے ہیں۔ اس وقت ہمتِ مردانہ چاہیے ہمتِ شیرانہ چاہیے۔ شیر ہرن کا خون پیتا ہے، تم بھی اپنے نفس کا خون پیو چاہے کوئی کچھ بھی سمجھے، چاہے سمجھے کہ ملا خشک ہوتے ہیں، چاہے غیبت بھی کرے، اِدھر اُدھر برائی بھی بیان کرے، تم سب بدنامی برداشت کرو پھر آسمان کی طرف دیکھو کہ اے اللہ! آپ کے لئے دنیا بھر کی بدنامی برداشت کرتا ہوں ورنہ اگر ہدیہ لے لیا اور اس کی محبت بڑھ گئی اور گناہ کا وسوسہ دل میں آ گیا تو کیا ہوگا۔ اس لئے حسینوں کا ہدیہ قبول نہ کرو، نہ لو نہ دو۔

ایک آدمی خواہ کتنا ہی بدصورت ہو، ناک کا چپٹا، آنکھ کا بھینگا ہو لیکن جب اس کو کوئی عورت دیکھتی ہے یا کوئی حسین لڑکا دیکھتا ہے تو سمجھتا ہے کہ میں کچھ اس کی نظر میں جچ رہا ہوں، ضرور کوئی بات ہے جب ہی تو یہ مجھ کو دیکھ رہی ہے یا دیکھ رہا ہے حالانکہ وہ بے وقوف سمجھ کر دیکھتے ہیں کہ ذرا دیکھ لو اس بے وقوف کو۔ غالب نے کہا تھا ؎

چاہتے ہیں خوبرویوں کو اسدؔ
آپ کی صورت کو دیکھا چاہیے

کہتا ہے کہ میں خوبصورتوں کو چاہتا ہوں لیکن ذرا آپ کی صورت تو دیکھئے! اس حماقت کی کوئی حد ہے کہ بڈھا کھوسٹ ہے اور حسینوں کو چاہتا ہے اور سمجھتا ہے کہ وہ حسین بھی مجھے پسند کرتے ہیں۔ ذرا آپ اپنی صورت دیکھ لیجیے لہٰذا ہر شخص اپنے جیب میں ایک آئینہ رکھے، جب کوئی حسین دیکھے تو آئینہ میں اپنی شکل دیکھو، اگر شکل اچھی ہے تو اللہ کا شکر ادا کرو اور کہو کہ میرا حسن کسی نامحرم عورت یا اَمرد کے لئے جائز نہیں۔ حسن کا شکر یہ ہے کہ اسے اللہ کی نافرمانی میں استعمال نہ کرے۔

اگر کسی نے کسی حسین کا تحفہ لے لیا اور کھا بھی لیا تو اب کیا کرے؟ تقویٰ کا اعلیٰ درجہ تو یہ ہے کہ قے کر دے لیکن قے کرنا واجب نہیں ہے بس اللہ تعالیٰ سے توبہ کر لے کہ یا اللہ! آئندہ کسی حسین کا ہدیہ نہیں لوں گا، اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کے معافی مانگ لے اور اس حسین سے بھی نظر بچا کر کہہ دے یا کسی سے کہلوا دے کہ اب آئندہ ہدیہ نہ لانا، قبول نہیں کروں گا۔ اس سے کہلوا دینا ضروری ہے ورنہ وہ سمجھے گی کہ ایک دفعہ لے لیا تو آئندہ بھی ضرور لیں گے جبکہ وہ افسر بھی ہو اور ماتحت تو افسر کو اَور بھی خوش کرنا چاہتے ہیں تاکہ ہماری ترقی ہو تو کہہ دو کہ ہم خوش نہیں ہوئے، ہم کو تکلیف پہنچی۔ ہمیں ہدیہ کی ضرورت نہیں، بغیر ہدیہ کے ہم ہر ایک کے ساتھ عدل و انصاف کریں گے، جو بے اصولی کرے گا اس کے ساتھ کوئی رعایت نہیں کریں گے اور اگر بے اصولی نہیں کرو گے تو سب کے ساتھ انصاف کریں گے لہٰذا ہمیں کوئی ہدیہ دینے کی جرأت نہ کرے۔

چوبیسواں باب

مبشراتِ منامیہ

مبشراتِ منامیہ

بَعْدَ الْحَمْدِ وَالصَّلٰوۃِ: فَقَدْ قَالَ اللہُ تَعَالٰی لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ (الآیۃ)۔ رَوَی التِّرْمِذِیُّ عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَوْلَہٗ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ تَفْسِیْرِ ھٰذِہِ الْاٰیَۃِ ھِیَ الرُّؤْیَا الصَّالِحَۃُ یَرَاھَا الْمُسْلِمُ اَوْ تُرٰی لَہٗ وَفِی الْحَدِیْثِ لِلْبُخَارِیِّ قَالُوْا وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ قَالَ الرُّؤْیَا الصَّالِحَۃُ وَفِی الْحَدِیْثِ الْمُتَّفَقِ عَلَیْہِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ رَّاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَاٰنِیْ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ لَا یَتَمَثَّلُ فِیْ صُوْرَتِیْ۔ الحدیث۔ ثُمَّ قِیْلَ مَعْنَاہُ مَنْ رَّاٰنِیْ عَلٰی صُوْرَتِیَ الَّتِیْ اَنَا عَلَیْھَا وَقِیْلَ مَعْنَاہُ مَنْ رَّاٰنِیْ بِاَیِّ صُوْرَۃٍ کَانَتْ لِاَنَّ تِلْکَ الصُّوْرَۃَ مِثَالٌ لِّرُوْحِہِ الْمُقَدَّسَۃِ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ لَا یَتَمَثَّلُ بِمِثَالٍ عَلٰی اَنَّہٗ مِثَالٌ لَّہٗ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَفِی الْحَدِیْثِ الْمُتَّفَقِ عَلَیْہِ عَنْ اَنَسٍ رَّضِیَ اللہُ عَنْہُ اَلرُّؤْیَا الصَّالِحَۃُ جُزْءٌ مِّنْ سِتَّۃٍ وَّ اَرْبَعِیْنَ جُزْءًا مِّنَ النُّبُوَّۃِ۔

اچھا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر پورا ایک باب ''الرُّؤْیَا الصَّالِحَۃُ جُزْءٌ مِّنْ سِتَّۃٍ وَّ اَرْبَعِیْنَ جُزْءًا مِّنَ النُّبُوَّۃِ'' قائم فرمایا ہے اور اچھا خواب لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ کی تفسیر ہے۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ دنیا میں بشارت کی تفسیر یہ ہے کہ کوئی اپنے لئے یا اس کے احباب اس کے لئے اچھا خواب دیکھیں یعنی یا خود دیکھے یا اس کے احباب دیکھیں تو یہ لَھُمُ الْبُشْرٰی کی تفسیر ہے۔ یہاں چند امور غور طلب ہیں۔

(اول) آیت اپنے عموم اور حدیث اپنے خصوص سے غیرِ نبی کے رؤیا صالحہ کو مطلقاً مبشر ہونے کی حیثیت سے معتبر بتلا رہی ہے۔

(ثانی) اور ایسی رؤیا کو بالخصوص حدیث زیادہ معتبر بتلاتی ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رویتِ مبارکہ سے کسی کو شرف حاصل ہو۔

(ثالث) پھر حدیث ہی شریعت میں رؤیا صالحہ کے درجہ کا بھی تعین کرتی ہے یعنی نہ وہ محض از قبیل ''اوہام واضغاثِ احلام'' ہے جیسا کہ بعض فلاسفہ اہلِ تفریط کا خیال ہے ورنہ لسانِ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام میں اِس کا لقب مُبَشِّر نہ ہوتا اور نہ وہ ''حجۃ فی الاحکام اومُثبِتِ حلال وحرام'' ہے جیسا کہ اکثر عوام وبعض خواص کالعوام اہلِ افراط کا مقال ہے۔ تو حاصل اس درجہ کا رحمتِ حق سے تقویتِ رجاء (امید باندھنا) ہے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب نماز پڑھ چکتے تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرف رخ کرتے اور فرماتے کہ آج رات جس نے کوئی خواب دیکھا ہو تو بیان کرے، اگر کسی نے

خواب دیکھا ہوتا تو وہ بیان کرتا پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس کے بارے میں، جو اللہ تعالیٰ چاہتا، بیان فرماتے۔(بخاری شریف)

(رابع) نیز حدیث ہی اِس کی تبشیر کو عام بتلا رہی ہے خواہ صاحبِ معاملہ خود دیکھے یا صاحبِ معاملہ کے حق میں کوئی دوسرا مومن دیکھے۔

(خامس) پھر رویتِ نبویہ میں جو صورتِ اصلیہ کی تقیید میں اختلاف ہے، یہ رؤیا کے اثر میں اس لئے مضر نہیں کہ اس سے احتجاج نہیں کیا جاتا، صرف تقویتِ رجاء کی جاتی ہے تو یہ رجاء قطع نظر رؤیا سے مستقلاً بھی طاعت ہے۔

(سادس) اَصْدَقُ الرُّؤْیَاءِ بِالْاَسْحَارِ بہت سچا خواب وہ ہے جو پچھلی رات کا ہو۔(ترمذی شریف)

(سابع) سب سے بڑا بہتان یہ ہے کہ آدمی اپنی دونوں آنکھوں کو وہ چیز دکھائے جو انہوں نے نہیں دیکھی (یعنی جھوٹا خواب بیان کرے)۔(بخاری شریف)

(ثامن) بروایتِ حدیث شریف اگر کوئی اچھا خواب دیکھے تو جس کو دوست رکھتا ہو اس کو بیان کرے اور جب بُرا خواب دیکھے تو اس خواب کے اور شیطان کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے اور تین مرتبہ (اپنی بائیں جانب۔مسلم شریف) تھتکار دے (اور کروٹ بدل دے۔مسلم شریف) اور کسی کو بیان نہ کرے، وہ اس کو کچھ ضرر نہ پہنچائے گا۔(متفق علیہ)

(یہ عباراتِ ثامنہ اشرف السوانح سے منقول ہیں۔جامع)

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق منتسبین وغیر منتسبین صلحاء سے بکثرت بشاراتِ منامیہ منقول ہیں جن میں سے انتخاب کرکے بطورِ نمونہ چند رویائے صالحہ اس باب میں نقل کئے جاتے ہیں اور معیارِ انتخاب یہ ہے کہ جن میں رائی کو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت کا شرف نصیب ہوا ہو کیونکہ ایسے خوابوں میں از روئے حدیث شریف التباس کا احتمال ہی نہیں ہوسکتا یا کوئی بہت اہم بشارت دیکھی ہو۔

خواب: حضرت مولانا عبدالحمید صاحب (آزادوِل، جنوبی افریقہ) نے شہر اوجس میں یہ خواب دیکھا: ابھی ناشتہ کرنے کے بعد ہم لیٹے تو بیچ میں آنکھ کھلی پھر آنکھ لگ گئی تو دیکھا کہ حضرت والا کے ساتھ ہم مدینہ منورہ میں ہیں، تقریباً آٹھ بجے صبح ہم سب حضرت مدظلہم کے ساتھ مسجدِ نبوی گئے۔حضرت والا کی مجلس کی جگہ مسجدِ نبوی کے بالکل درمیان میں ہے، حضرت مدظلہم روضۂ مبارک پر صلوٰۃ وسلام کے لئے حاضر ہوئے، مواجہہ شریف اور قدمین شریف کے بیچ کے کونہ پر حضرت تشریف فرما ہوئے اور صلوٰۃ وسلام اور درد و نالہ اور آہ و فغاں شروع کیا، حضرت کافی دیر وہاں رہے۔ پھر مسجدِ نبوی کے بالکل درمیان میں حضرت والا کی مجلس کی جو جگہ ہے وہاں ہم چند ساتھی بیٹھے ہیں، میں وہاں خواب ہی میں

سو گیا۔ اور پھر اس خواب میں دیکھتا ہوں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف فرما ہیں اور حضرت والا بہت خوشی اور وجد کے عالم میں صلوٰۃ وسلام عرض فرما رہے ہیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا:

''دیکھو میرے اختر کو''

پھر حضرت والا بارہ ایک بجے وہاں مجلس کے لئے تشریف لے آئے اور بہت مختصر مجلس ہوئی۔ پھر ہم سب دوست احباب مکہ شریف روانہ ہوئے تو حضرت والا کے لئے ایک خاص گاڑی لائی گئی جو کومبی (وین) سے کچھ بڑی اور بس سے کچھ چھوٹی تھی اور بہت آرام دہ تھی، اس میں حضرت والا بستر پر لیٹے ہوئے تھے اور خدام پاؤں دبا رہے تھے اور میں اور مولانا یونس پٹیل صاحب پاؤں کی طرف بیٹھے ہوئے تھے۔ پھر کچھ احباب کہنے لگے کہ حضرت کا کیسٹ اب سعودیہ میں بکنے لگا ہے اور مارکیٹ میں آ گیا ہے تو مجھے تعجب ہوا۔ میں کچھ سمجھا نہیں تھا۔ تو حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ دیکھو میری کیسٹ اب یہاں بھی بکنے لگی ہے۔ میں نے مولانا یونس صاحب سے پوچھا یہ کون سی کیسٹ ہے؟ انہوں نے چپکے سے بتایا کہ ویسے تو حضرت کی کئی کیسٹیں آ چکیں مگر یہ خاص مضمون تھا جو بہت ہی نمایاں تھا۔ مولانا یونس صاحب نے بتایا کہ یہ بیان ''روح البیان'' جو حضرت کا ہوا اس کی طرف اشارہ ہے۔ (یہ سن کر حضرت والا نے فرمایا کہ آج فجر کے بعد جو بیان ہوا اللہ تعالیٰ کا کرم ہی معلوم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے) نوٹ: یہ بیان بعد میں روحِ سلوک، مواعظ حسنہ نمبر ۷۶ کے نام سے شائع ہوا۔

خواب: حضرت والا کے خلیفہ مجازِ بیعت حضرت مولانا یونس پٹیل صاحب (جنوبی افریقہ) نے ۲۶ جنوری ۲۰۰۶ء بروز جمعرات بعد مغرب حضرت والا کو فون پر بتایا کہ انہوں نے حضرت والا کے متعلق ایک خواب دیکھا ہے جس میں انہوں نے دیکھا کہ ہمارے حضرت والا روضۂ مبارک پر حاضر ہیں، بالکل تنہا ہیں اور انہوں نے بتایا کہ ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے کہ حضرت والا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک رسائی کا واسطہ اور ذریعہ ہیں۔ لوگ حضرت والا کے پاس اپنی درخواست پہنچاتے ہیں اور حضرت والا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک ان کی درخواستیں پہنچاتے ہیں۔ پھر مولانا یونس پٹیل صاحب حضرت والا کے پاس حاضر ہوتے ہیں اور دعا کی درخواست کرتے ہیں۔ حضرت والا نہایت اَشکبار آنکھوں کے ساتھ گڑگڑا کر دعا کرتے ہیں اور مولانا کی بھی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔

خواب: مولانا یونس پٹیل صاحب نے بیان کیا کہ ایک بہت نیک اور تہجد گزار خاتون نے خواب دیکھا کہ ایک بہت بڑا کمرہ ہے اور اس میں ایک بہت بڑا صوفہ رکھا ہوا ہے جیسا بادشاہوں کا ہوتا ہے، باہر سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لا رہے ہیں۔ آپ کے داہنی طرف مرشدنا و مولانا شاہ محمد اختر صاحب ہیں اور آپ کے داہنی طرف مولانا یونس پٹیل صاحب ہیں۔ کمرہ میں تشریف لائے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صوفہ پر تشریف فرما ہوئے، آپ کے داہنی جانب

مرشدی حضرت مولانا شاہ محمد اختر صاحب بیٹھ گئے اور حضرت والا کی داہنی جانب مولانا یونس پٹیل صاحب بیٹھ گئے۔ اس کے بعد آنکھ کھل گئی۔

خواب: بندہ نے خواب دیکھا کہ ایک میدان ہے، سب لوگ میدان کی طرف دوڑے جارہے ہیں، میں نے لوگوں سے پوچھا کہ آپ کہاں جارہے ہیں تو انہوں نے بتلایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لارہے ہیں، میں بھی بھاگ پڑا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ چاروں خلفاء سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ، سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ، سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قیادت میں تشریف فرما ہیں۔ اچانک مرشدی ومولائی حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب تشریف لائے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے محبت سے حضرت کے سر پر ہاتھ رکھ کر ارشاد فرمایا:

''میرا بیٹا اختر آ گیا''

اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ (مولانا شبیر احمد)

خواب: ڈھاکہ سے حفیظ الرحمٰن کا خط آیا جس میں لکھا ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شکلِ مبارک بالکل حضرت والا جیسی ہے جس پر حضرت نے یہ شعر ان کو لکھا ۔

صورت میں جو اختر کی آج شاہِ امم[1] ہے
یہ ان کا کرم ان کا کرم ان کا کرم ہے

[1] صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

خواب: جناب قاری عبدالحق صاحب (ڈھاکہ) جس دن حضرت والا سے بیعت ہوئے اسی دن خواب میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے قاری صاحب کے چہرہ کا بوسہ لیا۔ اتنا بوسہ لیا کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا لعابِ دہنِ مبارک ان کو اپنے چہرہ پر محسوس ہونے لگا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ معلوم ہے میں تم سے کیوں محبت کرتا ہوں؟ قاری صاحب نے روتے ہوئے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! مجھے نہیں معلوم۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ چونکہ تم میرے اختر سے محبت کرتے ہو اس لئے میں تم سے محبت کرتا ہوں۔

خواب: عرض ہے کہ گذشتہ پرسوں یعنی سولہ شعبان بروز پیر رات کو بندہ آپ کی قیام گاہ یعنی ڈھالکا نگر حاجی قباد صاحب کے دومنزلہ مکان پر اکیلا سویا ہوا تھا۔ اس دن حضرت والا جناب حاجی کمال صاحب کے گھر پر رات کو آرام فرماتے تھے۔ بندہ نے آخر رات کو یہ خواب دیکھا کہ ہمارا آقائے نامدار محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لے آئے اور بندہ سے ایک جانب سے معانقہ فرمایا اور ناچیز کا پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمایا بندۂ خدا! مت گھبراؤ میں تمہارا رسول ہوں۔ تم نے میرے اختر کا سلسلہ اختیار کیا اس واسطہ میں تم سے ملنے آیا ہوں۔ اتنے میں میرے تمام بدن پر زلزلہ اور گھبراہٹ طاری ہوگئی تب فرمایا مت گھبراؤ میں ابھی جارہا ہوں۔ تب بندہ نے سلام پیش کیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے

سلام کا جواب فرمایا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اتنے میں مَیں نیند سے بیدار ہوگیا اور میں خوف میں پڑ گیا اور تمام بدن آگ کی طرح گرم ہوگیا تھا، پھر میں نہالیا، تب فجر کی نماز میں شریک ہوا۔ گذشتہ کل مولانا حمایت حسین صاحب سے کہہ دیا تاکہ پریشانی کچھ کم ہوجائے، حضرت والا کو ڈر کے مارے نہیں کہا۔ آج خبر ملی کہ آپ کو معلوم ہوگیا اور خط لکھنے کا حکم ہوا۔ (بندۂ ناچیز احقر محمد عبدالحق غفر اللہ۔ حمیدیہ لائبور۔ ڈھاکہ)

خواب: رات میں نے خواب دیکھا، وہ یہ تھا کہ مدینہ منورہ کی مسجد میں منبر کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بیٹھے ہیں، صحابہ ہی کے ساتھ میں (تجمل) بھی بیٹھا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم باتیں فرمارہے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ میں مولانا حکیم محمد اختر صاحب کا مرید ہوں، وہاں جاتا ہوں، کیسا ہے؟ فرمایا خوب جاؤ، روزانہ جاؤ اور اپنے مرشد کو میرا ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' کہو یا لکھ کردو۔ (تجمل حسین۔ کراچی)

خواب: خواب میں دیکھ رہا تھا کہ حضرت رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لائے اور وہاں دادا حضرت (حضرت والا کراچی) اور میرے شیخ بھی موجود ہیں اور حضرت رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مسکرائے تھے اور دادا پیر و شیخ بھی مسکرائے تھے۔ تو میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میرے شیخ نے آپ کی خدمتِ مقدس میں سلام عرض کیا اور صحت اور قوت کی درخواست کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ **چلو! تمہارے شیخ اس زمانہ کے رہبر ہیں، پھر دادا حضرت کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ حکیم اختر کو میں نے اپنی روح دے دی اور حکیم اختر وہی روح عبدالمتین کو دے دی اور عبدالمتین کو میرا سلام کہو۔** (حضرت مولانا عبدالمتین صاحب کے ایک مرید)

خواب: ۲۸ ربیع الثانی بروز جمعرات ڈھاکہ میں حضرت والا کا جو خانقاہ ہے اس میں خلفاء کا اجتماع ہوا تو اسی میں حضرت مولانا نورالحق صاحب چاٹگامی نے حضرت والا کے بارے میں یہ خواب سنایا: ایک دن خواب میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھا کہ سمندر میں ایک بہت بڑی کشتی، جہاز سے تشریف لارہے ہیں اور ایک چھوٹی کشتی پر حضرتِ اقدس عارف باللہ شاہ حکیم محمد اختر صاحب تشریف لائے تو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ **حکیم اختر کی کشتی کو ہماری کشتی کے ساتھ باندھ لو تو حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور حضرت والا کی کشتی سے رسی کو پکڑا اور حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کشتی کے ساتھ مضبوطی سے باندھ دیا۔** (حضرت مولانا نورالحق صاحب چاٹگامی)

خواب: مولانا مبین جو جنوبی افریقہ سے خانقاہ میں چلہ لگانے آئے تھے انہوں نے ۲۷ ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ مطابق ۱۷ جون ۲۰۰۴ء بروز جمعرات (بعد نماز فجر وہ سوگئے تو) خواب میں دیکھا کہ خانقاہ میں شیشہ والے کمرے میں (جس کو حضرت والا میر کا کمرہ فرماتے تھے) حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قبرِ مبارک ہے اور کھلی ہوئی ہے اور نور سے بھری ہوئی ہے اور دیکھنے والے کو محسوس ہورہا ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قبر کے اندر موجود ہیں اور مرشدی حضرت مولانا شاہ محمد اختر صاحب

مدظلہم العالی قبرِ مبارک کے پاؤں کی طرف بیٹھے ہوئے قبر میں ہاتھ ڈال ڈال کر نور تقسیم کر رہے ہیں اور مجھ سے بھی قبر میں ہاتھ ڈال کر فرمایا کہ لو اور لو، لو اور لو۔ (حضرت والا یہ خواب سن کر بہت خوش ہوئے اور کئی بار یہ خواب سنا اور فرمایا کہ بہت مبارک خواب ہے۔ میر صاحب کے لئے بھی بہت مبارک ہے کیونکہ یہ سید ہیں اور نگینہ کے سید مشہور ہیں کہ اصلی سید ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کا کام جو یہ کر رہے ہیں میری تقاریر و مواعظ وغیرہ جو لکھ رہے ہیں یہ ان شاء اللہ قبول ہے کیونکہ جس دین پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خونِ نبوت بہا، جو دین آپ کو اتنا عزیز ہے کہ اپنے خون کی پرواہ نہیں کی، اس دین کی اشاعت پر کیا آپ خوش نہ ہوں گے؟ احقر میر اس زمانے میں جنوبی افریقہ کا اُسی سال کا حضرت کا سفر نامہ لکھ رہا تھا (پردیس میں تذکرۂ وطن) اور مجلس میں پڑھ کر سنا دیا تھا، حضرت والا کو الحمدللہ بہت پسند آیا۔)

خواب: حضرت والا کی برکت سے بندہ نے یہ خواب دیکھا کہ حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجدِ اشرف کے منبر میں حضرت کی کرسی پر تشریف فرما ہیں اور بخاری شریف کا درس دے رہے ہیں، حضرت والا بالکل حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں تشریف فرما ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں سے آنکھیں ملائے احادیثِ مبارکہ سن رہے ہیں، ایک جمِ غفیر بھی حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیثِ مبارکہ سن رہا ہے اور جن احادیث کا درس حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دے رہے ہیں ان میں اکثریت ان احادیث کی ہے جو حضرت والا عام طور پر بیان فرماتے ہیں۔ (محمد طلحہ پٹیل بن عبدالحیؒ)

خواب: ۵ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ شبِ جمعہ محمد رفیع الدین صاحب، غازی پور، (استاد مدرسہ بیت العلوم ڈھاکہ) نے خواب دیکھا کہ حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو رفیق کے ساتھ مدرسہ بیت العلوم کے دفتر میں تشریف لائے پھر احقر رفیع سے فرمایا کہ "میاں! حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب کو میرا اسلام کہو"

خواب: اسلام الدین صاحب (حیدرآباد) کی ۱۱ سالہ بیٹی نے خواب دیکھا کہ ایک مجلس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور مرشدی حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب بھی ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے دستِ مبارک سے حضرت والا کے سر پر سیاہ عمامہ باندھ رہے ہیں۔

خواب: حضرت نواب قیصر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت والا کے خلیفہ مولانا انعام الحق صاحب خطیب مرکزی مسجد راولپنڈی نے خواب دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دائیں جانب حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ اور بائیں طرف حضرت والا مولانا شاہ محمد اختر صاحب دام ظلہم ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت خوش ہیں اور مسکرا رہے ہیں پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ ایک طرف لے گئے اور سوائے حضرت کے کوئی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نہیں تھا۔

خواب: ۲۸ اکتوبر ۱۹۹۳ء عبدالرحمٰن صاحب دہلوی (بلب والے) جو حضرت والا سے بیعت ہیں انہوں نے بتایا کہ حافظ صغیر احمد صاحب خلیفہ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

زیارت نصیب ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ عبدالرحمٰن سے کہہ دو کہ حکیم محمد اختر کا دامن تھامے رہیں۔ (یہ خواب اس رات دیکھا جب عبدالرحمٰن صاحب حافظ صغیر احمد صاحب کی خانقاہ میں سوئے ہوئے تھے۔) مرشدی حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دام ظلہم نے یہ خواب سن کر رقت آمیز لہجہ میں فرمایا۔

بریں مژدہ گرجاں فشانم رواست

(ترجمہ: اس خوشی کی خبر پر اگر میں جان بھی دے دوں تو روا ہے) کہاں یہ میری قسمت کہ آپ کی زبانِ مبارک پر میرا نام آوے۔ مدینہ کے کتے کو جو نسبت ہے اس کے برابر بھی ہم نہیں۔

خواب: سید اسلم جعفری نے خواب دیکھا کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لے جارہے ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ساتھ ہیں۔ اسلم صاحب کی نظر پڑی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نظر آرہے ہیں اور غلبۂ عظمت سے آنکھیں جھک گئیں پھر دوبارہ جب اسلم میاں کی نظر پڑی اب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا چہرۂ مبارک بالکل حضرت مرشدی مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب جیسا تھا۔

خواب: ۲ شوال ۱۴۰۴ھ یکم جولائی ۱۹۸۴ء بروز اتوار جناب رضوان صاحب ساکن فیڈرل بی ایریا نے آج سے قبل کبھی بھی حضرتِ اقدس کی زیارت نہیں کی تھی۔ کتب خانے سے کتابیں خریدنے آئے تھے۔ انہوں نے اپنا خواب بیان کیا کہ سحر کے قریب یہ خواب دیکھا کہ ایک مسجد میں ایک بزرگ چشمہ لگائے ہوئے قرآن شریف کی تلاوت کررہے ہیں تو ان کے دل میں یہ خیال آرہا ہے کہ یہ حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں۔ آج جب وہ کتابیں خریدنے آئے تو مسجد میں پہلی بار حضرت والا کو دیکھا اس وقت حضرت والا چشمہ لگائے ہوئے نہیں تھے، تو وہ کہتے ہیں کہ مجھے کچھ احساس نہیں ہوا۔ بعد میں حضرت والا خانقاہ میں تشریف لائے اور چشمہ لگائے ہوئے کچھ لکھ رہے تھے۔ صاحبِ رویاء کہتے ہیں کہ اس وقت مجھے یاد آگیا کہ خواب میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جو شکلِ مبارک دیکھی تھی وہ بعینہٖ ایسی تھی جیسی حضرت والا کی ہے۔

خواب: ۱۹ مئی کو بیعت ہوا۔ بعد مغرب جمعرات کے دن جون کے مہینے میں خواب دیکھا۔ ہفتہ کے دن پھر یہ خواب حضرت والا کو سنانے کی ہمت نہ ہوئی تو رمضان کے مہینے میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ڈانٹ دیا (کہ جاتے کیوں نہیں ہو سنانے کے لئے)۔ میں نے خواب دیکھا جس میں پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ حضرت والا کی زیارت ہوئی۔ جس میں دیکھا کہ میں جمعہ پڑھنے کے لئے جارہا ہوں، جب وہاں پہنچا تو دیکھا کہ حضرت والا مصلیٰ پر نماز پڑھا رہے ہیں۔ سجدے میں تھے، پھر قعدہ میں، پھر سلام پھیرا۔ میں حضرت والا کے سامنے کھڑا ہوا تھا۔ پھر میں نے دیکھا کہ سامنے سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لا رہے ہیں اور میں تیزی سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جانب بڑھا اور مصافحہ کیا۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت والا کو دیکھ کر مسکرا رہے تھے اور پھر تھوڑی دیر تک مسکراتے رہے، پھر مجھ سے

فرمایا کہ دیکھ رہے ہو! حکیم اختر کے پیچھے جتنا بھی مجمع ہے سب جنت میں جائے گا اور یہ مجمع لاکھوں کا تھا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے گئے اور پھر دائیں طرف سے کچھ لوگ آئے، حضرت والا کو دیکھنے کے لئے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کر رہے ہیں اور کہا ''یہ اس وقت کے سب سے بڑے ولی اللہ ہے۔'' پھر دیکھا کہ ایک بہت خوبصورت مسجد ہے جس کے دائیں اور بائیں جانب باغ تھے، پھر میں مسجد کے اندر گیا تو دیکھا میر صاحب کچھ لوگوں کو نماز سکھا رہے ہیں، میں بھی جا کر بیٹھ گیا۔ پھر میر صاحب نے کہا کہ بدنظری تو نہیں کرتے۔ پھر سامنے سے ایک رِنگ کڑا نما اٹھایا اور پھر کہا کہ یہ رِنگ ابھی مکمل ہے۔ پھر اس کو توڑا۔ پھر کہا بدنظری کرو گے تو اسی طرح برباد ہو جاؤ گے۔ پھر اور توڑا، پھر اور توڑا اور کہا کہ اگر بدنظری کرتے رہے تو ایک دن پورے ہی برباد ہو جاؤ گے۔ پھر آنکھ کھل گئی۔

مقبول احمد صدیقی (نواسے وصی الدین صدیقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

خواب: ۸۲۔۱۹۸۱ میں خواب دیکھا کہ خانقاہِ گلشن میں جہاں حضرت والا کے انتقال سے پہلے حضرت میر صاحب کا شیشہ والا کمرہ تھا، اُس وقت وہ کمرہ بنا ہوا نہیں تھا۔ لیکن خواب میں دیکھا کہ وہاں شیشہ کا کمرہ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسدِ اطہر رکھا ہوا ہے اور حضرت والا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسدِ اطہر کی زیارت کرا رہے ہیں۔

(خالد حسین۔ المعروف حق باہو)

خواب: حضرت والا بار باڈوس میں تھے تو مولانا یونس پٹیل صاحب کا ڈربن (جنوبی افریقہ) سے فون آیا کہ انہوں نے خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت والا کے لئے پیغام دیا ہے کہ اپنے شیخ کو میرا سلام کہنا اور کہنا کہ کیا بات ہے کئی دن سے کارگذاری نہیں پہنچی؟ حضرت والا سوچ میں پڑ گئے کہ اس سے کیا مراد ہے؟ پھر فرمایا کہ میں اپنی تمام دینی خدمات، بیان وغیرہ کا ثواب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھیجتا ہوں، آٹھ دن ہو گئے یہ معمول ادا نہیں کیا، اسی کی طرف اشارہ ہے، پھر حضرت والا نے ایصالِ ثواب کیا۔

خواب: حضرت والا کی برکت سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواب میں زیارت نصیب ہوئی۔ گذشتہ جمعہ کے رات کا بیان سننے کے بعد رات بارہ بجے احقر گلشنِ اقبال سے گلستانِ جوہر آیا اور تقریباً رات ایک بجے تک حضرت مفتی غلام محمد صاحب کی خدمت میں تھا۔ اس کے بعد میں مسجد آیا اور صلوٰۃ التسبیح نماز پڑھنے کے بعد نفل نمازیں پڑھنا شروع کر دیں اور نفل نمازیں محراب کے دائیں طرف پڑھ رہا تھا۔ نفل پڑھتے پڑھتے سجدے کے اندر ہی نیند آ گئی اور اسی وقت خواب میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محراب کے دروازے سے مسجد میں تشریف لے آئے اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے حضرت شیخ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب تشریف لا رہے ہیں، اس کے بعد مفتی غلام محمد صاحب اور ان کے پیچھے حضرت صوفی شمیم صاحب اس کے بعد ضیاء بھائی اور اس کے بعد چھوٹے حضرت کے صاحبزادے مولانا

اسحٰق صاحب اور اس کے بعد مسجد اشرف کے سابق امام حضرت مولانا اسحٰق صاحب تشریف لا رہے تھے۔ اس کے بعد حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مسجد کی محراب کی جائے نماز میں تشریف فرما تھے اور مسجد میں لوگوں کی ایک کثیر تعداد موجود تھی، اتنے میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے چہرۂ انور کو مقتدیوں کی طرف پھیر لیا اور مقتدیوں سے فرمانے لگے کہ اپنی صفوں کو درست کر لو۔ عین اسی وقت بڑے حضرت حضرت والا عارف باللہ مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دام ظلہم مسجد کے دروازے کے سامنے تشریف فرما تھے۔ اتنے میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نظرِ مبارک بڑے حضرت پر پڑی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرمانے لگے، حکیم اختر صاحب آگے میرے پاس تشریف لائیں، حکیم اختر صاحب پہلی صف میں آجاؤ، حکیم اختر پہلی صف میں آجاؤ۔ غرض اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا۔ جب حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب پہلی صف میں تشریف لے آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بڑے حضرت کو اپنے سینۂ مبارک سے لگا لیا اور ساتھ میں حضرت فیروز میمن صاحب اور مطہر محمود بھائی، ساتھ تین چار اور آدمی بھی تشریف فرما تھے اور اس وقت بڑے حضرت بالکل صحت مند تھے اور خود چل کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس تشریف فرما تھے اس کے بعد مولانا اسحٰق صاحب نے تکبیر پڑھی اور نماز شروع ہونے سے پہلے احقر خواب سے بیدار ہو گئے۔ اس وقت رات کے چار بج چکے تھے۔

(طالب علم جامعہ اشرف المدارس۔ سید ولی)

خواب: محمد صابر (الامارات گروپ میں ملازم) نے خواب دیکھا (جب اپریل ۲۰۰۲ء میں حضرت والا جنوبی افریقہ تشریف لے گئے تھے، انہوں نے جنوبی افریقہ میں یوسف صاحب کو فون کیا۔ انہوں نے بتایا کہ حضرت دعا فرما رہے ہیں تو میں نے بھی دبئی میں فون پر دعا کے لئے ہاتھ اٹھا لئے۔ اسی رات خواب دیکھا) کہ روضۂ اقدس پر حضرت والا کے خلفاء اور متعلقین کی ایک جماعت کھڑی ہے، میں نے دیکھا کہ حضرت والا ہاتھ میں عصا لئے تشریف لا رہے ہیں تو میں جلدی سے حضرت کی طرف لپکتا ہوں اور حضرت والا مصافحہ کے لئے دستِ مبارک آگے بڑھاتے ہیں۔ جیسے ہی میں حضرت والا کا ہاتھ مبارک اپنے ہاتھ میں لیتا ہوں تو دیکھتا کیا ہوں کہ حضرت والا کی جگہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف فرما ہیں اور میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دستِ مبارک کا بوسہ لیتا ہوں تو حضرت کے کسی خلیفہ نے جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عرض کیا کہ حضرت یہ صابر ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اثبات میں سر ہلایا (جیسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مجھے جانتے ہیں) پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لے گئے وہاں جماعت کھڑی ہو رہی تھی۔

خواب: سید ثروت حسین صاحب نے خواب دیکھا کہ حضرت والا کے حجرہ میں زمین پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف فرما ہیں اور حضرت والا اور خود سید ثروت حسین بھی ہیں، سامنے حضرت والا کی کتاب درسِ مثنوی مولانا روم رکھی ہوئی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سید ثروت حسین سے فرمایا کہ درسِ مثنوی بہت اچھی کتاب ہے، تم یہی پڑھا کرو۔

خواب: حضرت والا کی برکت سے میں نے خواب دیکھا کہ رات کا وقت ہے، میں تنہائی میں حضرت والا سے باتیں کررہا ہوں۔تھوڑی دیر بعد دیکھا کہ ایک لڑکا ہے، میں نے اس سے کہا کہ حضرت والا مجھ سے بہت محبت فرماتے ہیں تو اس لڑکے نے کہا کہ ہاں حضرت والا میرے ہیں اور مجھ سے محبت کرتے ہیں تو مجھے بہت غصہ آیا اور میں نے کہا کہ نہیں! حضرت صرف میرے ہیں، ابھی حضرت نے مجھ سے کہا ہے۔تو میں نے اس کا بازو پکڑا اور اندر لے آیا۔ حضرت والا سے عرض کیا کہ آپ اس سے کہہ دیں آپ صرف میرے ہیں اور میں آپ کا ہوں۔آسمان سے اللہ پاک کی آواز آئی کہ ''اختر نہ تیرا اور نہ تیرا بلکہ اختر میرا۔اور جو اختر کا وہ میرا اور میں اس کا'' (محب احمد، نواسہ حکیم محمد مرسلین)

خواب: حضرت مولانا فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت حکیم الامت مجدد الملت رحمۃ اللہ علیہ نے مکہ شریف میں خواب دیکھا (اور ہمارے حضرت والا مرشدی ومولائی حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت ظلہم سے فرمایا کہ سنو بھئی! خواب مجھ کو یاد نہیں رہتے لیکن ایک خواب مجھ کو یاد رہ گیا) آج رات میں نے تمہیں خواب میں دیکھا کہ تمہارا بیان بیت اللہ میں ہورہا ہے اور تم سفید لباس میں بہت لمبے قد کے ہو اور بہت مجمع ہے، جب میں پہنچا تو تم نے تقریر بند کردی اور مجھ سے آکر معانقہ کیا اور پھر دوبارہ فرمایا کہ مجھے خواب یاد نہیں رہتے لیکن یہ خواب بالکل واضح یاد ہے۔ (اس خواب کی تعبیر خود حضرت مرشدی نے یہ فرمائی کہ تقریر روک کر معانقہ کرنا اس میں یہ تعبیر ہے کہ میں اپنے بڑوں کے سامنے باادب رہوں گا اور ان شاء اللہ تعالیٰ ہمارے بزرگوں کا فیض احقر اختر سے سارے عالم میں پہنچے گا کیونکہ کعبہ سارے عالم کا مرکز ہے۔جامع)

خواب: صلاح الدین ماربل والے نے خواب دیکھا کہ ایک بہت بڑا صالحین کا مجمع ہے، صالحین ایسے ہیں جیسے کہ بہت پرانے زمانے کے اکابر۔اس مجمع میں سے آواز آئی کہ اس زمانے کا مجدد کون ہے؟ تو ایک غیبی آواز آئی کہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب اس زمانے کے مجدد ہیں۔دس منٹ کے بعد پھر صلاح الدین صاحب نے اس خواب میں دیکھا کہ حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت والا کو کچھ کتابیں عطا کررہے ہیں اور ایسا لگ رہا ہے کہ جیسے ایک صدرِ مملکت دوسرے صدر کو چارج دیتا ہے۔وہ کتابیں تفسیر بیان القرآن، بہشتی زیور اور مثنوی مولانا روم تھیں جو حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے عطا کیں۔

خواب: حافظ داؤد صاحب (ری یونین والے) نے دورانِ قیامِ خانقاہ خواب میں حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ فرمارہے ہیں کہ مولانا حکیم محمد اختر صاحب میرے امین، ترجمان، اور قائم مقام ہیں۔

خواب: ۵ فروری ۲۰۰۵ء کی شام ابوظہبی سے جناب شہاب صاحب کا فون آیا کہ انہوں نے خواب دیکھا کہ حضرت والا ایک مسجد میں ہیں، بائیں طرف جناب فیروز میمن صاحب ہیں اور حضرت کے پیچھے شہاب خود اور

مسجد میں حضرت والا کے اشعار سنائے جارہے ہیں پھر حضرت والا نے فرمایا کہ اب چلو اور مسجد کے باہر آ گئے اور شہاب کے دل میں خیال آیا کہ یہ تو مسجدِ اقصیٰ تھی۔ خواب سے بیدار ہونے پر خیال آیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس مسجد میں انبیاء علیہم السلام کی امامت فرمائی تھی۔ (احقر جامع نے فون پر اس کی تعبیر عرض کی کہ یہ خواب حضرت والا کے امام الاولیاء ہونے کی بشارت ہے اور مسجدِ اقصیٰ کے دوبارہ فتح ہونے کی بشارت ہے۔)

خواب: دو بجے رات کو کراچی میں حافظ ضیاء الرحمٰن صاحب امریکی نے خواب دیکھا کہ حضرت والا کے ساتھ جنت البقیع میں حاضر ہیں ساتھ بہت بڑا مجمع ہے۔ حضرت والا بہت زیادہ رو رہے ہیں کہ کبھی حضرت کو اتنا روتا ہوا نہیں دیکھا اور حضرت والا کی زبانِ مبارک پر بار بار ایک ہی دعا نکل رہی ہے کہ اے اللہ مجھے اپنے رسول کے شہر میں موت نصیب فرما۔ حضرت بہت دیر تک روتے رہے، حضرت کو دیکھ کر میں نے بھی یہی دعا مانگنا شروع کر دی جیسے ہی میں نے ہاتھ اٹھائے میرے سامنے جو زمین خالی تھی وہ کُھل گئی اور قبر بن گئی، پھر حضرت والا وہاں تشریف لے آئے اور میں حضرت والا کے پیچھے پیچھے چلنے لگا جیسے ہی مڑا تو وہ قبر بند ہوگئی، گویا وہاں قبر تھی ہی نہیں، پھر حضرت والا کو دیکھا کہ روضۂ مبارک کے سامنے حاضر ہیں اور اسی کیفیت سے روتے ہوئے یہی دعا مانگ رہے ہیں پھر مجھے ایسے محسوس ہوا کہ روضۂ مبارک سے یہ آواز آرہی ہے جس کے یہ الفاظ مجھے اچھی طرح یاد ہیں کہ ابھی ہمیں آپ سے بہت کام لینا ہے اور لفظ ''بہت'' کو بہت زور دے کر فرمایا۔ (احقر راقم الحروف نے اسی سفر عمرہ میں مدینہ منورہ میں حضرت والا سے عرض کیا کہ حضرت دعا فرمادیں کہ اب یہاں سے واپسی نہ ہو اور مدینہ منورہ میں احقر کو موت آجائے تو حضرت نے احقر سے فرمایا کہ ابھی ہمیں آپ سے بہت کام لینا ہے اور آپ مرنے کی باتیں کررہے ہیں۔ احقر عشرت)

خواب: احقر ایک انجینئرنگ یونیورسٹی کا طالب علم ہے اور حضرت والا سے تعلق کو تقریباً ایک سال گذر چکا ہے۔ یونیورسٹی کے ماحول میں مجھے اپنی نظروں کی حفاظت میں کافی دشواری ہوا کرتی تھی جس کی وجہ سے دل میں ایک مایوسی کی سی کیفیت طاری ہوجایا کرتی تھی۔ ایک روز میں دعا مانگتے ہوئے سو گیا تو خواب میں دیکھا کہ ایک بہت بڑا میدان ہے جس میں بہت سارے لوگ ہیں، میرے گمان کے مطابق وہ میدانِ محشر ہے، ایک شور مچا ہوا ہے ہر طرف کہ یک دم ایک اعلان کرنے والا کچھ لوگوں کے نام پکارتا ہے اور وہ لوگ میرے پیچھے سے بھاگ کر آگے آتے ہیں اور انتہائی خوش ہوتے ہیں اور بھاگ کر آگے چلے جاتے ہیں، گمان کے مطابق آگے جنت ہے، آہستہ آہستہ بہت سارے لوگوں کے نام پکارے جاتے ہیں، ان سب لوگوں کا تعلق خانقاہ سے ہی ہوتا ہے تو میں بھی اس انتظار میں ہوتا ہوں کہ اب میرا نام بھی پکارا جائے گا اور میں بھی جنت میں داخل ہوجاؤں گا مگر اچانک سناٹا چھا جاتا ہے، پھر پکارنے والا اعلان کرنا بند کردیتا ہے اور پورے میدان میں میں اکیلا رہ جاتا ہوں۔ اس حالت میں مجھ کو اس قدر غم اور مایوسی ہوتی ہے

کہ بیان سے باہر ہے۔ میں کچھ دیر تک زمین پر بیٹھا رہتا ہوں پھر کھڑا ہوتا ہوں اور واپسی کے لئے جیسے ہی پیچھے پلٹتا ہوں تو حضرتِ اقدس حضرت والا تشریف لا رہے ہوتے ہیں۔ حضرت اپنی نظرِ مبارک سے مجھ کو دیکھتے ہیں اور دریافت فرماتے ہیں کہ میاں کیوں پریشان ہو؟ تو میں عرض کرتا ہوں کہ حضرت سب جنت میں چلے گئے اور میں رہ گیا اس پر حضرت والا مسکرا کر فرماتے ہیں کہ ارے میاں ابھی میں تو نہیں گیا نا! پھر میں حضرت والا کے پیچھے پیچھے جنت میں داخل ہوجاتا ہوں۔ (حسان احمد)

خواب: ۷ جمادی الاول ۱۴۲۶ھ مطابق ۸ جولائی ۲۰۰۳ء امریکہ سے سید اسلم جعفری صاحب نے حال ہی میں خواب دیکھا کہ ایک بہت بڑا اسٹیج ہے جس پر ایک شاندار کرسی پر حضرت مرشدی مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ العالی تشریف فرما ہیں اور بالکل صحت مند ہیں، اسٹیج پر سید اسلم جعفری کے پیچھے ایک بزرگ بیٹھے ہوئے ہیں انہوں نے حضرت والا کے بارے میں پوچھا کہ یہ کون بزرگ ہیں؟ تو کسی دوسرے بزرگ نے جواب دیا کہ آپ ان کو نہیں جانتے؟ یہ حضرت مولانا جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب ہیں۔ خواب ہی میں سید اسلم جعفری نے راقم الحروف احقر سید عشرت جمیل کو بتایا کہ میں نے یہ خواب دیکھا ہے تو احقر نے کہا کہ ان شاء اللہ اب سارے عالم میں حضرت والا کا سفر شروع ہوجائے گا۔

جس کی آوازوں سے لذت گیر اب تک گوش ہے

وہ جرس[1] کیا اب ہمیشہ کے لئے خاموش ہے

[1] ہلکی، سہانی آواز

خارِ چمن کو آپ نے رشکِ گلاب کر دیا

(حضرت مولانا شاہین اقبال اثرؔ صاحب دامت برکاتہم)

برپا دل و نگاہ میں اک انقلاب کر دیا ۔۔۔ شیطان اور نفس کا خانہ خراب کر دیا

لکھ کر کتاب ''روح کی بیماریاں اور ان کا علاج'' ۔۔۔ باطن کے سارے دشمنوں کو بے نقاب کر دیا

قلبِ رقیق ہی نہیں گرمایا سوزِ عشق سے ۔۔۔ بے حس و سنگدل کو بھی چشمِ پر آب کر دیا

گلشن کا فیض دوستو محدود گل تلک نہیں ۔۔۔ خارِ چمن کو آپ نے رشکِ گلاب کر دیا

مریض اب طبیب ہے، بے نطق اب خطیب ہے ۔۔۔ بدبخت خوش نصیب ہے، آتش کو آب کر دیا

تھے جو کبھی عصیاں میں مست وہ بد نظر مردہ پرست ۔۔۔ ہیں راہِ حق میں جاں بدست، گدھ کو عقاب کر دیا

بے پیاسے پیاسے بن گئے اور پیاسے ساقی بن گئے ۔۔۔ مُردوں میں جان ڈال دی ایسا خطاب کر دیا

گویائی کا دیا کچھ ایسا ساتھ سیلِ اشک نے ۔۔۔ کہ سنگ کی چٹان کو بھی آب آب کر دیا

خوشبو نہ ان کی کیوں اُڑے سارے جہان میں بھلا ۔۔۔ آتشِ عشق نے جنہیں مثلِ کباب کر دیا

خارِ مغیلاں دیکھتے ہی رہ گئے اللہ نے ۔۔۔ غنچۂ پھولپور کو رشکِ گلاب کر دیا

حیرت ہے جانتے ہیں سب اختر کے نام سے اُسے ۔۔۔ ذروں کو جس کی اک نظر نے آفتاب کر دیا

روحانی پہلوان کو کچھ ایسے گُر سکھا دیئے ۔۔۔ نفسِ عدو کے امتحاں میں کامیاب کر دیا

جب در کی خاک ہوگئے ناپاک پاک ہو گئے ۔۔۔ رسوائے اہلِ دہر کو حضرت جناب کر دیا

آتا نہیں یقین گر دیکھئے جانبِ اثرؔ ۔۔۔ ایسے ذلیل و خوار کو عزت مآب کر دیا

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

❁رقیق: نرم ❁سوز: گرمی ❁سنگدل: سخت دل ❁چشم: آنکھ ❁خار: کانٹا

❁بے نطق: جو بولنا نہ جانتا ہو ❁سیلِ اشک: آنسوؤں کا سیلاب ❁غنچہ: کلی ❁عدو: دشمن

پچیسواں باب

تصانیف وتالیفات

تصانیف وتالیفات

احقر مولف عرض کرتا ہے کہ شروع شروع میں جب احقر کا مستقل قیام حضرت والا کے پاس نہیں تھا تو میں صبح آتا تھا اور رات گیارہ بجے تک جاتا تھا۔ اس دوران سارے سارے دن تک کوئی نہیں ہوتا تھا، حضرت والا ہوتے تھے اور میں ہوتا تھا، حضرت والا ملفوظات ارشاد فرماتے تھے۔ ان ملفوظات کا نوٹ ہوجانا یہ حضرت والا ہی کی کرامت تھی کیونکہ میرا نہ اتنا حافظہ تھا، نہ اتنی صلاحیت تھی، نہ علم تھا اور نہ میں درسِ نظامی پڑھا ہوا تھا، یہ سب ملفوظات نہ جانے کس طرح نوٹ ہوگئے۔ اب جب میں ان ملفوظات کو پڑھتا ہوں تو حیران ہوجاتا ہوں کہ یہ میں نے کیسے نوٹ کرلئے۔ یہ حضرت والا کی کھلی کرامت تھی۔ بس حضرت والا نے مجھ سے فرمایا تھا کہ تم لکھ لیا کرو۔ اسی دوران حضرت والا حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات وواقعات سناتے رہتے تھے۔ حضرت والا نے بعض اوقات احقر کو ایسی باتیں بتائی کہ جو شاید کسی کو معلوم نہ ہوں۔

اپنی کتابوں کے بارے میں حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ میرے بہت سے وعظ ہیں جن میں سے ایک ''استغفار کے ثمرات'' ہے جو مدینہ شریف میں جبلِ احد جہاں ستر شہداء آرام فرما ہیں، اس کے بالکل دامن میں شہیدوں کے قریب بیان ہوا تھا۔ اس بیان میں بڑے بڑے علماء موجود تھے، مولانا عاشق الٰہی بلند شہری رحمۃ اللہ علیہ زاروقطار رورہے تھے۔ اس میں بتایا ہے کہ توبہ اور مغفرت نصیب ہوجائے تو کیا مزہ آئے گا۔ اسی طرح ''فضائلِ توبہ'' میدانِ عرفات کا بیان ہے۔ ''تعلق مع اللہ'' ایک بیان ہے جو اللہ کے شہر مکہ شریف کے مدرسہ صولتیہ میں علماء کے محضر میں ہوا۔ ''خوشگوار ازدواجی زندگی'' کراچی میں لکھا ہے۔ جہاں میاں بیوی میں جھگڑے ہورہے ہوں وہاں یہ وعظ پڑھوادیں۔ بیویاں مجھے دعائیں دے رہی ہیں کہ میرا شوہر بہت پٹائی کرتا تھا، جب سے یہ وعظ پڑھا ہے، مجھ سے معافی مانگی، اب بڑے آرام سے رکھتا ہے۔ ایک وعظ ''علاج الغضب'' ہے جس میں غصہ کا علاج ہے۔

یہ مواعظ ان لوگوں کے لئے ہیں جو یہاں بیان میں نہیں آتے۔ ایسے عزیزوں، رشتے داروں اور بھائیوں کو دین سے مانوس کرنے کے لئے ان پر محنت کیجئے اور انہیں یہ مواعظ پیش کیجئے کہ اس کو ذرا پڑھ کر دیکھئے۔ جب وہ پڑھ کر کہیں کہ اسے پڑھنے میں بڑا مزہ آیا۔ تو ان سے کہئے کہ اب مرکز کی طرف صرف ایک دفعہ چل کر دیکھئے۔ بعض دوستوں نے یہ کہا کہ صرف ایک دفعہ چل کر دیکھو، اگر مزہ نہ آئے تو دوبارہ نہ جانا لیکن ایک دفعہ آنے کے بعد اللہ کے نام میں وہ کشش ہے، اختر میں کچھ بھی نہیں ہے، اختر مٹی کا ڈھیلا ہے لیکن جس مٹی پر سورج کی شعاعیں پڑیں اس پر چمک ضرور آجاتی ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے جو بیان ہوا اس سے ان لوگوں کو مناسبت ہوئی۔ یہ تمام مواعظ

دکانوں پر بآسانی مل جاتے ہیں، اپنے رشتے داروں کو دیجئے۔ یہ خرچ اشاعتِ دین پر ہوگا۔ ایک کی بجائے تین لے لیجیے۔ تینوں وعظ ایک ہی رشتے دار کو دیجئے اور کہیئے کہ پڑھ کر واپس کردیں۔ جب وہ واپس کردیں تو پھر دوسرے دوستوں کو دے دیں۔ اس طرح اشاعتِ دین میں آپ کا حصہ لگ جائے گا اور ان شاء اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آپ دین کی اشاعت کرنے والوں میں شمار کئے جائیں گے۔ امید ہے کہ اس سے آپ پر اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت بھی نازل ہوگی۔

حقوق محفوظ نہ کرانے کی تاکید

احقر جامع عرض کرتا ہے کہ حضرت والا اپنے ہر قول و عمل میں حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے طریقے کی پیروی فرماتے تھے کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا اس معاملے میں کیا عمل تھا؟ چنانچہ اپنی تصانیف کے حقوق محفوظ کرانے کے معاملے میں بھی مسلکِ تھانوی کو ہاتھ سے کبھی جانے نہ دیا۔ اس بارے میں اشرف السوانح سے دو باتیں نقل کرتا ہوں۔
''ایک انگریز نے حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ آپ کو تفسیر (بیان القرآن) لکھنے کے کتنے روپے ملے؟ حضرت نے فرمایا کہ کچھ بھی نہیں تو اس نے بہت تعجب کیا اور کہا کہ اتنی بڑی کتاب لکھنے کی پھر آپ نے محنت کیوں کی؟ فرمایا ہم مسلمان اس کے قائل ہیں کہ اس زندگی کے علاوہ ایک اور زندگی بھی ہے جس کو آخرت کہتے ہیں، میں نے یہ محنت اس توقع پر کی ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ مجھے اس کا عوض اُس دوسری زندگی میں ملے گا۔ اور ایک فائدہ دنیا کا بھی ہے کہ میری اس کتاب سے مسلمان فائدہ اٹھائیں گے تو مجھے خوشی ہوگی۔'' دوسری بات: حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے تمام تصانیف خالصاً لوجہ اللہ لکھیں اور مقصود اشاعتِ دین تھا، اس لئے اپنی کسی تصنیف کی نہ خود رجسٹری کرائی نہ کسی دوسرے کو اس کی اجازت دی کیونکہ رجسٹری کرنا اور کرانا شرعاً بالکل ناجائز ہے اور یہ اعلان شائع فرمایا کہ میری تصانیف پر کسی سے کچھ حقِ تصنیف وغیرہ نہیں لیا جاتا، اس لئے ان کی رجسٹری کرانے کا کسی کو حق حاصل نہیں۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ اشرف السوانح کے لئے بھی میری طرف سے عام اجازت ہے جو چاہے اس کو طبع کرائے اور میں کسی کو اس کا حقِ طباعت و اشاعت کسی نوع سے محفوظ کرانے کا اختیار نہیں دیتا بلکہ میں چاہتا ہوں کہ اس کی جتنی زیادہ سے زیادہ اشاعت و طباعت جمیع اہلِ مطابع و غیر اہلِ مطابع کرسکیں کریں تاکہ اس کی خوب اشاعت ہوجائے اور نفع عام و تام ہو۔'' (ص ۱۸ ج ۳)

حضرت والا نے کبھی بھی اپنی کسی چھوٹی یا بڑی کتاب کے حقوق محفوظ نہیں کرائے، ہمیشہ حقوق محفوظ کرنے کو سختی سے منع فرماتے تھے۔ اس پر ایک واقعہ بیان کرتا ہوں۔ حضرت والا کو اطلاع ملی کہ حضرت کے کتب خانہ کے ایک ملازم نے حضرت والا کی اجازت کے بغیر حضرت کی تصانیف کے حقوق محفوظ کرانے کے لئے وکیل سے رابطہ کیا ہے،

کاغذات بھی بنالئے ہیں اور وہ کاغذات سرکاری دفتر میں جمع کروانے والے ہیں۔ حضرت والا نے اپنے بیٹے حضرت مولانا مظہر صاحب دامت برکاتہم ، مولانا ابراہیم صاحب سلمہٗ ، جناب فیروز میمن صاحب، حضرت کے خدام حافظ ضیاء الرحمٰن اور مظہر محمود اور احقر راقم الحروف کو اپنے حجرۂ خاص میں بلوایا، ان ملازم صاحب کو بھی بلوایا گیا جنہوں نے یہ کام شروع کیا تھا۔ پھر حضرت والا نے انہیں سخت ڈانٹ لگائی کہ تمہاری ہمت کیسے ہوئی حقوق محفوظ کرانے کی؟ سب لوگ غور سے سن لیں، یہ میری نصیحت بھی ہے اور وصیت بھی ہے، خبردار! خبردار! میری کسی بھی کتاب کے کبھی بھی کوئی حقوق محفوظ نہ کرانا۔ میری طرف سے کسی کو بھی اجازت نہیں ہے۔ میں حقوق محفوظ کرانے کو دین کو قید کرنے کے مترادف سمجھتا ہوں اور میں اس کو حرام کہتا ہوں۔ اس وقت ان صاحب نے ایک دو علماء کے نام لئے کہ ان کی بھی کتابوں کے حقوق محفوظ ہیں۔ اس پر حضرت والا اور ناراض ہوگئے۔ فرمایا کہ میرے سامنے کسی کا نام مت لو نہ کسی کی غیبت کرو، وہ ان کی تحقیق ہے، میں تو اپنے بزرگوں کی بات پیش کرتا ہوں۔ پھر ان صاحب سے حضرت والا نے سب فائلیں منگوائیں اور سب کے سامنے ضائع کروادیں۔

تصانیف کی تعداد اور ان کے تراجم

حضرت والا کی تقریباً ڈھائی سو کے قریب تصنیفات ہیں، جن میں قرآن و حدیث، شریعت و طریقت اور تصوف و سلوک پر نہایت ضخیم کتب، سفرنامے، ملفوظات، مجموعۂ اشعار اور مواعظ حسنہ، مواعظ اختر شائع ہو چکے ہیں۔ یہ سب مواعظ اور چھوٹی اور بڑی کتب لاکھوں کی تعداد میں گذشتہ تیس سال سے مفت تقسیم کی جارہی ہیں بلکہ اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ حضرت والا پر یہ حق تعالیٰ کا خاص فضل اور غیبی انتظام ہے ورنہ احقر نے ہندوستان اور پاکستان میں بڑے سے بڑے عالم کی چھوٹی کتابیں بھی اس طرح مفت تقسیم ہوتے ہوئے نہیں دیکھیں جب کہ یہاں بڑی بڑی کتابیں بھی پانی کی طرح بہادی گئیں اور دنیا کے کونے کونے میں پہنچ گئیں اور الحمدللہ سارے عالم میں دین کی اشاعت ہوگئی، اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں۔ کتب کی طباعت پر حضرت والا دعا فرمایا کرتے تھے کہ یا اللہ دنیا کی ہر زبان میں میری کتابوں کا ترجمہ ہوجائے اور مجھے جو دردِ دل اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے عطا فرمایا ہے سارے عالم میں امت تک پہنچ جائے۔ حضرت کی یہ دعا قبول ہوئی اور حضرت کی کتابیں اور مواعظ لاکھوں کی تعداد میں اردو، عربی، فارسی، انگریزی، جرمن، فرانسیسی، چینی، ملیشیائی، لاطینی، پرتگالی، زولو، بنگلا، برمی، ہندی، گجراتی، سندھی، پشتو، بلوچی، سرائیکی، پنجابی اور دیگر زبانوں میں شائع ہوچکی ہیں اور ابھی تک ہورہی ہیں اور ان کے ترجموں کا سلسلہ بھی جاری ہے۔

حضرت والا اپنی کتب کی طباعت میں دل کھول کر خود اپنا ذاتی مال بھی لگاتے تھے۔ جو ہدایا آتے تھے وہ

سالہا سال سے خصوصاً جب سے حضرت علیل ہوئے نشر واشاعت کے لئے وقف کر دیے اور اس سلسلہ میں ایک تحریر بھی لکھوا دی تھی۔ علالت کے دوران ایک بار اپنے مال سے چوبیس لاکھ روپے سعودیہ میں ان کتابوں کی طباعت کے لئے بھجوائے جو عربی میں ترجمہ ہو چکی تھیں اور آٹھ لاکھ روپے انگریزی کتابوں کے لئے عطا فرمائے۔ سعودی حکومت نے سرکاری طور پر حضرت کی تصانیف کی اشاعت وطباعت کی اجازت دی ہے۔

فہرستِ کتب

(۱) خزائن القرآن (۲) خزائن الحدیث (۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نظر میں دنیا کی حقیقت (۴) خزائن شریعت و طریقت (۵) خزائن معرفت ومحبت (۶) فیضانِ محبت (مجموعۂ اشعار) (۷) آئینۂ محبت (مجموعۂ اشعار) (۸) معرفتِ الٰہیہ (۹) کشکولِ معرفت (۱۰) معارفِ شمس تبریز (۱۱) معارفِ مثنوی (۱۲) درسِ مثنوی (۱۳) فغانِ رومی (۱۴) تربیت عاشقان خدا (۳ جلدیں) (۱۵) روح کی بیماریاں اور ان کا علاج (۱۶) مجالسِ ابرار (۱۷) باتیں ان کی یاد رہیں گی (۱۸) صدائے غیب (۱۹) نوائے غیب (۲۰) ایک منٹ کا مدرسہ (۲۱) پردیس میں تذکرۂ وطن (۲۲) آفتابِ نسبت مع اللہ (۲۳) ارشاداتِ درددل (۲۴) معارف ربانی (۲۵) مواہبِ ربانیہ (۲۶) براہینِ قاطعہ (۲۷) معیتِ الٰہیہ (۲۸) ملفوظات حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ (۲۹) مواعظ دردِمحبت ۱۰ر جلدیں (۳۰) حسن پرستی وعشقِ مجازی کی تباہ کاریاں اور ان کا علاج (۳۱) سفر نامہ لاہور (۳۲) سفر نامہ رنگون وڈھاکہ (۳۳) سفرنامہ حرمین شریفین (۳۴) حقوق شیخ اور آداب (۳۵) اصلاح اخلاق (۳۶) بدنظری وعشقِ مجازی کی تباہ کاریاں (۳۷) تلقین صبر جمیل (۳۸) حرمین شریفین میں حاضری کے آداب (۳۹) تسہیل قواعد النحو (۴۰) قرآن و حدیث کے انمول خزانے (۴۱) معمولاتِ صبح وشام (۴۲) پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیاری سنتیں (۴۳) حسنِ خاتمہ کے سات مدلل نسخے (۴۴) قرآن پاک سے شراب کے حرام ہونے کا ثبوت (۴۵) ولی اللہ بنانے والے چار اعمال (۴۶) قومیت وصوبائیت اور زبان ورنگ کے تعصب کی اصلاح (۴۷) بدنظری کے چودہ نقصانات۔

فہرست مواعظِ حسنہ

(۱) استغفار کے ثمرات (۲) فضائل توبہ (۳) تعلق مع اللہ (۴) علاج الغضب (۵) علاج کبر (۶) تسلیم و رضا (۷) خوشگوار ازدواجی زندگی (۸) حقوق النساء (۹) بدگمانی اور اس کا علاج (۱۰) منازل سلوک (۱۱) تجلیاتِ جذب (۱۲) تکمیل معرفت (۱۳) طریق ولایت (۱۴) تزکیۂ نفس (۱۵) مقصدِ حیات (۱۶) فیضان محبت (۱۷) ذکر اللہ اور

اطمینان قلب (۱۸) تقویٰ کے انعامات (۱۹) حیات تقویٰ (۲۰) نزول سکینہ (۲۱) اہل اللہ اور صراط مستقیم (۲۲) مجلس ذکر (۲۳) تعمیر وطن آخرت (۲۴) راہ مغفرت (۲۵) نور ہدایت اور اس کی علامات (حصہ اول) (۲۶) نور ہدایت اور اس کی علامات (حصہ دوم) (۲۷) عظمت حفاظ کرام (۲۸) علامات اہل محبت (۲۹) بعثتِ نبوت کے مقاصد (۳۰) تشنگان جام شہادت (۳۱) عرفان محبت (۳۲) آداب راہ وفا (۳۳) امید مغفرت ورحمت (۳۴) صبر اور مقام صدیقین (۳۵) صحبت اہل اللہ اور جدید ٹیکنالوجی (۳۶) عشق رسالت کا صحیح مقام (۳۷) منزل قرب الٰہی کا قریب ترین راستہ (۳۸) انوار حرم (۳۹) فیضان حرم (۴۰) حقیقت شکر (۴۱) اللہ تعالیٰ کے باوفا بندے (۴۲) قافلۂ جنت کی علامات (۴۳) اللہ سے اشد محبت کی بنیاد (۴۴) یاارحم الراحمین مولائے رحمۃ للعالمین (۴۵) انعامات الٰہیہ (۴۶) لذت ذکر اور لطف ترک گناہ (۴۷) ہم کس کو ملتے ہیں اور ہم کو کون پاتا ہے؟ (۴۸) تحفہ ماہ رمضان (۴۹) عظمت رسالت (۵۰) اللہ کا پیغام دوستی (۵۱) انعامات الٰہیہ (۵۲) تقریر ختم قرآن وبخاری شریف (۵۳) محبوب الٰہی بننے کا طریقہ (۵۴) توبہ کے آنسو (۵۵) آرام دوجہاں کا طریقۂ حصول (۵۶) خون تمنّا کا انعام (۵۷) تعلیم وتزکیہ کی اہمیت (۵۸) اصلی پیری مریدی کیا ہے؟ (۵۹) مقام اولیاء صدیقین (۶۰) علامات مقبولین (۶۱) مقام اخلاص ومحبت (۶۲) ثبوت قیامت اور اس کے دلائل (۶۳) حقوق الرجال (۶۴) نفس کے حملوں سے بچاؤ کے طریقے (۶۵) لذت قرب خدا (۶۶) دین پر استقامت کا راز (۶۷) زندگی کے قیمتی لمحات (۶۸) تعلیم قرآن میں شانِ رحمت کی اہمیت (۶۹) عزیز واقارب کے حقوق (۷۰) اہل اللہ کی شان استغناء (۷۱) دستک آہ وفغاں (۷۲) نگاہ نبوت میں محبت کا مقام (۷۳) آداب عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (۷۴) علم اور علماء کرام کی عظمت (۷۵) قرب الٰہی کی منزلیں (۷۶) روح سلوک (۷۷) لازوال سلطنت (۷۸) محبت الٰہیہ کی عظمت (۷۹) بے پردگی کی تباہ کاریاں (۸۰) آداب محبت (۸۱) طریق الی اللہ (۸۲) اولیاء اللہ کی پہچان (۸۳) نسبت مع اللہ کے آثار (۸۴) قلب سلیم (۸۵) طریق محبت (۸۶) حقانیت اسلام (۸۷) عظمت صحابہ رضی اللہ عنہم (۸۸) ایمان اور عمل صالح کا ربط (۸۹) دل شکستہ کی قیمت (۹۰) نسبت مع اللہ کی شان وشوکت (۹۱) فیضان رحمت الٰہیہ (۹۲) صحبت شیخ کی اہمیت (۹۳) غم حسرت کی عظمت (۹۴) اہل محبت کی شان (۹۵) تعمیر کعبہ اور تعمیر قلب کا ربط (۹۶) طلوع آفتاب امید (۹۷) کیف روحانی کیسے حاصل ہو؟ (۹۸) طلباء و مدرسین سے خصوصی خطاب (۹۹) کرامت تقویٰ (۱۰۰) گناہوں سے بچنے کا راستہ (۱۰۱) مقام عاشقان حق (۱۰۲) راہ محبت اور اس کے حقوق (۱۰۳) دار فانی میں بالطف زندگی (۱۰۴) غم تقویٰ اور انعام ولایت (۱۰۵) لذت اعتراف قصور (۱۰۶) داستان اہل دل (۱۰۷) حقوق الوالدین (۱۰۸) ہم جنس پرستی کی تباہ کاریاں اور ان کا علاج (۱۰۹) اسلامی مملکت کی قدرو قیمت

''مواعظِ اختر'' نام کی وجہ تسمیہ

احقر راقم السطور عشرت جمیل میر عرض کرتا ہے کہ جو ۱۰۹ وعظ شائع ہوئے ان کا سلسلہ ۱۹۸۲ء سے شروع ہوا۔ جب احقر اسٹیل مل میں ملازم تھا تو محض اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی تقاریر اور علمی مضامین کو کیسٹوں میں محفوظ کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور آج یہ قیمتی ذخیرہ کیسٹوں کی شکل میں محفوظ ہو گیا۔ احقر حضرت والا کے مواعظ و ملفوظات ٹیپ سے کاغذ پر لاتا تھا، پھر اس کی کمپوزنگ اور تصحیح کر کے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو سناتا تھا۔ حضرتِ اقدس کی نظرِ ثانی اور ضروری ترامیم کے بعد وہ مواعظ و ملفوظات طباعت کے لئے دیے جاتے تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی کتابیں ''خزائن القرآن، خزائن الحدیث، درسِ مثنوی، فغانِ رومی، مواہبِ ربانیہ، تربیت عاشقان خدا (۳ جلد)، پردیس میں تذکرۂ وطن، ارشاداتِ دردِ دل، آفتابِ نسبت مع اللہ، فیضانِ محبت، آئینۂ محبت وغیرہ بِفَضۡلِهٖ تَعَالٰی وَ کَرَمِهٖ وَ مَنِّهٖ احقر کے قلم سے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی زیرِ نگرانی مرتب ہوئیں۔

حضرتِ اقدس کی رحلت کے صدمۂ جاں گسل سے ناسازی طبع کے سبب کچھ لکھنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ آخر کار اللہ تعالیٰ کا فضل شاملِ حال ہوا اور حضرتِ اقدس نور اللہ مرقدہ کی رحلت کے بعد پہلا وعظ ''شادی بیاہ کی رسومات کی اصلاح'' لکھنے کی اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی۔ اب چونکہ حضرت والا کا سایۂ عاطفت ہمارے سروں پر نہیں رہا اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی نگرانی اور نظرِ ثانی سے ہم محروم ہو گئے، اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ اس وعظ کا آغاز ''مواعظِ اختر نمبر (۱)'' کے نام سے کر دیا جائے تاکہ معلوم ہو جائے کہ آئندہ شائع ہونے والے مواعظ حضرت والا کی رحلت کے بعد کے ہیں۔

فہرست مواعظِ اختر

(۱) شادی بیاہ کی رسومات کی اصلاح (۲) دینی خدام اور عام آدمی کے غموں کی تسلی (۳) حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عظیم القدر دعا (۴) تمنّائے بستی صالحین اور دینی شان و شوکت (۵) مجاہدہ اور تسہیل الطریق (۶) گنہگاروں کے لئے مژدۂ جاں فزا (۷) اولیاء اللہ کی حسین زندگی (۸) ترکِ گناہ کے لذیذ طریقے (۹) اللہ والوں کے قلوب کی خوشیوں کا راز (۱۰) وطنِ آخرت کی تیاری (۱۱) ایمان پر خاتمہ کے سات انمول نسخے (۱۲) امراضِ روحانی کے معالجات (۱۳) راہِ سنت اور قلبِ سلیم (۱۴) تزکیۂ نفس، مجاہدہ اور مشیت الٰہی کا ربط (۱۵) کیفِ آہ و فغاں (۱۶) گمراہی کے اندھیرے اور سنت کا نور (۱۷) لذتِ دردِ محبت (۱۸) لذتِ بندگی کا حصول (۱۹) تاثیرِ صحبتِ اہل اللہ (۲۰) مردانِ راہِ خدا (۲۱)

نزولِ تجلیات (۲۲) اہل اللہ سے تعلق کی قدر و قیمت (۲۳) اللہ تعالیٰ کے نام کی مٹھاس (۲۴) نالہائے درد (۲۵) اہلِ وفا کون ہیں؟ (۲۶) اللہ تعالیٰ کے انعام یافتہ بندے (۲۷) سکونِ قلب کا واحد طریقہ (۲۸) دنیا سے بے رغبتی (۲۹) عشقِ مجازی کا اضطراب اور اس کا علاج (۳۰) نشۂ معصیت کا فریب (۳۱) عاشقانِ حق کا لذیذ غم (۳۲) سامانِ مغفرت (۳۳) صراطِ مستقیم پر استقامت کے انعامات (۳۴) حصولِ ولایت کے اسباب (۳۵) درسِ محبتِ الٰہیہ (۳۶) پردہ۔ عورت کی عزت کا ضامن (۳۷) گلدستۂ ارشادات (۳۸) فیضانِ صحبتِ اہل اللہ (۳۹) قلبِ شکستہ کی تعمیر (۴۰) انجامِ عشقِ مجازی (۴۱) غمِ راہِ مولیٰ کی عظمت (۴۲) اللہ تعالیٰ کی شانِ جذب (۴۳) صاحبِ نسبت علماء کی خوشبو (۴۴) اہلِ علم اور تزکیۂ نفس کی اہمیت (۴۵) مقامِ دردِ دل (۴۶) راہِ خدا میں ادب کی اہمیت (۴۷) غار میں یادِ یار تعالیٰ شانہٗ (۴۸) عباداتِ شبِ براءت (۴۹) دھوکے کا گھر (۵۰) تلاشِ دیوانۂ حق (۵۱) طوفانِ گمراہی سے بچنے کا راستہ (۵۲) حق تعالیٰ کے محبوب بندے (۵۳) قلب کیسے روشن ہوگا؟ (۵۴) اللہ تعالیٰ کا خط بندوں کے نام (۵۵) روزہ اور ترکِ معصیت (۵۶) شعاعِ آفتابِ رحمت (۵۷) غفلتِ دل کیسے دور ہو؟ (۵۸) اولاد کو دین نہ سکھانے کا وبال (۵۹) عزتِ تقویٰ اور رسوائی گناہ (۶۰) رنگ و نسل کی تحقیر کی حرمت (۶۱) حصولِ ولایت کا راستہ (۶۲) مولائے کریم کا عفو و کرم (۶۳) مایوس نہ ہوں اہلِ زمیں اپنی خطا سے (۶۴) کیفِ عشقِ الٰہی (۶۵) اہل اللہ سے بدگمانی کا وبال (۶۶) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں کی شان (۶۷) پاکیزہ حیات کا نسخۂ کیمیا (۶۸) نادم گنہگار کی محبوبیت (۶۹) تصوف و سلوک میں راہِ اعتدال (۷۰) گناہ کی دو علامات بزبانِ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (۷۱) محبتِ الٰہیہ کا موتی کون پاتا ہے؟ (۷۲) گناہوں سے بچنے کا حوصلہ کیسے پیدا ہوتا ہے؟ (۷۳) نفس کو مغلوب کرنے کا طریقہ (۷۴) رحمتِ رب العالمین (۷۵) ریا کی حقیقت اور اس کا علاج (۷۶) علمِ دین کی برکت اور فضیلت (۷۷) راہِ سلوک کی منزلیں اور ادب کا مقام (۷۸) حصولِ تقویٰ کے اصول اور حاملین سایۂ عرش (۷۹) دین میں حسنِ اخلاق کی اہمیت (۸۰) عظیم الشان منزل کا عظیم الشان رہبر (۸۱) تخلیقِ انسانی اور دلیلِ قیامت

احقر جامع عرض کرتا ہے کہ جب سب سے پہلی کتاب چھپنے گئی تو احقر نے حضرت والا سے عرض کیا کہ مفت کی قدر نہیں ہوتی اس لئے مفت تقسیم کی بجائے کچھ معمولی قیمت مقرر کردی جائے، پھر اس رقم کو بھی انہی کتابوں کی دوبارہ اشاعت پر صرف کردیا جائے۔ حضرت والا خاموش رہے، پھر پیر کے دن بعد مغرب کی مجلس کے وقت کتابیں چھپ کر آئیں، حضرت والا نے مجلس کے بعد اعلان فرمایا کہ جس کو کتاب چاہیے مفت میں لے لے۔ احقر دیکھتا ہی رہ گیا۔

حضرت والا کی بعض معرکۃ الآراء کتابوں کا تعارف

الحمدللہ! حضرت والا کی کتابوں سے وہی اثر ہورہا ہے جو شیخ کی صحبت میں ہوتا ہے۔ کتنے لوگ یہاں آئے کہ ان کی حضرت والا سے کبھی ملاقات نہیں ہوئی، صرف حضرت والا کی کتابیں پڑھ کر ان کے حالات تبدیل ہوگئے۔ جب ان لوگوں سے احقر ملا تو ان کی فہم دیکھ کر ایسا لگا کہ یہ بہت صحبت یافتہ ہیں۔

کتاب ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں دنیا کی حقیقت'' یہ حضرت والا کی ترتیب کے اعتبار سے دوسری تصنیف ہے، اس سے قبل آپ معارف مثنوی تحریر فرماچکے تھے، اس کتاب کے سببِ تالیف کے بارے میں خود حضرت والا نے کتاب کے آغاز میں لکھا ہے کہ: ''عبدِ ضعیف محمد اختر عفا اللہ عنہ عرض کرتا ہے کہ حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب بلند شہری مدظلہ العالیٰ، استادِ حدیث، دارالعلوم کراچی نے تالیف معارف مثنوی سے احقر کو فارغ ہونے کے بعد فرمایا کہ اب احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے تالیف کا سلسلہ شروع کرو۔ احقر مولانا موصوف کے اس کرم کا ممنون ہے کہ ان کے ارشادات کے بعد ہی قلب میں توفیقِ باری تعالیٰ سے داعیہ تالیف عطا ہوا اور مولانا موصوف مدظلہ کی برکت سے حق تعالیٰ شانہٗ نے دل میں یہ بات ڈالی کہ دنیا کی محبت ہی آخرت سے غفلت کا اور تمام معاصی کا اصل سبب ہے، اس لئے مشکوٰۃ شریف سے کتاب الرقاق کے انتخاب پر مشتمل مجموعہ سے آغاز مناسب رہے گا۔ احادیثِ شریفہ کی تشریحات میں زیادہ تر مظاہرِ حق سے جو نہایت مستند شرح مشکوٰۃ شریف ہے کام لیا گیا ہے۔ حق تعالیٰ اپنی رحمت سے اس کتاب کو قبول و نافع فرماویں اور احقر کے لئے اور مولانا موصوف اور دیگر معاونین و ناشرین کے لئے صدقہ جاریہ فرمائیں۔ آمین 'رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّآ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَالصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

العارض محمد اختر عفا اللہ عنہ۔ (۴ جی۔۱/۱۲۔ ناظم آباد، کراچی نمبر ۱۸، پاکستان)

کتاب ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں دنیا کی حقیقت'' کے لئے بشارتِ عظمیٰ

احقر راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ آج سے تقریباً ۳۵ سال پہلے مرشدی و مولائی عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے حضرت مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم نے (جو اس وقت طالب علم تھے) ایک خواب دیکھا تھا جس کی اطلاع حضرت والا نے اپنے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کو بذریعہ خط کی تھی۔ وہ خط اور حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کا جواب برکت کے لئے نقل کیا جاتا ہے۔

حضرت والا کے خط سے اقتباس

خواب: غلام زادہ عزیزم محمد مظہر میاں سلمہ نے آخر شب میں خود کو اور اس ناکارہ کو اور عشرت جمیل سلمہ کو اور ایک ملازم دواخانہ محمد آزاد سلمہٗ کو جو اس ناکارہ سے بیعت بھی ہیں، دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہم چاروں اشخاص کو ایک پہاڑی کی طرف لے گئے اور وہ مٹی کی ہے۔ وہاں ہم چاروں امتی کو حکم فرمایا کہ اس کو کھودو۔ کھودنے پر شیشہ کے بڑے بڑے مرتبان ظاہر ہوئے اور ان میں ہرن وغیرہ کی کھالوں پر لکھے ہوئے احادیث کے مسودات تھے۔ پھر اس ناکارہ نے عشرت جمیل کو حکم دیا ان احادیث کو لکھ لو۔ انہوں نے عربی میں لکھا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس ناکارہ سے ارشاد فرمایا کہ اِن سے (اَشَارَ اِلَیْہِ) (عشرت جمیل سے) لکھایا کرو۔ اس کے بعد آنکھ کھل گئی۔

(تحریر کردہ محمد اختر عفا اللہ عنہ)

محی السنۃ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جواب

''عزیزم مظہر سلمہ کا خواب بہت مبارک ہے رائی اور مرئی حضرات کے لئے۔ سب کے لئے بشارت ہے خدمتِ دین کی۔ اللہ تعالیٰ اس کی توفیق باحسنِ وجوہ عطا فرمائیں۔''

والسلام۔ ابرار الحق۔ ۱۴ رجب ۱۳۸۹ھ مطابق ۱۹۶۹ء

اس خواب کی تعبیر یوں ظاہر ہوئی کہ کئی سال بعد حضرت والا نے پیشِ نظر کتاب ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نظر میں دنیا کی حقیقت'' تحریر فرمائی جو مشکوٰۃ کتاب الرقاق کی منتخب احادیث اور ان کا ترجمہ اور تشریح ہے۔ حضرت والا کے تحریر کردہ مسودہ کو احقر دوسرے کاغذ پر نقل کر کے کاتب کو دے دیتا تھا اور انگلی کٹا کر شہیدوں میں نام لکھوانے کا مصداق بننے کی کوشش کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے قبول فرما کر احقر کی مغفرت کا بہانہ بنا دیں اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی بلندیٔ درجات اور صدقۂ جاریہ کا ذریعہ بنا دیں۔ اٰمِیْنَ یَارَبَّ الْعٰلَمِیْنَ بِحُرْمَةِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالتَّسْلِیْمُ۔ یہ کتاب اہلِ علم میں بہت مقبول ہے اور تیس بتیس سال سے شائع ہو رہی ہے۔

طباعتِ جدیدہ کے متعلق چند معروضات: یہ کتاب تقریباً پینتیس سال میں متعدد بار شائع ہو چکی ہے، لیکن چند برس پہلے جب حضرت والا کا مجموعۂ کلام فیضانِ محبت شائع ہوا جس کی کتابت وطباعت وغیرہ انتہائی دیدہ زیب تھی تو اسے دیکھ کر حضرت والا نے فرمایا کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نظر میں دنیا کی حقیقت'' اس سے کہیں زیادہ شاندار طبع

ہونی چاہیے کیونکہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کلامِ مبارک کے سامنے میرے کلام کی کیا حیثیت ہے؟ غلام کا کلام تو شاندار طبع ہو اور آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کلام کی کتابت اور طباعت ویسی نہ ہو، یہ میں برداشت نہیں کرسکتا۔ پھر حضرت والا نے نئی شاندار کتابت کے لئے ڈاکٹر عبدالمقیم صاحب کو رقم بھی ادا کردی جو لاہور سے آئے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے غیب سے اس کی طباعت کا بھی انتظام فرمادیا اور الحمدللہ اتنی دیدہ زیب ہے جس کو دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں۔

کتاب ''پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیاری سنتیں'': حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے طریقِ سنت پر قائم رہنا، یہ شریعت وطریقت کی جان ہے اور اللہ تعالیٰ کا پیارا بننے کا قریب ترین راستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: قُلۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوۡنِىۡ يُحۡبِبۡكُمُ اللّٰهُ۔ (اے نبی! آپ اعلان کردیجیے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری چلن چلو، اللہ تم کو پیار کرلے گا) نبی اللہ کا ایسا پیارا ہے کہ جو اُن کی چلن چلتا ہے اللہ اس کو بھی اپنا پیارا بنالیتا ہے۔ حضرت والا کے دو شعر ہیں ؎

اگر اتباعِ سنتِ نبوی کا ہو چلن
رفتار سے پوچھے کوئی رفتار کا عالم
نقشِ قدم نبی[1] کے ہیں جنت کے راستے
اللہ[2] سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

[1] صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
[2] جل جلالہٗ

حضرت والا نے فرمایا کہ ''خانقاہ سے میرا رسالہ مفت ملتا ہے ''پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیاری سنتیں''، اس کو حاصل کرو اور اس پر عمل کرو۔ اگر مفت میں بھی نہ پیو تو کیا بات ہے۔ انگریزوں نے تو چائے مفت کی پلائی، تم نے خوب پی یہاں تک کہ اب خرید کے پیتے ہو اور میں مفت کی پلا رہا ہوں تو میری مفت والی بھی نہیں پیتے۔'' حضرت والا کی ویسے تو تمام ہی تصانیف مقبولِ عام ہیں لیکن اس کتاب کو جو امت میں قبولیت نصیب ہوئی وہ سب سے زیادہ ہے۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق یہ کتاب کروڑوں کی تعداد میں مختلف زبانوں میں ترجمہ ہوکر مختلف ملکوں میں مفت تقسیم ہوچکی ہے۔

کتاب ''معارفِ مثنوی مولانا روم'': کتاب ''معارفِ مثنوی'' حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد لکھی گئی اور صرف ایک مہینے میں لکھی گئی ہے، دیکھ کر ایسا لگتا ہے کہ اس کو لکھنے میں پتا نہیں کتنے برس لگے ہوں گے؟ حضرت والا اپنی نشست پر بیٹھے ہوئے یہ کتاب لکھتے رہتے تھے، لوگ آتے رہتے تھے، کوئی مصافحہ کررہا ہوتا تو کوئی سلام، حضرت والا سلام کا جواب دیتے اور پھر دوبارہ لکھنے میں مشغول ہوجاتے۔ جب حضرت والا عشاء کے بعد سے لکھنا شروع کرتے تو احقر خاموش بیٹھا دیکھتا رہتا تھا، احقر اُس زمانے میں رات کو گھر چلا جایا کرتا تھا، صبح جب واپس آتا تو حضرت والا لکھ رہے ہوتے تھے۔ حضرت والا مجھ سے فرماتے تھے کہ آج ساری رات لکھتے ہوگئی ہے، سویا نہیں ہوں۔ احقر

حضرت والا کے مسودے کو صاف نقل کر کے کتابت کے لئے کاتب کو دے دیتا تھا۔ احقر نے حضرت والا سے کئی دفعہ عرض کیا کہ یہ جو مثنوی شریف کے اشعار کی الہامی شرح حضرت والا نے تحریر فرمائی ہے خود مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کے ذہن میں بھی نہیں آئی ہوگی۔ اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ میرا بھی یہی گمان ہے لیکن سب حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ ہی کا فیض ہے۔

جب معارف مثنوی چھپی تھی تو جنوبی افریقہ کے مولانا مفتی حسین بھیات صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے، جو اُس وقت نیوٹاؤن کے طالب علم تھے، معارفِ مثنوی حضرت علامہ یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کو پیش کی اور بتایا کہ یہ کس کی تالیف ہے۔ مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اچھا! میں دیکھتا تھا کہ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک نوجوان رہتا تھا، پرانی سی لنگی اور بوسیدہ سا کرتا پہنے ہوئے اشرفی تیل اور معجون بنایا کرتا تھا، میں سمجھتا تھا کہ یہ حضرت کا خادم نہیں بلکہ نوکر ہے اور فرمایا کہ مجھے نہیں معلوم تھا کہ یہ اتنے بڑے عالم ہیں اور معارفِ مثنوی پر جو تقریظ لکھی اس میں لکھا کہ ''مولانا حکیم محمد اختر صاحب کی تالیفِ لطیف معارفِ مثنوی پڑھ کر مجھ کو موصوف سے اتنی عقیدت ہوئی جس کا میں تصور بھی نہیں کرسکتا تھا۔'' ایک بار حضرت والا اپنے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ حضرت مولانا یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تشریف لے گئے اور مولانا کو معارفِ مثنوی خود پیش کی جس کے آخر میں حضرت والا کی فارسی مثنوی بھی ہے تو حضرت والا کی فارسی مثنوی کے چند اشعار پڑھ کر مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: لَا فَرْقَ بَیْنَکَ وَبَیْنَ مَوْلَانَا رُوْمٍ یعنی آپ کے اور مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں کوئی فرق نہیں۔

حضرت والا نے ایک مرتبہ اپنی مثنوی کی سند یوں بتائی تھی کہ ''میں نے مثنوی پڑھی حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے اور حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے حکیم الامت مجدد الملت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے اور حکیم الامت نے پڑھی شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے اور حاجی صاحب نے پڑھی حافظ عبدالرزاق صاحب بانسوی رحمۃ اللہ علیہ سے جو حافظِ مثنوی تھے اور یہ حافظ عبدالرزاق صاحب خاص شاگرد ہیں مفتی الٰہی بخش کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ خاتمِ مثنوی کے۔ یہ میری مثنوی کی سند ہے۔ اتنی قریبی سند بھی کم لوگوں کو حاصل ہوگی۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس کا دل چاہے کہ اپنے سینے میں اللہ کی محبت کی آگ لگالے تو اس کو چاہیے مثنوی مولانا روم پڑھے۔ چونکہ وہ فارسی میں ہے اس لئے اس کی شرح پڑھے۔ حضرت حکیم الامت کی شرح ''کلیدِ مثنوی'' میں بھی ایسے الفاظ ہیں جو صرف علماء ہی سمجھ سکتے ہیں۔ مثنوی شریف اللہ تعالیٰ کی محبت کی آگ لگانے کے لئے زبردست کتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بزرگوں کی دعاؤں کی برکت سے میرے ہاتھ سے مثنوی مولانا روم کی شرح لکھوادی، جس پر اکابر نے اپنے تاثرات اور تصدیقات بھی لکھی ہیں جن میں حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولانا یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ شامل ہیں۔''

معارفِ مثنوی پڑھ کر ایران کے شہر زاہدان کے ایک بہت بڑے عالم نے تحریر فرمایا:

''ہر کہ مثنوی اختر را بخواند اُو را مثنوی مولانا روم پندارد، حقا کہ مولانا حکیم محمد اختر صاحب رومیٔ عصر اند''

(ترجمہ: جو بھی مثنوی اختر کو پڑھتا ہے اس کو مثنوی مولانا روم سمجھتا ہے۔ بے شک مولانا حکیم محمد اختر صاحب اس زمانے کے رومی ہیں۔)

معارفِ مثنوی مولانا روم کے لئے بشارتِ عظمیٰ

جناب حافظ ڈاکٹر محمد ایوب صاحب ہارٹ اسپیشلسٹ نے آج سے کافی عرصہ پہلے ۱۹۷۶ء میں خواب دیکھا کہ خواب میں ان کو مسجدِ نبوی میں حاضری نصیب ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محراب اور منبر کے درمیان معارفِ مثنوی تصنیف کردہ مرشدنا و مولانا عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مشاہدہ کیا کہ معارفِ مثنوی محراب اور منبر شریف کے درمیان کسی چیز پر رکھی ہوئی ہے۔

کتاب ''درسِ مثنوی مولانا روم'': رمضان المبارک ۱۴۱۸ھ مطابق جنوری ۱۹۹۸ء میں مرشدی و مولائی عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سفرِ عمرہ کا نظم بوجوہ ملتوی ہوا۔ اس خبر کے عام ہوتے ہی حضرت والا کی خدمت میں رمضان المبارک گذارنے کے لئے مختلف ممالک سے حضرت والا کے متعلقین اجازت لے کر آنے لگے اور شعبان کے وسط تک ہندوستان، بنگلہ دیش، جنوبی افریقہ، کینیا، برطانیہ، اور امریکہ وغیرہ کے کئی علماء و دیگر حضرات تشریف لے آئے۔ یہ حضرات، حضرت والا کے درسِ مثنوی کے مشتاق تھے چنانچہ ان کی خواہش پر باوجود ضعف کے حضرت والا نے وسطِ شعبان سے آخر عشرۂ رمضان تک تقریباً روزانہ مثنوی شریف کا درس دیا جو الہامی علوم و معارف کے ساتھ عشق و محبت کی آگ لئے ہوئے آشوب و چرخ و زلزلہ کا مصداق تھا کیونکہ یہ درسِ محبت بزبانِ محبت تھا جس میں مولانا روم کے سینہ کی آتشِ عشق اور حضرت والا کی آتشِ عشق باہم مل کر شرابِ محبتِ الٰہیہ دو آتشہ ہو گئی جیسا کہ مولانا منصور صاحب مدظلہ نے کہا ہے ؎

نشہ بڑھتا ہے شرابیں جو شرابوں میں ملیں

چنانچہ ایک ایک لفظ عشق و محبت و کیف و مستی میں ڈوبا ہوا ہے جس سے علماء وجد میں آ گئے اور مست و سرشار ہو گئے۔ حضرت والا کے ایک ہاتھ میں اگر تصوف کے اسرارِ عشق و مستی ہوتے تھے تو دوسرے ہاتھ میں قرآن و سنت کے دلائلِ علمی جو علماء محققین، راسخین فی العلم کے لئے باعثِ کیف و وجد اور منکرین کے لئے دعوتِ فکر و تدبر تھے۔ الحمد للہ! حضرت والا اقدس اللہ سرہ نے تصوف کو قرآن و حدیث کے علوم و معارف سے ایسا مدلل فرمایا کہ اس الزام کی کوئی

گنجائش نہیں رہی کہ تصوف وطریقت قرآن وسنت کے خلاف ہے۔

مثنوی کا یہ درس جس میں عشق ومحبت کی آگ بھری ہوئی ہے، جس کے ایک ایک لفظ میں آتشِ عشق کی برقی رو دوڑتی ہوئی محسوس ہوتی ہے، ایسی تند وتیز شرابِ عشق لیکن جامِ سنت وشریعت میں محصور ہے، کیا مجال کہ عشق ومستی حدودِشریعت سے باہر قدم رکھ دے۔ حضرت والا فرماتے تھے کہ تصوف تمام تر سنت وشریعت ہے اور وہ تصوف، تصوف ہی نہیں جو قرآن وسنت کے خلاف ہو اور جو عشق حدودِ شریعت کو توڑ دے اس قابل ہے کہ اس عشق ہی کو توڑ دیا جائے چنانچہ یہ درسِ مثنوی مولانا روم اپنی نوع کا انوکھا درس ہے جس میں مثنوی کے اشعار کی تشریح عشق ومستی کی تیز والی شرابِ دوآتشہ کے ساتھ قرآن وحدیث کے علوم ومعارف سے مؤیّد ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ مثنوی مولانا روم قرآنِ پاک واحادیث مبارکہ کی بے مثل عاشقانہ توضیح وتشریح ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کی زبانِ مبارک سے اس درس میں مثنوی کی جو تشریح کرائی ہے وہ اپنی مثال آپ ہے اور شاید ہی اس نوع کی کوئی شرح موجود ہو۔ یہ صرف مثنوی کے اشعار کی لفظی تشریح نہیں ہے بلکہ اس میں تصوف وسلوک کے مسائل کا قرآن پاک وحدیث شریف سے استنباط بھی ہے، سالکین کی باطنی پریشانیوں اور روح کے امراض کا علاج بھی ہے اور اشعارِ مثنوی کی الہامی اور نادر تشریحات بھی ہیں۔ غرض کہ ہر درس ایک مکمل وعظ اور علوم ومعارف کا گنجینہ، راہِ سلوک میں آنے والے پیچ وخم کا بہترین راہبر اور مشعلِ راہ ہے جس سے مثنوی کی ہمہ گیری اور عمق وجامعیت کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

حضرت والا کی تشریحات وہ آگ ہے جو امت کے اولیاء اخص الخواص میں خال خال کو عطا ہوئی اور اس کے شاہد اور ثبوت اولاً حضرت والا کے حالاتِ رفیعہ اور آپ کا دردِ عشق اور نسبتِ خاصہ مع اللہ کے آثار ہیں جو اظہر من الشّمس ہیں اور ثانیاً حضرت والا کی تقریر وتحریر حضرت والا کے منفرد اور بے مثل دردِ عشق اور آتش محبت کی غماز ہے۔

در سخن مخفی منم چوں بوئے گل در برگِ گل

ہر کہ دیدن میل دارد در سخن بیند مرا

ترجمہ: میں اپنے کلام میں اس طرح پوشیدہ ہوں جیسے پھول کی خوشبو پھول کی پنکھڑیوں میں مخفی ہے۔ پس جو شخص دیکھنا چاہے مجھے میرے کلام میں دیکھ لے۔

درسِ مثنوی مولانا روم کے لئے بشارتِ عظمیٰ

سید ثروت حسین صاحب عارفی (پڑپوتے مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوری رحمۃ اللہ علیہ) نے خواب دیکھا کہ حضرت مرشدی ومولائی عارف باللہ مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حجرہ میں زمین پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف فرما ہیں اور

آپ کے دائیں طرف مرشدی حضرت مولانا شاہ محمد اختر صاحب بیٹھے ہوئے ہیں اور حضرت والا کے دائیں طرف خواب دیکھنے والے سید ثروت حسین ہیں، سامنے حضرت والا کی تالیف درسِ مثنوی مولانا روم المارى میں رکھی ہوئی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے سید ثروت حسین سے فرمایا کہ درسِ مثنوی بہت اچھی کتاب ہے، تم یہی پڑھا کرو۔

کتاب ''روح کی بیماریاں اوران کا علاج'': اس کتاب کے بارے میں **خود حضرت والا نے فرمایا کہ** اگر پندرہ برس کے جوانوں کو یا جوان ہونے سے پہلے یہ کتاب پڑھا دی جائے تو ان شاءاللہ! ان کی جوانیاں ضائع نہیں ہوں گی۔ اس کتاب میں اللہ تعالیٰ نے ایسے ایسے قصے اور نصیحتیں میرے ہاتھوں سے جمع کروادیے ہیں کہ حُسن کے ڈاکو ان کی جوانیوں کو تباہ اور لوٹ نہیں سکتے۔ میرے دوستوں نے اس کتاب کی افادیت اور جوانی کی حفاظت کے لئے اس کتاب کو نہایت مفید پایا۔ اس لئے مشورہ دیتا ہوں اگر آپ اپنے بچوں کی جوانیوں کو فتنوں سے بچانا چاہتے ہیں تو آپ میری لکھی ہوئی کتاب ''روح کی بیماریاں اوران کا علاج'' ان کو پڑھوادیں۔

ایک صاحب مشرقِ وسطیٰ میں رہتے ہیں، کسی صورت کے عشق میں مبتلا ہوگئے، چھ مہینے سے نیند بھی نہیں آئی تھی۔ ان کو یہی کتاب ''روح کی بیماریاں اوران کا علاج'' کسی دوست نے دے دی۔ اس کتاب کو پڑھ کر انہوں نے عمل شروع کردیا تو ان کو ایسا سکون ملا کہ نیند بھی آنے لگی، تب انہوں نے حضرت والا کو آپ ہی کا ایک شعر لکھ کے بھیجا حالانکہ ان کی حضرت سے کوئی جان پہچان نہیں تھی، کتاب کے ذریعے سے ہوئی۔ انہوں نے لکھا کہ میں نے آپ کی کتاب کا مطالعہ کیا، میں دوزخ سے نکل کر گویا جنت میں داخل ہوگیا اور سکون کی زندگی پا گیا، پھر یہ شعر لکھا؎

آتی نہیں تھی نیند مجھے اضطراب سے
تیرے کرم نے گود میں لے کے سلا دیا

ایک عورت شرعی پردہ نہ کرنے کی وجہ سے دیور کے عشق میں مبتلا ہوگئی، اس کے شوہر کا بھائی بہت حسین تھا، گھر میں شرعی پردہ نہیں تھا۔ مکہ شریف میں حضرت ہردوئی کے پاس اس کے شوہر کا خط آیا کہ میری بیوی میرے بھائی سے محبت کرنے لگی ہے اور رو رہی ہے کہ مجھے کوئی تعویذ پلاؤ، اب تم مجھے اچھے نہیں لگتے، بہت پریشان ہے، دیور کو دیکھتے دیکھتے اس سے عشق ہوگیا، پانچوں وقت کی نماز پڑھتی ہے مگر اس کا عشق دل سے نہیں جاتا۔ تو حضرت نے لکھا کہ اختر کی لکھی ہوئی کتاب ''روح کی بیماریاں اوران کا علاج'' روزانہ پڑھ کر سناؤ، اس نے بھی عمل کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے حرام عشق سے توبہ نصیب کی۔ حضرت والا فرماتے تھے کہ اس موقع پر میرے مزہ کو نہ پوچھو کہ مجھے کتنی خوشی ہوئی کہ میرے شیخ نے اپنے غلام کی کتاب کو پڑھنے کے لئے لکھا اور اس کتاب میں میری کیا بات ہے سب میرے بزرگوں کی باتیں ہیں، بزرگوں کے ارشادات اِدھر اُدھر سے جمع کردیئے ہیں۔

ملفوظات حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ ،معیتِ الٰہیہ، معرفتِ الٰہیہ، براہینِ قاطعہ

کتاب ’’براہینِ قاطعہ اورقرآن پاک سے شراب کے حرام ہونے کا ثبوت‘‘: حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے افادات اور ملفوظات پر مشتمل اس مجموعہ میں توحید، رسالت اور قیامت پر عجیب دلائل اور شراب کے حرام ہونے کا ثبوت قرآن پاک سے بیان کیا گیا ہے۔

کتاب ’’معرفتِ الٰہیہ‘‘: یہ کتاب دراصل حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی ۱۶ سال کی مختلف مجالس کے ارشادات و تقاریر کا مجموعہ ہے جو حضرت والا قلمبند فرمالیا کرتے تھے۔ یہ علوم وارشادات بعض تو درسِ بخاری شریف کے وقت ہوئے، بعض بصورتِ جلسہ وخطابِ عام ہوئے، بعض علوم درسِ مثنوی مولائے روم کے وقت ارشاد ہوئے اور بعض علوم و معارف اُس وقت کے ہیں جب حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ تنہا تلاوت وذکر میں مشغول ہوتے تھے اوراچانک ارشاد فرماتے کہ حکیم اختر! حضرت عرض کرتے جی حضرت! ارشاد فرماتے کہ اس آیت کے متعلق یا اس حدیث کے متعلق حق تعالیٰ نے علمِ عظیم عطا فرمایا ہے۔ پھر فرماتے کہ اس نعمتِ علم کو لکھ لو۔ اکثر جب کسی واردِ علمیہ کی تقریر فرماتے تو ارشاد فرماتے کہ یہ نعمتِ علم ایسی نعمت ہے کہ ہفت اقلیم کی دولت اس کے سامنے ہیچ ہے، اور فرماتے کہ حضرت والا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ سب فیض ہے۔ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ان علومِ عظیمہ کو حضرت والا قلمبند کر کے جب سناتے تو بہت مسرور ہوتے اور بعض احباب سے غائبانہ فرماتے کہ حکیم اختر ہمارے علومِ غامضہ کو بھی خوب سمجھ لیتے ہیں اور پھر اس کو باحسنِ طریق قلمبند بھی کر لیتے ہیں۔ ایک بار حضرت مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ (صدر دار العلوم کراچی) نے حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ حضرت! حکیم اختر کو ماشاء اللہ حق تعالیٰ نے تحریرِ مضامین کا خوب سلیقہ عطا فرمایا ہے تو حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ہمارے حضرت والا کی طرف رخ فرما کر ارشاد فرمایا کہ خبردار! تم اپنا کوئی کمال مت سمجھنا (یہ علاجِ نفس کے لئے) پھر تنہائی میں حضرت سے ارشاد فرمایا کہ یہ استاد کا فیض ہوتا ہے، اپنی طرف نسبت کبھی نہ کرنی چاہیے۔ اور ایک مرتبہ یہ بھی فرمایا کہ ’’تاثیر کیوں نہ ہوگی، ہم نے ان کو رگڑا بھی بہت ہے۔‘‘ بیک وقت فنا وبقا کا درس شیخ نے دے دیا۔

کراچی میں حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے انہیں ۱۶ سالہ مسودات اور مجموعۂ علوم و معارف کو ترتیب دینے سے سب سے پہلی کتاب ’’معیت الٰہیہ‘‘ تیار ہوئی، پھر تین ماہ مسلسل ’’معرفت الٰہیہ‘‘ کی ترتیب ہوتی رہی۔ حضرت والا ہر روز اولاً چار رکعت نفل ادا کرتے، پھر سجدہ میں رو کر دعا کرتے کہ اے اللہ! حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے علوم کو باحسنِ طریق میرے قلم سے جمع فرمادیجئے، بفضلہٖ تعالیٰ پانچ صفحات یومیہ ہوجاتے۔ یہ نام معرفت الٰہیہ بھی ہمارے حضرت والا ہی کا تحریر کردہ ہے جس کو حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے بہت پسند فرمایا۔ معرفت الٰہیہ کی تحریر کے وقت حضرت والا کو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ آپ کے قلب میں الفاظ اور ترتیب القاء فرما رہے ہیں

اورآپ لکھتے جا رہے ہیں، اکثر و بیشتر مضامین کے تاثر سے حضرت والا پر لکھتے لکھتے گریہ طاری ہو جاتا، پھر دل کو سنبھال کر قلم اٹھاتے۔ معرفت الٰہیہ کے جب تین سو صفحات ہو چکے اور حضرت والا کا ارادہ ہوا کہ اب یہ کتاب پریس کے حوالے کردوں، اسی شب میں خواب میں دیکھا کہ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میری کتاب معرفت الٰہیہ چار سو صفحات کی ہے۔ حضرت والا نے اس اشارۂ غیبی کے بعد اور مضامین مسودات سے تلاش کر کے لکھنا شروع کئے حتیٰ کہ بفضلہٖ تعالیٰ یہ کتاب مکمل ہوگئی۔

حضرت مولانا ابرارالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب معرفت الٰہیہ کو جب دیکھا تو ارشاد فرمایا کہ سولہ سال کے متفرق مضامین (علوم و معارف) کا اس طرح مربوط تحریر ہو جانا یہ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت ہے۔ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جب یہ کتاب معرفت الٰہیہ اول اول طبع ہوکر بذریعہ ڈاک پہنچی تو حضرت اس وقت ہردوئی میں قیام فرماتے تھے، فوراً مولانا ابرارالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بلایا اور اس کتاب کو ہاتھ میں لیکر رونے لگے اور دیر تک غلبۂ تشکر کا حال طاری رہا، بار بار فرماتے کہ اے اللہ یہ آپ کا کرم ہے جو اتنا بڑا کام مجھ سے لے لیا۔

اس کتاب میں اللہ تعالیٰ نے ایسے ایسے مضامین عطا فرمائے کہ بڑے بڑے علماء فرماتے ہیں کہ معرفتِ الٰہیہ اور معارفِ مثنوی ہم ہر وقت اپنے سرہانے رکھتے ہیں۔ دارالعلوم کراچی کے بانی اور حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے معرفتِ الٰہیہ کے لئے فرمایا کہ جب میں نے معرفتِ الٰہیہ پڑھی تو اس کے سامنے بڑی بڑی کتابیں پھیکی پڑ گئیں۔

حضرت والا فرماتے تھے کہ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی زبانِ مبارک سے جو بات بھی نکلتی تھی، میں دل و جان اور کان حضرت کے ارشادات کی طرف لگا دیتا کہ کوئی مضمون اور کوئی لفظ چھوٹ نہ جائے۔ حضرت والا سے احقر نے کئی بار خود سنا اور ترجمۃ المصنف میں بھی حضرت نے تحریر فرمایا ہے کہ ''احقر حضرت مرشد کے ارشاد کو قلمبند کر کے جب سناتا تو ارشاد فرماتے'' ماشاء اللہ'' اور بہت مسرور ہوتے، ایک بار میرے ایک پیر بھائی سے فرمایا کہ'' اختر میرے غامض اور دقیق مضامین کو خوب سمجھ لیتا ہے اور انہیں محفوظ کر لیتا ہے، ماشاء اللہ دین کی فہم ہے''۔

مجموعۂ ملفوظات: خزائن شریعت و طریقت، خزائن معرفت و محبت، کشکولِ معرفت، باتیں ان کی یاد رہیں گی

کتاب ''خزائن معرفت و محبت'': تقریباً ۴۴ سال پہلے ۱۳۸۹ھ مطابق ۱۹۶۹ء میں جب احقر پہلی بار حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت والا حسبِ عادتِ شریفہ ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی محبت کی گفتگو اور اپنے ارشادات سے مشرف فرماتے تو احقر کیف و وجد میں ڈوب جاتا کہ ایسے ارشادات نہ کبھی کانوں نے سنے تھے نہ کتابوں میں پڑھے تھے۔ اس وقت احقر کے پاس نہ ٹیپ ریکارڈر تھا، نہ قوی حافظہ تھا، نہ علمی استعداد تھی جب موقع ملتا تو

اپنی یادداشت سے ان ملفوظات کو نوٹ کرلیتا، بعض دفعہ دو دو تین تین دن کے بعد نوٹ کرتا۔ اب اتفاقاً ایک دن وہ پرانا رجسٹر اٹھا کر دیکھا تو احقر کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ یہ عظیم الشان مضامین جو قرآن وحدیث کے الہامی علوم کے ساتھ تصوف وسلوک کی روح اور محبت ومعرفت کے بیش بہا خزانے ہیں نہ جانے کس طرح اس ناکارہ سے قلم بند ہوگئے۔ کیونکہ احقر خود کو جانتا تھا کہ نہ احقر کے پاس اتنا قوی حافظہ تھا، نہ علم تھا، نہ کوئی صلاحیت، بے ساختہ دل نے گواہی دی کہ یہ صرف اور صرف حضرت والا کی کرامت کا ظہور ہوا ہے جو یہ مضامین ایک بندۂ ناکارہ کے ذریعہ ضبط ہوگئے۔

کتاب ''کشکولِ معرفت'': حضرت والا کے اپنے جمع کردہ معارف وملفوظاتِ اکابر کا عجیب وغریب مجموعہ

کتاب ''فیضانِ محبت'': حضرت والا کے کلامِ محبت ومعرفت کا مجموعہ ہے جس کے زیادہ تر اشعار تین سال (۱۹۹۳ء تا ۱۹۹۵ء) کے مختصر عرصہ میں ہوئے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ: احقر کا مجموعۂ کلام بعنوان ''فیضانِ محبت'' جس کے تقریباً نوے فیصد اشعار میری زندگی کے ٦٦ سال کے بعد اچانک قلب کی آہ وفغاں کے ساتھ زبانِ ترجمانِ دردِ دل سے نمودار ہوئے۔ اور بعض راتوں میں بے ساختہ آنکھ کھل گئی اور نیند غائب ہوگئی اور بغیر محنت وکاوشِ دماغی محض عطائے رحمتِ حق تعالیٰ شانہٗ سے یہ اشعار موزوں ہوگئے جو درحقیقت اس مضمون کے حقیقی ترجمان ہیں ؎

دیکھ کے اپنے ضعف کو اور قصور بندگی ۔ آہ وفغاں کا آسرا لیتی ہے جانِ ناتواں

اسی طرح ایک موقع پر فرمایا کہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں ہر جماعت کے ساتھ رونا شروع کردیتا ہوں، اچھے لوگوں کے پاس روتا ہوں تاکہ ان کی اور ترقی ہوجائے اور برے لوگوں کے پاس بھی بیٹھتا ہوں تاکہ ان کی حالت درست ہوجائے۔ (روتے ہوئے فرمایا) مجھے یہ شعر وشاعری مقصود نہیں ہے۔ ہم نے جال لگایا ہے کہ ہر قسم کے بندے اس میں آکر دردِ دل سیکھ لیں، شعر وشاعری مقصود نہیں۔ مقصود یہ ہے کہ شعر سننے کی لالچ میں اچھے برے سب لوگ آجائیں۔ جس کی قسمت میں ہو وہ اللہ کی یاد میں لگ جائے۔ آج اس خانقاہ میں بیس برس ہوگئے، میں ہمیشہ شعر وشاعری نہیں کرتا تھا۔ ۱۹۹۳ء میں شعر کہنا شروع کئے اور ۱۹۹۴ء میں سب ختم ہوگئے۔ کئی ہزار اشعار کہے اور ''فیضانِ محبت'' کے نام سے مجموعہ بھی چھپ گیا۔ ان اشعار میں سے اکثر آدھی رات کے بعد کے ہیں، میرا اللہ مجھے اٹھا دیتا تھا، میں سو نہیں سکتا تھا۔ بس آج راز ظاہر کردیا۔ یہ سب تماشہ جو کررہا ہوں، اس کا مقصد کیا ہے؟ جس کے مقدر میں ہوگا وہ اللہ کا ہوجائے گا۔ یہ طریقہ پچھلے بزرگوں کا ہے، آٹھ سو برس پہلے بابا فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ یہ حضرات شعر پڑھ کر شکار کرتے تھے۔ (مورخہ ۲۲ اور ۲۳ دسمبر ۲۰۰۰ء)

احقر جامع عرض کرتا ہے کہ حضرت والا کا کلام نہ گل وبلبل کے قصے ہیں نہ شراب ومعشوقانِ فانی کی لچر داستانیں، بلکہ حسنِ فانی وعشقِ مجازی وبدنظری کے خلاف اعلانِ جہاد ہے کیونکہ اس دورِ عریانی وفحاشی میں اللہ تعالیٰ کے راستہ کا

سب سے بڑا حجاب اور سب سے بڑا الٰہ باطل یہی حسنِ فانی ہے جس میں عوام کا تو ذکر ہی کیا، بہت سے سالکانِ طریق اس سے کما حقہ اجتناب و احتیاط نہ کرنے کے سبب باوجود ذکر و اشغال کے منزلِ قربِ حق اور نسبتِ خاصہ سے محروم ہیں بلکہ نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ مثلاً بدنگاہی اور حسنِ فانی سے لذت کشی کو گناہ بھی نہیں سمجھتے۔ اس روحانی کینسر کے معالجہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کو خاص توفیق بخشی کہ حضرت کی مجلس ہو یا وعظ یا اشعار، اس مرض کے مہلکات پر تنبیہ اور اس کے معالجات ایسے دل نشین عنوانات و لطیف تعبیرات سے فرماتے تھے کہ عشقِ مجازی کی دلدل میں غرق ہزاروں مریض شفا پا گئے۔

حضرت والا کے اشعار میں حسنِ فانی کی ناپائیداری و لچریت اور اس پر تمنّائے جاں نثاری کے حماقت ہونے اور اس سے کنارہ کش ہو کر واصل باللہ ہونے کے عنوات و تعبیرات و ترغیبات کا حیرت انگیز اظہار ہوتا ہے جس کی مثال احقر کے گمان میں پوری دنیائے شاعری پیش کرنے سے قاصر ہے کیونکہ دنیاوی شعراء تو ان مضامین کو سوچ بھی نہیں سکتے کہ ان کی پروازِ تخیل تو حُسن کے ظاہری نقش و نگار تک محدود ہے جب کہ حضرت والا کا کلام ان نقش و نگار کا پوسٹ مارٹم کر کے اس کی گندگی و خباثت و فنائیت کو ظاہر کر دیتا ہے۔ غیر اللہ کی نفی کر کے حضرت والا اپنے قلب کی آتشِ عشق اور دردِ دل کے کیف و مستی سے طالب کے دل کو حق تعالیٰ شانہٗ کے لئے بے قرار کر دیتے تھے۔ حضرت والا کے اشعار کا ایک ایک لفظ اللہ تعالیٰ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے لبریز اور حضرت والا کے دردِ دل کا عکاس ہوتا ہے۔ اپنے دردِ محبت کی عظیم دولت جو حق تعالیٰ نے حضرت والا کے قلب کو عطا فرمائی اس کی کچھ نشان دہی حضرت والا کے کلام میں ہو جاتی ہے ؎

اصغرؔ سے ملے لیکن اصغرؔ کو نہیں دیکھا
سنتے ہیں کہ کچھ کچھ وہ شعروں میں نمایاں ہے (اصغر گونڈوی رحمۃ اللہ علیہ)

احقر میر عرض کرتا ہے کہ قلوب کو مجاز سے حقیقت کی طرف منتقل کرنا کوئی آسان کام نہیں بلکہ انتہائی مشکل ہے جس کے لئے حضرت والا عشقِ مجازی کے ظاہری الفاظ کے آبگینے استعمال کر کے ان میں آتشِ عشقِ حقیقی بھر دیتے ہیں اور انداز نہایت لذیذ، دلنشین و لطیف ہے جس کی ایک مثال پیش ہے کیونکہ یہ موقع کلامِ طویل کا نہیں، ملاحظہ فرمائیے ؎

نہ وہ سوز ہے نہ وہ ساز ہے یہ عجب فریبِ مجاز ہے
سرِ نازِ حُسن بھی خم ہوا نہ اب عشق وقفِ نیاز ہے
گیا حُسن یوں بتِ ناز کا کہ نشاں بھی باقی نہیں رہا
پڑھو دوستو مرے عشق پر کہ جنازہ کی یہ نماز ہے

اہل اللہ کا کلام ان کے دردِ دل کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے کلام میں ایسی تاثیر ہوتی ہے جو اہلِ ظاہر کو نصیب نہیں ہوسکتی کیونکہ ان کے پاس وہ دل نہیں جو اہل اللہ کے سینوں میں ہے اور اہل اللہ کا مقصد الفاظ کی جادوگری اور لغت و تعبیر کی بازی گری نہیں ہوتا بلکہ لغت والفاظ محض وسائل ہوتے ہیں جن سے ان کی آتشِ عشق اور دردِ دل کی ترجمانی ہوجائے اور وہ دردسینوں میں منتقل ہوجائے اور لوگ اللہ تعالیٰ کے عشق سے سرشار ہوجائیں ۔

اب عشق میں ان کی خاطر ہم آنکھوں سے لہو برسائیں گے
جب دل سے انہیں ہم چاہیں گے وہ خود ہی کرم فرمائیں گے
آتا ہے مجھے نالوں میں مزہ، اے زاہدِ ناداں طنز نہ کر
جب عشق ہے ان کا دل میں مرے پھر کیوں نہ مجھے تڑپائیں گے
جائیں گی کبھی آہیں دل کی، بالائے فلک تا عرشِ بریں
یہ دردِ محبت کے نالے کچھ رنگ تو اپنا لائیں گے
جب شمع محبت دل میں لئے محفل میں ہو کوئی صاحبِ ضو
پھر عشقِ خدا کے پروانے خود اُڑ کے وہاں آجائیں گے
تم لاش کو میری غسل نہ دو، بس خون میں لتھڑی رہنے دو
کل خونِ شہادت میں لتھڑا یہ جسم انہیں دکھلائیں گے
اخترؔ کو جو تو نے دولتِ غم بخشی ہے بفیضِ پیر ہدیٰ
امید ہے تجھ سے بارِ خدا اس درد کا درماں پائیں گے

حضرت والا کے یہ اشعار تقریباً ۲۳ برس کی عمر کے ہیں جس وقت حضرت شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ حیات تھے۔ حضرت والا، حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کو جب یہ اشعار سنایا کرتے تھے تو حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ پر گریہ کی کیفیت طاری ہوجاتی تھی ۔

بلبل کو نہ تو کر اے ناداں پابندِ سکوت و خاموشی
جب اس کو چمن یاد آئے گا نالے بھی لبوں تک آئیں گے

یہی وہ شعر ہے جس کے لئے حضرت والا فرماتے تھے کہ میرے شیخ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوجاتے تھے اور رونے لگتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے مرید کو کیا درد عطا فرمایا تھا جو شیخ کو بھی رلا دیتا تھا۔ اس پر حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ یہ شعر پڑھتے تھے ۔

وہ چشمِ ناز بھی نظر آتی ہے آج نم
اب تیرا کیا خیال ہے اے انتہائے غم

کتاب ''آئینۂ محبت'': حضرت والا کے کلامِ محبت و معرفت کا دوسرا مجموعہ ہے، اس مجموعے کے پہلے حصے میں حسبِ سابق آتشِ عشقِ حقیقی کو مہمیز لگانے والے اشعار ہیں، دوسرا حصہ حضرت والا کی اردو مثنوی کا ہے جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے چرواہے کا قصہ نیز سلطان ابراہیم ابن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کی آدھی رات میں سلطنت کو راہِ حق میں خیر باد کہہ دینے کی روداد حضرت والا نے دلدوز انداز میں بیان فرمائی ہے، نیز پیر چنگی کا قصہ بھی عجیب وغریب کیف و مستی کا حامل ہے۔ اس کے علاوہ مزید کئی مثنویاں شامل ہیں جس کے مطالعہ کے بعد ہی اس کی افادیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

تیسرا حصہ باب المزاح سے موسوم ہے۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے یہ حصہ حضرتِ اقدس کے ادبی ذوق کی لطافت کا آئینہ دار ہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کو ایسی خوش طبعی وخوش مزاجی عطا فرمائی تھی کہ جو ایک مرتبہ حضرت والا کی مجلس میں آتا تھا حضرت کی بلندیٔ اخلاق وسادگی بے تکلفی ومحبت سے حضرت کا گرویدہ ہوکر بے اختیار پکار اٹھتا تھا۔

جن سے مل کر زندگی سے عشق ہوجائے وہ لوگ
آپ نے دیکھے نہ ہوں شاید مگر ایسے بھی ہیں

حضرتِ اقدس کے مزاح میں بھی اصلاح ہوتی تھی، مزاح کے انداز میں بڑے حقائق اور نفس کی اصلاح اور حسن وعشق کی فنائیت اس طرح بیان فرماتے تھے کہ دل فانی لذتوں سے سرد ہوجاتا تھا۔ چوتھے اور آخری حصے میں حضرتِ اقدس کے حکم سے راقم الحروف بندۂ ناچیز کے اشعار شامل ہیں جو اول تا آخر فیضِ مرشدِ کامل کا آئینہ دار ہیں۔ اکثر اشعار حضرتِ اقدس کی محبت میں قلب پر وارد ہوئے اور جب سپردِ قلم کرکے محبوب مرشد کی سماعتوں کی نذر کئے گئے تو دربارِ شاہِ سخن سے ایسی حوصلہ افزائی ہوئی کہ راقم شرمسار ہوگیا۔

ایک مرتبہ اپنا ہردوئی کا ایک قصہ سناتے ہوئے حضرت والا نے فرمایا کہ جب میں ہردوئی گیا ہوا تھا تو وہاں کے دو شاعر آئے۔ انہوں نے سنا کہ پاکستان سے کوئی آیا ہوا ہے، وہ لوگ بھی اپنی اپنی غزلیں لے کر آئے۔ میں نے سوچا کہ یہ لوگ گُل اور بلبل میں میرا وقت خراب کریں گے، کسی کے چہرے اور ڈیزائن کو اپنے اشعار میں پیش کریں گے، میری زندگی کے اوقات ضائع ہوں گے جبکہ میں یہاں دین کے لئے آیا ہوں، لہٰذا میرے دل میں ایک بات آئی کہ میں انہیں اپنا ایک شعر سنادوں تاکہ یہ اپنی غزل کی حقیقت سمجھ جائیں۔ میں نے ان دونوں شاعروں سے عرض کیا کہ آپ اس فقیر کا شعر سن لیجیے، پھر اگر آپ کا دل چاہے تو غزل سنا دیجئے گا۔ کہنے لگے کہ اچھی بات ہے، پہلے آپ سنائیے۔ میں نے کہا کہ آپ لوگوں کی غزل کا حاصل چہرے اور آنکھیں ہیں، لیکن میرا ایک شعر ہے۔

ان کے عارض کو لغت میں دیکھو ۔ کہیں مطلب نہ عارضی نکلے

یہ شعر جب میں نے ڈاکٹر عبدالحیٔ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ڈپٹی علی سجاد صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم زُلف تھے اور ڈاکٹر صاحب کے خسر تھے، یہ دونوں بزرگوں کو سنایا تو دونوں جھوم گئے، کہنے لگے کہ زبردست شعر ہے۔ اس شعر کو سن کر اُن دونوں شاعروں نے کہا کہ جناب! ہم اپنی غزل جیب میں رکھتے ہیں، آپ نے تو ہمارا پوسٹ مارٹم کر دیا، اب ہمارے پاس کچھ نہیں ہے، ہمارا سارا کھیل تو مٹی پر ہے۔ اللہ والے بازی لے گئے، جنہوں نے زمین پر رہتے ہوئے اللہ سے رابطہ قائم کر لیا، مٹی کے کھلونوں میں اپنی زندگی ضائع نہیں کی۔''

کتاب ''آفتابِ نسبت مع اللہ'': یہ کتاب ۱۹۹۸ء میں ہونے والے حضرت والا کے جنوبی افریقہ کے آٹھویں سفر کے ارشادات کا مجموعہ ہے۔ حضرت والا کا یہ سفر نامۂ جنوبی افریقہ اور دوسرے سفر نامے ان ملکوں اور شہروں وغیرہ کے حالات اور جغرافیائی معلومات وغیرہ پر مشتمل نہیں ہوتے بلکہ یہ حضرت والا کے دورانِ سفر مختلف مقامات پر ہونے والے نصائح، ملفوظات اور بیانات پر مشتمل ہوتے ہیں جو دلوں میں عشقِ حقیقی کی آگ لگا دیتے ہیں۔ احقر نے جب حضرتِ اقدس کا پہلا سفر نامہ لکھنا شروع کیا اسی وقت حضرت والا نے فرمادیا تھا کہ میرے سفر نامہ میں دنیا کے حالات اور جغرافیائی معلومات وغیرہ نہ لکھنا بلکہ مجھ سے جو اللہ کی محبت کی باتیں سنتے ہو وہی تحریر کرنا لہٰذا ہمیشہ احقر دورانِ سفر مختلف مقامات پر ہونے والے حضرت والا کے ارشادات کو حضرت والا کی برکت سے محفوظ کرتا رہا، پھر سفر سے واپسی پر ان کی اشاعت کے لئے ان پر کام شروع کر دیتا۔ اس کتاب کے بارے میں ذی علم بزرگوں کی رائے ہے کہ یہ حضرت والا کے علوم و معارف کا انسائیکلو پیڈیا (احاطہ کئے ہوئے) ہے۔

کتاب ''تربیت عاشقانِ خدا۔ ۳ جلد'': اطلاعِ حالات و اتباعِ تجویزات راہِ سلوک میں مسترشدین و طالبین کا شیوہ رہا ہے کہ اصلاح کے باب میں یہ شیخ کا ایک اہم حق، سالکین کی اصلاح کا ذریعہ اور اولیاء امت کا طریق ہے۔ کسی نے محبی و محبوبی مرشدی و مولائی عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ اتباع و انقیاد میں کیا فرق ہے؟ تو ارشاد فرمایا کہ اتباع نام ہے ظاہر کی اطاعت و فرماں برداری کا کہ شیخ کے ہر حکم کو بجالائے، اصلاح کے باب میں اس کے ہر مشورہ کا خود کو پابند کر دے اور انقیاد نام ہے باطن کی تسلیم و تفویض و تصدیق کا کہ قلباً بھی اس کی تشخیص و تجویز کا پابند رہے اور اس میں اپنی رائے کو مطلق دخل نہ دے۔

یہ کتاب روح کی بیماریوں کے علاج کا بے مثل ذخیرہ ہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت والا سے یہ عظیم الشان کام لیا۔ حضرت والا نے بے شمار خطوط کے جوابات ارقام فرمائے جن میں جملہ امراضِ روحانی کے علاوہ خصوصاً اس دور کے مہلک مرض بدنظری و عشقِ مجازی کی تباہ کاریوں کے ایسے نادر اور بے مثل علاج مرقوم ہیں جن کی مثال تاریخِ تصوف

میں نہیں ملتی۔ بدنظری و عشقِ مجازی کا مہلک مرض اس دور میں جس شدت سے ظاہر ہوا ہے غالباً اتنی شدت سے پہلے کبھی نہ ہوا تھا کیونکہ غضِ بصر کا شعبہ نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا حتیٰ کہ لوگ بدنظری کو گناہ ہی نہیں سمجھتے تھے۔ حضرت والا سے اللہ تعالیٰ نے یہ عظیم الشان کام لیا اور اس کے نقصانات اور تباہ کاریوں کو امت پر ظاہر کر دیا۔

کتاب ''بدنظری کے چودہ نقصانات'': جس عالم نے سعودی اوقاف سے اس کتاب کے چھاپنے کی اجازت دی، انہوں نے بہت تعریف کی اور کہا کہ اس کتاب کو ہر نوجوان تک پہنچانا چاہیے۔

کتاب ''قومیت وصوبائیت زبان ورنگ کے تعصب کی اصلاح'': اس وقت ساری دنیا میں غیر مسلموں کی طرح ''قومیت وصوبائیت اور رنگ وزبان'' کو بنیاد بنا کر مسلمان بھی آپس میں اختلافات اور انتشار کا شکار ہیں جو کہ قرآن وحدیث کی تعلیمات کے بالکل منافی ہے۔ اس فتنہ کی اصلاح کے لئے حضرت والا کی مختلف کتابوں سے اس فتنہ کے بارے میں ملفوظات کو منتخب کر کے ایک مختصر رسالہ ''قومیت وصوبائیت اور زبان ورنگ کے تعصب کی اصلاح'' شائع کیا گیا۔ آج کل کے حالات کے پیشِ نظر اس رسالہ کو زیادہ سے زیادہ شائع کر کے لوگوں تک پہنچائیں تا کہ تعصب اور نفرت دور ہو اور آپس میں محبت پیدا ہو۔

ان کا جو فرض ہے وہ اہلِ سیاست جانیں ۔ میرا پیغامِ محبت ہے جہاں تک پہنچے

(سعودی اوقاف سے اس کو چھاپنے کی اجازت دینے والے افسر نے کہا کہ یہ اتنی ضروری کتاب ہے، اب تک کسی کا بھی اس طرف دھیان نہیں گیا تھا۔)

کتاب ''فغانِ رومی'': یہ کتاب فغانِ رومی مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کے مناجاتیہ اشعار کی درد بھری شرح ہے جو حضرت والا نے فرمائی ہے۔ یہ خالی لفظی شرح نہیں ہے بلکہ حضرت والا کی وہ آتشِ دردِ دل ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت کو خاص فرمایا۔ حضرت والا سراپا محبت تھے، عشق کا سمندر تھے، نہ جانے کتنے دریائے محبت حضرتِ اقدس کے سینۂ مبارک میں موجزن تھے لیکن ہم جیسے کور باطن اس کا کیا ادراک کر سکتے تھے۔ مناجاتِ رومی کے اس درس کا اکثر حصہ ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۹۹۱ء میں ری یونین سے حاضر ہونے والے حضرت والا سے منسلک بعض علماء اور دیگر حضرات کی درخواست پر دیا گیا۔ یہ حضرات تقریباً آٹھ ماہ تک خانقاہ میں مقیم رہے اس لئے وقتاً فوقتاً درس ہوتا رہا۔ اس کے بعد بقیہ حصہ ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۹۹۳ء میں مکمل ہوا جب یہ حضرات ری یونین سے دوبارہ خانقاہ آئے۔ حضرت والا کے بعض مضامینِ جدیدہ وعلومِ نافعہ اور اشعار وغیرہ مضمون کی مناسبت کی وجہ سے شامل کئے گئے جو دورانِ درس بیان نہ ہوئے تھے۔ بعض جگہ تو اس کی نشان دہی کر دی گئی کہ یہ مضمون بعد کا ہے لیکن بعض مقامات پر اس کا اظہار نہیں کیا جا سکا کیونکہ مقصود نفع رسانی ہے نہ کہ تاریخی ریکارڈ کی درستگی۔ اس کتاب کے مطالعہ سے ان شاء اللہ تعالیٰ

صرف دعا مانگنے کا طریقہ ہی نہیں آئے گا بلکہ دل میں اللہ کی محبت کی آگ بھی لگ جائے گی۔

سفر نامے: پردیس میں تذکرۂ وطن (جنوبی افریقہ ۲۰۰۴ء)، ارشاداتِ درددل (جنوبی افریقہ ۲۰۰۲ء)، سفر نامہ لاہور، سفر نامہ رنگون وڈھاکہ، سفر نامہ حرمین شریفین (۱۹۹۹ء)، الطافِ ربانی (قونیہ۔ترکی ۱۹۹۶ء)، فیوضِ ربانی (حرمین شریفین ۱۹۹۷ء)، افضالِ ربانی (جنوبی افریقہ۔ماریشس ۱۹۹۸ء)، معارف ربانی (ری یونین ۱۹۹۳ء)

متفرق موضوعات: معارفِ شمس تبریز، مجالسِ ابرار، انعامات ربانی، عطاء ربانی، صدائے غیب، نوائے غیب، حقوقِ شیخ اور آداب، اصلاحِ اخلاق، حرمین شریفین میں حاضری کے آداب، تسہیل قواعد النحو، ایک منٹ کا مدرسہ

حضرت والا کے بعض مواعظ کی منفرد خصوصیات

مواعظ حسنہ نمبر ۱؛ استغفار کے ثمرات: ۲ محرم الحرام ۱۴۰۸ھ مطابق ۲۶ اگست ۱۹۸۷ء بروز بدھ، بعد نماز مغرب مدینہ منورہ میں جبلِ احد کے دامن میں حضرت والا کا درد انگیز اور ایمان افروز بیان ہوا جس میں بعض اکابر علماء بھی موجود تھے اور اشکبار تھے۔

مواعظ حسنہ نمبر ۲؛ فضائلِ توبہ: یہ بیان ۹ ذی الحجہ ۱۴۰۷ھ مطابق ۱۳ اگست ۱۹۸۷ء بروز دوشنبہ بمقام میدانِ عرفات بوقت گیارہ بجے دن وقوفِ عرفات کے موقع پر ہوا۔

مواعظ حسنہ نمبر ۳؛ تعلق مع اللہ: حضرت مولانا مسعود شمیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہتمم مدرسہ صولتیہ، مکہ مکرمہ کی فرمائش پر ۲۵ محرم الحرام ۱۴۰۱ھ یوم جمعہ بعد نماز عصر تا مغرب حضرت والا کا درسِ مثنوی شریف جو مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ میں ہوا، جس میں اللہ تعالیٰ کی محبتِ اشد اور اس کے حاصل ہونے کے طریقے قرآن وحدیث اور مثنوی کے حوالوں کے ساتھ نہایت موثر انداز میں بیان ہوئے ہیں جن کو پڑھ کر دل اللہ کی محبت سے لبریز ہو جاتا ہے۔

مواعظ حسنہ نمبر ۴؛ علاج الغضب: غصہ کے موضوع پر تین مختلف بیانات کا نہایت عجیب وغریب نافع مضامین کا مجموعہ اور غصہ کی بیماری کی اصلاح کے لئے ایک نسخۂ کیمیا۔

مواعظ حسنہ نمبر ۵؛ علاجِ کبر: تکبر کے موضوع پر حضرت والا کے چار مواعظ کا مجموعہ جو تکبر کی اصلاح کے لئے نہایت عجیب اور کیمیا اثر ہے، جس میں قرآن وحدیث کی روشنی میں اور بزرگوں کے واقعات کے ساتھ اس مرض کا علاج نہایت موثر اور دلنشین انداز میں بیان فرمایا گیا ہے۔ موضوع اگرچہ سنگین تھا لیکن حضرت والا کے دردِ دل، سوز وگداز اور کیفیتِ عشقیہ نے جو حضرت والا کے کلام کا خاصہ ہے اس کو نہایت اثر انگیز کر دیا تھا۔

مواعظ اختر نمبر ۷۵؛ ریا کی حقیقت اور اس کا علاج: ریا جیسی خطرناک روحانی بیماری کسے کہتے ہیں؟ اس کی کیا حقیقت ہے؟ اور اس کا کیا علاج ہے؟ اس وعظ میں بہت سہل انداز میں حضرت والا نے اس موضوع کا احاطہ فرمایا ہے۔

مواعظ حسنہ نمبر ۶؛ تسلیم و رضا۔ مواعظ حسنہ نمبر ۳۴؛ صبر اور مقام صدیقین۔ رسالہ تلقین صبر جمیل: کسی کے انتقال پر تعزیتی کلمات اور گھر والوں کی تسلی کے مضامین پر مشتمل مواعظ، جو غمزدہ وشکستہ دلوں کے لئے ایک مرہم وتسکین ہیں اور یوں محسوس ہوتا ہے، جیسے کسی نے آگ پر پانی ڈال دیا اور سامعین اپنے تمام غموں کو بھول کر اللہ کی محبت سے مست اور تسلیم ورضا کی کیفیت سے سرشار ہوجاتے ہیں۔

مواعظ حسنہ نمبر ۷؛ خوشگوار ازدواجی زندگی۔ مواعظ حسنہ نمبر ۸؛ حقوق النساء۔ مواعظ حسنہ نمبر ۶۳؛ حقوق الرجال: میاں بیوی کے حقوق اور باہمی معاشرت، مخلوقِ خدا پر رحم اور ان کو ایذا نہ پہنچانا اور بیویوں کے ساتھ حسن سلوک کے بارے میں نہایت اثر انگیز اور قرآن وحدیث سے مدلل بیانات۔ والدین کو مشورہ ہے کہ اپنے بیٹا، بیٹی کے نکاح کے موقع پر یہ رسالے ان کو ہدیہ دے دیا کریں۔ اس میں پرلطف وپرسکون گھریلو زندگی کی ضمانت ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

مواعظ حسنہ نمبر ۹؛ بدگمانی اور اس کا علاج۔ مواعظ اختر نمبر ۶۵؛ اہل اللہ سے بدگمانی کا وبال: آج کل ایک طبقہ امت میں ایسا پیدا ہوگیا ہے خصوصاً جدید تعلیم یافتہ لوگوں میں جو اسلام کے نام نہاد مفکرین اور خودساختہ مفسرین اور تجدد پسند مصنفین کا گمراہ کن لٹریچر پڑھ کر سچے اہل اللہ وخدام دین اور علماء ربانیین سے متنفر وبدگمان ہے جس کی وجہ سے ان کے فیوض وبرکات سے محروم ہوکر دین کے آبِ صاف یعنی دین کی حقیقت سے ناآشنا ومحروم ہے۔ پیشِ نظر وعظ کے مطالعہ سے ان شاء اللہ تعالیٰ بدگمانی کے مرض سے نجات اور اہل اللہ سے حسنِ ظن اور محبت پیدا ہوگی۔

مواعظ حسنہ نمبر ۱۰؛ منازلِ سلوک۔ مواعظ اختر نمبر ۷۷؛ راہِ سلوک کی منزلیں اور ادب کا مقام: ان مواعظ میں حضرت والا نے تصوف کے بعض مسائل اور اہم مقاماتِ سلوک کو قرآن پاک کی آیات سے ایسا مدلل فرمایا ہے کہ جس سے علماء بہت محظوظ ہوئے کیونکہ آج کل بعض اہلِ ظاہر تصوف کو شریعت اور سنت سے علیحدہ کوئی چیز قرار دیتے ہیں، اس لئے حضرت والا تصوف کو قرآن اور حدیث سے مدلل کرکے پیش فرماتے تھے جس سے تصوف کے بارے میں غلط فہمی رکھنے والے بہت سے حضرات کو ہدایت ہوگئی۔

مواعظ حسنہ نمبر ۱۱؛ تجلیاتِ جذب: یہ حضرت والا کا وہ عظیم الشان وعظ ہے جو حضرت والا نے مسجدِ اشرف گلشنِ اقبال کی محراب سے سالکینِ طریق کے ہفتہ واری اجتماع میں مسلسل چار جمعہ بیان فرمایا۔ حضرت والا نے اس وعظ میں قرآن پاک کی آیت ''اَللّٰہُ یَجۡتَبِیۡۤ اِلَیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ'' سے حق تعالیٰ کی صفتِ جذب کی تفسیر وتشریح فرماتے ہوئے ان بندوں کے حالات بیان فرمائے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے جذب فرمایا، ان میں سے بعض ایسے بھی تھے جو اللہ تعالیٰ سے بالکل غافل اور دور تھے کہ اچانک ان پر صفتِ جذب کا ظہور ہوا اور وہ ولی اللہ ہوگئے۔ جو اس وعظ کو پڑھے گا خواہ کتنا ہی غافل اور گناہگار، مایوس وپسماندہ ومردہ دل ہو ان شاء اللہ تعالیٰ رگ رگ میں حق تعالیٰ کی رحمت سے امیدوں کی ایک

حیاتِ تازہ محسوس کرے گا، اس وعظ کے ایک ایک لفظ میں جذبِ حق کی ایک برقی رَو دوڑتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔

مواعظ حسنہ نمبر ۴۸؛ تحفہ ماہ رمضان۔ مواعظ اختر نمبر ۵۵؛ روزہ اور ترک معصیت: روزے کی فرضیت کا مقصد حصولِ تقویٰ منصوص ہے اور صحبتِ اہل اللہ کا ذریعۂ حصولِ تقویٰ ہونا بھی منصوص ہے لہٰذا رمضان المبارک میں تقویٰ یعنی اللہ کی ولایت حاصل کرنے کے لئے صحبتِ اہل اللہ کی اہمیت کو حضرتِ اقدس نے اپنے منفرد عاشقانہ و عالمانہ انداز میں بیان فرمایا ہے اور رمضان المبارک میں تقویٰ سے رہنے کی برکات اور دو خاص روحانی بیماریوں سے بچنے کا اہتمام اور اس مبارک مہینے میں نفس کو مغلوب کرنے کے حکیمانہ طریقے ایسے دلنشیں انداز میں بیان فرمائے کہ روزوں کا شوق اور رمضان المبارک میں تقویٰ کے اہتمام کی تڑپ پیدا ہو جاتی ہے۔

مواعظ حسنہ نمبر ۵۸؛ اصلی پیری مریدی کیا ہے؟: حضرت والا نے اس وعظ میں بتایا ہے کہ اصلی پیری مریدی کیا ہے؟ اور یہ کہ پیری مریدی جو بدنام ہوئی وہ جعلی پیروں کی وجہ سے ہوئی ہے جنہوں نے اپنے حلوے مانڈے کے لئے چند وظیفے بتا دیے، مگر اپنے متعلقین کو تقویٰ نہیں سکھایا۔ ایسے پیروں کے مرید ساری عمر کچا کباب رہے، اور بعضوں کے پیر سچے اللہ والے تھے، وہ اپنے مریدوں کو اللہ کے راستہ پر اخلاص اور دردِ دل کے ساتھ چلانے کی کوشش کرتے رہے لیکن ان کے بعض مریدوں نے ان کی بات نہیں مانی تو وہ بھی کچا کباب رہے یعنی تعلق مع اللہ علیٰ سطح الولایت کی خوشبو اُن کے باطن میں نہ پیدا ہو سکی۔ لہٰذا پیر بنانے کے لائق کون لوگ ہیں؟ اور ان سے کما حقہ نفع باطنی اٹھانے کے لئے مرید کو کیا کام کرنے چاہئیں؟ یہ سب کچھ اس وعظ میں پڑھنے کو ملے گا۔

بعض بے وقوف لوگ پیری مریدی کو چکر سمجھتے ہیں لیکن حضرت والا فرماتے تھے کہ ہم نے پیری مریدی کے ہی راستے سے سب کچھ پایا ہے تو جو اسے چکر سمجھتے ہیں ہمیں بھی ان کے چکر نہیں لگانے، ہمارے چکر لگانے والے بہت سے ہیں، اللہ کا شکر ہے کہ اگر دیوانہ صحیح معنی میں اللہ کی طرف متوجہ ہو جائے تو ؎

خلق پسِ دیوانہ و دیوانہ بہ کارے

تو ایک مخلوق ضرور اس کے پیچھے پیچھے ہوگی اور دیوانہ اپنے کام یعنی اللہ کی یاد میں لگا ہوگا مگر اخلاص ہو، صحیح سمت ہو۔

مواعظ اختر نمبر ۱؛ شادی بیاہ کی رسومات کی اصلاح: جیسا کہ نام سے ظاہر ہے، اس وعظ میں حضرت والا نے مروجہ رسومِ شادی، بیاہ، منگنی، مایوں، مہندی، بارات، لڑکی والوں کا کھانا، گانا باجا، مووی، عورتوں مردوں کا اختلاط، شادی ہال، بے جا اسراف غرض شاید ہی کوئی گوشہ چھوڑا ہو جسے اپنے درد بھرے انداز میں قرآن وسنت کے طریقے سے نہ سمجھایا ہو۔

مواعظ اختر نمبر ۲؛ دینی خدام اور عام آدمی کے غموں کی تسلی: اس بیان میں زندگی کے مختلف مواقع پر پیش آنے والے غموں پر عجیب پرسوز انداز میں تسلی دے کر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا امیدوار بنایا گیا ہے۔

مواعظ حسنہ نمبر ۶۲؛ ثبوتِ قیامت اور اس کے دلائل۔ مواعظ اختر نمبر ۸۱؛ تخلیقِ انسانی اور دلیلِ قیامت: قیامت کے قائم ہونے پر حضرت شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی عجیب الہامی تقریر اور حضرت والا کا اپنا دردِ دل ان بیانات میں قاری کے دل کو دنیا سے ہٹا کر آخرت کی طرف لو لگانے پر مجبور کر دیتا ہے۔

مواعظ حسنہ نمبر ۱۰۹؛ اسلامی مملکت کی قدر و قیمت۔ پاکستان کی اسلامی مملکت کی قدر کرنے اور ناشکری سے بچانے والا بہت درد بھرا بیان ہے۔

مواعظ اختر نمبر ۸۰؛ عظیم الشان منزل کا عظیم الشان رہبر: شیخ اور صحبتِ شیخ کی اہمیت، اس کی عظمت اور راہِ سلوک کے متعلقات کے ادب پر پھولپور کی مسجد اور خانقاہ و مدرسے میں کئے گئے تین بیانات کا مجموعہ۔ حضرت والا کے مدرسہ بیت العلوم میں استاذِ محترم بھی اس بیان میں موجود تھے اور اشکبار تھے۔

مواعظ حسنہ نمبر ۵۲؛ تقریر ختم قرآن مجید و بخاری شریف۔ مواعظ حسنہ نمبر ۷۴؛ علم اور علماء کرام کی عظمت۔ مواعظ اختر نمبر ۷۶؛ علمِ دین کی برکت اور فضیلت: علمِ دین کی فضیلت، اس کی برکتیں، اہلِ علم کی عظمتوں اور ان کے مناقب اور فضائل پر عجیب و غریب بیانات۔

مواعظ حسنہ نمبر ۴۹؛ عظمتِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ مواعظ حسنہ نمبر ۷۳؛ آدابِ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ مواعظ حسنہ نمبر ۸۷؛ عظمتِ صحابہ رضی اللہ عنہم۔ مواعظ اختر نمبر ۶۶؛ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں کی شان۔: سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور عظمت، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشق کے آداب، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمتوں پر بیانات۔

مواعظ حسنہ نمبر ۷۹؛ بے پردگی کی تباہ کاریاں۔ مواعظ اختر نمبر ۳۶؛ پردہ۔ عورت کی عزت کا ضامن۔ مواعظ حسنہ نمبر ۱۰۸؛ ہم جنس پرستی کی تباہ کاریاں اور ان کا علاج۔ مواعظ اختر نمبر ۲۹؛ عشقِ مجازی کا اضطراب اور اس کا علاج۔ مواعظ اختر نمبر ۴۰؛ انجامِ عشقِ مجازی۔ رسالہ بدنظری کے چودہ نقصانات۔ رسالہ حسن پرستی و عشقِ مجازی کی تباہ کاریاں اور ان کا علاج: موجودہ دور کے سب سے بڑے فتنے بدنظری، بے پردگی، ہم جنس پرستی، فحاشی اور عریانی کے موضوع پر انتہائی مفید اور نافع مواعظ و ملفوظات۔

مواعظ اختر نمبر ۶؛ گنہگاروں کے لئے مژدۂ جاں فزاء۔ مواعظ اختر نمبر ۷۴؛ رحمتِ رب العالمین۔ مواعظ حسنہ نمبر ۱۰۰؛ گناہوں سے بچنے کا راستہ۔ مواعظ حسنہ نمبر ۱۰۵؛ لذتِ اعترافِ قصور: جو گنہگار اپنے گناہوں پر نادم ہو اور آئندہ اللہ تعالیٰ کو راضی کر کے اپنی دنیا اور آخرت کی زندگی میں چین و سکون کا خواہش مند ہو اس کے لئے ان بیانات میں زبردست امید اور ہمت افزاء مضامین ہیں۔ پہلے بیان میں خود حضرت والا کی زبانِ مبارک سے یہ الفاظ نکل گئے کہ آج میرے شیخ شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی روح متوجہ معلوم ہوتی ہے۔

جب کہتی ہے اللہ زباں ایسا لگے ہے — جس وقت تری یاد میں مشغول ہوا ہوں
کرتی ہے ذکر ساتھ مرے ساری کائنات — گر جاتی ہے نظروں سے مری ساری کائنات

حضرت والا نور اللہ مرقدہ

ذکر اللہ کے بارے میں حضرت والا کا اہم الہامی ملفوظ

مومن کا ذکر اللہ، وکالۃً تمام کائنات کا ذکر ہے

تمام کائنات کی خدمات انسان کی تربیت میں مصروف ہیں۔ پس جب مومن اللہ کہتا ہے تو تمام کائنات کی طرف سے بھی وکالۃً اللہ کہتا ہے اور جب لا الٰہ الا اللہ کہتا ہے تو گویا تمام کائنات کی طرف سے کہتا ہے کہ کیونکہ اس کی تربیت میں زمین وآسمان، چاند وسورج، پانی اور ہوا، سمندر اور پہاڑ، غرض پوری کائنات کی خدمات شامل ہیں۔

آب و باد و مہ و خورشید و فلک در کارند
تا تو نانے بکف آری و بہ غفلت نخوری

(پانی اور ہوا، خورشید وقمر، زمین وآسمان، سب تیری خدمت میں مصروف ہیں تاکہ روٹی کا لقمہ جب تو ہاتھ میں لے تو اسے غفلت سے نہ کھائے) پس جب مومن نے اللہ کہا تو ارض وفلک نے، شمس وقمر نے، بر وبحر نے، شجر وحجر نے، چرند وپرند، صحرا وسمندر، سیارہ ونجوم، سب نے اللہ کہا کیونکہ اس کی پرورش میں من حیثِ نوعِ انسانی سب شریک ہیں۔ اس سے صوفیاء کے اس مراقبہ کی حقیقت بھی معلوم ہوتی ہے کہ جب اللہ کہو تو تصور کرو کہ میرے ہر بُنِ مو سے اور کائنات کے ذرہ ذرہ سے اللہ نکلا، انسان نے جب اللہ کہا تو تمام کائنات نے اللہ کہا کیونکہ اس کی طاقت میں تمام کائنات کی خدمات شامل ہیں۔

نیز اس حدیث شریف کا مطلب بھی واضح ہوجاتا ہے کہ جب تک روئے زمین پر ایک بھی اللہ اللہ کہنے والا ہوگا قیامت نہ آئے گی کیونکہ اس کی وکالت سے تمام کائنات ذاکر ہے اور جب کوئی اللہ کہنے والا نہ رہا تو اب تمام کائنات گویا غیر ذاکر ہوگئی اور مقصدِ کائنات باقی نہ رہا۔ جب ذکرِ جانِ حیات جانِ کائنات نہ رہا تو کائنات کی موت لازمی ہوگئی، اس لئے سب درہم برہم اور فنا کردی جائے گی۔

چھبیسواں باب

اکابرینِ امت کے ارشادات

برائے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

اکابرینِ اُمت کے ارشادات برائے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ۔ شیخِ اول

(۱)۔حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اختر میرے ساتھ ایسا چپٹا رہتا ہے جیسے دودھ پیتا بچہ اپنی ماں کے ساتھ چپٹا رہتا ہے۔(۲)۔لاہور سے حضرت والا کے پیر بھائی حضرت صوفی غلام سرور صاحب نے کراچی پیغام بھجوایا کہ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ آپ کو بہت یاد فرمارہے ہیں اور بہت بے چینی سے آپ کے منتظر ہیں۔(۳)۔حضرت مرشد پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے آخر وقت میں ارشاد فرمایا تھا کہ اختر! میں تمہیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں اور تم مجھے اللہ کے سپرد کردو۔(۴)۔حضرت والا نے حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے وصال سے چند ایام قبل دریافت کیا کہ حضرت! آپ مجھ سے خوش ہیں؟ فرمایا بہت خوش ہوں۔عرض کیا آپ میرے لئے دین کی دولت کے حصول کی دعا فرمادیں۔ارشاد فرمایا کہ یہ دولت تو آپ کو حاصل ہوگئی ہے۔پھر عرض کیا کہ حضرت یہ بھی دعا فرمادیجئے کہ حق تعالیٰ اس ناکارہ سے دین کا خوب کام اپنی مرضی کے مطابق لے لیں۔بس یہ سنتے ہی دونوں ہاتھ اٹھادیئے اور حضرت والا کی والدہ صاحبہ (اپنی اہلیہ محترمہ) سے فرمایا تم آمین کہو۔(۵)۔جب حضرت شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کا آخری وقت تھا، اس وقت حضرت والا نے حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا: حضرت! آپ کے علاوہ میرا کسی سے دل نہیں ملتا، میں آپ کے بعد کسی اور سے تعلق کیسے کروں گا؟ اس پر حضرت شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''میرے بعد تمہیں کسی سے تعلق قائم کرنے کی ضرورت بھی نہیں ہے (یعنی تمہاری اصلاح کامل ہوچکی ہے۔)

حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ۔ شیخِ ثانی

احقر راقم الحروف اپنے شیخ عارف باللہ مرشدنا ومولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ دو مرتبہ ہردوئی حاضر ہوا ہے، چشم دید دیکھا کہ حضرت والا کی آمد سے حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ انتہائی خوش ہوتے تھے۔ وہاں کے اساتذہ نے مجھے بتایا کہ حکیم صاحب کے آنے کا حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ ایسا اہتمام فرماتے ہیں جیسے کوئی اپنے شیخ کی آمد پر کرتا ہے، حضرت والا کے ہمراہ جب احقر ہردوئی حاضر ہوا تو اگلے دن حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ نے احقر کو طلب فرمایا اور دو لفافے عنایت فرمائے، ایک میں حضرت والا کے لئے اور دوسرے میں احقر کے لئے تحفہ تھا۔پھر احقر سے دریافت فرمایا کہ کھانے میں حکیم صاحب کی کیا مرغوبات ہیں؟ ناشتہ میں کیا تناول کرتے ہیں اور دوپہر کے کھانے میں اور رات کے کھانے میں کیا معمول ہے؟ کون سی چیز مرغوب ہے؟ اور کون سی نہیں۔

احقر بتاتا جاتا تھا اور حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ اپنے دستِ مبارک سے لکھتے جاتے تھے، پھر اس کی فہرست بنوا کر مطبخ میں بھجوادی کہ اس کے مطابق حضرت والا کا کھانا تیار کیا جائے۔ حضرت والا کی آمد پر پورے مدرسے کے کمروں کی صفائی ستھرائی اپنی نگرانی میں کرواتے، ہندوستان بھر میں احباب کو حضرت والا کی آمد سے مطلع کرتے۔ حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خاص متعلق نے بتایا کہ ایک بار حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ قیامت کے دن اگر اللہ مجھ سے پوچھے گا کہ میرے لئے کیا لائے ہو؟ تو میں حکیم اختر صاحب کو پیش کردوں گا۔

حضرت والا کے پیر بھائی ولی محمد صاحب نے بتایا کہ حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ اشرف المدارس ہردوئی میں روزانہ صبح کے اجتماع میں بعد تلاوت تمام طلبا و اساتذہ ہمارے حضرت عارف باللہ مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نام لے کر ان کی کامل صحت کے لئے دعا کرتے تھے۔

(۱)۔حضرت والا کے ماضی کے مجاہدات پر آپ کے شیخ مولانا شاہ ابرارالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی گواہی کافی ہے جو انہوں نے اپنے بھائی اسرارالحق سے حیدرآباد سندھ میں فرمایا کہ پہلے زمانے میں مریدین اپنے شیخ کی خدمت کس طرح کیا کرتے تھے، جو میں نے کتابوں میں پڑھا تھا وہ میں نے اختر میں دیکھ لیا۔(۲) جب حضرت والا ۱۹۷۶ء میں ہردوئی حاضر ہوئے تو مولانا ابرارالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کشمیر، لکھنؤ، کلکتہ، اڑیسہ ہر جگہ خط بھیجا کہ پاکستان سے مولانا حکیم محمد اختر صاحب آئے ہوئے ہیں لہٰذا آپ لوگ ہردوئی آجائیں، مجلسیں ہو رہی ہیں اور بہت فائدہ ہو رہا ہے۔ حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے بڑے لوگوں کو ہردوئی میں جمع کیا اور حضرت والا کی وجہ سے پچاس پچاس آدمیوں کو کھانا کھلاتے تھے۔حضرت نے اپنے استاد مفتی محمود صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی بلایا اور الہ آباد سے مولانا شاہ محمد احمد پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی بلایا۔(۳)۔ایک دفعہ نواب قیصر صاحب کے گھر پر حضرت والا کی تقریر سن کر فرمایا: ''کل آپ کی تقریر نہایت اہم تھی، نہایت مفید تھی، نہایت ضروری تھی۔'' اس دن حضرت ہردوئی نے اپنے خلفاء سے فرمایا کہ تم کیا کام کرتے ہو، کام سیکھنا ہے تو مولانا حکیم اختر صاحب سے سیکھو۔(۴)۔حضرت والا نے فرمایا کہ ''حضرت مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بات لکھی ہے کہ شیخ کی زندگی میں مرید کو ترقی نہیں دی جاتی، شیخ کے انتقال کے بعد مرید پر ترقی کھلتی ہے، کیونکہ اگر شیخ کی زندگی میں مرید پر ترقی کھل جائے تو اس میں شیخ کے مقابلے میں ناز پیدا ہو جائے۔ اس لئے واقعی بات ہے کہ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ جب تک زندہ رہے، کوئی مجھے پوچھتا نہیں تھا اور میں تقریر بھی نہیں کرتا تھا۔ میں چالیس سال تک بے زبان تھا، کچھ نہیں بولتا تھا، اور اب ہماری پیرانی صاحبہ مولانا ابرارالحق صاحب کی بیوی کہتی ہیں کہ تمہاری زبان اللہ نے کھولی اور کھولی بھی تو کیسی کھولی! یہ اُن کا جملہ ہے۔''

دارالعلوم کھلنا، بنگلہ دیش میں محدثین اور علماء کی موجودگی میں حضرت والا کا بیان ہو رہا تھا۔ جو علماء حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھے تھے، حضرت نے ان سے فرمایا کہ اب میرے پاس نہیں بیٹھو، جاؤ! اختر کا بیان سنو، اب اختر تمہیں (اللہ کی محبت کی) بریانی کھلائے گا۔

(۵)۔حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ اگر اختر سے امت کو کچھ نفع نہ ہوتا تو یہ اتنا بڑا مجمع کیوں آتا؟ (۶)۔حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ نے جدہ میں حضرت سے فرمایا کہ سارے عالم میں جو آپ کو پوچھا جارہا ہے اور جو دین کا کام آپ سے لیا جارہا ہے، یہ سب حضرت شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت کا صدقہ ہے۔ (۷)۔ایک مرتبہ حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ جب اختر کو آپ سے اتنی محبت ہے کہ وہ آپ کے بغیر بے چین ہوجاتا ہے اور آپ کی باتیں بھی نوٹ کرتا ہے تو اس کا انتظام آپ ہی کے ساتھ کیوں نہ کردیا جائے۔ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور پوچھا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ فرمایا کہ ہم اس کو ہردوئی سے تنخواہ بھیجیں گے۔ایک زمانے تک حضرت ہردوئی حضرت والا کے گھر کے اخراجات کے لئے ساٹھ روپے ماہانہ ہردوئی سے بھیجا کرتے تھے جو اس زمانے میں بہت کافی ہوجاتے تھے، سب خرچہ چلتا تھا۔(۸)۔جب حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا تو حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ نے خط میں تحریر فرمایا کہ ''اختر! آج ہم لوگ یتیم ہوگئے۔'' پھر دوسرا جملہ لکھا:

''خدمتِ شیخ ابتدا تا انتہا مبارک ہو۔''

(۹)۔پاکستان کے آخری سفر میں حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ نے ایئرپورٹ پر فرمایا کہ بعض دفعہ شاگرد اپنے شیخ سے بڑھ جاتے ہیں اور ہمارے حضرت والا کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ جس طرح یہ۔(یعنی حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ۔مربی اول

(۱)۔حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میرے سر میں درد ہو رہا تھا، آپ کے بیان سے میرے سر کا درد دور ہوگیا۔(۲)۔ایک مرتبہ حضرت والا کا بیان ختم ہوا تو مولانا شاہ محمد احمد صاحب حضرت سے لپٹ گئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کسی کو دل دیتا ہے تو زبان نہیں ہوتی، کسی کو زبان دیتا ہے تو اس کے ساتھ دل نہیں ہوتا (جس کا نام لفاظی ہے) لیکن تم خدائے تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو دل بھی دیا اور زبان بھی دی، مبارک ہو! تم صاحبِ دل بھی ہو اور صاحبِ زبان بھی ہو۔(۳)۔ایک خط میں تحریر فرمایا کہ آپ کو مجھ سے جیسی محبت ہے دنیا میں مجھ سے ایسی محبت کرنے والا کوئی دوسرا نہیں۔(۴)۔کبھی حضرت پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وطن تشریف لے جاتے تو

حضرت والا آپ کی ملاقات کے لئے وہاں بھی حاضر ہوتے اور وہاں قیام بھی کرتے تو مولانا گھر سے اپنا بستر لے کر مہمان خانے میں تشریف لے آتے اور فرماتے کہ ”یہاں بڑے بڑے علماء آتے ہیں میں کسی کے لئے اپنا بستر باہر نہیں لاتا لیکن صرف آپ کے لئے گھر سے باہر آ کر سوتا ہوں۔“

(۵)۔جب حضرت پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت والا کی طرف احباب کے رجوع کی بات سنی تو بہت خوش ہوئے اور وجد آ گیا، سینہ سے لگا کر فرمایا کہ ابھی کیا دیکھتے ہو، پھر ہاتھ اٹھا کر چاروں طرف دائرہ کی طرح گھمایا اور فرمایا کہ یہ حق تعالیٰ نے بے اختیار کرا دیا، ان شاء اللہ تعالیٰ ایسا ہی ہوگا۔(اور الحمد للہ! ایسا ہی ہوا۔جامع)

(۶)۔ایک مرتبہ حضرت والا مجلس میں حاضر تھے، مجلس کے بعد جب رکشے سے واپس اپنی قیام گاہ پہنچے تو دیکھا کہ پیچھے پیچھے مولانا محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی دوسرے رکشے سے تشریف لا رہے ہیں، عرض کیا کہ حضرت! ابھی تو میں آپ کے پاس سے آ رہا ہوں، آپ فرما دیتے تو میں کچھ اور رُک جاتا۔فرمایا۔

میں آیا نہیں لایا گیا ہوں
محبت دے کے تڑپایا گیا ہوں
سمجھتا لاکھ اسرارِ محبت
نہیں سمجھا میں سمجھایا گیا ہوں

حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ۔مفتی اعظم ہند

جنوبی افریقہ میں ایک جگہ مختلف علماء اور مشائخ کا بیان تھا تو حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت فرمایا کہ کون عالم بیان کر رہے ہیں؟ جب پتا چلا کہ ہمارے حضرت والا بیان فرما رہے ہیں تو حاضرین سے فرمایا کہ یہ بہت بڑے عالم ہیں۔اسی جلسہ میں حضرت والا کے بیان کے بعد حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی بیان تھا، اس لئے حضرت والا اپنا بیان مختصر فرمانے والے تھے کہ حضرت مفتی صاحب نے اپنے حجرے سے خادم کو بھیجا کہ حضرت سے کہو کہ بیان مختصر نہ کریں، میں آپ کا بیان ہی سننے آ رہا ہوں۔

۱۹۷۶ء میں سولہ سال کے بعد حضرت والا کا سفر ہندوستان کا ہوا تو وہاں پہنچنے کی اطلاع جب حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ہوئی تو حالانکہ کلکتے میں آنکھوں کا آپریشن ہوا تھا اور ڈاکٹروں نے سفر سے منع کیا تھا مگر حضرت پھر بھی تشریف لے آئے اور فرمایا کہ یہ میرے خاص دوست ہیں، چاہے کچھ بھی ہو میں ضرور ملنے جاؤں گا۔پھر کلکتے سے اس حالت میں تشریف لائے کہ آنکھ پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔حضرت نے عرض کیا کہ آپ نے اختر پر شفقت فرمائی تو فرمایا کہ تم اختر نہیں ہو، اختر تو ستارہ ہوتا ہے، تم تو شمس ہو۔

اس وقت ہردوئی میں بڑے مشائخ اور علماء کا اجتماع تھا۔حضرت مفتی صاحب بھی موجود تھے اورحضرت پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے، بڑے بڑے علماء آئے ہوئے تھے،حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت والا سے فرمایا آج آپ کو بیان کرنا ہے۔توحضرت والا نے مفتی صاحب سے عرض کیا کہ حضرت آپ کے سامنے بیان کرنے میں تو مجھے ڈرلگ رہا ہے، آپ زحمت نہ فرمایئے، کمرے میں آرام کیجئے کیونکہ مفتی صاحب کا اتنا زبردست حافظہ ہے کہ پوری بخاری شریف جیسے ان کو زبانی یاد ہے،توحضرت مفتی صاحب نے فرمایا ''اچھا! آپ مجھے اپنے بیان سے محروم کرنا چاہتے ہیں، میں ہرگزنہیں جاؤں گا۔''

واقعات حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ۔(بزبانی حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت مفتی صاحب نے ایک مرتبہ مکہ شریف میں ایک شعر سنایا۔

وارفتۂ الفت کو الٹا نظر آتا ہے
مجنوں نظر آتی ہے لیلیٰ نظر آتا ہے

آپ لوگوں کوتو کتابیں پڑھ کر یہ واقعہ معلوم ہوا ہوگا مگر میرا تو سب براہ راست سنا ہوا ہے،ایک روایت موقوف ہوتی ہے اورایک مرفوع ہوتی ہے،میری مرفوع روایات کاتعلق براہ راست حضرت مفتی صاحب سے ہے۔ایک شعراورسنایا تھا۔

پہلے اس نے مُس کہا پھرتق کہا پھر بل کہا
اس طرح ظالم نے مستقبل کے ٹکڑے کردیے

ایک دفعہ حضرت مفتی صاحب جامع العلوم کانپور سے بیت العلوم، پھولپور تشریف لائے تو مزاحاً فرمایا کہ آپ کے شیخ شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ پہلے میرے مدرسے کے طالب علم تھے کیونکہ حضرت پھولپوری نے کانپور میں بھی پڑھا تھا۔ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کانپور کے جس محلے میں قیام ہوتا تھا حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تقریباً روزانہ وہاں تشریف لاتے، یہی ان کی بزرگی کی علامت ہے کہ اللہ والوں کی خدمت میں آیا کرتے تھے اورشاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے بڑی محبت کرتے تھے۔

جب میں حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں کانپور جاتا تھا توحضرت مفتی صاحب مجھے جلیبی کا ناشتہ کراتے تھے، اتنی شفقت ومحبت کرتے تھے۔ایک بارحضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ میرے شیخ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پھولپور تشریف لائے، ساتھ میں حضرت مفتی صاحب بھی تھے۔بستر رکھ کر مجھ سے فرمایا کہ چلو! میں تم کوکلیجی کھلا کرلے آؤں۔ہم تینوں ایک ہوٹل میں گئے، وہاں بینچ بچھی ہوئی تھی۔حضرت مفتی صاحب نے

فرمایا کہ پیر اٹھا کر بینچ کے اوپر رکھ لو تاکہ فاسقین کی مشابہت ختم ہو جائے، میں نے پیر بینچ پر اٹھا کر رکھ لئے۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ اب پلیٹ ہاتھ میں لے کر کھاؤ۔

دنیا کی بے ثباتی پر میں نے ہردوئی میں ایک شعر کہا تھا۔ میں اور حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ رکشہ پر جارہے تھے، میں نے کہا حضرت! میرا ایک شعر ہوا ہے۔ شعر سن کر مفتی صاحب نے کہا کہ اس شعر کو اپنے حضرت والا مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم کو ضرور سنانا۔ وہ شعر جسے مفتی اعظم ہند نے پسند فرمایا یہ تھا۔

یہ چمن صحرا بھی ہوگا یہ خبر بلبل کو دو
تاکہ اپنی زندگی کو سوچ کر قرباں کرے

مفتی محمود الحسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک مناظرے میں ایک مخالف نے کہا کہ مفتی صاحب! میں نے آپ کو نیچا دکھا دیا۔ حضرت نے جواب دیا: بے شک میں نے آپ کا نیچا دیکھ لیا۔ بس سارا مجمع ہنس پڑا۔ پھر اس مخالف نے کہا کہ آپ میں اور سور میں کیا فرق ہے؟ حضرت کا اسٹیج مخالف کے اسٹیج سے بیس فٹ کے فاصلہ پر تھا، حضرت جواب میں کچھ نہیں بولے کہ ہم میں اور سور میں کیا فرق ہے؟ خاموشی سے اسٹیج سے نیچے اترے اور اپنے ہاتھ سے اپنے اور مخالف کے اسٹیج کا فاصلہ ناپا جو بیس ہاتھ تھا اور پھر واپس آ گئے، مجمع حیران ہو رہا تھا کہ یہ کیسی پیمائش ہو رہی ہے، جب اپنے اسٹیج پر آ گئے تو فرمایا کہ مجھ میں اور سور میں بیس ہاتھ کا فرق ہے۔

مفتی صاحب نے فرمایا کہ جتنے مشائخ ہوتے ہیں ان سے جنات بھی مرید ہوتے ہیں، جنات بھی ولی اللہ ہوتے ہیں اور ان کو بھی پیری مریدی کا شوق ہوتا ہے مگر وہ اپنے شیخ کو بتاتے نہیں ہیں کہ میں جنات میں سے ہوں اور آپ سے مرید ہو رہا ہوں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اگر بتا دوں کہ میں جن ہوں تو میرے شیخ کو تکلیف پہنچے گی، اس لئے وہ اطلاع نہیں کرتے تاکہ میرے شیخ کو اذیت نہ پہنچے لیکن جب ان کے پیر بھائی یعنی انسان کو کوئی جن ستاتا ہے تو پھر وہ پیر بھائی ہونے کی حیثیت سے اس جن سے لڑتے ہیں کہ دیکھ جس پر تو اثر کرتا ہے، جسے تو تکلیف پہنچاتا ہے وہ میرا پیر بھائی ہے، خبردار! جو اس کو ستایا۔ مرید ہونے میں ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ جتنے پیر بھائی جنات میں ہوتے ہیں وہ اس کا دفاع کرتے ہیں۔

ایک دفعہ جلسے میں حضرت مفتی صاحب نے تقریر شروع کی اور مفتی صاحب نے کتابوں کے ایک بہت بڑے بنڈل سے جس میں کم سے کم دو سو کتابیں اور رسالے تھے پڑھ پڑھ کے سنایا، یہاں تک کہ فجر کی اذان ہوگئی۔ کیا بلا کی طاقت تھی، عام آدمی تو گھنٹہ دو گھنٹے میں تھک جاتا ہے، اللہ نے ان حضرات کو بڑی ہمت دی تھی مگر پھر پورے اعظم گڑھ سے مودودیت ختم ہوگئی۔

حضرت مفتی صاحب بہت خوش طبع تھے۔ایک شخص نے مفتی صاحب سے فتویٰ طلب کیا کہ کیا عورت صدارت کی اہلیت رکھتی ہے کہ اس کو ملک کا صدر بنایا جائے؟ تو حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ عورت میں صدارت کی تو اہلیت نہیں ہے مگر کسی صدر کی اہلیہ بننے کی صلاحیت البتہ ہے۔مفتی صاحب نے اس سے پوچھا آپ کا تعلق کس جماعت سے ہے؟ اس نے کہا کہ میرا تعلق جماعتِ اسلامی سے ہے، پھر اس نے مفتی صاحب سے پوچھا کہ آپ کا تعلق کس جماعت سے ہے؟ مفتی صاحب نے فرمایا کہ میرا تعلق اسلامی جماعت سے ہے۔اس نے پوچھا کہ دونوں میں کیا فرق ہے؟ فرمایا جماعتِ اسلامی میں جماعت پہلے ہے اسلام کا درجہ ثانوی ہے اور اسلامی جماعت میں اسلام پہلے ہے اور جماعت بعد میں ہے۔

ایک شخص نے کہا کہ کیا آپ دیوبندی ہیں؟ مفتی صاحب نے کہا کہ کیا آپ رضائی ہیں یعنی احمد رضا والے ہیں؟ اس نے کہا کہ رضائی کے کیا معنی ہیں؟ میں احمد رضا کا ماننے والا ہوں، رضائی سے میرا کیا نقصان ہے؟ مفتی صاحب نے کہا کہ بہت نقصان ہے، جب بچے رضائی اوڑھتے ہیں تو اس میں پیشاب کرتے ہیں اور جب بالغ اوڑھتے ہیں تو اس میں احتلام کرتے ہیں تو وہ شخص اگلے اسٹیشن پر اتر کر بھاگ گیا۔

ایک دفعہ فرمایا کہ ایک ہندو نے مجھ سے پوچھا کہ سور میں اور بکری میں کیا فرق ہے؟ شکل تو دونوں کی ایک جیسی ہے پھر کیوں سور حرام ہے اور بکری کیوں حلال ہے؟ تو حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ میں نے یہ جواب دیا کہ اگر تمہاری ماں کی شکل میری بیوی کی شکل سے مشابہ ہو تو کیا تمہاری ماں میرے لئے حلال ہوجائے گی؟ تو وہ ہندو وہاں سے رام رام کہتا ہوا بھاگا۔

ایک دن مفتی صاحب نے حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ غمگین ہیں تو حضرت کو یہ مضمون سنا کر ہنسا دیا کہ حضرت! یہاں کانپور میں اگر کوئی کسی کو کہے کہ او مرغی کا یا اے مرغی والے تو یہ گالی سمجھی جاتی ہے۔تو ایک آدمی مرغی لے جارہا تھا کسی نے کہا او مرغی والے مرغی بیچے گا؟ وہ سمجھ گیا کہ اس نے مجھے مرغی والا کہہ کر گالی دی ہے، اس نے جواب دیا کہ میں مالک سے پوچھوں گا کہ ایک مرغی کا......خریدار ہے، کس قیمت سے اس کو دوں، اس نے ''مرغی کا'' کہہ کر وقف کیا، سارا مجمع ہنس پڑا۔ یہ وہ باتیں ہیں جو میں نے کہیں پڑھی نہیں ہیں، مفتی صاحب کی زبان تھی اور میرے کان تھے۔

ایک شخص نے حضرت مفتی صاحب سے کہا کہ علامہ شامی نے لکھا ہے کہ لَا بَأْسَ اَنْ یَّأْکُلَ مَکْشُوْفَ الرَّأْسِ اگر کوئی ننگے سر کھانا کھائے تو کوئی حرج نہیں ہے تو حضرت نے فرمایا کہ جب علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے لَا بَأْسَ لکھا ہے تو تو

کیوں اس میں بانس ڈالتا ہے؟ مفتی صاحب کی طبیعت میں مزاح بہت تھا۔ ہمارے یہاں عرف میں بلا وجہ ننگے سر کھانے کو معیوب سمجھا جاتا ہے، علامہ شامی کا زمانہ دو ڈھائی سو سال پہلے کا تھا اور بعض مسائل میں عرف ہی قاضی بنتا ہے۔

ایک شخص نے حضرت مفتی صاحب سے کہا کہ شیطان ہر جگہ پہنچ کر وسوسہ ڈالتا ہے تو ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر جگہ حاضر ناظر کیوں نہیں ہو سکتے؟ تو مفتی صاحب نے فرمایا کہ دیکھو! چھچھوندر ایک انچ کے پائپ میں گھس جاتی ہے اور تمہارے ابّا اس میں نہیں گھس سکتے تو کیا چھچھوندر تمہارے باپ سے افضل ہو جائے گی؟ شیطان کمبخت کے ہر جگہ پہنچنے سے وہ افضل تھوڑی ہو جاتا ہے۔ عجیب وغریب ذہانت کی بات ہے۔

حضرت مولانا قاری صدیق صاحب باندوی رحمۃ اللہ علیہ ۔ ہتھورا، باندہ، ہندوستان

ہندوستان کے ایک بڑے عالم مولانا صدیق صاحب باندوی رحمۃ اللہ علیہ جو مولانا اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے، حضرت والا جب وہاں تشریف لے جاتے تو حضرت کا اتنا اکرام فرماتے تھے کہ باندہ سے خود آتے تھے، حضرت سے اپنے مدرسے میں تشریف لے چلنے کے لئے وقت لیتے تھے کہ حضرت میرے یہاں بھی نظم رکھیں۔ پھر اپنے علاقے واپس چلے جاتے، پھر جو وقت حضرت والا نے دیا ہوتا اس دن حضرت کو لینے دوبارہ خود آتے، یہ نہیں کہ کسی اور کو بھیج دیا۔ انھوں نے حضرت والا کو خط لکھا کہ حضرت! آپ کی ہر بات ایسی ہے کہ جس کو شائع کر دیا جائے۔

حضرت والا جب باندہ تشریف لے گئے تو جب واپس آنے کے لئے اسٹیشن پہنچے تو ٹرین دو گھنٹہ لیٹ تھی، حضرت والا نے فرمایا کہ اب کہاں واپس جائیں، پھر آئیں، اسٹیشن ہی پر انتظار کر لیتے ہیں تو مولانا صدیق صاحب بھی ساتھ بیٹھے رہے۔ مولانا کو آنکھوں کے ڈاکٹر کے پاس جانا تھا تو خادم نے کہا کہ حضرت! آنکھوں کے ڈاکٹر نے جو آپ کو وقت دیا تھا وہ وقت گذرا جا رہا ہے، مولانا نے فرمایا کہ وقت کو گذرنے دو، ہم خود اپنے روحانی ڈاکٹر کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں۔

مولانا صدیق صاحب نے حضرت والا سے عرض کیا کہ آپ تین مہینے کا ویزا لے کر ہندوستان آجایئے، میں تین مہینے کے لئے اپنا مدرسہ بند کر دوں گا اور آپ کے ساتھ سارے ہندوستان کا سفر کروں گا۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کی برکت سے ہندوستان میں تصوف دوبارہ زندہ ہو جائے گا۔

حضرت نواب حبیب الحسن خان شروانی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت پھولپوی رحمۃ اللہ علیہ ۔ پیر بھائی

حبیب الحسن خان شروانی بڑے رئیس اور شیخ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے، انہوں نے فرمایا کہ (حضرت والا) اپنے شیخ کے پاس رہتے ہوئے جتنے مجاہدات اٹھا رہے ہیں، ہم ایک دن بھی یہ سب برداشت نہیں کر سکتے۔

حضرت حاجی افضل پراچہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ ۔ پیر بھائی

حضرت حاجی افضل پراچہ صاحب جو حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے، حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے صحبت یافتہ اور حضرت مفتی محمد حسن امرتسری رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا شاہ ابرار الحق ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے، اسّی نوے برس عمر کے تھے، تھانہ بھون میں ایک زمانہ رہے۔ جب خانقاہ گلشن آتے تو حضرت والا کے قدموں میں بیٹھتے تھے حالانکہ نیچے بیٹھنے میں ان کو تکلیف ہوتی تھی۔ جب حضرت والا فرماتے تھے کہ اگر آپ اوپر کرسی پر نہیں بیٹھیں گے تو میں بھی نیچے آکر بیٹھ رہا ہوں، تب اوپر بیٹھتے تھے۔ حضرت والا سے کہتے تھے کہ مجھے اپنے قدموں میں ہی رہنے دیجئے، مجھے آپ سے تھانہ بھون کی خوشبو ملتی ہے۔

لاہور میں غلام سرور صاحب اور حضرت والا کے احباب سے فرمایا کہ اس زمانے میں مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم نظر کی حفاظت کے مضمون کے مجدد ہیں، حضرت والا بدنظری اور عشقِ مجازی کی جو تشریحات اور اس کے علاج کا مضمون بیان فرمارہے ہیں، اس کام کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کو منتخب فرمایا ہے، ہم نے اپنے اکابر کی کتابوں میں بھی اس مرض کی اتنی تفصیلات اور علاج نہ سنا اور نہ پڑھا۔ جب حضرت والا بیمار ہوئے تو حضرت والا سے فرمایا کہ میری کوئی سانس ایسی نہیں کہ میں آپ کی صحت کے لئے دعا نہ کررہا ہوں۔

حضرت مولانا مفتی رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم ۔ مفتی اعظم پاکستان

ایک مرتبہ حضرت والا مسجد نبوی میں حاضر تھے اور حضرت مولانا مفتی رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم بھی حاضر تھے۔ کسی نے حضرت والا کو آکر اطلاع کی کہ حضرت مفتی رفیع عثمانی صاحب سامنے سے تشریف لارہے ہیں۔ حضرت والا نے ان کے آنے کا انتظار کرنے کے بجائے خود ملاقات کے لئے آگے بڑھنا شروع کیا، دونوں حضرات نے آپس میں معانقہ فرمایا، اس کے بعد حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ حدیث پاک میں ہے کہ جس سے اللہ کے لئے محبت ہو اس سے اظہار کردینا چاہیے، میں ایسی مبارک جگہ پر ہوں، میں آپ سے اظہار کرتا ہوں کہ میں آپ سے اللہ کے لئے بہت محبت کرتا ہوں۔

حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم ۔ شیخ الاسلام پاکستان

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم حضرت والا کی طبیعت ناسازی کے بعد عیادت کے لئے تشریف لائے۔ جب حضرت مفتی صاحب عیادت کرکے جانے لگے تو احقر راقم الحروف میر نے دعا کی درخواست کی کہ حضرت والا کی صحت کے لئے دعا کیجئے گا تو مولانا تقی عثمانی صاحب نے فرمایا: حضرت والا کے لئے

دعا کرنے کا کیا کہتے ہیں! حضرت کے لئے دعا کرنا تو ایسا ہے جیسے اپنے لئے دعا کرنا۔ اور فرمایا: حضرت والا کے بعد تو سناٹا ہی سناٹا نظر آتا ہے، اور اپنے ساتھ آنے والے خادم سے فرمایا کہ اس وقت پوری روئے زمین پر حضرت جیسی شخصیت کوئی دوسری نہیں ہے۔ حضرت والا کی رحلت کے بعد فرمایا کہ حضرت والا کی ذات سالکانِ طریقت کے لئے عظیم چشمۂ فیض تھی جس کے آبِ حیات سے بے شمار انسانوں کو نئی زندگی ملی۔

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب دامت برکاتہم۔ صدر مفتی دار العلوم کراچی

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ جو حضرت والا سے تعلق جوڑے گا، اس کا براہِ راست اللہ تعالیٰ سے تعلق ہوجائے گا، روئے زمین پر ان جیسا کوئی دوسرا نہیں ہے۔ حضرت مفتی صاحب گاہ گاہ حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے تھے۔ ایک بار اپنے بیٹوں کے ساتھ حضرتِ اقدس کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میرا سفر رنگون اور برما کا ہونے والا ہے، آپ سے دعا لینے آیا ہوں۔ حضرت والا نے دعا فرمائی۔ پھر حضرت مفتی صاحب نے عرض کیا کہ میرے بیٹوں کے سر پر ہاتھ پھیر دیجئے۔ حضرت والا نے حضرت مفتی صاحب کے بیٹوں کے سر پر ہاتھ پھیر دیا۔ پھر عرض کیا کہ حضرت! میرے سر پر بھی ہاتھ پھیر دیجئے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ آپ تو خود صاحبِ نسبت ہیں، میں آپ کے سر پر کیا ہاتھ پھیروں! حضرت مفتی صاحب نے اپنی ٹوپی اتار کر اپنا سر حضرت والا کے سامنے کردیا کہ نہیں حضرت! ایک مرتبہ میرے سر پر بھی اپنے مبارک ہاتھ پھیر دیجئے، پھر حضرت والا نے اَشک بار آنکھوں سے ان کے سر پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔

حضرت مولانا ہدایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ محدثِ کبیر، بنگلہ دیش

حضرت مولانا ہدایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں خطوط کے جواب لکھا کرتے تھے، اتنے بڑے عالم تھے جن کے بارے میں شیخ الاسلام حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ پورے ایشیا میں ان سے بڑا محدث نہیں ہے۔ لال ڈھاکہ سے ڈھالکانگر تقریباً تین چار میل کے فاصلے پر ہے، چونکہ راستے میں ٹریفک بہت جام ہوتا تھا، اس لئے روزانہ تین چار میل پیدل سفر کرکے حضرت والا کے پاس آتے تھے۔ اسی برس کے تھے لیکن حضرت والا کی مجلس میں دوزانو، التحیات کی شکل میں بیٹھتے تھے۔

جب مولانا ہدایت اللہ صاحب حضرت والا کے پاس تشریف لاتے تھے تو حضرت والا نے مجھے (مولانا اسماعیل کشور گنجی) کو حکم دیا کہ ان کے سر میں تیل مالش کرو۔ ایک مرتبہ میں مولانا ہدایت اللہ صاحب کے سر میں تیل مالش کررہا تھا تو میں نے عرض کیا کہ حضرت! آپ تو تھانہ بھون بھی رہ چکے ہیں تو حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور

ہمارے شیخ کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ یہ سن کر مولانا ہدایت اللہ صاحب کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور فرمایا: حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد حضرت جیسا کسی کو نہیں دیکھا، بعینہٖ تھانہ بھون میں جو ہمیں مل رہا تھا وہی سب کچھ حضرت والا سے ملا ہے، مجھے حضرت والا سے تھانہ بھون کی خوشبو ملتی ہے۔

جب وہ بیعت ہوئے تو حضرت والا نے فرمایا کہ پورے بنگلہ دیش میں سب سے بڑے محدث، شاہی مسجد لال باغ جو مشہور ادارہ ہے، جن کے شاگرد سارے بنگلہ دیش میں ہیں اور ان کی تقریر دیوبند تک بھی قبول کی جاتی ہے، وہاں کے علماء ان کی تقریر نوٹ کرتے ہیں۔ مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی جب بنگلہ دیش میں تقریر ہوئی تو وہاں کے اہلِ علم نے مجھے بتایا کہ حضرت نے پچیس دلائل حوالے کے ساتھ پیش کئے اور حضرت کو پچیس حوالے یاد نہیں تھے، انہوں نے وہ حوالے پورے کر دیے، وہ اس سال رمضان کے مہینے میں جمعہ کے دن داخلِ سلسلہ ہوئے۔ وہ کسی بھی عالم، پاکستان ہندوستان کے کوئی بڑے سے بڑا عالم ہو، کسی سے ملنے نہیں جاتے تھے، سب لوگ ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ کی رحمت سے روزانہ میرے پاس ڈھا کا نگر آتے تھے، کبھی پیدل آتے تھے، کبھی رکشے سے آتے، آخر میں ان سے رہا نہیں گیا، اور عصر کے بعد الحمد للہ داخلِ سلسلہ ہوئے۔

وہاں میرے احباب نے اس کی بہت خوشی منائی، کہا کہ ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ اتنے بڑے محدث بھی کسی سے بیعت ہوں گے، جو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد ان کے کسی بھی خلیفہ سے بیعت نہیں ہوئے۔ اگر ان کی تقریر آپ سنیں تو اس قدر روایات اور دلائل بیان کرتے ہیں کہ بات سے بات نکلتی چلی جاتی ہے۔ مولانا شمس الحق فرید پوری رحمۃ اللہ علیہ ان کے استاذ نے کہا تھا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ پوچھیں گے کہ کیا لائے؟ تو میں انہیں پیش کر دوں گا۔ آج میں بھی یہ کہتا ہوں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ اختر کیا لائے ہو؟ تو میں بھی انہیں پیش کر دوں گا۔ جس وقت بیعت ہوئے، مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ میں کسی فرشتے کو بیعت کر رہا ہوں۔ جتنے بھی علماء مجھ سے بیعت تھے، ان کا قول ہے کہ ہم تو سوچ بھی نہیں سکتے کہ یہ شخص بھی کبھی داخلِ سلسلہ ہوگا لیکن ان کا مسلسل آنا اور مجالس میں شرکت کرنا، ہر شخص سوچ رہا تھا کہ کچھ ہونے والا ہے۔ کل جب میں ان سے ملا تو وہ مجھ سے لپٹ کر رونے لگے۔ مولانا کی ذات خود کتب خانہ ہے، لیکن کل آپ لوگوں نے دیکھا کہ جب ان سے معانقہ کیا تو فرطِ مسرت اور خوشی سے رونے لگے۔ یہ رونا خوشی کا تھا۔ اس لئے بتا رہا ہوں کہ جو کچھ کام دیکھ رہے ہو، یہ ہمارے بزرگوں کی دعاؤں کا صدقہ ہے۔ ورنہ آپ دیکھئے کہ محدثین حیران ہیں کہ اتنا بڑا عالم مولانا ہدایت اللہ صاحب، مولانا چاند پوری جو میرے شیخ کے ساتھ کے پڑھے ہوئے ہیں، یہ لوگ مجھ سے بھی بیس بیس برس بڑے ہیں، مولانا ہدایت اللہ صاحب کل خود ہی بتا رہے تھے کہ وہ تھانہ بھون میں دو سال رہے ہیں، جنہوں نے حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا ہے وہ میری گزارشات اور

معروضات سے متاثر ہورہے ہیں تو کیا یہ ہمارے لئے نیک فالی اور حق تعالیٰ کی نعمت نہیں ہے؟

حضرت مولانا محمد علی چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ۔شیخ العلماء، بنگلہ دیش

حضرت مولانا محمد علی چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ تھانہ بھون کی خانقاہ میں کئی برس جاتے رہے، ہر رمضان تھانہ بھون میں گزارتے تھے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد حضرت مولانا عبدالرحمٰن کیمبلپوری رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق کیا۔شاعر نہیں تھے لیکن حضرت والا کی محبت میں بہت سارے فارسی اشعار کہے، فرماتے تھے کہ میں شاعر نہیں ہوں، مجھے کوئی شعر کہنا نہیں آتا تھا لیکن حضرت کی محبت نے مجھے شاعر بنا دیا۔

مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ غور سے سنو! تم نے حضرت کو نہیں پہچانا، اللہ تعالیٰ ہمیں پہچاننے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہم تھانہ بھون میں بھی رہ چکے، حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ چکے ہیں۔ اگر اس زمانے میں کسی کو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھنے کا شوق ہے تو ہمارے حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم کو دیکھ لے۔

جب حضرت والا بنگلہ دیش تشریف لے جاتے تھے تو ڈھاکہ کی مرکزی مسجد بیت المکرم ہے، اس کے خطیب اور امام مولانا عبیداللہ صاحب حضرت والا کے پاس حاضر ہوتے تھے، حضرت والا کے پاؤں دباتے تھے اور دعا کی درخواست کرتے تھے۔ مولانا عزیز الحق صاحب جو پچپن برس سے بخاری شریف پڑھا رہے تھے، کئی دفعہ دیکھا کہ وہ حضرت والا کے پاس تشریف لاتے تھے، بالکل بچوں کی طرح ادب کے ساتھ تشہد کی حالت میں پاؤں کے پاس بیٹھ جاتے تھے اور حضرت والا کے پاؤں دباتے رہتے تھے۔

حضرت والا کے خلیفہ مجاز بیعت حضرت مولانا مفتی احمد ممتاز صاحب نے حضرت والا سے عرض کیا کہ ہم چند مفتی صاحبان آپس میں یہ گفتگو کررہے تھے کہ آج چودہ سو برس پرانا دین کہاں ملے گا؟ تو سب کا متفقہ فیصلہ تھا کہ صرف اور صرف حضرت والا کے پاس، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشنِ اقبال میں ملتا ہے۔

حضرت مولانا سید نجم الحسن تھانوی دامت برکاتہم۔ناظم ومتولی خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، تھانہ بھون، انڈیا

(بشکریہ ماہنامہ ندائے دارالعلوم دیوبند وقف)

میرے بچپن میں حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کثرت سے تھانہ بھون تشریف لایا کرتے تھے اور بعض اوقات کئی کئی روز قیام فرماتے، اس دوران علاقہ کے لوگوں کا زیارت وملاقات اور استفادہ کے لئے تانتا لگا رہتا۔ رکشہ وغیرہ کی سہولت میسر نہیں تھی، اس لئے اس مقصد کے لئے ایک ڈولی نما سواری تیار کی گئی تھی جس کو کئی لوگ بڑا سا بانس ڈال کر اٹھاتے تھے۔ بس اڈہ سے خانقاہ اور خانقاہ سے مزار تک آمد ورفت میں اس کا

استعمال ہوتا تھا اور بڑا مجمع ساتھ ہوتا۔ ہم بچوں کے لئے یہ منظر بڑی دلچسپی کا باعث ہوتا تھا۔ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت اُس دور میں ہندو پاک کے اکابر و مشائخ میں امتیازی حیثیت کی حامل تھی، وہ جب تشریف لاتے تو اُن کے ہمراہ علماء و صلحاء اور حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء کی ایک جماعت ہوتی تھی جن میں حضرت مولانا کفایت اللہ صاحب شاہجہان پوری، حضرت حافظ عبدالولی صاحب بہرائچی، حضرت مولانا محمد نبیہ حسن صاحب واصل ٹانڈوی، حضرت مولانا ابرارالحق صاحب ہردوئی، حضرت حبیب الحسن شروانی رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ ہوتے اور خادم خاص کی حیثیت سے حضرت حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہوتے تھے، جو حضرت کے سر میں تیل لگاتے، بدن دباتے، وضو وغیرہ کراتے، دوائیں دیتے تھے۔ اس کے علاوہ قلم کاغذ سے بھی مستعد رہتے اور حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایت کے مطابق علمی کاموں میں لگے رہتے اور اشعار کہتے اور مجلسِ علماء میں سناتے۔ اس وقت معرفتِ الٰہیہ مرتب ہو رہی تھی، محبتِ الٰہیہ اور صراطِ مستقیم بھی انہی دنوں مرتب ہو کر آئیں، جو مجلس میں سنی سنائی جاتیں تھیں، عجیب فرشتوں کی محفل کا سماں اور نورانی کیفیت ہوتی تھی۔

حکیم صاحب کا کمرہ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی قیام گاہ سے متصل ہی تھا، ضرورت پڑنے پر وہ ''حکیم اختر'' کہہ کر پکارتے، آج بھی وہ الفاظ گویا کانوں میں گونج رہے ہیں۔ بعض اوقات حکیم صاحب موجود نہ ہوتے تو ہم بچے دوڑ کر اُن کو بلالاتے۔ حکیم صاحب علمی کاموں میں معاون رہتے اور حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ پر جب مضمون کا القاء ہوتا، فوراً حکیم صاحب کو نوٹ کراتے۔ اصلاح کا آسان نسخہ کسی نے حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے وعظ ''ملتِ ابراہیم'' سے نکال کر علیحدہ شائع کرایا تھا، وہ تقسیم ہوا اور بار بار سنایا بھی گیا۔ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حکیم اختر! اس کو نظم کردو۔ حکیم صاحب نے تھانہ بھون ہی میں اس کو نظم کیا، اس کی ابتداء اس طرح کی گئی تھی ۔

جسے آہ ہمت دوا کی نہ ہو ۔۔۔ سکت جس میں پرہیز کی بھی نہ ہو

وہ مایوس بندہ یہ مژدہ سنے ۔۔۔ بڑے عارفِ حق کا یہ نسخہ سنے

تو والد محترم مولانا سید ظہور الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے شروع میں ایک شعر اضافہ فرمادیا:

مخاطب ہے میرا وہ گم کردہ راہ ۔۔۔ جسے یاس نے کردیا ہو تباہ

اس کو سب نے پسند کیا اور اس نظم کا جز بنا دیا تھا، اُس وقت یہ نظم اصلاح کا آسان نسخہ بہت مقبول ہوئی تھی اور معرفتِ الٰہیہ میں اس کو شامل کر دیا گیا تھا۔ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ بہت کمزور تھے، دو آدمیوں کے سہارے اٹھتے بیٹھتے تھے لیکن نماز میں نہ جانے کہاں سے ہمت قوت آجاتی کہ بغیر سہارے کھڑے ہو کر پڑھتے تھے، اس وقت ہم لوگوں کو بہت حیرت ہوتی تھی۔ مجلس اکثر حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی سہ دری میں ہوتی لیکن حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے

ان کے لئے جو جگہ متعین فرمائی تھی وہیں پر تشریف فرما ہوتے، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی جگہ بیٹھنے پر علماء اصرار کرتے لیکن وہ نظر انداز فرما دیتے۔

آخر میں کراچی تشریف لے گئے تھے، کچھ ہی عرصہ کے بعد وصال ہو گیا۔ اُن دنوں حضرت حکیم صاحب کی کتاب محبتِ الٰہیہ بہت مقبول ہوئی اور خوب پڑھی جاتی تھی، اس میں موضوع کے متعلق اشعار، حکایات اور دل پر اثر کرنے والے اہل اللہ کے واقعات تھے، اسی کے ساتھ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے آخری ایام کے حالات، نثر اور نظم دونوں میں تھے۔ پاکستان ہجرت کے بعد مدتِ دراز تک زیارت و ملاقات کی نوبت نہیں آئی۔ مجلس صیانۃ المسلمین لاہور کے سالانہ اجلاس میں شرکت شروع ہوئی تو ہر سال ملاقات ہوا کرتی، کراچی کی دعوت دیتے اور اپنے ہی یہاں قیام کراتے۔ ایک مرتبہ شالیمار ٹرین سے اپنے ساتھ لے گئے، دورانِ قیام راحت و آرام کی پوری فکر اور خدام کو تاکید رکھتے۔ دو ایک مرتبہ ساتھ سفر کا بھی اتفاق ہوا، ان کی مجلس بڑی پر بہار ہوتی تھی، اسی طرح ہنسی خوشی سلوک طے کرا دیتے تھے۔ بارہا انہوں نے اپنے مخصوص انداز میں دوپہر تک بیان فرمایا، پھر رُک گئے اور سامعین سے دریافت کیا کہ یہ مضمون آپ نے پہلے نہیں سنا ہوگا، نیا ہے نا؟ دیکھو یہ تھانہ بھون کی برکت ہے، مولوی نجم کے ذریعہ تھانہ بھون کا فیضان ہو رہا ہے، کیسا عجیب مضمون بیان ہوا۔

ایک مرتبہ ہم لوگ رحیم یار خان گئے، مسجد میں بیانات ہوئے، فارم پر بھی جانا ہوا، گنے چوسے گئے، مجلس بھی ہوئی۔ بعد نمازِ فجر مسجد میں بیان ہوا، مجھے سامنے بٹھایا، میر صاحب حضرت کے برابر بیٹھے، مضامین بہت عمدہ بیان ہو رہے تھے اور حکیم صاحب پورے خوشگوار ماحول میں تھے لیکن مجھے نیند آ رہی تھی۔ حکیم صاحب نے دورانِ تقریر میر صاحب کو کئی مرتبہ تنبیہ فرمائی کیوں سو رہے ہو؟ میں بھی سنبھل جاتا مگر پھر غلبہ ہو جاتا۔ میں نے غور کیا تو میر صاحب تو ہشاش بشاش تھے، توجہ سے سن رہے تھے، معاً خیال آیا کہ یہ تنبیہ میر صاحب کو نہیں تجھے ہو رہی ہے۔
ایک مرتبہ مجلس صیانۃ المسلمین کے پروگرام میں جامعہ اشرفیہ لاہور جانا ہوا، بعد مغرب دار الافتاء کے سامنے حکیم صاحب دروازہ کے سامنے تشریف فرما تھے اور ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ حکیم صاحب کی نظر پڑ گئی، فرمایا کہ بھئی! مولوی نجم کو راستہ دو، جانتے ہو اس ظالم نے ہمارے ہیڈ کواٹر پر قبضہ کر رکھا ہے اور فرمایا کہ میں اختر ہوں یہ نجم ہیں۔

وہ نہایت فیاض، کشادہ دست اور سیر چشم تھے، اس صف میں وہ بہت سے مشائخ میں ممتاز تھے، غریب علماء و حفاظ کا خیال رکھتے، اہلِ مدارس کا بھرپور تعاون کرتے اور کراتے۔ فرماتے تھے بنگلہ دیش میں جو فتوحات ہوتی ہیں وہیں کے علماء اور مدارس میں تقسیم کرا آتا ہوں، غریب ملک ہے، غیرت اجازت نہیں دیتی کہ وہاں سے کچھ لے کر آیا جائے۔
گذشتہ سال اشرف المدارس کے سالانہ عالمی اجلاس میں حاضری ہوئی، مولانا مظہر صاحب نے ماشاء اللہ عمدہ

صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا تھا، بہت سے ممالک سے علماء اور مشائخ کو مدعو کیا تھا، شاندار پروگرام ہوا۔ حضرت حکیم صاحب سے آخری ملاقات اسی دوران ہوئی، استغراقی کیفیت تھی، خدام نے زور سے عرض کیا کہ تھانہ بھون سے مولوی نجم الحسن سالانہ عالمی اجلاس میں شرکت کے لئے آئے ہیں، جواب میں حکیم صاحب نے زور سے فرمایا ہوں! پھر آنسو جاری ہو گئے، خدام نے بتایا کہ کئی دن کے بعد ایسی بشاشت دیکھنے کو ملی ہے۔

مولانا عبداللہ ابن القمر (دیوبند) کی برکت سے جو باتیں اس وقت ذہن میں آئیں وہ تحریر کر دی گئیں۔ ان پر لکھنے والے بہت کچھ لکھیں گے اور ماشاء اللہ لکھ رہے ہیں۔ میں نے بھی انگلی کٹا کر شہیدوں میں نام درج کرالیا۔

کس قدر مسرور ہیں اللہ والے ذکر سے
کوئی بھی اُن کے سوا دنیا میں خندیدہ نہیں
نام روشن کر گئے مر کر کے حق پر عارفیں
مر گئے جو مرنے والوں پر وہ حق دیدہ نہیں
پالیا جس نے خدا کو پالیا سارا جہاں
کون کہتا ہے کہ اہلِ دل جہاں دیدہ نہیں
برکتِ تقویٰ سے جس کے ساتھ ہے فضلِ خدا
اس کے پیچیدہ مسائل کوئی پیچیدہ نہیں
لذتِ قربِ ندامت گریہ و زاری میں ہے
قرب کیا جانے جو دیدہ اَشک باریدہ نہیں
جس کو استغفار کی توفیق حاصل ہوگئی
پھر نہیں جائز یہ کہنا کہ وہ بخشیدہ نہیں
کیفِ تسلیم و رضا سے ہے بہارِ بے خزاں
صدمہ و غم میں بھی اخترؔ روح رنجیدہ نہیں

❁ خندیدہ: خوش ❁ عارفین: اللہ والے ❁ دیدہ: آنکھ ❁ اَشک باریدہ: آنسو بہانے والی ❁ بخشیدہ: بخشا ہوا

زیارتِ بزرگاں

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعدد خلفاء کرام کی زیارت کا شرف حاصل کیا، ان کے علاوہ دیگر مشائخ کی زیارت بھی کی، ان کے نام درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ	(۱۷) حضرت مولانا حافظ جی حضور رحمۃ اللہ علیہ
(۲) حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ	(۱۸) حضرت مولانا اطہر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ
(۳) حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ	(۱۹) حضرت مولانا عبدالوہاب صاحب چاٹگامی رحمۃ اللہ علیہ
(۴) حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ	(۲۰) حضرت قاضی عبدالسلام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نوشہرہ والے
(۵) حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی رحمۃ اللہ علیہ	(۲۱) حضرت مولانا سراج احمد صاحب امروہوی رحمۃ اللہ علیہ
(۶) حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ	(۲۲) حضرت حافظ ابوالبرکات صاحب سلطانپوری رحمۃ اللہ علیہ
(۷) حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ	(۲۳) حضرت مولانا محمد نبیہ صاحب ٹانڈوی رحمۃ اللہ علیہ
(۸) حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحب رحمۃ اللہ علیہ	(۲۴) حضرت مولانا یحییٰ صاحب الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ
(۹) حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ	(۲۵) حضرت مولانا رسول خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ
(۱۰) حضرت مولانا فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ	(۲۶) حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ
(۱۱) حضرت علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ	(۲۷) حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ
(۱۲) حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسری رحمۃ اللہ علیہ	(۲۸) حضرت مولانا یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ
(۱۳) حضرت حاجی شریف صاحب رحمۃ اللہ علیہ	(۲۹) حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ
(۱۴) حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب ضحاک رحمۃ اللہ علیہ	(۳۰) حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ
(۱۵) حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری رحمۃ اللہ علیہ	(۳۱) حضرت مولانا شبیر علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ
(۱۶) حضرت مولانا مفتی محمد صابر صاحب رحمۃ اللہ علیہ	(۳۲) حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

حرفِ آخر والوداعی ہدیۂ تہنیت

اللہ تعالیٰ حضرت والا کے درجات کو ساعۃً فساعۃً بلند فرمائے، جنت الفردوس میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ہم سب کو حضرت والا کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، حضرت والا سے جو اللہ تعالیٰ نے دین کے بڑے بڑے کام لئے ہیں قیامت تک ان کے نشانات باقی رہیں اور وہ مٹ نہ سکیں۔ حضرت والا کا فیض صدقۂ جاریہ ہو اور قیامت تک جاری رہے۔ حضرت والا ہم سب کو جس مقامِ قربِ الٰہیہ پر دیکھنا چاہتے تھے ہم سب کو وہ نصیب فرمادے، ہماری اصلاح کامل فرمادے اور حسنِ خاتمہ سے مشرف فرمائے آمین۔

حضرت والا نے دردِ محبت کی جو میراث اپنی تصانیف و تالیفات کی شکل میں چھوڑی ہے ان شاء اللہ قیامت تک اُمت اس کو پڑھ کر اَشکبار ہوگی کہ آہ! ایسا تابندہ آفتابِ محبت آفاقِ عالم پر جلوہ گر تھا۔ حضرت والا نے اپنے شعر میں اس حقیقت کو خود بیان فرمایا ہے ؂

بہت روئیں گے کر کے یادِ اہلِ مے کدہ مجھ کو
شرابِ دردِ دل پی کر ہمارے جام و مینا سے

اُمت میں کم کم ہی ایسے اولیاء اللہ پیدا ہوئے ہیں جن کی رگ رگ میں عشقِ الٰہی کی آگ بھری ہوئی تھی، جو ہمہ وقت عشقِ الٰہی میں غرق تھے، جیسے مولانا رومی، حضرت شمس الدین تبریزی، حضرت فرید الدین عطار وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ آنے والی تاریخ بتائے گی کہ مرشدی و مولائی مجبی و محبوبی مجددِ زمانہ شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہ ایسے ہی منفرد اور خال خال اولیاء اللہ میں سے ایک تھے۔

حضرت والا کا عظیم الشان و منفرد تجدیدی کارنامہ

اب آخر میں یہ لکھ کر مضمون ختم کرتا ہوں کہ حضرت والا کا سب سے بڑا تجدیدی کارنامہ بدنظری، عشقِ مجازی اور حسن پرستی کے خلاف جہاد ہے اور ان امراض کی تباہ کاریاں اور نفس کے خفیہ مکائد اور ان کے معالجات جس تفصیل سے حضرت والا کی کتابوں کی ہر سطر میں ملتے ہیں وہ اکابر کی کتابوں میں بھی نہیں ملتے، کیونکہ اگلے وقتوں میں یہ مرض ایسا عام نہ تھا جیسا اس دور میں ہے۔ ۴۶ ؍برس پہلے جب احقر حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوا حضرت کو یہی مضمون بلا ناغہ بیان کرتے ہوئے پایا، حضرت اس زمانے ہی میں فرماتے تھے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ عریانی اور فحاشی کا سیلاب آرہا ہے تو کیا میں اس کی روک تھام نہ کروں؟ بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ تو ایک ہی مضمون

بیان کرتے ہیں، دوسرے امراض کو بیان نہیں کرتے، میں کہتا ہوں کہ جہاں کالرا پھیلا ہوتو وہاں حکیم کالرا کا علاج کرے گا یا نزلہ زکام کا؟ اور فرمایا کہ ''بعض لوگ مجھ سے بدگمانی کرتے ہیں کہ کوئی بات ہے جو یہ اسی مرض کو بیان کرتے ہیں لیکن مجھے مخلوق کی کوئی پرواہ نہیں، میں اللہ کے لئے اپنی عزت کو داؤ پر لگا کر ان امراض کو بیان کرتا ہوں اور کرتا رہوں گا۔''لوگوں نے حضرت کی استقامت کو دیکھ لیا کہ حق گوئی میں کسی سے متاثر نہیں ہوئے اور سارے عالم میں خصوصاً یورپی ممالک میں جہاں جہاں حضرت والا کا سفر ہوا نوجوانوں نے تسلیم کیا کہ حضرت والا نے یہاں کے گندے ماحول میں ہماری جوانیاں محفوظ فرمادیں، ورنہ ہم یہاں کی گندگی کے گٹر میں اپنی زندگیاں ضائع کردیتے اور بڑے بڑے علماء نے اعتراف کیا کہ حضرت اس صدی کے مجدد ہیں۔

میں ہی اس پر مر مٹا ناصح تو کیا بے جا کیا
میں تو دیوانہ تھا دنیا بھر تو سودائی نہ تھی

اور حدیث پڑھانے والے بعض بڑے علماء نے اعتراف کیا کہ یہ حدیث زِنَا الْعَیْنِ النَّظَرُ ہم نے پڑھی بھی تھی اور پڑھائی بھی تھی لیکن اس پر عمل کی توفیق حضرت سے تعلق کے بعد نصیب ہوئی، ورنہ بدنظری کو تو ہم گناہ ہی نہیں سمجھتے تھے۔ مجدد کا کام یہی ہے کہ دین کا جو شعبہ لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہوجاتا ہے مجدد اس پر سے پردہ اٹھا کر دکھا دیتا ہے کہ یہ بھی دین کا شعبہ ہے۔ مجدد کے لئے حدیث پاک میں الفاظ آئے ہیں یُبْعَثُ عَلٰی رَأْسِ کُلِّ مِأَۃٍ مَّنْ یُّجَدِّدُ لَھَا دِیْنَھَا یعنی ہر صدی کے شروع میں ایک مجدد بھیجا جاتا ہے جو دین کی تجدید کرتا ہے۔ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ حدیث میں مجدد کے لئے بعثت کا لفظ آیا ہے جو انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے آتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ مجدد کوئی عام آدمی نہیں ہوتا، وہ بھیجا جاتا ہے اور حق و باطل کو الگ کردیتا ہے۔ حضرت والا کو اُمت کا یہ درد بے چین رکھتا تھا کہ ایک مسلمان بھی کسی معصیت میں ملوث نہ ہو، کھلنا (بنگلہ دیش) میں حضرت والا کو ۱۰۴ بخار تھا، رات کو کمرے سے باہر تشریف لائے اور بہت درد سے فرمایا کہ ''یا تو گناہ چھوڑ دو یا مجھے قتل کردو۔''

احقر کا گمان اقرب الی الیقین ہے کہ اب قیامت تک جتنے مجددین مشائخ و مصلحین آئیں گے وہ ان امراضِ خاصہ کا علاج حضرت والا کی تعلیمات کی روشنی میں کریں گے۔ حضرت والا پوری زندگی ظاہری و باطنی مجاہدات سے دوچار رہے اور دریائے خون سے گذرتے رہے لیکن ہر وقت اللہ کی محبت سے مست اور خوش رہتے تھے، کبھی حضرت والا کو غمگین نہیں دیکھا۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

نالۂ غم در یادِ مرشدِ عالم

اب ہجر میں ان کی یاد میں ہم آنکھوں سے لہو برساتے ہیں
دل خون کے آنسو روتا ہے نالے بھی فلک تک جاتے ہیں

اے شیخ مرے محبوب مرے کیوں ہم کو تنہا چھوڑ گئے
دنیا میں ہمارا کوئی نہیں تنہائی میں ہم گھبراتے ہیں

اک تم ہی تو تھے ہمراز مرے اک تم ہی تو تھے دمساز مرے
اب کس سے کہیں دل کی باتیں یہ سوچ کے چپ ہوجاتے ہیں

وہ نور کہاں وہ بات کہاں وہ صبح کہاں وہ رات کہاں
اے نورِ مجسم بِن تیرے دنیا ہی اندھیری پاتے ہیں

اے شیخ ہمارا نالۂ غم کیا آپ تلک بھی پہنچا ہے
کیا سن کے ہماری آہ وفغاں یاد آپ کو ہم آجاتے ہیں

اک نصف صدی تک عمر مری جو ساتھ تمہارے گذری ہے
لگتا ہے کہ وہ کچھ لمحے تھے جو آج مجھے تڑپاتے ہیں

اے شیخ مرے اک لمحہ بھی ہم آپ کو بھول نہیں پاتے
ہر لحظہ آپ کی یاد میں ہم آنکھوں سے لہو برساتے ہیں

یہ درد تمہاری یادوں کا تا حشر رہے گا سینہ میں
اس درد میں لذت ایسی ہے اس درد سے راحت پاتے ہیں

ہے کون جسے اپنا سمجھیں دنیا میں ہمارے تم ہی تو تھے
بیگانے تو بیگانے ٹھہرے اپنے بھی مظالم ڈھاتے ہیں

(از کلامِ احقر عشرت جمیل میر عفا اللہ عنہ)

بعد تیرے رازِ حسن و عشق سمجھائے گا کون

محفلِ سوز و گدازِ غم کو گرمائے گا کون
اہلِ دل کو اپنے دردِ دل سے تڑپائے گا کون
موجزن ہے کس کے دل میں آتشِ سیالِ غم
مستیٔ خونِ جگر آنکھوں سے برسائے گا کون
کس پر طاری ہے جنونِ عشق کی وارفتگی
یوں زباں پر والہانہ رازِ دل لائے گا کون
عارفیؔ تیرا[1] ہی دل ہے محرمِ راز و نیاز
بعد تیرے[1] رازِ حسن و عشق سمجھائے گا کون

(از کلامِ حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحب عارفیؔ رحمۃ اللہ علیہ)

قلب و جگر فگار ہیں فریاد کیا کریں

قلب و جگر فگار ہیں فریاد کیا کریں
ہمدم بیانِ گلشنِ برباد کیا کریں
غم بھی وہ غم پڑا ہے کہ اللہ کی پناہ
درماں راحتِ دلِ ناشاد کیا کریں

(از کلامِ حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

[1] اصل شعر میں ''میرا ہی دل'' اور ''بعد میرے'' تھا

آج تقویٰ کے فلک پر شہ اختر نہ رہا

مولانا قاری احسان محسنؔ (بشکریہ ماہنامہ ندائے دارالعلوم دیوبند وقف)

خضرِ منزل نہ رہا قوم کا رہبر نہ رہا آج گلزارِ شریعت کا گلِ تر نہ رہا
آج تقویٰ کے فلک پر شہ اختر نہ رہا

کس قدر حاملِ سنت تھا درخشان تھا وہ اِس زمانے میں شریعت کا نگہبان تھا وہ
پیکرِ عشقِ نبی[1] حاملِ قرآن تھا وہ زہد و تقویٰ و طہارت کی بھی پہچان تھا وہ
آج میدانِ تصوف کا وہ رہبر نہ رہا
آج تقویٰ کے فلک پر شہ اختر نہ رہا

مئے توحید بھی رِندوں کو پلائی جس نے اور سوتی ہوئی ملت بھی جگائی جس نے
راہ سنت کی سرِ عام دکھائی جس نے اور بگڑی ہوئی ہر بات بنائی جس نے
جو دِکھاتا تھا رہِ عشق وہ رہبر نہ رہا
آج تقویٰ کے فلک پر شہ اختر نہ رہا

جب تھا وہ سایہ فگن گلشنِ احمد[1] کا شجر ہر طرف عام تھا فیض اُن کا بفضلِ داور
اہلِ دل، اہلِ وفا، اہلِ ہنر، اہلِ نظر جمع رہتے تھے سب ہی پیرِ مغاں کے در پر
ہند اور پاک میں ایسا کوئی رہبر نہ رہا
آج تقویٰ کے فلک پر شہ اختر نہ رہا

صدمۂ ہجر میں ڈوبے ہوئے دیوانے ہیں اب کہیں قلقل و مینا ہے نہ پیمانے ہیں
ساقیٔ بادۂ عرفاں ہے نہ مستانے ہیں اب فقط بے خودی و کیف کے افسانے ہیں
مئے توحید سے لبریز وہ ساغر نہ رہا
آج تقویٰ کے فلک پر شہ اختر نہ رہا

[1] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

آج مولانائے مظہرؔ بھی ہوئے ہیں مغموم — کتنے افسردہ و یتیم ہوگئے سب کو معلوم
یہ شکیلؔ، ادریسؔ و ہدایتؔ سے خوشی ہے معدوم — کیونکہ وہ سایۂ حضرت سے ہوئے ہیں محروم

بحرِ عرفانِ شریعت کا شناور نہ رہا
آج تقویٰ کے فلک پر شہ اختر نہ رہا

جذبۂ عشقِ وفا ہے کہاں پروانوں میں — کیف و مستی کی کہاں تاب ہے مستانوں میں
مئے توحید کی لذت کہاں پیمانوں میں — آج کہرام مچا ہے سبھی مے خانوں میں

آج رِندوں کو کوئی شیخ میسر نہ رہا
آج تقویٰ کے فلک پر شہ اختر نہ رہا

کیا گئے آپ، گلستاں سے گئی فصلِ بہار — لطف جینے کا گیا موت ہوئی سر پہ سوار
دردِ فرقت ہے بہت سب کے لئے دل آزار — اَشکِ غم ہی نہیں آنکھیں ہیں سبھی کی خوں بار

غمگساری میں کوئی آپ کا ہمسر نہ رہا
آج تقویٰ کے فلک پر شہ اختر نہ رہا

ذوقِ مجنوں ہے نہ لیلیٰ میں وہ رعنائی ہے — بزمِ رنداں میں بھی پھیلی ہوئی تنہائی ہے
جس طرف دیکھئے اب غم کی گھٹا چھائی ہے — قلبِ محسنؔ میں نہ اب تابِ شکیبائی ہے

اب کوئی علم کے میداں کا غضنفر نہ رہا
آج تقویٰ کے فلک پر شہ اختر نہ رہا

❁ سایہ فگن: سایہ کئے رہنا ❁ داور: خدا ❁ قلقل: منہ میں لے کے گڑ گڑانا
❁ مینا: جامِ محبت ❁ بادہ: شراب ❁ ساغر: جامِ محبت ❁ مغموم: غم زدہ
❁ معدوم: غائب ہونا ❁ شناور: تیرنا، پیراکی ❁ شکیل، ادریس، ہدایت: برما میں احباب کے نام
❁ کہرام: ہنگامہ ❁ خوں بار: خون برسانے والی ❁ شکیبائی: صبر وضبط، برداشت

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا شجرہ سندِ حدیث شریف

عن سیدنا ونبینا وھادینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم

١ عن الشیخ سیدنا سلمۃ بن الاکوع رضی اللہ عنہ
٢ عن الشیخ سیدنا عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ
٣ عن الشیخ امام حریز بن عثمان رحمۃ اللہ علیہ
٤ عن الشیخ امام عصام بن خالد رحمۃ اللہ علیہ
٥ عن الشیخ أبی عبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمۃ اللہ علیہ
٦ عن الشیخ أبی عبداللہ محمد بن یوسف الفربری رحمۃ اللہ علیہ
٧ عن الشیخ محمد عبداللہ بن احمد السرخسی رحمۃ اللہ علیہ
٨ عن الشیخ عبدالرحمن بن مظفر الداؤدی رحمۃ اللہ علیہ
٩ عن الشیخ عبدالاول بن عیسیٰ الھروی رحمۃ اللہ علیہ
١٠ عن الشیخ حسین بن مبارک الزبیدی رحمۃ اللہ علیہ
١١ عن الشیخ أبی العباس احمد بن ابی طالب الحجازی رحمۃ اللہ علیہ
١٢ عن الشیخ ابراھیم بن احمد التنوخی رحمۃ اللہ علیہ
١٣ عن الشیخ شھاب الدین احمد علی بن حجر العسقلانی رحمۃ اللہ علیہ
١٤ عن الشیخ زین الدین زکریا بن محمد الانصاری رحمۃ اللہ علیہ
١٥ عن الشیخ شمس الدین محمد بن احمد الرملی رحمۃ اللہ علیہ
١٦ عن الشیخ احمد بن عبدالقدوس الشناوی رحمۃ اللہ علیہ
١٧ عن الشیخ احمد بن محمد القشاشی رحمۃ اللہ علیہ
١٨ عن الشیخ ابراھیم بن حسن الکردی رحمۃ اللہ علیہ
١٩ عن الشیخ أبی طاھر محمد بن ابراھیم رحمۃ اللہ علیہ
٢٠ عن الشیخ الامام ولی اللہ الدھلوی رحمۃ اللہ علیہ
٢١ عن الشیخ عبدالعزیز الدھلوی رحمۃ اللہ علیہ
٢٢ عن الشیخ محمد اسحٰق الدھلوی رحمۃ اللہ علیہ
٢٣ عن الشیخ أبی سعید الدھلوی المدنی رحمۃ اللہ علیہ
٢٤ عن الشیخ عبدالغنی المجددی الدھلوی رحمۃ اللہ علیہ
٢٥ عن قطب العالم الشیخ رشید احمد الجنجوھی رحمۃ اللہ علیہ
٢٦ عن الشیخ ماجد علی الجونفوری رحمۃ اللہ علیہ
٢٧ عن الشیخ عبدالغنی الفورفوری رحمۃ اللہ علیہ

سماحۃ الشیخ العالم الربانی العارف الحکیم محمد اختر رحمۃ اللہ علیہ

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا شجرۂ طریقت
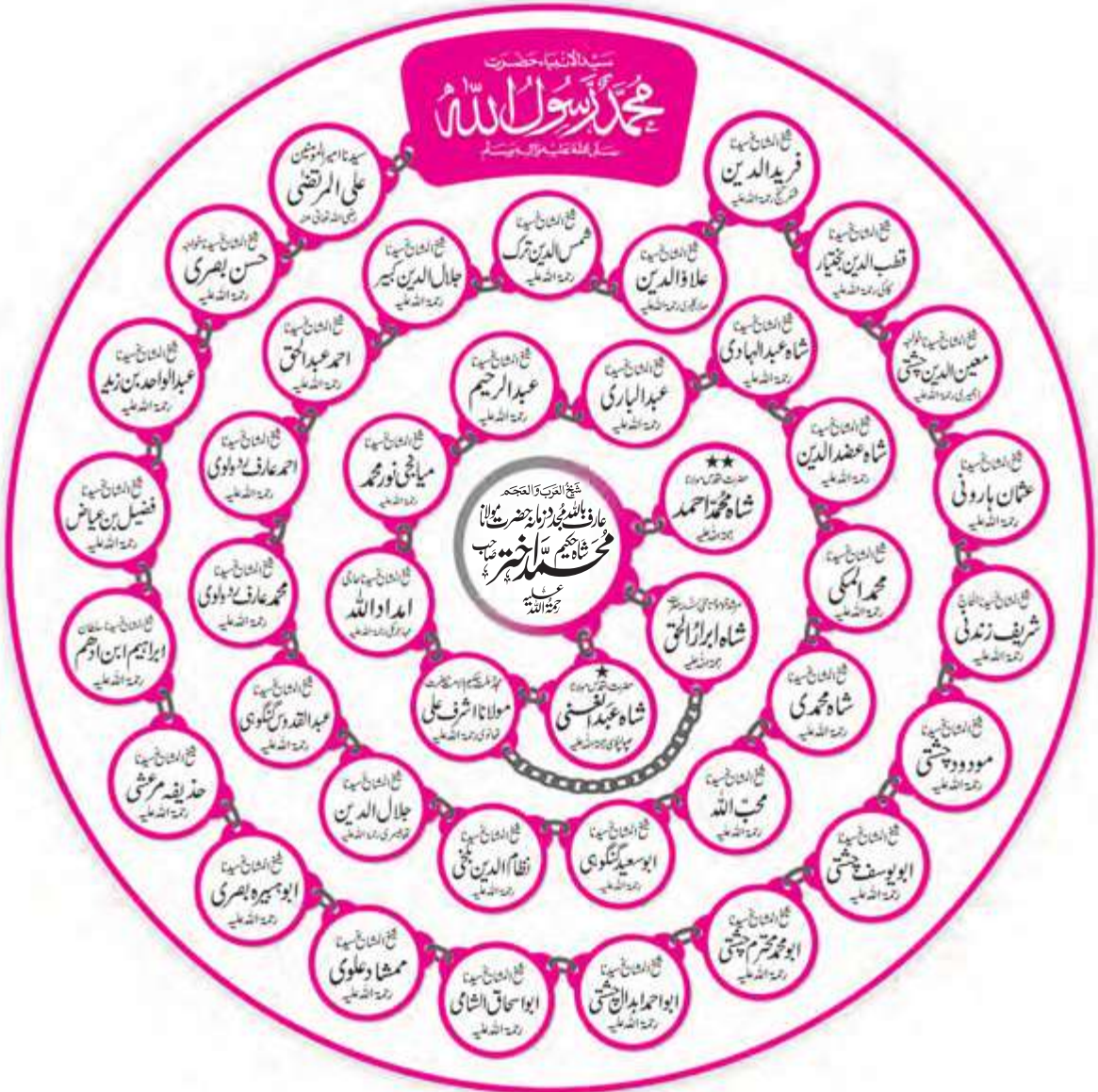
★ حضرت والا چونکہ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ربیب (سوتیلے بیٹے) تھے، اس لئے حضرت پھولپوری نے خلافت نہیں دی تھی۔

★★ حضرت مولانا شاہ محمد احمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ اول تھے اور نقشبندیہ سلسلے کے بزرگ تھے۔

ہمیشہ دہرائے گا زمانہ، کلامِ عشق یہ والہانہ
کسی حسیں کا نہیں فسانہ، یہ ایک عاشق کی داستاں ہے

(جامع سوانح حیاتِ اختر)

حضرت اقدس شاہ سیّد عشرت جمیل میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ
کے مختصر

حالاتِ زندگی اور سانحۂ وفات

مؤلف

سہیل احمد عفا اللہ عنہ

خادمِ خاص حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ
وخلیفہ مجازِ بیعت حضرت والا شیخ العرب والعجم مجددِ زمانہ عارف باللہ
حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

عرضِ مرتب

مدینہ منورہ میں دوپہر کا وقت تھا، سن ۱۱ ہجری، ربیع الاول کی ۱۲ تاریخ اور دوشنبہ کا دن۔ کچھ دیر قبل ہی دنیا پر ایسا سانحہ گذرا ہے کہ اُس سے بڑھ کر سانحہ اس امت پر نہ آئے گا، حضور سرورِ کائنات، وجۂ تخلیق کائنات، شافع محشر، ساقیٔ کوثر، محبوبِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے تمام محبوبین اور جاں نثاروں پر اپنے محبوب سبحانہٗ وتعالیٰ کی رفاقتِ اعلیٰ کو ترجیح دیتے ہوئے اس دنیا سے پردہ فرمایا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ہوش اُڑ گئے، تمام مدینہ میں تہلکہ پڑ گیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ایک سکتہ کے عالم میں دیوار سے پشت لگائے بیٹھے ہیں، بات نہیں کرسکتے، حضرت علی رضی اللہ عنہ زار وقطار روتے روتے بے ہوش ہوگئے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور دیگر ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن پر جو صدمہ کا پہاڑ گرا اس کا پوچھنا ہی کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی پریشانی اور حیرانی سب ہی سے بڑھی ہوئی تھی۔ اتنے میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صدیق گھوڑے پر سوار آئے، حجرۂ مبارکہ میں اجازت لے کر داخل ہوئے۔ تمام ازواجِ مطہرات حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے گرد بیٹھی ہوئی ہیں سوائے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سب نے چہرہ ڈھانپ لیا اور پردہ کرلیا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے چہرۂ انور سے چادر کو ہٹایا، آنکھوں سے آنسو جاری ہیں، ہچکیاں بندھی ہوئی ہیں اور سینہ سانس سے ہل رہا ہے۔ پیشانی مبارک کو بوسہ دیا، روتے جاتے ہیں اور کہتے جاتے ہیں ''میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، آپ حیات اور موت دونوں میں پاکیزہ رہے۔ آپ کی ذات بابرکات توصیف سے بالا اور برتر ہے اور گریہ وزاری سے مستغنی ہے۔ اگر آپ کی موت خود آپ کی اختیار کردہ نہ ہوتی تو ہم آپ کی موت کے لئے اپنی جانیں قربان کردیتے اور اگر آپ ہم کو زیادہ رونے سے منع نہ فرماتے تو ہم اپنی آنکھوں کا پانی ختم کر ڈالتے۔ اے اللہ! ہمارا یہ حال ہمارے نبی کو پہنچا دے اور اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! ہم عاشقوں کو بارگاہِ خداوندی میں یاد رکھنا۔''[1]

دو سال ۳ ماہ بعد سن ۱۳ ہجری میں ۲۲ جمادی الثانی بروز دوشنبہ، مغرب اور عشاء کے مابین اِسی پروانۂ نبوت حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عالمِ آخرت کے لئے رختِ سفر باندھا تو اماں صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے غم کی کیفیت اس طرح تھی۔ فرماتی ہیں ''پیارے ابّا جان! خدا آپ کے چہرہ کو نورانی کرے اور آپ کی کوششوں کا نیک پھل لائے........ آپ کی مصیبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے انتقال کے بعد سب سے بڑی مصیبت ہے...... خدا آپ کو اس رخصت کرنے والی کا سلام پہنچائے......''[2]

[1] اتحاف شرح احیاء العلوم؛ الروض الانف شرح ابن ہشام
[2] معجم ابی یعلی الموصلی؛ المجالسۃ وجواہر العلم

تھانہ بھون میں رات عشاء کی نماز کا وقت تھا۔ سن ۱۳۶۲ھ اور رجب کی ۱۶ تاریخ مطابق ۱۹ جولائی ۱۹۴۳ء۔ جامع المجد دین، حکیم الامت حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ۸۲ برس کی عمر میں رحلت فرمائی تو حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ نمازِ وتر کے تشہد میں تھے کہ دل میں عظیم تغیر محسوس ہوا جیسے بالکل کورے رہ گئے ہوں۔ جب خانقاہ حاضر ہوئے تو معلوم ہوا ابھی ابھی پانچ منٹ ہوئے حضرت مجدد کا انتقال ہوا ہے۔ حجرۂ شیخ میں جب حاضر ہوئے بے تابانہ سرہانہ حاضر ہوکر پیشانی مبارک کو بوسہ دیا اور آنکھوں سے لگایا۔

صرف ایک سال ایک ماہ بعد ۱۷ اگست ۱۹۴۴ء کو حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے اِسی عاشقِ زار خواجہ مجذوب رحمۃ اللہ علیہ نے رحلت فرمائی تو علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ''کفتۂ مجذوب'' میں سانحۂ وفات کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی مفارقت کا جو صدمہ خواجہ صاحب کے دل پر تھا اگر وہ ایسے حکیم الامت شیخ کے تربیت یافتہ نہ ہوتے تو عجب نہیں کہ مجذوب سے مجنون ہوجاتے۔ جو ایک سال مزید حیات رہے تو حال یہ تھا کہ ایک لمحہ کسی جگہ قرار نہ تھا۔ آج یہاں کل وہاں آج اِس شہر میں کل اُس بستی میں غرضیکہ بقیہ مختصر زندگی اپنے پیر بھائیوں کے پاس جاجا کر ملاقاتیں کرنے میں گذاردی تاکہ حضرت شیخ کے اکابر خدام سے مل مل کر طلب کی پیاس بجھائی جائے، فرماتے تھے ؎

کوئی مزہ مزہ نہیں کوئی خوشی خوشی نہیں
تیرے بغیر زندگی موت ہے زندگی نہیں

کراچی کے علاقہ گلشنِ اقبال میں ۲۳ رجب ۱۴۳۴ھ مطابق ۲ جون ۲۰۱۳ء بروز دوشنبہ عین نمازِ مغرب کا وقت تھا۔ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ میں رومئ ثانی تبریزِ دوراں مجددِ زمانہ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہ نے تقریباً ۸۵ برس کی عمر میں اس دارِ فانی سے عالمِ بقا کی طرف کُوچ فرمایا تو خادمِ خاص حضرتِ اقدس سید عشرت جمیل میرؔ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مغرب کی نماز باجماعت ادا کرکے واپس آئے اور دو رکعات سنت ادا کیں۔ تھوڑی ہی دیر بعد یہ سانحہ رونما ہوا، حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی زار و قطار روتے ہوئے اپنے محبوب شیخ کی پیشانی مبارک پر بوسہ دیا۔ حضرت والا کی سوانح میں رقمطراز ہیں کہ آج غروبِ آفتاب کے ساتھ ہی عشق و محبتِ الٰہی کا آفتابِ عالمتاب بھی غروب ہوگیا، حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے دردِ محبت کی جو میراث اپنی تصانیف و تالیفات کی شکل میں چھوڑی ہے ان شاء اللہ قیامت تک امت اس کو پڑھ کر اشکبار ہوگی کہ آہ! ایسا تابندہ آفتابِ محبت آفاقِ عالم پر جلوہ گر تھا۔

محض دو سال بعد ۱۳ رجب ۱۴۳۶ھ مطابق ۲ مئی ۲۰۱۵ء بروز ہفتہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے انہی خادمِ خاص،

میرے شیخِ ثانی، بزبانِ شیخ وقت کے حسام الدین، حضرتِ اقدس سید عشرت جمیل میرؔ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے وفات پائی تو بے اختیار ذہن اس طرف گیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی دو سال ہی بقیدِ حیات رہے، خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو شیخ کے جانے کے بعد محض ۱۳ ماہ ہی مزید جی سکے اور اب حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی کُل ۲۳ ماہ مزید باحیات رہ کر راہیٔ عالم بقا ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

داغِ فراقِ صحبتِ شب کی جلی ہوئی
اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہِ شیخ سے ہجرت کے بعد ہر وقت دل میں یہ دھڑکا لگا رہتا تھا کہ نہ جانے کب یہ چھپی ہوئی حقیقت ظاہر ہو جائے کہ اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ [1] اور کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ [2]

ظاہری امراض کی وجہ سے جو اندیشے تھے وہ اپنی جگہ، بعض خلافِ مزاج باتوں کی وجہ سے آئے دن دل میں انجائنا کا درد ہوتا رہتا تھا، مزید پریشانی یہ ہونے لگی کہ معالج حضرات کی رائے کہ آپ صرف آرام کریں اور حضرت میر صاحب کا شوق کہ وقتِ آخر آنے سے پہلے زیادہ سے زیادہ تصنیف و تالیف کا کام کر کے ذخیرۂ آخرت کر لوں اور حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے حضور میرا یہ عمل پیش ہو تو آپ کی روحِ مبارک مجھ سے خوش ہو جائے۔

باقی تفصیل تو رسالہ ہٰذا میں قارئین خود ہی ملاحظہ فرما لیں گے تاہم ایک بات اپنی اصلاح کے لئے بھی اور قارئین کو توجہ دلانے کے لئے عرض کروں گا کہ حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے آخری دنوں میں سالکین، زائرین اور اہلِ محبت کی جو کثیر آمد و رفت ہوئی جبکہ حضرت کی صحت کمزور ہونے کی بناء پر بمشکل ہی ملاقات ہو پاتی تھی ؎

اُف وہ پروانے کہ سمٹے ہی چلے آتے ہیں
ہائے وہ شمع کہ خاموش ہوئی جاتی ہے

اور انتقال ہوتے ہی پورے ''بیتِ میر'' (قیام گاہ) میں ایک قدم چلنا مشکل ہو گیا تھا۔ یہی منظر حضرتِ والا شیخ العرب والعجم رحمۃ اللہ علیہ کے سانحۂ وفات پر نظر آیا کہ پوری خانقاہ، مسجد کی تمام منزلیں، صحن، برآمدہ سب محبین سے بھر گئے تھے۔ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ایسی قدر اگر ہم اپنے مشائخ کی ان کی حیات میں کر لیں تو نہ جانے کہاں سے کہاں پہنچ جائیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ تمام قارئین کو بھی اپنے اپنے مشائخ کی ان کی حیات میں ایسی ہی قدر و منزلت کرنے کی توفیق عطا فرمائے جیسی ان کی وفات کے بعد معلوم ہوتی ہے ؎

[1] سورۃ الزمر: آیۃ ۳۰ [2] سورۃ القصص: آیۃ ۸۸

دل کے جانے کا شہیدؔی حادثہ ایسا نہیں
کچھ نہ روئے آہ گر ہم عمر بھر رویا کئے

آخر میں، احقر حضرت مولانا مفتی شاہ محمد امجد صاحب اور حضرت مولانا شاہ عبد المتین صاحب ادام اللہ ظلالہم علینا دونوں حضرات کا تہہ دل سے مشکور وممنون ہے کہ اول کے توجہ دلانے پر حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالات چند صفحات پر لکھ کر ان حضرات کی خدمت میں ارسال کئے تھے۔ اپنی اعلیٰ ظرفی اور شفقت سے ان پر اظہارِ پسندیدگی فرمایا اور ثانی کے توجہ دلانے پر کہ ان صفحات کا اختتام کچھ اور تفصیل سے لکھو، مزید کچھ حالات لکھنے کی توفیق ہوئی اور بالآخر اب یہ رسالہ طباعت کے لئے جارہا ہے۔ اور پھر میرے شیخ ثالث، میری آنکھوں کا نور، میرے دل کا سکون حضرتِ اقدس شاہ فیروز میمن صاحب دامت برکاتہم

جانِ من جانانِ من سلطانِ من
اے تو درمانِ دلِ رنجانِ من
بہر سوزِ تشنگی تو آبِ من
اے فدایت ایں دلِ بے تابِ من
اے دوائے ایں دلِ رنجورِ ما
اے قرارِ ایں دلِ مہجورِ ما [1]

میرا ہر بُنِ مُو، ان کے لئے دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی صحت میں، عمر میں، دردِ دل میں، فیضِ عام میں اپنی شانِ کرم کے شایانِ شان برکت عطا فرمائے، مجھے بھی ان کے دردِ دل سے محروم نہ فرمائے، اور ایک ذرہ اپنی محبت کے درد کا محض اپنے کرم اور ان کے واسطہ سے عطا فرمادے۔

یہ اخترؔ (سہیل) خاکِ تیرہ بے زباں بے سروساماں ہے
مگر مٹی پہ بھی فیضِ شعاعِ مہرِ تاباں ہے

اگر اللہ تعالیٰ کے آفتابِ کرم کی ایک شعاع اس ناکارہ پر پڑ جائے تو اسی وقت ساری بگڑی بن جائے۔

[1] ترجمہ: اے میرے پیارے شیخ! آپ ہی میری زندگی بلکہ زندگی سے زیادہ محبوب ہیں اور میرے دلِ بیمار کا درماں ہیں۔ محبتِ الٰہیہ کی پیاس کے لئے آپ مثل آبِ سرد کے ہیں، اسی لئے میرا دلِ بے تاب آپ پر فدا ہے۔ میرے دلِ بیمار کی آپ ہی دوا ہیں اور میرے دلِ بے قرار کا آپ ہی قرار ہیں۔

میرا تو کام بن گیا میرا نصیب جاگ اُٹھا

حضرت شیخ دامت برکاتہم کی حوصلہ افزائی اور کتاب ہٰذا کے لئے درکار مدد کی فراہمی اور زبردست مشاغل کے باوجود بار بار تصحیح کرنا جس کے بغیر ایک قدم بھی آگے بڑھنا ممکن نہ تھا۔ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کے حضور قبولیت کی دعا اور تقصیرات کی معافی چاہتا ہوں کہ مَاۤ اَصَابَكَ مِنۡ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ اور مَاۤ اَصَابَكَ مِنۡ سَيِّئَةٍ فَمِنۡ نَّفۡسِكَ۔ لہٰذا اے قارئینِ کرام! اس کتاب میں جو خوبی نظر آئے تو اسے حق تعالیٰ کی ناکارہ پر مہربانی گردانیں اور کوئی خطا اور غلطی نظر آئے تو مجھے قصور کار سمجھتے ہوئے اطلاع ضرور دیں تاکہ غلطی کی اصلاح کر لی جائے۔

حق تعالیٰ اپنی رحمت سے اور اپنے حبیب رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صدقے میں قبول فرما کر امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے اس کتاب کو ہدیۂ نافعہ اور احقر کے لئے صدقۂ جاریہ فرما دیں۔

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم

و تب علينا انك انت التواب الرحيم

العارض العبد الضعیف

سہیل احمد عفا اللہ عنہ

''بیتِ میر'' گلستانِ جوہر کراچی

۲۴ شوال المکرم ۱۴۳۶ھ

۱۰۔اگست ۲۰۱۵ء

باتیں ہماری یاد رہیں پھر باتیں ایسی نہ سُنیے گا
پڑھتے کسی کو سُنیے گا تو دیر تلک سر دُھنیے گا

مرشدی حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ! چند یادیں چند باتیں

حضرتِ اقدس شیخ المشائخ شاہ فیروز عبداللہ میمن صاحب مدظلہ العالی

آہ! حضرتِ اقدس صدیقِ زمانہ، قلندرِ وقت، جاں نثارِ شیخ، میرے محسن، سید عشرت جمیل میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اب ہم میں نہیں رہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

آج گذرے ہوئے ۲۵ سال کا زمانہ ایک خواب سا معلوم ہوتا ہے۔ کبھی دل میں خیال آتا ہے کہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کی رحلت کے بعد حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ کا وقت اتنی جلدی کیسے گذر گیا؟ ؎

ایام مصیبت کے تو کاٹے نہیں کٹتے
دن عیش کے گھڑیوں میں گذر جاتے ہیں کیسے

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ سے احقر کی ملاقات ہی اللہ تعالیٰ کا ایسا احسانِ عظیم ہے کہ ساری زندگی سجدہ میں سر رکھ کے شکر ادا کروں تو حق ادا نہ ہوگا، پھر اس پر مستزاد یہ کہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری کے وقت حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ہستی کی صحبت ہر وقت میسر ہوتی تھی۔ جب بھی خانقاہ میں حاضری ہوتی تو دن ہو یا رات، صبح ہو یا شام، حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ہمہ تن اپنے شیخ کے درِ دل کے ساتھ مشغول پایا، حتیٰ کہ سفر میں بھی بیانات کے مسلسل شیڈول کے باوجود راتوں کو جاگ جاگ کر دن بھر کی مصروفیات کے مختصر نقاط لکھ لیا کرتے تھے جن کی مدد سے بعد میں کراچی آکر سفر نامے لکھنے میں مدد ملتی تھی۔ حضرت میر صاحب کے لئے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد فرمودہ یہ اشعار ایک مریدِ مخلص کے لئے گویا سرمایۂ حیات ہیں ؎

مانا کہ میر گلشنِ جنت تو دور ہے
عارف ہے دل میں خالقِ جنت لئے ہوئے
اک میرِ خستہ حال بھی اخترؔ کے ساتھ ہے
گذرے ہے خوب عشق کی لذت لئے ہوئے

یہ اللہ تعالیٰ کا حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر اور ان کے واسطے سے ہم سب پر فضلِ عظیم ہوا کہ آپ کو حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے بیانات اور مجلسوں کو کیسٹوں میں محفوظ کرنے کا خیال آیا۔ جس طرح سے آپ نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی

ایک ایک مجلس، ایک ایک گفتگو، ایک ایک بیان ریکارڈ کیا، آج بھی کوئی نیا آدمی جب ان باتوں کو سنتا ہے تو کہتا ہے کہ کاش ہم بھی ان مجلسوں میں موجود ہوتے، ان بیانات کو اپنے کانوں سے سنتے اور ان کیفیات کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے اور دل سے محسوس کرتے۔ قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید کا مقولہ سنا تو تھا لیکن پورا پورا اُس لگن اور دُھن سے سمجھ میں آتا ہے جو حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے بیانات اور مجالس کو ٹیپ ریکارڈ میں محفوظ کرنے کی سوار رہتی تھی۔ اُس وقت کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ لوگ حضرت کی آواز اپنے کانوں سے سننے کو ترسیں گے اور پھر انہی کیسٹوں کو سن کر اپنے دلوں کو تسلی دیں گے لیکن یہ بات حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے چالیس سال پہلے محسوس فرمالی تھی کہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی زبانِ مبارک سے جو موتی عالمِ معرفت میں بکھر رہے ہیں، ان کی کوئی مثال قریب و دور کے زمانے کے اولیاء اللہ میں نہیں ملتی اور انہیں آنے والی اُمت کے لئے محفوظ کرنا چاہیے۔

میرے اس گمان کا ثبوت اس طرح بھی ہے کہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کو خود اپنی مجالس کیسٹ میں محفوظ کرنے سے کوئی خاص دلچسپی نہ تھی بلکہ فرماتے تھے کہ ان باتوں کو اپنے دل میں محفوظ کرنے کی فکر ہونی چاہیے، بارہا حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ڈانٹا کہ دورانِ بیان کیوں اپنی نظر میرے چہرہ سے ہٹا کر کیسٹ کی طرف دیکھتے ہو؟ حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ معافی مانگتے اور تھوڑی دیر بعد حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی نظر بچا کر پھر کیسٹ لگا دیتے۔ آج وہ ذخیرہ اتنا قیمتی خزانہ ہے کہ بادشاہوں کے تخت و تاج کی ان کے سامنے کوئی حیثیت نہیں۔ کبھی کبھی جب رات کی تنہائی میں ماضی کے دریچوں میں جھانکنے کا موقع ملتا ہے تو ایسا لگتا ہے کہ جیسے کوئی خواب دیکھا تھا جس میں مَیں خانقاہ حاضر ہوا تھا اور کیسے کیسے پرلطف لمحات گزارے تھے اور اچانک دیکھتے دیکھتے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ اور اب حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ آناً فاناً اس دنیا سے چلے بھی گئے۔

حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ہمیشہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے دردِ دل کے نشر کی فکر میں منہمک پایا۔ آج تک یہ بات میں نہیں سمجھ سکا کہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی دن رات کی تمام خدمات انجام دینے کے ساتھ حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کس طرح مواعظ کو لکھا، ترتیب دیا، شائع کیا، کس طرح سفرنامے لکھے، کس طرح حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار کا مجموعہ ترتیب دیا، اور اس کے ساتھ یہ بھی کہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی ایک منٹ کی صحبت کو بھی نہ چھوڑتے تھے، خانقاہ آنے والے مہمانوں کی بھی خدمت میں پیش پیش رہتے تھے، اصلاحی خطوط کے جوابات بھی لکھتے تھے، کسی کو اصلاحی مشورہ کرنا ہوتا تو اس کے لئے بھی وقت فارغ کر لیتے تھے۔ اگر وقت نہیں تھا تو اپنی ذات کے لئے نہیں تھا۔ حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہ تمام کارنامے سمجھ اور عقل سے ماوراء معلوم ہوتے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کا حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کوئی خاص

معاملہ تھا جسے ہماری عقل سمجھنے سے قاصر ہے۔حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ کتنی بیماریاں لاحق تھیں اور کئی کئی ٹکیاں (Tablets) کھاتے تھے اور ڈائلیسس ہورہا ہوتا تھا لیکن دورانِ ڈائلیسس بھی وعظ لکھتے رہتے تھے۔آج ہم منبر پر بیٹھ کر بیان کرتے ہیں تو وہ باتیں یا تو حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ سے سنی ہوئی ہوتی ہیں یا حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سنی ہوتی ہیں، یا پھر کیسٹ سے سنا ہوا مال ہوتا ہے، یا کتاب سے پڑھ کر سناتے ہیں تو کیسٹ میں محفوظ کرنے والے بھی حضرت میر صاحب ہی تھے اور کتابیں لکھنے والے بھی حضرت میر صاحب ہی تھے۔اللہ تعالیٰ نے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے علوم ومعارف، فیوض وارشادات کو لکھنے، محفوظ کرنے اور پھیلانے کا اتنا عظیم الشان کام حضرت میر صاحب سے لیا ہے جس سے ان شاء اللہ اُمت قیامت تک استفادہ کرتی رہے گی۔جتنی بھی حضرت والا کی کتابیں اردو میں چھپ رہی ہیں یا ان کے مختلف زبانوں میں ترجمے (عربی، پشتو، سندھی، انگریزی وغیرہ میں) ہورہے ہیں تو یہ سارا صدقہ جاریہ حضرت والا اور حضرت میر صاحب ہی کا ہورہا ہے۔حدیث شریف میں ہے کہ موت انسان کا عمل منقطع کردیتی ہے، صرف تین چیزیں رہ جاتی ہیں، صدقۂ جاریہ، علم جس سے انتفاع ہو اور اولادِ صالح جو اس کے حق میں دعا کرے۔

میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہوں کہ جیسے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے آخری لمحات میں جو چند احباب حضرت کے پاس موجود تھے تو اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی وہاں موجودگی کی سعادت نصیب فرمائی، اسی طرح حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت کے وقت بھی حاضری نصیب ہوئی حالانکہ میں دو ماہ سے دبئی میں مجبوراً رہا تھا کیونکہ احقر کے بڑے بھائی (سلیم بھائی) کے اچانک انتقال کی خبر ملی تو دبئی جانا پڑا۔اس وقت تک حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت بہت ناساز ہوچکی تھی لیکن آہ! حضرت والا کے فیض کو پھیلانے کی ایسی تڑپ تھی (جیسا کہ حضرت والا دعا فرماتے تھے کہ اے اللہ! میرے دردِ دل اور آہ وفغاں کو پوری دنیا کے کونے کونے میں پھیلا دے) کہ حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی انگلیوں میں حالانکہ زخم ہوگئے تھے جس کی بناء پر خود لکھ نہیں سکتے تھے مگر پھر بھی اپنے خادمین (مفتی انوار الحق صاحب، جیلانی میاں وغیرہ) سے فرماتے کہ تم پڑھ کر سناؤ، کبھی لیٹے لیٹے اس حالت میں مسودہ پڑھتے کہ ایک آدمی صفحہ پلٹتا رہتا، کبھی سن سن کر مواعظ کی تصحیح اور اصلاحی خطوط کے جواب لکھواتے، غرض آخری سانس تک دین کا کام کرتے رہے۔

دبئی سے الحمدللہ! روزانہ حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحت کے بارے میں معلومات لیتا رہتا تھا۔جس دن انتقال ہوا، اُس سے ایک دن پہلے ہی عزیزم کاشف خلیل سلمہٗ نے طبیعت کی نازک حالت ہونے کی فون پر خبر دی اور مشورہ دیا کہ کچھ بھی ہو، واپس آجاؤ۔یہ پیغام سن کر رحلت سے چند گھنٹے قبل حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حیات ہی میں بیتِ میر حاضر ہوگیا۔یہ بھی عجیب بات دیکھی کہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد جیسے جیسے وقت گذرتا جارہا تھا تو حضرت والا کا چہرۂ مبارک انوارات سے بھرتا جارہا تھا، اسی طرح حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد جبکہ میں

آپ کے جسمِ مبارک کے قریب ہی بیٹھا ہوا تھا تو میں نے باقاعدہ اٹھ کر جا کر آپ کے چہرہ کو بغور دیکھا کہ آپ کے چہرہ کا کیا معاملہ ہے؟ تو پہلے سے زیادہ نور ٹپک رہا تھا اور چہرہ پُرسکون تھا اور چہرہ ایسا لگ رہا تھا جیسا خوشی کے لمحے میں ہوتا ہے۔شیخ اور مرید کے حالات میں حیرت انگیز مماثلت یہ دیکھی کہ جس طرح آخری ایام میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ بات نہیں کر سکتے تھے اسی طرح حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی آخری دنوں میں بول نہیں سکتے تھے، جس طرح حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی سانسیں آہستہ آہستہ ختم ہوئیں حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بھی سانسیں آہستہ آہستہ ختم ہوئیں اور دونوں ہی کو ان آخری لمحات میں کوئی بے چینی نہیں تھی، حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے پھیپھڑوں میں پانی چلا گیا تھا جو انتقال کا سبب بنا، حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بھی پھیپھڑوں میں پانی چلا گیا تھا اور وفات کا سبب بنا، دونوں کو دل کا عارضہ، دونوں کو بلڈ پریشر کا مرض، دونوں کو شوگر کی بیماری اور دونوں ہی صبر اور تسلیم و رضا کا پیکر بنے ہوئے آخری سانس تک اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی شکر گزاری کرتے رہے اور یہ فرماتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوئے کہ اللہ نے اس حال میں بھی ہزاروں سے اچھا رکھا ہوا ہے۔

حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ میرے شیخ و مرشد کی بالکل ہو بہو نقل اور کاپی تھے، بس جو حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے فرما دیا وہ آپ کے لئے حرفِ آخر ہوتا تھا چاہے زمانہ ادھر سے اُدھر ہو جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دعا سکھائی کہ اے اللہ مجھے اپنی محبت عطا فرما اور اپنے پیاروں کی محبت بھی عطا فرما تو چونکہ ہم نے اللہ والوں کی جیسی محبت کرنی چاہیے وہ کی نہیں، جو اُن کی قدر کرنی چاہیے تھی وہ کی نہیں، تو ہمیں کیا معلوم تھا کہ اللہ والوں پر کیسے فدا ہوا جاتا ہے؟ ہمیں کیا معلوم تھا کہ شیخ کی خدمت کس کو کہتے ہیں؟ اپنے شیخ سے یہ محبت کرنا بھی ہمیں حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سکھایا۔

کبھی حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ اگر فرما دیتے کہ میر صاحب میرے مہمانوں کو اچھی سی چائے پلا یئے تو ہم جیسے خادموں کے لئے حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس قدر اہتمام سے چائے تیار کرتے تھے کہ ہمیں شرمندگی ہونے لگتی تھی۔ ایک مرتبہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی اجازت سے احقر نے روزہ رکھا تھا، شام کو حضرت والا کو یاد آیا تو حضرت میر صاحب سے فرمایا کہ فیروز میاں کا روزہ تھا، ان کے لئے میرے خاص شامی کبابوں میں سے کباب اور چپاتی اور بہترین کینیا والی اسپیشل چائے بنا لیجیے اور خود حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ اپنے حجرۂ خاص میں احقر سے گفتگو فرمانے لگے۔ حضرت میر صاحب نے جس طرح سے کباب کو ہلکی آنچ پر تلا اور جس اہتمام سے چائے تیار کی میں اُن لمحات کو بھول نہیں سکتا، اور پھر خود ٹرے میں تمام چیزیں لے کر حضرت والا کے کمرے میں حاضر ہوئے۔ جب کمرہ میں حاضر ہوئے تو حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے احقر سے فرمایا کہ ایک کونے میں بیٹھ کر دسترخوان لگا کر کھا لو۔ جیسے ہی میں نے اُس کباب کا ایک لقمہ منہ میں رکھا تو دل بے اختیار چاہنے لگا کہ ایسا لذیذ کباب ایک کیوں ہے، دو کیوں نہیں لائے؟

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی یاد آتی ہے، حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یاد آتی ہے تو بیان وتقریر کرنا بھی مشکل ہوجاتا ہے۔ایک مرتبہ کسی بات پر مشورہ نہ کرنے پر اور خود سے فیصلہ کرنے پر حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ احقر سے سخت ناراض ہوگئے، میں بار بار معافی مانگ رہا تھا، حضرت میر صاحب سمجھا بھی رہے تھے اور ناراضگی کا بھی اظہار فرما رہے تھے، میں نے آپ کے پاؤں پکڑ لئے، فرمایا معاف تو کردیا لیکن ہم سے تعلق نہ رکھنا، میں اور زیادہ لپٹ گیا کہ آپ کو چھوڑ کر میں کہاں جاؤں گا؟ غرض بڑی مشکل سے راضی ہوئے۔اب وہ ڈانٹ یاد آتی ہے، اب کون ڈانٹے گا؟ میرے مرشدِ اول حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے؎

سختیاں شیخ کی ہیں سب فنا کے لئے
مت سمجھ مت سمجھ ان کو ہرگز ستم

حق تعالیٰ اعلیٰ علیین میں حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے درجات کو بیش از بیش بڑھائے اور قیامت میں آپ کا حشر صدیقین کے ساتھ کرے کہ آپ نے اپنی زندگی ایک سچے رفیق اور صدیق کی طرح بسر کی۔رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔
میرے ایک عزیز دوست ریحان طائر میاں نے اس غم کے موقع پر میرے دل کی کیفیت کی خوب ترجمانی کی ہے، اللہ تعالیٰ ان کو اس کی بہترین جزاء عطا فرمائے۔آمین۔

سُونا سُونا جہاں مرشدی کے بغیر
زندگی بے نشاں مرشدی کے بغیر

صبر دے دیجئے خالقِ دوجہاں
ورنہ جینا کہاں مرشدی کے بغیر

باغباں کیا کریں پھول مُرجھا گئے
چار سُو ہے خزاں مرشدی کے بغیر

جان ہلکان ہے دل پریشان ہے
اَشک بھی ہیں رواں مرشدی کے بغیر

شیخِ اول گئے شیخِ ثانی گئے
رہ گئے ہم یہاں مرشدی کے بغیر

کتنے غمگین ہیں کتنے مغموم ہیں
سب ہی پیر و جواں مرشدی کے بغیر

صحبتِ یار ہے اب نہ دیدار ہے
ہائے محرومیاں مرشدی کے بغیر

طائرانِ حزیں سن لے ممکن نہیں
رونقِ گلستاں مرشدی کے بغیر

نگینے کا دِیا

حضرتِ اقدس خالد اقبال تائبؔ صاحب جونپوری دامت برکاتہم

۷۹۔۱۹۷۸ء میں جب بندہ حضرت مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں کبھی کبھار حاضر ہوتا تھا تو وہیں اشرف المدارس (حال دار الافتاء والارشاد) کی مسجد میں شیخِ اول شیخ العرب والعجم رحمۃ اللہ علیہ کی بالعموم نماز میں زیارت ہوتی، غالباً اس دوران شیخِ ثانی حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ علیل تھے۔ جب حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ گلشن اقبال منتقل ہوئے تو اکثر ۸۴۔۱۹۸۳ء میں دوستوں کو ساتھ لے کر جمعہ کے بیان میں گلشن حاضر ہوتا۔۔۔۔ان دونوں بزرگوں کا تعارف ہمارے ہر دلعزیز دوست نور الھدیٰ بھائی (پیارے بھائی) نے کروایا، جن کا یہ احسان عمر بھر بھلایا نہیں جا سکتا۔

اس وقت گلشن خانقاہ کی مسجد زیرِ تعمیر تھی، جمعہ ابھی وہاں قائم نہیں ہوا تھا۔ ہم جمعہ سے پہلے بیان سنتے، پھر گھر واپس آ کر محلے کی مسجد میں یا الفلاح مسجد میں حضرت مولانا یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ کی اقتداء میں نماز جمعہ ادا کرتے۔ شیخِ ثانی حضرت میر عشرت جمیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی پہلی بار زیارت گلشن کی خانقاہ ہی میں ہوئی۔ درمیان میں حالات کے پیشِ نظر حاضری میں کچھ وقفہ آیا، پھر ۱۹۸۵ء سے حضرت شیخِ اول رحمۃ اللہ علیہ کے وصال تک مسلسل حضرت شیخِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے دامِ محبت و شفقت کا اسیر رہا۔

شیخِ اول شیخ العرب والعجم رحمۃ اللہ علیہ کا دنیا سے اُٹھ جانا بلاشبہ ہمارے لئے ایک عظیم نقصان تھا مگر حضرت شیخِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے صبر و ضبط نے ہمیں حوصلہ بخشا۔ شیخِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت میں کسی سوچ و فکر و استخارے کی ضرورت پیش نہیں آئی کیونکہ شروع ہی سے ہمیں زیادہ صحبتیں بلا استحقاق انہیں کی نصیب ہوئیں۔ حضرت شیخِ اول رحمۃ اللہ علیہ اندر کمرے حجرۂ خاص (I.C.U) میں تشریف فرما ہوتے، ہم ملاقات و زیارت کے لئے ڈرتے ڈرتے حاضر ہوتے، تھوڑی دیر کے بعد حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے: جاؤ، باہر میر صاحب کے پاس بیٹھو۔ کبھی یہ فرماتے ان کو معمولی مت سمجھنا، سید ہیں، اور پوری زندگی انہوں نے دین کی خدمت کے لئے وقف کر دی ہے، دنیاوی اعتبار سے بھی علیگڑھ کے گریجویٹ ہیں اور بہت عمدہ شعر بھی کہتے ہیں۔

غالباً ۹۸۔۱۹۹۷ء میں بیماری سے قبل ایک بار حاضر تھا تو فرمایا: یہ جو مواعظ اور کتب (چاروں طرف ہاتھ گھماتے ہوئے فرمایا) تم دیکھ رہے ہو، پوری دنیا میں تقسیم ہو رہے ہیں، اس میں زیادہ تر محنت میر صاحب کی شامل ہے اور مزید فرمایا ''میر صاحب میرے داہنے بازو ہیں'' (میرے اور حضرت شیخِ اول رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان کوئی راوی نہیں۔

یہ جملہ ناچیز نے اپنے کانوں سے خود سنا ہے)،کبھی کوئی تفصیلی مشورہ کرنا ہوتا تو فرماتے میر صاحب سے مشورہ کرلو۔

حضرت شیخِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد بار ناکارہ پر احسان فرماتے ہوئے مجھے شیخ کے آداب سکھائے، بات کرنے کا سلیقہ سکھایا، غلطی ہوجانے پر معافی مانگنے کا طریقہ بتایا۔مختلف مواقع پر خود شیخ سے ڈانٹ کھائی اور ہمیں اس سے سبق حاصل کرنے کے مواقع فراہم کئے،حضرت شیخِ اول رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا''میں میر صاحب کو جتنا ڈانٹتا ہوں کوئی اور ہوتا تو دوسرے دن بھاگ جاتا،مگر میر صاحب کو میری ڈانٹ میں مزہ آتا ہے اور یہ سب شیخ سے گہری محبت کے سبب ہے۔''

ایک بار فرمایا ''ہاں تائب!تم نے میرؔ صاحب کا شعر ڈانٹ کی لذت پر سنا ہے؟''میں نے نفی میں سر ہلایا تو فرمایا: ''میر صاحب ذرا تائب کو اپنا وہ مزیدار شعر سنادو۔''حضرت شیخِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ یوں لب کشا ہوئے ؎

ہائے وہ خشمگیں نگاہ قاتلِ کبر و عجب و جاہ
اس کے عوض دلِ تباہ میں تو کوئی خوشی نہ لوں

ایک بار یہ ناکارہ سندھ بلوچ سوسائٹی سے چند احباب کے ساتھ گلشن آرہا تھا۔آپس میں انہوں نے بات شروع کی، ایک نے کہا آج تو میر صاحب کو بڑی ڈانٹ پڑی۔ناکارہ نے عرض کیا: پڑی نہیں،ڈانٹ کھائی،اس لئے کہ ہماری تربیت کے لئے کبھی بے وجہ بھی انہیں ڈانٹ کھانی پڑتی ہے،اور وجہ یہ ہے کہ ہم شیخ کی ڈانٹ کا تحمل نہیں کرسکتے، حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہمیں شیخ کی ناز برداری سکھا رہے ہیں۔تب وہ حیرت زدہ رہ گئے اور استغفار کیا۔کئی بار بیان میں آنکھیں بند ہونے پر حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ میر صاحب پر ناراض ہوتے اور ڈاکٹر صاحبان سفارش کرتے کہ یہ دواؤں کے اثر کی وجہ سے ہے تو نئے لوگوں کی زیرِلب مسکراہٹ دم توڑ دیتی۔ہمیں اکثر حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی فنائیت اور بے نفسی پر رشک آتا،کاش اس کا کچھ حصہ ہم لوگوں کو بھی مل جاتا۔کبھی لوگ درشتی کا ذکر کرتے تو حضرت شیخِ اول رحمۃ اللہ علیہ فرماتے:''ہاں اگر وہ درشتی کا معاملہ نہ کریں تو نظام میں درستی نہ آئے،انتظامی معاملات میں اس طرح کا رویہ کبھی کبھار رکھنا ضروری ہوتا ہے،تم نے حضرت شیخ شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد نہیں سنا،مروت اور انتظام ساتھ ساتھ نہیں چل سکتے۔''

اللہ والوں کے بارے میں ہر ایک کی یہ رائے ہے کہ وہ ہر کسی سے ایسا تعلق برتتے ہیں کہ وہ سمجھنے لگتا ہے کہ حضرت کو مجھ سے خصوصی تعلق ہے اور بجا طور پر ناکارہ نے بھی یہی سمجھا۔اللہ اکبر۔حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس قدر شفقت و محبت فرماتے کہ کبھی شرم سے زمین میں گڑ جاتا مگر اس پر شکر بھی ادا کرتا کہ اللہ تعالیٰ نے شیخِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں اپنائیت و محبت ڈال دی ہے۔

جب کبھی رات کو قیام کے ارادے سے یا سہ روزہ کی نیت سے خانقاہ حاضری ہوتی تو شیخِ ثانی حضرت

میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ انتہائی خوشی کا اظہار فرماتے اور میری پسند کے مطابق بکرے کے گوشت کا پلاؤ بنواتے جو بہت ہی لذیذ ہوا کرتا تھا، اس کے علاوہ کبھی اِسٹو بھی پکواتے، کبھی عشاء کی مجلس کے بعد رات کو رُکنا نہ بھی ہوتا تب بھی مجھے حکم فرماتے کہ آج آپ کا پسندیدہ پلاؤ پکا ہے، کھا کر جائیے گا۔ عمر کے آخری حصہ میں بھی حضرت مجھے ڈائلیسس والے کمرے میں بلوا کر چائے پلواتے اور حکم فرماتے کہ مجلس شروع کریں، آج آپ ہی کی مجلس ہوگی۔ ایک بار فرمایا ''تائب صاحب کی مجلس دلچسپ بھی ہوتی ہے اور مفید بھی''، باوجود اس کے کہ شعر و ادب میں ناچیز خود کو حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شاگرد تصور کرتا ہے، اس قدر حوصلہ افزائی فرماتے جس کو بیان نہیں کیا جا سکتا، اصاغر نوازی کی ایسی مثالیں اب خال خال ہی دنیا میں ملتی ہیں۔

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: تائب صاحب کا کلام حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا سماعت فرمایا ہوا ہے اس لئے اعتراض کی گنجائش نہیں۔ ایک بار فرمایا: ''تائب صاحب کے اشعار کے سامنے الفاظ ہاتھ باندھے کھڑے رہتے ہیں۔'' اسی مجلس میں (جمعہ ۱۰ جمادی الثانی ۱۴۳۵ھ، ۱۱/اپریل ۲۰۱۴ء) جب میں دو غزلیں سنا کر بیٹھنے لگا تو فرمایا: ''تائب صاحب ابھی نہ بیٹھیں''، پھر خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر پڑھا ؂

سیری نہیں ہوتی، نہیں ہوتی، نہیں ہوتی

اے پیرِ مغاں اور ابھی اور ابھی اور

اللہ تعالیٰ میری ناقدری کو معاف فرمائیں اور اپنے کرم سے حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونا آسان فرمادیں۔ آمین۔

حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمتِ اقدس میں ان کی حیات میں یہ دو غزلیں بطور ہدیۂ محبت پیش کی تھیں، جو خود حضرت نے بھی اور سامعین نے بھی بہت پسند فرمائی تھیں، اب انہیں سلامِ محبت کے طور پر حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح کے لئے پیش کرتا ہوں ؂

مت کرے تحقیر کوئی میرؔ کی | یہ نصیحت ہے ہمارے پیر کی
ایسا رانجھا جس نے عشقِ شیخ میں | کی تمنّا تک نہ دل میں ہیر کی
چھوکری کیا نوکری تک چھوڑ دی | ساری کڑیاں توڑ دیں زنجیر کی
شیخ کو ترجیح دی ہر شوخ پر | واہ ری قسمت تری تدبیر کی

اور دوسری غزل ہے ؂

شیخ سے تم نے لیا ایسا دِیا[1] | تیرگی کو نور میں نہلا دیا
دیکھ کر جلتا ہے کوئی تو جلے | رکھ دیا پیشِ ہوا جلتا دِیا
خود جلے اور جلتوں کو بجھنے نہ دے | کوئی دکھلائے کوئی ایسا دِیا
رشکِ گلشن سے تعلق کے طفیل | خار و خس نے آپ کو رستہ دیا
روشنی اندر بھی ہو، باہر تو ہے | کیا بھلا دیکھے کوئی اندھا، دِیا
جاتے جاتے شیخِ اول نے ہمیں | کیا حسیں تحفہ نگینے[2] کا دیا
دل جلوں کے دل پہ کیا بیتی نہ پوچھ | بجھ گیا تائب جو وہ جلتا دِیا

[1]: دِیا معنی چراغ

[2]: نگینہ یعنی حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا آبائی شہر

تصدیق مقامِ صدیقیت

حضرت مولانا شاہین اقبال اثرؔ صاحب جونپوری دامت برکاتہم

حضرتِ اقدس شیخ العرب والعجم مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہ کا سانحۂ ارتحال متعلقین بالخصوص محبین کے لئے کوئی معمولی حادثہ نہ تھا۔ حضرت والا میر صاحب نور اللہ مرقدہ تو پہلے ہی حضرتِ اقدس کے ساتھ ملکِ عدم جانے کے لئے تیار تھے۔ اس موقع پر بندہ یہ سوچ رہا تھا کہ حضرتِ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ جانے کی اگر عام منادی ہوجائے تو شاید آدھے سے زیادہ شرکائے جنازہ کفن پہن کر لیٹنے کو اپنی سعادت سمجھیں اور بزبانِ حال کہہ اٹھیں ؂

جو تجھ بن نہ جینے کو کہتے تھے ہم
سو اس عہد کو اب وفا کر چلے

ادھر قلندرِ زماں حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مقامِ صدیقیت کا راز اس وقت افشا ہوا جب حضرتِ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت پر اللہ تعالیٰ نے ان کو کچھ اس قسم کا صبر وضبط و ہوش وحواس عطا فرمایا کہ جیسا صبر واستقلال سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال پر صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا منقول ومعروف ہے چنانچہ حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس اندوہناک موقع پر دوسروں کو تسلی اور حوصلہ دے رہے تھے۔ خود فرماتے تھے کہ میں سوچتا تھا کہ اگر حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا تو میرا بھی دل بند ہوجائے گا مگر اللہ تعالیٰ نے میرے دل کو ایسی تسلی عطا فرمائی کہ میں خود حیران تھا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے دونوں مشائخ کو

درجاتِ عالیہ سے نوازے، اس معاملے میں بندہ کا خیال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کچھ عرصہ حیات اس لئے عطا فرمائی کہ میرے جیسے کمزور سالکین اپنی جسمانی اور روحانی زندگی سے مایوس نہ ہو جائیں اور برسوں کے مجاہدات پر پانی نہ پھر جائے۔

حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس اور طرزِ اصلاح ہو بہو حضرت شیخ العرب العجم رحمۃ اللہ علیہ کی نقل تھی اور ہم طالبین وہی نفع محسوس کرتے تھے جو حضرتِ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت و معیت میں تھا، حضرت والا میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حیاتِ طیبہ بہت سے سالکین کے لئے پیغامِ حیات بھی ثابت ہوئی چنانچہ بندہ نے عرض کیا ہے ؎

پیر کی جدائی کا غم تھا جاں گسل لیکن
میرؔ کا وجود اب تک وجہِ زندگانی ہے

بظاہر حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کسی مدرسہ کی سندِ فضیلت نہ تھی مگر حقیقتاً حضرتِ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی تقریباً نصف صدی کی صحبت کی برکت سے حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تفقہ فی الدین قابلِ رشک تھی، مثال کے طور پر حضرت مفتی امجد صاحب مدظلہ کا قول پیش کرتا ہوں۔ وہ فرماتے ہیں میں نے کچھ عمیق و دقیق مسائل اور اشکالات کے بارے میں حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے استفسار کیا تو انہوں نے مجھے ان کے شافی و کافی جوابات سے نوازا، پھر کسی موقع پر مجھے حضرت شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا تو وہی سوالات و اشکالات میں نے حضرت کی خدمت میں بھی عرض کئے تو حضرت مفتی صاحب نے بعینہٖ وہی جوابات عنایت فرمائے جو قلندرِ زماں حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عنایت فرمائے تھے۔

تربیت عاشقانِ خدا میں اشاعت یافتہ بے شمار خطوط کے جوابات حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قلم مبارک کے ہیں مگر اس میں یہ پہچاننا بھی مشکل ہے کہ کون سا جواب حضرتِ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور کون سا حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا، اس بارے میں حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خود فرمایا کہ میں بعد میں ان جوابات کو پڑھ کر خود حیران رہ جاتا تھا کہ ایسے جوابات میں نے کیونکر تحریر کئے۔ یقیناً یہ سب فیض تھا ایک مجددِ وقت کی صحبت و معیت کا اور حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اس کا نہ صرف سو فیصد اعتراف تھا بلکہ اس کا تذکرہ تقریباً ہر مجلس میں کرتے تھے کہ ؎

جمالِ ہم نشیں در من اثر کرد
وگرنہ من ہمہ خاکم کہ ہستم

مجھ جیسے بے شمار سالکین نے جو کچھ تھوڑا بہت حضرتِ اقدس رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ کیا یہ حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی کی صحبت و تربیت کا فیض تھا۔ بعض اوقات ہمیں اپنے حجرے سے حضرتِ اقدس رحمۃ اللہ علیہ باہر بھیجتے ہوئے فرماتے تھے کہ جاؤ،

اب میر صاحب کے پاس بیٹھو۔ہم تعمیل حکم میں جب حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھتے تو وہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ ہی کی محبت بڑھانے والی باتیں اس کیفیت سے فرماتے کہ ہم ایسے کورچشموں کی آنکھیں بھی کھل جاتیں،صرف یہی نہیں بلکہ بعض اوقات حضرتِ اقدس رحمۃ اللہ علیہ خود بھی حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے محبت کا اظہار فرمایا کرتے تھے چنانچہ ایک بار ارشاد فرمایا کہ میں میر سے اس لئے محبت کرتا ہوں کہ وہ اپنا خاندان اور پاندان سب چھوڑ کر میرے پاس پڑا ہوا ہے۔
یہ شعر بھی حضرتِ اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی کے لئے ارشاد فرمایا تھا کہ ؂

زنجیرِ محبت میں، میں تم کو جکڑ لوں گا
بھاگو گے اگر مجھ سے میں تم کو پکڑ لوں گا

ایک مرتبہ حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسٹیل مل نوکری پر جانے لگے تو فرمایا کہ ؂

نہ جایا کرو تم مجھے چھوڑ کر
یہ جانا ہے عہدِ وفا توڑ کر

جیسا کہ حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ؂

عشقِ معشوقاں نہان است و ستیر
عشقِ عاشق با دو صد طبل و نفیر

بندے نے اس شعر کا ترجمہ کیا ہے کہ ؂

اہلِ دل کس نے کہا پیار نہیں کرتے ہیں
ہاں مگر عشق کا اظہار نہیں کرتے ہیں
یوں بھی محبوب میں ہوتا ہے ذرا ناز و حجاب
اور عشاق کبھی عار نہیں کرتے ہیں

مطلب یہ کہ جب کبھی پیمانہ چھلک جاتا ہے تب ایسی باتوں کا اظہار ہوتا ہے،اتنے بڑے قطب زماں کا ایسا حسنِ ظن اور اظہارِ محبت ہمارے لئے مشعلِ راہِ سلوک ہونا چاہیے۔ہماری ناقدری پر یہی شعر پیش کیا جاسکتا ہے کہ ؂

عمر بھر سنگ زنی کرتے رہے اہلِ وطن
یہ الگ بات کہ دفنائیں گے اعزاز کے ساتھ

اللہ تعالیٰ ہماری ناقدریوں کو معاف، ہمارے مشائخ کے درجات کو بلند فرمائے اور ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

میرؔ گم ہے پیر میں اور پیر خوش ہے میرؔ سے

رب کی الفت پائی ہم نے ایک کامل پیر سے
پیرِ کامل کی محبت پائی ہم نے میر سے
صاحبِ باطن بنا ہے میر حُبِ پیر سے
پیر کی الفت ہے ظاہر میر کی تحریر سے
میر نے ایسی محبت کی ہے اپنے پیر سے
کب کرے گا عشق ایسا کوئی رانجھا ہیر سے
پیر کی الفت میں وہ دنیا سے بیگانہ ہوا
میر کی نسبت جسے حاصل ہوئی تقدیر سے
ہے یہ نسبتِ اتحادی کا بہت واضح ثبوت
میر گم ہے پیر میں اور پیر خوش ہے میر سے
اک سند ہے ''جانِ عشرت عشرتِ جانِ من است''
پیر شاداں میر سے اور میر فرحاں پیر سے
میر نے خود کو مٹایا پیر کی دہلیز پر
میر مٹ سکتا نہیں ہے داستانِ پیر سے
میر کی الفت نہاں ہے قلب و جانِ پیر میں
میر کی الفت عیاں لفظ و بیانِ پیر سے
خاکِ پائے پیر کو سرمہ بنایا میر نے
میر یوں چمکا جہاں میں التفاتِ پیر سے
یہ تاثر ہے موثر ہستیوں کا اے اثرؔ
ورنہ کیا نسبت اثر کو آہ کی تاثیر سے

خَالِطُوْهُمْ لِتَكُوْنُوْا مِثْلَهُمْ
کا عہدِ زرّیں تمام ہوا!

سہیل احمد عفا اللہ عنہ

کوئی بھی شخص جس نے حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے شیخ کے ساتھ تعلق دیکھا ہو، اسے اس تعلق کو بیان کرنے کے لئے محبت کا لفظ بہت ہلکا معلوم ہوگا، اسے وارفتگی کہہ لیں، جاں نثاری کہہ لیں یا پھر فنافی الشیخ کا اعلیٰ مقام کہہ لیں، غرض جو اعلیٰ سے اعلیٰ، بلند سے بلند تشبیہ دے لیں وہ سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تقریباً ۴۶ برس کی شبانہ روز صحبت، جو آپ نے حضرت والا شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہ کی اٹھائی، ۲۰۱۳ء میں حضرت کی رحلت کے بعد کوئی بھی یہ توقع نہیں رکھتا تھا کہ آپ حضرت والا کے بغیر ایک لمحہ بھی گذار سکیں گے۔ خود بار بار حضرت سے آ کر عرض کرتے کہ حضرت! آپ نے فرمایا تھا میں اور تو ساتھ ساتھ چلیں گے، تو اپنا وعدہ بھول نہ جائیے گا۔ لیکن پھر یہ عجیب منظر بھی دیکھا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے محبین وخادمین ہچکیوں سے رو رہے تھے اور حضرت میر صاحب صبر کا پیکر بنے سب کو تسلی دے رہے تھے اور آج وہی منظر دوبارہ دیکھا کہ حضرت میر صاحب کا انتقال ہوا اور سب زار وقطار رو رہے تھے لیکن کوئی تسلی دینے والا نہ تھا، بعض خصوصی احباب کی زبان سے یہ کیفیت دیکھ کر بے اختیار نکل گیا کہ ایسا لگتا ہے حضرت شیخنا ومرشدنا کا انتقال دو سال قبل نہیں بلکہ آج ہوا ہے ۔

شہر میں جو ہے سوگوار ہے آج اپنا بے گانہ اَشک بار ہے آج
رخصتِ موسمِ بہار ہے آج رحلتِ فخرِ روزگار ہے آج

حضرت میر صاحب کو دیکھ کر عشقِ شیخ کا مفہوم سمجھ میں آتا تھا ۔

محبت کے لئے کچھ خاص دل مخصوص ہوتے ہیں
یہ وہ نغمہ ہے جو ہر ساز پر چھیڑا نہیں جاتا

خود فرماتے تھے کہ میں کوئی شاعر نہیں ہوں لیکن حضرت والا کے عشق ومحبت میں حضرت میر صاحب کا جو کلام ہے وہ بڑے بڑے قادر الکلام شعراء کو شرمندہ کرتا ہے، حضرت والا کا یہ مصرع آپ کے حسبِ حال تھا ۔

مجھ کو تمہارے درد نے شاعر بنا دیا

ایک شاعر نے تو کہا تھا ؎

شمس و قمر کی روشنی دہر میں ہے ہوا کرے
مجھ کو تو تم پسند ہو اپنی نظر کو کیا کروں

اب اسی مضمون کو حضرت میر صاحب کے الفاظ اور تشبیہات میں ملاحظہ فرمائیں پھر اندازہ ہوگا کہ شیخ کا عشق کیا کیمیا اثر رکھتا ہے اور اس نے میرِ اختر کے دردِ بے زبان کو کن الفاظ و معانی میں ڈھالا تھا ؎

دیکھے ہیں گو ہزار ہا شمس و قمر جہان میں
سارے جہان میں کوئی آپ سا خوبرو نہیں
حُسن میں لاجواب تو، عشق میں لاجواب میں
عشق کہاں جو میں نہیں، حُسن کہاں جو تو نہیں
حق نے دیا ہے شیخ وہ، منزل ہے جس کا ہر قدم
میرِ شکستہ پا کو اب منزل کی جستجو نہیں

حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پہلا تعارف

حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو پہلی مرتبہ ۱۹۸۳ء میں دیکھا جب احقر حضرت والا شیخِ اول حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نوراللہ مرقدہ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ اس وقت احقر ۱۸ سالہ نوجوان تھا اور چہرہ پر داڑھی کا نام و نشان بھی نہ تھا جبکہ حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عمر تقریباً ۴۴ سال اور ہمارے حضرت والا کی عمرِ مبارک ۵۵ سال تھی۔ اُس وقت حیرت سے دونوں شیخ و مرید کو دیکھتا تھا کہ اتنے بوڑھے شیخ کے ساتھ ایک اور بڑے میاں بچوں کی طرح لگے لپٹے رہتے ہیں جبکہ دونوں ہم عمر ہی لگتے تھے۔ پھر جیسے جیسے وقت گذرتا گیا، شیخ پر مرمٹنے، فنافی الشیخ اور فنائے رائے کے عجیب عجیب نظائر دیکھنے کو ملے۔ حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیخ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ پر کس طرح فدا رہتے تھے اور شیخ کا عشق آپ کی رگِ جان میں کس قدر گہرا پیوست تھا، اس کیفیت کو حضرت میر صاحب نے اپنے ان اشعار میں ناقابلِ فراموش انداز میں بیان کیا ہے ؎

مرے شیخ کے پاس آ کر تو دیکھو، محبت کے دن ہیں محبت کی راتیں
ارے وہ تو خود ہیں سراپا محبت، سنو گے بس ان سے محبت کی باتیں

کہاں کا گناہ ، معصیت کیسی یارو، تم اندھے ہو کیا اس حقیقت کو جانو
نہیں تیس برسوں میں اک لمحے کو بھی سنی میں نے حضرت سے غفلت کی باتیں

محبت کو کوئی اگر جسم ملتا، وہ ہوتا سراپا مرے شیخ ہی کا
کہ ہم نے نہیں دیکھی ایسی محبت ، نہ ایسی سنی ہیں محبت کی باتیں

اُس زمانہ میں حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جلال اپنے عروج پر ہوتا تھا اور خانقاہ کے اصول وضوابط کی خلاف ورزی پر سالکین کا پہلا واسطہ حضرت میر صاحب ہی سے پڑتا تھا، لہٰذا جب کسی سالک کو حضرت میر صاحب ڈانٹتے تھے تو حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ آپ کی ڈانٹ کو اپنے پیمانہ میں تولتے تھے کہ اس وقت ڈانٹ کی ضرورت تھی بھی یا نہیں؟ اور کس درجہ شدت کی ڈانٹ کی ضرورت تھی اور میر صاحب نے کتنا ڈانٹا ہے؟ چنانچہ جب حضرت والا سمجھتے کہ میر صاحب نے زیادہ ڈانٹ دیا ہے تو اَب میر صاحب زیرِ عتاب آجاتے ۔کئی مرتبہ حضرت والا کے حکم پر انہی لوگوں سے معافی مانگی جنہیں ڈانٹا تھا حتیٰ کہ ایک مرتبہ بھری مجلس میں ایک صاحب کے جوتے بھی سر پر رکھ کر معافی مانگی اور اپنے یہ اشعار خدمتِ شیخ میں عرض کر کے دوبارہ حضرت کو راضی کر لیتے تھے ؎

اس جنونِ عشق کا بھی کچھ تو سودا کیجئے
اب کبھی مجھ سے نہ رُوٹھیں گے یہ وعدہ کیجئے
یہ جنونِ عشق ہے یہ مجھ سے چُھٹ سکتا نہیں
لاکھ رُسوا کیجئے لاکھ آزمایا کیجئے
دستبردار اس جنوں سے میں تو ہونے کو رہا
لاکھ جھڑکیں لاکھ ڈپٹیں لاکھ رُسوا کیجئے
یوں نہ کیجئے فاش رازِ دل بہ ایں چیں بر جبیں
اس نگاہِ لطف سے مجھ کو نہ دیکھا کیجئے
آپ رُوٹھیں ہم منائیں ہے یہ شیوہ عشق کا
اور یہ منت کریں ہم سے نہ رُوٹھا کیجئے

اور ؎

ہائے وہ خشمگیں نگاہ، قاتلِ کبر و عجب و جاہ
اس کے عوض دلِ تباہ میں تو کوئی خوشی نہ لوں

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشنِ اقبال میں حضرت والا مرشدی رحمۃ اللہ علیہ کا مرکزی بیان جمعہ کے دن ہوا کرتا تھا (اس وقت ملک میں جمعہ کے دن چھٹی ہوتی تھی) پہلے پہل کئی سال تک یہ بیان خانقاہ میں ہوتا تھا، پھر جگہ کی تنگی اور کچھ مرمتی کاموں کی بناء پر عارضی طور پر مسجدِ اشرف میں ہونے لگا، بالآخر حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے مسجد ہی میں بیان کو مستقل فرمادیا۔ جن دنوں میں خانقاہ میں مجلس ہوتی تھی تو حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ خود اپنی نگرانی میں تمام انتظامات کرواتے تھے مثلاً حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے صوفے کی چادر تبدیل کروانا، پوری خانقاہ میں سفید چاندنی بچھوانا، مائیک اور لاؤڈ اسپیکر وغیرہ لگانا۔ مجلس کا آغاز حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کتاب سے ملفوظات سنا کر کیا کرتے تھے۔ پھر اختتامِ مجلس تمام چیزوں کو دوبارہ سمیٹ کر الماری میں رکھواتے، پھر کہیں قبلِ عصر کچھ دیر آرام کیا کرتے تھے۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کئی سال تک پاکستان اسٹیل مل میں بڑے عہدہ پر ملازمت بھی کی۔ (حضرت والا کا منشاء یہ تھا کہ میر صاحب کے خاندان والے یہ طعنہ نہ دیں کہ پیر صاحب نے اپنے مرید کو رہبانیت کی راہ پر لگادیا۔ جامع) حضرت میر صاحب کو ڈیوٹی پر لانے لے جانے کے لئے سرکاری گاڑی آتی تھی۔ ڈیوٹی پر روانہ ہونے سے پہلے حضرت میر صاحب بار بار حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کو حسرت سے دیکھتے تھے کہ یہ شام تک کی جدائی بھی ان پر شاق گذرتی تھی۔ ادھر شیخ بھی اپنے عاشقِ زار سے غافل نہیں ہوتے تھے اور حاضرین سے فرماتے رہتے تھے کہ میر صاحب کے آنے میں اب اتنی دیر رہ گئی ہے۔ یہاں ''آئینۂ محبت'' سے ایک واقعہ نقل کرتا ہوں جس سے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صبح سے شام تک کی فرقت کی صحیح کیفیت سامنے آئے گی۔

نہ جایا کرو تم مجھے چھوڑ کر

(از آئینۂ محبت: ص ۶۷)

راقم الحروف احقر میر عفا اللہ تعالیٰ عنہ عرض کرتا ہے کہ بوجہ ملازمت احقر روزانہ بادِلِ ناخواستہ اسٹیل مل جاتا تھا۔ ایک دن شام کو واپس ہوا تو احقر کو دیکھتے ہی میرے شیخ سراپا لطف و کرم نے فی البدیہہ یہ اشعار فرمائے اور کیا بتاؤں کہ احقر کے افسردہ دل کو خوشیوں کی کیا سلطنت عطا کردی ؎

نہ جایا کرو تم مجھے چھوڑ کر یہ جانا ہے عہدِ وفا توڑ کر
اگر تم ہوئے میر مجھ سے جُدا تو اُلفت مری دے گی تم کو سزا
کبھی میر کھا کے فریبِ بَہار وہ دہلی سے جاتے ہیں سُوئے بہار[1]
مگر دل میں پاتے نہیں جب قرار تو لاتا ہے واپس اُنہیں اضطرار
گناہوں کی لذت میں ذلت ہے میر سیادت کی عزت پہ لعنت ہے میر
وہ صورت سے لگتا ہے گو بایزید نہ کر کام جس پر ہے مارِ حدید[2]

۱؎: مرادراہِ نامرضئ حق ہے ۲؎: حدید معنی لوہا (کراچی ۱۹ ذوالقعدہ ۱۴۰۳ھ مطابق ۲۹۔ اگست ۱۹۸۳ء)

اسٹیل مل کی دورانِ ملازمت ایک بڑا افسر حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بہت تنگ کرتا تھا، بات بات پہ ڈانٹتا تھا، بلا وجہ طعن و تشنیع کرتا تھا۔ آخر ایک مرتبہ حضرت والا شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے چہرہ سے اندازہ لگایا کہ میر صاحب کچھ غمزدہ ہیں۔ دریافت فرمایا کہ میر صاحب! کیا بات ہے؟ آپ کچھ پریشان لگ رہے ہیں۔ حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اُس افسر کی ایذ رسانی بیان کردی۔ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''اب اگر وہ آپ کو کچھ کہے تو ڈانٹ کر کہنا کہ اس لہجہ میں مجھ سے بات مت کرو ورنہ جلا کر راکھ کردوں گا۔'' حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ سن کر ہنس پڑے کہ شاید حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ مزاح فرمارہے ہیں۔ اس پر حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے ڈانٹ کر فرمایا ''جیسے میں کہہ رہا ہوں ویسے ہی کرنا۔'' اگلی مرتبہ حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اِنہیں الفاظ میں اُسے ڈانٹ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اُس کے دل میں رعب ڈال دیا۔ پھر کچھ کہتا ہی نہ تھا۔ حتیٰ کہ ایک مرتبہ حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دفتر پہنچنے میں کافی دیر ہوگئی، وہ افسر اور دیگر مخالفین اس انتظار میں تھے کہ آج حضرت میر صاحب کو خوب ڈانٹ لگوائیں گے اور حضرت میر صاحب بھی سوچ رہے تھے کہ آج اگر ڈانٹ لگائی تو افسر اس میں حق بجانب ہوگا۔ لیکن جب حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے دفتر میں جا کر بیٹھے ہیں تو برابر کے کمرہ سے ان کے کانوں میں مخالفین کی یہ آواز آئی کہ سر! آپ تو عشرت صاحب کو کچھ کہتے ہی نہیں؟ یہ کوئی وقت ہے دفتر آنے کا؟ اس پر اُس افسر نے جھلّا کر کہا کہ میں اِن کو کیا ڈانٹوں! یہ شخص تو مجھے خواب میں آکر ڈراتا ہے۔

حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اعلیٰ عہدہ کی بڑی تنخواہ کا مصرف یہ ڈھونڈا کہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے بیانات محفوظ کرنے کی نیت سے بیش قیمت ٹیپ ریکارڈر اور پورے مہینہ کے لئے اصلی جاپانی کیسٹ اور ٹیپ ریکارڈر کے لئے ایک نمبر کے بیٹری سیل خرید کر رکھ لیتے اور باقی حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کو ہدیہ پیش کردیتے۔ آخر وہ وقت بھی آیا کہ حضرت والا کی اجازت سے اس ملازمت سے استعفیٰ دے کر خانقاہ اور شیخ ہی کے ہو کر رہ گئے۔ شیخ نے بھی اپنے عاشقِ زار کا

دیوانہ پن دیکھ کر حضرت میر صاحب کو حضر کے ساتھ اپنا رفیقِ سفر بھی بنالیا جس کے بعد حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ حضرت میر صاحب کے مختلف شہروں اور مختلف ممالک کے اسفار شروع ہوئے اور مختلف اسفار میں ہونے والے حضرت والا مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نوراللہ مرقدہ کے بیانات اور مجلسیں کیسٹوں اور کتابوں میں محفوظ ہوئیں اور پھران کے سفرنامے مرتب ہوئے۔ سفر میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں مشغولی کے باوجود اتنے جامع سفرنامے مرتب ہوجانا حضرت والا اور حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہما کی کرامت ہے کیونکہ دن بھر بیانات، مجلسیں، دواؤں کی پابندی کی وجہ سے برائے نام ہی آرام کا وقت ملتا تھا۔ جب رات کو حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ آرام فرما ہوجاتے تو حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیبی ڈائری، جو ہر وقت ساتھ رکھتے تھے، اس میں پورے دن کی مجالس کے حالات اور اشارات لکھ لیتے تھے اور پھر پاکستان آکر اپنی ڈائریوں اور کیسٹوں میں ٹیپ شدہ مجالس سے سفرنامہ مرتب کرتے تھے۔

حضرت مرشدی شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے اہلِ خانہ کی خدمت

حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اُس زمانہ میں حضرت والا کے گھر کا سودا سلف خود بازار سے لایا کرتے تھے اور بازار کافی فاصلہ پر تقریباً نصف کلومیٹر دور تھا، جس کے لئے ایک سائیکل رکھی ہوئی تھی، چونکہ خوب فربہ تھے اور سائیکل پر عام انداز میں سوار نہیں ہوسکتے تھے۔ جب سوار ہونا ہوتا تو سڑک کنارے کوئی اونچی جگہ ڈھونڈتے اور ایک پاؤں اس پر رکھ کر سوار ہوتے تھے۔ طبیعت پر جذب غالب تھا اور دبلی پتلی سی سائیکل پر مرشدی حضرت میر صاحب جب روانہ ہوتے تھے تو سائیکل ایک سمت میں نہیں چلتی تھی بلکہ عجب دلفریب صورت ہوتی تھی۔

حضرت پیرانی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا کا وجودِ باجُود ہم مسکینوں کے لئے جو خانقاہ کے غلام و جارُوب کش تھے، نہایت ہی باعثِ برکت اور غائبانہ دعاؤں کا موجِب تھا، کیا پُرنور دن تھے اور کیسی سعید راتیں تھیں! ایک طرف خانقاہِ تھانہ بھون سے حیاتِ نَو پانے والے تصوف کو ارضِ پاکستان کے کونے کونے اور اقصائے عالم میں پھیلانے والا امام السالکین اور اس کی اپنے مریدین کے باطن کی ایک ایک نوک و پلک کو درست کرنے والی توجہات تھیں تو ساتھ ہی امی جان کی اہلِ خانقاہ کے لئے بےلوث دعائیں اور شفقتیں تھیں۔ اور حضرت میر صاحب تو گویا اپنے حقیقی والدین کی محبت کو بھول کر حضرت والا اور پیرانی صاحبہ ہی کو اپنے ماں باپ سمجھتے تھے۔ صبح نو بجے اور شام بعد عصر بہت اہتمام سے خانقاہ کی خاص دَم والی چائے تیار کرکے پیرانی صاحبہ کے لئے خود لے کر جاتے اور گھر کا دروازہ ذرا کھول کر آواز لگاتے! ''ابراہیم میاں! دادی کے لئے چائے لے جایئے۔'' جب کبھی احقر عرض کرتا کہ میں رکھ کے آجاتا ہوں تو فرماتے،

❁ وجودِ باجُود: جُود و کرم کی ہستی ❁ جارُوب کش: جھاڑو لگانے والے ❁ سعید رات: مبارک رات

''نہیں! میں خود ہی پیش کروں گا۔'' لیکن بعد میں کبھی کبھی احقر کو بھی موقع دیتے تا کہ جب وہ خود حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ سفر پر ہوں تو اس کی بھی تربیت ہوجائے اور امی جان کو انتظار کی زحمت نہ ہو۔ اس خدمت کے لئے حضرت میر صاحب اور احقر ایسے مستعد رہتے تھے کہ دیر نہ ہوجائے اور کہیں امی جان حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کو اطلاع نہ دیدیں کہ آج چائے نہیں آئی لہٰذا ایک، دوسرے کو یاد دلایا کرتا تھا کہ چائے بھیجنے کا وقت ہوگیا ہے، سب کام چھوڑ کر اس کی فکر کریں۔ یہ خدمت اس قدر بابرکت تھی کہ دل نور سے معمور ہوجاتا تھا، اور ایسا کیوں نہ ہوتا کہ پیرانی صاحبہ کے لئے تو خود حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ والدہ مولانا مظہر میاں صاحبِ نسبت اور ولی اللہ ہیں اور میں ان کے وسیلہ سے دعا کرتا ہوں۔ جب حضرت میر صاحب، حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ سفر پر ہوتے تو یہ خدمت اور دیگر خدمات بھی حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ احقر کے ذمہ لگا کر جاتے تھے۔ الحمد للہ کہ امی جان احقر کی خدمات سے مسرور ہوتیں اور جب حضرت والا کا بیرونِ ملک سے ٹیلیفون آتا اور پیرانی صاحبہ سے دریافت فرماتے کہ سہیل چائے وغیرہ وقت پر بھیجتا ہے یا نہیں؟ تو حضرت والا ہی بتاتے کہ تمہیں مبارک بادی ہے کہ مظہر میاں کی اماں تم سے بہت خوش ہیں۔ اللہ تعالیٰ امی جان کو ان شفقتوں کی بہترین جزا عطا فرمائے اور ان پاک روحوں کی خوشنودی کو اس بدتر از خلائق کی مغفرت کا بہانہ بنادے۔ آمین یارب العالمین۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

حضرت پیرانی صاحبہ کے ہاتھوں میں اللہ تعالیٰ نے عجیب لذت رکھی تھی، جب تک خانقاہ میں باورچی کا انتظام نہیں ہوا تھا، دو افراد کا سالن، دو مختلف قسم کا، حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے گھر سے آیا کرتا تھا۔ جس میں سے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ بتایا کرتے تھے کہ یہ سالن مظہر میاں کی اماں نے تیار کیا ہے۔ ایک مرتبہ قورمہ اور کریلے کا سالن تھا، کریلے کا سالن جو امی جان نے پکایا تھا، اس قدر لذیذ تھا کہ قورمہ آخر تک رکھا رہا اور کریلے کا سالن ختم ہوگیا جبکہ کریلا کی کڑواہٹ مشہور ہے۔ خود حضرت والا نے فرمایا کہ کریلے نے قورمے کو مات دے دی۔ ایک مرتبہ حضرت والا گھر سے خانقاہ تشریف لائے اور حضرت میر صاحب اور احقر کو بلا کر فرمایا کہ مظہر میاں کی اماں کو اپنے دو بیٹے اظہر اور اطہر، جو بچپن میں انتقال کر گئے تھے، کا بہت غم رہتا تھا، آج میں نے ان کو تسلی دی ہے کہ اللہ نے ہمارے دو بیٹے اپنے پاس بلا لئے لیکن اب دو بیٹے عشرت اور سہیل دے دیئے ہیں، اب تم اظہر اور اطہر کا غم مت کیا کرو۔

ایک مرتبہ ۱۹۹۵ء میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ حضرت میر صاحب کے علاوہ احقر کو بھی بنگلہ دیش کے سفر میں ہمراہ لے گئے اور فرمایا کہ سہیل! اب میں نے تجھے بھی میر کی طرح ہر سفر میں اپنے ساتھ رکھنے کا فیصلہ کرلیا ہے، لیکن جب

حضرت والا نے یہ فیصلہ امی جان کو سنایا تو انہوں نے حضرت والا سے شکایت کی کہ دو ہی تو مرید ہیں جو میری چائے اور دیگر ضروریات کا خیال رکھتے ہیں اور آپ دونوں ہی کو اپنے ساتھ لے جاتے ہیں۔

برس ہا برس کی یہ چائے بھیجنے کی عادت ایسی پختہ ہوگئی تھی کہ امی جان کی رحلت کے بعد کئی دفعہ حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آواز دی کہ سہیل! امی جان کی چائے کا وقت ہوگیا ہے۔ لیکن پھر یاد آنے پر آہ بھر کر رہ جاتے۔ اللہ تعالیٰ حضرت پیرانی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا کو جنت الفردوس میں درجاتِ عُلیاء سے نوازے، ان کے لئے رفع درجات کی دعا کرنا ہم اپنی سعادت سمجھتے ہیں کہ اس کی برکت سے اللہ ہمیں بھی اپنی عنایتوں سے نوازش فرمائے۔ آمین!

اسی طرح حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد اور اولاد کی اولاد کا بھی خود کو غلام سمجھتے تھے۔ ایک جگہ تحریر فرمایا کہ ''احقر تو حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا غلام تھا، ایک غلام کو اپنے گھر کا فرد فرما کر عزت بخشی۔'' ایک موقعہ پر حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو یوں آواز دی۔

بیا بیا و زود بیا کہ ایں خانہ خانۂ تست [1]

ایک جگہ حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم اور ان کے اہلِ خانہ کے لئے یوں رقم طراز ہیں:

''حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے پسماندگان میں الحمد للہ ایک صاحبزادے مولانا محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم (خلیفہ مجازِ بیعت حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ) اور صاحبزادی صاحبہ ہیں اور ماشاء اللہ پوتے، پوتیاں اور نواسے، نواسیاں ہیں۔ حضرت کے سب پوتے ماشاء اللہ حافظ و عالم ہیں اور نہایت متقی، محبت والے اور خوش اخلاق اور حضرت والا کے اجازت یافتہ ہیں۔ حضرت کے نواسے بھی ماشاء اللہ حافظِ قرآن ہیں اور سب نواسے نہایت صالح، متقی، متبع سنت اور محبت والے ہیں۔ غرض حضرت کی تمام اولاد اور گھر والے ''ایں خانہ ہمہ آفتاب است'' [2] کا مصداق ہیں۔ اور اس غلام سے ایسی محبت فرماتے ہیں کہ احقر اس کا اہل بھی نہیں اور ممنون ہو کر جتنا شکر کرے کم ہے''

حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سندھ بلوچ سوسائٹی تشریف لانے کے بعد کئی بار حضرت مولانا مظہر صاحب مدظلہ اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی صاحبہ مدظلہا کی خدمت میں ملاقات اور دعا کے لئے تشریف لے گئے۔ ایک مرتبہ گلشن خانقاہ حاضری دینے کے لئے تمام انتظامات کر لئے گئے، گاڑی میں بھی تشریف فرما ہو گئے لیکن بلڈ پریشر بہت کم تھا جس کی وجہ سے ڈاکٹر حضرات نے گاڑی کے سفر سے منع کر دیا کہ اس وقت نہ جائیں۔

[1] ترجمہ: آجا، آجا اور جلدی آجا کہ یہ گھر تیرا ہی گھر ہے۔ ترجمہ: [2] یہ گھرانہ پورے کا پورا مانندِ آفتاب ہے

آخری دفعہ جب حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت علیل تھے اور حضرت کے بھائی قاسم جمیل صاحب کا انتقال ہوئے چند روز گذرے تھے کہ حضرت مولانا مظہر صاحب مدظلہ تعزیت اور عیادت کے لئے ''بیتِ میر'' تشریف لائے۔ حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بات کرنے میں بھی تعب ہورہا تھا لیکن پھر بھی بہت خوشی کا اظہار فرمایا اور مولانا کی پیشانی کو بستر پر لیٹے ہوئے اپنے ہاتھ سے مس کرکے چوم لیا اور فرمایا کہ ''میں معذور ہوں، اُٹھ نہیں سکتا ورنہ آپ کی پیشانی چومتا'' اور بہت محبت سے باربار دیکھتے رہے۔ یہی محبت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے پوتوں اور نواسوں سے بھی فرماتے تھے۔ اسی طرح خاص طور پر حضرت مولانا حافظ محمد ابراہیم صاحب مدظلہ اور حضرت مولانا حافظ محمد اسحٰق صاحب مدظلہ آخری دن تک جس قدر محبت فرماتے رہے، وہ ان حضرات کے قلبی تعلق پر شاہد عدل ہے۔ مولانا ابراہیم صاحب مدظلہ نے انتقال کے فوراً بعد زاروقطار روتے ہوئے آپ کی پیشانی پر بوسہ دیا، قبر کی جگہ خود متعین کی، قبر میں خود اُترے اور مولانا اسحٰق صاحب مدظلہ نے غسل اور کفن کے تمام انتظامات اپنے ذمہ لئے ہوئے تھے۔ **فجزاھم اللہ احسن الجزاء**

خانقاہ آنے والوں کی خدمت

ایک مرتبہ احقر نے حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اطلاع دی کہ آٹا ختم ہوگیا ہے، تو فرمایا کہ اتنی جلدی کیسے ختم ہوگیا؟ ابھی تو آیا تھا؟ یہ جملے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ بھی سُن رہے تھے۔ حضرت میر صاحب کو ڈانٹتے ہوئے فرمایا کہ میر صاحب! شکر ادا کرو کہ اللہ اپنے بندوں کو بھیج رہا ہے۔ آٹا جلد ختم ہوجانے کا ہرگز غم مت کیا کرو۔ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ اپنے منتسبین کو بہت تاکید فرماتے تھے کہ اللہ کی محبت سیکھنے کے لئے خانقاہ آنے والوں کے قدموں کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھیں اور اس سبق پر بھی عمل کرکے ہمارے حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دکھا دیا۔ ماشاء اللہ کیسے کیسے ذوق وشوق سے خدمت کرتے تھے کہ اپنے آرام اور اپنے امراض کی بھی کوئی فکر نہ کرتے تھے۔

دیوانہ بنے ان کا، یہ ظرف نہ یہ ہمت
مجذوبؔ تو ہے ان کے دیوانوں کا دیوانہ

ناشتہ میں آملیٹ بنانا، چائے تیار کرنا، کبھی تہری والے چاول اور کبھی کھچڑی اصلی گھی کے ساتھ کھلا رہے ہیں، کبھی یخنی پلاؤ اور کبھی پسندے اور ماش کی دال سے تواضع کرتے۔ اور ایک غضب کی ڈش جو حضرت والا کو بھی بہت پسند تھی، ثابت ماش جس کو اُڑد کہتے ہیں، اس میں گوشت ڈال کر بعض وقت بیس بیس گھنٹے پکاتے تھے۔ اللہ اللہ۔ شیخ کو خوش کرنے کے لئے اور پیر بھائیوں پر اپنی جان کھپانے میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔ آخری دن تک بیتِ میر کے احباب نے دیکھا کہ خود سخت تکلیف میں تھے اور خوراک نگلنے میں اور بات کرنے میں بھی تکلیف ہورہی تھی لیکن

سب کے بارے میں دریافت فرمارہے تھے کہ فلاں نے کھانا کھالیا؟ فلاں کے لئے پرہیزی کھانا ہے یا نہیں؟ کسی کو کھانا کم تو نہیں ہوا؟ آہ!

بارِ احباب جو اٹھاتا تھا
دوشِ احباب پر سوار ہے آج
دلِ مضطر کو کون دے تسکیں
ماتمِ یارِ غم گُسار ہے آج
دل میں مدت سے تھی خلش جس کی
وہی برچھی جگر کے پار ہے آج
دل کو باتیں جب اس کی یاد آئیں
کس کی باتوں سے دل کو بہلائیں

حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مجرّد رہنا اور نکاح نہ کرنے کا راز

حضرت والا شیخ العرب والعجم رحمۃ اللہ علیہ خود اپنے اور اپنے متعلقین کے حق میں سنت کے مطابق زندگی گذارنے کے لئے فکر مند رہتے تھے۔ اسی لئے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ چاہتے تھے کہ حضرت میر صاحب کا نکاح ہو اور وہ مجرّد نہ رہیں۔ اس کے لئے خود بھی کوشش فرماتے تھے اور خود حضرت میر صاحب کے خاندان میں بھی رشتہ کی بات چلوائی تھی۔ ایک اور جگہ پر رشتہ کی بات چیت کافی حد تک ہو چکی تھی لیکن عین وقت پر جب سب معاملات طے ہو چکے تھے کہ رکاوٹ پیدا ہوگئی اور رشتہ نہ ہو سکا۔ لہٰذا پیر اور میر دونوں نے اسے من جانب اللہ اشارہ سمجھا کہ میر صاحب اسی طرح مجرّد رہیں اور شیخ اور خانقاہ کے لئے وقف رہ کر دین کی اشاعت میں اپنے دن ورات کو صرف کریں۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دلجوئی کے لئے فرمایا کرتے تھے کہ بعض اللہ والے، سنت اور شریعت کے پابند ایسے بھی گذرے ہیں کہ جنہوں نے ساری زندگی نکاح نہیں کیا۔ ان میں صاحبِ کرامت حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں جن کے لئے زمین اپنی نجاستیں نگل لیتی تھی کیونکہ یہ اللہ کی زمین پر جوتے چپل پہن کر نہیں چلتے تھے، ننگے پاؤں چلتے تھے۔ اس کے علاوہ مسلم شریف کی شرح لکھنے والے علامہ محی الدین ابوزکریا نووی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی شادی نہیں کی۔ بعض وقت بندہ پر اللہ کی کوئی خاص تجلی ایسی ہو جاتی ہے کہ پھر وہ سمجھتا ہے کہ میں اگر نکاح کرلوں تو بیوی بچوں کے حقوق ادا نہیں کرسکوں گا لہٰذا وہ ساری زندگی پھر شادی نہیں کرتے۔

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری اور زیارت کا واقعہ

حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے زندگی میں ایک مرتبہ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت اور مصافحہ کیا ہے، جس کا واقعہ خود بیان فرماتے تھے کہ:

''الحمد للہ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت میں نے بھی کی ہے، اُس وقت میں علی گڑھ میں پڑھتا تھا، بالکل نوجوان تھا، میرے ماموں حضرت مولانا ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے میں بھی کبھی کبھی حاضر ہوتا رہتا تھا، وہاں پتا چلا کہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت مولانا شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے ہوئے ہیں، نمازِ عصر کا وقت تھا اور مسجد میں جماعت ہوچکی تھی، ماموں نے کہا کہ چلو ہم مسجد میں نماز پڑھ لیتے ہیں، ہم جا رہے تھے تو اُدھر سے حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ گریبان کُھلا ہوا، لنگی پہنے ہوئے، بال بکھرے ہوئے سامنے سے آرہے تھے، ایسا جلال اور عظمت معلوم ہوئی کہ میرے قدم اُٹھے نہیں جب تک حضرت گذر نہیں گئے، میں وہیں کھڑا رہا، جب حضرت گذر گئے تب ہم آگے گئے۔ اس کے بعد حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس ہوئی اور حضرت مجلس میں پلنگ پر بیٹھے ہوئے تھے اور پاؤں نیچے لٹکے ہوئے تھے اور جب مجلس ختم ہوئی، لوگ قطار لگا کر حضرت سے مصافحہ کر رہے تھے، میں بھی اس قطار میں کھڑا ہوگیا، حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دونوں ہاتھ سامنے کر رکھے تھے اور گردن جھکا رکھی تھی اور کسی کی طرف دیکھ نہیں رہے تھے اور مصافحہ کر رہے تھے۔ میں بھی حاضر ہوا اور مصافحہ کے لئے ہاتھ میں ہاتھ دیا تو حضرت نے گردن اُٹھا کر اچانک دیکھا۔ مجھے ایسا محسوس ہوا کہ پورے جسم میں ایک کرنٹ سا دوڑ گیا ہو، اللہ کے علم میں تھا کہ مجھے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آنا ہے شاید اس ہی لئے یہ نظر پڑی تھی۔''

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہلی حاضری

حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب ہندوستان سے ہجرت فرما کر پاکستان آرہے تھے تو حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ (جو حضرت میر صاحب کے شیخِ اول ہیں) سے عرض کیا کہ پاکستان میں نیک صحبت کے لئے کس کے پاس جاؤں؟ تو حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ نے ہمارے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا نام اور پتا بتایا کہ آپ وہاں جایا کرنا، آپ کو وہاں نفع ہوگا۔ ادھر حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ دعا فرمایا کرتے تھے کہ ''اے اللہ! آپ کی محبت کا مارا کوئی عاشق، جلا بھنا دل عطا فرما تا کہ اپنے عشق و محبت کے جو موتی آپ نے مجھے عطا فرمائے ہیں، یہ امانت اس کے دل میں منتقل کر دوں۔''

لہٰذا جب حضرت میر صاحب حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں مستقل رہنے لگے تب حضرت والا نے فرمایا ''میں ایک عمر تو اپنے شیخ کے ساتھ رہا، پھر چھ سال کا وقفہ رہا، وہ میری تنہائی کا زمانہ تھا، کوئی میری آہ کا سمجھنے والا نہ تھا، دل چاہتا تھا کہ کوئی سوختہ جان ہو جس کے ساتھ میرے شب و روز گذریں کہ اللہ نے عشرت کو منتخب فرما کر میرے پاس بھیج دیا۔ یہ خود کیا آتے، علوم کی حفاظت کے لئے انہیں بھیجا گیا ہے۔'' چنانچہ حضرت میر صاحب کراچی پہنچ کر حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور خود فرماتے ہیں کہ:

''پہلی ہی نظر میں ایسا محسوس ہوا جیسے مقناطیس احقر کو کھینچتا چلا جا رہا ہے، حضرت والا سے عرض کیا کہ میں بہت سے بزرگوں کے پاس گیا ہوں لیکن یہ کیفیت جو آپ کے پاس محسوس ہو رہی ہے کہ میرا آپ کے پاس سے اُٹھنے کا دل ہی نہیں چاہ رہا ہے، یہ کیفیت کہیں بھی نہیں ہوئی۔'' اسی طرح حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کا بھی بہت شوق تھا کیونکہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ ان کا تذکرہ اکثر اور بہت محبت سے فرماتے تھے۔ حضرت میر صاحب دعا کرتے تھے کہ اے اللہ! جب تک میں مولانا پرتاب گڑھی کی زیارت نہ کرلوں، مجھے بھی موت نہ دے اور مولانا کو بھی باحیات رکھئے۔ الحمدللہ! ہندوستان کے سفر میں ان کی بھی زیارت ہوگئی مگر حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے ہی فرما دیا تھا کہ محبت اور مناسبت کی جو بات تمہارے لئے میری ذات میں ہے، وہ تمہیں وہاں بھی محسوس نہیں ہوگی، جو لطف میرے ساتھ رہنے میں تمہیں آتا ہے وہ کہیں بھی نہیں آئے گا۔ حضرت میر صاحب فرماتے تھے کہ'' واقعی بات یہی تھی کہ جیسا قلبی تعلق مجھے حضرت والا سے نصیب ہوا، ویسا مجھے کسی بزرگ سے نصیب نہیں ہوا۔''

بہرحال، حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ روزانہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آنے لگے اور بالآخر شیخ کے ہی ہو کر رہ گئے۔ عزیز رشتہ داروں نے طعنہ دیا کہ تم کن کے پاس جاتے ہو، انہیں تو کوئی جانتا بھی نہیں، تو ان کو یہ کرارا جواب دیا کہ کوئی جانے یا نہ جانے، میں تو جانتا ہوں، اور پھر یہ شعر پڑھا ؎

وہ تو وہ ہے تمہیں ہو جائے گی الفت مجھ سے
اک نظر تم مرا محبوبِ نظر تو دیکھو

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ سے والہانہ عشق کا ایک واقعہ

درسِ مثنوی ص ۱۳۲ پر حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ سے عشق اور وارفتگی کا واقعہ خود

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے۔ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ حدیث شریف زُرْ غِبًّا تَزْدَدْ حُبًّا کا درس دے رہے تھے کہ ناغہ دے کر ملاقات کرنی چاہیے، اس سے محبت بڑھتی ہے لیکن یہ حکم رشتہ داروں کے لئے ہے، اللہ والی محبت کے لئے نہیں ہے۔ خاندان والوں کی روک ٹوک کی بناء پر حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت میر صاحب سے فرمایا تھا کہ تیسرے دن آیا کرو کیونکہ حضرت میر صاحب صبح ۱۰ بجے آتے تھے تو پھر رات ۱۰ بجے تک حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ ہی کے پاس رہتے تھے۔ آگے کا واقعہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنئے "لیکن ایک ہی دن میں وہ تڑپ گئے اور ایسے پاگل ہوئے کہ بس سے اُتر کر ناظم آباد میں میرے گھر کی طرف بھاگنے لگے۔ راستہ میں ایک بوڑھا آدمی جارہا تھا اس نے جو انہیں بھاگتا ہوا دیکھا تو ایک طرف کو ہوگیا۔ اتفاق سے یہ بھی اُدھر کو ہوئے پھر وہ دوسری طرف ہٹا تو یہ بھی جلدی میں اُدھر کو ہوگئے۔ وہ بے چارہ یا تو یہ سمجھا کہ یہ مجھ سے ٹکرا جائے گا اور میری ہڈی پسلی ٹوٹ جائے گی یا یہ سمجھا کہ کہیں یہ مجھ پر حملہ تو نہیں کر رہا ہے تو زور سے چیخا کہ ہائے مر گیا مر گیا۔ میر صاحب معافی مانگتے ہوئے ہنستے ہوئے بھاگتے رہے۔ انہوں نے بتایا کہ میری جدائی ناقابلِ برداشت ہو رہی تھی اور دل چاہ رہا تھا کہ جلد از جلد ملاقات ہو۔"

۱۵ ستمبر ۱۹۶۹ء کو حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے جو عریضہ اپنے شیخ و مرشد حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لکھا تھا، اس میں بھی یہی حالات اپنے شیخ کو لکھے تھے۔ فرماتے ہیں:

"عشرت جمیل سلمہٗ کے عریضے آپ کی خدمت میں پہنچے ہوں گے، بخیریت ہیں۔ ۲۰ر اکتوبر کو ان کی روانگی ہے، دوائیں لے کر ہردوئی حاضر ہوں گے۔ ان کے حالات ماشاء اللہ قابلِ رشک ہیں، "ما و مجنوں ہم سبق بودیم" والا معاملہ ہے یعنی ان کا مزاج بھی چشتی ہے اور آہِ سرد کھینچتے رہتے ہیں۔ اس وجہ سے ان کو اس ناکارہ سے بہت اُنس ہے۔ ہر روز دس بجے دن سے دس بجے رات تک شیر خوار چھوٹے بچے کی طرح جو ماں سے چمٹا رہتا ہے اس ناکارہ کے پاس رہتے ہیں۔ ان کے خاندان کے لوگ طعنہ دیتے ہیں کہ فلاں بزرگ کے پاس جاؤ، اور اکابر بھی موجود ہیں، اختر کے پاس کیا رکھا ہے؟ کوئی گولی کھلا دی ہے اور اپنا گرویدہ کر لیا ہے لیکن ان کو یہاں اسی ناکارہ اور بے نام و نشان عبدِ گناہ گار سے حضرتِ اقدس کی طرف نسبتِ غلامی کی بدولت مناسبت ہے اور ہر وقت اس ناکارہ کی ان باتوں سے جو حضرتِ اقدس کی تعلیمات کے برکات و انوار کے مظہر ہیں مست و اَشکبار رہتے ہیں۔ یہ ناکارہ سرتاپا خارستان ہے لیکن آپ کی غلامی کا شرف اپنی کیمیاوی تاثیر سے گلخن سے گلستان اگاتا ہے۔ آپ کے شرفِ زیارت کے لئے ہر بُنِ مُو چشمِ اَشکبار بنا ہوا ہے۔ صرف حضرت والدہ صاحبہ کی وجہ سے مجبور ہوں ورنہ تین مہینہ در پر آکر پڑا رہوں۔ ڈر لگتا ہے کہ کہیں عریضہ میں کوئی بات جوششِ عشق سے تحریر ہوگئی ہو اور کہیں خلافِ طبع مبارک نہ ہو، از راہِ کرم معاف فرمایا جاوے۔" خادم ناکارہ اختر غفرلہٗ

شیخ کے علوم کے محافظ و امین

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے جب میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ کی عشق و مستی میں ماہی بے آب اور شیخ کی محبت میں جاں نثار پایا تو ایک دن فرمایا کہ شاید تجھے اللہ نے میرے علوم کی حفاظت کے لئے بھیجا ہے۔ پھر تو ایسا ہو گیا کہ حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ایک لفظ، ایک ایک ملفوظ، ایک ایک مزاح، غرض کوئی بات ایسی نہیں رہنے دیتے تھے جو کیسٹ میں محفوظ نہ ہو جائے اور بروقت کیسٹ میسر نہ ہوا تو ڈائری میں اشارات لکھ لیتے تھے اور رات کو جب حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ سو جاتے تو تمام مضمون کو بڑی ڈائری میں قلمبند فرما لیا کرتے تھے۔ یہ اسی فکر اور اہتمام کا نتیجہ ہے کہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے سینکڑوں کیسٹوں میں محفوظ بیانات، پونے دوسو سے زائد شائع شدہ مواعظ، ۳۰ کے قریب ضخیم کتابیں جن میں عجیب و غریب الہامی علوم کے موتی جا بجا بکھرے نظر آتے ہیں، آج امت میں رُشد و ہدایت کا سرچشمہ بن کر دونوں محب و محبوب کے لئے صدقہ جاریہ ہیں۔ جس وقت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کوئی تصنیفی کام حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے فرماتے تو جب تک کام پورا نہ کر لیتے آرام اور نیند نہ کرتے، بعض وقت پوری پوری رات اپنے کمرہ میں لکھتے رہتے، پورا پورا دن لکھتے رہتے۔

ما قصۂ سکندر و دارا نخواندہ ایم
از ما بجز حکایتِ مہر و وفا مپرس [1]

غرض حضرت میر صاحب کو اللہ تعالیٰ نے رونقِ خانقاہ بنایا تھا۔

یہ تمہارے دم سے ہے بزمِ طرب ابھی جاؤ نہ تم نہ کرو یہ غضب
کوئی بیٹھ کے لطف اُٹھائے گا کیا کہ جو رونقِ بزم تمہیں نہ رہے
وہی صورتیں رہ گئیں پیشِ نظر جو زمانہ کو پھیریں اِدھر سے اُدھر
مگر ایسے جمالِ جہاں آرا جو تھے رونقِ روئے زمیں نہ رہے

(اکبؔر)

تصنیف و تالیف کا یہ شغف آخری عمر تک رہا۔ شیخ و مرشد حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے چونکہ اپنی بدنی خدمات سے ہٹا کر حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو علمی خدمات میں لگا دیا تھا لہٰذا شیخ کے انتقال کے بعد بھی گھنٹوں گھنٹوں تحریری کام

[1] ترجمہ: میں نے سکندر و دارا بادشاہوں کے قصے نہیں پڑھے، مجھ سے تو تم سوائے محبت و وفاداری کی حکایت کے اور کچھ نہیں سنو گے۔

کرتے رہتے تھے، آخری دو ماہ میں جب عوارض بڑھتے بڑھتے یہ صورت ہوگئی تھی کہ انگلیوں نے لکھنے سے معذرت کرلی تو خادم کو بتاتے کہ اس جملہ میں اس طرح ترمیم کرو۔ پھر جب بیٹھنے سے بھی معذور ہوگئے تو لیٹ کر اِملا کرانے لگے اور بالآخر جب لیٹ کر بھی کوئی مضمون پڑھنا اور تصحیح کرانا ممکن نہ رہا تو خادم سے کہتے کہ تم مجھے پڑھ کر سناؤ اور پھر جہاں مناسب ہوتا وہاں تصحیح کرادیتے۔ سعودی عرب سے حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجازِ بیعت جناب قیصر امام صاحب مدظلہ انتقال سے کچھ عرصہ پہلے زیارت کے لئے حاضر ہوئے تو یہی منظر دیکھا کہ انگلیوں میں تکلیف، پیروں میں زخم، بات کرنے میں بھی تکلیف اور کمر کے زخم کی وجہ سے بمشکل لیٹا جارہا تھا لیکن اس حال میں بھی مواعظ کی تصحیح اور اصلاحی خطوط کے جوابات لکھوارہے تھے۔ قیصر صاحب دیر تک آبدیدہ نگاہوں سے یہ حال دیکھتے رہے، باہر آکر احقر سے فرمایا کہ حضرت شیخ کی اس جفاکشی اور حرص علی الطاعت کو دیکھ کر مجھے تو رونا آرہا ہے کہ پورا جسم تکلیف اور زخم سے چُور چُور ہے لیکن اس حالت میں بھی مرشد کا سونپا ہوا کام نہیں چھوڑ رہے ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں اور وقت میں کوئی دوڑ لگی ہوئی ہے، ایک ایک لمحہ ایک ایک سانس اسی کام میں یہ سوچ کر فدا کر رہے تھے ۔

شاید ہمیں نَفَس نَفَسِ واپسیں بود

حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اپنی رحلت کا احساس ہو چکا تھا، احقر سے بھی اور کئی دوسرے احباب سے بھی فرمایا کہ اب لگتا ہے کہ زندگی کی میعاد قریب الختم ہے، اتنا کچھ ذخیرۂ آخرت کر لینے کے باوجود فرماتے کہ ابھی تو حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا بہت سا کام باقی رہ گیا ہے، کاش کچھ اور کام کر لیتا ۔

درشما ارچہ نیا ورد کسے حافظ را
شکر کاں محنتِ بے حد و شمار آخر شد [1]

(حافظؔ)

رسالہ الابرار میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے مضامین وملفوظات حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی بھیجا کرتے تھے۔ اس ترسیلِ مضامین میں بھی اتنی عمدہ منصوبہ بندی فرماتے تھے کہ کثیر مواعظِ حسنہ اِنہیں قسط وار مضامین سے منصّۂ شہود پر آئے، اس کے علاوہ خاص خاص ملفوظات حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ بھی رسالہ الابرار میں شائع کرواتے تھے جس سے قارئین کے پاس قیمتی مفید مضامین کا وسیع ذخیرہ جمع ہوگیا۔

[1] ترجمہ: اگرچہ حافظ کو کوئی شمار میں نہیں لایا، شکر کہ وہ بے حد و بے شمار مشقت ختم ہوگئی۔

شیخ کے رفیقِ سفر وحضر

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اسفار میں رفاقت کے لئے حضرت میر صاحب ہی کو منتخب فرمایا تھا چنانچہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ کر ہر شخص سمجھ جاتا تھا کہ میر صاحب بھی ہمراہ ہوں گے اور میر صاحب کو دیکھ کر حضرت شیخ کی موجودگی کا یقین ہوتا تھا۔ جب بھی حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی سفر درپیش ہوتا تو کئی دن پہلے سے میر صاحب سامانِ سفر جمع کرنا شروع کر دیتے تھے کہ کوئی چیز ایسی نہ رہ جائے جس کی حضرت کو ضرورت پڑے اور وہ موجود نہ ہو جس سے حضرت کو تکلیف ہو، اس کے لئے باقاعدہ ایک ڈائری بنا رکھی تھی جس میں ایک ایک چیز لکھ لیا کرتے تھے جس کی سفر میں ضرورت پڑ سکتی تھی۔ آپ کی ہمارے شیخ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کم و بیش ۴۶ سال کی رفاقت رہی، ان ۴۶ برسوں میں دنیاوی حالات کے کتنے ہی مدوجزر سے واسطہ پڑا لیکن آپ کے دل میں جو حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ سے عشق اور محبت کا تعلق تھا، اس میں کبھی ادنیٰ سا تغیر تو کیا آتا بلکہ ہمیشہ جاں نثاری کے جذبات و کیفیات روز افزوں رہے۔ کما نعم قال عارف الرومی رحمہ اللہ ؎

گر مرا صد بار تو گردن زنی
ہمچو شمعے بر فروزم روشنی [۱]

کہ اے دنیا والو! اگر جلال الدین رومی کی گردن تم سو دفعہ اُڑا دو گے، سینکڑوں دفعہ تم میری گردن کاٹو گے تو مثل شمع کے میں اپنی روشنی بڑھاتا ہی رہوں گا۔ یہی سر کٹانے کی آرزو حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں ہمیشہ موجزن رہی، بڑے سے بڑے بااثر کی حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی مخالفت ایک لمحہ کے لئے بھی برداشت نہیں کرتے تھے۔ شیخ کی شان میں آپ کا یہ شعر آپ کی فداکاری کا کیا خوب ترجمان ہے ؎

تیرے خُم کے ایک قطرے کا ہے یہ ادنیٰ اثر
سر کٹانے کی تمنّا تیرے مستانے میں ہے

اور اس سے بھی بڑھ کر فرماتے ہیں ؎

جو سو جانیں عنایت ہوں تو سب تم پر فدا کر دیں
تمہارے سامنے ہم جان کو کب جاں سمجھتے ہیں

[۱] اے خدا! اگر آپ سو دفعہ بھی اپنے حکم کی تلوار سے ہماری ناجائز آرزوؤں کی گردن کاٹنا چاہتے ہیں تو ہم اس کے لئے تیار ہیں، ہم مثلِ چراغ کے اپنی روشنی بڑھاتے رہیں گے۔ جیسے چراغ کی بتی جب جل جاتی ہے، اس سے دھواں اُڑنے لگتا ہے تو قینچی سے اس کی گردن کاٹتے ہیں جس سے اس کی روشنی پہلے سے زیادہ بڑھ جاتی ہے۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے مواعظِ حسنہ نمبر ۵۹ (مقامِ اولیائے صدیقین) میں فرمایا ہے کہ صدیق زندہ شہید ہوتا ہے اور یہ شعر پڑھا۔

کسی کے زندہ شہید ہیں ہم ، نہیں یہ حسرت کے سر نہیں ہے
ہمیں تو ہے اس سے بڑھ کے رونا کہ دل نہیں ہے جگر نہیں ہے

اور فرمایا کہ میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے صدیقیت ، سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر ختم نہیں ہے، صدیقیت کا دروازہ قیامت تک کے لئے کھلا رہے گا۔ اس کی دلیل قرآن پاک کی آیت فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِمۡ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیۡقِیۡنَ وَالشُّہَدَآءِ وَالصّٰلِحِیۡنَ ہے۔ (سورۃ النساء: آیۃ ۶۹) صدیقین جمع ہے یا مفرد؟ جمع ہے۔ معلوم ہوا کہ صدیقیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر ختم نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے تو خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ فرمایا لیکن صدیقِ اکبر کو خَاتَمُ الصِّدِّیۡقِیۡنَ نہیں فرمایا۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ حدیث میں ہے کہ لَا نَبِیَّ بَعۡدِیۡ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے مگر کسی حدیث میں نہیں ہے کہ میرے صدیقِ اکبر کے بعد کوئی صدیق نہیں ہے۔ لہٰذا قیامت تک صدیق پیدا ہوتے رہیں گے لیکن حضرت ابوبکر صدیق جیسا کوئی صدیق اب نہیں ہوسکتا کیونکہ آپ کی صدیقیت ، معیتِ سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشرف ہے۔ قیامت تک آنے والا بڑے سے بڑا ولی بھی کسی ادنیٰ صحابی کے برابر نہیں ہوسکتا اور حضرت صدیقِ اکبر تو صحابہ میں بھی سب سے افضل ہیں اور افضل البشر بعد الانبیاء ہیں لہٰذا اولیائے صدیقین قیامت تک پیدا ہوتے رہیں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو امام الصدیقین کا صدیق بنایا تھا۔ یہی بات حضرت مولانا آصف صاحب (خلیفہ مجاز حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ درلندن) نے اپنے تعزیتی پیغام میں لکھی ہے کہ:

Siddiq e Waqt was not just a title but a reflection of his life with Hazrat e Aqdas Maulana Shah Hakeem Akhtar Saheb RA.

ترجمہ: (حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ) صدیقِ وقت محض ایک لقب نہیں تھا بلکہ ان کی اُس زندگی کا ترجمان لفظ تھا جو آپ نے اپنے شیخ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گذاری۔

شیخ کے خلفاء کی فہرست کے نگران

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے آپ پر اعتماد کا یہ حال تھا کہ اپنے جس مرید کو مسندِ خلافت پر فائز فرماتے تو اس کا سارا نظام حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی کے حوالے تھا۔ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ بھی خانقاہ تھانہ بھون اور حضرت حکیم الامت

تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے طرز پر دو قسم کی خلافت عطا فرماتے تھے۔ مجازِ بیعت اور مجازِ صحبت۔ چنانچہ جب کسی کو خلافت دینے کا دل میں داعیہ پیدا ہوتا تو فرماتے۔ ''توکلاً علی اللہ، آپ کو بیعت کی اجازت دیتا ہوں، میر صاحب کے پاس ڈائری میں اپنا نام و پتا لکھوا کر اُن سے اپنا خلافت نامہ لے لیں''۔ حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جا کر وہ صاحب، حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا پیغام پہنچاتے تو پہلے اُن صاحب کو مبارک باد دیتے، پھر تالے میں بند خلفاء کی فہرست والی ڈائری نکالتے اور تمام ضروری اندراجات کر کے ان کے نام کا خلافت نامہ لکھ کر حضرت والا سے دستخط کرواتے اور لفافے میں رکھ کر اُن صاحب کے حوالے فرماتے۔ یہ ڈائری اس قدر حفاظت سے تالے میں بند رکھتے کہ ہم میں سے کسی کو بھی اس کو دیکھنے کی اجازت نہ تھی۔ اور یہ اس وجہ سے تھا کہ اگر کسی خلیفہ کے باطنی حالات بدل جاتے اور حضرت شیخ اس کا نام اس فہرست سے نکلواتے تو اس کے نام کو موٹے اور گہرے مار کر سے اتنا کالا کر دیتے کہ کسی کو پتا بھی نہ چلے کہ کس کا نام اس فہرست سے نکالا گیا ہے، یہ اس خلیفہ کی آبرو کا انتظام تھا۔ دوسری طرف اس کو حضرت والا کی طرف سے ایک خط روانہ فرماتے کہ آپ کے حالات اب وہ نہیں رہے جس کی وجہ سے خلافت دی گئی تھی یا آپ کے موجودہ باطنی احوال کی اطلاع نہیں، اس لئے فی الحال یہ اجازت واپس لی جارہی ہے۔ ساری زندگی خلفاء کی اس فہرست کے معاملہ میں حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ محتاط طرزِ عمل ہی تھا جس کی بناء پر حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال فرمانے کے بعد امت کو حضرت والا کے خلفاء کی انتہائی مستند فہرست دستیاب ہوئی۔

شیخ کی رحلت کے بعد شیخ کے خلفاء کے سروں کے تاج

حضرت والا مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہ کے انتقالِ پُر ملال (سال ۲۰۱۳ء) کے بعد کثیر اہلِ سلسلہ نے حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات پر من وعن عمل پیرا دیکھ کر آپ کے دستِ مبارک پر تجدیدِ بیعت کی لیکن خود حضرت میر صاحب پر کیا کیفیات طاری تھیں جب آپ کو حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے مجازِ بیعت بنایا تھا، اس کو سمجھنے کے لئے آئینہ محبت (مجموعہ کلام حضرت والا و حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہما) سے وہ الفاظ اور وہ اشعار نقل کرتا ہوں جو اس موقع پر حضرت میر صاحب کے دردِ دل کے صحیح ترجمان ہیں۔ اس نظم کا عنوان حضرت میر صاحب نے ''مقصدِ سلوک'' تجویز فرمایا تا کہ سالک جب سلوک کی منزلیں طے کرنا شروع کرے تو اس کے سامنے اپنا مقصد (حصولِ تعلق مع اللہ) کبھی بھی اوجھل نہ ہو، شیطان اس کی راہ میں جو خلافت کی تمنّا کے جال بچھائے تو بفیضِ شیخ اس کو اس زہرِ قاتل سے بچنا نصیب ہو اور اگر شیخ خلافت دے بھی دے تو مرید کو اپنے آپ کو

بھنگی اور چمار سمجھنا چاہیے گویا بادشاہ نے ایک بھنگی کو اپنے قرب کے قابل سمجھا جو درحقیقت بادشاہ کا کرم ہوتا ہے نہ کہ بھنگی کی صلاحیت۔ جیسے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے بیان میں دو عالموں کا قصہ سنایا کہ ایک شیخِ وقت ان سے ملنے گئے تاکہ انہیں اللہ کی محبت و معرفت سکھا دیں تو ایک عالم نے دل میں کہا کہ یہ مجھے شکار کرنے آ رہا ہے، میں اس کے دام میں نہیں آؤں گا اور ملاقات تک نہیں کی اور دوسرے نے خوب تواضع کے ساتھ جوتیاں اٹھائیں کہ ؂

شاہبازے بشکارے مگسے می آید

حضرت! میرا غریب خانہ اس قابل کہاں کہ آپ کی ذاتِ عالی یہاں تشریف فرما ہو، اور اپنے آپ کو ان کے سپرد فرما دیا کہ جیسے چاہیں تربیت فرمائیں۔ جیسا کہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے ؂

پیشِ شیخِ باکمال
کردو نفس کو پامال
چھوڑو اپنا قیل و قال
بنو اب مردِ صاحبِ حال

انہوں نے شیخ سے عرض کیا کہ میں بے قیمت و بے مایہ تھا، آپ نے خرید کر قیمتی بنا دیا۔ مٹی کو آپ نے سونے کے بھاؤ خرید لیا اور سونا تو استعارہ ہے ورنہ سونا کیا خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ بھی اس تعلق مع اللہ کی نعمتِ عظمیٰ کے سامنے بے قیمت ہیں اور اگر کروڑوں سال سجدہ میں شکر کرتے کرتے مر بھی جاؤں تو بھی آپ کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔

مقصدِ سلوک

(از آئینہ محبت: ص ۲۱۲)

ایک بار حضرت مرشدی دامت برکاتہم نے احقر سے فرمایا کہ کہو تو تجھے خلافت دے دوں۔ احقر نے عرض کیا کہ حضرت میں اس کا اہل نہیں، آپ مجھے اپنے قدموں ہی میں پڑا رہنے دیجئے۔ اس وقت یہ اشعار موزوں ہوئے جن کو حضرت والا نے بہت پسند فرمایا اور مختلف اوقات میں کئی بار سنا ؂

(احقر میر عفا اللہ عنہ)

(مدینہ منورہ۔ ۶؍رجب المرجب ۱۴۲۴ھ، ۳؍ستمبر ۲۰۰۳ء، بروز بدھ)

مقصدِ سلوک

پردہ عیبوں کا مرے، مجھ پہ پڑا رہنے دے
خود مجھے میری نگاہوں سے گرا رہنے دے

تیری آغوشِ محبت ہے مری جائے پناہ
خار کو پھول کے دامن میں چھپا رہنے دے

کیا کروں گا میں بھلا تاج سروں کا بن کر
اپنے قدموں ہی میں بس مجھ کو پڑا رہنے دے

تا ابد رہنے دے گمنام مرے آقا مجھے
مگر اک لمحہ کو خود سے نہ جُدا رہنے دے

نہ رہائی دے کبھی اپنی محبت سے مجھے
اپنی زنجیرِ غلامی میں بندھا رہنے دے

نہیں منظور بقا تجھ سے الگ ہو کے مجھے
اپنی ہی ذات میں بس مجھ کو فنا رہنے دے

کُھل گئے معنیٰ جو اِس کے تو ہنسے گی دنیا
آہ! اِس حرفِ غلط کو تُو مٹا رہنے دے

کہاں پیدا ہوا، کب مر گیا، کب زندہ رہا
مجھ کو بے نام و نشاں بارِ خدا رہنے دے

میرے عیبوں کو نہ مخلوق پہ کر فاش خُدا
دامنِ عفو میں بس مجھ کو چُھپا رہنے دے

اپنی رحمت سے کبھی دور نہ فرما یارب
درِ مرشد سدا عشرتؔ پہ کُھلا رہنے دے

تربیتِ عاشقانِ خدا (اصلاحی خطوط کے جوابات)

سالک راہ طریق کی طرف سے اپنے شیخ و مصلح کو اپنے باطنی حالات کی اطلاع دینا اور پھر شیخ کی تعلیم فرمودہ ہدایات پر عمل کرنا، اصلاحِ باطن کا ایک اہم جُز اور باطنی نفع کے حصول کا عظیم الشان ذریعہ ہے۔ اصلاحی مکاتبت کے لئے ہمارے مشائخِ سلسلہ کی ہر مرید کو نصیحت رہی ہے۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

چار حق ہیں مرشد کے رکھ ان کو یاد
اطلاع و اتباع و اعتماد و انقیاد

اگر شیخ کی صحبت میسّر ہو تو فبہا اور اگر نہیں تو خط کے ذریعہ حالات کی اطلاع دینا ضروری ہے۔ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی تحریری و تقریری مصروفیات کے علاوہ یہ خدمت اتنی اہم تھی کہ بعض اوقات حضرت ایک دن میں ساٹھ ساٹھ خطوط کے جوابات تحریر فرماتے تھے۔ اسی خدمت کے ذیل میں جملہ مشائخ اپنے متوسلین میں سے جس میں فنِ اصلاح کی صلاحیت دیکھتے ہیں اور جن کے جوابات پر ان کو کامل اطمینان ہوتا ہے تو ان کی تربیت کے لئے اُن سے اِن خطوط کے جوابات لکھوا کر خود ملاحظہ فرماتے ہیں تاکہ اُن کے بعد بھی اصلاحی مکاتبت کا سلسلہ چلتا رہے۔ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ ہمارے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ سے جوابات لکھوایا کرتے تھے اور حضرت والا، حضرت میر صاحب سے لکھواتے تھے۔

حضرت میر صاحب کے جوابات پر حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کو جو اعتماد تھا وہ اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ کافی عرصہ تک خطوط کے جوابات حضرت والا کی نظرِ مبارک سے گذارنے کے بعد ایک مرتبہ حضرت میر صاحب تحریری جواب لے کر حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ حضرت اس میں غلطیوں کی اصلاح فرمادیں تو حضرت والا نے ڈانٹ کر فرمایا ''مجھے کیوں دکھاتے ہو، مجھے تمہارے جواب پر پورا بھروسہ ہے۔''

جنوبی افریقہ کے ایک بڑے عالم، جن کے اصلاحی خطوط کے جوابات ۲۰۱۲ء میں (جب وہ خانقاہ گلشنِ اقبال آئے ہوئے تھے) حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمائے تھے، انہوں نے آکر حضرت میر صاحب سے عرض کیا کہ ''حضرت! آپ کے تحریر کردہ یہ جوابات میرے لئے بہت قیمتی خزانہ ہیں، میں جب گھر واپس جاؤں گا تو وہاں بتاؤں گا کہ میں کراچی سے کتنا بڑا خزانہ لے کر آیا ہوں۔''

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی حیاتِ مبارکہ میں اصلاحی خط و کتابت کا مجموعہ ''تربیتِ عاشقانِ خدا'' کے عنوان سے

تین جلدوں میں شائع ہو چکا ہے، جس میں حضرت والا کے عام مریدین سے لے کر اکابر علمائے کرام اور خلفاءِ مجازین کے اصلاحی خطوط مع حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے جوابات جمع کئے گئے ہیں۔

شیخ کی رحلت کے بعد اپنے مریدین اور اصاغر سے اصلاحی مشورے کرنا

سلسلۂ تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک بڑا اصول یہ بھی ہے کہ کبھی بغیر شیخ کے نہ رہے، ایک شیخ کا انتقال ہو جائے تو اپنی مناسبت دیکھ کر دوسرا شیخ کرنے کا حکم ہے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شیخ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعد حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے اصلاحی تعلق کیا، مولانا ابرارالحق صاحب ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ نے تو پے در پے کئی مشائخ سے تعلق قائم کیا اور ہمارے حضرت والا مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے بعد حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ سے تجدیدِ بیعت کی۔

لیکن اس کے ساتھ ہی ہمیں ہمارے پیارے شیخ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تعلیم دی کہ اگر کبھی ایسا وقت آ جائے کہ تمہارا ضابطہ کا کوئی بڑا نہ رہے تو اپنے برابر والوں یعنی پیر بھائیوں سے مشورہ کرتے رہو اور اگر برابر درجہ کے پیر بھائی بھی نہ رہیں تو اپنے چھوٹوں سے مشورہ لیتے رہو چنانچہ ہمارے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت کے بعد اسی پر عمل کیا۔ حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھی حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد اس کی بڑی فکر تھی کہ اب کس سے تجدیدِ بیعت کروں۔ احقر سے بھی اس سلسلہ میں مشورہ کیا کہ تمہاری کیا رائے ہے؟ احقر کی طرف سے کوئی جواب نہ پا کر خود ہی حضرت والا کا یہی ملفوظ سنایا کہ جب تمہارے بڑے نہ رہیں تو اپنے برابر والوں اور چھوٹوں سے مشورہ کرتے رہو۔ لہٰذا آخری دن تک مختلف خلفاء خاص طور پر حضرتِ اقدس شاہ فیروز عبداللہ میمن صاحب دامت برکاتہم اور اس کمترین سے مشورے فرماتے رہے۔ اسی طرح علمی و فقہی مسائل کے لئے اپنے حلقۂ احباب میں موجود علماء اور مفتیانِ کرام سے ضرور رہنمائی لیتے تھے اور اگر کوئی بہت اہم مسئلہ درپیش ہوتا تو خاص طور پر حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب دامت برکاتہم سے ضرور رابطہ فرماتے تھے، ان کے علاوہ اپنے مرید حضرت مولانا مفتی محمد الیاس صاحب دامت برکاتہم نیز جامعہ اشرف المدارس میں حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب دامت برکاتہم سے بھی اکثر رجوع فرماتے رہتے تھے۔

دینی طالب علموں کا اکرام اور ان سے محبت

حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے پاس آنے والے مدارسِ دینیہ کے طالبِ علموں سے بہت محبت فرماتے تھے۔

اکثر طلباء کرام جمعرات کی شام آیا کرتے تھے جب ان کے اسباق کی ایک دن کی (جمعہ کی) چھٹی ہوتی تھی۔ اُس دن خصوصی اہتمام سے یخنی پلاؤ پکواتے تھے کہ ان حضرات کو مدرسہ میں گوشت، روٹی اور دیگر سالن تو ملتے ہیں، یخنی پلاؤ یہ خوب ذوق اور شوق سے کھائیں گے۔ جب سردیوں کا موسم آتا تو سب کو گرم جیکٹ، کبھی گرم کُرتے، موزے وغیرہ اور عید کے موقع پر نیا جوڑا عنایت فرماتے۔ علمائے کرام اور حفاظِ کرام ملاقات کے لئے تشریف لاتے تو ان کو اپنے برابر کرسی پر بیٹھنے کا فرماتے، نیچے قالین پر نہیں بیٹھنے دیتے تھے، فرماتے تھے کہ علمائے کرام اور دینی طالب علموں کا اکرام ہمیں حضرت والا کے یہاں جیسا دیکھنے کو ملا ہے، وہ کہیں بھی نہیں دیکھا۔

شیخ کے حکم کی فرمانبرداری

حضرت والا کے ہر ارشاد پر عمل پیرا ہونے کی کوشش فرماتے تھے خواہ حضرت کے سامنے ہوں یا غائبانہ طور پر۔ اس کی ایک مثال کا تو احقر عینی شاہد ہے۔ ایک مرتبہ تقریباً پچیس سال قبل حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے میر صاحب سے فرمایا کہ گھر کا یہ سامان سہیل سے منگوا دیں اور سہیل کو اس کے لئے کچھ رقم دے دیں۔ جب رقم دے چکے تو حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، میر صاحب! سہیل سے رقم کا حساب نہ لینا (یعنی یہ نہ پوچھنا کہ کون سا سودا کتنے کا آیا؟ کُل کتنے روپے خرچ ہوئے؟ باقی رقم کتنی ہے؟) غرض احقر نے سودا سلف لا کر گھر بھجوا دیا اور باقی رقم حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو پیش کی تو اسے گنے بغیر جیب میں رکھ لیا۔ اس کے بعد برس ہا برس تک جب بھی احقر نے کبھی بقایا رقم واپس کی تو کبھی بھی شمار نہیں کی کیونکہ شیخ نے منع فرما دیا تھا۔

حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ پان کھانے کے عادی تھے اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ چاہتے تھے کہ حضرت میر صاحب پان کھانا چھوڑ دیں۔ اس سلسلہ میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ دو واقعات اکثر سنایا کرتے تھے۔ ایک اپنے شیخ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے پان چھوڑنے کا اور دوسرا خود حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا۔(۱)۔ ایک مرتبہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ریل میں سفر فرما رہے تھے، مریدین اور خلفاء کا مجمع ہمراہ تھا۔ حضرت شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیخ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے سرِ مبارک میں تیل کی مالش کر رہے تھے۔ حضرت حکیم الامت کو کچھ بُو کا احساس ہوا، سمجھ گئے کہ مولانا عبد الغنی تمبا کو کھاتے ہیں، تو صرف ایک جملہ ارشاد فرمایا کہ ''تمبا کو دماغ کو نقصان کرتی ہے۔'' صرف ایک جملہ کو سن کر حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے برس ہا برس کی پان کھانے کی عادت چھوڑ دی جبکہ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ تم لوگ تو تمبا کو چٹکی جتنا کھاتے ہو، میں تمبا کو بھکوستا تھا۔

اور دوسرا واقعہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا سنایا کہ میں بھی پان تمبا کو بہت کھاتا تھا۔ایک مرتبہ مکہ شریف میں حرم میں تھا اور اذان ہوگئی ۔ اب کُلی کرنے اور پان تھوکنے کے لئے مجھے حرم سے باہر آنا پڑا تو میں نے اسی وقت ارادہ کرلیا کہ ایسی عادت کو چھوڑتا ہوں جو مجھے اللہ کے گھر سے نکال دے چنانچہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے اتنی پرانی عادت محض اللہ کو خوش کرنے کے لئے یکلخت چھوڑ دی۔حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ اپنے عاشقِ صادق کے لئے بھی یہی چاہتے تھے کہ میر صاحب بھی پان تمبا کو کھانا چھوڑ دیں،اس پر حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کئی دفعہ چھوڑنے کا ارادہ کیا اور تمام پان دان اور سامان دوسروں کو ہدیہ کردیا لیکن پھر کھانے لگتے تھے،حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ بھی پھر رعایت فرماتے کہ میر کا کوئی خاندان نہیں، ہماری محبت میں یہاں پڑا ہوا ہے،خاندان نہیں تو پان دان سے ہی دل بہلا لیتا ہے۔آخر انتقال سے ایک ہفتہ قبل پان بھی چھوڑ دیا۔خادمین جب پان کے لئے دریافت کرتے تو فرماتے اب دل ہی نہیں چاہ رہا ہے۔

شیخ و مرید کا باہم قلبی تعلق

شیخ سے مرید کی محبت کے نظائر تو اہلِ تصوف کے یہاں ہمیشہ ہی پائے جاتے ہیں لیکن ایسی محبت جیسی امیر خسرو کو حضرت نظام الدین اولیاء سے تھی، ایسی محبت جو جلال الدین رومی کو شیخ تبریزی سے تھی، جو محبت بھیکا شاہ کو شاہ ابوالمعالی سے تھی، جو خواجہ مجذوب کو حضرت تھانوی سے تھی، جو شاہ اختر کو شیخ پھولپوری سے تھی اور ایسی ہی محبت جو میر عشرت کو شاہ اختر سے تھی ،اس کی مثالیں بھی اگرچہ ہر زمانہ میں پائی جاتی ہیں لیکن ان عاشقانِ باصفا کے حق میں زبان یہ کہنے پر مجبور ہوجاتی ہے کہ ؎

سلام اس پر کہ جس کے نام لیوا ہر زمانے میں
بڑھا دیتے ہیں ٹکڑا سرفروشی کے فسانے میں
بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

حضرت میر صاحب کے شیخ سے قلبی تعلق کو برادرم عزیزم جناب شاہین اقبال اثر صاحب دامت برکاتہم نے نظم بعنوان ''تعارف عارفِ شیخ''میں نہایت عمدہ تعبیر کیا ہے جسے کلام ''آئینہ محبت'' سے نقل کرتا ہوں ؎

تعارف عارفِ شیخ

(از آئینۂ محبت: ص ۱۹۷)

از جناب مولانا شاہین اقبال اثرؔ صاحب دامت برکاتہم

یہ کلامِ سید عشرت جمیل میر ہے　　جو فنا فی الشیخ مسترشد، غلامِ پیر ہے

نظم ہے یا نثر ہے، تحریر یا تقریر ہے　　داستانِ میر کا موضوع حُبّ پیر ہے

میر کو حاصل مسلسل التفاتِ پیر ہے　　قابلِ صد رشک جب ہی میر کی تقدیر ہے

عاشقِ مرشد ہے وہ یعنی ایازِ پیر ہے　　میرے دعوے کی دلیل از خود بیاضِ میر ہے

جس کا دیوانہ اثرؔ عشرت جمیل میر ہے　　پیر ہے وہ، پیر ہے وہ، پیر ہے وہ، پیر ہے

زندگانی جس کی نذرِ خدمتِ مرشد ہوئی　　جب ہی اس کے نام عشقِ شیخ کی جاگیر ہے

میر کی ہستی امیرِ خسروئے عہدِ رواں　　رشکِ سلطان المشائخ پیرِ عالمگیر ہے

منصبِ احقاقِ حق کا مستحق واقعی　　بے نیام و بے خطا حق گوئی کی شمشیر ہے

عدلِ فاروقی کے صدقے بذلِ عثمانی کے ساتھ　　الفتِ صدیق ہے یاں، جرأتِ شبیر ہے

دُور والے تو جلالی ہی سمجھتے ہیں مگر　　درحقیقت وہ جمال و عشق کی تصویر ہے

پیر پر تو ہے ہی سو سو جان سے قربان وہ　　جو فدا ہے پیر پر اُس پر بھی قرباں میر ہے

محترم ہر ایک سالک ہے نگاہِ میر میں　　اس لئے تو سب کے دل میں احترامِ میر ہے

پرتوِ حُسنِ کلامِ میر ہے یہ بالیقیں

جو اثرؔ تیرے سخن میں اِس قدر تاثیر ہے

لیکن یہ سلسلہ تو ہمیشہ چلتا ہی رہا ہے، اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْاَثَرِ، آج وہ کل ہماری باری ہے۔ میرے شیخ حضرت والا مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کا صدمہ بیان کرتے تو پڑھتے ؎

اڑ گئی سونے کی چڑیا رہ گیا پَر ہاتھ میں

اور ؎

یہ چمن یوں ہی رہے گا اور ہزاروں جانور
اپنی اپنی بولیاں سب بول کر اُڑ جائیں گے

حضرت والا اور حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہما کے لئے مختصراً عرض کرتا ہوں کہ شیخ و مرید کا باہم دلی تعلق اگر الفاظ میں بیان کیا جاسکتا تو شاید ان اشعار سے بہتر تعبیر ڈھونڈنا محال ہوتا جو مرید نے شیخ کی شان میں اور شیخ نے مرید کی محبت میں کہے ہیں ؎

ایں میرِ تو میرد بہ تو ، مردہ شدہ در دست تو
یا دفن کن یا زندہ کن، اے جانِ نازِ دلبری [1]
جانے کوئی کیا اس کو جو ہم تم میں ہے وابستگی
اے مرحبا! عشقِ جلی، اے حبّذا ربطِ خفی

(حضرت اقدس سید عشرت جمیل میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

جانِ عشرت، عشرتِ جانِ من است
جانِ او ہر لحظہ مستانِ من است
خسروئے بہرِ نظام الدین بود
بہرِ اختر جانِ تو خسرو نمود [2]

(حضرت والا مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

[1] یہ میر آپ پر مرتا ہے اور آپ کے ہاتھوں میں مثل مُردہ کے ہے، اے میرے محبوب آپ کو اختیار ہے چاہے اسے دفن کر دیں یا زندہ کر دیں یعنی اللہ والا بنا دیں [2] عشرت کی روح میری روح کے لئے آرام وسکون ہے کیونکہ اس کی جان ہر وقت میری محبت سے مست و سرشار ہے، جس طرح حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے عشق و محبت میں حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کا مقام تھا، اسی طرح اختر کے لئے تیری ذات امیر خسرو کی ایک علامت اور نشانی ہے۔

حضرت والا نور اللہ مرقدہ کے دونوں مجموعہ ہائے کلام کی جمع وترتیب اور تصحیح کُل کی کُل حضرت میر صاحب کے ہاتھوں انجام پائی، جب دوسرا مجموعۂ کلام ''آئینۂ محبت'' اشاعت کے آخری مراحل میں تھا تو حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے میر صاحب سے فرمایا کہ میرے کلام کے آخر میں اپنا کلام بھی شامل کردینا۔ چنانچہ شیخ ومرید کا کلام ایک ہی جلد کے تحت شائع ہوا، جس میں حضرت میر صاحب کی حضرت شیخ کے ساتھ وارفتگی کی جابجا جھلکیاں ملتی ہیں، مثلاً ؎

سامنے تم ہو تو دنیا ہے مجھے خُلدِ بریں
اور قیامت کا سماں تم سے بچھڑ جانے میں ہے
پاس اگر تم ہو تو ہے آباد ویرانہ مرا
ورنہ آبادی بھی شامل میرے ویرانے میں ہے

یہ اشعار ۱۹۷۳ء میں موزوں ہوئے۔ جن کو سن کر حضرت والا نے برجستہ یہ شعر فرمایا ؎

کیا تعجب ہے جو مضطر ہوگئی
جانِ عشرت، جانِ اختر ہوگئی

اور شیخ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ اپنے عاشقِ صادق کے لئے کیسے محبت بھرے اشعار فرماتے ہیں ؎

میر رہتا تھا جو نگینے میں
دیکھو بیٹھا ہے کس سفینے میں

اور اپنے اردو مجموعۂ کلام ''فیضانِ محبت'' میں ایک پوری نظم بعنوان ''تذکرۂ میر'' میں فرماتے ہیں ؎

تذکرۂ میر

از حضرت والا شیخ العرب والعجم مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

لگے ہے میر چہرہ سے کہ وہ کوئی منسٹر ہے
مگر ڈانٹے ہے جب موذی کو تو لگتا کلکٹر ہے

مرے کانوں میں خراٹا بھی اس کا مثلِ موٹر ہے
اور اپنے سُرخ رُخساروں سے وہ مثلِ ٹماٹر ہے

بظاہر وہ علی گڑھ کا پڑھا بی کام مسٹر ہے
مگر اب مدرسہ میں شیخ کے استادِ مسٹر ہے

مِٹا ڈالا ہے اپنے نفس کو اس میر نے ورنہ
لگے تھا پہلے یہ ظالم کہ کوئی انسپکٹر ہے

سوزوکی کار تھا پہلے ہمارے پاس جب آیا
مٹاپے سے مگر لگتا ہے اب جیسے ٹریکٹر ہے

سفر میں اور حضر میں میر میرے ساتھ رہتا ہے
کبھی لسٹر ہے ظالم اور کبھی یہ مانچسٹر ہے

گدائے خانقاہ بن کر مزہ پایا ہے شاہی کا
اگرچہ پاس اس کے کوئی بنگلہ ہے نہ موٹر ہے

اے اختؔر یہ گدائی خانقاہی اس کی قسمت تھی
وگرنہ میر صاحبزادۂ ڈپٹی کلکٹر ہے

ایک مرتبہ امریکہ کے سفر ۱۹۹۴ء میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت میر صاحب کے لئے یہ شعر ارشاد فرمایا۔

تم خود ہی آ گئے ہو مرے جذبِ عشق سے
میرا تو میر تم سے کوئی مُدعا نہیں

اُس وقت حضرت میر صاحب نے بھی برجستہ یہ شعر عرض کیا۔

دیکھے ہزار شمس و قمر کائنات میں
دنیا میں آپ جیسا کوئی دوسرا نہیں

جب حضرت میر صاحب پہلے پہل حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے تو اس وقت کی کیفیت اور اس پر حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے تسلی اور محبت بھرے اشعار ''فیضانِ محبت'' ص ۲۰۵ سے نقل کرتا ہوں۔

نوٹ: احقر جب حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوا تو بعض حالات کی وجہ سے نہایت شکستہ دل تھا، میرے مرشد سراپا محبت ورحمت فداہ روحی ابی وامی نے غایتِ کرم سے احقر کی تسلی کے لئے یہ اشعار فرمائے جس سے احقر کو حیاتِ نو عطا ہوئی اور بے شک حضرت اقدس نے روزِ اول سے لمحہ لمحہ ساعۃً فساعۃً ایسے الطاف وکرم فرمائے ہیں کہ احقر کا ہر بُن مُو زبانِ شکر بن کر بھی حقِ شکر ادا نہیں کرسکتا کہ حضرت والا کے بے پایاں کرم کے صدقہ میں حضرتِ اقدس کی ذاتِ گرامی احقر کے لئے مجموعۂ سلطنت ہفت اقلیم اور مجموعۂ لذاتِ کائنات ہے۔ فالحمدللہ الذی بنعمتہٖ تتم الصالحات۔ اللہ تعالیٰ احقر کے دمِ آخر تک حضرت والا کا سایۂ لطف وکرم احقر کے سر پر قائم رکھیں۔ (ناکارہ میر عفا اللہ تعالیٰ عنہ)

عنایاتِ شیخ بر دلِ غم زدۂ سالک

خلق کا مارا ہوا، دنیا کا دُھتکارا ہوا
اپنی قسمت سے جو ہو ہر آرزو ہارا ہوا
جس کے دن کٹتے نہ ہوں دنیا کے درد و کرب سے
جس کا دل زخمی ہو یا عشقِ بتاں کی ضرب سے
جس کی رسوائی پہ خندہ زن ہو ساری خلق بھی
اور ہو اپنے کئے پر جس کو بے حد قلق بھی
اس کو لینے کے لئے ہے میرا آغوشِ کرم
اس کی رسوائی کا بھی رکھے گا یہ اخترؔ بھرم
میرا دل اس دکھ بھرے دل پر کرے گا وہ کرم
بھول جائے گا وہ جس سے ساری دنیا کے ستم

سلسلۂ تھانوی سے عشق اور شیخ کی تعلیمات پر مِن وعَن عمل پیرا

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کو جس طرح حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلۂ تصوف سے کامل مناسبت تھی، تو حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی کبھی حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات اور ارشادات سے سرِ مُوانحراف پسند نہیں کرتے تھے۔ ہمارے شیخ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا خاص مضمون جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت والا سے تجدیدی کام لیا ہے یعنی عشقِ مجازی، بدنظری، بدفعلی، عریانی، فحاشی وغیرہ کی تباہ کاریوں پر جو آپ نے پورے عالم میں پھر پھر کے دردِ دل نشر کیا ہے، یہی مضمون حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بھی اپنے احباب میں رہتا تھا کہ ایک لمحہ بھی اپنے مالک اور پالنے والے کو ناراض نہ کرو۔ صدورِ گناہ سے سالک کے دل کی جو کیفیت ہوتی ہے ؎

بردلِ سالک ہزاراں غم بود
گرزِ باغِ دل خِلالے کم بود

کہ اس کے دل میں موجود لذتِ قرب میں کسی گناہ کی وجہ سے ایک ذرہ کمی آجائے تو ہزاروں غم اُس سالک کو گھیر لیتے ہیں۔ اسی گھٹن اور ضیقِ قلب کی کیفیت کو حضرت میر صاحب نے اپنی شہرۂ آفاق نظم ''رفیقِ تنہائی'' میں اس طرح اظہار فرمایا ہے (یہ نظم جنوبی افریقہ کے جنگل میں رات کی تاریکی اور سنّاٹے کو دیکھ کر موضوع ہوئی تھی۔ جامع)

رفیقِ تنہائی

شبِ صحرا مہیب سنّاٹا
موت ہو جیسے زندگی پہ محیط
یا صدورِ گناہ سے دل کی
تنگ ہونے لگے فضائے بسیط

پڑگئی طول و عرضِ صحرا پر
ظلمتِ شب کی اک سیاہ رِدا
پتّے پتّے پہ مُہرِ خاموشی
کُنجِ عُزلت میں سوگئی ہے ہَوا

گوشِ گُل میں زبانِ بلبل سے
نہیں آتی ہے نوائے سَرگوشی
آب گہوارۂ سکوت ہے آج
موجِ دریا ہے غرقِ بے ہوشی

اس کے بعد اسی نظم کے بقیہ حصہ میں حضرت میر صاحب ایسے گنہگار سالکین کو اپنے شیخ کی ذات سے آگہی دیتے ہیں کہ میں اپنے دل میں ایسے محبوب شیخ کی محبت رکھتا ہوں جس سے گنہگار کے قلبِ مُردہ کو نئی حیات مل جاتی ہے اور وہ پھر گامزن راہِ مولیٰ ہوجاتا ہے ۔

وسعتِ ارض پر اندھیروں کو
تکتے ہیں آسمان کے تارے
ظلمتوں میں ہدایتوں کے چراغ
کفر کے گھر میں نور کے پارے

❁ مہیب: خوفناک ❁ بسیط: کشادہ ❁ سیاہ رِدا: کالی چادر ❁ کُنجِ عُزلت: درختوں کے نیچے کی تنہائی
❁ گوش: کان ❁ نوائے سرگوشی: چپکے چپکے باتیں کرنا ❁ گہوارۂ سکوت: خاموشی کی گود، پنگوڑا

مشترک تجھ میں اور مجھ میں ہے
تو بھی تنہا سکوتِ صحرا میں

ایک ہی وصف اے شبِ صحرا
بزمِ دنیا میں مَیں بھی ہوں تنہا

تجھ کو لیکن بھلا نصیب کہاں
جو ہے خود ایک انجمن تنہا

جو ہے میرا رفیقِ تنہائی
جس کی تنہائی عالم آرائی

وہ سلامت رہے ہزار برس
جس کی اِک اِک ادا حیات فروز

جس کا اِک اِک نَفَس ہزار حیات
بن گئی وصل جس سے ہجر کی رات

جس سے ملتی ہے قلبِ مُردہ کو
قرب جس کا ہے رشکِ خُلد بریں

اک نئی جان یعنی جانِ حیات
شاہدِ عدل جس پہ ہیں آیات

وہ جو آتا ہے میہماں بن کر
جو نگاہوں سے دُور ہو کر بھی

جب کبھی دل اُداس رہتا ہے
ہر گھڑی دل کے پاس رہتا ہے

ایسا محبوب کوئی دکھلائے
جو ہو موجود دل کی دھڑکن میں

ہو جو ہر دم دلِ حزیں کا حبیب
رگِ جاں سے بھی ہو زیادہ قریب

ان اشعار کے بارے میں حضرت والا نے فرمایا: ''یہ اشعار دردانگیز، دردآمیز، درد ریز ہیں۔ ان اشعار سے مجھ پر عجیب کیفیت طاری ہوجاتی ہے اور میں آفاق کے اُس پار کسی دوسرے عالم میں پہنچ جاتا ہوں۔ جس کو یہ اشعار پسند نہ آئیں اُس کو مجھ سے مناسبت نہیں۔ اگر میرے پاس ہوتا تو آپ کو دس لاکھ روپے دیتا۔ گناہ کی ظلمتوں کو بہترین تعبیر کیا ہے۔''

❁ حیات فروز: زندگی کو روشن کرنے والی ❁ وصل: ملاقات ❁ خُلدِ بریں: آسمان کی جنت
❁ شاہدِ عدل: مستند گواہی ❁ آیات: نشانیاں

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض حالات

حضرت والا مرشدی رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت کے بعد حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو گلشن خانقاہ سے ہجرت صرف اور صرف دین کی اشاعت کی خاطر کرنا پڑی۔ فرمایا کہ دین کا کام جو ہر بات پر فوقیت رکھتا ہے وہ یہاں رہ کر ممکن نظر نہیں آتا، اگر دین کا کام نہ کرنا ہوتا تو مجھے اپنی راحت و آرام خراب کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

ہمیں لاکھ زمانہ لبھائے تو کیا، نئے رنگ جو چرخ دکھائے تو کیا
یہ محال ہے اہلِ وفا کے لئے غمِ ملت و اُلفتِ دیں نہ رہے

تو جس جگہ کے لئے حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ نیت کر رکھی تھی کہ میرا جنازہ یہیں سے نکلے، وہ انتہائی غم کی کیفیت میں چھوڑنی پڑی۔

پہلا صدمہ تو حضرت مرشد کی رحلت اور دوسرا گلشن سے ہجرت، ان دونوں نے حضرت میر صاحب کی صحت کو کمزور کر کے رکھ دیا۔ گویا خواجہ صاحب کے اس شعر کے مصداق ہو گئے تھے کہ ؎

ہنسی بھی ہے گو لبوں پہ ہر دم اور آنکھ بھی میری تر نہیں ہے
مگر جو دل رو رہا ہے پیہم کسی کو اس کی خبر نہیں ہے

سندھ بلوچ سوسائٹی آ کر کیفیت یہ تھی کہ بس حضرت کی تصانیف، مواعظ، سوانح اور اصلاحی خطوط کے جوابات، اسی میں صبح ہوتی تھی اسی میں شام۔ خاص طور پر سوانح کی بہت فکر تھی لیکن مواعظ اور اصلاحی خطوط کے جوابات نے فرصت ہی نہ لینے دی۔ کئی دفعہ فرمایا کہ اب مواعظ کا کام تم کر لو اور میں سوانح کا کام کر لوں لیکن پھر صحت دن بدن گرتی ہی چلی گئی۔ فروری ۲۰۱۴ء سے اپریل ۲۰۱۵ء صرف ۱۴ ماہ میں الحمدللہ ۸۱ وعظ چھپ کر آ گئے، اس طرح تعداد ۱۹۰ (مواعظ حسنہ ۱۰۹، مواعظ اختر ۸۱) ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ قبول فرما لیں اور واعظ و جامع وتمام معاونین کے لئے صدقہ جاریہ فرمائیں۔

حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے امراض اور آخری ایام

ہچکیاں بھی مری سن لو مرے نالے تو سنے
ٹھہرو اِک نغمہ ابھی اور مرے ساز میں ہے

حضرت کو لاحق امراض میں دل کا مرض (۲ مرتبہ ہارٹ اٹیک اور سرجری)، گردے کا مرض (پانچ سال سے ڈائلیسس)، شوگر کا مرض، ہائی بلڈ پریشر کا مرض تو قدیم تھے ہی، پچھلے چند ماہ سے پیروں میں جان نہیں رہی تھی

جس کی وجہ سے صرف سہارے سے چل سکتے تھے، پھر کمر کے نچلے حصہ میں کوئی زخم ہوگیا تھا جس کی سرجری بھی ہوئی لیکن شاید شوگر کی وجہ سے مندمل نہ ہوا اور آخر دم تک سخت اذیت کا باعث بنا۔

۱۰/اپریل ۲۰۱۵ء بروز جمعہ (وفات سے ۲۲ دن پہلے) حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو پیٹ میں شدید درد ہوا تو معالج ڈاکٹر امان صاحب سے فرمایا کہ ''لگتا ہے اب ہمارا آخری وقت آگیا ہے۔''

۱۴/اپریل ۲۰۱۵ء کو حضرت کو دل کا دورہ پڑا اور آکسیجن کم ہوکر ۷۰ پر آگئی تو فرمایا کہ ''اے اللہ! اگر ہمارا آخری وقت آگیا ہے تو ایمانِ کامل پر خاتمہ نصیب فرمائیے۔'' ڈاکٹر امان صاحب نے بتایا کہ حضرت میر صاحب نے اُن سے فرمایا تھا کہ میرا علاج صرف تم کرنا اور کسی بھی صورت مجھے ہسپتال نہ لے کر جانا، اس لئے یہاں ''بیتِ میر'' ہی میں انہوں نے علاج جاری رکھا۔

۱۶/اپریل کو حضرت کے بھائی قاسم جمیل صاحب کی طبیعت کافی ناساز ہوئی، انہیں دمہ کی پرانی شکایت تھی۔ ۱۸/اپریل کو انہیں داخلِ ہسپتال کیا گیا جہاں معلوم ہوا کہ برین ہمرج ہوا ہے اور بچنا مشکل ہے۔ ۱۹/اپریل بروز اتوار ان کا انتقال ہوگیا۔ حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے چھوٹے بھائی سے بے انتہا قلبی تعلق تھا جن کے بے لوث تعاون نے حضرت میر صاحب کو اپنے شیخ کی خدمت میں سالہا سال رہنے میں زبردست کردار ادا کیا تھا۔ ان کے انتقال پر حضرت نے فرمایا کہ بھائی تو سینکڑوں ہوتے ہیں لیکن قاسم جیسے خال خال ہوتے ہیں، جب مولانا حافظ محمد اسحٰق صاحب سلمہٗ (نبیرۂ شیخ) تعزیت کے لئے تشریف لائے تو ان سے بھی یہی فرمایا کہ اب ہمارے بھی جانے کا وقت قریب آگیا ہے، انہوں نے تسلی دی کہ ان شاء اللہ تعالیٰ لمبی عمر ہوگی اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کا بہت کام ابھی باقی ہے جو آپ کو کرنا ہے۔

ایسے محبوب بھائی کی جدائی کا غم حضرت کے لئے مزید دلی صدمہ کا باعث بنا لیکن تسلیم و رضا کا پیکر بنے رہے تاہم دل کو جو نقصان پہنچنا تھا وہ تو ہو چکا اور بھائی کی رحلت کے محض تین دن بعد ۲۲/اپریل کو دل کا ایک اور دورہ پڑا۔ اس کے علاوہ ایک نیا مرض جس کی وجہ ڈاکٹر حضرات نہیں جان سکے کہ آخری دو ماہ میں لو (Low) بلڈ پریشر کی شکایت رہنے لگی۔ لیٹے رہتے تو بلڈ پریشر درست رہتا اور بیٹھ کر کام کرنا شروع کرتے تو دو گھنٹہ بعد پھر کم ہوجاتا اور لیٹنا پڑتا۔ ڈائلیسس کرنے کے لئے جتنا بلڈ پریشر چاہیے ہوتا ہے اس لیول پر لانے کے لئے انجکشن لگانے پڑتے جن کی مقدار اور پاور بڑھتے بڑھتے آخری دنوں میں آخری حد پر پہنچ گئی۔ مزید یہ کہ آکسیجن کی کمی محسوس ہونے لگی تو بار بار آکسیجن لگائی جانے لگی، آخری دو ہفتہ میں خوراک اتنی معمولی رہ گئی کہ کمزوری دور کرنے کے لئے Ensure Milk پلایا جانے لگا، بمشکل دو چار لقمے کھاتے تھے۔ دوسرے دورۂ دل کے بعد طبیعت میں عجیب کیفیت

پیدا ہوگئی کہ اکثر آسمان کی طرف نگاہ اُٹھی رہتی اور گہری سوچ میں مستغرق رہتے جیسے کچھ خاص رابطے میں ہیں، اس لئے جو چیز اس میں حائل ہو جاتی تو برداشت نہ کرتے تھے، اگر خاص خدام میں سے بھی کوئی سامنے کھڑا ہو جاتا تو اس کو پیچھے چلے جانے کا فرماتے، ساتھ ہی نماز کی فکر بہت کرتے تھے کہ کہیں قضا نہ ہو جائے یا مکروہ وقت نہ شروع ہو جائے۔

انتقال سے تین دن پہلے بدھ کے دن ڈائلیسس ہونا تھا لیکن اسی کم بلڈ پریشر کی وجہ سے نہ ہوسکا، جمعرات کو بلڈ پریشر کچھ بہتر ہوا تو ڈائلیسس کر لیا گیا لیکن اب روزانہ کرنے کا فیصلہ ہوا (اب تک ایک دن چھوڑ کر ہوتا تھا) اگلے دن بلڈ پریشر دوران ڈائلیسس اتنا کم ہوگیا کہ ڈائلیسس بند کرنا پڑ گیا۔ یہ جمعہ کا دن تھا اور طبیعت میں عجیب بشاشت تھی، صبح ہی اپنے خدام سے فرمادیا تھا کہ آج جمعہ کا دن ہے اور مجھے غسل کرنا ہے۔ خدام نے غسل کے تمام انتظامات کر لئے تھے کہ پیٹ کی تکلیف شدید ہوگئی اور غسل نہ کر سکے۔ اسی جمعہ کی رات میں کئی دن بعد کھانا بھی رغبت کے ساتھ اچھی طرح کھایا اور نیند بھی خوب گہری آئی۔ تمام خدام خوش ہو گئے کہ طبیعت میں بہتری نظر آرہی تھی۔ ہفتہ کو نیند تو ٹھیک آئی لیکن صبح آٹھ بجے کے قریب ناشتہ سے پہلے دی جانے والی دوا پھیپھڑے میں چلی گئی اور سانس اُکھڑ گیا۔ ہنگامی طور پر معالج ڈاکٹر امان اللہ صاحب کو بلوایا اور فرمایا ڈاکٹر صاحب! آج آخری کوشش کرلو۔ ڈاکٹر صاحب کو اندازہ ہوگیا کہ اب حالت انتہائی نازک ہے اور سب احباب سے دعا کے لئے عرض کیا۔ مفتی انوار صاحب نے بتایا کہ تقریباً ۹ بجے زور سے لَآ اِلٰہ کہا اور تقریباً ۱۰ بجے فرمایا ''بلا رہا ہے''۔ (طویل حدیث شریف جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مسند احمد، نسائی، ابن ماجہ میں مروی ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ مبارک ہے کہ جب مومن کی موت کا وقت آتا ہے تو رحمت کے فرشتے سفید ریشمی کپڑا سامنے کر کے اس کی روح کو خطاب کرتے ہیں اُخْرُجِیْ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً اِلٰی رَوْحِ اللّٰہِ وَ رَیْحَانِہٖ یعنی اس بدن سے نکلو اس حالت میں کہ تم اللہ سے راضی ہو اور اللہ تم سے راضی، اور یہ نکلنا اللہ تعالیٰ کی رحمت اور جنت کی دائمی راحتوں کی طرف ہوگا۔ معارف القرآن ج ۸ ص ۷۴۵)

ڈاکٹر امان، حافظ ڈاکٹر عمر، ڈاکٹر عارف یہ تینوں صبح سے آخری سانس تک سر توڑ کوشش کرتے رہے۔ بالآخر کافی مہنگا ایک انجکشن لگایا گیا جس سے بلڈ پریشر 50/40 سے معمولی بڑھ کر 70/50 ہی ہو سکا جو درکار 100/70 سے بہت کم تھا اور یہ بھی محض ایک گھنٹہ ہی رہا۔ آخری تین الفاظ جو ادا فرمائے وہ دن کے ایک بجے سے پہلے پہلے تھے جب اپنے خاص خادم کامران سلمہٗ کو آواز دی، ایک آدھ گھنٹہ بعد اپنے بھائی قاسم کا نام لے کر فرمایا کہ قاسم اپنا مال اللہ کے راستہ میں دے کر جنت کما گیا۔ ایک بجے مسجد میں ظہر کی جماعت ہوتی ہے، احقر نماز پڑھ کر واپس آیا تو خادمین نے بتایا کہ حضرت نے تمہیں آواز دی تھی۔ احقر کمرہ میں حاضر ہوا تو آنکھیں بند تھیں اور بظاہر غشی شروع ہو چکی تھی۔ اس کے بعد ہوش میں نہیں آئے۔

بہ لبم رسیدہ جانم تو بیا کہ زندہ مانم
پس ازاں کہ من نمانم بہ چہ کار خواہی آمد

(ترجمہ: میری جان ہونٹوں پر آچکی، تُو آجا کہ میں زندہ رہوں۔ اس کے بعد جبکہ میں زندہ نہ رہوں گا تو پھر تُو کس کام کے لئے آئے گا)

احقر کچھ دیر حسرت سے چہرۂ مبارک کو دیکھا کیا، کچھ آہٹ بھی کی کہ شاید آہٹ پا کر آنکھیں کھول دیں لیکن حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جسمِ مبارک گویا حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر بزبان حال پڑھ رہا تھا۔

بہ حیاتِ آن نگارے ہمہ روز اگر نیائی
سرِ شام بر مزارم بہ سلام خواہی آمد

ترجمہ: اے میرے دوست اگر تم ''صبح''میں، میری زندگی میں مجھ سے ملنے نہیں آئے تو ''شام'' کو میرے مزار پر سلام کرنے ضرور آنا۔

طبیعت کی یہ حالت ہونے کے بعد شہر کے کونے کونے سے احباب فکر مند ہو کر حاضر ہونے لگے، پورا ہال اور کمرے اہلِ محبت سے پُر تھے۔ بیتِ میر میں بار بار ختم خواجگان کا وِرد جاری رہا۔ حضرت مرشدنا و مولانا شیخ العرب والعجم رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے مولانا ابراہیم صاحب مدظلہ اور مولانا اسحٰق صاحب مدظلہ بھی کافی دیر موجود رہے۔ مولانا ابراہیم صاحب شام بھی تشریف لائے، پھر رات بھی دوسرے کمرے میں فکر مند تشریف فرما تھے کہ احقر نے رحلت کی اطلاع بھجوائی، دوڑے ہوئے حاضر ہوئے، سینے سے لپٹ کر روئے اور زار و قطار روتے ہوئے پیشانی پر بوسہ دیا۔ کمرے میں موجود ہر شخص کی یہی حالت تھی۔

عشق کا نام اس سے روشن تھا
قیس و فرہاد کا نشاں نہ رہا
کوئی ویسا نظر نہیں آتا
وہ زمیں اور وہ آسماں نہ رہا
چشمِ دوراں سے آج چھپتی ہے
میرِ خستہ حال کی صورت
دیکھ لو آج پھر نہ دیکھو گے
عشرتِ بے مثال کی صورت

حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تجہیز وتکفین اور نمازِ جنازہ وآخری آرام گاہ

۱۰:۳۰ بجے شب حضرت نے داعئ اجل کو لبیک کہا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اِنَّ لِلّٰہِ مَآ اَخَذَ وَلَہٗ مَآ اَعْطٰی وَکُلٌّ عِنْدَہٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّی۔ وَاِنَّا بِفِرَاقِكَ یَا سَیِّدَنَا لَمَحْزُوْنُوْنَ۔ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح میں تو حضرت میر صاحب نے حضرت والا کی وفات پر یہ شعر معمولی ترمیم کرکے یوں لکھا ہے ؎

جو تم بن نہ جینے کو کہتے تھے
نہ اس عہد کو ہم وفا کر سکے

لیکن اب احقر اس شعر کو اس کی اصل حالت میں حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر خود ان کی ذات کے لئے لکھتا ہے ؎

جو تجھ بن نہ جینے کو کہتے تھے ہم
سو اس عہد کو اب وفا کر چلے

آپ کے غسل کی سعادت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے مولانا اسحٰق صاحب سلمہٗ اور حافظ ضیاء الرحمٰن امریکی سلمہٗ کی نگرانی میں خادمین (مفتی انوار سلمہٗ، مولوی اسداللہ سلمہٗ، حافظ برکت اللہ سلمہٗ، غلام جیلانی سلمہٗ، کامران سلمہٗ) اور مفتی ارشاد صاحب مدظلہ ومولانا حسین صاحب مدظلہ (مدرسین جامعہ) نے انجام دی۔ غسل سندھ بلوچ کی خانقاہ کے صحن میں دیا گیا۔ الحمدللہ ایک ایک سنت پر عمل کی کوشش کی گئی۔ غسل اور تکفین کے بعد جسم مبارک کو حجرۂ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ میں رکھ دیا گیا۔ چونکہ صبح سے قبل قبر کی تیاری ممکن نہیں تھی اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی تدفین کے موقع پر ایسے ہی حالات میں مفتیانِ کرام نے میت کا دیدار کرانے کی اجازت دے دی تھی لہٰذا کئی گھنٹے تک زائرین آآ کر دیدار کرتے رہے۔ قبر جلد تیار ہوجانے کی بناء پر نمازِ جنازہ صبح ساڑھے چھ بجے ادا کردی گئی۔ حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم بھی رات ایک بجے تک خانقاہ سندھ بلوچ سوسائٹی ہی میں تشریف فرما رہے اور انتظامات کی نگرانی فرماتے رہے، مولانا ابراہیم صاحب مدظلہ بھی سندھ بلوچ اپنے گھر ہی پر موجود رہے اور احقر سے فرمایا کہ رات کو جس وقت بھی ضرورت پڑے، بلاجھجک فون کرلینا۔ صبح فجر کی نماز کے بعد جنازہ اٹھایا گیا اور باہر لاکر اژدہامِ کثیر کی بناء پر دونوں اطراف لمبے بانس باندھنے کے لئے سڑک پر رکھا گیا تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ کندھا دینے کی سعادت حاصل کرسکیں۔ ابھی بانس باندھے جارہے تھے کہ خانقاہ گلشن سے مولانا مظہر صاحب مدظلہ و

مولانا اسحٰق صاحب سلمہٗ اور دیگر حضرات بھی پہنچ گئے۔ جس جگہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی نمازِ جنازہ پڑھائی گئی تھی ٹھیک اسی جگہ حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نمازِ جنازہ حضرت مولانا مظہر صاحب مدظلہ نے پڑھائی۔ وہاں سے لے کر مسجدِ امداد کے قبرستان تک جہاں قبر تیار تھی (قبر کی کھدائی پانچ چھ گھنٹوں کی محنتِ شاقہ سے حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق رکھنے والے جامعہ ہی کے پانچ طالب علموں نے کی تھی تاہم بلاک اور سیمنٹ کے کام کے لئے مولانا ابراہیم صاحب نے اپنے ٹھیکیدار سے مستری اور مزدور منگوا لیا تھا جنہوں نے قبر کی دیواریں چُنائی کی) اژدہام کی وجہ سے کسی کو شاید ہی دو مرتبہ کندھا دینا نصیب ہوا ہو۔ قبر میں مولانا ابراہیم صاحب مدظلہ، حافظ بلال سلمہٗ اور مولوی نور الزمان سلمہٗ اترے۔

الٰہی خیر! کس کو مل گیا رخصت کا پروانہ
دِگرگوں دیکھتا ہوں آج کیوں عالم کا افسانہ

بھرے گا کون اب یوں پے بہ پے رندوں کا پیمانہ
چلا جاتا ہے کس پہ چھوڑ کر ساقی یہ مے خانہ

فلک پر کیوں اداسی چھا رہی ہے چار سُو آخر
نظر آنے لگا کیوں دفعتاً ہر سمت ویرانہ

فضا روتی ہے ہنگامِ سحر کیوں سسکیاں لے کر
کلیجہ تھام کر آتا ہے سورج کیوں پشیمانہ

یہ رحلت ہے جہاں سے کس محبوبِ عالم کی
گری جاتی ہے خلقت شمع پر ہم مثلِ پروانہ

چلی جاتی ہے اُف کاندھوں پہ میت کس کی اے ہاتِف
یہ کس شمع پہ ہے ماتم کُناں ہر سمت پروانہ

الٰہی دیکھ کر حیران ہوں سب دَیر و حرم والے
ترے دُرویش کی میت کا یہ اندازِ شاہانہ

بنائے گا بلا نوشی کا عادی کون رِندوں کو
تکیں گے اب کسے مے خوار اور یہ جام و پیمانہ

بلائے گا بھلا اب کون الفت کی نگاہوں سے
ملے گا اب کہاں شفقت کا اندازِ کریمانہ

وہ گُل جس کو سراپا گلستاں کہنا حقیقت ہے
وہ جوہر جس پہ شیدا جوہری ہے مثلِ پروانہ

کہاں ڈھونڈیں گے پروانے چراغِ جستجو لے کر
وہ شمع جو سراپا ہو غمِ ملت کا افسانہ

کہاں رخصت ہوئی وہ شمع اور شمع کے پروانے
سسک کر رو رہے ہیں یہ در و دیوارِ کاشانہ

تسلی کون دے گا اب پریشاں حال ملت کو
رکھے گا کون سر پر اِس کے اب دستِ کریمانہ

دکھائیں گے کسے اب زخمِ دل زخمِ جگر عارفؔ
رکھے گا کون نبضِ دل پہ انگشتِ مسیحانہ

(یہ اشعار حضرت مولانا مشرف علی صاحب تھانوی دامت برکاتہم نے اپنے شیخ و مرشد کی رحلت پر کہے تھے جو موقع کی مناسبت سے یہاں تحریر کئے گئے ہیں۔ جامع)

قبر کی جگہ متعین کرنے کے لئے حضرت مولانا مظہر صاحب مدظلہ اور صاحبزادگان مولانا ابراہیم صاحب، مولانا اسحٰق صاحب مدظلہما رات ہی قبرستان تشریف لائے تھے۔ حضرت والا محبی و محبوبی رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں میں جگہ نصیب ہوئی اور گویا وہ خواہش بھی پوری ہوگئی کہ اے میرے شیخ! مجھے تو آپ بس اپنے قدموں میں پڑا رہنے دیں۔

جان ہی دے دی جگرؔ نے آج پائے یار پر
عمر بھر کی بے قراری کو قرار آ ہی گیا

(جگرؔ مرادآبادی)

بنگلہ دیش سے حضرت مولانا شاہ عبدالمتین صاحب دامت برکاتہم (خلیفۂ اجل حضرت والا شیخ العرب والعجم نور اللہ مرقدہ) نے جو تعزیتی پیغام ارسال فرمایا اس کے پرنور الفاظ نقل کئے بغیر دلِ افسردہ کو چین نہیں آ رہا۔ فرماتے ہیں کہ:

''آہ! ان کی محبت، خلوص، تعلق ووفا اور احسانات کو ہم کیسے بھول سکتے ہیں؟ اور یہ معلوم ہو کر کہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے جوارِ نور و رحمت میں مدفون ہوئے ہیں، ان کی قسمت پر کتنی ارواح میں رشک اُمنڈنے لگا۔ ارحم الراحمین نے ان کی آرزو خوب پوری کی۔'' (انتہیٰ کلامہ)

کیسے پرنور الفاظ ہیں اور کیا درد بھرا اظہارِ تعلق ہے! اے اللہ میرے ٹاٹ کے اس بوریئے میں اس ولیٔ کامل کے ریشم کے پیوند کو قبول فرما کر اس عبدِ ناکارہ کی ناقص سعی کو بھی شرفِ قبول عطا فرما دیجئے۔ آمین!

حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خدام کی عظیم الشان خدمات

اب جبکہ احقر حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دنیاوی حیات کے حالات کا آخری باب بھی بند کرنے لگا ہے تو رہ رہ کر وہ میرے محبوبین، وہ محبت وعظمت کے مینار یاد آ رہے ہیں جن کے تذکرہ اور جن کے لئے کلماتِ شکر ادا کئے بغیر حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا یہ باب نامکمل رہ جائے گا۔ یہ وہ احباب ہیں جنھوں نے اپنی جان، مال، وقت، فکر سے حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے آخری پندرہ برسوں میں حضرت کی ایسی خدمت اور راحت رسانی کی ہے جو تاریخِ وفاداری میں سنہرے حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ فہرست طویل بھی ہے اور ناموں کی تقدیم و تاخیر سے ایک کی دوسرے پر ترجیح ہونے کا بھی اندیشہ ہے، اس لئے کسی کا نام نقل کرنا مناسب نہیں معلوم ہو رہا۔ وفاداری اور بےلوثی کے اس میدانِ کارزار میں اپنے ان پیاروں کو ''گمنام سپاہی'' کا نام دوں گا، ان تمام حضرات و خواتین کو میرا سلامِ عقیدت پہنچے جنھوں نے کسی صلہ کی توقع بھی نہیں رکھی اور کٹھن سے کٹھن خدمت سے بھی گریز نہیں کیا۔ جس حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ وَلَا یَنَامُ کی خاطر انہوں نے حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت کی، کوئی دیکھے یا نہ دیکھے، کوئی جانے یا نہ جانے، وہ علیم اور خبیر تو جانتا ہے، وہ اُنہیں دونوں جہان میں اس کا بہترین صلہ عطا فرمائے۔ آمین!

حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کوئی بیوی بچے نہیں تھے، خدمت کرنے کے لئے کوئی عزیز رشتہ دار بھی نہیں تھا لیکن یہ بھی اللہ تعالیٰ نے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت کا ظہور فرمایا کہ خلقت آپ کی خدمت کے لئے ٹوٹی پڑتی تھی۔ خادمین کو شفٹوں میں تقسیم کیا جاتا تھا، خواتین اپنے ہاتھ کے پکائے ہوئے کھانے حضرت کو کھلانا چاہتی تھیں تو ان کو بھی

یکے بعد دیگرے مختلف ایام میں موقع دیا جاتا تھا اور پھر ان خواتین کے بچے اپنے ابّا یا بھائی وغیرہ سے پوچھتے تھے کہ یہ بتاؤ! حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہماری بھیجی ہوئی چیز کھائی تھی؟ آپ کو پسند آئی تھی؟ وغیرہ وغیرہ گویا کھلی آنکھوں

﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجۡعَلُ لَهُمُ الرَّحۡمٰنُ وُدًّا﴾

(سورہ مریم: آیۃ ۹۶۔ ترجمہ: بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے اللہ تعالیٰ ان کے لئے محبت پیدا کردے گا۔ بیان القرآن)

کا مشاہدہ تھا۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ جَعَلَ دنیا ہی میں ہے بدلیلِ حدیث فَیُوۡضَعُ لَهُ الۡقُبُوۡلُ فِی الۡاَرۡضِ کہ اللہ تعالیٰ خلائق کے دل میں نیک مومن کی محبت ڈال دیتے ہیں۔

اب جبکہ میرے الفاظ اور میرا قلم حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اس روحانی اولاد کے لئے ہدیۂ تبریک پیش کرنے سے اپنے آپ کو قاصر پا رہے ہیں، لہٰذا ۔

دیکھ کے اپنے ضعف کو اور قصورِ بندگی
آہ و فغاں کا آسرا لیتی ہے جانِ ناتواں

ان گمنام سپاہیوں کا شکریہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے ایک اور اجل خلیفہ، شیخ الحدیث فی الافریقہ حضرت مولانا مفتی شاہ محمد امجد صاحب دامت برکاتہم کے صوتی تعزیتی پیغام سے نقل کرتا ہوں۔ حضرت مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ:

''حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی ہمارے حضرت والا مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہ کی زندگی کی عملی اور علمی تفسیر و تشریح تھی۔ حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اوصاف و کمالات میں سب سے بڑا کمال یہی ہے کہ اپنے شیخ کے ساتھ محبت میں کامل و یکتا تھے کہ جو تمام خوبیوں کے حصول کی کنجی ہے۔ حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شیخ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی جیسی خدمت کی اور جو فنا فی الشیخ کا مقام حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حاصل تھا، اس کی قبولیت کی علامت اور نشانی یہ بات سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ان کی عمر کے آخری حصہ میں ایسے خدام عطا فرمائے جو اپنا سب کچھ نثار کئے ہوئے تھے اور صبح و شام، رات و دن ہر قسم کی خدمت و راحت رسانی کا ہر طرح خیال رکھا۔ اسی طرح ڈاکٹر حضرات کے لئے بھی دل سے دعا نکلتی ہے۔ حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خدام نے خود حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں ان کی ایسی خدمت کی ہے جو آج کے زمانے میں والدین کی اپنی عام دنیادار اولاد تو کیا نیک دیندار اولاد بھی نہیں کر پا رہی ہے۔ ان شاء اللہ! حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خدام کی خدمت میزانِ عمل میں بہت بھاری ہوگی اور اس کا اجرِ عظیم ملے گا۔'' (انتہیٰ کلامہ)

حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی آخری آرام گاہ کی تفصیل

قبر کا نقشہ یوں سمجھ لیں کہ دروازہ سے داخل ہوتے ہی دائیں طرف پہلی قبر حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی ہے، ان کے قدموں میں حضرت پیرانی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا (والدہ مولانا مظہر صاحب مدظلہ) مدفون ہیں، پھر ایک قبر کی جگہ چھوڑ دی گئی ہے۔اس کے بعد حضرت حاجی افضل صاحب رحمۃ اللہ علیہ (خلیفہ مجازِ صحبت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ) اور حضرت غلام سرور صاحب رحمۃ اللہ علیہ (خلیفہ مجاز حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ) کی قبور ہیں اور ان کے متوازی دائیں طرف حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی آخری آرام گاہ ہے ؎

تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را
گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را

(ترجمہ:اگر تم سینہ میں لگے داغوں کو تازہ کرنا چاہو تو کبھی کبھی اس قصۂ پارینہ کو دوبارہ پڑھ لیا کرنا۔)

یہ ہوتا ہے رخصت غلامِ محبت
سلامِ محبت سلامِ محبت
نہ ہی میر سا کوئی دنیا میں دیکھا
تمامِ جنون و تمامِ محبت

......☆......☆......☆......

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے بعض ارشادات برائے حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ارشاد فرمایا کہ دو ماہ آپ کو جو قبض باطنی کی تکلیف ہوئی وہ میری محبت ہی کی وجہ سے تھی مجھ کو آپ سے اور آپ کو مجھ سے جو محبت ہے یہ چھپی نہیں رہے گی، مشہور ہو کر رہے گی ؎

ہماری تمہاری محبت کے قصے
رہے گا یہ افسانہ مشہور ہو کر

جب آپ کو شفا ہوگی تو آپ اس واقعہ کو بہت خاص انداز میں لکھیں گے۔ میں آپ کو بشارت دیتا ہوں کہ اُس وقت آپ کے قلم میں ایک خاص جان ہوگی ان شاء اللہ تعالیٰ۔ چاند بے نور ہوتا ہے لیکن آفتاب عکس ڈال دیتا ہے تو چاند نور سے جگمگانے لگتا ہے۔اُس وقت نورِ آفتابِ حق آپ کے قلم کے محاذات میں ہوگا جب اللہ تعالیٰ اپنے نور کا عکس ڈال دیتے ہیں تو تصنیف و تالیف ہو رہی ہے، تبلیغ ہو رہی ہے، ملفوظات لکھے جا رہے ہیں۔اگر اس آفتابِ نور کو ہٹا لیں

تو آدمی مٹی کا ڈھیلا ہے۔ کبھی آفتابِ کرم کو دل کے محاذات سے ہٹا لیتے ہیں تاکہ اپنی حقیقت معلوم ہو کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں پھر جب شعاع ڈالتے ہیں اور نفس کی زمین کی حیلولت کو ہٹاتے ہیں تو چاند میں پھر نور آجاتا ہے۔ میری محبت کی باتیں ان شاء اللہ آپ کے قلم سے اللہ تعالیٰ لکھوائیں گے۔ (خزائنِ معرفت ومحبت)

احقر اور قاری فیاض صاحب ساتھ کھانا کھا رہے تھے، حضرت والا تشریف لائے اور فرمایا کہ قاری صاحب اور عشرت میں تو بہت محبت ہوگئی، پھر فرمایا کہ جو عشرت سے محبت کرتا ہے میں اس کی محبت کو تسلیم کرتا ہوں اور جو عشرت سے محبت نہیں کرتا مجھے اس سے مناسبت نہیں ہوتی، میں اس کی محبت کو تسلیم نہیں کرتا، کیا وجہ ہے کہ مجھ سے تو محبت ہو اور مجھ سے محبت کرنے والے سے محبت نہ ہو، ضرور کوئی کمی ہے اور عشرت مجھ سے سب سے زیادہ محبت کرتا ہے۔

(حضرت والا میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خاص ڈائری)

ارشاد فرمایا کہ میں میر صاحب کے لئے یہ دعا کرتا ہوں کہ یا اللہ! جیسے یہاں ساتھ ہیں جنت میں بھی ان کو میرے ساتھ رکھئے۔ اور فرمایا کہ میر صاحب تو ہمیشہ خانقاہ میں میرے پاس رہتے ہیں ماشاء اللہ، اور تنخواہ بھی نہیں لیتے، یہ خاص بات ہے، ان کا کام اتنا اہم ہے کہ اگر یہ دس ہزار بھی مانگتے تو کم تھا لیکن میر صاحب تنخواہ نہیں لیتے، پیٹ کی روٹی اور جسم کے کپڑے پر میرے پاس ہیں اور یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی شان کے مشابہ ہے۔ (آفتابِ نسبت مع اللہ ص ۴۷۴)

ارشاد فرمایا کہ میر صاحب میرے پاس سے پانچ سال کے لئے غائب ہوگئے تھے کیونکہ بیمار ہوگئے تھے، یہ جتنا کام کر رہے ہیں اور میرا جتنا ساتھ دے رہے ہیں اس پر شکر ادا کرتا ہوں کہ یا اللہ آپ نے انہیں دوبارہ عطا فرمادیا، میں تو ان سے بالکل محروم ہوگیا تھا، ان کے لئے میں ملتزم پر اور بیت اللہ میں بہت رویا۔ (معارفِ ربانی)

حضرتِ اقدس شاہ سید عشرت جمیل میرؔ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کے خلفاء مجازین بیعت کی فہرست

نام	پتہ
جناب مفتی انوار الحق صاحب	ڈاکخانہ عمرزئی گاؤں آخونڈ ھیری، ضلع وتحصیل چارسدہ
جناب نعمان میمن صاحب	۲۰۔ دارالامن ہاؤسنگ سوسائٹی بلاک ۸/۷ نزد ہل پارک کراچی
جناب ڈاکٹر عارف صاحب	مکان نمبر این ۷ ۱۴، بلاک ۲ پی ای سی ایچ ایس کراچی
جناب مفتی فضل واحد صاحب	ناصر آباد ڈاکخانہ رسول آباد ضلع وتحصیل چارسدہ

نام	پتہ
جناب سید مصباح الحسن صاحب	مکان نمبر آر ۲۲، سندھ بلوچ سوسائٹی، گلستان جوہر کراچی
جناب نوید صاحب، (میڈیکل والے)	مکان نمبر اے ۱/۹۷، سندھ بلوچ سوسائٹی، گلستان جوہر، کراچی
جناب محمد یحییٰ صاحب	مکان نمبر اے ۱۹، سندھ بلوچ سوسائٹی، گلستان جوہر، کراچی
جناب اقبال احمد صاحب	بی۔۳۸، سندھ بلوچ سوسائٹی، گلستان جوہر، کراچی
جناب راحیل اعجاز صاحب	پہلی منزل مکان نمبر بی ۲۱۳، سندھ بلوچ سوسائٹی گلستان جوہر، کراچی
ڈاکٹر سیّد طلحہ شاہ صاحب	بی ۲۴۲، عسکری ۱۰ نزد علامہ اقبال ایئرپورٹ، لاہور
قاری محمد وجاہت عتیق صاحب	فلیٹ نمبر ۴۰۰، میزونائن فلور، اجمیر پرائیڈ، گلستان جوہر کراچی
جناب مولانا محمد احمد صاحب	جامع مسجد قباء، سیکٹر ۱۱/۱، یوپی موڑ، نارتھ کراچی
جناب محمد انس قریشی صاحب	فلیٹ نمبر سی۔۶، اے بی ایس اپارٹمنٹ، ناظم آباد نمبر ۲ کراچی
جناب محمد الیاس صاحب	مکان نمبر ایف۔۵، مہران ایکسٹینشن ۲، بلاک ۱۶ گلشن اقبال کراچی
ڈاکٹر سیّد سعید الہدیٰ صاحب	فلیٹ نمبر او۔۱۳، بلاک ۱۳۔اے، حسن اپارٹمنٹ، گلشن اقبال کراچی
جناب وقاص حسن قاضی صاحب	مکان نمبر بی۔۱۶، ریجنسی ہائٹس بلاک ۴، گلشن اقبال کراچی
جناب باسم وحید صاحب	مکان نمبر اے۔۵۶۳، بلاک نمبر ۳، گلشن اقبال کراچی
جناب مفتی حبیب اللہ صاحب	مدرسہ سراجیہ نزد کمشنری لورالائی، بلوچستان
جناب مفتی وصال محمد صاحب	تحصیل تنگی گاؤں وڈاکخانہ مرزا ڈھیر، ضلع چارسدہ
جناب قیصر امام صاحب	شاہ فہد یونیورسٹی آف پیٹرولیم اینڈ منرلز (کے ایف یو پی ایم) نمبر ۵۱۰۷۔۱۰۸۷ قطیف اسٹریٹ، فردوس کورٹ، دہران، سعودی عرب
جناب مولوی عبدالرحمٰن صاحب (نائیجیری)	اوورا سٹار بنگلوز، گلستانِ جوہر مال کراچی (مدرسہ ابن عباس)
جناب مولانا عبدالغفور صاحب	محلہ شاہ مس گاؤں دار مائی تحصیل مٹہ ضلع سوات
جناب مفتی نور الامین صاحب	ضلع چارسدہ تحصیل شب قدر گاؤں، وڈاکخانہ حاجی زئی

خلیفہ مجازِ صحبت

نام	پتہ
جناب محمد اکبر صاحب	باغ کورنگی، سیکٹر ۱۰۔مکان E-130

تعزیت نامہ حضرت میر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

از حضرت کامل صاحب الہ آبادی چائلی دامت برکاتہم

(یہ اشعار حضرت کامل صاحب الہ آبادی چائلی دامت برکاتہم نے غرفۃ السالکین کی مسجدِ اختر میں بروز منگل بعد عشاء مورخہ ۲۲ مارچ ۲۰۱۶ء کو سنائے تھے، جب آپ حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تعزیت کے لئے تشریف لائے تھے۔ جامع)

حمد پہلے ہم کریں اُس کی رقم جس کا ہے ہر حال میں فضل و کرم
بعد اُس کے ہو ثنائے شاہِ دیں جن کا مخلوقات میں ہمسر نہیں
یوم شنبہ ۲ مئی بعد عشاء روح نکلی تن سے باذنِ خدا
سنتے ہیں جب میر صاحب کی خبر ہوگئی فرطِ الم سے چشم نم
کچھ نہ پوچھو ہوگیا دل پاش پاش ہر طرف گونجی خبر جب دلخراش
چھوڑ کر با صد خوشی فانی جہاں چل دیا لے کر حیاتِ جاوداں
شیخ اختر کا وہ عاشقِ جاں نثار خانقاہِ اختریہ کی بہار
نامِ نامی اس کا تھا عشرت جمیل مہرباں تھا جس پہ وہ ربّ جلیل
اہلِ دل اہلِ نظر اہلِ زباں صاحبِ فہم و ذکاء اور نکتہ داں
شیخ کی خدمت میں اپنی زندگی وقف کر دیتا ہے وہ با صد خوشی
جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام کر عطا اس کو تو اے ربُّ الانام
ہے جدائی آج ان کی دل پہ شاق کیا کریں دنیا ہے یہ دارُ الفراق
جتنے ہیں اہلِ تعلق اے خدا صبر کی طاقت انہیں تو کر عطا
حضرتِ فیروز میمن خوش خصال ان کے جو نائب ہیں تو اے ذوالجلال
یہ کریں ان کی نیابت روز و شب ہے دعا تجھ سے یہی اے میرے رب
طالبانِ حق ہوں ان سے فیض یاب ہے دعا کاملؔ کی تجھ سے یا وھاب

فہرست

عنوانات | صفحہ نمبر

##

ساتواں باب (دین پھیلانے کے لئے مشقت برداشت کرنا)......................۲۱۳

آٹھواں باب (عام لوگوں پر حضرت والا کا فیض)..........................۲۲۱

سولھواں باب (حضرت والا کی دعائیں)............۳۸۳

حالاتِ زندگی جامع السوانح (حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ)............۶۸۵

وہ راہِ حق میں ہم کو گام گام لے کے چلتے ہیں

کلام میرؔ در مدح مرشدی و مولائی سیدی و سندی حضرت والا قدس اللہ سرہٗ

نہ خُم نہ شیشہ و سبو نہ جام لے کے چلتے ہیں
وہ عشقِ حق کی مستیٔ دوام لے کے چلتے ہیں

نگاہِ عشق اُن کی اِک جہاں کو مست کرتی ہے
وہ دل میں عشقِ حق کا ایسا جام لے کے چلتے ہیں

جو بار بار ہم گریں اُٹھائیں بار بار وہ
وہ راہِ حق میں ہم کو گام گام لے کے چلتے ہیں

وہ ساتھ چھوڑتے ہی نہیں رہروانِ عشق کا
بھٹک گیا جو صبح کو تو شام لے کے چلتے ہیں

لُٹا دیا خدا پہ اپنا جان و مال و آبرو
وہ اپنے ساتھ بس خدا کا نام لے کے چلتے ہیں

نہ اُن کو جاہ کی طلب، نہ اُن کو نام سے غرض
کہ وہ تو عشقِ سیّدالانام[۱] لے کے چلتے ہیں

چھپاتے لاکھ ہیں مگر چھپے گا کیسے عشقِ حق
وہ چشمِ اَشکبار جب مُدام لے کے چلتے ہیں

جنہیں وہ خود پلائیں اُن کا پوچھتے ہو حال کیا
کہ خُم کے خُم تو اُن کے تشنہ کام لے کے چلتے ہیں

تجھے بھی عشرتؔ حزیں ملے وہ فیض شیخ سے
جو کیف راہِ حق کے خوش خرام لے کے چلتے ہیں

❁ ❁

۱؎ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ❁ خُم، شیشہ، سبو، جام: شراب کے پیالے ❁ دوام: ہمیشہ ❁ گام گام: قدم قدم
❁ رہروان: راستہ چلنے والے ❁ مُدام: ہمیشہ ❁ تشنہ کام: پیاسے ❁ حزین: غم زدہ ❁ خوش خرام: اچھی رفتار والے

تصویری جھلکیاں

حضرت والا کے آبائی گاؤں اٹھیہہ کا منظر

حضرت والا کا سسرالی گاؤں کوٹلہ
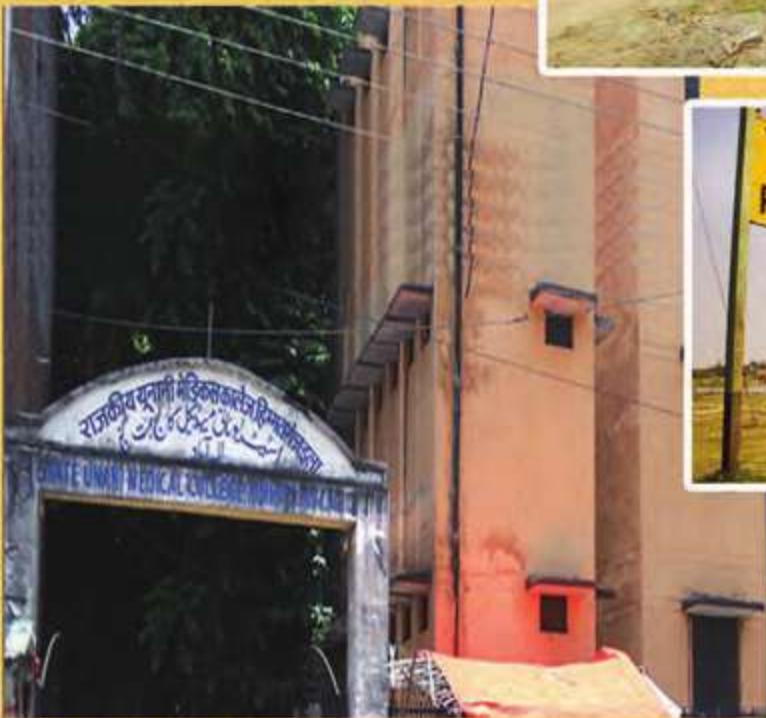
پھولپور ریلوے اسٹیشن کا بورڈ

طبیہ کالج الٰہ آباد جہاں سے حضرت والا نے طبِ یونانی کی تعلیم حاصل کی

ہندوستان میں حضرت والا جن علاقوں سے وابستہ رہے اُن کا نقشہ

سرائے میر کا ریلوے اسٹیشن
اِسی بستی میں حضرت والا
بیت العلوم مدرسہ میں زیر تعلیم رہے

حضرت والا کی مادرِ علمی مدرسہ بیت العلوم، سرائے میر

سرائے میر عیدگاہ

مسجد اشرف (۱۴۰۳ھ) گلشن اقبال کا داخلی دروازہ

تحفیظ القرآن کی ابتدائی درسگاہ کا منظر

خانقاہ کا دوسرے زاویے سے بیرونی منظر

کون یہاں سے چل دیا رونقِ بام و در نہیں
دیکھ رہا ہوں گھر کو میں گھر ہے مگر وہ گھر نہیں

کروڑوں دلوں پر حکومت کرنے والے
شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت والا
مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رہائش گاہ
جو سادگی کا نمونہ ہے

مسجد اشرف اور خانقاہ کی ابتدائی عمارت کا منظر

خانقاہ گلشن کی مسجد کا قدیم صحن

حضرت والا کی خانقاہ، مدرسہ اور مسجد کے احاطے کا موجودہ دروازہ

۴جی ۱۲/۱ ناظم آباد کا مکان جس میں
پہلے حضرت والا کا قیام تھا

خانقاہ کے مرکزی دروازے کا منظر جس کے سامنے
مارکیٹ میں حضرت والا کا کتب خانہ اور مطب واقع تھا

خانقاہ گلشن مسجد کی محراب جہاں ایک کرسی پر بیٹھ کر حضرت والا ہر جمعہ اور پیر کو بیان فرمایا کرتے تھے

۲۰۰۰ء میں فالج کے بعد حضرت والا کے لئے تیار کیا گیا آرام دہ صوفہ

خانقاہ کے اندر حضرت والا کی فرشی نشست، اسی صوفہ پر بیٹھ کر حضرت والا پہلے بیان فرمایا کرتے تھے

حضرت والا کے کمرۂ خاص میں آپ کی فرشی نشست اور استراحت کے لئے بستر

حضرت والا کی قائم کردہ مسجد اشرف (سندھ بلوچ سوسائٹی)
اُس وقت سوسائٹی میں ایک بھی مکان نہیں بنا تھا
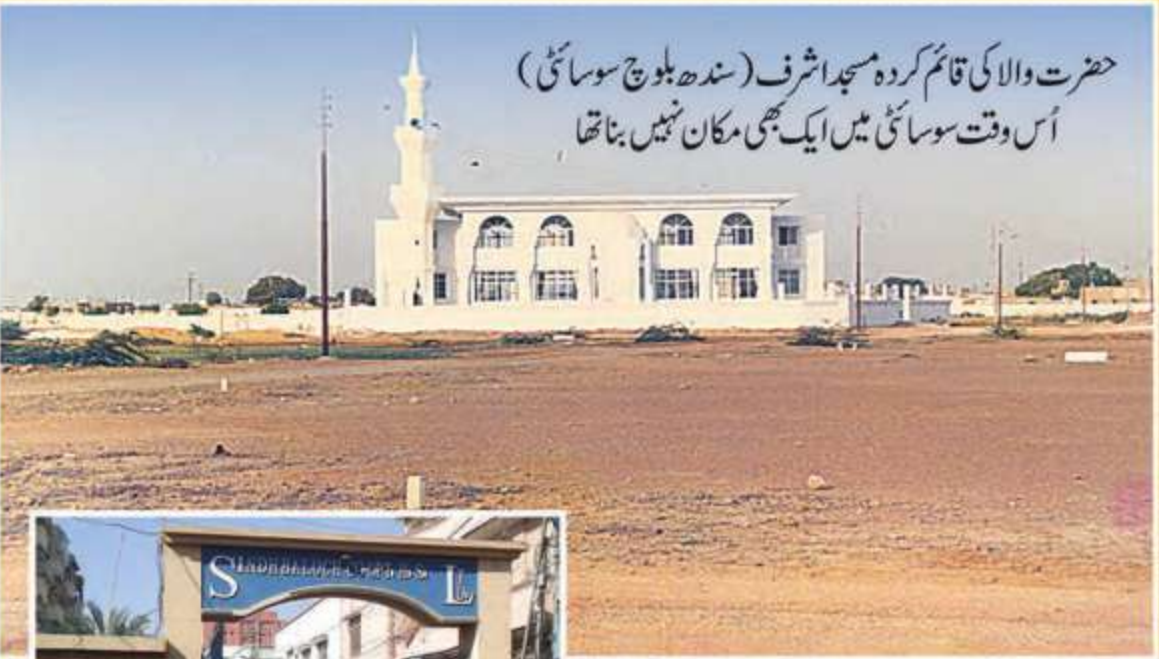
سندھ بلوچ سوسائٹی کا مرکزی دروازہ

حضرت والا کی قائم کردہ عظیم دینی درس گاہ
جامعہ اشرف المدارس کی پرشکوہ عمارت کا منظر

حضرت والا کے استعمالی ملبوسات

سندھ بلوچ سوسائٹی میں خانقاہ اور مسجد کی درمیانی سڑک کا منظر
(دائرے میں وہ جگہ ہے جہاں حضرت والا کا جنازہ رکھا گیا تھا)

جامع السوانح
صدیق زمانہ حضرت میر صاحب
کی قبر مبارک

شیخ العرب والعجم
عارف باللہ مجدد زمانہ
حضرت والا کی قبر مبارک

حضرت میر صاحب
کی قبر مبارک

قبرستان

حضرت والا کے خاندانی قبرستان کا دروازہ
(حضرت والا کا مزار مبارک دائیں طرف دیوار کے پاس واقع ہے)

در مدح و یاد حضرت مرشدی رحمۃ اللہ علیہ از اثرؔ صاحب

بیتے ہوئے کچھ دن ایسے ہیں تنہائی جنہیں دہراتی ہے

جب راہِ گلستاں میں اکثر گلشن چورنگی آتی ہے
عاشق کے مشامِ جاں کو پھر وہ خوشبو سے مہکاتی ہے

اِک چاند سے روشن مرشد کی وہ صورت یاد دلاتی ہے
بیتے ہوئے کچھ دن ایسے ہیں تنہائی جنہیں دہراتی ہے

وہ عہدِ جوانی کی دولت اِک پیرِ حق پہ فدا کرنا
اور جان کا خطرہ مول کے بھی عشاقِ حق سے وفا کرنا

مٹ جائے نام و نشاں اپنا، یوں اپنا آپ فنا کرنا
بیتے ہوئے کچھ دن ایسے ہیں تنہائی جنہیں دہراتی ہے

وہ روتے روتے ہنسا دینا وہ ہنستے ہنستے رُلا دینا
وہ آہن جیسے قلب کو آہِ سوزاں سے تڑپا دینا

وہ بے حس لوگوں کی محفل کو نالوں سے گرما دینا
بیتے ہوئے کچھ دن ایسے ہیں تنہائی جنہیں دہراتی ہے

وہ جس کی شفقت کو سالک ماں باپ سے بڑھ کر پاتا تھا
جو اُمتِ آقا[1] کے حق میں دن رات دعا فرماتا تھا

جو دُکھ میں تسلی دیتا تھا جو سُکھ میں ہمیں سمجھاتا تھا
بیتے ہوئے کچھ دن ایسے ہیں تنہائی جنہیں دہراتی ہے

جو شاہ و مجددِ غضِ بصر کُل عالَم میں کہلاتا تھا
انگشت پکڑ کر رہرو کو جو منزل پر پہنچاتا تھا

جو دوزخ جانے والوں کو جنت کی راہ دِکھاتا تھا
بیتے ہوئے کچھ دن ایسے ہیں تنہائی جنہیں دہراتی ہے

وہ حسنِ مجازی کی میت عشاق کے کاندھوں پر رکھنا
وہ ذکر کی مستی میں کھونا، سجدے میں تڑپ کر سر رکھنا

وہ رُخ پہ تبسم بکھرانا، وہ دل میں خدا کا ڈر رکھنا
بیتے ہوئے کچھ دن ایسے ہیں تنہائی جنہیں دہراتی ہے

ناقدر زمینِ بنجر پر دن رات وہ محنت فرمانا
وہ بھول کے اپنی بیماری مجلس میں شرکت فرمانا

وہ سخت جرائم پر بھی اثرؔ نرمی سے نصیحت فرمانا
بیتے ہوئے کچھ دن ایسے ہیں تنہائی جنہیں دہراتی ہے

جب راہِ گلستاں میں اکثر گلشن چورنگی آتی ہے
بیتے ہوئے کچھ دن ایسے ہیں تنہائی جنہیں دہراتی ہے

[1] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم